مرآۃ المناجیح

شرح

مشکوٰۃ المصابیح

مصنف

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی

مکتبہ اسلامیہ ۴۰ اردو بازار لاہور

مِرأۃُ المناجیح

شرح

مِشکوٰۃُ المصابیح

مصنف

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خاں نعیمیؒ

مکتبۂ اسلامیہ ۴۰۔ اردو بازار لاہور

marfat.com

نام کتاب ------------ مراۃ المناجیح، شرح مشکوۃ المصابیح جلدسوم

مصنف ---------------- حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

صفحات

پروف ریڈنگ ---------- حافظ قاری محمد فیض الرسول سدیدی

کمپوزنگ ------------- دوست ورڈز کمپوزرز

پرنٹر ---------------- پیر بھائی پرنٹرز

ناشر---------------- مکتبہ اسلامیہ -40 اردو بازار لاہور

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکمل لاہور ریٹ پر

مکتبہ سعیدیہ رضویہ
نیو الٰہی مارکیٹ فوارہ چوک گجرات

marfat.com

الصلوٰۃ والسلام علیک

یا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

خوشنویس: اعجاز احمد ساقی، مکتبہ اسلامیہ لاہور

فہرست مضامین مراۃ المناجیح ۔ جلد سوم

مضمون	صفحہ
کتاب الزکوٰۃ	
فصل اول	3
زکوٰۃ کی تعداد و شرائط	3
زکوٰۃ دوسری جگہ منتقل کرنا جائز ہے	4
زکوٰۃ میں درمیانی مال لیا جائے	4
ظالم اور رب کے درمیان کوئی آڑ و پردہ نہیں غیر زکوٰتی مالوں کو آگ پر گرم کرکے ان کے مالک کی پیشانی داغی جائے گی	17
جن اونٹوں سے زکوٰۃ ادا نہ کی، تو وہ اپنے مالکوں کو قیامت میں روندیں گے	18
بے زکوٰتی گائے بکری اپنے مالکوں کو سینگوں سے ماریں گی	18
گھوڑا باعث ثواب	18
گھوڑے کی زکوٰۃ کا حکم	18
آلات جہاد جمع کرنا موجب ثواب ہے	19
قیامت میں ہر برے اور بھلے کو دیکھے گا	19
بے زکوٰتی مال گنجے سانپ کی شکل میں ظاہر ہو کر اپنے مالک کو کاٹے گا	20
قیامت میں جن و انس کی طرح جانور بھی زندہ ہوں گے	21
عامل سے مال چھپا کر زکوٰۃ بچانا حرام ہے	21

مضمون	صفحہ
صحابہ صدقہ حضور علیہ السلام کے ہاتھ سے دلواتے اور حضورؐ دعائیں دیتے	22
اللہ رسول مالدار غنی کرتے ہیں	23
مسئلہ وقف	24
حکام کو رشوت وغیرہ لینا حرام ہے	24
عامل کا بطور ہدیہ سوئی لینا بھی حرام ہے	25
ذخیرہ کرنا حرام ہے	25
سب سے بہتر ذخیرہ نیک اور فرماں بردار بیوی ہے۔	26
عاملوں کو راضی کرو ظلم کے وہ خود ذمہ دار ہوں گے	27
عامل صادق مجاہد ہے	29
عامل کو اجرت و ثواب دونوں ملتے ہیں	29
زکوٰۃ گھر جا کر مال دیکھ کر وصول کی جائے سال گذرنے پر زکوٰۃ واجب ہے۔	29
سال پورا ہونے سے پہلے زکوٰۃ دے سکتے ہیں	31
حضرت صدیق کا زکوٰۃ نہ دینے والوں پر لشکر کشی و جنگ	31
مال گنجا سانپ بن کر مالک کی انگلیاں چبائے گا	33

مضمون	صفحہ
مال بشکل سانپ گلے کا ہار بنے گا	33
عالم و صوفی جو علم فیض میں بخل کرے وہ مالی بخیل سے زیادہ مجرم ہے	34
مال حرام حلال کو بھی برباد کر دیتا ہے	34
باب ما یجب فیہ الزکوٰۃ	35
کسی چیز میں زکوٰۃ واجب ہے	35
جانور سونا چاندی اور تجارتی مال میں زکوٰۃ ہے	36
وسق صاع، رطل کی صحیح تحقیق	36
اختلاف و دلائل امام و شوافع درباره عشر اوقیہ، درہم اور مثقال کا وزن	36
اپنے خدمتی غلام و جانور میں زکوٰۃ نہیں	36
غلام کا صدقہ فطر دیا جائے گا، نوکر کا نہیں	36
ظالم حاکم کی اطاعت واجب نہیں	39
اونٹوں کی زکوٰۃ کے تفصیلی مسائل	39
بکریوں کی زکوٰۃ کے تفصیلی مسائل	40
زکوٰۃ میں بے عیب درمیانی حالت کا جانور دیا جائے گا	40
نہ عامل زیادہ وصول کرنے کی کوشش کرے اور نہ مالک ادائیگی میں حجت کرے	41
چاندی میں چالیسواں حصہ ہے	41
غلوں وغیرہ میں دسویں اور بیسویں کے احکام	41

marfat.com

مضمون	صفحہ
جانور کے زخمی کرنے یا کنوئیں یا کان میں گر کر مرے تو مالک پر قصاص نہیں	42
کان میں پانچواں حصہ لیا جائے گا اور اس کے احکام	50
حنفیوں اور شافعیوں کا اختلاف	50
چاندی و سونے کی زکوٰۃ و نصاب کے مسائل	51
گھر کا استعمالی سامان اور جانوروں میں زکوٰۃ نہیں۔	51
بکری، گائے، بھینس اور اونٹ کا نصاب و زکوٰۃ	51
زکوٰۃ میں ٹال مٹول یا ناقص مال دینے والا نہ دینے والے کی طرح ہے۔	45
پیداوار گندم جو، کھجور اور کشمش میں زکوٰۃ ہے	45
شہد کی زکوٰۃ کے مسائل	45
سونے چاندی کے زیورات میں بشرط نصاب زکوٰۃ فرض ہے۔	46
زیورات کی زکوٰۃ نہ دینے والی جہنم میں آگ کے زیور پہنے پڑیں گے	46
زکوٰۃ ادا کرنے سے مال حکم کنز میں نہیں	49
تجارتی مال و اسباب میں زکوٰۃ لازمی ادا کرنا ہے	49
زکوٰۃ واجب نہ ہونے کی صورت	51
باب صدقہ فطر	51
صاع کی شرح وزن کی تحقیق	52

مضمون	صفحہ
صدقہ فطر کس پر واجب ہے	52
صدقہ کس وقت اور کتنا نکالے	53
جو، جوار صاع، گندم نصف صاع، باقی اناج ان کی قیمت کے برابر	53
باب، کس کو صدقہ حلال نہیں	55
صدقہ، ہدیہ، نذرانہ، عطیہ وغیرہ کا فرق	55
سادات و آل ہاشم کو زکوٰۃ و صدقہ لینا حرام ہے	56
صدقہ مال کا میل ہے	56
حضور علیہ السلام ہدیہ استعمال اور صدقہ تقسیم فرما دیتے	57
حیلہ کا جواز صدقہ لینے والے پر ختم جو وہ دے ہدیہ ہے	57
بنی ہاشم کے غلاموں کو زکوٰۃ لینا حرام ہے	60
آٹھ قسم کے لوگ زکوٰۃ لے سکتے ہیں	63
صدقہ کے بارے میں حضرت عمر کی احتیاط	63
باب، مانگنا کسے حلال نہیں	64
صرف تین شخص سوال کر سکتے ہیں، اوروں کو حرام ہے۔	65
بلا ضرورت شدید سوال کرنا دوزخ میں لے جائیگا۔	66
سوال میں ضد کرنا اور جو ملے نہ لینا حرام ہے	67
معمولی سے معمولی کام باعث عزت اور سوال سبب لعنت ہے	67

مضمون	صفحہ
اوپر کا ہاتھ نیچے والے سے بہتر ہے	68
قول حکیم حضور، آپ کے سواء کسی سے سوال نہ کروں گا	69
اونچا ہاتھ دینے والا نیچا لینے والا ہے	69
جو سوال سے بچنا چاہے اللہ اسے سوال سے بچاتا ہے، صبر سب سے بہتر	69
غناء عمر رضی اللہ عنہ	69
جو بغیر سوال و طلب ملے لے لو	
مجبوراً" سوال جائز ہے	70
بھکاریوں کے منہ قیامت میں کھرچے اور زخمی ہوں گے۔	71
آدمی غنی کتنی رقم سے بنتا ہے	72
غنا صبح شام کا کھانا ہے	72
غریب انصاری کو طریقہ تجارت کی تعلیم و ممانعت سوال	74
اظہار غربت سے غربت دور نہ ہو گی	76
اظہار غنا سے اللہ اسے غنی کر دے گا	76
جو بغیر مانگے ملے لو، عمال علماء قاضی	
مدرسین کا تنخواہ لینا جائز	77
حضرت علی نے عرفات میں ایک بھکاری کو کوڑے لگائے	78
جو سوال ترک کر دے حضور علیہ السلام اس کے ضامن ہیں	78
باب سخاوت اور بخل ہیں	79
اگر احد سونے کا ہو تو دن تین میں صدقہ کر دوں	79
فرشتے سخی کو دعا اور بخیل کو بددعا	

marfat.com

مضمون	صفحہ
دیتے ہیں	80
جتنا خرچ کرو گے اللہ بھی اتنا ہی دے گا	80
فرمان رب' خرچ کریں دونگا	81
بچا مال خرچ کر' روکنا برا ہے	81
سخی اور کنجوس کی بہترین تمثیل	82
کنجوسی حلال کو حرام بنا دیتی ہے	82
بخل وشح کا فرق و تعریف	82
قرب قیامت زکوۃ لینے والا میسر نہ ہو گا	83
جب غربت کا خوف ہو تو صدقہ زیادہ کرنا چاہیے	83
بے خوف آگے پیچھے ہر طرف دونوں ہاتھوں سے خیرات کرے	84
سخی اللہ و جنتی لوگوں کے قریب' دوزخ سے دور' بخیل اس کے برعکس	85
جاہل سخی' کنجوس عابد سے بہتر ہے	85
صحت کا ایک درہم' مرض الموت کے سو درہم خیرات کرنے سے بہتر ہے	86
مومن' بخیل و بد خلق نہیں ہوتا	86
دھوکہ باز' کنجوس' احسان جتانے والا جنت میں نہیں جائے گا	86
بدترین خصلت کنجوسی و بزدلی ہے	87
حضور علیہ السلام سے امہات المومنین کا موت کے متعلق سوال و جواب	88
ایک اسرائیلی کے صدقہ کا واقعہ	89
ایک شخص کے کھیت کے لئے خصوصیت سے بارش کا واقعہ	90
اندھے' گنجے اور کوڑھی کا قصہ و امتحان فیض ملائکہ	91
اللہ کے بندے دافع البلاء ہیں	93
ضرور تمند فقیر کو کچھ نہ کچھ ضرور دینا چاہیے	95
سائل کو گوشت نہ دینے سے گوشت پتھر بن گیا	96
جو اللہ کے نام پر نہ دے وہ بدترین انسان ہے	97
آدمی مرتے وقت کچھ نہ چھوڑے' پہلے ہی تقسیم کر دے	98
جو چیز اللہ کی راہ میں حائل ہو اس کو فوراً دور کرنا چاہیے۔	99
خرچ کرو' جمع نہ کرو' اللہ دے گا	100
سخاوت جنت میں درخت ہے	101
صدقے سے بلا دفع ہوتی ہے	
باب فضیلت صدقہ	102
خیرات حلال کمائی سے کرنی چاہیے' وہی قبول ہوتی ہے۔	102
صدقہ کی اللہ پرورش کرتا ہے اور پہاڑ جیسا ہو جاتا ہے	103
خیرات سے مال کم نہیں ہوتا	103
معافی دینے اور انکساری کرنے والے کو اللہ سربلند کرتا ہے	
جنتی جنت میں ان دروازوں سے	104
داخل ہوں گے' جس عمل کی کثرت کریں	104
حضرت صدیق کو تمام دروازوں سے جنت کے دربان پکاریں گے۔	
حضرت صدیق تمام خوبیوں کے مالک ہیں	104
اپنے پڑوسی کے تھوڑے ہدیہ کو حقیر نہ سمجھو	105
ہر نیکی صدقہ ہے	105
چھوٹی نیکی حقیر سمجھ کر نہ چھوڑو	105
امداد مظلوم' نیکی کی ترغیب' بدی کی تردید صدقہ ہے	106
تین سو ساٹھ جوڑ ہیں' اور ہر جوڑ کا صدقہ ایک نیکی ہے	108
انصاف' گھوڑے پر سوار' اچھی بات نماز کی طرف ہر قدم' راستہ سے تکلیف دہ اشیاء کا ہٹانا وغیرہ صدقہ ہے	109
حمد' تکبیر' تہلیل' صدقہ ہے	109
صحبت حلال' ثواب و صدقہ ہے	109
باغ' کھیت سے آدمی یا جانور' پرندے کچھ کھالیں' صدقہ ہے	109
کتے کی جان بچانے سے ایک زانیہ کی مغفرت	110
ایک عورت بلی مارنے کی وجہ سے عذاب میں گرفتار ہوئی	111
راستے کی لکڑی ہٹانے سے جنتی	111
خدمت خلق موجب جنت ہے	112
عبداللہ ابن سلام سرکار کا چہرہ دیکھ کر ایمان لائے	112
سلام کرو' رشتے جوڑو اور تہجد پڑھو'	

marfat.com

مضمون	صفحہ
اور جنتی ہو	113
ہر بھلائی صدقہ ہے، رب کے غضب اور بری موت سے بچاتا ہے	113
بھائی کو دیکھ کر مسکرانا صدقہ ہے	114
راستہ بتانا، پانی پلانا صدقہ ہے	114
بیرام سعد، سعد کی ماں کا کواں	114
غیر اللہ کی طرف منسوب کرنے سے حلال حرام نہیں ہوتا	115
مسلمان کو کپڑا پہنانے سے جنتی لباس اور کھلانے سے کھانا ملے گا	116
مسلمان کو پانی پلانے سے جنت میں شراب ملے گی	116
مال میں علاوہ زکوٰۃ دوسرے حقوق بھی ہیں	117
پانی و نمک کو منع کرنا سخت بے مروتی ہے	117
بنجر زمین کو آباد کرنا ثواب ہے	117
قرض دینا غلام آزاد کرنے کے برابر ہے	118
صحیح سلام کا جواب دینا واجب	118
حضور کی دعاء سے مصائب دور ہوتے ہیں	118
انسان بلکہ جانوروں کو بھی کبھی گالی نہ دی	119
پائجامہ، تہبند ٹخنوں سے اونچا	119
عیب جوئی نہ کرو	120
صدقہ باقی رہتا ہے	120
جو دوسرے کو کپڑا دیتا ہے، اللہ اس کی حفاظت اور عیب چھپاتا ہے	121
تین شخص اللہ کو محبوب ہیں	121
صدقہ چھپا کر دینا افضل ہے	122
تین شخص اللہ کو محبوب و مبغوض ہیں	122
خیرات کرنے والا تمام عالم پر بھاری ہے	124
سخاوت مال سے سخاوت حال و کمال بہتر ہے	124
ایک قسم کی دو چیزیں یعنی جوڑا دینا بہتر ہے	125
صدقہ قیامت کے دن دینے والے پر سایہ فگن ہوگا	125
دسویں محرم کا صدقہ پورا سال فراخی کر دیتا ہے	125
باب افضل الصدقہ (بہترین صدقہ)	126
بہ نیت ثواب اپنے گھر کا خرچ بھی موجب اجر ہے	127
صلہ رحمی میں دوگنا ثواب ہے	127
حضور کی قدرتی ہیبت قلوب پر	129
صدقہ نافلہ خاوند و اولاد کو دینے میں دو ثواب ہیں	131
میاں بیوی ایک دوسرے کو آپس میں زکوٰۃ نہیں دے سکتے	132
غلام آزاد کرنے سے صلہ رحمی افضل ہے	132
ہدیہ کا زیادہ مستحق قریب کے دروازے والا ہے	133
پڑوس کا خیال بہت ضروری ہے	133
کن لوگوں کو دنیا بہتر ہے کی تفصیل	133
جس سے اللہ کے نام پر مانگا جائے اور نہ دے وہ بدتر ہے	134
سائل کو کچھ دو چاہے جلا ہوا کھر ہو	134
پناہ مانگنے والے کو پناہ اور داعی کی دعوت قبول کرو	135
بھلائی کا بدلہ بھلائی و دعا	135
اللہ کے نام صرف جنت مانگو	136
اللہ سے اللہ کو مانگو	136
حضرت طلحہ انصاری کے باغ کا قصہ	137
لن تنالو البر	137
وقف کا اعلان ضروری ہے	138
وقف کو واقف و غرباء اور مستحق استعمال کر سکتے ہیں	138
بہترین صدقہ بھوکے جاندار کو کھلانا ہے	138
باب خاوند کے مال سے بیوی کو خیرات	138
بہ نیت خیر خیرات کا ثواب مرد عورت اور خزانچی کو ہے	138
عورت کو خاوند کے مال کی خیرات کرنے سے نصف ثواب ملتا ہے	139
مسلمان امین خزانچی بھی ثواب کا مستحق ہے	139
زندوں کی خیرات سے مردوں کو ثواب ملتا ہے	140
بدنی عبادت کا ثواب بھی مردوں کو پہنچتا ہے	140
خیرات میں عورت کو مرد کی اجازت ضروری ہے	140

marfat.com

مضمون	صفحہ
ہروقت علیحدہ اجازت لینے کی ضرورت نہیں	141
غلام آقا کے مال سے خیرات کر سکتا ہے	142
باب من لا یعود فی الصدقۃ	142
صدقہ دے کر واپس لینا اپنی قے چاٹنے کے برابر ہے	143
عبادت بدنی و مالی میں نیابت کی نفیس توجیہ	144
کتاب الصوم (رمضان کے معنی و فوائد)	144
رمضان میں دوزخ کے دروازے بند اور شیاطین مقید ہوتے ہیں	145
باب الریان کے معنی	146
روزہ میں عشق کا غلبہ ہے	146
روزہ کا بدلہ خود رب ہے	147
اجزی اجزی کا فرق	147
روزہ دار کے منہ کی بو مشک سے بہتر ہے	147
روزہ دار جنگ وغیرہ نہ کرے	147
رمضان میں شیاطین کو مقید کردیا جاتا ہے	148
شب قدر ستائیسویں رات ہے	149
روزے اور قرآن شفیع ہوں گے	150
شب قدر سے بدنصیب ہی محروم رہتا ہے	151
رمضان میں نفل فرض کے برابر اور فرض ستر فرضوں کے مثل	152
ماہ رمضان کے نام	153
روزہ دار کو افطار کرانے سے آزادی نار اور روزہ کا ثواب ملتا ہے	153
اول عشرہ رحمت، دوم مغفرت، سوم آزادی دوزخ	153
رمضان میں قیدی آزاد کرنے کا حکم	154
حوریں روزہ داروں سے نکاح کی تمنا کرتی ہیں	155
رمضان کی آخری رات کو بخشش ہوتی ہے	155
باب رؤیۃ الہلال	156
چاند کے اسماء اور کون سے ماہ کے چاند	156
التزام سے دیکھنے چاہئیں	156
شریعت میں چاند کا اعتبار ہے جنتری کا حساب غیر معتبر ہے	156
چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور دیکھ کر کھولو	157
رویت ہلال کا اعلان	157
ماہ رمضان و بقرعید دونوں انتیس تیس کے ہونے کی تحقیق	157
انتیس شعبان کے روزے کا حکم	158
شعبان کا چاند دیکھنا ضروری ہے	159
شک کے دن روزہ نہ رکھے	160
رمضان کے لئے ایک مسلمان گواہ کافی ہے	160
مطلع صاف نہ ہو تو دو گواہ ضروری ہیں	161
چاند کے چھوٹا بڑا ہونے کا اعتبار نہیں	162
سحری کھانے میں برکت اور اہل کتاب سے فرق ہے	163
افطار میں جلدی کرنا بہتر ہے	164
صوم وصال منع ہے	165
تم میں میرا مثل کون ہے میرا رب کھلاتا پلاتا ہے	165
روزہ کی نیت کب کرنی چاہئے	166
افطار میں جلدی کرنے والا اللہ کا محبوب ہے	167
کھجور سے روزہ افطار کرنے میں برکت ہے	168
افطار قبل نماز سنت ہے	168
روزہ دار کو افطار، غازی کو سامان دینے میں اسکے مثل ثواب ہے	168
روزہ افطارنے کی دعاء	169
جلدی افطار سے دین غالب رہے گا	170
اسلام کا استحکام کفار کی مخالفت ہے	170
سحری و افطار میں چھوہارے کھانا سنت ہے	171
باب تنزیہ الصوم	171
جو برائی نہ چھوڑے، تو اللہ کو اس کا کھانا پینا چھوڑنے کی پرواہ نہیں	172
روزہ ہر عضو کا ہوتا ہے	172
روزہ کے بعض حصہ میں جنبی رہنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا	172
احتلام سے روزہ فاسد نہیں	172
غسل سے روزہ نہیں ٹوٹتا	173
بھول کر کھانے پینے وغیرہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا	174
قصداً روزہ توڑنے پر کفارہ، غلام آزاد یا دو ماہ کے روزے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا دینا ہے	174

marfat.com

مضمون	صفحہ
حیلہ شرعی درست ہے	175
اس کا کفارہ اسی کو جائز فرمادیا	175
بوڑھا اور متقی جو اپنے نفس پر قادر ہو بوس و کنار کر سکتا ہے جوان کو جائز نہیں	176
بلا ارادہ قے سے روزہ نہیں ٹوٹتا' عمداً قے سے جاتا رہتا ہے	177
مسواک روزہ میں بلا کراہت جائز ہے	178
بحالت روزہ آنکھ میں دوا سرمہ ڈالنا جائز ہے	179
سر پر تیل کی مالش یا پانی بہانا بلا کراہت درست ہے	179
رمضان کے ایک روزہ کا بدلہ عمر بھر کے روزے نہیں ہو سکتے	180
جو لوگ روزہ اور شب بیداری میں احتیاط نہیں کرتے وہ ثواب سے محروم رہتے ہیں	181
تھوک نگلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا	182
نمک اور مصطگی چبانے کا حکم	183
باب صوم المسافر	183
سفر میں روزہ رکھنا بہتر' نہ رکھنے کی اجازت ہے	183
بحالت سفر بے سروسامان کا روزہ برا ہے موجب ہلاکت ہے	184
مسافر دودھ پلانے والی حاملہ کو روزہ رکھنے کی اجازت ہے	186
باب القضاء	188
حضور کی خدمت دیگر عبادات سے افضل ہے	189

مضمون	صفحہ
عورت کو اپنے خاوند سے اجازت لے کر نفلی روزہ رکھنا چاہئے	189
رمضان کے روزوں کی قضاء دوسرا رمضان آنے سے پہلے کرے	189
دوران حیض کے روزہ و قضا کرنے کا سبب	190
میت کے روزوں کا فدیہ اس کے ولی و وارث دیں	190
روزہ کے فدیہ کا حکم	191
کوئی شخص کسی کی طرف سے بدنی عبادت ادا نہیں کر سکتا	191
باب صیام التطوع	192
حضور علیہ السلام ماہ شعبان میں اکثر روزے رکھتے تھے	192
حضور علیہ السلام ہر ماہ کچھ دنوں کے روزے رکھتے تھے	192
عاشورہ کا روزہ اور اس کی خصوصیات	192
نماز تہجد کے فضائل	194
عاشورہ کے روزہ کی افضلیت	194
بخوف مشابہت دسویں کے ساتھ نویں محرم کا روزہ بھی رکھیں	195
بقرعید کے پہلے عشرے کا ہر روزہ سال کے برابر ہے	196
طریقہء سوال	197
صوم دوام و صوم داؤدی	198
ہر ماہ میں تین دن کے روزے ہمیشہ کے مثل ہیں	198
عرفہ کا روزہ سال گذشتہ و آئندہ کا کفارہ ہے	198

مضمون	صفحہ
پیر کے دن کا روزہ	198
ولادت شریف و نزول قرآن	198
رمضان و شوال کے چھ روزے پورے سال کے برابر ہیں	198
سال میں پانچ دن روزے حرام ہیں	200
صرف جمعہ کے دن روزہ نہ رکھے آگے پیچھے کا دن ملائے	201
ایک دن کا روزہ دوزخ سے ستر سال کی دوری کا موجب ہے	202
ہمیشہ روزوں کی بجائے ہر ماہ تین روزوں کا حکم	203
تیس پاروں کا ثبوت	203
پیشی اعمال بحالت روزہ پیر و جمعرات کو بہتر ہے	204
ہفتہ و سال کی ابتداء کی تحقیق	204
تیرہ' چودہ' پندرہ کا روزہ	204
جمعہ کے دن روزے کا حکم	205
ایک ماہ ہفتہ اتوار پیر' دوسرے ماہ منگل' بدھ' جمعرات کا روزہ	205
روزہ رکھنے والے اور دوزخ کے درمیان زمین و آسمان کے بعد کے مثل خندق ہوگی	206
سردی کے روزے غنیمت بلا مشقت ہیں	207
اسلامی یادگاریں منانے کا ثبوت	208
تین قسم کے روزے حضور ہمیشہ رکھتے تھے	209
ایام بیض کے روزوں سے آدم علیہ السلام کا جسم نورانی ہوا	210

marfat.com

مضمون	صفحہ
روزہ جسم کی زکوٰۃ ہے	211
پیرو جمعرات کے روزوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بخش دیتا ہے	211
باب متفرقات	212
حیس و حریسہ کی ترکیب و تحقیق	213
نفلی روزہ رکھ کر توڑنے سے قضاء واجب ہے	213
مہمان کو نفلی روزہ نہ توڑنا افضل ہے	213
توڑنا جائز' قضاء واجب	213
تقسیم دائیں طرف سے ہونی چاہئے	215
اگر مہمان ناراض نہ ہو تو نفلی روزہ نہ توڑے	216
نفلی روزہ دار کردکھا کر کھانا اس کا ثواب بڑھانا اور فرشتوں کی دعا کا موجب ہے	217
کھاتے وقت کھانے کے لئے بلانا سنت ہے	218
روزہ دار کی بہترین روزی جنت میں ہے	218
کسی کو کھاتا دیکھ کر روزہ دار کی ہر ہڈی و جوڑ تسبیح کرتے ہیں	218
باب لیلۃ القدر (شب قدر)	218
شب قدر کی خصوصیت و معنی اور تاریخ کی تحقیق	219
شب قدر رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ہے	219
صحابہ کا شب قدر کو خواب میں دیکھنا	219
شب قدر کی تلاش میں سرکار کا اعتکاف کرنا	220

مضمون	صفحہ
سرکار کا شب قدر کو دیکھ کر بولنے کی حکمتیں	221
حضرت ابی ابن کعب نے قسم کھائی کہ شب قدر ستائیس رات ہے	222
شب قدر کی صبح سورج بغیر شعاع طلوع ہوتا ہے	222
ستائیس کی مناسبت ابن عباس کی زبان سے	222
حضور رمضان کے آخری عشرہ میں شب بیداری و عبادت زیادہ فرماتے ہیں	223
شب قدر کو اگر پالے تو اس کی دعا	224
جھگڑے کی وجہ سے شب قدر کی تاریخ تعین بھلادی گئی	226
شب قدر میں جبریل امین کا نزول ذاکرین کو دعائیں	226
اللہ عید کے دن فرشتوں کے سامنے اپنے نیک عابد بندوں پر فخر کرتا ہے	227
روزہ' جہاد' اشاعت دین' شہادت صرف انسانوں کے ساتھ خاص ہے	227
نماز عید کے بعد دعا قبول ہوتی ہے اور گناہوں کی جگہ نیکیاں لکھی جاتی ہیں	228
روزہ دار نماز عید پڑھ کر بخشش شدہ واپس ہوتے ہیں	228
باب الاعتکاف	228
اعتکاف کے دنوں کی تعداد اور سنت موکدہ کفایہ	229
رمضان میں سرکار بہت سخاوت فرماتے تھے	229

مضمون	صفحہ
حضور علیہ السلام جبریل کو پورا قرآن کریم سناتے تھے	229
وفات کے سال دو مرتبہ قرآن کریم کا دور بیس دن کا اعتکاف	230
اعتکاف میں قضائے حاجت کیلئے جانا	230
حضرت عمر کو نذر کے پورا کرنے کا حکم	231
اعتکاف کو عصر کی نماز سے شروع کیا جاتا ہے	232
معتکف نہ عورت کو چھوئے' نہ نماز جنازہ کو جائے	233
اعتکاف کے لئے روزہ اور جامع مسجد شرط ہے	233
معتکف مسجد میں چارپائی بچھا سکتا ہے	234
اعتکاف گناہوں سے باز رکھتا ہے	234
کتاب باب فضائل قرآن	234
قرآن کے معنی کی نحوی تحقیق	235
قرآن سیکھنے سکھانے والا افضل ہے	235
عالم قرآن فرشتوں اور نبیوں کے ساتھ ہوگا	235
دو شخصوں پر غبطہ و رشک جائز ہے	237
قرآن پڑھنے اور نہ پڑھنے والے کا فرق و مثل	237
بذریعہ قرآن قوموں کو سربلند یا ذلیل کیا جاتا ہے	238
حضرت اسید کا قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے فرشتوں کو دیکھنا	240
ایک صحابی پر سورۂ کہف کی تلاوت کے وقت سکینہ رحمت کا سایہ کرنا	242
حضور علیہ السلام کے پاس حاضر	

marfat.com

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ
ہونے سے نماز نہیں ٹوٹتی	243
سورۃ فاتحہ الحمد اعظم سورۃ ہے	243
جس گھر میں سورۂ بقر پڑھی جائے، وہاں سے شیطان بھاگتا ہے	243
قرآن قیامت میں اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کرے گا	244
سورہ بقر و آل عمران رب تعالیٰ سے اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے جھگڑیں گی سورہ بقر و آل عمران اپنے پڑھنے والوں پر سایہ کریں گی	245
آیت آیۃ الکرسی ہے	246
حضرت ابو ہریرہ کا شیطان کو چوری کرتے پکڑنا	246
حضور کا غم غیب سے فرمانا کہ وہ آج پھر آئے گا	246
ابو ہریرہ کو شیطان نے آیۃ الکرسی اور اس کے فوائد بتائے	247
حدیث ابو ہریرہ پر اعتراضات و جوابات	249
محمد اور سورہ بقر کی آخری آیات بہت افضل ہیں	250
سورہ کہف کے شروع کی دس آیتوں پر مداومت کرنا	250
سورۂ اخلاص دس پاروں کی مثل ہے	252
سورۂ الناس کا دس پاروں کی مثل ہونے کا سبب	252
پیر استاد و سلطان سے شکایت غیبت نہیں	253
قل ھو اللہ کو ہمیشہ پڑھے اور سند	

مضمون	صفحہ
کرنے والے کو اللہ دوست رکھتا ہے	254
معوذتین کے مثل تعوذ پناہ کی کوئی سورۃ نہیں	254
سوتے وقت اخلاص و معوذتین کو پڑھ کر ہاتھوں پر پھونک کر جسم پر ملنا سنت ہے اور آسیب سے حفاظت	254
قرآن کریم، رحم اور امانت شفیع ہوں گے	255
جنت کے درجہ قرآن کی آیات کے برابر ہر آیت کی تلاوت پر ایک درجہ	256
جسے بالکل قرآن یاد نہ ہو اس کا دل ویران گھر کی طرح ہے	257
کلام الٰہی مثل ذات الٰہی تمام مخلوق کے کلاموں پر افضل ہے	257
قرآن کریم کے ہر حرف کی تلاوت پر دس نیکیوں کا ثواب ہے	258
دنیاوی گفتگو مسجد میں حرام ہے	259
قرآن کریم فیصلہ کن کتاب ہے	261
جو قرآن پاک کے خلاف چلے گا، اللہ تعالیٰ اسے گمراہ کردے گا	262
قرآن کریم رافع الم اور بے مثل ہے اس سے سیری نہیں ہوتی نہ پرانا پڑتا ہے	262
قاری، عامل، مصنف، داعی قرآن کی فضیلت	262
عالم باعمل کے والدین کو نورانی تاج پہنایا جائے گا	263
قرآن پاک کے آگ میں نہ جانے کی بہترین توجیہ عالم قرآن اپنے گھر کے	

مضمون	صفحہ
دس آدمیوں کی شفاعت کریں گے	263
الحمد کا مثل توریت، انجیل، زبور، بلکہ قرآن میں بھی نہیں	263
بقدر ضرورت قرآن پاک یاد کرنا فرض اور پورا یاد کرنا فرض کفایہ	264
عالم و قاری کا سینہ مشک کے تھیلے کی طرح ہے	264
جو عالم و قاری عمل و تلاوت نہ کرے وہ سربمہر تھیلہ ہے	264
صبح و شام حم اور آیۃ الکرسی کا پڑھنے والا تمام آفات سے محفوظ رہے گا	265
سورۂ کہف کے شروع کی آیت پڑھنے والا دجال سے محفوظ رہے گا	266
سورہ یٰسین قرآن کا دل، اور دس بار قرآن ختم کرنے کا ثواب	266
طٰہٰ اور یٰسین کو سنکر فرشتے بولے خوب ہیں وہ سینے اور زبان اور امت	266
سورۂ دخان پڑھنے والے کے لئے ستر ہزار فرشتے دعا مغفرت کرتے ہیں	267
جمعہ کی رات میں دخان پڑھنے والے کی مغفرت یقینی ہے	267
تسبیح والی آیات غیر تسبیح والی ہزار آیتوں سے بہتر ہے	268
سوہ تبارک الذی بیدہ الملک اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرتی ہے	268
ایک صاحب قبر کا قبر میں سورۂ تبارک پڑھنا قبر پر چلنا پھرنا اور لیٹنا منع ہے	269
سورۂ تبارک کا پڑھنے والا اخرابی خاتمہ	

marfat.com

مضمون	صفحہ
اور تنگی گور وعذاب آخرت سے محفوظ رہے گا	269
حضور ہمیشہ سونے سے پہلے الم تنزیل اور تبارک تلاوت فرماتے	269
اذا زلزلت نصف' قل ھو اللہ تہائی اور قل یایھا الکفرون چوتھائی قرآن کے برابر ہے	270
سوتے وقت سورۂ کافرون پڑھنے والے کا خاتمہ ایمان پر ہوگا	270
صبح شام اعوذ باللہ اور سورۂ حشر کی آخری تین آیات پڑھنے والے کو شہید کا درجہ اور ستر ہزار فرشتے دعا کو	270
دو سو بار سورۂ اخلاص پڑھنے سے قرض کے سوا پچاس سال کے گناہ معاف	271
سونے کا طریقہ	271
سوتے وقت سو بار سورۂ اخلاص پڑھنے والے کو اللہ قیامت میں اس کو داہنی طرف سے جنت میں داخل کرے گا	271
اخلاص کی تلاوت سے جنت واجب ہو جاتی ہے	272
آندھی کے وقت سورۂ فلق وناس پڑھنا دافع آندھی ہے	272
اخلاص و معوذتین ہر چیز کے لئے کافی ہیں	272
قرآن کریم کا پرچار اور فرائض و نکات کا اظہار کرو	274

مضمون	صفحہ
نماز میں قرآن پڑھنا علاوہ نماز سے بہتر ہے	275
تلاوت قرآن تسبیح و تکبیر سے بہتر ہے	275
تسبیح خیرات سے' خیرات روزہ سے' روزہ آگ سے ڈھال ہے	275
بغیر دیکھے تلاوت ہزار درجہ اور دیکھ کر دگنا	275
کن چیزوں کا دیکھنا عبادت ہے	275
قرآن پاک کی تلاوت اور موت کی یاد دل کی صفائی کا موجب ہے	276
روزانہ موت کے یاد کرنے والے کو شہادت کا درجہ ملے گا	276
اعظم سورہ اخلاص و آیت آیۃ الکرسی ہے	276
سورہ بقر کی آخری آیات اللہ کی رحمت کے خزانے ہیں اور کل بھلائی کو جامع	276
سورۂ فاتحہ تمام بیماریوں کا علاج ہے	277
آخر سورۂ آل عمران کی تلاوت سے تمام رات عبادت کا ثواب اور جمعہ کے دن پڑھنے پر فرشتے دعائیں کرتے ہیں 277	
بقر کی دو آخری آیتیں سیکھو عورتوں کو سکھاؤ	278
جمعہ کے دن سورہ ھود پڑھنا باعث برکت	278
کہف دافع بلاء اور ایمان کو منور کرنے والی	279

مضمون	صفحہ
الم تنزیل نجات دینے والی ہے	279
الم تنزیل کی مداومت کرنے والے کا قصہ	280
حضرت عطاء کے متعلق امام اعظم کا فرمان	280
ابتدائے دن میں تلاوت یٰسین سے قضائے حاجات و بخشش گناہ	280
مرنے والے کے پاس یٰسین پڑھنے کا حکم	281
سورہ الرحمٰن عروس قرآن' اور جنت میں اللہ اس کو پڑھ کر سنائے گا	281
سورہ واقعہ پڑھنے والا کبھی فاقہ کش نہ ہوگا	282
سرکار کو سبح اسم ربک الاعلیٰ بہت محبوب	282
سورہ اذا زلزلت کے پڑھنے سے دین و دنیا کا کامیابی اور ایک صحابی کا قصہ	283
الھکم التکاثر ثواب میں ہزار آیتوں کی مثل ہے اس کی مختصر تشریح	284
ہر دس بار اخلاص پڑھنے میں ایک جنتی محل ملے گا	284
معروض عمرؓ پھر تو ہم کافی محل تیار کرا لیں گے	284
روزانہ تلاوت کا ثواب	285
باب آداب تلاوت	285
قرآن کی نگرانی عالم حافظ قاری صاحب رکھیں ورنہ بھول جائیں گے	285
قرآن کو نہیں بھولتے بلکہ وہ بھلا دیا جاتا ہے	286

marfat.com

مضمون	صفحہ
قاضی کو کتب بینی کے لئے چھٹی دینی چاہیے	286
تلاوت قرآن دل لگا کر کرو اور دل لگنے تک کرو	287
حضور علیہ السلام کی تلاوت کیسی تھی	287
قرآن خوش الحانی سے پڑھا جائے	288
جو قرآن خوش الحانی سے نہ پڑھے وہ ہم سے نہیں	288
قرآن سننا' سنانا دونوں سنت	288
قرآن پڑھتے یا سنتے رونا سنت ہے	289
سرکار کا خصوصیت سے ابی ابن کعب کو لم یکن کا سنانا	289
قرآن کے دشمن سے قرآن کی حفاظت کرو	290
حضور کو دیکھ کر تعظیماً" کھڑا ہونا سنت صحابہ ہے	291
علاوہ نماز و صف جہاد' حلقہ باندھنا بہتر اور سنت ہے	291
قرآن کو اپنی آوازوں سے مزین کرو	292
حضرت عبداللہ ابن مسعود اور ایک گویے کی حکایت	292
جو قرآن کو پڑھ کر بھلا دے وہ قیامت میں کوڑھی اٹھے گا	293
قرآن عوام کو کتنے دن میں ختم کرنا چاہیے اور بزرگوں نے کس طریقہ سے ختم کئے	293
آہستہ اور بلند آواز سے پڑھنے کے احکام و ثواب اور حلال و حرام پر ایمان	294
دکھلاوے ریاء کیلئے قرآن و تجوید بے معنی آخرت میں محرومی	295
قرآن عربی لہجہ و آوازوں سے پڑھو راگ موسیقی کے ساتھ نہ پڑھو	296
قرآن کا تکیہ نہ بناؤ یعنی عمل و تلاوت میں سستی نہ کرو۔	298
قرآن کا تکیہ لگانا اس کی طرف پاؤں کرنا دوسری کتاب اس پر رکھنا' فال وغیرہ کا حکم	298
باب متفرقات تلاوت	298
سات قرات اور اس کے احکام و فوائد	299
سات قرات کے بارے میں جھگڑا مت کرو' پہلے لوگ بھی یوں ہی ہلاک ہوگئے	299
مختلف قرات میں حضرت ابی کا تردد اور حضور کا ان کے سینہ پر ہاتھ مارنا' اور پورا قصہ بیان فرمایا	300
سبعہ احرف کی توجیہات میں علماء اصول و نحو معانی اور صوفیا کا اختلاف	301
قرآن سنا کر سوال کرنا منع' قیامت میں اس کے منہ پر گوشت نہ ہوگا	304
بسم اللہ فصل سورۃ کیلئے اور اس کے دیگر مسائل	306
ایک شرابی کا ایک قرات سے انکار اور اس کو حد لگانا	306
قرآن کتابی شکل میں جمع کرنے کا واقعہ اور شرح بدعت حسنہ	308
کاتب وحی حضرات کے نام پاک	309
قرآن تین بار جمع ہوا سرکار و صدیق وا عثمان کے وقت میں	309
حضرت عثمان کے قرآن جمع کرنے کا واقعہ	309
حضرت ابن عباس کا حضرت عثمان سے سورہ توبہ میں بسم اللہ نہ لکھنے کے متعلق سوال	309
آیات کی ترتیب توقیفی ہے عقلی نہیں	311
جمع صدیقی و عثمان کا فرق	314
باب' دعاؤں کا بیان	315
دعا بہتر ہے یا رضاء بالقضا دونوں پر عمل کی صورت	315
سب نبیوں نے دنیا میں اپنی دعائیں استعمال کرلیں میں نے شفاعت کے لئے محفوظ رکھی ہے	315
میری بددعا کو بھی امت کے حق میں رحمت کر	316
ہر دعا عزم جزم و امید تام سے مانگو' وہ سب کچھ دے سکتا ہے	316
جائز دعا ضرور قبول ہوتی ہے جلد بازی نہ کرے دعا کرتا رہے	317
دوست کے لئے اس کی عدم موجودگی میں دعا پر فرشتہ امین کہتا ہے اس کا مثل اسے بھی ملے گا	318
اپنی جان مال اولاد دوست وغیرہ کے حق میں بددعا نہ کرو' ممکن ہے وقت اجابت ہو	318
دعا مانگو میں قبول کروں گا	319
دعا عبادت کا مغز ہے	319
اللہ کو دعا بہت پیاری ہے	320

marfat.com

مضمون	صفحہ
دعا قضا کو ٹال دیتی ہے اچھا سلوک عمر بڑھاتا ہے	321
دعا کو مضبوطی سے پکڑو	321
دعا کرو' منہ مانگی دنیا ہے' ورنہ کوئی آفت ٹالتا ہے	321
اللہ سے فضل مانگو' مانگنا اس کو پسند ہے صبر کی امید رکھئے	321
دعا نہ کرنے سے اللہ ناراض ہوتا ہے	321
جب اللہ نے دینا ہوتا ہے تو دعا کی توفیق دیتا ہے	322
اللہ سے دین و دنیا کی عافیت مانگو	322
بوقت ابتلاء دعا خود غرضی ہر وقت دعا عبادت ہے	322
لاپرواہ و غافل دل کی دعا قبول نہیں	323
دعا میں ہاتھ کس طرح اٹھائے اور کہاں تک اٹھائے پھر منہ پر پھیرے	323
اللہ خالی ہاتھ لوٹانے سے حیا فرماتا ہے	324
حضور دعا کے بعد ہاتھ منہ پر ضرور پھیرتے تھے	324
غائب کی دعا غائب کیلئے بہت جلد قبول ہوتی ہے	325
حجاج سے دعا کو کہنا' ان کا دعا کرنا سنت ہے	326
دعا بوقت افطار' حاکم عادل و مظلوم کی دعا رد نہیں ہوتی	326
اللہ قسم کے ساتھ فرماتا ہے اے مظلوم تیری مدد ضرور کروں گا	326
تین دعائیں بلاشبہ مقبول' باپ مسافر' مظلوم کی	326
ہر بڑی چھوٹی حقیر سے حقیر چیز اللہ سے مانگو	327
حضور دعا میں ہاتھ کہاں کہاں تک اٹھاتے تھے	327
طریقہ دعا و استغفار دعا عاجزی و ابتہال وزاری	328
اجابت دعا یا ذخیرہ آخرت یا دفع بلا	328
پانچ دعائیں بہت مقبول ہوتی ہیں	329
باب ذکر اللہ	330
ذاکرین کو بوقت ذکر فرشتہ و رحمت ڈھانپتی ہے	331
ان پر سکینہ اترتا ہے' اللہ انکا ذکر کرتا	331
جس جگہ ذکر کیا جائے وہ جگہ گواہ ہے اور فخر کرتی ہے	331
تفرید خلوت دنیا سے دور ذکر اللہ اس کا مونس ذاکر زندہ غافل مردہ	332
حی کا ذکر حیات ابدی بخشتا ہے	332
اللہ کے بندے کے گمان کے نزدیک جیسا گمان کرے بوقت یاد بندے کے ساتھ	332
بندہ اگر ذکر خفی کرتا ہے تو اللہ بھی تنہائی میں اسے یاد کرتا ہے	332
اگر بندہ مجلس میں بلند آواز سے اسے یاد کرتا ہے تو وہ محفل میں اس کا ذکر کرتا ہے	332
نیکی کا بدلہ دس گنا' گناہ ایک کا ایک' یا وہ بھی معاف	333
جب بندہ نزدیکی چاہتا ہے تو اللہ اس سے بہت نزدیک ہو جاتا ہے	334
علاوہ شرک سب کچھ بخشا جائے گا	334
ولی سے دشمنی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اعلان جنگ فرماتا ہے	335
ولی سے عداوت و اختلاف رائے کا فرق و حکم	335
بغیر ادائے فرائض نوافل مقبول نہیں	335
کثرت نوافل سے بندہ اللہ کا محبوب ہو جاتا ہے	335
جب بندہ محبوب ہو جاتا ہے تو اس کے کان' آنکھ ہاتھ پاؤں مشیت ایزدی کے خلاف عمل نہیں کرتے	335
اللہ ان کے ہر سوال کو پورا کرتا ہے	335
ناری اور نوری طاقت کا فرق	336
اللہ مومن کو موت پر راضی کر کے اس کی روح قبض کرتا ہے	336
فرشتے ذاکرین کی محفلوں کو تلاش کرتے ہیں	337
محفل ذکر کو فرشتے آسمان اول تک ڈھانپ لیتے ہیں	338
اللہ تعالیٰ کا فرشتوں سے سوال و جواب	339
اللہ کا فرشتوں کو گواہ بنا کر اعلان بخشش کرنا	340
ذکر سننے والے بھی بخشے جاتے ہیں	341
فوائد ہم نشینی	341
ذاکرین کے متعلق خدا سے عرض و معروض	342
ذکر کے طفیل گنہگاروں کی بخشش	342
اقرار گناہ خوف خدا عین تقویٰ ہے	342

marfat.com

مضمون	صفحہ
حضور کی محبت سے علم عین الیقین نصیب ہوتا ہے	343
حال ہمیشہ یکساں نہیں رہتا	343
دوسری فصل	343
سونا چاندی کی خیرات اور جہاد سے ذکر بہتر ہے	343
حدیث قدسی ہیں اپنے ذاکر کا ہم نشین ہوں	343
ذکر اللہ جہاد اکبر ہے	344
مرتے وقت زبان ذکر سے تر ہونی چاہئے	345
ذکر کے حلقہ جنت کی کیاریاں ہیں	345
محفل بغیر ذکر کے حسرت اور بغیر ذکر کے سونا ندامت ہے	345
مجلس بغیر ذکر' مردار گدھا کھانے والوں کی مجلس ہے	345
کوئی مجلس بغیر ذکر و درود حسرت ہے	346
علاوہ امر نواہی و ذکر ہر گفتگو وبال ہے	346
دنیاوی گفتگو سے دل سخت ہوتا ہے	347
زیادہ ہنسنے سے دل سخت ہوتا ہے	347
سخت دل والا اللہ سے دور نہ مومن کامل نہ عارف و متقی ہو سکتا ہے	347
بہتر مال' ذاکر زبان شاکر دل' مومنہ بیوی ہے	347
عالم بننا فرض کفایہ ہے	347
جو شخص عالم دین نہ ہو سکے وہ ہمیشہ ذکر کرے	348
قیامت کے دن ذاکر کا مرتبہ بہت بلند ہوگا	348
غازی و شہید سے ذاکر درجہ میں بلند	

مضمون	صفحہ
ہے	348
شیطان دل کو چمٹتا ہے ذکر سے ہٹ جاتا ہے	348
کافر کا دل ابلیس کا گھر ہے	348
ذکر اللہ وسوسوں کا علاج ہے	349
ذکر نور روشنی ہے	350
غافلوں میں ذاکر اندھیرے گھر میں چراغ کی طرح ہے	349
وقت موت ذاکر جنت اور عاشق رویت کراتے ہیں	349
دکھ عذاب کو دفع فرماتا ہے	350
ہزار بار کلمہ طیبہ پڑھ کر بخشنے سے مردے کو عذاب سے رہائی ملتی ہے	351
بوقت ذکر اللہ ذاکر کے ساتھ ہوتا ہے	352
ذاکر کی محابت خدا کی مصاحبت ہے	352
دل کی صیقل اور ریگمال اللہ کا ذکر ہے	352
غازی و شہید بھی ذاکر کے مرتبہ کو نہیں پاتا	353
باب اسماء اللہ تعالیٰ	353
ساتویں نام چننے والا جنتی ہے	354
اللہ طاق ہے طاق کو پسند کرتا ہے	354
فصل ثانین و دوسری فصل	354
یہ نام اللہ کے اتنے ہی حضور کے ہیں	355
ساتویں اسمائے الٰہی کے مطالب و معانی	355
بے مسلی و بے مثال	355
اسم اعظم کیا ہے' اس کے وسیلہ سے	

مضمون	صفحہ
جب دعا کی جائے تو قبول ہوتی ہے	356
اسم اعظم اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم یا اللہ الذی لا الہ الا ھو رب العرش العظیم ہے	357
اللہ کا جو نام خلوص دل سے لیا جائے وہی اسم اعظم ہے	357
قصہ یونس علیہ السلام' آیت کریمہ اسم اعظم ہے اور باعث نجات ہے	358
ہر اونچا پڑھنے والا ریاکار ہیں	361
ذکر بالجہر سنت ہے	361
لا الہ الا انت احد صمد اسم اعظم ہے	361
اس کے توسل سے دعا قبول ہے	362
محدثین و علماء سے محبت بہتر' نفرت لعنت	365
باب تسبیح و تحمید و تہلیل	365
چار کلمے باعث ثواب عظیم ہیں اور اللہ کو پیارے ہیں	366
سو مرتبہ سبحان اللہ و بحمدہ پڑھنے سے گناہ معاف اگرچہ سمندر کے جھاگ برابر ہوں	367
دو کلمے زبان پر ہلکے' میزان میں بھاری اللہ کو پیارے ہیں	367
سو مرتبہ سبحان اللہ پڑھنے سے ہزار نیکیاں ثبت اور ہزار گناہ معاف	367
سو مرتبہ کلمہ توحید کے معنی و فضائل	368
ذکر بالجہر کے فوائد و جواز	369
لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم	370
جنتی خزانوں میں کا ایک خزانہ ہے	370
خدا کی دین و کرم سے ظاہری باطنی	

marfat.com

مضمون	صفحہ
طاقتیں آسکتی ہیں	370
ہر صبح ایک فرشتہ تسبیح پڑھنے کا اعلان کرتا ہے	370
لا الہ الا اللہ افضل اذکار ہے' اور دل کی جلاء کے لئے اکسیر ہے	371
دعاؤں میں افضل دعاء الحمد ہے' حمد و شکر کرنے والے جنت میں سب سے پہلے داخل ہوں گے	373
دعائے موسیٰ' جواب کلمہ طیبہ دنیا و مافیہا سے افضل ہے اور سب سے بھاری	374
کلمہ طیبہ اور لاحول پڑھنے والے کو جہنم کی آگ نہیں جلاتی	375
تسبیح و گٹھلیاں شمار کے لئے استعمال کرنا جائز ہے	376
وہ کلمے جو تمام مخلوق کی شمار کے برابر ثواب رکھتے ہیں	377
جو چار کلمے سو بار پڑھے اسے سو حج اور گھوڑے اور غلام آزاد کرنے کا ثواب ہے	377
دو کلمے میزان کا پلہ بھرنے والے ہیں	378
کلمہ طیبہ براہ راست خدا تک پہنچتا ہے	378
مخلص کا کلمہ عرش تک پہنچتا ہے	379
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امت کو سلام اور جنت میں باغ لگانے والے کلموں کی تلقین' انگلیوں پر شمار کرنا' اور وہ گواہ ہوں گی	380
خدا کو یاد نہ کرنے والا اس کی رحمت سے محروم ہے	380
وظائف کی اجازت حاصل کرنا سنت ہے' یہ روحانی میوے ہیں	381
وظائف کے بعد رحم و کرم اور فضل و مغفرت بھی طلب کیجئے	381
موسم خزاں میں پتوں کی طرح چار کلمے گناہ جھاڑ دیتے ہیں	381
ستر مصیبتوں کو ٹالنے والی دعا	382
لاحول ننانوے بیماریوں کا علاج ہے	383
لاحول پڑھنے والے کا اللہ والی وارث ہے	383
تمام مخلوق کی عبادت تسبیح ہے	383
باب' توبہ کرنا اور بخشش مانگنا	384
توبہ و استغفار کے لغوی معنی	384
توبہ و استغفار کے متعلق فرمان حضرت علیؓ	385
یقان' یقین کی بہترین شرح	385
میں روزانہ سو بار توبہ کرتا ہوں اے لوگوں تم بھی توبہ کیا کرو	385
اللہ تعالیٰ ظلم نہیں کرتا' تم بھی آپس میں ظلم نہ کرو	386
مجھ سے ہدایت کھانا لباس اور بخشش مانگو میں دوں گا	387
نیکی و بدی سے ہمارا ہی فائدہ و نقصان ہے	387
رب کے خزانے غیر محدود ہیں کوئی کمی نہیں ہوتی	387
نیکی پر حمد و شکر' بدی پر اپنے نفس کو ملامت کرو	387
ننانوے قتل کرنے والے بنی اسرائیل کی حکایت	388
بزرگ مقام و بزرگان دین کی طرف منہ کرنے و متوجہ ہونے سے مغفرت ہوتی ہے اور عبادت ہے	389
اگر تم گناہ بالکل نہ کرو تو تم کو اٹھا کر دوسری گناہ کرکے معافی مانگنے والی قوم کے ساتھ بسا دے گا	389
دروازہ توبہ بند ہونے سے پہلے جب بھی توبہ کی جائے اللہ قبول فرماتا ہے	390
پشیمانی و توبہ و عہد اجتناب شرائط قبولیت ہیں	391
گنہگار کی حقیقی توبہ سے اللہ خوش ہوتا ہے	391
بار بار گناہ و توبہ کرنے والے کو اللہ اپنی امان میں لے کر اس کا محافظ ہو جاتا ہے	392
اس سید الاستغفار کا پڑھنے والا جنتی ہے	398
بندہ جب آس لگا کر تائب ہوتا ہے تو وہ ستار و غفار ہے	393
شرک کے سوا تمام گناہ توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں	395
فرمان خدا جو مجھے غفار جانے میں اسے ضرور بخشوں گا	395
بوقت فجر استغفار کرنے والے کو تنگی و غم سے نجات اور روزی بے حساب دے گا	396
وہ گنہگار بہتر ہے جو توبہ کرے' توبہ	

marfat.com

مضمون	صفحہ
سے دل صاف ہو جاتا ہے	396
گناہ سے دل پر سیاہ داغ، کفر سے	
زنگ اور عداوت نبی سے دل لاعلاج	
ہو جاتا ہے	397
نگاہ کرم و صحبت انبیاء و اولیاء کے فوائد	397
اندھے شیشوں میں خاص خاص ہی	
چمکتے ہیں	397
غرغرہ موت سے پہلے تک توبہ قبول	
ہے روح کے پاؤں کی طرف سے	
قبض ہونے کے فوائد شیطان کی	
کوشش ہمہ وقت جاری ہے	398
اللہ سے پناہ مانگتا رہے	398
توبہ کا دروازہ ستر سال کی راہ چوڑا،	
اور سورج کے مغرب سے طلوع	
ہونے تک کھلا رہے گا	399
ہجرت و توبہ سورج کے مغرب سے	
نکلنے تک ہوگی	400
ایک عابد و گنہگار کا قصہ گناہگار جنتی	
اور عابد دوزخی	401
کافر، دیوانہ کفار کی نابالغ اولاد جہنمی	
نہیں	401
جو گناہ ندامت عجز انکسار پیدا کر دے	
وہ تکبر والی عبادت سے بہتر ہے	401
عبدالنبی عبدالرسول نام رکھنا جائز	
ہے	401
بندوں کی نیکی و گناہ سے رب تعالیٰ کا	
فائدہ یا نقصان نہیں	402
اللہ سے ڈرنے والے کی بخشش لازمی	
ہے	403

مضمون	صفحہ
استغفار کے وہ الفاظ جو بدترین	
گناہوں کی بخشش کے لئے مفید ہیں	405
اولاد کی دعا و استغفار سے میت کو	
فائدہ ہوتا ہے	406
مردے قبر میں پسماندگان کی دعا کے	
منتظر رہتے ہیں	407
زندوں کی دعاء صدقہ قبر والوں کو	
مثل پہاڑ پیش ہوتا ہے	408
خوبی والے وہ ہیں جو کثرت سے	
استغفار کرتے ہوں	408
چھوٹے گناہ کو بھی حقیر نہ جانو	409
رب بندے کی توبہ سے بہت خوش	
ہوتا ہے	409
روح، نفس، بدن کی بہترین مثال	
حضرت وحشی کا بارگاہ رسالت میں	
عرض و معروض کا ایک قصہ	409
شرک بندے اور رب کے درمیان	
آڑ ہے	411
گناہ سے سچی توبہ کرنے والا بے گناہ	
کے مثل ہے	412
گناہ پر ندامت بھی توبہ ہے	412
باب متفرقات استغفار	413
لوح محفوظ کے متعلق مختلف روایات	
رحمت غضب پر غالب ہے	413
اللہ نے اپنی ایک رحمت باقی قیامت	
کے لئے رکھی ہیں	413
ایک لفظ و قدم میں جنت و دوزخ ہے	414
ایک گنہگار کی اپنی اولاد کو وصیت	
جلانے کا قصہ	415

مضمون	صفحہ
اللہ اپنے بندوں پر مشفق ماں سے	
زیادہ مہربان ہے	416
جنت اللہ کے فضل سے ہے عمل	
سے نہیں	416
ٹھیک رہو، پچھلی رات زیادہ نیکی کرو	417
نیکی کے ارادے پر ایک نیکی کرنے	
کے بعد دس سے سات سو گنے تک	418
گناہ کا ارادہ ترک کرنے پر ایک نیکی	
اور گناہ کرنے پر ایک گناہ لکھا جاتا ہے	418
جو گنہگار اللہ سے خوف کرے وہ جنتی	
ہے	420
چڑیاں کے بچوں کی حکایت	420
عشق سرتاپا ہمت و جرات و شجاعت	
ہے	421
ایک عورت کا سرکار کی خدمت میں	
حاضر ہونا اس کے سوال پر رونا اور	
فرمانا اللہ تعالیٰ صرف مشرک کو جہنم	
میں بھیجے گا	422
جو بندہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل	
کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت	
کا اعلان فرماتا ہے	423
آسمان و زمین کے فرشتے دعائیں دیتے	
ہیں	423
انسانوں میں اس کی بزرگی کا چرچا	
ہوتا ہے تمام مسلمان جنتی ہیں	424

marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

كِتَابُ الزَّكٰوةِ

زکوٰۃ کا بیان

فصل الاوّل پہلی فصل

marfat.com

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا اِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ اِنَّكَ تَاْتِيْ قَوْمًا اَهْلَ كِتَابٍ فَادْعُهُمْ اِلٰى شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاِيَّاكَ وَكَرَائِمَ اَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّهٗ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۶۷۸) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کی طرف روانہ کیا ا تو فرمایا کہ تم اہل کتاب قوم کے پاس جاتے ہو ۲ تو انہیں اس گواہی کی دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یقینا محمد اللہ کے رسول ہیں ۳۔ اگر وہ اس میں فرماں برداری کریں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض فرمائیں ۴۔ پھر اگر وہ مان جائیں تو انہیں سکھانا کہ اللہ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے ۵۔ جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور انہی کے فقیروں پر لوٹائی جائے گی ۶۔ پھر اگر یہ بھی مان لیں تو ان کے بہترین مالوں سے بچنا ۷۔ اور ستم رسیدہ کی بددعا سے ڈرنا کہ اس کے اور رب کے درمیان کوئی آڑ نہیں ۸۔ (مسلم بخاری)

(۱۶۷۸) ا۔ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا' اور خود بنفس نفیس انہیں ثنیۃ الوداع تک پہنچانے گئے حضرت معاذ بحکم سرکار سواری پر تھے اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم پیدل' ان سے جدا ہوتے وقت فرمایا کہ اب تم میری قبر پر آؤ گے اور مجھے نہ پاؤ گے' جس پر حضرت معاذ بہت روئے' خیال رہے کہ حضرت معاذ یمن پر جہاد کرنے نہیں جا رہے تھے' وہ تو پہلے ہی قبضہ میں آ چکا تھا بلکہ وہاں کے حاکم بن کر ۲۔ اگرچہ یمن میں اہل کتاب بھی تھے اور مشرکین بھی مگر چونکہ اہل کتاب مشرکین سے بہتر ہیں۔ اس لئے خصوصیت سے ان کا ذکر فرمایا ۳۔ یعنی صرف مشرکین کو لا الٰہ الا اللّٰہ کی دعوت دو اور تمام کفار کو محمد رسول اللّٰہ کی کیونکہ مشرکین توحید کے منکر ہیں اور باقی موحد کفار و اہل کتاب توحید کے تو قائل ہیں مگر رسالت مصطفوی کے منکر' علامہ شامی فرماتے ہیں کہ ہر کافر کو مسلمان بناتے وقت وہ ہی چیز پڑھائی جائے جس کا وہ منکر ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفار شرعی احکام کے مکلف نہیں' اور یہ کہ کفار کو اسلام پر مجبور نہ کیا جائے گا لااکراہ فی الدین اور یہ کہ تبلیغ نرمی و خوش اخلاقی سے چاہیے' اور یہ کہ آفیسران و حکام خود بھی شرعی احکام سے واقف ہونے چاہیں' ورنہ وہ تبلیغ نہیں کر سکتے ۴۔ یعنی جب وہ مسلمان ہو جائیں تو انہیں نماز کے احکام سناؤ سکھاؤ چونکہ اسلام میں سارے احکام سے پہلے نماز کا حکم آیا' نیز یہ عبادت بدنی ہے' نیز یہ ہر مسلمان پر فرض ہے' اس لئے کلمہ پڑھانے کے بعد ہی اس کا ذکر فرمایا خیال رہے کہ یہاں نماز جنازہ' عیدین' وتر وغیرہ کا ذکر نہ فرمایا' صرف پانچ نمازوں کا فرمایا' یا تو اس وقت ان کا حکم نہ ہوا تھا یا وہ چیزیں پانچ نمازوں کے تابع فرما دی گئیں یا یہاں تمام احکام شرعیہ کا ذکر نہیں ہے خاص خاص کا ہے اسی لئے روزے کا ذکر نہیں زکوٰۃ کا ہے' حالانکہ روزہ زکوٰۃ سے پہلے فرض ہو چکا تھا' لہٰذا اس حدیث کی بنا پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ نماز عید یا وتر واجب نہیں اور نہ یہ حدیث حنفیوں کے خلاف ہے ۵۔ یہاں ان بمعنی اذا ہے یعنی جب وہ نماز کے احکام سیکھ لیں تو زکوٰۃ کے احکام سکھاؤ' آہستگی سے تبلیغ کرو کہ انہیں سکھانا مقصود ہے نہ صرف بتا دینا' حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ اگر وہ مسلمان ہونے کے بعد نماز کی فرضیت سے انکار کر دیں تو زکوٰۃ نہ سکھانا' کیونکہ مسلمان کا نماز سے

marfat.com

انکار کرنا ارتداد ہے اور کسی کو مرتد ہو جانے کی اجازت نہیں' لہٰذا حدیث پر کوئی بھی اعتراض نہیں اور زکوٰۃ کے لئے نماز شرط ہے ۶۔ یعنی ہم ٹیکس کی طرح تم سے زکوٰۃ وصول کر کے مدینہ منورہ نہ لے جائیں گے اور خود نہ کھائیں گے تاکہ تم سمجھو کہ اسلام کی اشاعت کھانے کمانے کے لئے ہے' بلکہ تمہارے مالداروں سے زکوٰۃ لے کر تمہارے ہی فقراء کو دے دی جائے گی۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے' ایک یہ کہ کافر زکوٰۃ نہیں دے سکتے' دوسرے یہ کہ بلاسخت مجبوری ایک جگہ کی تمام زکوٰۃ دوسری جگہ منتقل نہ کی جائے' تیسرے یہ کہ مالدار صاحب نصاب زکوٰۃ نہیں لے سکتا' جیسا کہ لفظ فقراء اور ضمیر ھم سے معلوم ہوا ضرورۃً" زکوٰۃ کو منتقل کرنا بالکل جائز ہے جیسے کہ غنی کے اہل قرابت فقیر دوسرے شہر میں رہتے ہوں' یا دوسری جگہ سخت فقرو تنگدستی ہو' یا دوسری جگہ صدقہ کا ثواب زیادہ ہو لہٰذا اپنی کچھ زکوٰۃ مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ بھجوانا جیسا کہ آج کل رواج ہے بالکل جائز ہے خیال رہے کہ یہاں اغنیاء سے مراد بالغ عاقل مالدار مراد ہیں کیونکہ نماز کی طرح زکوٰۃ بھی بچے اور دیوانے پر فرض نہیں' یہ بھی خیال رہے کہ باطنی مال یعنی سونے چاندی وغیرہ کی زکوٰۃ خود غنی ہی ادا کریگا' اور ظاہری مال جانور پیداوار کی زکوٰۃ حاکم اسلام وصول کر کے اپنے انتظام سے خرچ کریگا یہاں تؤخذ میں دونوں صورتیں داخل ہیں ۷۔ یعنی زکوٰۃ میں ان کے بہترین مال نہ وصول کرو بلکہ درمیانی مال لو ہاں اگر خود مالک ہی بہترین اپنی خوشی سے دے تو اس کی مرضی۔ لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں لن تنالوا البر حتے تنفقوا مما تحبون اس جملہ سے اشارۃً" معلوم ہوا کہ ہلاک شدہ مال کی زکوٰۃ نہ لی جائے گی کیونکہ اموالھم ارشاد ہوا ۸۔ یعنی اے معاذ تم حاکم بن کریمن جارہے ہو وہاں کسی پر ظلم نہ کرنا' نہ بدنی ظلم نہ مالی' نہ زبانی' کیونکہ اللہ تعالیٰ مظلوم کی بہت جلد سنتا ہے اس میں درحقیقت تاقیامت حکام کو عدل کی تعلیم ہے' ورنہ صحابہ کرام ظلم نہیں کرتے' حضرت سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی نے کہا تھا لایحطمنکم سلیمٰن وجنودہ وھم لا یشعرون کہیں تم اے چیونٹیو حضرت سلیمان اور ان کے لشکر سے کچلی نہ جاؤ اور انہیں خبر بھی نہ ہو چیونٹی کا عقیدہ تھا کہ پیغمبر کے صحابہ چیونٹی پر بھی ظلم نہیں کرتے لہٰذا اس حدیث سے صحابہ کا ظالم ہونا ثابت نہیں ہو سکتا

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَّلَا فِضَّةٍ لَا یُؤَدِّیْ مِنْهَا حَقَّهَا اِلَّا اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ صُفِّحَتْ لَهٗ صَفَائِحُ مِنْ نَّارٍ فَاُحْمِیَ عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَیُکْوٰی بِهَا جَنْبُهٗ وَجَبِیْنُهٗ وَظَهْرُهٗ کُلَّمَا رُدَّتْ اُعِیْدَتْ لَهٗ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰی یُقْضٰی بَیْنَ الْعِبَادِ فَیَرٰی سَبِیْلَهٗ اِمَّا اِلَی الْجَنَّةِ وَاِمَّا اِلَی النَّارِ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْاِبِلُ قَالَ وَلَا صَاحِبُ اِبِلٍ لَّا یُؤَدِّیْ مِنْهَا حَقَّهَا وَمِنْ حَقِّهَا حَلَبُهَا یَوْمَ وِرْدِهَا اِلَّا اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ اَوْفَرَ مَا کَانَتْ لَا یَفْقِدُ مِنْهَا فَصِیْلًا وَّاحِدًا

(۱۶۷۹) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایسا کوئی سونے چاندی والا نہیں جو اس کا حق (زکوٰۃ) ادا نہ کرے ۱۔ مگر جب قیامت کا دن ہو گا تو اس کے لئے آگ کے پترے بنائے جائیں گے پھر اس پر دوزخ کی آگ میں دھونکا جائیگا ۲۔ جس سے اس کے پہلو پیشانی اور پیٹھ داغی جائے گی ۳۔ جب بھی لائے جائیں گے تو لوٹائے جائیں گے ۴۔ یہ دن بھر ہوتا رہے گا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے حتی کہ بندوں میں فیصلہ کر دیا جائے ۵۔ تو یہ جنت یا دوزخ کا اپنا راستہ دیکھے ۶۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ تو اونٹ ۷۔ فرمایا ایسا کوئی اونٹ والا نہیں جو ان کا حق ادا نہ کرے اور ان کا حق انہیں دوھنا بھی ہے انہیں گھاٹ پر لانے کے دن ۸۔ مگر جب قیامت کا دن ہو گا تو یہ ان اونٹوں کے

تطؤه باخفافها وتعضه بافواهها كلما مر عليه اولاها رد عليه اخراها في يوم كان مقداره خمسين الف سنة حتى يقضى بين العباد فيرى سبيله اما الى الجنة واما الى النار قيل يا رسول الله فالبقر والغنم قال ولا صاحب بقر ولا غنم لا يؤدي منها حقها الا اذا كان يوم القيمة بطح لها بقاع قرقر لا يفقد منها شيئا ليس فيها عقصاء ولا جلحاء ولا عضباء تنطحه بقرونها وتطؤه باظلافها كلما مر عليه اولاها رد عليه اخراها في يوم كان مقداره خمسين الف سنة حتى يقضى بين العباد فيرى سبيله اما الى الجنة واما الى النار قيل يا رسول الله فالخيل قال فالخيل ثلثة هي لرجل وزر وهي لرجل ستر وهي لرجل اجر فاما التي هي له وزر فرجل ربطها رياء وفخرا ونواء على اهل الاسلام فهي له وزر واما التي هي له ستر فرجل ربطها في سبيل الله لاهل الاسلام ثم لم ينس حق الله في ظهورها ولا رقابها فهي له ستر واما التي هي له اجر فرجل ربطها في سبيل الله لاهل الاسلام في مرج وروضة فما اكلت من ذلك المرج او الروضة من شيء الا كتب له عدد ارواثها وابوالها حسنات ولا تقطع طولها فاستنت شرفا او شرفين الا كتب الله له عدد آثارها وارواثها حسنات ولا مر بها صاحبها

سامنے کھلے میدان میں اوندھا ڈالا جائیگا جن میں سے ایک بچہ بھی کم نہ ہوگا یہ اونٹ اسے اپنے سم سے روندیں گے اور اپنے منہ سے کاٹیں گے ۹؎ جب اس پر پہلا اونٹ گذرے گا تو پچھلا اونٹ واپس ہوگا ۱۰؎ یہ اس دن ہوتا رہے گا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے حتی کہ بندوں کے درمیان فیصلہ کردیا جائے تو یہ اپنا راستہ جنت یا دوزخ کی طرف دیکھے عرض کیا گیا یا رسول اللہ پھر گائے بکریاں ۱۱؎ فرمایا ایسا کوئی گائے اور بکریاں والا نہیں جو ان کا حق (زکوٰۃ) نہ دیتا ہو ۱۲؎ مگر جب قیامت کا دن ہوگا تو ان کے سامنے کھلے میدان میں الٹا ڈالا جائے گا جن میں سے کوئی جانور کم نہ ہوگا ان میں نہ تو کوئی ٹیڑھے سینگ والا نہ نبٹا ۱۳؎ یہ اسے اپنے سینگوں سے گھونپیں اور کھروں سے روندیں گے ۱۴؎ جب بھی پہلا گزرے گا تو پچھلا واپس ہوگا یہ اس دن ہوتا رہیگا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے حتی کہ بندوں کے درمیان فیصلہ کردیا جائے ۱۵؎ تو یہ اپنا راستہ جنت یا دوزخ کی طرف دیکھے عرض کیا گیا یا رسول اللہ تو گھوڑا فرمایا کہ گھوڑے تین طرح کے ہیں ۱۶؎ ایک کے لئے گھوڑا گناہ ہے دوسرے کے لئے آڑ تیسرے کے لئے ثواب ۱۷؎ جس کے لئے گھوڑا گناہ ہے وہ تو وہ شخص ہے جو دکھلاوے شیخی اور مسلمانوں کی عداوت کے لئے گھوڑا باندھے اس کے لئے گناہ ۱۸؎ اور جس کے لئے گھوڑا پردہ ہے وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ میں مسلمانوں کے لئے گھوڑا باندھے ۱۹؎ پھر اس کی پیٹھ میں اللہ کا حق نہ بھولے ۲۰؎ نہ ان کی گردنوں میں ۲۱؎ وہ گھوڑے اس کا پردہ ہیں ۲۲؎ لیکن وہ گھوڑے جو اس کے لئے ثواب ہیں وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ میں مسلمانوں کے لئے کسی چراگاہ یا باغ میں باندھے ۲۳؎ تو وہ گھوڑے اس چراگاہ یا باغ میں کچھ نہیں کھاتے مگر جس قدر کھاتے ہیں اسی قدر اس کے حق میں نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ان کے لید و پیشاب کے برابر نیکیاں لکھی جاتی ہیں ۲۴؎ اور ایسا نہیں ہوتا کہ وہ گھوڑے

marfat.com

عَلٰى نَهْرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَا يُرِيْدُ اَنْ يَّسْقِيَهَا اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ عَدَدَ مَا شَرِبَتْ حَسَنَاتٍ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْحُمُرُ قَالَ قَالَ مَا اُنْزِلَ عَلَيَّ فِي الْحُمُرِ شَيْءٌ اِلَّا هٰذِهِ الْاٰيَةُ الْفَاذَّةُ الْجَامِعَةُ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

اپنی رسی توڑ کر ایک دو ٹیلوں پر چڑھ جائیں مگر اللہ ان کے نشان قدم اور لید کی بقدر نیکیاں لکھتا ہے ۲۵۔ اور انکا مالک انہیں لیکر کسی نہر پر نہیں گذرتا جس سے وہ کچھ پی لیں حالانکہ مالک پلانے کا ارادہ بھی نہ کرتا ہو مگر اللہ انکے پینے کی بقدر نیکیاں لکھتا ہے ۲۶۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ تو گدھے فرمایا گدھوں کے متعلق اس جامع آیت کے سوا کچھ حکم نازل نہ ہوا۔ جو ذرہ بھر نیکی کریگا اسے دیکھے گا اور جو ذرہ بھر برائی کریگا وہ دیکھے گا (مسلم)

(۱۷۷۹) ا۔ ظاہر یہ ہے کہ حق سے مراد زکوٰۃ مفروضہ ہے کیونکہ فطرہ' قربانی یا حقوق العباد ادا کرنے پر وہ وعید نہیں جو یہاں مذکور ہے۔ ۲۔ یعنی اس کا سونا چاندی اولا سخت گرم پتر بنائے جائیں گے جو گرمی کی وجہ سے گویا آگ ہی ہوں گے' پھر ان گرم پتروں کو اور بھی گرم کرنے کے لئے دوزخ کی آگ میں رکھ کر دھونکا جائے گا' اس کی تشریح قرآن کریم میں یوں ہے یوم یحمی علیھا فی نار جھنم لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ آگ کے پترے نہیں ہوتے نیز آگ کے پتروں کو پھر آگ میں دھونکنا سمجھ میں نہیں آتا ۳۔ چونکہ یہ بخیل فقراء سے منہ موڑ لیتا تھا انہیں دیکھ کر پہلو پھیر کر چل دیتا تھا اس لئے ان دونوں مقام ہی پر داغ لگائے جائیں گے جیسے چور کے ہاتھ کاٹے جاتے ہیں کہ اس نے ان سے ہی چوری کی ہے ۴۔ یعنی یہ پترے جب بجھیں اس کا بدن داغ کر دوزخ میں پھر لائے جائیں گے تو تپا کر پھر اس کے بدن پر ہی لوٹائے جائیں گے بار بار گرم کر کے لگائے جائیں گے ۵۔ یعنی یہ داغا جانا قیامت کے دن' دن بھر ہوتا رہے گا لوگ اپنے حساب و کتاب میں مشغول ہوں گے اور یہ سزا بھگت رہا ہو گا بعد قیامت سزا جزا علیحدہ ہے اور اس تکلیف کی وجہ سے اسے یہ دن پچاس ہزار سال کا محسوس ہو گا نیک کاروں کو بقدر چار رکعت نماز ۶۔ یعنی بعد قیامت اپنا راستہ جنت یا دوزخ کا دیکھے یا دکھایا جائے' یری معروف ہے یا مجہول یعنی یہ عذاب تو زکوٰۃ نہ دینے کا ہوا اب اگر اور گناہ نہ ہوں یا ہوں تو رب تعالٰی بخش دے تو جنت میں بھیج دے۔ اور اگر نہ بخشے تو ان گناہوں کی سزا میں کچھ عرصہ کے لئے دوزخ میں بھیج دے اس جملہ کی یہ ہی توجیہ قوی ہے ۷۔ یعنی سونے چاندی تو بخیل کو تپا کر لگائے جائیں گے اگر اونٹوں کی زکوٰۃ نہ دی ہو تو ان کی سزا کیا ہے اونٹ تو تپائے نہیں جاتے ۸۔ عرب میں دستور تھا کہ اونٹوں کو ہفتہ میں ایک دو بار پانی پلانے کے لئے گھاٹ یا کنوئیں پر لے جاتے تھے۔ اس دن فقراء کا وہاں مجمع لگ جاتا تھا' اونٹ والے اونٹنییاں دوہ کر ان فقراء اور مسافروں کو دودھ پلا دیتے تھے' حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ دودھ پلانا بھی ان اونٹوں کا حق ہے' خیال رہے کہ جانوروں کی زکوٰۃ فرض ہے مگر یہ دودھ پلانا مستحب ہے اور مستحب چھوڑنے پر عذاب نہیں ہوتا لہٰذا یا تو اس سے مضطر فقراء کو دودھ پلانا مراد ہے جن کی بھوک سے جان نکل رہی ہو' یا پہلے یہ فرض تھا اب مستحب ہے جیسے تنگی کے زمانہ یعنی شروع اسلام میں قربانی کا گوشت صرف تین دن رکھنا جائز تھا' مرقات نے فرمایا اس جملہ کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پیاسی اونٹنیوں کو نہ دوہو صرف گھاٹ پر لانے کے دن پانی پلا کرو ہو' یہ بھی خشک سالی کے زمانہ کے احکام میں سے ہے ۹۔ یعنی اس بخیل کی سزا یہ ہوگی کہ اسے ہموار میدان میں اوندھا ڈال کر اس پر اس کے سارے اونٹوں کو گھمایا جائے گا' یہ سب بہت اونچے اور موٹے ہوں گے اسے اپنے پاؤں سے روندیں گے' ۱۰۔ یعنی یہ روندنے

marfat.com

والے اونٹ لمبی قطار میں نہ ہوں گے کہ اس پر یہ قطار روندتی گزر جائے اور اس کا چھٹکارا ہو جائے بلکہ گول دائرہ کی شکل میں حلقہ باندھے ہوں گے' اور آخری اونٹ کے گزرنے پر پھر پہلا اونٹ اس پر آجائے گا' اصل عبارت اس کے برعکس تھی یعنی اخریٰ کا ذکر پہلے تھا۔ اولیٰ کا بعد میں' جیسا کہ مسلم کی بعض' روایات میں ہے' مبالغہ کے لئے اخریٰ کو اولیٰ فرمادیا گیا یعنی اس طرح لگاتار ہو کر اس پر گھومیں گے کہ گویا پچھلا اونٹ پہلا ہو جائے گا اور پہلا پچھلا' چونکہ اس کا بخل بھی دائمی تھا اس لئے یہ سزا بھی دائمی ہوئی' درمیان میں وقفہ نہ ہوا کہ اسے کچھ آرام مل جائے ۱۱۔ ان کا کیا حکم ہے جو شخص بقدر نصاب ان کا مالک ہو پھر ان کی زکوٰۃ نہ نکالے تو اس کی سزا کیا ہے ۱۲۔ منها میں من . بمعنی اجل یا . بمعنی لام ہے یعنی بکریوں کی وجہ سے جو زکوٰۃ فرض ہوئی وہ ادا نہ کرتا ہو لہٰذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں کہ جانور کی زکوٰۃ میں جانور ہی دیا جائے بلکہ جانور کی قیمت بھی دے سکتے ہیں (مرقات) ۱۳۔ یعنی اگرچہ دنیا میں اس کی بعض گائے بھینسیں ٹوٹے سینگ والی بھی تھیں' اور بعض بالکل بنڈی' مگر قیامت میں سب کے نوکیلے سینگ ہوں گے' خیال رہے کہ قیامت میں ہر چیز اپنے دنیاوی حالت پر اٹھے گی' رب تعالیٰ فرماتا ہے اول خلق نعیدہ پھر بعد میں ان کے حالات بدلیں گے' لہٰذا یہ جانور دنیا میں جیسے تھے ویسے ہی اٹھیں گے' بعد میں سب کو سینگ ملیں گے' لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں ۱۴۔ عربی میں گائے بھینس کے کھر کو ظلف کہتے ہیں جمع اظلاف' اور گھوڑے کی ٹاپ کو سم یعنی بخیل کے یہ جانور اسے سینگ بھی گھونپیں گے اور کھروں سے بھی روندیں گے' غرضیکہ قربانی کے جانور پر سخی خود سوار ہو گا اور بے زکوٰۃ جانور بخیل پر سواری کریں گے' جیسے اچھے معدے والا جو بقدر ضرورت کھانا کھائے تو وہ کھانے پر سوار ہوتا ہے اور زیادہ کھا جانے والے پر کھانا سوار ہو جاتا ہے جسے یہ اٹھائے پھرتا ہے ۱۵۔ اس کی شرح پہلے گزر چکی یعنی قیامت کے دن دوران حساب میں تمام مخلوق تو حساب و کتاب دیتی ہو گی۔ مگر یہ بخیل اس عذاب میں مبتلا ہو گا ۱۶۔ خیال رہے کہ احناف کے نزدیک سائمہ گھوڑوں میں بھی زکوٰۃ فرض ہے شوافع کے ہاں نہیں لہٰذا ہمارے ہاں اس جواب کا مقصد یہ ہے کہ گھوڑے میں علاوہ زکوٰۃ کے اور بھی پابندیاں ہیں جو آگے مذکور ہیں یعنی ان میں فقط زکوٰۃ کا سوال نہ کرو بلکہ غیر سائمہ یعنی گھر کھانے والا گھوڑا سواری کے لئے بھی ہو جس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اس کا بھی یہ حکم ہے اگر گھوڑے میں زکوٰۃ فرض نہ ہوتی' تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم خچر گدھوں کی طرح یہاں بھی فرمادیتے کہ ان کے متعلق مجھ پر کوئی خاص حکم نہیں آیا۔ لہٰذا اس حدیث سے شوافع یہ دلیل نہیں پکڑ سکتے کہ گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں' حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ جواب بطریق حکیمانہ ہے' جیسے صحابہ کرام نے سوال کیا تھا کہ ہم کیا خیرات کریں تو رب تعالیٰ نے جواب دیا فلاں فلاں جگہ خیرات کرو (قرآن کریم) یعنی جواب سوال کے مطابق نہیں بلکہ سائل کے حال کے مطابق ہے ۱۷۔ یعنی پالتو گھوڑا جو تجارت کے لئے نہ ہو وہ کسی کے لئے ثواب کا باعث ہے کسی کے لئے عذاب کا اور کسی کے لئے نہ ثواب نہ عذاب یا ایک ہی گھوڑا ایک ہی شخص کے لئے اس کی نیت کے اعتبار سے کبھی ثواب ہے کبھی عذاب اور کبھی کچھ نہیں' جیسی نیت ویسا پھل یہ ہی حکم عمارتیں بنانے اعلیٰ لباس پہننے کا ہے۔ ۱۸۔ یعنی جو گھوڑا اس نیت سے رکھے کہ لوگوں پر میری بڑائی ظاہر ہو' دوسرے مسلمان میرے سامنے ذلیل و خوار نظر آئیں' اور اگر کسی مسلمان سے میری لڑائی ہو جائے' تو اس گھوڑے پر سوار ہو کر اس کے خلاف جنگ کروں' چوری ڈکیتی اسی کے ذریعہ کروں' جیسا کہ عام نمبردار' چوہدری اور چور' ڈاکو گھوڑے اسی لئے رکھتے ہیں' ان کے لئے گھوڑا رکھنا سخت عذاب کا باعث ہے' ۱۹۔ یہاں اللہ کی راہ سے مراد جہاد نہیں' یہ تیسری قسم میں آئے گا بلکہ اللہ کی راہ سے مراد اپنی دنیاوی ضرورتیں پوری کرنا ہے' کیونکہ مسلمان کا دنیا کمانا بھی سبیل اللہ ہے یا تجارت کے لئے پالنا مراد ہے کہ تجارت بھی سبیل اللہ ہے'

marfat.com

دوسرے معنے زیادہ ظاہر ہیں ۲۰۔ اس طرح کہ ضرورت کے وقت کسی مسلمان بھائی کو چند روز کے لئے عاریۃً "گھوڑا دیدے جس سے وہ اپنا کام نکال لے' یا کسی کی گھوڑی پر اپنا گھوڑا بلا معاوضہ چھوڑ دے کہ اس میں مسلمان بھائی کا کام نکلنا ہے خیال رہے کہ نر گھوڑے' بیل' بھینسے اور بکرے کا اجرت لے کر مادہ پر چھوڑنا منع ہے' وہ اجرت ناجائز ہے جیسا کہ آئندہ آئے گا ۲۱۔ گھوڑے کی پیٹھ کا حق تو وہ تھا جو اوپر ذکر ہوا' اس کی گردن کا حق یہ ہے کہ اگر تجارت کے لئے ہو تو اس کی قیمت میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ دے فی سینکڑہ ڈھائی روپے یہ جملہ امام ابو حنیفہ کی دلیل ہے کہ سائمہ اور تجارتی گھوڑے میں زکوٰۃ ہے جسے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کی گردن کا حق فرمایا' دوسرے حقوق تو اس کی پیٹھ کے حق میں آگئے تھے' وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ مومن پر اس کے گھوڑے اور غلام میں صدقہ نہیں وہاں گھوڑے سے مراد یا تو غازی کا گھوڑا ہے یا وہ گھوڑا جو گھر میں گھاس چارہ کھاتا ہو' اس مسئلہ کی پوری تحقیق لمعات شرح مشکوٰۃ میں ملاحظہ کریں۔ خیال رہے کہ صرف گھوڑوں یا صرف گھوڑیوں میں زکوٰۃ نہیں بلکہ مخلوط میں زکوٰۃ ہے کہ یا تو ہر گھوڑے سے ایک دینار (اشرفی) دیدے یا اس کی قیمت لگا کر ہر ستاون روپے سے چالیسواں حصہ زکوٰۃ نکال دے' چنانچہ حضرت عمر نے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہما کو جو خط لکھا تھا' اس میں یہ تھا کہ گھوڑے والوں کو یہ اختیار دو (ہدایہ کفایہ وغیرہ ۲۲۔ یعنی آج اس کے اور لوگوں کی حاجت کے درمیان پردہ ہیں کل قیامت میں اس کے اور آگ کے درمیان پردہ ہوں گے یہ کلمہ دونوں کو شامل ہے ۲۳۔ یعنی جہاد کی نیت سے بغرض ثواب گھوڑا پالنے' چونکہ جہاد کا نفع مسلمانوں کو پہنچتا ہے اس لئے لاھل الاسلام بھی فرمایا گیا' اس سے معلوم ہوا کہ عبادات میں بندگان خدا کی خدمت کی نیت کرنا عبادت کو ناقص نہیں کرتا بلکہ اسے کامل تر کر دیتا ہے جیسا کہ قرآن کریم کی صریح آیت سے ثابت ہے' عربی میں مرج اس وسیع میدان کو کہتے ہیں جس میں گھاس چارہ وغیرہ بکثرت ہو۔ ۲۴۔ کیونکہ اس کھانے اور پیشاب ولید وغیرہ سے ان گھوڑوں کی بقا ہے اور جیسے نیکی کے اسباب جمع کرنا عبادت ہے ایسے ہی ان کی حفاظت بھی عبادت ہے۔ نیز یہ چارہ و گھاس مالک نے اپنے مال سے کھلایا اور یہ لید پیشاب اس چارہ سے بنا معلوم ہوا کہ نیکی متغیر ہونے کے بعد بھی نیکی ہی رہتی ہے۔ ۲۵۔ یہ گھوڑے کیل سے بندھے ہوئے جو حرکت کریں یا کھائیں ہئیں' وہ تو اس مالک کے لئے نیکیاں ہیں ہی' اگر مالک کے بغیر ارادہ رسی کو توڑا کر بھاگ جائیں اور اس حالت میں زمین پر ان کے قدم پڑیں یا وہ لید پیشاب کریں تب بھی مالک کو ثواب ہے' خیال رہے کہ ثواب کے لئے اگرچہ نیت ضروری ہے مگر ہر آن نئی نیت لازم نہیں' مسجد بنانے والا مر بھی جائے تو اسے قبر میں ثواب پہنچتا رہتا ہے' بناتے وقت کی نیت قیامت تک کام آتی ہے' لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ انما الاعمال بالنیات خیال رہے کہ لید و پیشاب کا ذکر فرمانے میں اس جانب اشارہ ہے کہ جب آلۂ جہاد یعنی گھوڑوں کی گندی چیزیں بھی ثواب میں شامل ہو جاتی ہیں تو اصل گھوڑے کا کیا پوچھنا اور پھر مالک کے درجہ کا کیا کہنا' گھوڑا صرف مثال کے لئے ہے' اب گولی بارود' بندوق' توپ' ہوائی جہاز اور راکٹ جو جہاد کے لئے ہوں سب کا یہ ہی حکم ہے ۲۶۔ یعنی یہ سب کام کرتا ہے گھوڑا اور نیکیاں پاتا ہے اس کا مالک' اگرچہ مالک نے ارادہ بھی نہ کیا ہو اس کی وجہ ابھی بیان ہو چکی۔ ۲۷۔ یعنی گدھوں میں زکوٰۃ واجب نہیں بلکہ ایک قاعدہ کلیہ کے ماتحت ان میں ثواب ہے کہ اگر گدھے' خچر وغیرہ نیک نیتی سے پالے گئے' تو ان میں ثواب ہے' اور اگر بدنیتی سے پالے گئے تو عذاب' اور اگر دنیوی کاروبار کے لئے ہیں تو نہ ثواب نہ عذاب' چونکہ اس آیت کے الفاظ تھوڑے ہیں اور مضامین و احکام بہت زیادہ' اس لئے اسے جامعہ فرمایا گیا اور چونکہ اس مضمون کی یہ ایک ہی بے مثال آیت ہے' اس لئے اسے فاذۃ فرمایا گیا' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گھوڑوں میں زکوٰۃ ہے گدھوں اور خچروں میں نہیں جیسا کہ

اوپر عرض کیا گیا' ہاں اگر گدھے و خچر تجارتی ہیں' تو ان میں زکوٰۃ تجارت ہوگی۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكٰوتَهٗ مُثِّلَ لَهٗ مَالُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شُجَاعًا اَقْرَعَ لَهٗ زَبِيْبَتَانِ يُطَوَّقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ يَاْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ يَعْنِيْ شِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُوْلُ اَنَا مَالُكَ اَنَا كَنْزُكَ ثُمَّ تَلَا وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ الْاٰيَةَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

(۱۶۸۰) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جسے اللہ مال دے ۱؎ پھر وہ اس کی زکوٰۃ نہ دے تو اس کا مال قیامت کے دن اس کے سامنے گنجے سانپ کی شکل میں ہوگا جس کے دو گیسو ہوں گے ۲؎ قیامت میں اس کا طوق ہوگا پھر اس کے دونوں جبڑے پکڑے گا پھر کہے گا میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں پھر حضور انور نے یہ آیت تلاوت کی جو بخل کرتے ہیں الآیہ ۳؎ (بخاری)

(۱۶۸۰) ۱؎ وہ مال جس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور دے بھی بقدر نصاب جس میں وجوب زکوٰۃ کی ساری شرطیں موجود ہوں جیسا کہ اگلے مضمون سے واضح ہے۔ لہٰذا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر مال پر زکوٰۃ واجب ہو ۲؎ جب پتلے زہریلے سانپ کی عمر زیادہ ہو جاتی ہے تو اس کے پھن پر قدرتی بال جم جاتے ہیں اور جب بہت زیادہ عمر ہوتی ہے تو اس کا زہر اتنا تیز ہو جاتا ہے کہ اس کی گرمی اور خشکی سے اس کے یہ بال جھڑ جاتے ہیں اسے اردو زبان میں گنجا سانپ کہتے ہیں اور عربی میں شجاع اقرع' ان میں سے خبیث ترین وہ ہوتا ہے جس کی آنکھوں پر دو کالے داغ ہوتے ہیں' اس کے زہر کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اس کی سانس سے گھاس جل جاتی ہے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمارہے ہیں کہ بے زکوٰۃ مال قیامت کے دن اس سانپ کی شکل کا ہوگا' چونکہ یہ بخیل بھی اپنے مال پر سانپ کی طرح بیٹھ گیا تھا کہ کوئی غریب اس کے مال کی ہوا بھی نہ پاسکتا تھا اس لئے آج وہ مال اس کے لئے سانپ بن گیا' حدیث بالکل اپنے ظاہر پر ہے اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں دنیا میں بھی مال بشکل سانپ خواب میں نظر آتا ہے' بعض لوگ جب مایہ دفن کرتے ہیں تو اس پر آٹے کا سانپ بناکر بٹھادیتے ہیں مشہور یہ ہے کہ پھر اس میں قدرتی جان پڑ جاتی ہے ۳؎ قیامت کے مختلف مقامات ہیں اور ان کے مختلف حالات کبھی بخیل کا سونا چاندی اور سارا مال اس کے گلے کا سانپ ہوگا اور کبھی اس کا سونا چاندی آگ میں تپایا جائے گا جس سے اس کے پہلو اور پیشانی داغے جائیں گے یا بعض مال سانپ بنے گا اور بعض سے داغ لگے گا لہٰذا یہ حدیث اور مذکورہ آیت شریف داغ والی احادیث اور آیات کے خلاف نہیں' خیال رہے کہ یہ سانپ اس کے جبڑے چبائے گا اور اس میں اپنے زہر کا ٹیکہ دے گا جس سے اس بخیل کو تکلیف سخت ہوگی مگر جان نہ نکلے گی۔

وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ رَجُلٍ يَكُوْنُ لَهٗ اِبِلٌ اَوْ بَقَرٌ اَوْ غَنَمٌ لَا يُؤَدِّيْ حَقَّهَا اِلَّا اُتِيَ بِهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْظَمَ مَا يَكُوْنُ وَاَسْمَنَهٗ تَطَاُهٗ بِاَخْفَافِهَا وَتَنْطِحُهٗ بِقُرُوْنِهَا كُلَّمَا جَازَتْ اُخْرٰهَا رُدَّتْ عَلَيْهِ اُوْلٰهَا حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ

(۱۶۸۱) روایت ہے حضرت ابوذر سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں ایسا کوئی شخص نہیں جس کے پاس اونٹ یا گائے یا بکریاں ہوں جن کا حق ادا نہ کرتا ہو ۱؎ مگر وہ جانور قیامت کے دن اتنے بڑے اور موٹے جتنے ہوسکتے ہیں کرکے لائے جائیں گے وہ اپنے کھروں سے اسے روندیں گے اور اپنے سینگ گھونپیں گے جب بھی آخری گزر جائے گا تو پہلا لوٹایا جائے گا حتی کہ لوگوں

marfat.com

النَّاسِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

کے درمیان فیصلہ کردیا جائے ۲؎۔(بخاری و مسلم)

(۲۸۱) ا؎ یہاں حق سے مراد شریعت کا حق فرضی ہے یعنی زکوٰۃ 'کیونکہ نفلی حق کے ترک پر عذاب نہیں ہوتا' جو کبھی بھی زکوٰۃ ادا نہ کرے اس کی بھی یہی سزا ہے اور گنڈے دار زکوٰۃ دیتا ہو کہ کبھی دی کبھی نہ دی یا پوری نہ نکالی' اس کی بھی یہی سزا کیونکہ یہاں لا یؤدی مطلق ہے ۲؎ اس کی سزا پہلے گزر چکی' یہاں اتنا اور سمجھ لو کہ یہ وہی دنیا کے جانور ہوں گے مگر جو دبلے تھے وہ موٹے ہو کر جو بے سینگ تھے وہ سینگ والے ہو کر اس بخیل پر مسلط ہوں گے اور بخیل کو یہ عذاب دوران حساب میں ہو گا کہ لوگ حساب دے رہے ہوں گے اور یہ پڑا ہوا کچلا جا رہا ہو گا دوزخ کا عذاب اگر ہوا تو اس کے علاوہ ہو گا۔ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے' ایک یہ کہ قیامت میں جن و انس کی طرح جانور بھی زندہ کئے جائیں گے مگر قیامت یا جنت میں بھیجنے کے لئے نہیں کیونکہ دوزخ صرف جن و انس کے لئے ہے اور جنت صرف انسانوں کے لئے' بلکہ آپس میں ایک دوسرے کا بدلہ دینے کے لئے فاسق' مالکوں کو سزا دینے اور متقی مالکوں کی خدمت کرنے کے لئے حدیث شریف میں ہے کہ قربانی کا جانور مالک کی سواری ہو کر اسے پلصراط سے اتارے گا اس کے بعد یہ جانور مٹی کردیئے جائیں گے' دوسرے یہ کہ اگر ایک جانور چند شخصوں کی ملکیت میں رہا تھا اور وہ سب بخیل تھے تو ان تمام مالکوں کو اپنے قدموں سے روندیں گے اور اگر کوئی جانور پہلے بخیل کی ملکیت میں رہا پھر دوسرے مالک کے پاس قربانی میں ذبح ہوا تو بخیل کو روندے گا اور اس کے بعد قربانی والے کی سواری بنے گا۔

وَعَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَاكُمُ الْمُصَدِّقُ فَلْيَصْدُرْ عَنْكُمْ وَهُوَ عَنْكُمْ رَاضٍ۔

(۲۸۲) روایت ہے حضرت جریر ابن عبداللہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب تمہارے پاس صدقہ وصول کرنے والا آئے ا؎ تو وہ تم سے راضی ہو کر لوٹے ۲؎۔(مسلم)

(۲۸۲) ا؎ مال ظاہری یعنی جانوروں اور پیداوار کی زکوٰۃ سلطان اسلام وصول کرتے اور اسے صحیح مصرف پر خرچ کرتے تھے۔ یہ زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بہت آدمی ملازم رکھے جاتے تھے انہیں مصدق بھی کہتے تھے اور عامل بھی' سرکار فرما رہے ہیں کہ ہمارا یا ہمارے بعد اسلامی عادل بادشاہوں کا زکوٰۃ وصول کرنے والا آدمی تمہارے پاس آئے ۲؎ اس طرح کہ تم اس سے خندہ پیشانی سے ملو اور سارا ظاہری مال اسے دکھا دو تاکہ وہ آسانی سے حساب کرکے زکوٰۃ وصول کرے اسے دیکھ کر غمگین نہ ہو' مال چھپانے کی کوشش نہ کرو ٹال مٹول سے کام نہ لو' بلکہ باطنی مال یعنی سونے چاندی وغیرہ کی زکوٰۃ بھی خوشدلی سے دی جائے اور مسکین کو خوش کرکے دی جائے۔ خدا کا شکر کیا جائے کہ اس نے ہمیں دینے کے قابل کیا نہ کہ لینے کے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي أَوْفٰى قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَتِهِمْ قَالَ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰلِ فُلَانٍ فَأَتَاهُ أَبِي بِصَدَقَتِهِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰلِ أَبِي أَوْفٰى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ إِذَا أَتَى الرَّجُلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَدَقَتِهِ

(۲۸۳) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ابی اوفی سے ا؎ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب کوئی قوم اپنا صدقہ لاتی ۲؎ تو آپ فرماتے الٰہی فلاں کی اولاد پر رحمتیں نازل کر ۳؎ میرے والد اپنا صدقہ لائے تو آپ نے فرمایا الٰہی ابی اوفی کی اولاد پر رحمت کر ۴؎۔(مسلم بخاری) اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جب کوئی شخص نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا صدقہ

marfat.com

قَالَ اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ۔ لاتا تو آپ فرماتے الٰہی اس پر رحمت کر۔

(۶۸۳) ۱؎ یہ دونوں باپ بیٹے صحابی ہیں اور یہ عبداللہ کوفہ کے آخری صحابی ہیں جنہوں نے وہاں وفات پائی (اشعہ) ۲؎ ظاہر یہ ہے کہ یہاں صدقہ سے مراد سونے چاندی وغیرہ باطنی مالوں کی زکوٰۃ ہے کیونکہ ظاہری مالوں کی زکوٰۃ تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا عامل جاکر خود ان کے گھروں سے لاتا تھا' صحابہ کرام کی عقیدت یہ تھی کہ ہمارے صدقات حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک سے خیرات فرمائیں تاکہ اس ہاتھ کی برکت سے رب تعالٰی قبول فرمائے اب بھی مسلمان ایصال ثواب کرتے وقت پہلے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا نام شریف لیتے ہیں اس کی اصل یہ حدیث ہے ۳؎ اللھم صل درود ہے' حق یہ ہے کہ غیرنبی پر مستقلاً درود پڑھنا منع ہے حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد فرمانا آپ کی خصوصیات میں سے ہے کیونکہ درود شریف آپ کا حق ہے آپ جس کو چاہیں اپنا حق دیں' بعض نے فرمایا یہاں صلوٰۃ لغوی معنے میں ہے مگر پہلا قول قوی ہے (مرقات ولمعات) حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا اس آیت پر عمل تھا وصل علیھم ان صلوتک سکن لھم سنت یہ ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والا دینے والے کو دعائیں دے اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ زکوٰۃ دینے والا اس وقت دعا کے لئے بھی نہ کہے کہ کہیں یہ دعا کرانا اس صدقہ کا عوض نہ بن جائے دیکھو یہ صحابہ اس وقت حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے دعا کے لئے نہیں کہتے تھے مگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم دعائیں دیتے تھے' تو وہ ایسے کریم ہیں کہ عطا کر کے دعا دیتے ہیں **شعر:**

☆ آتا ہے فقیروں پہ انہیں پیار کچھ ایسا ☆ خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتے کا بھلا ہو ☆

۴؎ حضرت عبداللہ فخریہ طور پر خدا کا شکر ادا کر رہے ہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی دعائیں ہمیں اور ہمارے والد کو بھی مل چکی ہیں بعض نے فرمایا کہ یہاں لفظ آل زائد ہے مگر حق یہ ہے کہ آل اپنے معنے ہی میں ہے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم صرف ان لوگوں ہی کو نہیں بلکہ ان کے بال بچوں سارے گھر والوں کو بھی دعائیں دیتے تھے۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عُمَرَ عَلَی الصَّدَقَۃِ فَقِیْلَ مَنَعَ ابْنُ جَمِیْلٍ وَخَالِدُ ابْنُ الْوَلِیْدِ وَ الْعَبَّاسُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا یَنْقِمُ ابْنُ جَمِیْلٍ اِلَّا اَنَّہٗ کَانَ فَقِیْرًا فَاَغْنَاہُ اللہُ وَرَسُوْلُہٗ وَاَمَّا خَالِدٌ فَاِنَّکُمْ تَظْلِمُوْنَ خَالِدًا قَدِ احْتَبَسَ اَدْرَاعَہٗ وَ اَعْتُدَہٗ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ وَاَمَّا الْعَبَّاسُ فَھِیَ عَلَیَّ وَمِثْلُھَا مَعَھَا ثُمَّ قَالَ یَا عُمَرُ اَمَا شَعَرْتَ اَنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنْوُ اَبِیْہِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۶۸۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو صدقہ پر عامل بنا کر بھیجا عرض کیا گیا کہ ابن جمیل ۱؎ اور خالد ابن ولید اور عباس نے نہ دیا ۲؎ تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن جمیل تو صرف اس لئے انکار کرتا ہے کہ وہ فقیر تھا اللہ رسول نے اسے غنی کر دیا ۳؎ لیکن خالد پر تم زیادتی کرتے ہو انہوں نے اپنی زرہیں اللہ کی راہ میں وقف کر دیں ۴؎ رہے عباس تو ان کی زکوٰۃ ساتھ میں اتنی اور میرے ذمہ ہے ۵؎ پھر فرمایا اے عمر کیا تمہیں خبر نہیں کہ انسان کا چچا اس کے باپ کے برابر ہوتا ہے ۶؎ (مسلم بخاری)

(۶۸۴) ۱؎ مصنف نے فصل صحابہ میں فرمایا کہ ابن جمیل کا ذکر صرف کتاب الزکوٰۃ میں آیا اس کے نام کا پتہ نہیں فتح الباری میں ہے کہ اس کا نام عبداللہ یا حمید تھا پہلے یہ غریب آدمی تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مالداری کی دعا کرائی پھر مالدار ہو کر منافق ہو

marfat.com

گیااور زکوٰۃ کاانکار کرنے لگااسی کے بارے میں یہ آیت کریمہ آئی ومنہم من عهد الله لئن اتنا من فضله لنصدقن یہ شخص عہد مرتضوی میں منافقت پر ہی فوت ہوا' خیال رہے کہ ابن جمیل نے صراحۃً "زکوٰۃ کاانکارنہ کیاتھاورنہ مرتد اور واجب القتل ہو جاتا بلکہ حیلے بہانے بنائے جس سے اس کی کبیدگی خاطر محسوس ہوئی ۲۔ ابن جمیل نے بلاوجہ اور ان دو بزرگوں نے کسی معذوری سے اس سے معلوم ہوا کہ حاکم یا استاد سے رعایایا شاگردوں کی پس پشت شکایات کرنا جائز ہے یہ غیبت نہیں بلکہ اصلاح ہے ۳۔ یعنی ابن جمیل کا زکوٰۃ نہ دینا محض کفران نعمت کی بناپر ہے کسی مجبوری سے نہیں اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم لوگوں کے دلوں کا حال جانتے ہیں۔ دیکھو یہاں بظاہر تینوں صاحبوں سے ایک فعل واقع ہوا مگر ملامت صرف ایک پر کی گئی جس کے دل میں کھوٹ تھا' دوسرے یہ کہ یہ کہہ سکتے ہیں اللہ رسول غنی کرتے ہیں اللہ رسول دونوں جہان کی نعمتیں بخشتے ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے اغنهم الله ورسوله من فضله اور فرماتا ہے انعم الله عليه وانعمت عليه اسے شرک کہنے والے ان آیات واحادیث میں غور کریں۔ ۴۔ یعنی خالد اتنے سخی ہیں کہ انہوں نے نفلی طور پر اپنا سامان جنگ تک وقف کردیا ہے' تو کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ زکوٰۃ فرضی ادانہ کریں ان پر زکوٰۃ فرض ہوگی ہی نہیں تم نے غلطی سے ان سے مطالبہ کیا' یا یہ مطلب ہے کہ انہوں نے اپنا سب کچھ حتی کہ سامان جنگ بھی وقف کردیا اور مال وقف میں زکوٰۃ نہیں ہوتی' لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ کچھ وقف کردینے سے نصاب کی زکوٰۃ کیسے معاف ہوگئی' اس جملہ سے معلوم ہوا کہ منقول چیزوں کا وقف مطلقاً" جائز ہے یہی امام اعظم کا قول ہے شیخین کے نزدیک منقول چیز غیر منقول کے تابع ہو کر وقف ہو سکتی ہے' یہ بھی معلوم ہوا کہ واقف کا موقوف کو اپنے قبضہ میں رکھنا درست ہے جیسے بعض واقفین اپنی زندگی بھر تولیت اپنے لئے مقرر کرلیتے ہیں ۵۔ اس جملے کی تفسیر میں بہت قول ہیں بعض نے فرمایا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے دو سال کی زکوٰۃ پیشگی وصول فرماچکے تھے' بعض نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان سے وصول کرلیں گے ہم اس کے ضامن ہیں مگر یہ تفسیر اگلے جملہ کے موافق نہیں' ظاہر یہ ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی زکوٰۃ اپنے ذمہ لے لی اور فرمایا ان سے مت مانگنا ان کی زکوٰۃ ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ اتنا ہی صدقہ نفلی ان کی طرف سے ہم ادا کریں گے' اس سے معلوم ہوا کہ مالی عبادتوں میں نیابت جائز ہے یعنی ایک دوسرے کی طرف سے ادا کرسکتے ہیں حضرت عباس حضور علیہ السلام کے احسانات کے پہلے ہی عادی تھے انہیں خبر تھی کہ حضور انور میری زکوٰۃ ادا کردیں گے ۶۔ لہٰذا حضرت عباس جو میرے چچا ہیں وہ میرے والد حضرت عبداللہ کی مثل ہیں اس لئے مجھ پر ان کی خدمت لازم ہے ان کی زکوٰۃ ادا کرنا یہ بھی ان کی خدمت ہے' اور اے عمر تم ان پر نہ تقاضا کرنا نہ ملامت بلکہ میرے اس رشتہ کی وجہ سے ان کا ہیشہ ادب کرنا (از مرقاۃ ولمعات) خیال رہے کہ صنو ایک جڑ کے دو درختوں کو کہتے ہیں' رب تعالٰی فرماتا ہے صنوان وغیر صنوان چونکہ چچا اور والد دادا کی اولاد ہوتے ہیں اس لئے اس افصح الفصحاء صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں صنو فرمایا۔

وَعَنْ اَبِیْ حُمَیْدِنِ السَّاعِدِیِّ قَالَ اسْتَعْمَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِّنَ الْاَزْدِ یُقَالُ لَهُ ابْنُ اللُّتْبِیَّةِ عَلَی الصَّدَقَةِ فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ هٰذَا لَكُمْ وَهٰذَا اُهْدِیَ فَخَطَبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰی

(۱۶۸۵) روایت ہے حضرت ابو حمید ساعدی سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ ازد کے ایک شخص کو جنہیں ابن لتبیہ کہا جاتا تھا صدقہ پر عامل بنایا ا۔ جب وہ واپس ہوئے تو بولے یہ تمہارا ہے اور یہ مجھے ہدیۃ دیا گیا ۲۔ تب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اللہ کی حمد وثنا کی پھر

marfat.com

عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّيْ أَسْتَعْمِلُ رِجَالًا مِنْكُمْ عَلٰى أُمُوْرٍ مِمَّا وَلَّانِيَ اللّٰهُ فَيَأْتِيْ أَحَدُهُمْ فَيَقُوْلُ هٰذَا لَكُمْ وَهٰذِهٖ هَدِيَّةٌ أُهْدِيَتْ لِيْ فَهَلَّا جَلَسَ فِيْ بَيْتِ أَبِيْهِ أَوْ بَيْتِ أُمِّهٖ فَيَنْظُرَ أَيُهْدٰى لَهٗ أَمْ لَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يَأْخُذُ أَحَدٌ مِنْهُ شَيْئًا إِلَّا جَاءَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَحْمِلُهٗ عَلٰى رَقَبَتِهٖ إِنْ كَانَ بَعِيْرًا لَهٗ رُغَاءٌ أَوْ بَقَرًا لَهٗ خُوَارٌ أَوْ شَاةً تَيْعَرُ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى رَأَيْنَا عُفْرَةَ إِبْطَيْهِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ اللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

فرمایا حمد و ثنا کے بعد سنو کہ ہم تم میں سے بعض کو ان چیزوں پر عامل بناتے ہیں جن کا اللہ نے ہمیں والی بنایا۳۔ تو ان میں سے بعض آکر کہتے ہیں کہ یہ تمہارا ہے اور یہ مجھے ہدیہ نذرانہ دیا گیا تو وہ اپنے ماں باپ کے گھر کیوں نہ بیٹھ رہا پھر دیکھتا کہ اسے نذرانہ ملتا ہے یا نہیں ۴۔ اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ کوئی شخص اس میں سے کچھ نہ لے گا مگر قیامت کے دن اسے اپنی گردن پر اٹھا کے لائے گا ۵۔ اگر اونٹ ہے تو وہ بلبلاتا ہوگا یا گائے ہے تو وہ چیختی ہوگی یا بکری کہ ممیاتی ہوگی ۶۔ پھر حضور نے اپنے ہاتھ اٹھائے حتی کہ ہم نے حضور کی بغلوں کی سفیدی دیکھی پھر عرض کیا الٰہی کیا میں نے تبلیغ کردی اے مولیٰ کیا میں نے تبلیغ کردی ۷۔ (مسلم بخاری) خطابی نے فرمایا کہ حضور انور کے اس فرمان میں کہ وہ اپنی ماں کے گھر یا باپ کے گھر میں کیوں نہ بیٹھ رہا کہ دیکھتا کیا اسے ہدیہ دیا جاتا ہے یا نہیں اس کی دلیل ہے کہ جسے ممنوع کام کا ذریعہ بنایا جائے وہ بھی ممنوع ہے ۸۔ اور جو چیز عقدوں میں داخل ہو اس میں غور کیا جائے کہ آیا اس کا علیحدہ کا حکم دوسرے سے ملنے کے حکم کی طرح ہے یا نہیں ۹۔ شرح سنہ میں یوں ہی ہے۔

قَالَ الْخَطَّابِيُّ وَفِيْ قَوْلِهٖ هَلَّا جَلَسَ فِيْ بَيْتِ أُمِّهٖ أَوْ أَبِيْهِ فَيَنْظُرَ أَيُهْدٰى إِلَيْهِ أَمْ لَا دَلِيْلٌ عَلٰى أَنَّ كُلَّ أَمْرٍ يُتَذَرَّعُ بِهٖ إِلٰى مَحْظُوْرٍ فَهُوَ مَحْظُوْرٌ وَكُلُّ دَخِيْلٍ فِي الْعُقُوْدِ يُنْظَرُ هَلْ يَكُوْنُ حُكْمُهٗ عِنْدَ الْاِنْفِرَادِ كَحُكْمِهٖ عِنْدَ الْاِقْتِرَانِ أَمْ لَا هٰكَذَا فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ۔

(۱۶۸۵) ۱۔ ان صاحب کا نام عبداللہ ہے قبیلہ بنی لتبب کے ہیں جو قحطان کا مشہور قبیلہ ہے (مرقات و لمعات) ۲۔ یعنی ان کے پاس وصول کردہ زکوۃ سے زیادہ مال تھا جو زکوۃ دینے والوں نے انہیں بطور ہدیہ علاوہ زکوۃ دیا تھا' یہ ان صحابی کی انتہائی دیانتداری ہے کہ اس ہدیہ کو گھر نہ رکھ گئے سب کچھ بارگاہ شریف میں پیش کردیا اور اصل واقعہ بیان کردیا۔ ۳۔ یعنی صدقات و زکوۃ وصول کرنا ہمارے ذمہ ہے تم لوگ ہمارے نائب ہو کر جاتے ہو اور ہمیں تو صدقہ دینے والوں سے ہدیہ لینا منع ہے تو تمہیں کیوں جائز ہوگا ۴۔ یعنی یہ نذرانہ نہیں ہے بلکہ رشوت ہے کہ اس کے ذریعہ صاحب نصاب آئندہ اصل زکوۃ سے کچھ کم کرانے کی کوشش کریں گے' نیز جب اس کام کی اجرت پوری ہم دیتے ہیں تو یہ ہدیہ کیا چیز ہے' فقہاء فرماتے ہیں کہ حکام کے نذرانے اور خاص دعوتیں رشوت ہیں' ہاں حاکم عام دعوت ولیمہ وغیرہ کھا سکتا ہے' نیز جو نذرانے ہدیہ اور ڈالیاں اس کے حاکم بننے کے بعد شروع ہوں وہ سب رشوتیں ہیں' ہاں جن لوگوں کے ساتھ اس کا پہلے ہی سے لین دین ہو اور اس کے معزول ہونے کے بعد بھی وہی لین دین رہے وہ رشوت نہیں' جیسے عزیزوں اور قدیمی احباب سے نیوتے بھاجی وغیرہ ان مسائل کی اصل یہ حدیث ہے ۵۔ یعنی جو عامل زکوۃ میں

marfat.com

چوری یا خیانت کرے یا زکوۃ دینے والوں سے رشوت وصول کرے' غرضیکہ بالواسطہ یا بلاواسطہ جس طرح بھی خفیۃً یا علانیۃً کچھ لے لہٰذا منہ ان سب کو شامل ہے (مرقات) غرضیکہ یہاں زکوۃ کی چوری ہی مراد نہیں کیونکہ ان صاحب نے کوئی چوری نہ کی تھی۔ خیال رہے کہ یہاں تو گردن کے اٹھانے کا ذکر ہے مگر قرآن شریف میں پیٹھوں میں لادنے کا کہ ارشاد ہوا وھم یحملون اوزارھم علی ظھورھم کیونکہ آیت میں کفار کا ذکر ہے اور یہاں گنہگار مسلمان کا چونکہ کفار کے گناہ زیادہ اور بھاری ہوں گے اس لئے وہ پیٹھوں پر لادیں گے اور مسلمان گنہگار کے گناہ ان سے کم اور ہلکے ہوں گے اس لئے گردن پر اٹھائیں گے' یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ پیٹھ کی انتہا گردن ہے' لہٰذا گردن پر اٹھانا گویا پیٹھ پر ہی اٹھانا ہے مگر پہلی بات زیادہ قوی ہے ۶۔ یعنی اگر خیانۃً یا رشوۃً اونٹ گائے بکری یا کوئی اور جانور بھی لیا ہو گا' تو اسے بھی اپنی گردن پر اٹھائے پھرے گا وہ بوجھ سے دبے گا بھی اور ان آوازوں کی وجہ سے سارے محشر میں بدنام بھی ہو گا معلوم ہوا کہ نیکیوں پر قیامت میں انسان سوار ہو گا' اور بدیاں انسان پر سوار ہوں گی۔ خیال رہے کہ اللہ تعالٰی قیامت میں مسلمانوں کے خفیہ گناہ نہ کھولے گا ستاری فرمائے گا' مگر جو بے غیرت دنیا میں علانیہ گناہ کریں' اور ان پر فخر بھی کریں وہ ضرور کھلیں گے' لہٰذا یہ حدیث عیب پوشی کی احادیث کے خلاف نہیں ۵۔ سبحان اللہ کیا پاکیزہ عرض و معروض ہے' رب تعالٰی سے کہہ رہے ہیں' بندوں کو سنا رہے ہیں کہ میں اپنے فرض تبلیغ سے فارغ ہو چکا' اب کسی مجرم کو یہ عذر نہ ہو گا کہ مجھے خبر نہ تھی' تاقیامت ہر مسلمان پر بقدر ضرورت دینی مسائل سیکھنا فرض ہے اب اگر کوئی خود نہ سیکھے اور بے خبر رہے تو اس کا اپنا قصور ہے' حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوتاہی نہیں ۶۔ یعنی جو کام بذات خود تو اچھا ہو مگر اس کے ذریعہ سے حرام کا ارتکاب کیا جائے' تو یہ اچھا کام بھی حرام ہو جائے گا' کیونکہ عامل بن کر جانا یا حاکم بننا اچھا کام ہے لیکن اگر رشوتیں لینے کے لئے کیا جائے تو حرام ہو گا' جیسے کسی غریب کو قرض دینا نیکی ہے' یا ضرورۃً کسی مقروض کی کوئی چیز رہن (گروی) رکھ لینا بھلائی ہے' لیکن اگر قرض پر سود لیا جائے اور گروی مکان سے نفع لیا جائے' تو یہ قرض بھی حرام ہو جائے گا ۷۔ یعنی جو عقد علیحدہ رہ کر حرام ہو گا وہ حلال سے مل کر بھی حرام ہو گا' اور جو علیحدہ ہو کر حلال ہو گا' وہ حلال سے مل کر بھی حلال رہے گا' یہ قاعدہ ان لوگوں کے نزدیک ہے جو شرعی حیلے ناجائز کہتے ہیں' مگر ہمارے ہاں ضرورۃً شرعی حیلے جائز ہیں' لہٰذا ہمارے ہاں یہ قاعدہ کلیہ نہیں' ہماری دلیل وہ حدیث ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ردی کھجوریں زیادہ دے کر کھری کھجوریں کم لیں تو حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ سود ہو گیا' تمہیں چاہیے تھا کہ یہ ردی کھجوریں روپے کے عوض بیچتے' پھر اسی روپے کے عوض خریدار سے کھری کھجوریں لے لیتے دیکھو حرام سے بچنے کا یہ حیلہ ہے' غرضیکہ ناجائز عقد جائز عقد سے مل کر کبھی تو خود جائز بن جاتا ہے اور کبھی جائز کر دیتا ہے' یہ قاعدہ خوب یاد رکھا جائے' ناپاک پانی پاک پانی میں مل کر کبھی خود پاک ہو جاتا ہے جیسے تالاب میں ڈالا جائے' اور کبھی اسے بھی ناپاک کر دیتا ہے جیسے کنوئیں میں۔

وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ عَمِيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ مِنْكُمْ عَلٰى عَمَلٍ فَكَتَمَنَا مِخْيَطًا فَمَا فَوْقَهٗ كَانَ غُلُوْلًا يَاْتِيْ بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ مسلم ۱

(۴۸۶) روایت ہے حضرت عدی ابن عمیرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ہم تم میں سے جسے کسی کام پر عامل بنائیں پھر وہ ہم سے سوئی یا اس سے زیادہ چھپالے تو یہ بھی خیانت ہے جسے وہ قیامت کے دن لائے گا ۱ (مسلم)

(۴۸۶) ۱۔ یعنی خیانت چھوٹی ہو یا بڑی قیامت میں سزا اور رسوائی کا باعث ہے خصوصاً جو خیانت زکوۃ وغیرہ میں کی جائے' کیونکہ

marfat.com

یہ عبادت میں خیانت ہے اور اس میں اللہ کا حق مارنا ہے اور فقیروں کو ان کے حق سے محروم کرنا' رب تعالٰی فرماتا ہے ومن یغلل یات بما غل یوم القیمة خیال رہے کہ مافوقہ سے مراد یا سوئی سے کم چیز ہے یا سوئی سے زیادہ۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ كَبُرَ ذَالِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ عُمَرُ اَنَا اُفَرِّجُ عَنْكُمْ فَانْطَلَقَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اِنَّهٗ كَبُرَ عَلٰى اَصْحَابِكَ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَفْرِضِ الزَّكٰوةَ اِلَّا لِيُطَيِّبَ مَا بَقِيَ مِنْ اَمْوَالِكُمْ وَاِنَّمَا فَرَضَ الْمَوَارِيْثَ وَذَكَرَ كَلِمَةً لِتَكُوْنَ لِمَنْ بَعْدَكُمْ فَقَالَ فَكَبَّرَ عُمَرُ ثُمَّ قَالَ لَهٗ اَلَا اُخْبِرُكَ بِخَيْرِ مَا يَكْنِزُ الْمَرْءُ الْمَرْاَةُ الصَّالِحَةُ اِذَا نَظَرَ اِلَيْهَا سَرَّتْهُ وَاِذَا اَمَرَهَا اَطَاعَتْهُ وَاِذَا غَابَ عَنْهَا حَفِظَتْهُ۔

رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ۔

دوسری فصل

(۴۸۷) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری کہ جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں۔ آلایہ۔ تو مسلمانوں پر بہت بھاری پڑا ۱؎ تو حضرت عمر بولے کہ تمہاری اس تنگی کو میں کھولتا ہوں ۲؎ آپ چلے عرض کیا یا نبی اللہ یہ آیت حضور کے صحابہ پر بھاری ہے حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے زکوۃ اس ہی لئے فرض فرمائی کہ تمہارے باقی مالوں کو پاک کردے ۳؎ اور میراثیں اسی ہی لئے فرض فرمائیں (اور کچھ کلام کیا) تاکہ وہ پاک مال تمہارے بعد والوں کا ہو ۴؎ راوی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے تکبیر کہی ۵؎ پھر حضور نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں وہ بہترین چیز نہ بتاؤں جو آدمی جمع کرے وہ اچھی بیوی ہے کہ جب اسے دیکھے تو پسند آئے اور جب اسے حکم دے تو وہ فرماں برداری کرے اور جب مرد غائب ہو تو اس کی حفاظت کرے ۶؎ (ابوداؤد)

(۴۸۷) ۱؎ کیونکہ مسلمانوں نے کنز کے لغوی معنے مراد لئے یعنی مطلقًا جمع کرنا' اور یہ سمجھے کہ سونے چاندی کو جمع کرنا بہرحال حرام ہے اور قیامت کے دن داغ کا باعث ہے حالانکہ بغیر کچھ جمع کئے دنیوی کاروبار نہیں چل سکتے ۲؎ یعنی آیت کے ظاہری معنے مراد نہیں ہوسکتے' کیونکہ اسلام درمیانی دین ہے اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم رحمة للعلمین اور قرآن کریم میانہ روی سکھانے والی کتاب' یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اس دین میں مال جمع کرنا مطلقًا حرام ہوجائے' پھر جہاد کیسے ہوں گے اور زکوۃ کس چیز کی دی جائے گی' ہماری سمجھ میں غلطی ہے ۳؎ یعنی یہاں کنز کے اصطلاحی معنے مراد ہیں کہ مال جمع رکھنا' اس سے اللہ کے حق نہ نکالنا' فقراء کے حقوق ادا نہ کرنا خیال رہے کہ زکوۃ نکالنے سے مال ایسا ہی پاک ہوجاتا ہے جیسے جانور کا خون نکل جانے سے گوشت یا کیلے اور آم وغیرہ کا چھلکا علیحدہ کردینے سے مغز کھانے کے قابل ہوجاتا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها ۴؎ یعنی اگر مال جمع کرنا حرام ہوتا تو اس میں زکوۃ کیوں دی جاتی' اور مالک کے مرنے کے بعد بطور وارثت دوسروں کو کیسے ملتا' ان احکام سے معلوم ہورہا ہے کہ کا جمع کرنا منع نہیں بلکہ عبادت ہے' کیونکہ بہت سی عبادتوں کا موقوف علیہ ہے اور عبادت کا موقوف علیہ بھی عبادت ہوتا ہے' زکوۃ حج ہو جب سال بھر مال مالک کے پاس جمع رہے' اور میراث جب بٹے جب مرتے وقت تک مال مالک

marfat.com

کے پاس جمع رہے۔ خیال رہے کہ وذٰلک کلمۃ راوی کا قول ہے یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ اور بھی فرمایا جو مجھے یاد نہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ بعد والوں کو مال ملے ۵۔ یعنی مسئلہ حل ہو جانے پر جناب فاروق اعظم کو خوشی ہوئی اور خوشی میں اللہ اکبر کہا' اس سے معلوم ہوا کہ دینی مسئلہ معلوم ہونے پر خوش ہونا اور خوشی میں اللہ اکبر کا نعرہ لگانا سنت صحابہ ہے ٦۔ یعنی اے عمر اگرچہ مال جمع کرنا جائز ہے' مگر تم لوگ اسے اپنا اصل مقصود نہ بنالو' اس سے بھی بہتر مسلمان کے لئے نیک بیوی ہے کہ صورت بھی اچھی ہو اور سیرت بھی کہ اس کے نفعے مال سے زیادہ ہیں' کیونکہ سونا چاندی اپنی ملک سے نکل کر نفع دیتے ہیں' اور نیک بیوی اپنے پاس رہ کر نافع ہے' سونا چاندی ایک بار نفع دیتے ہیں اور بیوی کا نفع قیامت تک رہتا ہے مثلاً رب تعالیٰ اس سے کوئی نیک بیٹا بخشے' جو زندگی میں باپ کا وزیر بنے اور بعد موت اس کا خلیفہ' حدیث شریف میں ہے کہ نکاح سے مرد کا دو تہائی دین مکمل و محفوظ ہو جاتا ہے' صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جمیلہ عورت کا چہرہ جمال الٰہی کا آئینہ ہوتا ہے' اور اس کی نیک خصلت صفات الٰہی کا مظہر ہوتی ہے' سبحان اللہ سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان کتنا جامع ہے عورت کی سیرت دو کلموں میں بیان فرمادی کہ جب خاوند گھر میں موجود ہو تو اس کی ہر جائز بات مانے اور جب غائب ہو یعنی سفر میں ہو یا مرجائے تو اس کے مال' عزت و اسرار کی حفاظت کرے یعنی آمنہ امینہ و مامونہ ہو۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَتِيكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيَأْتِيْكُمْ رُكَيْبٌ مُبْغَضُوْنَ فَاِذَا جَاءُوْكُمْ فَرَحِّبُوْا بِهِمْ وَخَلُّوْا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَبْتَغُوْنَ فَاِنْ عَدَلُوْا فَلِاَنْفُسِهِمْ وَاِنْ ظَلَمُوْا فَعَلَيْهِمْ وَاَرْضُوْهُمْ فَاِنَّ تَمَامَ زَكٰوتِكُمْ رِضَاهُمْ وَلْيَدْعُوْا لَكُمْ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ

(۱۸۸۸) روایت ہے حضرت جابر ابن عتیک سے ۱۔ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارے پاس غیر پسندیدہ سوار آیا کریں گے تو وہ جب آئیں تم انہیں خوش آمدید کہو اور جو وہ چاہتے ہوں ان کے سامنے حاضر کر دو ۲۔ پھر اگر وہ انصاف کریں تو اس میں ان کا فائدہ ہے اور اگر ظلم کریں تو انہیں مضر ہے تمہاری زکوٰۃ کی تکمیل ان کا راضی ہونا ہے چاہیے کہ وہ تمہیں دعائیں دیں ۳۔ (ابوداؤد)

(۱۸۸۸) ۱۔ آپ انصاری ہیں اور مشہور صحابی ہیں' آپ کے جنگ بدر کی شرکت میں اختلاف ہے باقی سارے غزوؤں میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے' آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے' عمر شریف ۹۱ سال ہوئی ۶۱ھ میں وفات پائی ۲۔ یعنی آئندہ زمانہ میں کچھ سخت دل اور بد اخلاق حکام بھی ہوں گے' تم ان کی بد اخلاقی کی بنا پر زکوٰۃ کے انکاری نہ ہو جانا کہ تمہاری زکوٰۃ اللہ کے لئے ہے نہ کہ ان کے لئے بلکہ انہیں دیکھ کر خوش ہونا کہ ان کے ذریعہ تمہارا فریضہ ادا ہو گا' بعض دیندار غنی زکوٰۃ دیتے وقت فقیر کا احسان مانتے ہیں کہ اس کے ذریعہ ہمارا فرض ادا ہوا۔ ۳۔ حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ظاہر ظہور ظلم کریں کہ زکوٰۃ سے زیادہ لیں یا زکوٰۃ کے ساتھ رشوت مانگیں اور تم دے دو کیونکہ ظلم پر امداد بھی ظلم ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر ان کا کوئی فعل تمہیں ظلم معلوم ہو مگر واقع میں ظلم نہ ہو' تو تم اپنی رائے پر عمل نہ کرو ان کے حکم پر عمل کرو مثلاً زکوٰۃ میں درمیانہ جانور لینا چاہیے' ایک جانور کو تم اعلیٰ سمجھتے ہو' وہ درمیانہ یا پیداوار کا دسواں حصہ دینا چاہیے' تم ایک ڈھیر کو سو من سمجھتے ہو تو وہ سوا سو من ہے تو تم ان کی بات مان لو' اب اگر واقعی وہ زیادہ لے گئے ہیں' تو اس کے جواب دہ وہ ہوں گے نہ کہ تم یا یہ کلام بطریق مبالغہ ہے کہ

marfat.com

فرض کرو کہ واقع میں وہ ظالم بھی ہوں تو بھی تم ان کا مقابلہ نہ کرو کہ اس میں سلطان اسلام کی بغاوت ہوگی' جس کے دبانے کے لئے وہ قوت خرچ کریں گے جس سے کشت و خون و فساد ہوگا بلکہ ان کے ظلم کی شکایت بادشاہ سے کرو اور ان کے خلاف قانونی کارروائی کرو لہذا حدیث بالکل ظاہر ہے' اس میں ظلم کی اجازت نہیں دی گئی' مگر پہلے معنے راجح ہیں' کیونکہ ان سے دعا لینے کا حکم دیا گیا' ظالم سے دعا کب لی جاتی ہے۔

وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ جَاءَ نَاسٌ يَعْنِيْ مِنَ الْاَعْرَابِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا اِنَّ نَاسًا مِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ يَاْتُوْنَنَا فَيَظْلِمُوْنَنَا فَقَالَ اَرْضُوْا مُصَدِّقِيْكُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِنْ ظَلَمُوْنَا قَالَ اَرْضُوْا مُصَدِّقِيْكُمْ وَاِنْ ظُلِمْتُمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ۔

(۱۷۸۹) روایت ہے حضرت جریر ابن عبداللہ سے فرماتے ہیں کہ کچھ دیہاتی رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے بولے کہ زکوۃ وصول کرنے والے ہمارے پاس آتے ہیں تو ہم پر ظلم کرتے ہیں حضور نے فرمایا کہ اپنے زکوۃ وصول کرنے والوں کو راضی کرو وہ بولے یا رسول اللہ اگرچہ وہ ہم پر ظلم کریں فرمایا انہیں راضی کرو اگرچہ تم ظلم کئے جاؤ ۱۔(ابوداؤد)

(۱۷۸۹) ۱۔ اس کی شرح پہلے گزر چکی یہ بدوی حضرات شرعی مسائل سے پورے واقف نہ تھے اور زکوۃ وصول کرنے والے عامل جو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مقرر ہوتے تھے وہ قریبًا تمام مسائل سے خصوصًا زکوۃ کے مسائل سے پورے خبردار ہوتے تھے' یہ دیہاتی حضرات اپنی کم علمی کی وجہ سے سمجھتے تھے کہ عاملین ہم پر زیادتی کررہے ہیں' اس لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگرچہ تم ان کے جائز عمل کو ظلم ہی سمجھتے رہو مگر ان کی بات مانو اور ان کے کہے پر عمل کرو' انہیں راضی کر کے واپس کرو کیونکہ میرے صحابہ ظالم نہیں ہوسکتے' وہ میرے صحبت یافتہ و تعلیم یافتہ ہیں اور بشہادت قرآن کریم وہ سب عادل ہیں' لہذا اس حدیث میں نہ تو حکام کو ظلم کی اجازت ہے اور نہ اس سے صحابہ کا ظالم و فاسق ہونا ثابت ہوسکتا ہے' خیال رہے کہ جو کسی صحابی کو ظالم مانے وہ چیونٹی سے بھی زیادہ بے وقوف ہے' قرآن کریم فرماتا ہے کہ چیونٹی نے اپنی سہیلیوں کو لشکر سلیمانی سے خبردار کرتے ہوئے یہ کہا لا یحطمنکم سلیمٰن وجنوده وهم لا یشعرون یعنی ایسا نہ ہو کہ تم لشکر سلیمانی یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحابہ کے پاؤں تلے روندی جاؤ اور انہیں خبر نہ ہو' مطلب یہ ہے کہ وہ حضرات جان بوجھ کر چیونٹی کو بھی نہیں کچلتے' صحابہ کرام کی آپس کی جنگیں وهم لا یشعرون کے ماتحت ہوئیں' دیکھو یہاں حضور علیہ السلام نے ان لوگوں سے ظلم کی تفصیل نہ پوچھی' کیونکہ آپ جانتے تھے کہ وہ ظلم کرتے ہی نہیں۔

وَعَنْ بَشِيْرِ بْنِ الْخَصَاصِيَةِ قَالَ قُلْنَا اِنَّ اَهْلَ الصَّدَقَةِ يَعْتَدُوْنَ عَلَيْنَا اَفَنَكْتُمُ مِنْ اَمْوَالِنَا بِقَدْرِ مَا يَعْتَدُوْنَ قَالَ لَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ۔

(۱۷۹۰) روایت ہے حضرت بشیر ابن خصاصیہ سے ۱۔ فرماتے ہیں ہم نے عرض کیا کہ زکوۃ وصول کرنے والے ہم پر زیادتی کرتے ہیں تو کیا ہم ان کی زیادتی کی بقدر اپنے مال چھپا لیا کریں فرمایا نہیں ۲۔ (ابوداؤد)

(۱۷۹۰) ۱۔ آپ کے والد کا نام معبد یا یزید ہے' ان کی کنیت خصاصیہ ہے' خصاصیہ ان کی ماں کا نام تھا کیونکہ وہ قبیلہ خصاص کی تھیں جو خاندان ازد کا ایک مشہور قبیلہ ہے ۲۔ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عاملوں کی شکایت کرنے والوں کا منشاء یہ

marfat.com

تھا کہ انہیں کچھ نصاب چھپا لینے اور زکوٰۃ پوری ادا نہ کرنے کی اجازت دے دی جائے ' اور اگر اجازت دے دی جاتی تو یہ سلسلہ ایسا بڑھ جاتا کہ دنیا سے زکوٰۃ ہی مٹ کر رہ جاتی ' اس لئے فرمایا گیا چھپاؤ مت ' اگر وہ زیادہ مانگیں تو ان سے مسئلہ شرعی پوچھو ' نہ مانیں تو ان کے خلاف قانونی کارروائی کرو۔

وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خُدَيْجٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَامِلُ عَلَى الصَّدَقَةِ بِالْحَقِّ كَالْغَازِيْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلٰى بَيْتِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ۔

(۱۶۹۱) روایت ہے حضرت رافع ابن خدیج سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ زکوٰۃ کا سچا عامل اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے حتی کہ اپنے گھر واپس آ جائے ا۔ (ابوداؤد ترمذی)

(۱۶۹۱) ا۔ یعنی جیسے مجاہد جاتے آتے ہر حال میں عبادت کا ثواب پاتا ہے ' ایسے ہی انصاف والا عامل ہر حال میں ثواب پائے گا ' کیونکہ مجاہد اسلام کے پھیلانے کا ذریعہ ہے ' اور یہ عامل اسلامی قانون پھیلانے ' مالداروں کو ان کے فریضہ سے فارغ کرنے اور فقراء کو ان کا حق دلانے کا ذریعہ ' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر نیت خیر ہو تو دینی خدمت پر تنخواہ لینے کی وجہ سے اس کا ثواب کم نہیں ہوتا ' دیکھو ان عاملوں کو پوری اجرت دی جاتی تھی مگر ساتھ میں یہ ثواب بھی تھا ' چنانچہ مجاہد کو غنیمت بھی ملتی ہے اور ثواب بھی ' حضرات خلفائے راشدین سواء حضرت عثمان غنی کے سب نے خلافت پر تنخواہیں لیں ' مگر ثواب کسی کا کم نہیں ہوا ' ایسے ہی وہ علماء یا امام و مؤذن جو تنخواہ لے کر تعلیم ' اذان ' امامت کے فرائض انجام دیتے ہیں اگر ان کی نیت خدمت دین کی ہے تو انشاء اللہ ثواب بھی ضرور پائیں گے ' ہم نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ شرعی مسئلہ بتانے کی اجرت لینا حرام ہے مگر فتویٰ لکھنے کی اجرت لینا جائز ' رب تعالیٰ فرماتا ہے لا یضار کاتب ولا شھید

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاجَلَبَ وَلَاجَنَبَ وَلَا تُؤْخَذُ صَدَقَاتُهُمْ اِلَّا فِيْ دُوْرِهِمْ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ۔

(۱۶۹۲) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی ا۔ وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا نہ مال ایک جگہ منگانا جائز ہے نہ دور لے جانا لوگوں کے صدقات ان کے گھروں میں ہی لئے جائیں ۲۔ (ابوداؤد)

(۱۶۹۲) ا۔ خیال رہے کہ عمرو ابن شعیب کی اسناد والی احادیث مسلم بخاری نے ہرگز نہ لیں کیونکہ یہ ہر جگہ اسی طرح اسناد کرتے ہیں ' حالانکہ ان کی ملاقات اپنے دادا محمد ابن عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے نہیں ' اور نہ ان محمد کی ملاقات نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم علیہ وسلم سے ہے ' لہٰذا یہ اسناد منقطع ہے متصل نہیں یہ بحث پہلے بھی ہو چکی ہے (مرقات) ۲۔ یعنی نہ تو عامل کو یہ جائز ہے کہ ایک جگہ بیٹھ جائے اور لوگوں سے کہے اپنے اپنے مال جانور وغیرہ یہاں لا کر مجھے دکھاؤ اور حساب سے زکوٰۃ دو ' کیونکہ اس میں مال والوں کو سخت دشواری ہوگی اور نہ مال والوں کو یہ جائز کہ اپنے جانور وغیرہ بکھیر دیں دور دور بھیج دیں کہ عامل انہیں گننے کے لئے دوڑا پھرے کہ اس میں عامل کو بہت تکلیف ہے بلکہ عامل لوگوں کے ریوڑوں اور باغوں و کھیتوں میں جا کر ہر ایک کی زکوٰۃ وصول کرے ' سبحان اللہ کیا نفیس تعلیم ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

(۱۶۹۳) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول

marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَفَادَ مَالًا فَلَا زَكٰوةَ فِيْهِ حَتّٰى يَحُوْلَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَذَكَرَ جَمَاعَةً اَنَّهُمْ وَقَفُوْهُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مال حاصل کرے تو اس میں زکوٰۃ نہیں حتی کہ اس پر سال گزر جائے۱۔ (ترمذی) اور ایک جماعت نے اس حدیث کو حضرت ابن عمر پر موقوف کیا۲۔

(۱۶۹۳) ۱۔ یعنی ادائے زکوٰۃ اور وجوب زکوٰۃ کے لئے کوئی مہینہ یا تاریخ مقرر نہیں، جیساکہ پنجاب میں ماہ رجب کے اور کاٹھیا واڑ میں ماہ رمضان کو زکوٰۃ کا مہینہ سمجھا گیا ہے بلکہ جب مال پر سال گزرے گا زکوٰۃ واجب ہوگی خیال رہے کہ سال گزرنا زکوٰۃ کے لئے شرط وجوب ہے لہذا اگر کوئی مالک نصاب ہوتے ہی زکوٰۃ دینا شروع کردے اور مال پر حساب کرے یا چند سالوں کی زکوٰۃ ایک دم ادا کردے تو جائز ہے، اس حدیث کے خلاف نہیں، نیز اصل نصاب پر سال گزرنا ضروری ہے زائد پر ضروری نہیں، لہذا اگر کسی کے پاس گیارہ مہینے تک ہزار روپے رہے اور بارھویں مہینہ دس ہزار روپے اور آگئے، تو یہ گیارہ ہزار کی زکوٰۃ دے گا اگرچہ اس دس ہزار پر تیس دن ہی گزرے ہیں، کیونکہ اصل نصاب یعنی ہزار پر سال گزر چکا، یہ مسئلہ بھی اس حدیث کے خلاف نہیں، اس کی پوری بحث فتح القدیر اور مرقات میں اسی مقام پر دیکھو اگر ہر پیسہ پر الگ سال گزرنا شرط ہو تو تاجروں کو مصیبت آجائے، کیونکہ ان کے پاس روزانہ سینکڑوں روپے آتے جاتے رہتے ہیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان من استفاد میں بڑی وسعت ہے، مال چاہے بھی حاصل ہو کما کر وراثت سے یا کسی کے عطیہ سے، بہرحال سال کے بعد اس میں زکوٰۃ ہے کمانے ہی کی شرط نہیں ہے۔ ۲۔ یعنی خود ان کا قول نقل کیا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع نہ کیا، اور ہم یہ عرض کرچکے ہیں کہ ایسی موقوف حدیثیں جن میں قیاس کو دخل نہیں مرفوع کے حکم میں ہیں، یعنی ان صحابی نے حضور علیہ السلام سے سن کر ہی کہی ہیں۔

وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّ الْعَبَّاسَ سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ تَعْجِيْلِ صَدَقَتِهٖ قَبْلَ اَنْ تَحِلَّ فَرَخَّصَ لَهٗ فِيْ ذٰلِكَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ۔

(۱۶۹۴) روایت ہے حضرت علی سے کہ حضرت عباس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے زکوٰۃ فرض ہونے سے پہلے ادا کر دینے کے متعلق پوچھا تو حضور انور نے انہیں اس کی اجازت دی۱۔ (ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ اور دارمی)

(۱۶۹۴) یعنی اگر کسی کے پاس بقدر نصاب مال آگیا، تو سال گزرنے سے پہلے اس کی زکوٰۃ دے سکتے ہیں، کیونکہ سال گزرنا زکوٰۃ کے لیے شرط وجوب ہے، اس کا سبب مال ہے، اسی طرح فطرہ کہ عید سے پہلے ادا کیا جاسکتا ہے، نماز کے لیے وقت وجوب کا سبب ہے، اس لیے وہ وقت سے پہلے نہیں ہوسکتی، امام مالک کے ہاں زکوٰۃ بھی سال گزرنے سے پہلے نہیں دے سکتے، یہ حدیث امام ابوحنیفہ اور جمہور علماء کی دلیل ہے۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ اَلَا مَنْ وَلِيَ يَتِيْمًا لَهٗ مَالٌ فَلْيَتَّجِرْ فِيْهِ وَلَا يَتْرُكْهُ حَتّٰى تَاْكُلَهُ الصَّدَقَةُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ فِيْ اِسْنَادِهٖ مَقَالٌ لِاَنَّ الْمُثَنّٰى بْنَ الصَّبَّاحِ

(۱۶۹۵) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا تو فرمایا کہ جو کسی یتیم کا والی ہو جس کے پاس مال ہو تو وہ اس میں تجارت کرے اسے چھوڑے نہ رکھے کہ زکوٰۃ کھا جائے۱۔ (ترمذی) فرمایا ترمذی نے کہ اس کی اسناد میں کچھ گفتگو

marfat.com

ضَعِیْفٌ -

ہے کیونکہ مثنیٰ بن صباح ضعیف ہے۔

(۱۷۹۵) ۱؎ اس حدیث کی بنا پر امام شافعی و مالک و احمد نے فرمایا کہ نابالغ بچے کے مال میں زکوٰۃ واجب ہے' دیکھو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یتیم کے ولی کو حکم دیا کہ یتیم کا مال تجارت سے بڑھاؤ' ایسا نہ ہو کہ ہر سال اس میں زکوٰۃ نکلتی رہے اور مال ختم ہو جائے' امام اعظم کے نزدیک بچے اور دیوانے کے مال میں زکوٰۃ نہیں' کیونکہ زکوٰۃ بھی نماز روزہ کی طرح محض عبادت ہے' جب اس پر نماز روزہ اور حج نہیں' تو زکوٰۃ بھی نہیں ابوداؤد' نسائی اور حاکم نے باسناد صحیح روایت کی کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' تین شخص مرفوع القلم ہیں' سونے والا حتی کہ جاگ جائے' بچہ یہاں تک کہ بالغ ہو جائے' دیوانہ تا آنکہ عاقل ہو جائے امام محمد نے کتاب الاثار میں حضرت ابن مسعود سے روایت فرمائی' آپ فرماتے ہیں کہ یتیم کے مال میں زکوٰۃ نہیں' اسی طرح حضرت ابن عباس سے بھی مروی ہے' رہی یہ حدیث وہ چند طرح مجروح ہے کیونکہ تدلیس ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ نہ عمرو ابن شعیب نے اپنے دادا محمد ابن عمرو کو دیکھا اور نہ ان کے دادا نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی' مگر طریقہ بیان ایسا ہے کہ معلوم ہوتا ہے دونوں ملاقاتیں ثابت ہیں یعنی غیر متصل' متصل معلوم ہوتی ہے اسی کو تدلیس کہتے ہیں نیز امام ترمذی نے فرمایا کہ مثنیٰ ابن صباح راوی ضعیف ہیں اور امام احمد نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح نہیں دار قطنی نے اس کی دو اسنادیں نقل کیں اور دونوں کو ضعیف کہا' بہرحال یہ حدیث قابل حجت نہیں' مذہب حنفی نہایت قوی ہے خیال رہے کہ محض عبادت بچے پر فرض نہیں' لیکن ٹیکس اور خراج بچے کے مال سے لئے جائیں گے' کیونکہ وہ محض عبادات نہیں ان پر زکوٰۃ کو قیاس نہیں کرسکتے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ لَمَّا تُوُفِّیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتُخْلِفَ اَبُوْبَکْرٍ بَعْدَهٗ وَکَفَرَ مَنْ کَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِاَبِیْ بَکْرٍ کَیْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عَصَمَ مِنِّیْ مَالَهٗ وَنَفْسَهٗ اِلَّا بِحَقِّهٖ وَحِسَابُهٗ عَلَی اللّٰهِ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ وَاللّٰهِ لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَیْنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّکٰوةِ فَاِنَّ الزَّکٰوةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللّٰهِ لَوْمَنَعُوْنِیْ عَنَاقًا کَانُوْا یُؤَدُّوْنَهَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

(۱۷۹۶) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور آپ کے بعد حضرت ابوبکر خلیفہ ہوئے اور دیہاتیوں میں جو کافر ہوئے وہ ہوئے ۱؎ تو حضرت عمر ابن خطاب نے حضرت ابوبکر سے عرض کیا کہ آپ ان لوگوں سے جنگ کیسے کریں گے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا ہے کہ مجھے لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا۔ حتی کہ وہ کہیں لا الہ الا اللہ تو جس نے لا الا اللہ کہہ لیا اس نے مجھ سے اپنے جان و مال بچالئے مگر حق اسلام کے ماتحت اور اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے ۲؎ تو حضرت ابوبکر نے فرمایا رب کی قسم میں اس پر جہاد کروں گا جو نماز و زکوٰۃ میں فرق کرے کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے ۳؎ اللہ کی قسم اگر وہ مجھے بکری کا بچہ نہ دیں جو حضور انور صلے اللہ

marfat.com

وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰى مَنْعِهَا قَالَ عُمَرُ فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ اِلَّا رَاَيْتُ اَنَّ اللّٰهَ شَرَحَ صَدْرَ اَبِيْ بَكْرٍ لِلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ اَنَّهُ الْحَقُّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں اس منع کرنے پر ان سے جہاد کروں گا ہے حضرت عمر فرماتے ہیں خدا کی قسم میرا یہ حال ہوا کہ میں نے یہ یقین سے جان لیا کہ اس جہاد کے لئے ابوبکر کا سینہ رب نے کھولا ہے میں پہچان گیا کہ یہ جہاد حق ہے ۵ (مسلم بخاری)

(۳۴۶) خیال رہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قبیلہ غطفان فزارہ بنی سلیم وغیرہم نے وجوب زکوۃ کا انکار کردیا اور بولے کہ رب تعالے فرماتا ہے خذ من اموالھم صدقۃ یارسول اللہ ان کے مال کی زکوۃ آپ وصول کرو جب وصول کرنے والے تشریف لے گئے تو زکوۃ بھی ختم، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالے عنہ نے انہیں مرتد قرار دیا اور ان پر جہاد کی تیاری فرمائی، اسی طرف قرآن کریم نے اشارہ فرمایا تھا ومن یرتدد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ' الایہ۔ صدیقی جماعت ہی وہ جماعت ہے، جو ان مرتدین کی سرکوبی کے لئے رب تعالے کی طرف سے مقرر ہوئی، یہ خدا کو پیاری، خدا اسے پیارا خیال رہے کہ اسی عہد صدیقی میں بہت سے لوگ مسیلمہ کذاب کو نبی ماننے لگے اور مرتد ہو گئے، پہلے مرتدین پر آپ نے لشکر کشی کی ہی تھی کہ وہ توبہ کر گئے، مگر ان دوسرے مرتدین سے بہت گھمسان کا رن پڑا جس میں اکثر قاری اور حافظ صحابہ شہید ہو گئے جس پر جمع قرآن کی ضرورت پیش آئی، اور حضرت صدیق نے قرآن پاک جمع فرمایا، اس موقعہ کی قرآن کریم نے اس طرح خبر دی قل للمخلفین من الاعراب ستدعون الی قوم اولی باس شدید تقاتلونھم او یسلمون الخ ۲۔ فاروق اعظم اولاً منکرین زکوۃ پر جہاد کے مخالف تھے، ان کی دلیل اس حدیث کے ظاہری الفاظ تھے کہ کلمہ گو پر جہاد کیسا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہری کلمہ پڑھنے والے منافقین پر جہاد نہ فرمایا، تو یہ مانعین زکوۃ تو دل سے کلمہ پڑھ رہے ہیں اور زکوۃ کے سوا تمام فرائض کے معتقد ہیں تو ان پر آپ جہاد کیسے کرسکتے ہیں، فاروق اعظم کی پیش کردہ حدیث کی پوری شرح مکمل بحث کے ساتھ کتاب الایمان کے شروع میں ہو چکی کہ یہاں حق، معنی کے ہے۔ ۳۔ صدیق اکبر کا یہ جواب نہایت جامع اور مختصر ہے، خلاصہ یہ ہے کہ اے عمر تم نے اپنی حدیث میں یہ لفظ نہ دیکھا الا بحقہ یعنی کلمہ گو کو حق اسلام کی وجہ سے قتل کیا جاسکتا ہے، نماز بھی حق اسلام ہے اور زکوۃ بھی، جو ان دونوں میں فرق کرے کہ نماز کو مانے، زکوۃ کا انکار کرے وہ یقیناً مستحق جہاد ہے، رہے منافقین ان کے متعلق حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی حدیث میں فرمادیا وحسابھم علی اللہ یعنی ہم دل سے بحث نہ کریں گے جو کوئی بظاہر اسلام کے سارے ارکان کا اقرار کرے ہم اس پر جہاد نہ کریں گے دل میں اس کے کچھ بھی ہو منافقین کسی رکن اسلامی کے زبان سے منکر نہ تھے، سبحان اللہ کیا پاکیزہ استدلال ہے ۴۔ یعنی اے عمر وجوب زکوۃ کا انکار تو بڑی چیز ہے، اگر وہ لوگ ظاہری مال یعنی پیداوار اور جانوروں کی زکوۃ ہمارے بیت المال میں داخل نہ کریں تب بھی تو وہ سرکوبی کے مستحق ہیں کیونکہ اس میں ایک سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دیدہ دانستہ انکار ہے اس جگہ مرقات میں ہے کہ اگر کوئی قوم اذان دینا چھوڑ دے، تو سلطان اسلام ان سے بھی جنگ کرے گا کیونکہ اس میں شعار اسلامی کا بند کرنا ہے، خیال رہے کہ اب چونکہ بادشاہ عموماً بے دولو اور حکام فاسق ہو گئے جن سے امید نہیں کہ زکوتوں کو ان کے مصرفوں پر صرف کریں لہذا اب انہیں کوئی زکوۃ نہ دی جائے اسی لئے صدیق اکبر نے منعونی فرمایا یعنی مجھے اور مجھ جیسے عادل سلطان اسلام (جس کے سارے حکام منصف ہوں) کو زکوۃ نہ دیں تو ان پر جنگ ہو گی، مرقات نے اس جگہ فرمایا کہ عثمان غنی کے زمانہ میں لوگوں کا حال بدل گیا تھا اس لئے آپ نے زکوۃ وصول کرنے میں سختی نہ فرمائی بلکہ مال والے اپنی زکوتیں خود

marfat.com

دینے لگے اور کسی صحابی نے آپ کے اس عمل پر انکار نہ کیا خیال رہے کہ وجوب زکوٰۃ کا انکار کفر ہے ایسے لوگوں پر اسلامی جہاد ہوگا اور اس زمانہ میں خلیفۃ المسلمین کو زکوٰۃ نہ ادا کرنا بغاوت تھی جس پر ان کے خلاف تادیبی کارروائی حتی کہ جنگ بھی کی جاسکتی تھی' لہٰذا یہ حدیث بالکل واضح ہے اور اس کے شروع میں کفر من کفر فرمانا بالکل درست ہے۔ مرقات میں یہاں ہے کہ احناف کے نزدیک حاکم کو جبراً" زکوٰۃ وصول کرنے کا حق نہیں' شوافع کے ہاں ہے۔ یہ حدیث چونکہ منکرین زکوٰۃ کے متعلق ہے اس لئے احناف کے خلاف نہیں۔ ۵۔ یعنی میں نے حضرت صدیق کی رائے کی طرف رجوع کرلیا' اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ صدیق اکبر بعد نبی تمام مخلوق سے بڑے عالم اور بڑے سیاست دان تھے انہی کے علم پر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا دفن اپنے حجرے میں ہوا انہی کے علم پر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا چھوڑا ہوا مال وقف بنا' انہی کے علم پر اس جہاد کی تیاری ہوئی' اگر آج آپ تھوڑی نرمی کرتے' تو فرائض اسلامی کے انکار کا دروازہ کھل جاتا' اسی لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت آپ ہی کو جانشین امام نماز بنایا انہی کی سیاست سے حجاز بلکہ عرب میں امن و امان بحال ہوا اور فاروقی فتوحات کے لئے راستہ صاف ہوا' دوسرے یہ کہ ایک شعار اسلامی کا انکار بھی ایسا ہی کفر ہے جیسے سارے ارکان کا انکار تیسرے یہ کہ کلمہ گو مرتدین پر جہاد کیا جائے گا۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ كَنْزُ اَحَدِكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شُجَاعًا اَقْرَعَ يَفِرُّ مِنْهُ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يَطْلُبُهٗ حَتّٰى يُلْقِمَهٗ اَصَابِعَهٗ' رَوَاهُ

(۴۹۷) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے ہر ایک کا خزانہ قیامت کے دن گنجا سانپ ہوگا جس سے اس کا مالک بھاگے گا اور مال اسے ڈھونڈے گا حتی کہ اس کی انگلیوں کو لقمہ کرے گا۔ (احمد)

(۴۹۷) ۱۔ اس کی پوری شرح ابھی کچھ پہلے ہو چکی' چونکہ زکوٰۃ ہاتھ سے ادا کی جاتی ہے۔ جس سے یہ بخیل محروم رہا' اس لئے وہ سانپ اس کی انگلیاں بھی چبائے گا۔

وَعَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ رَجُلٍ لَا يُؤَدِّيْ زَكٰوةَ مَالِهٖ اِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْ عُنُقِهٖ شُجَاعًا ثُمَّ قَرَاَ عَلَيْنَا مِصْدَاقَهٗ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ الْاٰيَةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ۔

(۴۹۸) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا ایسا کوئی شخص نہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دے مگر اللہ قیامت کے دن اس کے گلے میں اسے سانپ بنا کر ڈالے گا۱۔ پھر آپ نے ہم پر اس دلیل میں قرآن شریف سے یہ آیت پڑھی کہ جو لوگ اللہ کے دیئے مال میں بخل کرتے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں الایہ ۲۔ (ترمذی نسائی ابن ماجہ)

(۴۹۸) ۱۔ اس طرح کہ پہلے یہ مال سانپ بن کر اس کے پیچھے بھاگے گا' پھر اسے پکڑ کر اس کے گلے میں طوق بن کر پڑ جائے گا' انگلیاں بھی چباتا رہے گا اور ڈستا بھی رہے گا' چونکہ گلے کا ہار ہر وقت نظر آتا ہے' اور جیب کے اندر کی چیز ہر وقت نظر نہیں آتی' اس لئے یہ سانپ گلے میں پڑے گا تاکہ دیکھ کر ہر وقت ڈرتا رہے اور محشر کے دوسرے لوگ پہچان جائیں کہ کنجوس یہ ہے یہ واقعہ مسلمان کی عیب پوشی کے خلاف نہیں جیسے کہ ابھی عرض کیا جاچکا ۲۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ بخل صرف مال میں ہی نہیں ہوتا

marfat.com

بلکہ مال، کمال، اعمال، احوال، افضال سب میں ہوتا ہے، لفظ من فضلہ سب کو شامل ہے۔ عالم اور صوفی کو چاہیے کہ لوگوں میں علم وہدایت پھیلائیں ورنہ ان کی پکڑ مالی بخیل سے زیادہ ہوگی، رب تعالٰی فرماتا ہے ان الذین یکتمون ما انزل اللہ من الکتب

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا خَالَطَتِ الزَّكٰوةُ مَالًا قَطُّ اِلَّا اَهْلَكَتْهُ رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَالْبُخَارِيُّ فِيْ تَارِيْخِهٖ وَالْحُمَيْدِيُّ وَزَادَ قَالَ يَكُوْنُ قَدْ وَجَبَ عَلَيْكَ صَدَقَةٌ فَلَا تُخْرِجُهَا فَيُهْلِكُ الْحَرَامُ الْحَلَالَ وَقَدِ احْتَجَّ بِهٖ مَنْ يَرٰى تَعَلُّقَ الزَّكٰوةِ بِالْعَيْنِ هٰكَذَا فِي الْمُنْتَقٰى وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ عَنْ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ بِاِسْنَادِهٖ اِلٰى عَائِشَةَ وَقَالَ اَحْمَدُ فِيْ خَالَطَتْ تَفْسِيْرُهٗ اَنَّ الرَّجُلَ يَاْخُذُ الزَّكٰوةَ وَهُوَ مُوْسِرٌ اَوْ غَنِيٌّ وَاِنَّمَا هِيَ لِلْفُقَرَآءِ۔

(۱۶۹۹) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب کبھی زکوٰۃ مال میں مخلوط ہوگی تو اسے ہلاک ہی کردے گی ۱ (شافعی اور بخاری نے اپنی تاریخ میں اور حمیدی نے یہ زیادتی بھی کی کہ فرمایا ایسا ہوتا ہے کہ تم پر زکوٰۃ فرض ہو اور تم نہ نکالو تو حرام حلال کو ہلاک کردے ۲ اسی حدیث سے انہوں نے استدلال کیا ہے جو زکوٰۃ کو عین مال کے متعلق مانتے ہیں یوں ہی منتقٰی میں ہے ۳ اور بیہقی نے شعب الایمان میں امام احمد بن حنبل سے روایت کی ان کی اسناد حضرت عائشہ تک ہے۔ امام احمد نے مخلوط ہونے کے تفسیر یہ کی کہ کوئی شخص زکوٰۃ لے لے حالانکہ وہ خود مالدار غنی ہو زکوٰۃ تو غریبوں کے لئے ہے ۴۔

(۱۶۹۹) ۱۔ مال میں زکوٰۃ مخلوط ہونے کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ صاحب نصاب جس پر خود زکوٰۃ فرض ہو، وہ فقیر بن کر لوگوں سے زکوٰۃ لے اور اپنے مال میں ملا کر بڑھائے، دوسرے یہ کہ آدمی زکوٰۃ نہ نکالے، جو مال زکوٰۃ میں نکلنا چاہیے تھا وہ اپنے مال ہی میں رکھے، پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں اور دوسرے معنے زیادہ قوی ہلاک کرنے کی بھی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ زکوٰۃ کے مخلوط ہونے کی وجہ سے سارے مال کی برکت مٹ جائے اور کچھ دنوں میں مال ختم ہوجائے، یا کوئی ناگہانی آفت آپڑے، جس سے سارا مال برباد ہوجائے، جیسے بیماری، مقدمہ، چوری، ڈکیتی یا حرق و غرق یعنی جلنا ڈوبنا، دوسرے یہ کہ یہ سارا مال اگرچہ رہے تو مگر اس سے نفع لینا جائز نہ ہو، کیونکہ حرام اور حرام سے مخلوط چیز ناقابل انتفاع ہے دوسرے معنے ہی کی بنا پر صاحب مشکوٰۃ کا آئندہ کلام ہے۔ ۲۔ قال کا فاعل امام بخاری ہیں یعنی حمیدی کہتے ہیں کہ امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اس حدیث کی یہ شرح فرمائی ۳۔ خیال رہے کہ امام شافعی وغیرہ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ مالک کے ذمہ میں واجب نہیں ہوتی بلکہ عین مال میں ہوتی ہے، لہذا ان کے ہاں ہر مال کی زکوٰۃ اسی سے ادا کرنا پڑے گی، اس کی قیمت یا اس قیمت کا دوسرا مال زکوٰۃ میں نہیں دیا جاسکتا، بکریوں کی زکوٰۃ میں بکری ہی دی جائے گی، اور سونے کی زکوٰۃ میں سونا اور چاندی ہی وہ زکوٰۃ کو قربانی یا ہدی پر قیاس کرتے ہیں کہ ان کی قیمت نہیں دی جاتی (لمعات) ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک مال کی زکوٰۃ مالک کے ذمہ میں ہوتی ہے، چاہے اس مال میں سے دے یا دوسرے مال میں سے یا قیمت حتی کہ سونے چاندی کی زکوٰۃ میں خود سونا چاندی یا اس کی قیمت یا اس قیمت کی روٹیاں کوئی جانور کپڑا صابن وغیرہ دے سکتا ہے، کیونکہ زکوٰۃ کا منشاء فقیر کو رزق پہنچانا اور اس کی حاجت روائی ہے ان بزرگوں کا اس حدیث سے دلیل پکڑنا کچھ ضعیف ہی سا ہے، کیونکہ ان حضرات نے لفظ خلط سے استدلال کیا ہے کہ خلط مال کا ہوتا ہے نہ کہ ذمہ کا، مگر یہ ظاہر کے خلاف ہے، اسی لئے خود

marfat.com

صاحب مشکوۃ اگلا کلام فرمارہے ہیں۔ ۴۔ اس توجیہ نے حدیث کو بالکل واضح کردیا کہ جو مال زکوٰۃ بن کر امیر کے پاس سے نکل چکا اسے کوغیر مستحق زکوٰۃ لیکر اپنے مال سے ملالے۔ اب خلط کے معنے بالکل واضح ہوگئے۔

بَابُ مَا يَجِبُ فِيْهِ الزَّكٰوةُ - باب کس چیز میں زکوٰۃ واجب ہے

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ پہلی فصل

خیال رہے کہ جانور سونا چاندی اور تجارتی مالوں میں بالاتفاق زکوٰۃ واجب ہے' البتہ سبزیاں میوے جو سال تک نہ ٹھہر سکیں ان میں اختلاف ہے' امام اعظم کے ہاں ان میں مطلقاً زکوٰۃ ہے' اور دیگر اماموں کے ہاں نہیں نیز کھجوروں اور چھوہاروں وغیرہ میں امام اعظم کے ہاں مطلقاً زکوٰۃ واجب ہے خواہ کتنے ہی پیدا ہوں' اور صاحبین کے ہاں جب پانچ وسق ہوں۔

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ مِّنَ التَّمْرِ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ اَوَاقٍ مِّنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ مِّنَ الْاِبِلِ صَدَقَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۷۰۰) روایت ہے حضرت ابی سعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پانچ وسق چھوہاروں سے کم میں صدقہ واجب نہیں ا۔ اور پانچ اوقیہ چاندی سے کم میں صدقہ واجب نہیں ۲۔ اور پانچ عدد اونٹوں سے کم میں صدقہ واجب نہیں ۳۔ (مسلم بخاری)

(۱۷۰۰) ا۔ وسق' صاع' رطل' عرب کے پیمانوں کے نام ہیں' ایک وسق ساٹھ صاع کا ہے' اور ایک صاع ہمارے ۸۰ تولے والے سیر سے قریباً ساڑھے چار سیر ہوتا ہے تو اس حساب سے ایک وسق چھ من تیس سیر ہوا اور پانچ وسق ۳۳ من ۳۰ سیر تقریباً ہوئے' تو حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ قریباً ۳۴ من سے کم میں زکوٰۃ نہیں' یہ حدیث امام شافعی وغیرہ کی دلیل ہے' امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں مطلقاً پیداوار میں زکوٰۃ ہے کم ہو یا زیادہ' امام اعظم کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے ومما اخرجنا لکم من الارض اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے ما اخرجتہ الارض ففیہ العشر اور بخاری کی وہ روایت ہے فیما سقت السماء اوالعیون اوکان عثریا العشر وفیما سقی بالنضح نصف العشر اور مسلم شریف کی وہ روایت ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا فیما سقت الانہار والغیم العشر وفیما سقی بالنضح نصف العشر اس آیت اور احادیث میں مطلقاً ما فرمایا گیا یعنی جو بھی زمین سے پیدا ہو اس میں دسواں یا بیسواں حصہ زکوٰۃ ہے' نیز عبدالرزاق نے حضرت عمر ابن عبدالعزیز مجاہد اور ابراہیم رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ یہ سب حضرات فرماتے ہیں فیما انبتت الارض من قلیل وکثیر العشر زمین کی ہر تھوڑی بہت پیداوار میں دسواں حصہ ہے' اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ غلہ وغیرہ کے تاجروں پر زکوٰۃ تجارت پانچ وسق سے کم میں نہ ہوگی' کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک وسق کھجور کی قیمت چالیس درہم تھی تو پانچ وسق کی قیمت دو سو درہم ہوئی' چاندی کا نصاب زکوٰۃ دو سو درہم ہی ہیں' اور اگر مان بھی لیا جائے کہ اس حدیث میں پیداوار کی ہی زکوٰۃ مراد ہے تو احادیث متعارض ہوں گی اور تعارض کے وقت احتیاط اسی میں ہے کہ کم کی بھی زکوٰۃ نکالی جائے' خیال رہے کہ زکوٰۃ تجارت اور ہے

marfat.com

زکوۃ پیداوار اور اس کی پوری تحقیق فتح القدیر میں اور اسی جگہ مرقات میں دیکھو خیال رہے کہ ان اماموں کے نزدیک سڑ گل جانے والے پھلوں اور سبزیوں میں بھی زکوۃ نہیں جو سال بھر ٹھہر سکے اس میں زکوۃ ہے۔ امام اعظم کے نزدیک ان میں بھی زکوۃ ہے' ان کے دلائل وہی ہیں جو ابھی مذکور ہوئے ۳۔ ایک اوقیہ ۴۰ درہم کا پانچ اوقیہ ۲۰۰ درہم ہوئے' اور دس درہم سات مثقال کے' اور ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ کا' اس حساب سے دو سو درہم باون تولہ چھ ماشہ ہوئے' یہ چاندی کا نصاب ہے' درہم کی قیمت کا اعتبار نہیں وزن کا لحاظ ہے ۴۔ جانوروں کی زکوۃ کی تفصیل آگے آرہی ہے کہ پانچ اونٹوں میں ایک بکری واجب ہوتی ہے جبکہ وہ سائمہ ہوں یعنی سال کا اکثر حصہ جنگل میں چریں مالک پر ان کے چارے کا خرچ نہ ہو' خیال رہے کہ ذود کے معنے ہیں عدد یا نفر' یہ تین سے دس تک بولا جاتا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ صَدَقَةٌ فِیْ عَبْدِهٖ وَلَا فِیْ فَرَسِهٖ وَفِیْ رِوَايَةٍ قَالَ لَيْسَ فِیْ عَبْدِهٖ صَدَقَةٌ اِلَّا صَدَقَةُ الْفِطْرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۷۰۱) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمان پر ۱۔ نہ تو اس کے غلام میں صدقہ واجب ہے نہ اس کے گھوڑے میں اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا اس کے غلام میں زکوۃ تو نہیں مگر صدقہ فطر واجب ہے ۲۔ (مسلم بخاری)

(۱۷۰۱) ۱۔ مسلمان کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار پر زکوۃ فرض نہیں' اسی لئے کوئی کافر مسلمان ہو جانے پر زمانہ کفر کی نہ نمازیں قضا کرتا ہے نہ زکوۃ دیتا ہے' ہاں قیامت میں کفار کو عبادات نہ کرنے کی بھی سزا ملے گی رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ دوزخی کہیں گے قالوا لم نک من المصلین الخ لہذا احادیث و قرآن میں تعارض نہیں ۲۔ تجارتی گھوڑوں اور غلاموں میں تمام اماموں کے نزدیک زکوۃ ہے اور سواری کے گھوڑے اور خدمت کے غلام میں کسی کے ہاں زکوۃ نہیں' ہاں جو گھوڑے سواری و تجارت دونوں کے لئے نہ ہوں ان کی مادہ میں امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک زکوۃ ہے کہ مالک یا تو فی گھوڑی ایک اشرفی دیدے یا اس کی قیمت کا چالیسواں حصہ نکال دے' لہذا یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں کیونکہ یہاں سواری کا گھوڑا اور خدمت کا غلام مراد ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ گھوڑے اور غلام میں صاحبین کے مذہب پر فتویٰ ہے کہ ان میں زکوۃ نہیں' اسی طرح مرقات میں ہے' خیال رہے کہ خدمت کے غلام کا فطرہ مالک پر واجب ہے' اس کی زکوۃ نہیں' نوکر چاکروں کا فطرہ آقا پر نہیں' کیونکہ یہ اس کے غلام نہیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ كَتَبَ لَهٗ هٰذَا الْكِتٰبَ لَمَّا وَجَّهَهٗ اِلَى الْبَحْرَيْنِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هٰذِهٖ فَرِيْضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِیْ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَالَّتِیْ اَمَرَ اللّٰهُ بِهَا رَسُوْلَهٗ فَمَنْ سُئِلَهَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى وَجْهِهَا فَلْيُعْطِهَا وَمَنْ سُئِلَ

(۱۷۰۲) روایت ہے حضرت انس سے کہ حضرت ابوبکر نے جب انہیں بحرین بھیجا ۱۔ تو انہیں یہ فرمان نامہ لکھ کر دیا مہربان رحمت والے اللہ کے نام سے یہ زکوۃ کا فریضہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر فرض فرمایا اور جس کا اللہ نے اپنے رسول کو حکم دیا ۲۔ تو جس مسلمان سے اس فہرست کے مطابق مانگا جائے وہ دے دے اور جس سے زیادہ کا مطالبہ کیا جائے تو نہ دے ۳۔

marfat.com

نَوْقَهَا فَلَا يُعْطِ فِيْ أَرْبَعٍ وَّعِشْرِيْنَ مِنَ الْإِبِلِ فَمَا دُوْنَهَا مِنَ الْغَنَمِ مِنْ كُلِّ خَمْسٍ شَاةٌ فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ إِلَى خَمْسٍ وَّثَلٰثِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتُ مَخَاضٍ أُنْثٰى فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَّثَلٰثِيْنَ إِلَى خَمْسٍ وَّأَرْبَعِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتُ لَبُوْنٍ أُنْثٰى فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَّأَرْبَعِيْنَ إِلَى سِتِّيْنَ فَفِيْهَا حِقَّةٌ طَرُوْقَةُ الْجَمَلِ فَإِذَا بَلَغَتْ وَاحِدَةً وَّسِتِّيْنَ إِلَى خَمْسٍ وَّسَبْعِيْنَ فَفِيْهَا جَذَعَةٌ فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَّسَبْعِيْنَ إِلَى تِسْعِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتَا لَبُوْنٍ فَإِذَا بَلَغَتْ إِحْدٰى وَّتِسْعِيْنَ إِلَى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ فَفِيْهَا حِقَّتَانِ طَرُوْقَتَا الْجَمَلِ فَإِذَا زَادَتْ عَلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ فَفِيْ كُلِّ أَرْبَعِيْنَ بِنْتُ لَبُوْنٍ وَّفِيْ كُلِّ خَمْسِيْنَ حِقَّةٌ وَّمَنْ لَّمْ يَكُنْ مَّعَهٗ إِلَّا أَرْبَعٌ مِّنَ الْإِبِلِ فَلَيْسَ فِيْهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَّشَاءَ رَبُّهَا فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا فَفِيْهَا شَاةٌ وَّمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهٗ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةُ الْجَذَعَةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهٗ جَذَعَةٌ وَّعِنْدَهٗ حِقَّةٌ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيَجْعَلُ مَعَهَا شَاتَيْنِ إِنِ اسْتَيْسَرَتَا لَهٗ أَوْ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا وَّمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهٗ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ الْحِقَّةُ وَعِنْدَهُ الْجَذَعَةُ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْجَذَعَةُ وَيُعْطِيْهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهٗ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهٗ إِلَّا بِنْتُ لَبُوْنٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ لَبُوْنٍ وَّيُعْطِيْ شَاتَيْنِ أَوْ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا وَّمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهٗ بِنْتَ لَبُوْنٍ وَّعِنْدَهٗ حِقَّةٌ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيُعْطِيْهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهٗ بِنْتَ لَبُوْنٍ وَّلَيْسَتْ عِنْدَهٗ

چوبیس اور اس سے کم اونٹوں کی زکوٰۃ بکری ہے کہ ہر پانچ اونٹ میں ایک بکری ہے۴ـ پھر جب یہ اونٹ پچیس کو پہنچیں تو پینتیس تک ایک سالہ مادہ اونٹنی ہے۵ـ پھر جب چھتیس تک پہنچیں تو پینتالیس تک میں دو سالہ مادہ اونٹنی ہے۶ـ پھر جب چھیالیس کو پہنچیں تو ساٹھ تک میں چار سالہ اونٹنی یعنی اونٹ کی جست کے لائق ۷ـ پھر جب اکسٹھ کو پہنچیں تو پچھتر تک میں ایک پنج سالہ اونٹنی ۸ـ پھر جب چھتر کو پہنچیں تو نوے تک میں دو عدد دو سالہ اونٹنیاں ۹ـ پھر جب اکیانوے کو پہنچیں تو ایک سو بیس تک دو چار سالہ اونٹنیاں نر اونٹ کی جست کے لائق ۱۰ـ پھر جب ایک سو بیس سے زیادہ ہوں تو ہر چالیس میں ایک دو سالہ اونٹنی ہے اور ہر پچاس میں چار سالہ ۱۱ـ اور جس کے پاس صرف چار ہی اونٹ ہوں تو اس میں زکوٰۃ نہیں ہاں اگر مالک چاہے ۱۲ـ جب پانچ کو پہنچیں تو اس میں ایک بکری ہے اور جس کے اونٹوں کی زکوٰۃ پنجسالہ اونٹنی تک پہنچے اور اس کے پاس پنجسالہ ہو نہیں بلکہ چار سالہ ہو تو اس سے چار سالہ ہی لے لی جائے اور اس کے ساتھ دو بکریاں اگر میسر ہوں یا بیس درہم ۱۳ـ اور جس کے اونٹوں کی زکوٰۃ چار سالہ کو پہنچے اور اس کے پاس چار سالہ ہی نہیں بلکہ پنجسالہ ہو تو اس سے پنجسالہ ہی وصول کر لی جائے اور زکوٰۃ وصول کرنے والا اسے بیس درہم یا دو بکریاں واپس دے ۱۴ـ اور جس کے اونٹوں کی زکوٰۃ چار سالہ کو پہنچے مگر اس کے پاس دو سالہ ہی ہو تو اس سے دو سالہ ہی وصول کر لی جائے اور مالک دو بکریاں یا بیس درہم بھی دے اور جس کی زکوٰۃ دو سالہ کو پہنچے مگر مالک کے پاس چار سالہ ہو تو اس سے چار سالہ ہی وصول کر لی جائے۔ اور اسے عامل بیس درہم یا دو بکریاں واپس دے اور جس کی زکوٰۃ دو سالہ کو پہنچے اور دو سالہ اس کے پاس ہو نہیں بلکہ اس کے پاس یکسالہ ہو تو اس سے یکسالہ ہی وصول کر لی جائے اور اس کے ساتھ مالک بیس درہم یا دو بکریاں دے ۱۵ـ اور جس کی زکوٰۃ یکسالہ

marfat.com

وَعِنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ مَخَاضٍ وَيُعْطِي مَعَهَا عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ مَخَاضٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ بِنْتُ لَبُونٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ وَيُعْطِيهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ عَلَى وَجْهِهَا وَعِنْدَهُ ابْنُ لَبُونٍ فَإِنَّهُ يُقْبَلُ مِنْهُ وَلَيْسَ مَعَهُ شَيْءٌ وَفِي صَدَقَةِ الْغَنَمِ فِي سَائِمَتِهَا إِذَا كَانَتْ أَرْبَعِينَ إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ شَاةٌ فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ إِلَى مِائَتَيْنِ فَفِيهَا شَاتَانِ فَإِذَا زَادَتْ عَلَى مِائَتَيْنِ إِلَى ثَلَاثِ مِائَةٍ فَفِيهَا ثَلَاثُ شِيَاهٍ فَإِذَا زَادَتْ عَلَى ثَلَاثِ مِائَةٍ فَفِي كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ فَإِذَا كَانَتْ سَائِمَةُ الرَّجُلِ نَاقِصَةً مِنْ أَرْبَعِينَ شَاةً وَاحِدَةً فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا وَلَا تُخْرَجُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ وَلَا تَيْسٌ إِلَّا مَا شَاءَ الْمُصَدِّقُ وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ وَفِي الرِّقَةِ رُبْعُ الْعُشْرِ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ إِلَّا تِسْعِينَ وَمِائَةً فَلَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

کو پہنچے اور اس کے پاس یکسالہ ہو نہیں بلکہ اس کے پاس دو سالہ ہو تو اس سے وہ ہی وصول کرلی جائے اور اس کو عامل بیس درہم یا دو بکریاں واپس دے اور اگر مالک کے پاس زکوٰۃ کے مطابق یکسالہ مادہ ہو نہیں بلکہ اس کے پاس یکسالہ نر ہو تو اس سے وہ ہی لے لیا جائے اور اس کے ساتھ اور کچھ نہیں ۱۶؎ اور بکریوں کی زکوٰۃ میں ۱۷؎ یعنی جنگل میں چرنے والیوں میں جب چالیس ہوں تو ایک سو بیس تک ایک بکری ہے ۱۸؎ پھر جب ایک سو بیس سے بڑھ جائیں تو دو سو تک میں دو بکریاں ہیں اور جب دو سو سے زیادہ ہوں تو تین سو تک میں تین بکریاں ہیں جب تین سو سے زیادہ ہو جائیں تو ہر سینکڑے میں ایک بکری ہے ۱۹؎ پھر جب کسی کی جنگل میں چرنے والی بکریاں چالیس سے ایک بھی کم ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہیں لیکن اگر مالک چاہے تو (خیرات دیدے) ۲۰؎ اور زکوٰۃ میں نہ تو بڈھیا دی جائے نہ کانی ۲۱؎ اور نہ بکرا مگر یہ کہ عامل چاہے (تو لے لے) ۲۲؎ اور نہ تو متفرق مال کو جمع کیا جائے اور نہ زکوٰۃ کے ڈر سے جمع مال کو متفرق کیا جائے ۲۳؎ اور جو نصاب دو شریکوں کے درمیان ہو تو وہ آپس میں برابر برابر ایک دوسرے سے لے لیں ۲۴؎ اور چاندی میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے اور اگر صرف ایک سو نوے درہم ہوں تو ان میں کچھ زکوٰۃ نہیں مگر یہ کہ مالک چاہے (تو دیدے) ۲۵؎ (بخاری)

(۱۷۰۲) ۱؎ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں حضرت انس کو بحرین کا حاکم بنا کر بھیجا، تو انہیں جو قوانین لکھ کر دیئے ان میں زکوٰۃ کا قانون حسب ذیل تھا۔ خیال رہے کہ بحرین عرب کا ایک صوبہ ہے جو بصرہ سے قریب ہے، چونکہ یہ علاقہ دو دریاؤں کے بیچ میں ہے اس لئے اسے بحرین کہتے ہیں۔ ۲؎ یعنی زکوٰۃ کا حکم اللہ نے دیا ہے اور اس کی تفصیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی اور کسی حکم پر بغیر تفصیل معلوم ہوئے عمل نہیں ہو سکتا، اس لئے بعد ہجرت زکوٰۃ دینا فرض ہوئی یہاں مرقات نے فرمایا کہ زکوٰۃ کا حکم ہجرت سے پہلے آیا مگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفصیل بعد ہجرت بیان کی چنانچہ مکی آیتوں میں ملتا ہے اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ حضرت صدیق کا منشاء یہ ہے کہ جو کچھ میں لکھ رہا ہوں وہ اپنے اجتہاد یا قرآن و حدیث میں تاویل سے نہیں بلکہ اللہ کے صریح حکم اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے تفصیلی بیان سے ہے، اس سے معلوم ہوا کہ فرضیت اور حرمت کی نسبت حضور علیہ السلام کی طرف کی جاسکتی ہے یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے نماز و روزہ فرض

marfat.com

کیایا شراب و زنا حرام کیا ۳۔ یعنی اگر عامل یا حاکم مالک سے ظلماً" زیادہ مانگیں تو زیادتی نہ دی جائے بلکہ اس تحریر کے مطابق ادا کی جائے یا ایسے ظالم کو بالکل زکوٰۃ نہ دی جائے مالک خود فقراء کو دے' کیونکہ فاسق بادشاہ اور حاکم کا خلاف شرع حکم نافذ نہیں (مرقات) اس سے معلوم ہوا کہ ناجائز قانون یا حاکم کے ناجائز حکم پر عمل کرنا شرعاً" واجب نہیں' بلکہ اگر قدرت ہو تو ایسے قوانین اور احکام کو توڑ دے' وہ جو پہلے گزر چکا کہ عاملوں کو راضی کرو اگرچہ وہ ظلم ہی کریں' اس کے تین چار مطلب پہلے بیان کئے جاچکے ہیں' یعنی جو چیز تمہیں ظلم معلوم ہو اور واقع میں ظلم نہ ہو' تو اس میں عامل سے نہ جھگڑو قانونی کارروائی کرو وغیرہ لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں ۳۔ یعنی پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں' پانچ سائمہ اونٹوں میں ایک بکری واجب ہے دس اونٹوں میں دو بکریوں پندرہ میں تین اور بیس میں چار خیال رہے کہ اونٹ کا یہ نصاب پانچ ہے اور زیادتی معافی ہے' لہٰذا اگر کسی کے پاس نو اونٹ تھے اور زکوٰۃ دینے کے وقت چار ہلاک ہو گئے' تب بھی پوری بکری ہی دے گا' اس سے کچھ کم نہ کرے گا' یہی حق ہے' اسی پر فتویٰ ہے ۵۔ یعنی چوبیس تک اونٹوں کی زکوٰۃ بکریاں سے دی جائے گی کہ ہر پانچ میں ایک بکری' اور اس کے بعد خود اونٹ سے ہی دی جائے گی' اور زکوٰۃ میں اونٹ کی مادہ لی جائے گی نہ کہ غیر۔ بنت مخاض وہ اونٹنی ہے جو ایک سال کی ہو کر دوسرے سال میں قدم رکھ دے' چونکہ اس وقت اس کی ماں دوسرے بچے سے حاملہ ہو جاتی ہے۔ اس لئے اسے بنت مخاض کہتے ہیں' یعنی حاملہ کی بچی' مخاض حمل کو بھی کہتے ہیں اور دردزہ کو بھی رب تعالیٰ فرماتا ہے فاجاء ھا المخاض الی جذع النخلۃ یعنی حضرت مریم کو ان کا حمل یا دردزہ درخت کھجور کے پاس لایا۔ ۶۔ یعنی بکریوں کی حالت میں پانچ پر نصاب بڑھتا تھا اور اب دس پر بڑھے گا' بنت لبون وہ دو سالہ اونٹنی ہے جو تیسرے سال میں قدم رکھ دے چونکہ اس وقت اس کی ماں دوسرے بچے کو دودھ پلاتی ہوتی ہے' اس لئے اسے بنت لبون کہتے ہیں یعنی دودھ پلانے والی کی بچی لبون لبن سے ہے ۔ بمعنی دودھ ۷۔ یعنی چھیالیس سے ساٹھ اونٹوں کی زکوٰۃ تین سالہ اونٹنی ہے جو چوتھے سال میں داخل ہو جائے چونکہ اس وقت اونٹنی بوجھ اٹھانے کے لائق بھی ہو جاتی ہے اور نر کی جفتی کی مستحق بھی' اس لئے اسے حقہ کہتے ہیں یعنی مستحق جفتی' اسی سے حقیق ہے ۔ بمعنی لائق رب تعالیٰ فرماتا ہے حقیق علی ان لا اقول علی اللّٰہ الا الحق ۸۔ یعنی اس نصاب میں وہ اونٹنی واجب ہو گی جو پانچ کی ہو کر چھٹے سال میں قدم رکھ دے خیال رہے کہ جذع کے معنے ہیں اگنا' اسی لئے درخت کی جڑ کو جذع کہتے ہیں کہ اس پر شاخیں اگتی ہیں' رب تعالیٰ فرماتا ہے فاجاء ھا المخاض الی جذع النخلۃ چونکہ اس وقت اونٹنی کے سارے دانت اگ آتے ہیں اس لئے اسے جذع کہا جاتا ہے ۹۔ ان عبارات سے پتہ لگ رہا ہے کہ دو نصابوں کے بیچ کی کسروں میں کچھ واجب نہیں' لہٰذا اگر ان میں سے کچھ گھٹ جائے' تو زکوٰۃ گھٹے گی نہیں ۱۰۔ فتح القدیر میں ہے کہ زکوٰۃ کے نصاب نماز کی رکعتوں کی طرح توقیفی چیز ہیں جن میں عقل کو دخل نہیں' خیال رہے کہ اونٹ کی زکوٰۃ میں صرف مادہ یا اس کی قیمت لی جائے گی' گائے اور بکریوں کی زکوٰۃ میں مادہ اور نر دونوں لئے جاسکتے ہیں ۱۱۔ اس کے ظاہری معنے پر بہت سے علماء کا عمل ہے کہ وہ ایک سو بیس اونٹوں کے بعد چالیس تک زکوٰۃ میں کچھ زیادتی نہیں کرتے' چالیس پر ایک بنت لبون بڑھاتے ہیں مگر امام نخعی اور سفیان ثوری اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہم ایک سو بیس اونٹوں کے بعد پھر پہلے کی طرح زکوٰۃ میں زیادتی کرتے چلے جاتے ہیں چنانچہ ان کے ہاں ایک سو پچیس اونٹوں میں دو حقے ایک بکری' اور ایک سو تیس میں دو حقے دو بکریاں' اسی طرح پہلی ترتیب کے مطابق زیادتی ہو گی' ان بزرگوں کی دلیل وہ حدیث ہے جو سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب اونٹ ایک سو بیس سے زیادہ ہو جائیں تو ترد الفرائض الی اولہا اور وہ حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو ابن حزم کو

marfat.com

زکوٰۃ و دیتوں وغیرھما کا فرمان نامہ لکھ کر دیا جس میں اونٹ کی زکوٰۃ کے بارے میں تحریر فرمایا ان الابل اذا زادت علی عشرین ومائۃ استونفت الفریضۃ فتح القدیر نے اس مقام پر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کی بہت تحریریں نقل فرمائیں جن میں سے بحوالہ ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ حضرت عمر فاروق کی تحریر اور بحوالہ نسائی باب الدیات اور بحوالہ مراسیل ابوداؤد عمرو ابن حزم کی تحریر نقل فرمائی۔ شرح کنز میں بہت سی احادیث جمع کی ہیں جن سب میں یہی ہے کہ ایک سو بیس کے بعد نئے سرے سے زکوٰۃ واجب ہوگی۔ یہ حدیث اگرچہ بخاری کی ہے مگروہ احادیث بھی بہت سی اسنادوں سے مروی ہیں اور امام بخاری کی پیدائش سے پہلے ہی اجتہاد مجتہدین کی بنا پر قوی ہو چکی تھیں اگر کسی کی اسناد میں بعد کو ضعف پیدا ہوا ہو تو ان مجتہدین کو مضر نہیں (از مرقات) ۱۲؎۔ یعنی اگر مالک چاہے تو چار اونٹوں سے ہی صدقہ نفلی ادا کردے۔ کتنا ادا کرے' یہ اسے اختیار ہے ۱۳؎۔ کیونکہ چار سالہ اونٹنی کی قیمت کم ہوتی ہے' پنج سالہ کی زیادہ' مالک نے چونکہ واجب سے کم زکوٰۃ دی ہے اس کی کو پورا کرنے کے لئے یا ساتھ میں دو بکریاں دے یا بیس درہم یعنی پانچ روپے' خیال رہے کہ اس زمانہ میں عموماً چار سالہ اور پنجسالہ میں اتنا ہی فرق ہوتا تھا اور بکری کی قیمت ڈھائی روپے ہی تھی اس لئے یہ فرمایا گیا' اب یہ حساب نہ ہوگا' اب تو ایک بکری چالیس پچاس روپے کی ہوتی ہے' اب آج کے حساب سے زیادتی کمی لی جائے گی ۱۴؎۔ اس کی وجہ پہلے بیان ہو چکی' یہ اس زمانہ کی قیمتوں کے حساب سے ہے۔ ۱۴؎۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر عامل نے زکوٰۃ سے زیادہ قیمتی جانور وصول کرلیا ہے تو بقدر زیادتی مالک کو واپس کرے اور اگر اس سے کم لیا ہے تو کمی پوری کرنے کے لئے کچھ اور بھی ساتھ لے' مگر لین دین میں حساب برابر رکھا جائے گا کیونکہ انصاف کرنا ہے ۱۵؎۔ یعنی اونٹ کی زکوٰۃ میں مادہ ہی واجب ہے اگر مادہ نہ ہو تو اس سے اونچی عمر کا نر لیا جائے گا تاکہ انوثیت کا بدلہ زیادتی عمر سے ہو جائے' خیال رہے کہ مادہ نہ ہونے کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ مادہ موجود ہی نہیں' دوسرے یہ کہ موجود تو ہے مگر بیمار یا دبلی ہے' یا موجود تو ہے مگر بہت فربہ موٹی' نہایت اعلیٰ درجہ کی ہے' اور زکوٰۃ میں درمیانی لی جاتی ہے ان تینوں' صورتوں میں زیادہ عمر کا نر لیا جائے گا' (مرقات) ۱۶؎۔ عربی میں بکری کو غنم کہتے ہیں' کیونکہ اس کے پاس دشمن سے بچاؤ کا کوئی ذریعہ نہیں اس لئے اسے ہر دشمن غنیمت کی طرح آسانی سے لے لیتا ہے۔ بھیڑ اور دنبے بکریوں کے حکم میں ہیں ۱۷؎۔ جنگل میں چرنے والی وہ بکری ہے جو سال کا اکثر حصہ جنگل کی قدرتی پیداوار کھا کر پلے اگر زیادہ حصہ گھر کے چارے پر گزارے تو اسے علوفہ کہیں گے اس میں زکوٰۃ نہیں ہاں اگر تجارت کی بکریاں ہیں تو ان میں تجارتی زکوٰۃ ہے گھر چریں یا جنگل میں' خیال رہے کہ اگر بکریوں کے دودھ کی تجارت کرتا ہو نہ کہ عین بکری کی' تو ان میں تجارت کی زکوٰۃ نہیں ۱۸؎۔ خلاصہ یہ ہے کہ بکری کا نصاب چالیس ہے خواہ خالص بکریاں ہوں یا بکری بکرے مخلوط' خالص بکروں میں زکوٰۃ نہیں کیونکہ ان کی نسل نہیں چلتی' پھر پہلی کسر ۸۰ ہے جس میں زکوٰۃ نہیں بڑھتی' یعنی ایک سو بیس تک ایک ہی بکری واجب ہوتی ہے' ایک سو بیس کے بعد پھر ۸۰ کسر ہے جس سے زکوٰۃ نہیں بڑھتی' دو سو تک دو بکریاں ہی واجب ہوتی ہیں پھر سو کسر ہے جن سے زکوٰۃ نہیں بڑھتی' تین سو تک تین ہی بکریاں رہتی ہیں' تین سو کے بعد بھی سو ہی کسر ہے' چار سو پر ۴ بکریاں واجب ہوں گی' عام علماء کا یہی قول ہے' البتہ امام نخعی اور حسن ابن صالح رحمتہ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ اگر تین سو پر ایک بکری بھی زیادہ ہوگی تو چار بکریاں واجب ہوں گی' مگر پہلا قول زیادہ قوی ہے' ظاہری حدیث اسی کی تائید کررہی ہے۔ ۱۹؎۔ یہاں رجل سے مراد ہر بالغ عاقل مسلمان ہے مرد ہو یا عورت' یعنی چونکہ بکری کا نصاب چالیس ہے لہذا اگر انتالیس بکریاں بھی ہوں تو زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی' ہاں اگر مالک کچھ صدقہ نفلی دیدے تو اسے اختیار ہے ۲۰؎۔ بوڑھی میں بیمار بھی داخل ہے اور کانی میں ہر اس عیب والی

marfat.com

جس سے قیمت کم ہو جائے' یہ حکم جب ہے جب مالک کے پاس، جوان یا بے عیب بھی ہوں' لیکن اگر اس کے پاس ساری بوڑھی یا عیب دار ہی ہوں' تو انہی میں سے درمیانی بوڑھی یا عیب دار لی جائے گی (مرقات) ۲۱۔ صحیح یہ ہے کہ یہاں مصدق سے مراد صدقہ لینے والا عامل ہے نہ کہ دینے والا اور یہ استثناء صرف بکرے کی طرف لوٹ رہا ہے' یعنی زکوٰۃ میں بکرا نہ لیا جائے گا' ہاں اگر عامل بکرے ہی کو فقراء کے لئے مفید سمجھے تو لے لے' کیونکہ وہ فقراء کا وکیل ہے ان کی بھلائی کا لحاظ کرے' کبھی بکرا خصوصاً خصی قیمت میں بکری سے زیادہ ہوتا ہے اس جملہ کی اور بہت سی شرحیں کی گئی ہیں' لیکن فقیر کی یہ شرح سیدھی صاف اور بے گرد و غبار ہے ۲۲۔ یہ جملہ بہت جامع ہے جس کے بہت معنے ہو سکتے ہیں' اگر اس میں عامل کی طرف روئے سخن ہے تو معنے یہ ہوں گے کہ نہ تو عامل زکوٰۃ لینے کے لئے چند شخصوں کا تھوڑا مال ملا کر نصاب بنا لے' مثلاً دو شخصوں کے پاس بیس بیس بکریاں ہیں تو ان کو ملا کر چالیس بنا لے اور زکوٰۃ لے لے یہ ناجائز ہے اور نہ زکوٰۃ بڑھانے کے لئے ایک شخص کے ایک مال کو متفرق کر دے مثلاً کسی کے پاس ایک سو بیس بکریاں ہیں جن میں ایک بکری واجب ہوتی ہے عامل انہیں چالیس کے تین نصاب بنا لے اور تین بکریاں لے لے یہ ناجائز ہے' امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہی معنے کئے' اور اگر روئے سخن مالک کی طرف ہے تو مطلب یہ ہو گا کہ مالک تمام زکوٰۃ کم کرنے یا بچنے کے لئے متفرق مال جمع نہ کرے مثلاً دو شخصوں کے پاس چالیس چالیس بکریاں ہیں جن میں الگ الگ ایک بکری واجب ہوتی ہے مگر یہ دونوں عامل کے سامنے اسے شرکت کا مال قرار دے کر ایک بکری دیں یہ جرم ہے یا دو آدمیوں کی شرکت میں چالیس بکریاں ہیں جن میں ایک بکری واجب ہوتی ہے مگر عامل کے سامنے یہ دونوں تھوڑی دیر کے لئے شرکت توڑ دیں اور اگر شرکت توڑ دیں اور الگ الگ بیس بیس بکریاں دکھا کر زکوٰۃ سے بچ جائیں' یہ توجیہ امام شافعی کی ہے' اور ہو سکتا ہے کہ روئے سخن مالک اور عامل دونوں کی طرف ہو یعنی مالک تو صدقہ سے بچنے یا کم کرنے کے لئے مجتمع کو متفرق نہ کرے' اور عامل صدقہ بڑھانے یا واجب کرنے کے لئے متفرق کو جمع کرے خوف صدقہ دونوں کو شامل ہے' مالک کو صدقہ واجب ہونے یا بڑھ جانے کا خوف ہوتا ہے' اور عامل کو صدقہ واجب نہ رہنے یا گھٹ جانے کا' اور بھی اس کی بہت شرحیں ہو سکتی ہیں' یہ ہے اس افصح الفصحاء کی جامع البیانی کہ دو لفظوں میں بہت صورتیں بیان فرما دیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْمَا سَقَتِ السَّمَآءُ وَالْعُيُوْنُ أَوْ كَانَ عَثَرِيًّا الْعُشْرُ وَمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۱۷۰۳) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور نے فرمایا اس زمین میں جسے آسمان یا چشمے سیراب کریں یا ہو فارغ ا۔ اس میں دسواں حصہ ہے اور جسے پانی کھینچ کر سیراب کیا جائے اس میں بیسواں حصہ ہے ۲۔ (بخاری)

(۱۷۰۳) ا۔ عربی میں عثری وہ زمین کہلاتی ہے جو پانی سے قریب ہونے کی وجہ سے خود بخود تر رہتی ہو اور اس کا مالک اسے پانی دینے سے فارغ ہو حدیث شریف میں ہے کہ عثری آدمی برا ہے یعنی جو دین و دنیا سے فارغ ہو کر کچھ کام نہ کرے وہ برا ہے (از مرقات واشعہ) نیز جس درخت کی جڑیں گہرائی میں پہنچ کر زمین کی قدرتی تری خود لے لیں اسے عثری کہتے ہیں ۲۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس کھیت میں پانی دینے پر مالک کا خرچ ہو اس کی زکوٰۃ بیسواں حصہ ہے ورنہ دسواں کھینچنے میں کنوئیں سے نہر سے دریا سے کھینچنا سب شامل ہے

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

(۱۷۰۴) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا

marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْعَجْمَاءُ جُرْحُهَا جُبَارٌ وَالْبِئْرُ جُبَارٌ وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

رسول اللہ علیہ وسلم نے کہ جانوروں کا زخم باطل ہے ا۔ اور کنواں باطل ہے اور کان باطل ہے ۲۔ اور کان میں پانچواں حصہ ہے ۳۔ (مسلم بخاری)

(۱۷۰۴) ا۔ یعنی اگر کسی کا کوئی جانور گھوڑا گائے بھینس بدک کر مالک سے چھوٹ جائے اور کسی کو زخمی کردے تو مالک پر اس زخم کا قصاص یا تاوان نہ ہوگا کیونکہ یہاں مالک بے قصور ہے ہاں اگر مالک کی غفلت یا اس کے قصور سے جانور نے کسی کو جانی یا مالی نقصان پہنچایا تو مالک ذمہ دار ہے جیسے کوئی اپنا کٹ کھنا کتا دن میں کھلا چھوڑے اور وہ کسی کو زخمی کردے یا کسی کا جانور ماردے ان شاء اللہ اس کی پوری تحقیق کتاب القصاص میں آئے گی ۲۔ یعنی اگر کوئی شخص کسی کے کنوئیں یا کان میں گر کر مرجائے تو کنویں اور کان والے پر ضمان نہیں کہ وہ بے قصور ہے ہاں اگر کوئی شخص راستہ میں کنواں یا گڑھا کھود دے جس میں کوئی گر کر مرجائے اب یہ ذمہ دار ہے کیونکہ مجرم ہے ۳۔ یعنی اگر کسی کی زمین میں سونے چاندی یا کسی دھات کی قدرتی کان نکل آئے تو وہ پانچواں حصہ حکومت اسلامیہ کو دیگا اور چار حصہ اپنے خرچ میں لائے گا خیال رہے کہ رکاز رکز سے بنا جس کے معنے ہیں چھپنا یا خفیہ ہونا اسی لئے پاوں کی آہٹ کو رکز کہتے ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے او تسمع لھم رکزا جانور کے لات مار دینے کو بھی رکز کہتے ہیں اصطلاح میں رکز کان کو بھی کہتے ہیں اور دفینہ یعنی گاڑھے ہوئے خزانہ کو بھی امام اعظم ابوحنیفہ کے ہاں رکاز سے کان مراد ہے اور امام شافعی کے ہاں دفینہ امام اعظم کی دلیل وہ حدیث ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا رکاز کیا چیز ہے تو آپ نے فرمایا کہ وہ سونا جسے رب تعالٰی نے زمین میں قدرتی پیدا فرمایا (بیہقی عن ابی ہریرہ) نیز یہاں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے رکاز کا ذکر معدن کے ساتھ کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی معدن ہی ہے مرقات نے فرمایا کہ کان سے بعض چیزیں گل جانے والی پیدا ہوتی ہیں جیسے سونا چاندی لوہا اور باقی دھاتیں اور بعض پتلی جیسے پانی تیل اور تارکول اور بعض چیزیں خشک نہ گلنے والی جیسے چونا ہڑتال ہر قسم کے پتھر یا قوت نمک وغیرہ امام اعظم کے ہاں صرف دھاتوں میں خمس واجب ہے اور امام شافعی کے ہاں صرف سونے چاندی میں وہ باقی دھاتوں کو شکار کے جانور کی مثل مانتے ہیں جس کو مل جائے اسی کی (لمعات مرقات اشعہ)

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ — دوسری فصل

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ عَفَوْتُ عَنِ الْخَيْلِ وَالرَّقِيْقِ فَهَاتُوْا صَدَقَةَ الرِّقَةِ مِنْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا دِرْهَمٌ وَلَيْسَ فِيْ تِسْعِيْنَ وَمِائَةٍ شَيْءٌ فَاِذَا بَلَغَتْ مِائَتَيْنِ فَفِيْهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ۔
وَفِيْ رِوَايَةٍ لِاَبِيْ دَاؤدَ عَنِ الْحَارِثِ الْاَعْوَرِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ زُهَيْرٌ اَحْسِبُهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

(۱۷۰۵) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے گھوڑے اور غلام کی زکوٰۃ کی تو معافی دے دی ا۔ مگر چاندی کی زکوٰۃ دو ہر چالیس میں ایک درہم ہے اور ایک سو نوے میں کچھ نہیں جب دو سو کو پہنچیں تو ان میں پانچ درہم ہیں ۲۔ (ترمذی، ابوداؤد) اور ابوداؤد کی ایک روایت میں حضرت حارث ابن اعور سے ہے ۳۔ وہ حضرت علی سے راوی زہیر کہتے ہیں مجھے خیال ہے حضرت علی نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم

marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ هَاتُوْا رُبُعَ الْعُشْرِ مِنْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا دِرْهَمٌ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ شَيْءٌ حَتّٰى تَتِمَّ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ فَاِذَا كَانَتْ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ فَفِيْهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ فَمَا زَادَ فَعَلٰى حِسَابِ ذٰلِكَ وَفِي الْغَنَمِ فِيْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ شَاةً شَاةٌ اِلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ فَاِنْ زَادَتْ وَاحِدَةٌ فَشَاتَانِ اِلٰى مِائَتَيْنِ فَاِنْ زَادَتْ فَثَلٰثُ شِيَاهٍ اِلٰى ثَلٰثِ مِائَةٍ فَاِذَا زَادَتْ عَلٰى ثَلٰثِ مِائَةٍ فَفِيْ كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ اِلَّا تِسْعٌ وَّثَلٰثُوْنَ فَلَيْسَ عَلَيْكَ فِيْهَا شَيْءٌ وَفِي الْبَقَرِ فِيْ كُلِّ ثَلٰثِيْنَ تَبِيْعٌ وَفِي الْاَرْبَعِيْنَ مُسِنَّةٌ وَلَيْسَ

سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ چالیسواں حصہ دو۔ ہر چالیس درہم میں ایک درہم ہے اور تم پر کچھ نہیں حتی کہ دو سو درہم پورے ہو جائیں تو جب دو سو درہم ہو جائیں تو ان میں پانچ درہم میں جو اس پر زیادہ ہو تو اسی حساب پر ہے ۵۔ اور بکریاں میں ہر چالیس بکریوں میں ایک بکری ہے ۶۔ ایک سو بیس تک کہ اگر ایک زیادہ ہو جائے تو دو بکریاں دو سو تک اگر زیادہ ہوں تو تین بکریاں تین سو تک پھر اگر تین سو پر زیادہ ہوں تو ہر سینکڑے میں ایک بکری اگر بکریاں انتالیس ہوں تو ان کا تم پر کچھ نہیں ۷۔ اور گایوں میں ہر تیس میں ایک سالہ بچہ ہے ۸۔ اور چالیس میں دو سالہ بچہ اور کام کاج کے جانوروں میں کچھ نہیں ۹۔

(۱۷۰۵) ۱۔ گھوڑے سے مراد سواری کا گھوڑا اور غلام سے خدمت کا غلام مراد ہے یہاں گھوڑا اور غلام مثالاً" بیان فرمایا گیا ورنہ حاجت اصلیہ میں گھرے ہوئے کسی مال کی زکوٰۃ نہیں یعنی میں نے ان چیزوں کی زکوٰۃ معاف کردی یہاں مرقات میں ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم احکام شرعیہ کے مالک ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے معاف کردی یعنی اگر چاہتا تو ان سب کی زکوٰۃ واجب کردیتا ۲۔ حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ چاندی کا نصاب دو سو درہم یعنی ساڑھے باون تولہ ہے۔ جس سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں پھر دو سو کے بعد انتالیس درہم تک معافی چالیس پر ایک درہم اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ چاندی سونے کی زکوٰۃ میں دو نصابوں کے درمیان نصاب کے پانچویں حصہ سے کم معاف رہتا ہے اور پانچویں حصہ پر زکوٰۃ بڑھتی ہے' چنانچہ ساڑھے سات تولہ سونے کے بعد ڈیڑھ تولہ سے کم میں معافی ہوگی اور ڈیڑھ تولہ پر زکوٰۃ بڑھے گی' چاندی میں ساڑھے باون تولہ کے بعد سوا دس تولہ تک معافی اور ساڑھے دس تولہ پر زکوٰۃ بڑھے گی' ۳۔ ان کا نام حارث ابن عبداللہ ہمدانی ہے' کنیت ابو زہیر ہے' تابعی ہیں' مشہور یہ ہے کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے ہیں بعض محدثین نے آپ میں جرح کی ہے' آپ نے حضرت علی سے کل چار حدیثیں روایت کی ہیں (مرقات وغیرہ) ۴۔ یعنی زہیر جو راوی حدیث ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مجھے یقین نہیں بلکہ گمان ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے موقوف نہیں' حضرت علی کا خود اپنا قول نہیں ہے بلکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ۵۔ اس کی شرح ابھی گزر چکی' خیال رہے کہ چاندی کی زکوٰۃ میں سکہ رائج الوقت کا اعتبار نہیں بلکہ وزن ملحوظ ہے مگر تجارتی سامان کی زکوٰۃ میں سکہ رائج الوقت معتبر ہے' کیونکہ چاندی میں خود اس پر زکوٰۃ ہے مگر تجارتی مال میں اس کی قیمت پر ہے لہذا دو سو درہم کا لفظ بہت وسیع ہے' چوری کی سزا میں بھی مسروقہ مال کی قیمت کا اعتبار ہے (مرقاۃ) اس حدیث کی بنا پر صاحبین فرماتے ہیں کہ دو سو درہم کے بعد ہر درہم پر زکوٰۃ واجب ہے' کیونکہ ما زاد عام ہے مگر امام اعظم فرماتے ہیں کہ چالیس درہم سے کم میں زکوٰۃ نہیں' یہاں ما زاد سے مراد چالیس درہم ہیں جیسا کہ اوپر کے جملہ سے معلوم ہوا اور دوسری احادیث نے اس کی تصریح فرمادی' نیز ابوداؤد کی اس دوسری حدیث کی اسناد میں حارث و عاصم ہیں ان دونوں پر محدثین نے سخت جرح کی ہے لہذا یہ حدیث قابل سند

marfat.com

نہیں غرضیکہ فما زاد فعلیہ حساب ذالک کی عبارت مجروح ہے لہٰذا حق یہ ہی ہے کہ دو سو درہم کے بعد چالیس درہم سے کم پر زکوٰۃ نہ ہوگی ۶۔ یہ جملہ بھی تمام احادیث صحیحہ کے خلاف ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر چالیس بکریوں سے ایک بکری زکوٰۃ دی جائے' تو ایک سو بیس میں تین بکریاں واجب ہوں' حالانکہ چالیس کے بعد ایک سو بیس تک زکوٰۃ نہیں بڑھتی' مرقات نے فرمایا کہ لفظ کل زائد ہے' بعض نے فرمایا کہ یہ کل افرادی نہیں بلکہ بیان صنف کے لئے ہے یعنی بکری' بھیڑ' دنبہ وغیرہ ان تمام میں چالیس پر زکوٰۃ ہے' لہٰذا یہ آئندہ حدیث کے بھی خلاف نہیں اور دیگر احادیث کے بھی مخالف نہیں۔ ۷۔ اس کی شرح پہلے ہو چکی ہے' خیال رہے کہ بکریوں کی زکوٰۃ میں بکری کا چھوٹا' بچہ نہ دیا جائے گا بلکہ جوان بکری یا بکرا' جسے بکری کہہ سکیں مگر اس میں اونٹ و گائے کی طرح عمر مقرر نہیں کہ اتنے سال یا اتنے ماہ کی بکری ۸۔ یعنی تیس گائیوں میں یکسالہ بچھڑی یا بچھڑا واجب ہے یکسالہ بچھڑے کو تلبیعہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس وقت بچہ اپنی ماں کے تابع ہوتا ہے اونٹ کی زکوٰۃ میں صرف مادہ ہی وصول کی جاتی ہے' مگر گائے کی زکوٰۃ میں فرمایا وہ دونوں لئے جاسکتے ہیں کیونکہ بعض لحاظ سے مادہ اچھی ہے کہ نسل دیتی ہے' اور بعض وجوہ سے نر اچھا کہ کھیتی باڑی میں کام آتا ہے ۹۔ اسی طرح اگر اونٹ کام کاج کے لئے ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہیں پھر علوفہ یعنی گھر چارہ کھانے والی میں زکوٰۃ نہیں۔

وَعَنْ مُعَاذٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا وَجَّهَهٗ اِلَى الْيَمَنِ اَمَرَهٗ اَنْ يَّاْخُذَ مِنَ الْبَقَرَةِ مِنْ كُلِّ ثَلٰثِيْنَ تَبِيْعًا اَوْ تَبِيْعَةً وَّمِنْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ مُسِنَّةً رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ۔

(۱۷۰۶) روایت ہے حضرت معاذ سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں یمن میں بھیجا۱؎ تو حکم دیا کہ گائے میں ہر تیس سے ایک سالہ نر یا مادہ وصول کریں اور ہر چالیس سے دو سالہ ۲؎۔ (ابوداؤد و ترمذی نسائی دارمی)

(۱۷۰۶) ۱۔ وہاں کا حاکم بناکر' چونکہ اس زمانہ میں اسلامی حکام لوگوں کے ظاہری مال یعنی جانوروں اور زمینوں کی زکوٰۃ بھی وصول کرتے تھے جو بعد میں اپنے مصرف پر بہت احتیاط سے خرچ کردی جاتی تھی اس لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ تلقین فرمائی ۲۔ بقر کے معنی ہیں چیرنا پھاڑنا چونکہ بیل زمین میں ہل چلاتے ہیں جس سے زمین چر جاتی ہے اس لئے اسے بقر کہتے ہیں' بقرہ میں تا' تانیث کی نہیں' وحدت نوعی یا صنفی کی ہے لہٰذا یہ لفظ بیل پر بولا جاتا ہے' چونکہ عرب میں بھینس نہیں ہوتی اس لئے ان کا ذکر نہ فرمایا ورنہ بھینس کی زکوٰۃ بھی گائے کی طرح ہے خلاصہ یہ کہ گائے بھینس کا نصاب تیس ہے تیس میں ایک سال کا بچھڑا یا بچھڑی واجب ہے پھر چالیس تک زکوٰۃ نہ بڑھے گی' اور چالیس میں دو سالہ بچھڑا یا بچھڑی واجب ساٹھ میں دو تبیعے اور ستر میں ایک تبیعہ اور ایک مسنہ' غرض کہ ہر تیس پر تبیعہ واجب ہوتا رہے گا (یکسالہ) اور ہر چالیس پر مسنہ (دو سالہ) چالیس کے بعد ساٹھ سے کم میں بہت اختلاف ہے' صاحبین کے ہاں اس زیادتی سے زکوٰۃ نہ بڑھے گی' امام اعظم سے اس میں تین روایتیں ہیں اس کی تحقیق ہدایہ کی شرح میں دیکھو' یہ حدیث اگرچہ منقطع ہے کیونکہ اس میں مسروق نے حضرت معاذ سے روایت کی' مگر انہوں نے معاذ سے ملاقات نہیں کی لیکن چونکہ بہت احادیث سے اسے تقویت پہنچ چکی ہے اس لئے قابل عمل ہے' اسی لئے ترمذی نے اسے احسن فرمایا۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

(۱۷۰۷) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول

marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُعْتَدِيْ فِي الصَّدَقَةِ كَمَانِعِهَا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ ـ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ زکوۃ میں حد سے تجاوز کرنے والا زکوۃ نہ دینے والے کی طرح ہے ا۔(ابوداؤد و ترمذی)

(۱۷۰۷) ا۔اس حدیث کے دو معنے ہو سکتے ہیں' ایک یہ کہ جو عامل زکوۃ وصول کرنے میں زیادتی کرے کہ یا زیادہ لے یا بہترین مال لے وہ ایسا ہی گناہگار ہے جیسے زکوۃ نہ دینے والا یا جو مال زکوۃ دینے میں زیادتی کرے کہ یا تو کم دینے کی کوشش کرے یا ناقص یا ٹال مٹول کرے وہ ایسا ہی گنہگار ہے جیسے زکوۃ نہ دینے والا علماء فرماتے ہیں کہ زکوۃ خوشدلی سے دو' اسے عبادت سمجھو ٹیکس نہ سمجھو' مستحق کو دو' جان بوجھ کر غیر مستحق کو نہ دو' دے کر احسان نہ جتاؤ اگر اپنے عزیز فقیر کو دی ہے تو اسے طعنہ نہ دو بلکہ اس کا ذکر کبھی بھی نہ کرو کہ ان سے صدقہ باطل ہو جاتا ہے' رب تعالٰی فرماتا ہے لا تبطلوا صدقتکم بالمن والاذی اور یہ سب حد سے بڑھنے میں داخل ہیں۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ فِيْ حَبٍّ وَلَا تَمْرٍ صَدَقَةٌ حَتّٰى يَبْلُغَ خَمْسَةَ اَوْسُقٍ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ ـ

(۱۷۰۸) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دانوں اور کھجوروں میں زکوۃ نہیں حتی کہ پانچ وسق کو پہنچیں ا۔(نسائی)

(۱۷۰۸) اس حدیث کی مکمل شرح بھی کچھ پہلے ہو چکی کہ امام اعظم کے ہاں یہاں زکوۃ سے زکوۃ تجارت مراد ہے چونکہ اس زمانہ میں ایک وسق یعنی ساٹھ صاع چالیس درہم کا ہوتا تھا اور پانچ وسق دو سو درہم کے اس لئے پانچ وسق سے کم میں زکوۃ نہ تھی' زکوۃ پیداوار مراد نہیں کہ یہ تو ہر تھوڑے زیادہ میں ہے۔

وَعَنْ مُوْسَى بْنِ طَلْحَةَ قَالَ عِنْدَنَا كِتَابُ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّمَا اَمَرَهٗ اَنْ يَّاْخُذَ الصَّدَقَةَ مِنَ الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ وَالزَّبِيْبِ وَالتَّمْرِ مُرْسَلٌ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ ـ

(۱۷۰۹) روایت ہے حضرت موسیٰ ابن طلحہ سے ا۔فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس حضرت معاذ ابن جبل کے کتاب ہے جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے فرمایا کہ انہیں حضور نے یہ حکم دیا کہ وہ گیہوں' جو' کشمش' کھجور سے زکوۃ لیں ۲۔(شرح سنہ)

(۱۷۰۹) ا۔آپ کا نام موسے ابن طلحہ ابن عبداللہ ہے تیمی ہیں قرشی ہیں تابعی ہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا تو ہوئے۔مگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کر سکے' آپ کا نام موسے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ہی نے رکھا' آپ کے والد طلحہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں ۲۔یہ حدیث ظاہری معنے سے امام اعظم کی دلیل ہو سکتی ہے کیونکہ اس میں ان چیزوں کا وزن مقرر نہ کیا گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیداوار میں مطلقاً زکوۃ واجب ہے کم ہو یا زیادہ' اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضرت موسے فرما رہے ہیں ہمارے پاس معاذ ابن جبل کی ہی مضمون کی کتاب بھی ہے اور ہمیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ خبر بھی پہنچی ہے اس صورت میں یہ حدیث مرسل ہے' کیونکہ تابعی نے بغیر ذکر صحابی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے حدیث نقل کر دی' اسی معنے کی بنا پر مصنف نے اسے مرسل فرمایا اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت معاذ کی وہ کتاب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے یا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو حضرت معاذ نے لکھ لیا تھا' اس صورت میں یہ حدیث مرسل نہیں بلکہ متصل ہے۔

marfat.com

وَعَنْ عَتَّابِ بْنِ اُسَیْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ زَکٰوۃِ الْکُرُوْمِ اِنَّھَا تُخْرَصُ کَمَا تُخْرَصُ النَّخْلُ ثُمَّ تُؤَدّٰی زَکٰوتُہٗ زَبِیْبًا کَمَا تُؤَدّٰی زَکٰوۃُ النَّخْلِ تَمْرًا رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ

(۱۷۱۰) روایت ہے حضرت عتاب ابن اسید سے ا۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انگور کی زکوۃ کے بارے میں فرمایا کہ اس کا یوں ہی اندازہ لگایا جائے جیسے کھجور کا لگایا جاتا ہے پھر اس کی کشمش سے یوں ہی زکوۃ دی جائے جیسے کھجور سے چھوہاروں کی دی جاتی ہے ۲۔ (ترمذی وابوداؤد)

(۱۷۱۰) ا۔ آپ قرشی ہیں' اموی ہیں' فتح مکہ کے دن ایمان لائے اور آپ کو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ کا حاکم بنایا' صدیق اکبر نے اپنی خلافت میں آپ کو اس عہدہ پر بحال رکھا' صدیق اکبر کی وفات کے دن آپ کی مکہ مکرمہ میں وفات ہوئی وہیں دفن ہوئے' کل پچیس سال عمر پائی بڑے صالح متقی تھے ۲۔ حدیث بالکل ظاہر ہے کہ انگور کے باغ کا مالک سارے انگور توڑ کر وزن کر کے زکوۃ نہ نکالے بلکہ پہلے تو یہ اندازہ لگائے کہ کل پھل کتنا ہو گا' پھر یہ کہ کشمش ہو کر کتنا رہے گا' اس کا دسواں یا بیسواں حصہ زکوۃ نکالے' چونکہ خیبر پہلے ۷ ہجری میں فتح ہو چکا تھا جہاں کھجور کے باغات ہیں وہاں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ ابن رواحہ کو اندازہ لگانے کے لئے بھیجا تھا اور طائف بعد میں فتح ہوا جہاں انگور کے باغات بکثرت تھے' اس لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے انگور کی زکوۃ کو کھجور کی زکوۃ سے تشبیہ دی (از مرقات)

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِیْ حَثْمَةَ حَدَّثَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ اِذَا خَرَصْتُمْ فَخُذُوْا وَدَعُوا الثُّلُثَ فَاِنْ لَّمْ تَدَعُوا الثُّلُثَ فَدَعُوا الرُّبُعَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ

(۱۷۱۱) روایت ہے حضرت سہل ابن ابی حثمہ سے انہوں نے خبر دی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ جب تم اندازہ لگاؤ تو تہائی چھوڑ دو اگر تہائی نہ چھوڑو تو چوتھائی تو ضرور چھوڑ دو ا۔ (ترمذی' ابوداؤد' نسائی)

(۱۷۱۱) ا۔ یہ حکام کو حکم ہے یعنی اے حاکمو جب تم باغوں یا کھیتوں کی زکوۃ لینے جاؤ تو خود بھی اور دوسرے واقف کاروں کی مدد سے بھی اندازہ لگاؤ کہ اس میں کل پھل یا دانہ کتنا ہے' اس کی زکوۃ کا حساب لگاؤ اور تہائی یا چوتھائی زکوۃ چھوڑ دو تاکہ وہ مالک خود اپنے ہاتھ سے اپنے غریب قرابت داروں وغیرہ کو دے اور دو تہائی یا تین چوتھائی خود لے آؤ؟ خیال رہے کہ امام شافعی و ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہما کے نزدیک یہ حکم خراج میں ہے زکوۃ پوری عامل وصول کرے گا' ان کے ہاں یہ حکم خیبر کے حکام کو تھا جو خیبر کے یہودیوں سے پیداوار کا نصف وصول کرنے جاتے تھے' کیونکہ ان لوگوں سے اس پر صلح ہوئی تھی کہ پیداوار کا آدھا تمہارا ہو گا اور آدھا مسلمانوں کا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے از روئے کرم حکم دیا کہ اپنے اندازے سے کچھ کم کر کے اس کا آدھا لو تاکہ ہماری طرف ان کا حق نہ آ جائے ہمارا ان کی طرف رہ جائے تو حرج نہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَبْعَثُ عَبْدَ اللّٰہِ ابْنَ رَوَاحَةَ اِلٰی یَھُوْدَ فَیَخْرُصُ النَّخْلَ حِیْنَ یَطِیْبُ قَبْلَ اَنْ یُّؤْکَلَ مِنْهُ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ۔

(۱۷۱۲) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ ابن رواحہ کو ا۔ یہود (خیبر) کی طرف بھیجتے تھے تو وہ کھجوروں کا اندازہ لگاتے تھے پکنے کے وقت' کھائے جانے سے پہلے ۲۔ (ابوداؤد) ۳۔

marfat.com

(۱۷۱۲) ا۔ آپ کے حالات پہلے بیان ہو چکے کہ آپ مشہور صحابی ہیں، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے شاعر ہیں غزوہ موتی میں شہید ہوئے، آپ کے ذمہ وہ خدمت تھی جو آگے آرہی ہے۔ ۲۔ گزشتہ حدیث میں عرض کیا گیا کہ یہود خیبر سے اس بات پر صلح ہوئی تھی کہ کھجوروں کے باغات مسلمانوں کے ہوں گے، اور محنت ان یہود کی پیداوار آدھی آدھی، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پھل پکنے کے وقت حضرت عبداللہ ابن رواحہ کو اندازہ لگانے کے لئے خیبر بھیجتے تھے، کیونکہ وہ اندازہ لگانے میں ماہر تھے، چنانچہ آپ ان یہود سے فرمادیا کرتے تھے کہ اس باغ میں اتنے پھل ہیں، تم یا اس کے آدھے پھل ہم سے لے لو اور باغ ہمیں چھوڑ دو، یا آدھے پھل ہمیں دے دو اور باغ تمہارا اس فیصلہ پر یہود بہت خوش ہوتے اور کہتے تھے کہ یہ وہ عدل ہے جس سے آسمان و زمین قائم ہیں، مسلمانوں کے عدل و انصاف کے کفار بھی قائل تھے ۳۔ یہ حدیث ابوداؤد میں دو جگہ آئی ہے کتاب الزکوٰۃ میں اور کتاب البیوع میں پہلی کی اسناد میں ایک مجہول شخص ہے دوسری کی اسناد میں جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہے، تمام راوی ثقہ ہیں، لہذا یہ حدیث حسن لغیرہ ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعَسَلِ فِيْ كُلِّ عُشْرَةِ اَزْقٍ زِقٌّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ فِيْ اِسْنَادِهٖ مَقَالٌ وَلَا يَصِحُّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَا الْبَابِ كَثِيْرُ شَيْءٍ

(۱۷۱۳) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شہد کے بارے میں کہ ہر دس مشک میں ایک مشک ہے ا۔ (ترمذی) اور فرمایا کہ اس کی اسناد میں کلام ہے اور اس بارے میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے کچھ زیادہ منقول نہیں ۲۔

(۱۷۱۳) ا۔ شہد کی زکوٰۃ کا مسئلہ بڑے معرکہ کا ہے، تین اماموں کے ہاں اس میں زکوٰۃ نہیں، امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں اس میں زکوٰۃ ہے، پھر اس کے نصاب کے بارے میں خود امام صاحب سے کئی روایتیں ہیں، ایک یہ کہ اگر شہد عشری زمین سے حاصل ہو تو اس میں مطلقاً زکوٰۃ ہے تھوڑا ہو یا زیادہ، کیونکہ سرکار فرماتے ہیں ما اخرجتہ الارض ففیہ العشر اور ایک روایت میں یہ ہے کہ شہد کی قیمت پر زکوٰۃ ہے ایک روایت یہ ہے کہ اگر دس مشکیزے ہوں، تو ایک مشکیزہ اس کی زکوٰۃ یہ حدیث اس تیسرے قول کی دلیل ہے امام شافعی کا بھی پہلا قول یہی تھا ۲۔ یعنی محدثین کے نزدیک یہ صحیح نہیں، خیال رہے کہ محدثین کی یہ جرح امام اعظم کو مضر نہیں کیونکہ یہ حدیث امام صاحب کو صحیح ملی تھی، اس لئے کہ آپ کا زمانہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے بہت قریب ہے، ان محدثین کو ضعیف ہو کر ملی بعد کا ضعف امام صاحب کو مضر نہ ہوگا، نیز یہ حدیث بہت روایتوں سے مروی ہے چنانچہ ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے روایت کی کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے شہد سے عشر وصول فرمایا ہے بعض احادیث میں یوں ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شہد کا عشر لیا جاتا تھا، ہدایہ نے حدیث یوں نقل کی کہ بنی شبابہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو شہد کا عشر دیتے تھے، تعدد اسناد کی وجہ سے متن حدیث قوی ہو گیا۔

وَعَنْ زَيْنَبَ امْرَاَةِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَتْ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ فَاِنَّكُنَّ اَكْثَرُ اَهْلِ جَهَنَّمَ

(۱۷۱۴) روایت ہے حضرت زینب زوجہ عبداللہ (ابن مسعود) سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب کیا فرمایا کہ اے بیبیو خیرات دو اگرچہ اپنے زیور ہی سے ہو کیونکہ

marfat.com

يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ؂

قیامت میں تم زیادہ دوزخی ہو گی ا۔(ترمذی) ۲۔

(۱۷۱۴) ا۔ یعنی پہننے کے سونے چاندی کے زیور میں بھی زکوۃ واجب ہے' یہاں صدقہ سے مراد زکوۃ ہے جیسا کہ اگلی حدیث میں صاف آ رہا ہے خیال رہے کہ پہننے کے ان زیوروں پر امام اعظم کے ہاں زکوۃ واجب ہے' امام شافعی کے قول جدید میں اور امام احمد کے ہاں اس میں زکوۃ نہیں' یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے اس کا کچھ ذکر اگلی حدیث میں آ رہا ہے ۲۔ مرقات نے فرمایا کہ اس حدیث کی اسناد بالکل صحیح ہے اور اس کے راوی سارے قوی' نیز اس کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے ہے والذین یکنزون الذهب والفضة الایہ رب تعالٰی نے سونے چاندی میں تجارت کی قید نہ لگائی' معلوم ہوا کہ پہننے کا زیور بھی اسی حکم میں داخل ہے' لہٰذا سونے چاندی کے استعمالی زیور پر زکوۃ فرض ہے جبکہ ان کا وزن نصاب کو پہنچ جائے۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ امْرَأَتَيْنِ اَتَتَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ اَيْدِيْهِمَا سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ لَهُمَا اَتُؤَدِّيَانِ زَكٰوتَهٗ قَالَتَا لَا فَقَالَ لَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتُحِبَّانِ اَنْ يُّسَوِّرَكُمَا اللّٰهُ بِسِوَارَيْنِ مِنْ نَّارٍ قَالَتَا لَا قَالَ فَاَدِّيَا زَكٰوتَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ قَدْ رَوَى الْمُثَنَّى بْنُ الصَّبَّاحِ ؂ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ نَحْوَ هٰذَا وَالْمُثَنَّى بْنُ الصَّبَّاحِ وَابْنُ لَهِيْعَةَ يُضَعَّفَانِ فِي الْحَدِيْثِ وَلَا يَصِحُّ فِيْ هٰذَا الْبَابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ ؂

(۱۷۱۵) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ دو عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن (کڑے) تھے ان سے حضور انور نے فرمایا کہ تم ان کی زکوۃ دیتی ہو ا۔ وہ بولیں نہیں تب ان سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم پسند کرتی ہو کہ اللہ تمہیں آگ کے کنگن پہنائے ۲۔ وہ بولیں نہیں فرمایا تو ان کی زکوۃ دیا کرو (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث مثنی ابن صباح نے روایت کی اور عمرو ابن شعیب سے اس کی مثل اور مثنی ابن صباح اور ابن لہیعہ حدیث میں ضعیف مانے جاتے ہیں اور اس باب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں ۳۔

(۱۷۱۵) ا۔ یہ سونے چاندی کے کنگن پہننے کے تھے' تجارتی نہ تھے وزنی تھے کہ ساڑھے سات تولہ ان کا وزن تھا' اس لئے ان بیبیوں سے پوچھا گیا' یہ سوال فرمانا آئندہ حکم کی تمہید ہے' جیسے رب تعالٰی نے موسیٰ علیہ السلام سے پہلے پوچھا کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے' کیوں پوچھا' آئندہ کلام کی تمہید کے لئے' لہٰذا اس سوال سے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بے علمی ثابت نہیں ہو سکتی' حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اپنے ہر ایک امتی کے ہر ایک عمل سے خبردار ہیں' دیکھو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ کے کس امتی کے اعمال آسمان کے تاروں کے برابر ہیں' تو فرمایا عمر فاروق کے رضی اللہ عنہ معلوم ہوا کہ ہر امتی کے اعمال بلکہ ان کے ٹوٹل کی بھی خبر ہے ۲۔ اس وعید سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں زکوۃ سے مراد شرعی فرضی زکوۃ ہے نہ کہ نفلی صدقہ کیونکہ نفل ادا نہ کرنے پر سزا یا وعید نہیں ہوتی ۳۔ شاید امام ترمذی کو یہ حدیث صحیح ہو کر نہ ملی' تو وہ اپنے علم کی بنا پر یہ فرما گئے ورنہ اصل حدیث بہت اسنادوں سے مروی ہے چنانچہ ابوداؤد و نسائی اور ابن ماجہ بلکہ خود ترمذی نے بھی حضرت علی سے روایت کی کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاندی کی زکوۃ ہر چالیس درہم سے ایک درہم

marfat.com

لواکرو' نیز ابوداؤد و نسائی نے روایت کی کہ ایک عورت اپنی لڑکی کو لے کر حاضر بارگاہ نبوی ہوئی' جس کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے' تو فرمایا کہ کیا ان کی زکوٰۃ دیتی ہو عرض کیا نہیں فرمایا کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ کل تم کو دوزخ میں آگ کے کنگن پہنائے جائیں' تو اس نے فوراً کنگن اتار کر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف پھینک دیئے' اور بولی یہ اللہ رسول کے لئے صدقہ ہیں' یہ حدیث بالکل صحیح الاسناد ہے' نیز ابوداؤد نے عبداللہ ابن شداد ابن الہاد سے روایت کی کہ ہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے اپنا واقعہ سنایا کہ میرے پاس ایک بار حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں ہاتھوں میں کنگن پہنے بیٹھی تھی تو فرمایا اے عائشہ کیا ان کی زکوٰۃ دیتی ہو' میں بولی نہیں' تو فرمایا دوزخ میں جانے کے لئے یہ کافی ہیں' اسے حاکم نے بھی نقل فرمایا اور فرمایا یہ حدیث صحیح ہے' غرضیکہ زیور پر زکوٰۃ واجب ہونے کی صحیح احادیث بہت ہیں' اور قرآنی آیات سے ان کی تائید ہے' اگلی حدیث بھی آرہی ہے (فتح القدیر' مرقات) خیال رہے کہ ابن لہیعہ کو امام ترمذی نے ضعیف کہا' مگر امام طحاوی نے ان کی توثیق کی ہے' امام اعظم کا مذہب نہایت قوی ہے اور استعمالی زیوروں پر زکوٰۃ فرض ہے۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَلْبَسُ اَوْضَاحًا مِّنْ ذَهَبٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَكَنْزٌ هُوَ فَقَالَ مَا بَلَغَ اَنْ تُؤَدّٰى زَكٰوتُهٗ فَزُكِّيَ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ رَوَاهُ مَالِكٌ وَّاَبُوْدَاوُدَ۔

(۱۷۱۶) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں کہ سونے کے کنگن پہنا کرتی تھی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ بھی خزانہ کرنا ہے ا؎ فرمایا جو جوب زکوٰۃ کی حد کو پہنچے تو تم اس کی زکوٰۃ دیتی رہو تو خزانہ نہیں ۲؎ (مالک و ابوداؤد)

(۱۷۱۶) ا؎ خزانہ سے مراد وہ خزانہ ہے جس کی برائی قرآن کریم میں ہے **والذین یکنزون الذھب والفضۃ الایہ**۔ سوال یہ فرما رہی ہیں کہ اس سونے کی تجارت تو کرنا نہیں ہے صرف پہننے کے لئے ہے' تو کیا یہ بھی اس آیت کریمہ کی زد میں آتا ہے' وہ سمجھی یہ تھیں کہ جیسے پہننے کے کپڑوں میں زکوٰۃ نہیں' تو ہو سکتا ہے کہ پہننے کے زیور میں بھی نہ ہو انہیں یہ خیال نہ رہا کہ کپڑا ضروریات زندگی کی چیز ہے' زیور ایسا نہیں ۲؎ اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ استعمالی زیور پر زکوٰۃ ہے یہ حدیث بالکل صحیح ہے' میرک نے فرمایا کہ اس کے راوی امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں' اسے حاکم اور ابن قطان نے بھی نقل فرمایا ابن قطان نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے (مرقاۃ) مطلب یہ ہے کہ اگر زیور کی زکوٰۃ نہ دی جائے تو یہ بھی کنز میں داخل ہے جس پر قرآن کریم میں سخت وعید آئی' اگر زکوٰۃ دی جائے تو کنز نہیں۔

وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْمُرُنَا اَنْ نُّخْرِجَ الصَّدَقَةَ مِنَ الَّذِيْ نُعِدُّ لِلْبَيْعِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ۔

(۱۷۱۷) روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم کو حکم دیتے تھے کہ اس مال کی زکوٰۃ دیں جو تجارت کے لئے رکھتے ہیں ا؎ (ابوداؤد)

(۱۷۱۷) ا؎ یعنی سونے چاندی میں تو بہرحال زکوٰۃ ہے تجارت کے لئے ہو یا پہننے کے لئے یا کسی اور مقصد کے لئے مگر ان دونوں کے علاوہ دوسرے مالوں میں زکوٰۃ جب ہوگی کہ تجارت کے لئے ہوں اس قاعدہ کلیہ میں تمام مال داخل ہیں' حتی کہ کپڑے' زمین' غلہ' جانور بھی' خیال رہے کہ جانوروں میں سائمہ کی زکوٰۃ اور ہے' تجارتی کی زکوٰۃ کچھ اور' سائمہ کی زکوٰۃ تو وہ ہے جو پہلے ذکر ہوئی' کہ پانچ اونٹ میں ایک بکری' دس میں دو الخ مگر تجارتی اونٹ میں قیمت اگر دو سو درہم تک پہنچے تو چالیسواں حصہ اسی طرح پیداوار کی

marfat.com

زکوٰۃ اور ہے' مگردانہ' پھلوں کی زکوٰۃ کچھ اور' پیداوار کی زکوٰۃ بیان ہو چکی کہ تھوڑی یا بہت زکوٰۃ واجب ہے دسواں یا بیسواں حصہ' مگران کی تجارتی زکوٰۃ چالیسواں حصہ ہوئی جبکہ دو سو درہم کو پہنچیں' لہٰذا یہ حدیث گزشتہ احادیث کے خلاف نہیں کہ یہاں تجارتی زکوٰۃ مراد ہے۔

وَعَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْطَعَ لِبِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ الْمُزَنِيِّ مَعَادِنَ الْقَبَلِيَّةِ وَهِيَ مِنْ نَاحِيَةِ الْفُرْعِ فَتِلْكَ الْمَعَادِنُ لَا تُؤْخَذُ مِنْهَا إِلَّا الزَّكٰوةُ إِلَى الْيَوْمِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ؕ

(۱۷۱۸) روایت ہے حضرت ربیعہ ابن ابی عبدالرحمٰن سے وہ چند راویوں سے راوی ا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بلال ابن حارث مزنی کو ۲ قبلیہ کی کانیں جاگیر دیں ۳ قبلیہ مقام فرع کے اطراف میں واقع ہے تو ان کانوں سے آج تک زکوٰۃ کے سوا کچھ نہیں لیا جاتا ہے ۴۔

(۱۷۱۸) ا۔ یعنی حضرت ربیعہ ابن ابی عبدالرحمٰن نے جو بڑے مشہور تابعی ہیں جن کا لقب ربیعہ رائے ہے' بہت سے صحابہ سے یہ حدیث نقل فرمائی ۲۔ بلال ابن حارث صحابی ہیں' مزنیہ کے وفد میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر اسلام لائے' اسی سال عمر پائی ۶۰ھ میں وفات ہوئی' ۳۔ یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان بلال کو مقام فرع کے پاس جو مکہ و مدینہ منورہ کے درمیان ایک جگہ ہے' مدینہ منورہ سے پانچ منزل پر ہے' وہاں نمک کی کانیں تھیں عطا فرمائیں بطریق معافی جاگیر کہ وہاں سے سونا چاندی نکالیں اور اپنا گزارہ کریں' قبل بھی ایک جگہ کا نام ہے' معلوم ہوا کہ بادشاہ اسلام کسی کو کوئی زمین بطور جاگیر دے سکتا ہے۔ ۴۔ یعنی کان سے نکلنے والی دھات میں پانچواں حصہ واجب ہوتا ہے (خمس) مگران کانوں کے سونے چاندی میں خمس واجب نہیں ہوا بلکہ زکوٰۃ یعنی چالیسواں حصہ واجب ہوا' خیال رہے کہ حضرت امام شافعی کے ہاں جاگیر کی کان سے جو برآمد ہو اس میں چالیسواں حصہ واجب ہے' مگر امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک خمس ہی واجب ہے امام شافعی کی دلیل یہ حدیث ہے' حضرت امام اعظم کی دلیل وہ گزشتہ حدیث کہ وفی الرکاز الخمس یہ حدیث منقطع ہے' لہٰذا اس سے دلیل نہیں پکڑی جاسکتی (مرقات) یا یہ حضرت بلال کی خصوصیات سے ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ؕ تیسری فصل

عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ فِي الْخَضْرَاوَاتِ صَدَقَةٌ وَلَا فِي الْعَرَايَا صَدَقَةٌ وَلَا فِي أَقَلَّ مِنْ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ وَلَا فِي الْجَبْهَةِ صَدَقَةٌ قَالَ الصَّقْرُ الْجَبْهَةُ الْخَيْلُ وَالْبِغَالُ وَالْعَبِيدُ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ ؕ

(۱۷۱۹) روایت ہے حضرت علی سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ تو سبزیوں میں زکوٰۃ ا۔ اور نہ عرایا (عاریۃ) میں ۲۔ اور نہ پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ ۳۔ ہے نہ کام کاج کے جانور میں زکوٰۃ ہے ۴۔ اور نہ پیشانیوں میں امام سقر نے فرمایا کہ پیشانی سے مراد گھوڑے اور خچر اور غلام ہیں ۵۔ (دار قطنی)

(۱۷۱۹) ا۔ امام اعظم کے نزدیک سبزیوں میں عشر یا بیسواں حصہ ہے صاحبین کے ہاں نہیں' یہ حدیث صاحبین کی دلیل ہے' امام اعظم قدس سرہ کے ہاں اس سے زکوٰۃ تجارت مراد ہے' اس کی بحث پہلے ہو چکی' سبزیوں سے مراد تمام نہ ٹھہرنے والی چیزیں ہیں جیسے ترکاریاں پھول بینگن' کدو وغیرہ ۲۔ عرایا عریہ کی جمع ہے' عریہ وہ درخت ہے جو کسی کو ایک دو فصلوں کے لئے عاریۃً دے دیا

marfat.com

جاوے کہ وہ اس کے پھل کھایا کرے اصل درخت مالک کا ہو' کبھی کسی سے خشک کھجوریں لے کر اس کے عوض درخت کی کھجوریں دے دیتے ہیں اسے بھی عریہ کہا جاتا ہے' اس کی پوری بحث کتاب البیوع میں ہوگی' انشاء اللہ ۳۔ اس کی بحث پہلے ہو چکی کہ امام اعظم کے نزدیک یہاں زکوٰۃ سے تجارتی زکوٰۃ مراد ہے' چونکہ اس زمانہ میں ایک وسق چالیس درہم کا ہوتا تھا تو پانچ وسق دو سو درہم کے ہوئے اس لئے یہ ارشاد ہوا' ورنہ پیداوار کی زکوٰۃ ہر تھوڑی بہت پر ہوگی' دلائل اسی باب میں ابھی کچھ پہلے عرض کئے گئے ۴۔ یعنی کام کاج کے اونٹ گایوں وغیرہ میں زکوٰۃ نہیں' کیونکہ یہ تجارتی مال نہیں' اسی طرح علوفہ یعنی گھر کا چارہ کھانے والے جانوروں میں زکوٰۃ واجب نہیں' یہ مسئلہ بھی پہلے گزر چکا ۵۔ کہ جب یہ تجارت کے لئے نہ ہوں' خدمت کے لئے ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہیں' ہاں اس غلام کا فطرہ آقا پر واجب ہوگا۔

وَعَنْ طَاوُسٍ اَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ اُتِيَ بِوَقْصِ الْبَقَرِ فَقَالَ لَمْ يَاْمُرْنِيْ فِيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ رَوَاهُ الدَّارَ قُطْنِيُّ وَ الشَّافِعِيُّ وَقَالَ الْوَقْصُ مَا لَمْ يَبْلُغِ الْفَرِيْضَةَ ؛

(۱۷۲۰) روایت ہے حضرت طاؤس سے کہ حضرت معاذ ابن جبل کے پاس نصاب سے کم گائیں لائی گئیں تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی حکم نہیں دیا ۱۔ (دار قطنی شافعی) اور امام شافعی نے فرمایا کہ وقص وہ عدد ہے کہ نصاب کو نہ پہنچے ۲۔

(۱۷۲۰) ۱۔ کیونکہ وجوب زکوٰۃ کے لئے مال کا بقدر نصاب ہونا شرط ہے' اونٹ کا نصاب پانچ ہے' گائے کا تیس' بکریوں کا چالیس' اس کا ذکر پہلے ہو چکا ۲۔ اول ہی سے نصاب کو نہ پہنچے وہ بھی وقص ہے اور دو نصابوں کے درمیان کی کسر بھی وقص ہے' یہاں پہلی صورت مراد ہے کیونکہ انہوں نے اس کی بالکل زکوٰۃ نہ لی (مرقات واشعہ وغیرہ)

بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ
صدقہ فطر کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ؛
پہلی فصل

فطرہ یا افطار سے ہے یا فطرۃ " سے' چونکہ یہ ماہ رمضان گزر جانے اور عید کے دن افطار کرنے پر واجب ہوتا ہے اس لئے فطرہ کہا جاتا ہے یا بچہ پیدا ہوتے ہی اس کی طرف سے باپ پر ادا کرنا واجب ہو جاتا ہے لہٰذا فطرہ ہے' اصطلاح شریعت میں عید کے دن جو مالدار پر رمضان کا صدقہ واجب ہوتا ہے وہ فطرہ ہے' احناف کے ہاں فطرہ واجب ہے' امام شافعی و احمد کے ہاں فرض' امام مالک کے ہاں سنت مؤکدہ' امام شافعی کے ہاں ہر اس امیر و غریب پر جو ایک دن کی روٹی پر قادر ہو فطرہ فرض ہے امام مالک کے ہاں نصاب پر فطرہ سنت موکدہ ہے نصاب نامی یعنی بڑھنے والا ہو یا نہ ہو نصاب میں احناف کا مذہب بھی یہ ہے' فطرہ کے تفصیلی مسائل کتب فقہ میں دیکھو۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ

(۱۷۲۱) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر ایک صاع چھوہارے یا ایک

marfat.com

اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى وَالصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَمَرَ بِهَا اَنْ تُؤَدّٰى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَى الصَّلٰوةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

صاع ا۔ جو ہر غلام' آزاد' مرد' عورت چھوٹے اور بڑے مسلمان پر ۲۔ مقرر فرمایا ۳۔ اور حکم دیا کہ لوگوں کے عید گاہ جانے سے پہلے ادا کردیا جائے ۴۔ (مسلم و بخاری)

(۱۷۲۱) صاع عرب شریف کا مشہور پیمانہ ہے (ٹوپا) جس سے دانے ماپ کر فروخت ہوتے ہیں' جیسے ہمارے ہاں ہر علاقہ کا سیر مختلف ہے' ایسے ہی عراق' حجاز اور یمن کے صاع بھی مختلف ہیں' فطرہ میں حجازی صاع جو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مروج تھا معتبر ہے تحقیق یہ ہے کہ وہ صاع تین سو اکیاون روپیہ بھر ہے یعنی ہمارے پاکستانی اسی روپیہ کے سیر کے چار سیر' ڈیڑھ پاؤ ایک تولہ لہٰذا اگر فطرہ میں جو دے' تو ایک شخص کی طرف سے اتنے دے اور اگر گیہوں دے' تو آدھا صاع یعنی دو سیر تین چھٹانک چھ ماشہ' اس کی تحقیق فتاویٰ رضویہ شریف میں ملاحظہ کریں۔ ۲۔ خیال رہے کہ صدقہ فطر ایک اعتبار سے بدنی عبادت ہے کہ ایک بدنی عبادت روزے کی تکمیل کے لئے ہے' اسی لئے غلام پر بھی واجب ہوا جیسے نماز روزہ اور دوسرے لحاظ سے مالی عبادت ہے کہ وہ مال سے ادا ہوتا ہے' اس لئے غلام کا فطرہ اس کے مولیٰ پر واجب ہوا نہ کہ خود غلام پر' تیسری حیثیت سے یہ مالی ٹیکس کی حیثیت رکھتا ہے جیسے پیداوار کا خراج' اس لئے یہ نابالغ بچے پر بھی واجب ہوا' مگر بچے کا فطرہ باپ دے گا' ہاں اگر بچہ خود غنی ہو تو اس کے اپنے مال سے دیا جائے گا' لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب بچے پر روزہ' نماز' زکوٰۃ فرض نہیں تو فطرہ کیوں واجب ہوا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وجوب فطرہ کا سبب بدنی علم نہ کہ مال' مسلم مال تو وجوب فطرہ کی شرط ہے کیونکہ اسے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے بندہ کی طرف نسبت دی ۳۔ اس حدیث سے امام شافعی رضی اللہ عنہ نے دو مسئلے ثابت فرمائے ہیں ایک یہ کہ فطرہ فرض ہے کیونکہ یہاں لفظ فرض رسول اللّٰہ ہے' دوسرے یہ کہ ہر امیر و غریب پر فرض ہے۔ جس کے پاس ایک دن کے کھانے سے بچا ہوا ہو' کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہاں غنی کی قید نہ لگائی' امام اعظم ابو حنیفہ پہلے مسئلہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہاں فرض لغوی معنے میں ہے یعنی مقرر فرمائی' رب تعالیٰ فرماتا ہے قد علمنا مافرضنا علیهم فی ازواجهم اور اگر شرعی فرض ہی مراد ہو یعنی لازم کر دینا تب بھی حدیث ظنی ہے' اور فرضیت کے لئے دلیل قطعی چاہیے۔ لہٰذا اس فرض سے وجوب ثابت ہوگا نہ کہ فرضیت اور دوسرے مسئلہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس اطلاق سے تو یہ حدیث تمہارے بھی خلاف ہے' کیونکہ یہاں ایک دن کی روٹی سے زائد ملکیت کا بھی ذکر نہیں چاہیے کہ ہر آزاد و غلام پر فطرہ واجب ہو حتی کہ فقیر بے نوا بے دست و پا بھیک مانگ کر فطرہ دے پھر لطف یہ ہے کہ جب ہر فقیر پر فطرہ دینا فرض ہوا تو فطرہ لے گا کون امام اعظم کی دلیل وہ حدیث ہے جو امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام بخاری نے تعلیقا بخاری شریف میں نقل فرمائی کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا صدقة الاعن ظهر غنی صدقہ تونگری سے واجب ہوتا ہے' اب تونگری کی کوئی حد ہونا چاہیے وہ نصاب کی ملکیت ہے ۴۔ یہ حکم استحبابی ہے' بہتر یہ ہے کہ فطرہ عید کے دن نکالے اور عید گاہ جانے سے پہلے دے' اگر نماز عید کے بعد دیا تب بھی جائز ہے' اور اگر عید سے ایک دو دن پہلے دے دیا جب بھی درست ہے' چنانچہ بخاری شریف میں حضرت ابن عمر کی ایک دراز روایت نقل کی' جس کے آخر میں ہے وکانوا یعطون قبل الفطر بیوم اوبیومین یعنی صحابہ عید سے ایک دو دن پہلے فطرہ دے دیتے تھے' مگر عید کے دن نماز سے پہلے دینا بہتر ہے تاکہ فقراء بھی عید منالیں (از مرقات وغیرہ)

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ كُنَّا نُخْرِجُ (۱۷۲۲) روایت ہے حضرت ابی سعید خدری سے فرماتے ہیں کہ

marfat.com

زَکوٰۃَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِیْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ اَقِطٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ زَبِیْبٍ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ہم صدقہ فطر ایک صاع غلہ ا یا ایک صاع جو یا ایک صاع چھوہارے یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع کشمش نکالتے تھے ۲۔ (مسلم بخاری)

(۱۷۲۲) ا۔ ا۔ حق یہ ہے کہ یہاں طعام سے مراد گندم کے علاوہ دوسرا غلہ ہے جوار' باجرہ' مکئی وغیرہ کیونکہ گندم کا آدھا صاع فطرہ ہوتا ہے نہ کہ پورا صاع' اور اگر گندم مراد ہو تو آدھا صاع فطرہ ہوگا اور آدھا صدقہ نفلی' لہٰذا یہ حدیث نصف صاع گندم کی احادیث کے خلاف نہیں' شیخ نے اشعہ میں فرمایا کہ اس زمانہ میں حجاز میں جوار کا زیادہ استعمال تھا ۲۔ یہ او اختیار دینے کے لئے ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دینے والے کو اختیار ہے کہ فطرہ ان میں سے کسی چیز سے دے لیکن اگر پیسے یا کپڑا یا صابن وغیرہ فطرہ میں دے' تو سوا دو سیر گندم کی قیمت کا اعتبار کرے' اس قیمت کی یہ چیزیں دے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فِیْ اٰخِرِ رَمَضَانَ اَخْرِجُوْا صَدَقَۃَ صَوْمِکُمْ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھٰذِہِ الصَّدَقَۃَ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ شَعِیْرٍ اَوْ نِصْفَ صَاعٍ مِّنْ قَمْحٍ عَلٰی کُلِّ حُرٍّ اَوْ مَمْلُوْکٍ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی صَغِیْرٍ اَوْ کَبِیْرٍ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِیُّ۔

(۱۷۲۳) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ آپ نے رمضان کے آخر میں فرمایا کہ اپنے روزوں کا صدقہ نکالو' یہ صدقہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لازم فرمایا ہے ایک صاع کھجور یا جو یا آدھا صاع گندم ا۔ ہر آزاد یا غلام مرد یا عورت چھوٹے یا بڑے پر ہے ۲۔ (ابوداؤد' نسائی)

(۱۷۲۳) ا۔ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے' ایک یہ کہ عید کے دن سے پہلے فطرہ دے سکتے ہیں' دیکھو حضرت ابن عباس نے آخر رمضان میں ہی فطرہ نکالنے کا حکم دیا' دوسرے یہ کہ گندم کا آدھا صاع فطرہ میں دیا جائے نہ کہ پورا' لہٰذا یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے ۲۔ اس کی شرح پہلے ہو چکی کہ مملوک غلام کا فطرہ مولیٰ دے گا غلام مسلمان ہو یا کافر' اسی طرح چھوٹے بچے کا فطرہ باپ پر ہے' اگر بچے کے پاس اپنا مال نہ ہو' ورنہ خود بچے کے مال سے دیا جائے گا۔

وَعَنْہُ قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَکوٰۃَ الْفِطْرِ طُہْرَ الصِّیَامِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَۃً لِّلْمَسَاکِیْنِ۔ رَوَاہُ . . .

(۱۷۲۴) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر لازم فرمایا روزوں کو بیہودگی اور فحش سے پاک کرنے اور مسکینوں کو کھانا دینے کے لئے ا۔ (ابوداؤد)

(۱۷۲۴) ا۔ یعنی فطرہ واجب کرنے میں دو حکمتیں ہیں' ایک تو روزہ دار کے روزوں کی کوتاہیوں کی معافی اکثر روزے میں غصہ بڑھ جاتا ہے تو بلاوجہ لڑ پڑتا ہے' کبھی جھوٹ غیبت وغیرہ بھی ہو جاتے ہیں' رب تعالیٰ اس فطرے کی برکت سے وہ کوتاہیاں معاف کر دے گا کہ نیکیوں سے گناہ معاف ہوتے ہیں' دوسرے مساکین کی روزی کا انتظام بچوں پر اگرچہ روزے فرض نہیں' مگر دوسری حکمت وہاں بھی موجود ہے۔ لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ پھر بچوں پر فطرہ کیوں ہے' وہ تو روزہ رکھتے نہیں۔

marfat.com

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُنَادِیًا فِیْ فِجَاجِ مَکَّةَ اَلَا اِنَّ صَدَقَةَ الْفِطْرِ وَاجِبَةٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی حُرٍّ اَوْ عَبْدٍ صَغِیْرٍ اَوْ کَبِیْرٍ مُدَّانِ مِنْ قَمْحٍ اَوْ سِوَاهُ اَوْ صَاعٌ مِنْ طَعَامٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ

(۱۷۲۵) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی گلیوں میں منادی بھیجا۱ کہ خبردار رہو صدقہ فطر واجب ہے ہر مسلمان مرد، عورت، آزاد، غلام، چھوٹے بڑے پر گیہوں وغیرہ سے دو مد۲ یا اس کے ماسوا غلہ کا ایک صاع۳ (ترمذی)

(۱۷۲۵) ۱؎ یہ اعلان فتح مکہ کے بعد ہوا کیونکہ اس سے پہلے وہاں اسلامی احکام کے اعلان کی کوئی صورت ہی نہ تھی، چونکہ مدینہ کے مسلمانوں کو ہر وقت صحبت محبوب میسر تھی، اس لئے انہیں اس اعلان کی ضرورت نہ تھی، مکہ معظمہ کے اکثر مسلمان نومسلم بھی تھے اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے دور بھی، اس لئے یہ اعلان کرائے گئے ۲؎ ایک صاع چار مد کا ہوتا ہے، تو دو مد کا آدھا صاع ہوا یعنی گندم سے فطرہ آدھا صاع فی کس واجب ہے، اور کل مسلم سے مراد ہر صاحب نصاب غنی مسلمان ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ صدقہ غنا کے بغیر واجب نہیں ہوتا، اور آزاد و غلام چھوٹے بڑے سے مراد بلاواسطہ اور بالواسطہ ہے، یعنی بالغ آزاد غنی تو اپنا فطرہ خود دے اور غنی کے غلام و چھوٹے بچوں کا فطرہ وہ غنی دے لہٰذا یہ حدیث نہ تو دیگر احادیث کے خلاف ہے، نہ احناف کے مخالف ۳؎ یہاں طعام کو گندم کے مقابل فرمایا گیا معلوم ہوا کہ اس سے سواء گندم دوسرے غلے مراد ہیں لہٰذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کی گویا شرح ہے جہاں فرمایا گیا تھا کہ طعام کا ایک صاع واجب ہے، خیال رہے کہ فطرہ میں اصل گندم و جو، جوار ہیں، اگر ان کے سواء کسی اور غلہ یا دوسری چیز سے فطرہ دیا گیا تو ان مذکورہ دانوں کی قیمت کا لحاظ ہوگا۔ لہٰذا چاول باجرہ آدھے صاع گیہوں کی قیمت کے دینے ہوں گے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ اَوْ ثَعْلَبَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ صُعَیْرٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَاعٌ مِنْ بُرٍّ اَوْ قَمْحٍ عَنْ کُلِّ اثْنَیْنِ صَغِیْرٍ اَوْ کَبِیْرٍ حُرٍّ اَوْ عَبْدٍ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی اَمَّا غَنِیُّکُمْ فَیُزَکِّیْهِ اللّٰهُ وَاَمَّا فَقِیْرُکُمْ فَیَرُدُّ عَلَیْهِ اَکْثَرَ مِمَّا اَعْطَاهُ رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤدَ

(۱۷۲۶) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ثعلبہ سے یا ثعلبہ ابن عبداللہ ابن ابی صعیر سے۱ وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک صاع گندم دو شخصوں کی طرف سے ہے چھوٹے یا بڑے آزاد یا غلام مرد عورت لیکن۲ تم میں کے مالدار اللہ اسے تو پاک فرمادے گا اور لیکن تمہارا فقیر اللہ اسے دیئے سے زیادہ دے گا۳ (ابوداؤد)

(۱۷۲۶) ۱؎ آپ عبداللہ ابن ثعلبہ ابن ابی صعیر ہیں آپ تابعی ہیں، مگر آپ کے والد ثعلبہ صحابی ہیں جن سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے، صعیر کی وفات ۸۷ھ یا ۸۹ھ میں ہوئی، قریباً نوے سال عمر پائی، اور عبداللہ ابن ثعلبہ ہجرت سے چار سال پہلے پیدا ہوئے اور ۸۹ھ میں فوت ہوئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے مگر کچھ سماعت ثابت نہیں (مرقات) ۲؎ یعنی چھوٹے بڑے، آزاد غلام سب کا فطرہ یکساں ہے آدھا صاع گندم ۳؎ اس حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ فقیر پر بھی فطرہ واجب ہے مگر یہ حدیث قابل حجت نہیں کیونکہ اس کے اسناد میں نعمان ابن راشد ہے جو سخت ضعیف ہے، امام بخاری نے فرمایا کہ

marfat.com

یہ وہی ہے' امام احمد نے فرمایا یہ حدیث صحیح نہیں' پھر ان راوی کے نام میں بہت گفتگو ہے' عبدالرزاق نے یہ حدیث بسند صحیح' ابن جریج عن ابن شہاب عن عبداللہ ابن ثعلبہ روایت کی' تو اس میں فقیر و غنی کا ذکر نہیں' صرف یہ ہے کہ ایک صاع گندم دو کی طرف سے ادا کرو' اس کی پوری اور نفیس تحقیق یہاں مرقات میں دیکھو' نیز اگر ہر فقیر و غنی پر صدقہ فطر دینا واجب ہو جائے' تو پھر فطرہ لینے والا کون ہو گا' کیونکہ یہ تو اصول اسلام کے خلاف ہے کہ فقیر فطرہ دے بھی اور دوسروں کا فطرہ لے بھی۔

بَابُ مَنْ لَا تَحِلُّ لَهُ الصَّدَقَةُ

باب جن لوگوں کے لئے زکوٰۃ حلال نہیں

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

یعنی کن شخصوں کو صدقہ واجبہ' زکوٰۃ' ہدیہ' فطرہ نہیں دے سکتے۔ یہاں چند مسائل خیال میں رکھنے چاہئیں ایک یہ کہ صدقہ وہ مال ہے جو محض ثواب کے لئے کسی کو دیا جائے' اور ہدیہ وہ مال ہے جو کسی کے احترام و رضاء کے لئے اسے دیا جائے' صدقہ میں دوسرے پر رحم ہے اور ہدیہ میں اس کی تعظیم دوسرے یہ کہ چند شخصوں کو زکوٰۃ وغیرہ منع ہے' کافر' غنی مسلمان' بنی ہاشم' اپنی اولاد' اپنے اصول یعنی صدقہ دینے والا جن کی اولاد میں ہے' شوہر یا زوجہ کو تیسرے یہ کہ کافر ذمی کو صدقہ واجبہ نہیں دے سکتے' صدقہ نفلی دے سکتے ہیں' اگرچہ وہ بھی مسلمان فقیر کو دینا بہتر ہے چونکہ زکوٰۃ نہ لے سکنے والوں کو بتا دینے سے لے سکنے والوں کا پتہ خود بخود لگ جاتا ہے۔ اس لئے نہ لینے والوں کا ذکر کیا کہ یہ تھوڑے ہیں' چوتھے یہ کہ ہدیہ کی تین قسمیں ہیں نذرانہ' جو چھوٹا بڑے کو دے' عطیہ جو بڑا چھوٹے کو دے ہدیہ جو برابر والا دے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرَةٍ فِي الطَّرِيْقِ فَقَالَ لَوْلَا اَنِّيْ اَخَافُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَاَكَلْتُهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(١٧٢٧) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایک کھجور پر سے گزرے تو فرمایا کہ مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ یہ صدقہ کا ہو گا تو میں اسے کھا لیتا۱ (مسلم بخاری)

(١٧٢٧) ۱۔ یعنی خطرہ یہ ہے کہ یہ کھجور زکوٰۃ کی ہو جو مالک کے ہاتھ سے گر گئی ہو' اس لئے ہم اسے نہیں کھاتے' اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو ہم اسے کھا لیتے' اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے' ایک یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اولاد پر تاقیامت زکوٰۃ لینا حرام ہے' کیونکہ یہ لوگوں کے ہاتھ و مال کا میل ہے ان ستھروں کو کیونکر جائز ہو سکتا ہے جیسا کہ آگے عرض ہو گا' دوسرے یہ کہ لقطہ یعنی پڑی ہوئی چیز اگر معمولی ہو' جس کی تلاش مالک نہ کرے گا نہ اس کے مالک کو ڈھونڈنا ضروری ہے نہ اس کے سنبھالنے اور اعلان کرنے کی ضرورت ہے بلکہ فوراً اپنے استعمال میں لانا جائز ہے' لقطہ کی احادیث قیمتی چیز کے متعلق ہیں جن کی مالک تلاش کرے' تیسرے یہ کہ فتویٰ اور تقویٰ میں فرق ہے' فتویٰ محرمات سے بچنے کا ہے مگر تقویٰ یہ ہے کہ شبہات سے بھی بچے' مگر شبہ اور وہم میں فرق ہے' وہمیات کا اعتبار نہیں' ولایتی کپڑے کے تھان بازار میں فروخت ہوتے ہیں ان میں شبہ کرنا یہ گندے پانی سے دھوئے گئے ہوں گے تقویٰ نہیں وہم ہے صحابہ کرام غنیمت میں کفار کے لباس پاتے تھے اور بے تکلف استعمال کرتے تھے' حضور

marfat.com

انور صلے اللہ علیہ وسلم نے کفار بادشاہوں کے ہدیے لئے اور استعمال فرمائے خیال رہے کہ یہاں تعلیم امت کے لئے یہ ارشاد ہے کہ متشابہات سے بچو ورنہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم تو ہر ایک چیز کی حقیقت و اصلیت سے خبردار ہیں، جیسا کہ ہم بارہا اسی شرح میں اور اپنی کتاب جاء الحق حصہ اول میں ثابت کر چکے ہیں۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ اَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ تَمْرَةً مِّنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِيْ فِيْهِ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَخْ كَخْ لِيَطْرَحَهَا ثُمَّ قَالَ اَمَا شَعَرْتَ اِنَّا لَا نَاْكُلُ الصَّدَقَةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

(۱۷۲۸) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ حضرت حسن ابن علی نے صدقے کے چھوہاروں میں سے ایک چھوہارا لے کر اپنے منہ میں ڈال لیا تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کخ کخ تا کہ وہ اسے تھوک دیں پھر فرمایا کہ کیا تمہیں خبر نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھایا کرتے ا۔(مسلم بخاری)

(۱۷۲۸) ا۔اس حدیث نے فیصلہ فرمادیا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی اولاد کو زکوٰۃ لینا حرام ہے اتنا جمع فرما کر تاقیامت اپنی اولاد کو شامل فرمالیا، یہ ہی حق ہے اسی پر فتویٰ ہے، بعض لوگ جو کہتے ہیں کہ یہ حکم اس زمانہ میں تھا اب سید زکوٰۃ لے سکتے ہیں یا سید کی زکوٰۃ سید لے سکتے ہیں یہ تمام مرجوع قول ہیں، فتویٰ اس پر نہیں خیال رہے کہ بنی ہاشم سے مراد آل عباس، آل جعفر، آل عقیل، آل حارث ابن مطلب اور آل رسول ہیں ابولہب کی مسلمان اولاد اگرچہ بنی ہاشم تو ہیں مگر یہ زکوٰۃ لے سکتے تھے اور لے سکتے ہیں، کیونکہ زکوٰۃ کی حرمت کرامت و عزت کے لئے ہے، ابولہب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی ایذاء کی کوشش میں رہا اسی لئے وہ اور اس کی اولاد اس عظمت کی مستحق نہ ہوئی (از لمعات) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنی ناسمجھ اولاد کو بھی ناجائز کام نہ کرنے دے وہ دیکھو حضرت حسن اس وقت بہت ہی کمسن اور ناسمجھ تھے جیسا کہ کخ کخ فرمانے سے معلوم ہو رہا ہے مگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی زکوٰۃ کا چھوہارا نہ کھانے دیا، فقہاء فرماتے ہیں کہ ناسمجھ لڑکوں کو سونے چاندی کا زیور پہنانا حرام ہے اس مسئلہ کی ماخذ یہ حدیث بھی ہو سکتی ہے یہ قاعدہ بہت مفید ہے (مرقات)

وَعَنْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ رَبِيْعَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذِهِ الصَّدَقَاتِ اِنَّمَا هِىَ اَوْسَاخُ النَّاسِ وَاِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَّلَا لِاٰلِ مُحَمَّدٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

(۱۷۲۹) روایت ہے حضرت عبدالمطلب ابن ربیعہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ صدقات لوگوں کے میل ہیں ا۔ یہ نہ حضور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور نہ آپ کی آل کو حلال ۲۔(مسلم)

(۱۷۲۹) ا۔اس طرح کہ زکوٰۃ و فطرہ نکل جانے سے لوگوں کے مال اور دل پاک و صاف ہوتے ہیں جیسے میل نکل جانے سے جسم، یا کپڑا رب تعالٰی فرماتا ہے خذ من اموالهم صدقة تطهرهم و تزكيهم بها لہٰذا یہ مسلمانوں کا دھوون ہے ۲۔ یہ حدیث ایسی واضح اور صاف ہے جس میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی، یعنی مجھے اور میری اولاد کو زکوٰۃ لینا اس لئے حرام ہے کہ یہ مال کا میل ہے لوگ ہمارے میل سے ستھرے ہوں ہم کسی کی میل کیوں لیں، اب بعض کا یہ کہنا کہ چونکہ سادات کو خمس نہیں ملتا اس لئے اب وہ زکوٰۃ لے سکتے ہیں غلط ہے کہ نص کے مقابل چونکہ اور کیونکہ نہیں سنا جاتا۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

(۱۷۳۰) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول

marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُتِيَ بِطَعَامٍ سَاَلَ عَنْهُ اَهَدِيَّةٌ اَمْ صَدَقَةٌ فَاِنْ قِيْلَ صَدَقَةٌ قَالَ لِاَصْحَابِهٖ كُلُوْا وَلَمْ يَاْكُلْ وَاِنْ قِيْلَ هَدِيَّةٌ ضَرَبَ بِيَدِهٖ فَاَكَلَ مَعَهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی کھانا لایا جاتا تو اس کے متعلق پوچھتے کہ آیا یہ ہدیہ ہے' یا صدقہ اگر کہا جاتا کہ صدقہ ہے تو صحابہ سے فرماتے کھالو۱ے اور خود نہ کھاتے اور اگر عرض کیا جاتا کہ ہدیہ ہے تو ہاتھ شریف بڑھاتے اور ان کے ساتھ کھاتے ۲ے (مسلم بخاری)

(۱۷۳۰) ۱ے غنی صحابہ اپنے واجب و نفلی صدقہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے تھے تا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے غربا میں تقسیم فرمادیں کہ آپ کے ہاتھ کی برکت سے رب تعالٰی قبول فرمائے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اصحاب صفہ وغیرہ فقراء و صحابہ پر تقسیم فرمادیتے تھے' اور بعض لوگ خود حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ہدیہ و نذرانہ لاتے تھے' چونکہ دو قسم کے مال حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے' اس لئے اگر لانے والا صاف صاف نہ کہتا' تو سرکار خود پوچھ لیتے تھے۔ ہدیہ سے خود بھی کھالیتے تھے۔ مگر صدقہ خود استعمال نہ فرماتے تھے۔ یہاں صحابہ سے مراد فقراء صحابہ ہیں جو صدقہ واجبہ لے سکتے ہیں' حضرت عثمان غنی وغیرہم غنی صحابہ مراد نہیں' صدقہ و ہدیہ کا فرق اس باب کے شروع میں عرض کیا گیا ہے ۲ے یعنی ہدیہ و نذرانہ کا کھانا خود بھی کھاتے تھے اور موجود صحابہ کو بھی اپنے ہمراہ کھلاتے تھے' خیال رہے کہ غنی اور سید کو صدقہ نفل لینا جائز ہے' وہ صدقہ ان کے لئے ہدیہ بن جاتا ہے مگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم صدقہ نفل بھی نہ لیتے تھے کیونکہ اس میں صدقہ دینے والا لینے والے پر رحم و کرم کرتا ہے جس کا ثواب اللہ سے چاہتا ہے سب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے رحم کے خواستگار ہیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم پر کون انسان رحم کرتا ہے' ہاں صدقہ جاریہ جیسے کنوئیں کا پانی' مسجد و قبرستان کی زمین اس کا حکم دوسرا ہے کہ یہ ہر غنی و فقیر بلکہ خود صدقہ کرنے والے واقف کو بھی اس کا استعمال جائز ہے' یہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی مباح تھا (از مرقات وغیرہ)

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ فِيْ بَرِيْرَةَ ثَلٰثُ سُنَنٍ اِحْدَى السُّنَنِ اَنَّهَا عُتِقَتْ فَخُيِّرَتْ فِيْ زَوْجِهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ وَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْبُرْمَةُ تَفُوْرُ بِلَحْمٍ فَقُرِّبَ اِلَيْهِ خُبْزٌ وَاُدْمٌ مِنْ اُدْمِ الْبَيْتِ فَقَالَ اَلَمْ اَرَ بُرْمَةً فِيْهَا لَحْمٌ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ ذٰلِكَ لَحْمٌ تُصُدِّقَ بِهٖ عَلٰى بَرِيْرَةَ وَاَنْتَ لَا تَاْكُلُ الصَّدَقَةَ قَالَ هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۷۳۱) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ حضرت بریرہ میں تین شرعی حکم ہوئے ۱ے ایک حکم یہ کہ وہ آزاد کی گئیں تو انہیں اپنے خاوند کے متعلق اختیار دیا گیا ۲ے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ولا آزاد کرنے والے کے لئے ہے ۳ے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے کہ ہانڈی گوشت سے ابل رہی تھی آپ کی خدمت میں روٹی اور گھر کا کوئی سالن پیش کیا گیا تو فرمایا کہ کیا مجھے گوشت کی ہانڈی نظر نہیں آ رہی عرض کیا ہاں لیکن یہ وہ گوشت ہے' جو بریرہ پر صدقہ کیا گیا اور حضور آپ صدقہ تو کھاتے نہیں تو فرمایا وہ ان پر صدقہ ہے ہمارے لئے ہدیہ ہے ۴ے (مسلم بخاری)

marfat.com

(۱۷۳۱) ا۔ بریرہ بروزن کریمہ صحابیہ ہیں حضرت عائشہ صدیقہ کی مولاۃ یعنی آزاد کردہ لونڈی ہیں آپ نے حضرت ابن عباس، عروہ ابن زبیر سے احادیث روایت کیں یعنی حضرت بریرہ کے ذریعہ ہم کو تین شرعی مسائل معلوم ہوئے ۲۔ حضرت بریرہ کے خاوند کا نام مغیث تھا جو پہلے غلام تھے حضرت بریرہ کے آزاد ہونے کے وقت آزاد ہو چکے تھے جب آپ آزاد ہوئیں تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو خیار عتق دیا کہ چاہیں نکاح باقی رکھیں یا فسخ کرادیں۔ معلوم ہوا کہ لونڈی کو آزادی پر خیار عتق ملتا ہے خاوند غلام ہو یا آزاد اس کی پوری بحث انشاء اللہ کتاب النکاح اور کتاب العتق میں آئے گی ۳۔ حضرت بریرہ ایک یہودی کی لونڈی تھیں جس نے آپ کو مکاتب کردیا تھا کہ اتنا مال دو تو تم آزاد ہو آپ مال دینے سے عاجز ہوئیں تو حضرت عائشہ صدیقہ سے عرض کیا آپ نے فرمایا تمہارا مال میں دے دیتی ہوں اپنے مالک سے کہو کہ تمہیں میرے ہاتھ فروخت کردے پھر میں تم کو آزاد کردوں گی ان کے مالک نے کہا کہ ہاں ہم فروخت تو کردیں گے مگر اس شرط سے کہ تمہاری ولا یعنی آزاد کرنے کا حق ہم کو رہے یہ مسئلہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ولاء آزاد کرنے والے کو ہے نہ کہ فروخت کرنے والے کو، یہ دوسرا مسئلہ حضرت بریرہ کے ذریعہ معلوم ہوا، ولاء کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اگر آزاد کردہ غلام لاوارث فوت ہوجائے تو میراث مولے کو ملتی ہے اسی طرح اگر مولا لاوارث فوت ہو تو یہ غلام میراث لیتا ہے ۴۔ یعنی بریرہ سے کہو کہ اپنے اس گوشت میں سے جو انہیں صدقہ ملا ہے ہم کو بھی دیں کیونکہ صدقہ ان پر ختم ہوچکا، اب ہم کو بریرہ کی طرف سے ہدیہ ہو کر ملے گا جو ہمارے لئے مباح ہوگا، اس سے تین مسائل معلوم ہوئے، ایک یہ کہ بنی ہاشم کا آزاد کردہ غلام زکوۃ نہیں لے سکتا، مگر دوسروں کا غلام زکوۃ لے سکتا ہے، چونکہ حضرت عائشہ قرشیہ تو تھیں مگر ہاشمیہ نہ تھیں، اس لئے بریرہ کو صدقہ لینا درست ہوا، دوسرے یہ کہ اپنی بیوی یا بیوی کی لونڈی یا اولاد سے کچھ مانگنا جس میں ذلت نہ ہو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی جائز ہے چہ جائیکہ اور کوئی، جس سوال میں ممانعت ہے وہ ذلت والا سوال ہے، دیکھو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ سے گوشت طلب فرمایا تیسرے یہ کہ ملکیت بدل جانے سے حکم بدل جاتا ہے، لہذا اگر فقیر کو زکوۃ دی گئی، اس نے اس زکوۃ سے کسی غنی یا سید کی دعوت کردی یا وہ زکوۃ کی رقم کسی مسجد سرائے یا کنوئیں پر خیرات کرکے لگادی تو جائز ہے کہ زکوۃ تو فقیر پر ختم ہوگئی اب یہ فقیر کی طرف سے ہدیہ ہے، دیکھو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے بریرہ پر صدقہ کیا ہوا گوشت کھالیا کہ اب یہ ہدیہ و نذرانہ بن گیا تھا اس سے بہت سے فقہی مسائل حل ہوسکتے ہیں، حضرت ابن عمر کو جو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا صدقہ دیا ہوا گھوڑا فقیر سے خریدنے کو منع فرمادیا اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ آپ کو اس لئے رعایت دینا چاہتا تھا کہ آپ نے اسے صدقہ دیا تھا یہ رعایت کرانا ممنوع تھا لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَيُثِيْبُ عَلَيْهَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

(۱۷۳۲) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے تھے اور اس کا بدل بھی عطا فرماتے تھے ا۔ (بخاری)

(۱۷۳۲) ا۔ بلکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ہدیہ دینے والے کو اپنی شان کے لائق بھاری عطیہ دیتے تھے، اب بھی جو امتی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایصال ثواب کرتے ہیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ان کو دین و دنیا میں کہیں بہتر عوض فرماتے ہیں اور فرمائیں گے جس کا تجربہ بارہا ہوا اور ہو رہا ہے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ عطیہ تاقیامت جاری ہے۔

marfat.com

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ دُعِيْتُ اِلٰى كُرَاعٍ لَاَجَبْتُ وَلَوْ اُهْدِیَ اِلَیَّ ذِرَاعٌ لَقَبِلْتُ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ

(۱۷۳۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر مجھے پائے (یعنی گائے بکری کے کھر وغیرہ) کی طرف دعوت دی جائے تو قبول کرلوں اور اگر مجھے دستی دی جائے تو منظور فرمالوں ا۔(بخاری)

(۱۷۳۳) ا۔ یعنی ہم کو معمولی آدمی کی دعوت اور معمولی ہدیہ قبول فرمانے میں عار نہیں ضرور قبول فرمائیں گے' اس میں مالداروں بلکہ بادشاہوں کو تعلیم ہے کہ غریبوں اور اپنے نوکروں کے حقیر ہدیوں کو نہ ٹھکراؤ ان کے اخلاص کی قدر کرو' اور ہم غریبوں کی ہمت افزائی ہے کہ جس قدر ہو سکے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں مال و اعمال کے ثوابوں کا ہدیہ کرتے ہیں یہاں کراع سے مراد کھرے (گائے بکری کے پائے) ہیں نہ کہ کراع الغمیم منزل جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی فقیر صدقہ کا معمولی مال بھی لے کر ہماری دعوت کردے' تو ہم قبول فرمالیں گے' کیونکہ صدقہ اس پر ختم ہو چکا اسی لئے یہ حدیث اس باب میں لائی گئی۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِیْ يَطُوْفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلٰكِنَّ الْمِسْكِيْنَ الَّذِیْ لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ وَلَا يُفْطَنُ بِهٖ فَيُتَصَدَّقَ عَلَيْهِ وَلَا يَقُوْمُ فَيَسْاَلُ النَّاسَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(۱۷۳۴) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسکین وہ نہیں جو لوگوں پر چکر لگاتا پھرے اسے ایک دو لقمے یا ایک دو چھوہارے لوٹا دیں لیکن مسکین وہ ہے جو غنا بھی نہ پائے جس سے لوگوں سے لاپرواہ ہو جائے اور اسے پہچانا بھی نہ جائے تاکہ اسے صدقہ دیدیا جائے اور نہ اٹھ کر لوگوں سے سوال کرے ا۔(مسلم بخاری)

(۱۷۳۴) ا۔ یعنی جس مسکینیت پر ثواب ہے اور صابروں کے زمرہ میں داخل ہے وہ یہ بھکاری فقیر نہیں ہے بلکہ یہ تو عام حالات میں اسی سوال پر گنہگار ہے کہ جب وہ بھیک مانگنے کے لئے اتنی دوڑ دھوپ کر سکتا ہے تو وہ کمانے کے لئے بھی کر سکتا ہے' ہاں صابر وہ مسکین ہے جو حاجت مند ہو' مگر پھر کسی پر اپنی حاجت ظاہر نہ کرے' اپنے فقر کو چھپانے کی کوشش کرے' اسی مسکین کی رب تعالٰی نے قرآن پاک میں تعریف فرمائی ہے کہ فرمایا للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ الایہ۔ خیال رہے کہ جس مسکینیت کی دعا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے مانگی ہے وہ مسکینیت دل ہے یعنی دل میں عجز و انکسار ہونا' تکبر و غرور نہ ہونا' ایسا شخص اگر مالدار بھی ہو تو مبارک مسکین ہے' اور جن احادیث میں فقر و مسکینیت سے پناہ مانگی گئی ہے وہ ایسی تنگدستی ہے جو فتنہ میں مبتلا کردے لہذا احادیث میں تعارض نہیں اور نہ یہ اعتراض ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے تو مسکینیت کی دعا کی مگر رب تعالٰی نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو بادشاہ بنادیا یہ دعا قبول نہ ہوئی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

(۱۷۳۵) روایت ہے حضرت ابو رافع سے کہ رسول اللہ صلی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا مِّنْ بَنِيْ مَخْزُوْمٍ عَلَى الصَّدَقَةِ فَقَالَ لِاَبِيْ رَافِعٍ اِصْحَبْنِيْ كَيْمَا تُصِيْبُ مِنْهَا فَقَالَ لَا حَتّٰى اٰتِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْاَلَهٗ فَانْطَلَقَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ اِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ لَنَا وَاِنَّ مَوَالِي الْقَوْمِ مِنْ اَنْفُسِهِمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ

اللہ علیہ وسلم نے بنی مخزوم کے ایک شخص کو صدقہ پر مقرر کرکے بھیجا اس نے ابورافع سے کہا کہ تم بھی ہمارے ساتھ چلو کہ تم بھی کچھ پالو ا۔ وہ بولے نہیں حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھ لوں ۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ہم کو صدقہ حلال نہیں اور قوم کا غلام ان ہی میں سے ہوتا ہے ۳۔ (ترمذی' ابوداؤد' نسائی)

(۱۷۳۵) ا۔ خلاصہ یہ ہے کہ کسی مخزومی کو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے صدقہ پر عامل بنایا جس کو زکوٰۃ سے ہی معاوضہ دیا جاتا' اس مخزومی نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام جن کا نام اسلم ہے کنیت ابورافع سے کہا' تم بھی میرے ساتھ چلو' جو اجرت ملے گی اس میں تمہارا حصہ ہو گا جس سے تمہارا کچھ کام چل جائے گا' یہ مطلب نہیں ہے کہ میں خود اجرت لے کر اپنی طرف سے تم کو ہدیۃً دے دوں گا ۲۔ ظاہر یہ ہے کہ یہاں مسئلہ پوچھنا مراد نہیں بلکہ ساتھ جانے کی اجازت حاصل کرنا مراد ہے' ابورافع اگرچہ جسماً" آزاد ہو چکے تھے مگر ان کا دل ہمیشہ کے لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا غلام ہو چکا تھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بغیر پوچھے جنبش بھی نہیں کرتے ۳۔ یعنی اے ابورافع تم ہو ہمارے غلام اور ہم ہیں بنی ہاشم سے چونکہ بنی ہاشم زکوٰۃ کے عامل بن کر اس سے اجرت بھی نہیں لے سکتے' للذا تم بھی یہ اجرت نہیں لے سکتے' اس حدیث سے دو مسئلے نہایت اہم حاصل ہوئے' ایک یہ کہ حضرات بنی ہاشم خصوصاً سیدوں کی شان اسلام میں بہت اعلیٰ ہے کہ غنی عامل زکوٰۃ سے اجرت لے سکتا ہے' مگر یہ حضرات تو کیا ان کا زر خرید غلام یہ اجرت بھی نہیں لے سکتا' اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو آج کل سیدوں کو زکوٰۃ کھانا جائز کرنے کی دھن میں ہیں' سادات کو زکوٰۃ لینا ہرگز جائز نہیں' دوسرے یہ کہ شان والوں کی نسبت سے ادنی بھی شان والے بن جاتے ہیں' دیکھو سید کا غلام اگرچہ کسی قوم سے ہو زکوٰۃ نہیں لے سکتا' بلکہ زکوٰۃ سے اجرت عمل بھی نہیں وصول کر سکتا اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں نسبت کیا چیز ہے صرف اپنے عمل اچھے چاہئیں' تیسرے یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم احکام قرآنیہ کو عام و خاص فرما سکتے ہیں' دیکھو رب تعالیٰ نے مطلقاً فرمایا والعاملین علیہا مگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت سے اپنی اولاد بلکہ ان کے غلاموں کو علیحدہ کر دیا' ورنہ قرآن کریم نے سید و غیر سید کا فرق مصرف زکوٰۃ کے بیان میں کوئی نہ کیا۔ چوتھے یہ کہ سچے پیغمبروں نے نبوت کو ذریعہ معاش قرار نہ دیا۔ مرزا قادیانی اس نبوت کے ذریعہ خود مالا مال ہو گیا بلکہ اپنی اولاد کو سکھا گیا کہ بہشتی مقبرہ کی قبریں بیچ کر مزے اڑایا کرو نعوذ باللہ منہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے تاقیامت اپنی اولاد کو زکوٰۃ کی آمدنی سے محروم فرما دیا۔ انہیں حکم دیا کہ تم زکوٰۃ دو مگر غریب ہو کر لو نہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ وَلَا لِذِيْ مِرَّةٍ سَوِيٍّ رَوَاهُ

(۱۷۳۶) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ صدقہ نہ تو غنی کو حلال ہے نہ صحیح اعضاء والے کو ا۔ (ترمذی' ابوداؤد' دارمی) اور احمد و نسائی و

marfat.com

اَلتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ۔　　ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ سے

(۱۷۳۶) ا۔ یہ حدیث حضرت امام شافعی کی دلیل ہے' ان کے ہاں تندرست اور کمانے کی قدرت رکھنے والا زکوٰۃ نہیں لے سکتا' اگرچہ فقیر ہو' امام اعظم کے ہاں لے سکتا ہے' امام اعظم کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللّٰہ الایہ اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل کہ سرکار اصحاب صفہ کو جو ستر تھے اور سب کمانے پر قادر تھے مگر انہوں نے اپنے کو علم دین سیکھنے کے لئے وقف کر دیا زکوٰۃ دیتے تھے' اسی کا ذکر آیت مذکورہ میں ہے یہ حدیث اس آیت اس عمل سے منسوخ ہے یہاں لا یحل کے معنے ہیں لائق نہیں' یعنی غنی کو صدقہ لینا لائق نہیں (حرام ہے) اور تندرست فقیر کو لائق نہیں (غیر مناسب ہے) یا صدقہ سے مراد بھیک مانگنا ہے' جیسا کہ اگلے باب کی احادیث سے ثابت ہے' وہ احادیث اس حدیث کی شرح ہیں امام اعظم کا مذہب قوی ہے' کیونکہ رب تعالٰی نے زکوٰۃ کے جو آٹھ مصرف بیان فرمائے انما الصدقٰت للفقراء الایہ ان میں مجبور بیمار یا تندرست کی قید نہ لگائی' معلوم ہوا کہ ہر فقیر تندرست یا بیمار زکوٰۃ لے سکتا ہے۔

وَعَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ رَجُلَانِ اَنَّهُمَا اَتَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهُوَ يَقْسِمُ الصَّدَقَةَ فَسَاَلَاهُ مِنْهَا فَرَفَعَ فِيْنَا النَّظَرَ وَخَفَضَهٗ فَرَاٰنَا جَلْدَيْنِ فَقَالَ اِنْ شِئْتُمَا اَعْطَيْتُكُمَا وَلَا حَظَّ فِيْهَا لِغَنِيٍّ وَلَا لِقَوِيٍّ مُكْتَسِبٍ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ ۔

(۱۷۳۷) روایت ہے حضرت عبید اللہ ابن عدی ابن خیار سے فرماتے ہیں کہ مجھے دو شخصوں نے خبر دی کہ وہ دونوں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ آپ حجۃ الوداع میں تھے صدقہ تقسیم فرمارہے تھے ا۔ انہوں نے بھی حضور سے صدقہ مانگا تو حضور نے ہم پر نظر اٹھائی پھر جھکائی ہم کو تندرست و توانا دیکھا تو فرمایا کہ اگر تم چاہو تو تم کو دے دوں مگر اس میں نہ تو غنی کا حصہ ہے نہ کمائی کے لائق تندرست کا ۲۔ (ابوداؤد' نسائی)

(۱۷۳۷) ا۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ صدقہ فرض یعنی زکوٰۃ ہو گا اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حجاج نے اپنی زکوٰۃ تقسیم کے لئے پیش کی ہو گی' جیسا کہ صحابہ کا دستور تھا' آج بھی مسلمان اپنے صدقات حرمین شریفین جانے والوں کو دے دیتے ہیں کہ وہاں تقسیم کر دینا' اسی عمل کا ماخذ یہ حدیث ہے' اہل حرمین جیران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور وہاں صدقہ کا ثواب ایک کا ایک لاکھ تک ہے اس لئے یہ عمل کرتے ہیں' یہ اس حدیث کے خلاف نہیں کہ قوم کا صدقہ یا کسی شہر کا صدقہ اسی قوم و شہر میں خرچ کیا جائے' کہ وہاں مقصد یہ ہے کہ سب صدقہ باہر یا دوسری قوم میں نہ بھیج دو اور اس شہر یا قوم کو بالکل محروم نہ کر دو۔ ۲۔ اس میں دونوں کو تقویٰ و طہارت کی تعلیم ہے یعنی چونکہ تم دونوں اگرچہ فقیر ہو مگر تندرست اور کمانے کے لائق ہو اس لئے اس سے لینا تمہارے لائق نہیں' اگر ان کو یہ صدقہ لینا حرام ہوتا جیسا کہ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ اگر تم چاہو تو تم کو دے دوں' اس اختیار دینے سے معلوم ہو رہا ہے کہ دینا جائز تو ہے مگر بہتر نہیں۔

وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ اِلَّا لِخَمْسَةٍ لِغَازٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ لِعَامِلٍ

(۱۷۳۸) روایت ہے حضرت عطاء ابن یسار سے مرسلًا' ا۔ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پانچ کے سواء کسی غنی کو صدقہ حلال نہیں اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ۲۔ اور

عَلَيْهَا اَوْ لِغَارِمٍ اَوْ لِرَجُلٍ اِشْتَرَاهَا بِمَالِهٖ اَوْ لِرَجُلٍ كَانَ لَهٗ جَارٌ مِسْكِيْنٌ فَتُصُدِّقَ عَلَى الْمِسْكِيْنِ فَاَهْدَى الْمِسْكِيْنُ لِلْغَنِيِّ رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَبُوْدَاؤٗدَ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِاَبِيْ دَاؤٗدَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَوِ ابْنِ سَبِيْلٍ ٭

صدقہ پر عامل ۳؎ اور مقروض ۴؎ یا اسے جو اپنے مال سے صدقہ خریدے یا اسے جس کا کوئی پڑوسی مسکین تھا تو مسکین پر صدقہ کیا گیا۔ پھر مسکین نے اس غنی کو ہدیہ دیا ۵؎ (مالک، ابوداؤد) اور ابوداؤد کی ایک روایت میں جو حضرت ابوسعید سے ہے یہ ہے کہ یا مسافر۔

(۱۷۳۸) ۱؎ آپ جلیل القدر تابعی ہیں حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام ہیں بڑے عالم و عابد تھے چونکہ اس اسناد میں صحابی کا ذکر نہیں اس لئے حدیث مرسل ہے اور احناف کے ہاں حدیث مرسل حجت ہے ۲؎ امام شافعی کے ہاں مجاہد مالدار زکوٰۃ لے سکتا ہے، یہ حدیث ان کی دلیل ہے مگر ہمارے ہاں غازی مسافر جس کے پاس مال ختم ہو چکا وہ سفر کی بنا پر لے سکتا ہے نہ کہ محض جہاد کی بنا پر ہمارے ہاں وہ مسافر غازی ہی مراد ہے امام شافعی کے ہاں حدیث مرسل حجت نہیں، اس لئے وہ اس حدیث سے دلیل نہیں لے سکتے، نیز دیگر احادیث میں صراحۃً فرمایا گیا کہ مالداروں سے زکوٰۃ لو اور فقراء کو دو، وہاں غازی کا استثناء نہیں یا ارشاد فرمایا کہ صدقہ غنی کو حلال نہیں، فتح القدیر و مرقات نے فرمایا یہ حدیث ضعیف ہے ۳؎ عامل سے مراد وصولی زکوٰۃ کا کام کرنے والا ہے جیسے عاشر، حاسب، کاتب وغیرہ یہ سب اپنی اجرت زکوٰۃ سے لیں گے ان کے لئے یہ اجرت ہوگی نہ کہ زکوٰۃ، مگر اللہ اکبر بنی ہاشم عامل ہو کر بھی زکوٰۃ سے اجرت نہیں لے سکتے ۴؎ حق یہ ہے کہ مقروض سے وہ مراد ہے جو مالک نصاب تو ہے مگر اس کا نصاب قرض میں ڈوبا ہوا ہے مثلاً سو روپیہ کا مالک ہے مگر نوے روپے کا مقروض ہے اسے غنی میں داخل فرمانا ظاہری حال کی بنا پر ہے ورنہ درحقیقت وہ فقیر ہے۔ ۵؎ یہ جواز اس بنا پر ہے کہ ملک بدل جانے سے حکم بدل جاتا ہے، دیکھو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ گوشت کھایا جو بریرہ کو صدقہ دیا گیا تھا لہذا جب مسکین سے زکوٰۃ خرید لی یا اس نے ہدیۃً "اسے کچھ دے دی" تو اب یہ زکوٰۃ نہ رہی، اس پر بہت سے شرعی احکام مرتب ہوں گے مگر خیال رہے کہ اس خرید و فروخت میں دھوکہ نہ ہو، رب تعالٰی نیت جانتا ہے، لہذا صاحب نصاب فقیر سے اپنی زکوٰۃ دھوکے سے سستی نہ خریدے حضرت ابن عمر کو جو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے صدقہ کا گھوڑا فقیر سے خریدنے کو منع فرما دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ فقیر حضرت ابن عمر کو اس لئے سستا دیتا تھا کہ انہی کا صدقہ ہے لہذا یہ حدیث اس واقعہ کے خلاف نہیں۔

وَعَنْ زِيَادِ بْنِ الْحَارِثِ الصُّدَائِيِّ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْتُهٗ فَذَكَرَ حَدِيْثًا طَوِيْلًا فَاَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ اَعْطِنِيْ مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَرْضَ بِحُكْمِ نَبِيٍّ وَّلَا غَيْرِهٖ فِي الصَّدَقَاتِ حَتّٰى حَكَمَ فِيْهَا هُوَ فَجَزَّاَهَا ثَمَانِيَةَ اَجْزَاءٍ فَاِنْ كُنْتَ مِنْ

(۱۷۳۹) روایت ہے حضرت زیاد ابن حارث صدی سے فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ سے بیعت کی ۱؎ انہوں نے ایک دراز حدیث سنائی کہ آپ کے پاس ایک شخص آیا بولا کہ مجھے صدقہ سے دیجئے ۲؎ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی صدقات کے متعلق نبی وغیرہ کے حکم سے راضی نہ ہوا حتی کہ اس کا خود حکم آیا ۳؎ مصرف کی رب تعالٰی نے آٹھ قسمیں کیں اگر تم ان آٹھ قسموں سے ہو تو

marfat.com

تِلْكَ الْاَجْزَاءِ اَعْطَيْتُكَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ

میں تم کو دے دوں ۴؎۔ (ابوداؤد)

(۱۷۳۹) ا؎ یہ بیعت بیعت اسلام تھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی کو مسلمان کرتے وقت استقامت علے الدین کی بیعت، توبہ کی تقویٰ کی، کسی خاص حکم پر عمل کرنے کی بھی بیعت لی ہے، آج کل عموماً" مرشدوں سے توبہ یا تقویٰ کی بیعت کی جاتی ہے، بیعت اسلام کا ذکر اس آیت میں ہے اذا جاءک المؤمنات یبایعنک الایہ۔ ۲؎۔ صدقہ سے مراد زکوٰۃ ہے جیسا کہ آئندہ جواب سے معلوم ہو رہا ہے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس غنی صحابہ اپنی زکوٰتیں خیرات کو دے جاتے تھے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم پر زکوٰۃ فرض نہ تھی، یہاں وہ زکوٰتیں مراد ہیں ۳؎۔ یعنی رب تعالیٰ نے براہ راست جس قدر تفصیل زکوٰۃ کے مصارف کی فرمائی اتنی تفصیل دوسرے احکام کی نہ کی، حتی کہ خود زکوٰۃ و نماز کا اجمالی ذکر ہی فرمایا، نبی کے بیان پر کفایت نہ فرمائی، عدم رضا سے مراد کفایت ہے اس لفظ سے دھوکا نہ کھانا چاہیے، اللہ تعالیٰ اپنے محبوب اور ان کے سارے احکام سے راضی ہے، ان کے غلاموں کے بارے میں فرماتا رضی اللّٰہ عنہم ورضوا عنہ ان کی شان تو بہت اعلیٰ ہے ۴؎۔ اس کلام کا منشاء یہ ہے کہ تم ان آٹھ میں سے نہیں ہو، لہٰذا تم زکوٰۃ نہیں لے سکتے، یہ گفتگو عتابانہ ہوتی ہے، لہٰذا اس کی وجہ سے یہ نہیں کہا جاتا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم لوگوں کے اندرونی حالات سے بے خبر ہیں، عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو کچھ تم گھروں میں کھاتے بچاتے ہو میں تمہیں یہاں بتا سکتا ہوں، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے دفن شدہ مردوں کے متعلق فرمایا یہ چغل خور تھا، یہ پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچتا تھا، خیال رہے کہ احناف کے ہاں زکوٰۃ تمام مصارف پر تقسیم کرنا ضروری نہیں، صرف ایک مصرف کو بھی دے سکتے ہیں، یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ تیسری فصل

عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ قَالَ شَرِبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَبَنًا فَاَعْجَبَهُ فَسَاَلَ الَّذِيْ سَقَاهُ مِنْ اَيْنَ هٰذَا اللَّبَنُ فَاَخْبَرَهُ اَنَّهُ وَرَدَ عَلٰى مَاءٍ قَدْ سَمَّاهُ فَاِذَا نَعَمٌ مِّنْ نَعَمِ الصَّدَقَةِ وَهُمْ يَسْقُوْنَ فَحَلَبُوْا مِنْ اَلْبَانِهَا فَجَعَلْتُهُ فِيْ سِقَائِيْ فَهُوَ هٰذَا فَاَدْخَلَ عُمَرُ يَدَهُ فَاسْتَقَاءَ رَوَاهُ مَالِكٌ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

(۱۷۴۰) روایت ہے حضرت زید ابن اسلم سے ا؎ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ابن خطاب نے دودھ پیا تو آپ کو پسند آیا تو پلانے والے سے پوچھا کہ یہ دودھ کہاں سے لایا ۲؎۔ اس نے بتایا کہ وہ ایک گھاٹ پر گیا جس کا اس نے نام لیا تو وہاں صدقہ کے جانور تھے وہ پانی پلا رہے تھے انہوں نے ان جانوروں کا دودھ دوہا تو میں نے اپنے مشکیزہ میں ڈال لیا ۳؎۔ یہ دودھ ہے تو حضرت عمر نے منہ میں ہاتھ ڈالا اور قے کردی ۴؎۔ (مالک بیہقی شعب الایمان)

(۱۷۴۰) ا؎ آپ تابعی ہیں، حضرت عمر فاروق کے آزاد کردہ غلام ہیں، بڑے فقیہ عابد تھے، آپ کے درس میں چالیس فقہاء بیٹھتے تھے، حتی کہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ آپ کے درس میں شرکت فرماتے تھے (اشعۃ اللمعات) ۲؎۔ مرقات نے فرمایا کہ یہ حضرت عمر کی فراست ہے، آپ نے محسوس فرمایا کہ روزانہ ہم دودھ پیتے تھے نفس اس قدر خوش نہ ہوتا تھا آج اتنا پسند کیوں کرتا ہے، نفس اس سے اتنا راضی و خوش کیوں ہوا اس میں کچھ راز ہے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی

marfat.com

فراست ہے'آپ نے محسوس فرمایا کہ روزانہ ہم دودھ پیتے تھے نفس اس قدر خوش نہ ہوتا تھا آج اتنا پسند کیوں کرتا ہے 'نفس اس سے اتنا راضی و خوش کیوں ہوا اس میں کچھ راز ہے'حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے ۳۔ یعنی زکوٰۃ کے اونٹ کنوئیں یا گھاٹ پر پانی پینے آتے تھے ان کا دودھ خیرات کیا گیا میں نے بھی وہ خیراتی دودھ لے لیا کیونکہ میں فقیر ہوں 'عرب میں جب جانور پانی پلانے کے لئے جمع ہوتے تھے تو فقراء جمع ہو جاتے تھے جن کو دودھ خیرات کے طور پر دیا جاتا تھا ۴۔ علماء فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قے کر دینا تقویٰ تھا کہ ہمارے پیٹ میں صدقہ کا دودھ نہ رہے اور جزو بدن نہ بنے اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا حضرت بریرہ پر صدقہ کیا ہوا گوشت ہدیۃً قبول فرمالینا فتویٰ نتیجہ یہ ہوا کہ فقیر کا ہدیہ کیا ہوا مال کھالینا شرعاً" جائز ہے نہ کھانا احتیاط ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر کو شبہ ہوا کہ شاید دودھ دینے والوں کو دینے کا اختیار نہ ہو یا یہ یعنی لینے والا لینے کا مستحق نہ ہو اس شبہ کی بنا پر آپ نے یہ احتیاط کی ہو لطیفہ:۔ ایک عالم کے بیٹے کو کسی لونڈی نے اپنا دودھ پلا دیا انہوں نے اس کے حلق میں انگلی ڈال کر وہ دودھ نکال دیا اور فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ دنیئہ عورت کا دودھ میرے بچے کا جزو بدن بنے اور اس کی طبیعت میں دناءت پیدا ہو'ان جیسی احتیاطوں کی اصل یہ حدیث ہے۔

بَابُ لَا تَحِلُّ لَهُ الْمَسْئَلَةُ وَمَنْ تَحِلُّ لَهٗ

باب مانگنا کسے حلال نہیں اور کسے حلال ہے

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۱۔ یہاں مانگنے سے مراد ذلت و خواری کا مانگنا ہے یعنی بھیک مانگنا لہذا باپ کا اولاد سے یا آقا کا غلام سے یا اس کے برعکس یا ان سے کچھ مانگنا جن سے مانگنے میں عار نہ ہو'مطلقاً جائز ہے'حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے شفاعت اور انعام الہیہ اور اخروی نعمتوں کی بھیک مانگنا بادشاہوں کے لئے فخر و عزت ہے اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ بلا ضرورت مانگنا ممنوع ہے'اس میں اختلاف ہے کہ مکروہ ہے یا حرام حق یہ ہے کہ حرام ہے ضرورت سوال میں بہت تفصیل ہے جو آئندہ آرہی ہے خیال رہے کہ زکوٰۃ واجب ہونے کا نصاب اور ہے زکوٰۃ لینے کی حرمت کا نصاب اور'مگر سوال حرام ہونے کا نصاب کچھ اور ہی ہے جس کے پاس دو وقت کھانے کو ہو یا کمانے پر قادر ہو وہ بھیک نہ مانگے الا بما ھو یجیئنی عن قریب

عَنْ قُبَیْصَةَ بْنِ مُخَارِقٍ قَالَ تَحَمَّلْتُ حَمَالَةً فَاَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَسْئَلُهٗ فِیْهَا فَقَالَ اَقِمْ حَتّٰی تَاْتِیَنَا الصَّدَقَةُ فَنَاْمُرُ لَكَ بِهَا ثُمَّ قَالَ یَا قُبَیْصَةُ اِنَّ الْمَسْئَلَةَ لَا تَحِلُّ اِلَّا لِاَحَدِ ثَلٰثَةٍ رَجُلٌ تَحَمَّلَ حَمَالَةً فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْئَلَةُ حَتّٰی یُصِیْبَهَا ثُمَّ یُمْسِكُ وَرَجُلٌ اَصَابَتْهُ

(۱۷۴۱) روایت ہے حضرت قبیصہ ابن مخارق سے فرماتے ہیں کہ میں ایک قرض کا ضامن بن گیا تھا ۱۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کے لئے کچھ مانگنے کو حاضر ہوا ۲۔ تو حضور نے فرمایا ٹھہرو حتی کہ صدقہ آجائے تو ہم اس کا تمہارے لئے حکم دے دیں گے ۳۔ پھر فرمایا اے قبیصہ تین شخصوں کے سواء کسی کو مانگنا جائز نہیں ایک وہ جو کسی قرض کا ضامن ہو گیا ہو اسے مانگنا

marfat.com

جَائِحَةٌ اجْتَاحَتْ مَالَهُ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتّٰى يُصِيبَ قِوَامًا مِنْ عَيْشٍ أَوْ قَالَ سِدَادًا مِنْ عَيْشٍ وَرَجُلٌ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ حَتّٰى يَقُومَ ثَلٰثَةٌ مِنْ ذَوِي الْحِجٰى مِنْ قَوْمِهِ لَقَدْ أَصَابَتْ فُلَانًا فَاقَةٌ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتّٰى يُصِيبَ قِوَامًا مِنْ عَيْشٍ أَوْ قَالَ سِدَادًا مِنْ عَيْشٍ فَمَا سِوَاهُنَّ مِنَ الْمَسْأَلَةِ يَا قَبِيصَةُ سُحْتٌ يَأْكُلُهَا صَاحِبُهَا سُحْتًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

جائز ہے حتی کہ بقدر قرض پالے پھر باز رہے ۴؎ ایک وہ جس پر آفت آجائے جو اس کا مال برباد کردے اسے مانگنا حلال ہے ۵؎ حتی کہ زندگی کا قیام پائے یا فرمایا کہ زندگی کی درستی پائے ۶؎ اور ایک وہ جسے فاقہ پہنچ جائے حتی کہ اس کی قوم کے تین عقل والے اٹھ کر کہدیں کہ فلاں فاقہ کو پہنچا ہے تو اسے مانگنا حلال ہے ۷؎ حتی کہ زندگی کا قیام یا زندگی کی درستی پائے اے قبیصہ ان کے سواء مانگنا حرام ہے کہ مانگنے والا حرام کھاتا ہے ۸؎ (مسلم)

(۱۷۴۱) ۱؎ حمالہ یعنی اس ضمانت کی صورت یہ ہوتی ہے کہ دو قومیں دیت یا دوسرے مال قرض کی وجہ سے آپس میں لڑنے لگیں کوئی ان میں صلح کرانے اور دفع شر کے لئے مقروض کا قرض یا مقتول کی دیت اپنے ذمہ لے لے یعنی دفع فساد یا صلح کرانے کے لئے مال کا ضامن بن جانا یا اپنے ذمہ لے لینا (مرقات و لمعات وغیرہ) ۲؎ تا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم مجھے مال عطا فرمادیں جس سے میں وہ قرض چکادوں یا دیت ادا کردوں ۳؎ صدقہ سے مراد مال ظاہری جانوروں و پیداوار کی زکوٰۃ ہے جو حکومت اسلامیہ وصول کرتی تھی یا مال باطنی یعنی سونے چاندی وغیرہ کی زکوٰۃ جو غنی صحابہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کرتے تھے تا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہی خیرات کریں اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت سے خیرات قبول ہو یعنی اے قبیصہ اتنا توقف کرو کہ زکوٰۃ وصول ہوجائے تو اس سے تمہارا زر ضمانت ادا کردیا جائے گا ۴؎ اس سے معلوم ہوا کہ ایسا ضامن اگرچہ مالدار بھی ہو تو صدقہ مانگ سکتا ہے کیونکہ یہ مانگنا اپنے لئے نہیں بلکہ اس مقروض فقیر کے لئے ہے جس کا یہ ضامن ہے' رب تعالٰی نے زکوٰۃ کے مصارف میں غارمین (مقروضوں) کا بھی ذکر فرمایا ہے وہ یہ ہی مقروض ہیں ۵؎ یعنی یہ شخص غنی تھا آفت ناگہانی نے مال برباد کرکے اسے فقیر کردیا اگرچہ تندرست ہے کمانے پر قادر ہے مگر کمانے تک کیا کھائے' وہ اس وقت تک کے لئے مانگ سکتا ہے جب کچھ گزارہ کے لائق کمائے تو سوال سے باز آجائے ۶؎ سداد یا سد سین کے فتح سے بمعنی رکاوٹ و آڑ یا سد سین کے کسرہ سے ہے بمعنی درستی و اصلاح یعنی اتنا مال حاصل کرے جس سے فقر و فاقہ رک کر زندگی درست ہوجائے' غرضیکہ بھیک مانگنا مردار جانور کی طرح ہے جس کا جائز و حلال ہونا سخت ضرورت پر ہے ۷؎ یہ گواہی کی قید اس کے لئے ہے جس کے متعلق لوگوں کو شبہ ہو کہ یہ غنی ہے اور بلا ضرورت مانگ رہا ہے قوم سے مراد اس کے حالات سے خبردار لوگ ہیں خواہ اس کی برادری کے ہوں یا آس پڑوس کے یعنی کم از کم تین واقف حال لوگ جنہیں غریبی امیری حاجت و غنا کی پہچان ہو وہ بتادیں کہ واقعی یہ فاقہ زدہ ہے خیال رہے کہ حضور انور صلے اللہ لیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے اہل مدینہ قرض لینے اور سوال کرنے میں عار نہیں سمجھتے تھے' ان کے وہ عادی تھے' حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی عادتوں کے بدلنے کے لئے سوال پر تو یہ پابندیاں لگائیں' مقروض کی نماز جنازہ خود نہ پڑھی دوسروں سے پڑھوادی تا کہ عبرت پکڑیں اور قرض حتی الامکان نہ لیں ۸؎ خیال رہے کہ تین کا یہ حصر اضافی ہے حقیقی نہیں' ان تین کے علاوہ اور صورتیں بھی ہیں جن میں سوال درست ہوتا ہے' جیسے وہ بے دست و پا جو کمانے پر قادر نہ ہو وہ طالب علم جس نے اپنے کو طلب علم کے لئے وقف کردیا ہو اور لوگ توجہ نہ کرتے ہوں بغیر طلب نہ دیتے ہوں' مرقات نے فرمایا کہ خانقاہوں کے وہ

marfat.com

مجاور جنہوں نے اپنے کو ریاضت و مجاہدات کے لئے حقیقی معنے میں وقف کر دیا ہو' ان کے لئے ان ہی میں کا ایک سوال کر سکتا ہے' روٹیاں کپڑے جمع کر سکتا ہے' مگر خیال رہے کہ رب تعالیٰ نیت سے خبردار ہے مانگنے کے لئے صوفی نہ بن جائے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَاَلَ النَّاسَ اَمْوَالَهُمْ تَکَثُّرًا فَاِنَّمَا یَسْئَلُ جَمْرًا فَلْیَسْتَقِلَّ اَوْ لِیَسْتَکْثِرْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

(۱۷۴۲) روایت ہے' حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص مال بڑھانے کے لئے بھیک مانگے تو وہ انگارہ مانگتا ہے اب چاہے کم کرے یا زیادہ ا۔ (مسلم)

(۱۷۴۲) ا۔ یعنی بلا سخت ضرورت بھیک مانگے بقدر حاجت مال رکھتا ہو زیادتی کے لئے مانگتا پھرے وہ گویا دوزخ کے انگارے جمع کر رہا ہے چونکہ یہ مال دوزخ میں جانے کا سبب ہے اسی لئے اسے انگارہ فرمایا۔ اس حدیث سے آج کل کے عام پیشہ ور بھکاریوں کو عبرت لینی چاہیے' حال ہی میں راولپنڈی میں ایک بھکاری نے متروکہ مکان کے نیلام میں ۴۵ ہزار روپے کی بولی دے کر مکان خریدا' بھیک ہی مانگتا تھا' افسوس ہے کہ آج مسلمانوں میں بھیک مانگنے کا مرض بہت زیادہ ہے' اس گناہ میں وہ بھی شریک ہیں جو ان موٹے مشٹنڈوں پیشہ ور بھکاریوں کو بھیک دیتے ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا یَزَالُ الرَّجُلُ یَسْاَلُ النَّاسَ حَتّٰی یَاْتِیَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ لَیْسَ فِیْ وَجْهِهٖ مُزْعَةُ لَحْمٍ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

(۱۷۴۳) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آدمی لوگوں سے مانگتا رہتا ہے حتیٰ کہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کے چہرے میں گوشت کا پارہ نہ ہو گا ا۔ (مسلم بخاری)

(۱۷۴۳) ا۔ یعنی پیشہ ور بھکاری اور بلا ضرورت لوگوں سے مانگنے کا عادی قیامت میں اس طرح آئے گا کہ اس کے چہرے میں صرف ہڈی اور کھال ہو گی گوشت کا نام نہ ہو گا۔ جس سے محشر والے پہچان لیں گے کہ یہ بھکاری تھا' یا یہ مطلب ہے کہ اس کے چہرے پر ذلت و خواری کے آثار ہوں گے' جیسے دنیا میں بھی بھکاری کا منہ چھپا نہیں رہتا' لوگ دیکھتے ہی پہچان لیتے ہیں کہ یہ سائل ہے خیال رہے کہ وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ قیامت میں رب تعالیٰ امت محمدی کی پردہ پوشی فرمائے گا' اس کا مطلب یا تو یہ ہے کہ ان کے دنیاوی چھپے عیب لوگوں پر ظاہر نہ کرے گا اور بھیک چھپا عیب نہ تھا کھلا تھا جس پر بھکاری شرم بھی کرتا تھا' یا یہ مطلب ہے کہ ہمارے عیوب دوسری امتوں پر ظاہر نہ کرے گا بھکاری کا یہ واقعہ خود مسلمانوں ہی میں ہو گا' لہذا حدیثوں میں تعارض نہیں۔ مرقات میں اس جگہ ہے کہ امام احمد ابن حنبل یہ دعاء مانگا کرتے تھے الٰہی جیسے تو نے میرے چہرے کو غیر کے سجدے سے بچایا ایسے ہی میرے منہ کو دوسرے سے مانگنے کی لعنت سے بچا۔

وَعَنْ مُعَاوِیَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُلْحِفُوْا فِی الْمَسْئَلَةِ فَوَاللّٰهِ لَا یَسْاَلُنِیْ اَحَدٌ مِّنْکُمْ شَیْئًا فَتُخْرِجَ لَهٗ مَسْئَلَتُهٗ مِنِّیْ شَیْئًا وَّاَنَا لَهٗ کَارِهٌ فَیُبَارَکَ لَهٗ فِیْمَا اَعْطَیْتُهٗ

(۱۷۴۴) روایت ہے حضرت معاویہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مانگنے میں زاری (ضد) نہ کرو ا۔ اللہ کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا تم میں سے کوئی مجھ سے کچھ مانگے اس کا مانگنا مجھ سے کچھ نکلوائے حالانکہ میں ناخوش ہوں تو اسے میرے عطیہ

marfat.com

رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

میں برکت دی جائے ۲۔ (مسلم)

(۱۷۴۴) ۱۔ یعنی سوال پر اڑ نہ جاؤ کہ سامنے والا دینا نہ چاہے اور تم بغیر لئے ٹلنا نہ چاہو' مانگنا ایک عیب ہے اور اس پر اڑنا دس گنا عیب' رب تعالٰی فرماتا ہے لا یسئلون الناس الحافا ۲۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر تو اپنا فرمایا مگر قانون کلی فرمایا کہ جو بھکاری بھی ضد یا اڑ سے بھیک وصول کرے' دینے والا دینا نہ چاہے' تو اس بھیک میں سخت بے برکتی ہو گی' امام غزالی فرماتے ہیں جو فقیر یہ جانتے ہوئے بھیک لے کہ دینے والا محض شرم و ندامت کی وجہ سے دے رہا ہے اس کا دل دینے کو نہ چاہتا تھا' تو یہ مال بھکاری کے لئے حرام ہے' خیال رہے کہ بھکاری کی ضد اور ہے چندہ کرنے والوں کا لحاظ کچھ اور ضد حرام ہے لحاظ کا یہ حکم نہیں' آج مسجدوں مدرسوں کے چندوں میں عموماً دیکھا گیا ہے کہ شہر کا بڑا معزز مالدار آدمی زیادہ وصول کر سکتا ہے' پھر اپنے لئے مانگنے اور دینی کاموں کے لئے چندہ کرنے کے احکام میں بھی فرق ہے۔

وَعَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْ يَّأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهٗ فَيَأْتِيَ بِحُزْمَةِ حَطَبٍ عَلٰى ظَهْرِهٖ فَيَبِيْعَهَا فَيَكُفَّ اللّٰهُ بِهَا وَجْهَهٗ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ أَنْ يَّسْأَلَ النَّاسَ أَعْطَوْهُ أَوْ مَنَعُوْهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

(۱۷۴۵) روایت ہے حضرت زبیر ابن عوام سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی اپنی رسی لے پھر اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا لادے اسے بیچے جس سے اللہ اس کی عزت بچائے اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے مانگے لوگ اسے دیں یا نہ دیں ۱۔ (بخاری)

(۱۷۴۵) ۱۔ خلاصہ یہ ہے کہ معمولی سے معمولی کام کرنا اور تھوڑے پیسوں کے لئے بہت سی مشقت کرنا بہتر ہے' اس سے عزت نہیں جاتی' مگر بھیک مانگنا برا جس سے عزت جاتی رہتی ہے' برکت ہوتی نہیں اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ اگر کسی بڑے آدمی پر کوئی وقت پڑ جائے تو محنت مشقت کرنے میں شرم نہ کرے کیونکہ یہ سنت انبیاء ہے' حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے معمولی سے معمولی کام بھی اپنے ہاتھ شریف سے کئے ہیں' بلکہ دیکھا یہ گیا ہے کہ بھکاری بھیک مانگنے میں بڑی محنتیں کرتے ہیں' اگر مزدوری کریں یا چھابڑی فروخت کریں' تو ان پر محنت بھی کم پڑے اور آبرو سے بھی کھائیں اس حدیث سے اشارۃً یہ معلوم ہوا کہ جنگل کے خود رو درخت مباح ہیں ان پر جو قبضہ کر کے کاٹ لے وہ اس کا مالک ہو جائے گا جیسے جنگلی شکار یا عام کنوؤں کا پانی' کیونکہ اگر یہ لکڑی کاٹنے والا اس کا مالک نہ ہوتا تو اس کا بیچنا جائز کیونکر ہوتا اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اس کام کو خیر کیوں فرماتے شعر:۔

☆ بدست آنکہ تفتہ کردن خمیر ☆ بہ ازدست بر سینہ پیش امیر ☆

وَعَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَانِيْ ثُمَّ سَأَلْتُهٗ فَأَعْطَانِيْ ثُمَّ قَالَ لِيْ يَا حَكِيْمُ إِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرٌ حُلْوٌ فَمَنْ أَخَذَهٗ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُوْرِكَ لَهٗ فِيْهِ وَمَنْ أَخَذَهٗ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهٗ فِيْهِ وَكَانَ كَالَّذِيْ يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَالْيَدُ

(۱۷۴۶) روایت ہے حضرت حکیم ابن حزام سے ۱۔ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگا حضور نے دیا میں نے پھر مانگا حضور نے مجھے اور دیا ۲۔ پھر مجھ سے فرمایا اے حکیم یہ مال خوش نما خوش ذائقہ ہے ۳۔ جو اسے دلی لاپرواہی سے لے گا اسے اس مال میں برکت ہو گی اور جو اسے نفسانی طمع سے لے گا اسے برکت نہ ہو گی ۴۔ اور وہ اس کی طرح ہو گا جو کھائے اور سیر نہ ہو

marfat.com

اَلْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى قَالَ حَكِيْمٌ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِىْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا اَرْزَءُ اَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتّٰى اُفَارِقَ الدُّنْيَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؕ

۵۔ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔۶۔ حضرت حکیم فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ اس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا کہ میں آپ کے سوا کسی سے کچھ نہ مانگوں گا حتی کہ دنیا چھوڑ دوں ۷۔ (مسلم بخاری)

(۱۷۴۶) ۱۔ آپ صحابی ہیں' حضرت خدیجۃ الکبرے کے بھتیجے ہیں' آپ کی پیدائش خانہ کعبہ میں ہوئی' ایک سو بیس سال عمر پائی' ساٹھ سال جاہلیت میں گزرے' ساٹھ سال اسلام میں (اشعۃ اللمعات) ۲۔ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ مانگنے کو عیب نہ سمجھتے تھے بلا ضرورت بھی دست سوال دراز کردیتے تھے' نو مسلم حضرات اسی عادت کے مطابق اولا" مانگتے تھے' نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اکثرانہیں دے کر سوال سے منع فرماتے تھے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضاخاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھا گیا کہ آپ مسجد کے بھکاری کو پہلے دیتے' پھر مسجد میں مانگنے سے منع کرتے' شائد آپ کے عمل کا ماخذ یہ حدیث ہو ۳۔ سبحٰن اللہ کیا بلیغ کلام ہے' خوش نما سبزے سے آنکھ سیر نہیں ہوتی اور لذیذ کھانے سے دل نہیں بھرتا' لیکن اگر بے قاعدہ کھاؤ تو تکلیف دیتا ہے اسی طرح مال سے نہ آنکھ بھرے نہ دل لیکن ہوس کا انجام برا ۴۔ لاپرواہی سے مراد طمع اور ہوس کا مقابل ہے' یعنی جو مال لے تو لیکن صبرو قناعت کے ساتھ کہ ناجائز کی طرف نظر نہ اٹھائے اور جائز مال کی بھی ہوس نہ ہو تو اگرچہ اس کے پاس مال تھوڑا ہو مگر برکت ہوگی' کیونکہ اس میں اللہ رسول کی رضا شامل ہوگی خیال رہے کہ مال کی زیادتی اور ہے' برکت کچھ اور زیادتی مال کبھی ہلاک کردیتی ہے' مگر برکت مال دین و دنیا میں رب تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے برکت والا تھوڑا پانی پیاس بجھادیتا ہے' بہت سا پانی ڈبو دیتا ہے دیکھو طالوت کے جن ساتھیوں نے نہر سے ایک چلو پانی پر قناعت کی' وہ کامیاب رہے اور بہت سا پینے والے مارے گئے' کیونکہ چلو میں برکت تھی اور اس میں محض کثرت ۵۔ جوع البقر بیماری والا کھانے سے سیر نہیں ہوتا اور استسقاء والا پانی سے' ان دونوں کی یہ بھوک اور پیاس کبھی ہلاکت کا باعث ہو جاتی ہے' حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے مال کی ہوس کو جوع البقر قرار دیا ۶۔ اوپر والے ہاتھ سے مراد دینے والا ہے اور نیچے والے سے مانگ کر لینے والا' خواہ دینے والا نذرانہ کے طور پر نیچا ہاتھ کرکے ہی دے اور لینے والا اوپر ہاتھ کرکے ہی اٹھائے' مگر پھر بھی دینے والا ہی اونچا ہے' یہاں دینے اور لینے سے مراد بھیک دینا اور لینا ہے اولاد کا ماں باپ کو دینا' مرید صادق کا اپنے شیخ کامل کی خدمت میں کچھ پیش کرنا' انصار کا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں نذرانے پیش کرنا اس حکم سے علیحدہ ہیں' اگر ہماری کھالوں کے جوتے بنیں اور رشتہ جان کے تسمے اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اسے استعمال فرمائیں تو ان کے حق کا کروڑواں حصہ ادا نہ ہوا اس حدیث سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ غنا فقر سے بہتر ہے' اور غنی شاکر' فقیر صابر سے افضل مگر حق یہ ہے کہ فقیر صابر غنی شاکر سے افضل ہے' ہماری اس تقریر سے یہ حدیث غنی کے افضل ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی' کیونکہ یہاں بھکاری فقیر کا ذکر ہے نہ کہ صابر کا بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ یہاں اوپر والے ہاتھ سے فقیر صابر مراد ہے اور نیچے والے سے بھکاری' تب تو سبحان اللہ بہت لطف کی بات ہے ۷۔ بعد کے معنے سوا بہت ہی مناسب ہیں جو شیخ نے اختیار کئے یعنی آپ سے تو جیتے جی قبر میں حشر میں مانگتا ہی رہوں گا کیوں نہ مانگوں میں بھکاری آپ داتا' رب تعالیٰ فرماتے ہے ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک اور فرماتا ہے اغنٰھم اللہ ورسولہ اور فرماتا ہے واما السائل فلا تنھر آپ سے مانگنے میں ہماری عزت ہے' ہاں آپ کے سواء کسی سے نہ مانگوں گا شعر:۔

marfat.com

☆ ان کے در کی بھیک چھوڑیں سروری کے واسطے ☆ ان کے در کی بھیک اچھی سروری اچھی نہیں ☆

کل قیامت میں ساری خلق حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے شفاعت وغیرہ کی بھیک مانگے گی، حضرت حکیم نے یہ وعدہ ایسا پورا کیا کہ اگر گھوڑے سے آپ کا کوڑا گر جاتا تو خود اتر کر لیتے، کسی سے مانگتے نہیں، خیال رہے کہ اوذء وذء سے بنا، بمعنی کم کرنا چونکہ مانگنے سے مانگنے والے کی عزت گھٹ جاتی ہے اور دینے والے کا کچھ مال بھی کم ہوتا ہے، اس لئے اسے وذء فرمایا۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَذْكُرُ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ عَنِ الْمَسْئَلَةِ اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى وَالْيَدُ الْعُلْيَا هِيَ الْمُنْفِقَةُ وَالسُّفْلٰى هِيَ السَّائِلَةُ متفق علیہ

(۱۷۴۷) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منبر پر فرمایا جبکہ آپ صدقہ کا اور مانگنے سے باز رہنے کا ذکر فرمارہے تھے ا۔ کہ اونچا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے اونچا ہاتھ دینے والا ہے اور نیچا ہاتھ مانگنے والا ۲۔ (مسلم بخاری)

(۱۷۴۷) ا۔ یعنی مالداروں کو صدقہ دینے کی رغبت دے رہے تھے اور فقیروں کو صبر اور مانگنے سے باز رہنے کا حکم دے رہے تھے ۲۔ الحمدللہ اس حدیث نے فقیر کی گزشتہ شرح کی تائید فرمادی یعنی بھکاری دینے والے سے نیچا ہے، ہر لینے والا نیچا نہیں، بہت مرتبہ دینے والا خادم ہوتا ہے لینے والا مخدوم، جس کی مثالیں بھی عرض کی جاچکیں، ظاہر یہ ہے کہ یہ تفسیر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے نہ کہ سیدنا ابن عمر کی، جیسا کہ بعض شارحین نے سمجھا، مرقات نے یہاں فرمایا کہ بھکاری اس لئے مفضول ہوا کہ وہ اس مانگنے سے مائل بغنیٰ ہے، اور سخی اس لئے افضل ہوا کہ وہ مائل بفقر ہے، یعنی فقیر مال لے رہا ہے اور سخی مال دے کر کم کر رہا ہے للہذا اس حدیث سے یہی ثابت ہوا کہ غنا سے فقر افضل

وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ اِنَّ اُنَاسًا مِّنَ الْاَنْصَارِ سَاَلُوْا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَاهُمْ ثُمَّ سَاَلُوْهُ فَاَعْطَاهُمْ حَتّٰى نَفِدَ مَا عِنْدَهٗ فَقَالَ مَا يَكُوْنُ عِنْدِىْ مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ اَدَّخِرَهٗ عَنْكُمْ وَمَنْ يَّسْتَعِفَّ يُعِفَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ وَمَنْ يَّتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ وَمَا اُعْطِىَ اَحَدٌ عَطَاءً هُوَ خَيْرٌ وَّاَوْسَعُ مِنَ الصَّبْرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(۱۷۴۸) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں کہ کچھ انصاری لوگوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مانگا ا۔ حضور نے انہیں دیا پھر مانگا حضور نے پھر دیا حتی کہ جو آپ کے ساتھ تھا ختم ہو گیا ۲۔ پھر فرمایا جو کچھ مال میرے پاس ہو گا وہ تم سے ہرگز بچا نہ رکھوں گا ۳۔ جو سوال سے بچنا چاہے اللہ اسے بچائے گا اور جو غنا چاہے گا اللہ اسے غنا دے گا اور جو صبر چاہے گا اللہ اسے صبر دے گا ۴۔ اور کسی کو صبر سے بہتر اور وسیع کوئی چیز نہ ملی ۵۔ (مسلم بخاری)

(۱۷۴۸) ا۔ ظاہر یہ ہے کہ مانگنا بلاضرورت تھا جیسا کہ اگلے فرمان سے معلوم ہو رہا ہے ضرورۃً مانگنے والوں کو تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم خود بھی دیتے تھے اور دوسروں سے بھی دلواتے تھے ۲۔ یعنی وہ حضرات مانگتے رہے اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم دیتے رہے انہیں سب کچھ دے کر پھر مسئلہ بتایا اس میں تبلیغ بھی ہے اور سخاوت مطلقہ کا اظہار بھی معلوم ہوا کہ بلاضرورت مانگنے والوں کو دینا حرام نہیں اگرچہ انہیں مانگنا ممنوع ہے خیال رہے کہ جس کو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ خوش ہو کر دیا ہے وہ بہت عرصہ تک ختم نہ ہوا، چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوہریرہ کو تھوڑے تھوڑے جو عطا فرمائے تھے جو

marfat.com

ان بزرگوں نے سالہا سال کھائے اور کھلائے، پھر جب تولے تو اتنے ہی تھے مگر تولنے سے ختم ہو گئے حضرت طلحہ کے ہاں ساڑھے چار سیر جو کی روٹی پر سینکڑوں آدمیوں کی دعوت فرما دی، جیسا کہ باب المعجزات میں آئے گا' لہٰذا اس ختم ہونے سے کوئی دھوکا نہ کھائے یار کے رنگ مختلف ہیں، جب خوشی سے دیں تو سب کچھ ہے' اور اگر کوئی ناخوش کر کے لے تو اس میں برکت نہیں ۳۔ خیر سے مراد مال ہے، چونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم مال حلال ہی لیتے تھے' اس لئے اسے خیر فرمایا' اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی مال جمع نہ کیا اور نہ بعد وفات کچھ وارثۃً چھوڑا جو باغ وغیرہ تھے وہ سب مسلمانوں پر وقف رہے ۴۔ یہ حدیث اس حدیث قدسی کی شرح ہے انا عند ظن عبدی بی یعنی رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے قریب رہتا ہوں اس کا ظہور آخرت میں تو ہو گا ہی کہ اگر بندہ معافی کی امید کرتا ہوا مر جائے تو انشاء اللہ اسے معافی ہی ملے گی اکثر دنیا میں بھی ہو جاتا ہے کہ جو قرض نہ لینے یا نہ مانگنے کا خدا کے بھروسے پر پورا ارادہ کر لے' تو اللہ تعالیٰ اسے ان سے بچا ہی لیتا ہے' اور جو یہ کوشش کرے کہ دنیا والوں سے لاپرواہ رہوں' تو بہت حد تک اللہ تعالیٰ اسے لاپرواہ ہی رکھتا ہے' مگر یہ فقط زبانی دعویٰ نہ ہو عملی کوشش بھی ہو کہ کمانے میں مشغول رہے' خرچ درمیانہ رکھے' گلچھرے نہ اڑائے اللہ رسول سچے ہیں ان کے وعدے حق' غلطی ہم کر جاتے ہیں ۵۔ یعنی رب تعالیٰ کی عطاؤں میں سے بہترین اور بہت گنجائش والی عطا صبر ہے کہ رب تعالیٰ نے اس کا ذکر نماز سے پہلے فرمایا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ اور صابر کے ساتھ اللہ ہوتا ہے' نیز صبر کے ذریعہ انسان بڑی بڑی مشقتیں برداشت کر لیتا ہے اور بڑے بڑے درجے حاصل کر لیتا ہے' رب تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کے بارے میں فرمایا انا وجدنہ صابرا ہم نے انہیں بندہ صابر پایا' صبر ہی کی برکت سے حضرت حسین علیہ السلام سید الشہداء ہوئے۔

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيْنِي الْعَطَاءَ فَأَقُوْلُ أَعْطِهِ أَفْقَرَ إِلَيْهِ مِنِّي فَقَالَ خُذْهُ فَتَمَوَّلْهُ وَتَصَدَّقْ بِهِ فَمَا جَاءَكَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ وَأَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَّلَا سَائِلٍ فَخُذْهُ وَمَا لَا فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؞

(۱۷۴۹) روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مجھے عطیہ دینا چاہتے تو میں عرض کرتا کہ یہ مجھ سے زیادہ حاجت مند کو عطا فرمائیے ۱ تو آپ فرماتے یہ لے لو اسے مال بنالو اس کو صدقہ کرو تمہیں جو مال بغیر طمع اور بغیر مانگے ملے اسے لے لیا کرو اور جو نہ ملے اس کے پیچھے اپنے کو نہ لگاؤ ۲۔ (مسلم بخاری)

(۱۷۴۹) ۱۔ محبت پاک مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ تاثیر تھی کہ حضرت عمر صرف غنی نہیں بلکہ غنی تر وغنی گر ہو گئے مانگنا تو کیا بغیر مانگے آتی ہوئی چیز میں بھی ایثار ہی کرتے ہیں اور دوسروں کو اپنے پر ترجیح دیتے ہیں اپنے دور خلافت میں جب فارس اور روم کے خزانے مدینہ میں لاتے ہیں' تو اس وقت بھی خود ایک قمیض ہی دھو دھو کر پہنتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۲۔ سبحان اللہ کیا بے مثال تعلیم ہے مقصد یہ ہے کہ جو بغیر مانگے اور بغیر طمع کے ملے وہ رب تعالیٰ کا عطیہ ہے اسے نہ لینا گویا اس عطیہ کی بیقدری ہے دنیا والوں سے استغناء اچھا اور اللہ و رسول کا ہمیشہ محتاج رہنا اچھا' مشائخ کرام معمولی نذرانہ بھی قبول کر لیتے ہیں' ان کا ماخذ یہ حدیث ہے' پھر کیا خوب فرمایا کہ تم خود لے کر صدقہ کر دو تاکہ تمہیں لینے کا بھی ثواب ملے اور دینے کا بھی حکایت حضرت بنان حمالی کا پیشہ کرتے تھے ایک بار امام احمد ابن حنبل کا کچھ سامان اجرت پر گھر پہنچایا وہاں تنور سے روٹیاں نکلتی دیکھیں' امام احمد نے اپنے بیٹے

marfat.com

سے کہا کہ دو روٹیاں بنان کو بھی دے دو' بنان نے انکار کردیا' جب چلے گئے تو امام نے پھر دو روٹیاں ان کے پاس بھیجیں' بنان نے قبول کرلیں' کسی نے امام احمد سے بنان کے اس رویہ کی وجہ پوچھی کہ انہوں نے پہلے کیوں نہ لیں پھر کیوں لے لیں' امام نے فرمایا کہ وہ مرد متقی ہے پہلے ان کے نفس میں انتظار پیدا ہوچکا تھا نہ لیں' لوٹ جانے کے بعد مایوس ہوگئے تھے پھر لے لیں اور آپ نے یہی حدیث پڑھی (مرقات)

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

تیسری فصل

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَسَائِلُ كُدُوْحٌ يَكْدَحُ بِهَا الرَّجُلُ وَجْهَهٗ فَمَنْ شَآءَ اَبْقٰى عَلٰى وَجْهِهٖ وَمَنْ شَآءَ تَرَكَهٗ اِلَّا اَنْ يَّسْاَلَ الرَّجُلُ ذَا سُلْطَانٍ اَوْ فِيْ اَمْرٍ لَا يَجِدُ مِنْهُ بُدًّا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ

(۱۷۵۰) روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے ۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سوال کھرونچے ہیں جن سے آدمی اپنا منہ کھرچتا ہے تو جو چاہے اپنے منہ پر یہ کھرونچے رکھے اور جو چاہے اس سے بچے ۲؎ مگر یہ کہ آدمی حکومت والے سے کچھ مانگے یا ایسی چیز کہ اس کے بغیر چارہ نہ پائے ۳؎ (ابوداؤد' ترمذی' نسائی)

(۱۷۵۰) ۱؎ آپ مشہور صحابی ہیں آپ کے شاگردوں میں سے بڑے شاگرد ابن سیرین اور امام شعبی ہیں بصرہ میں قیام رہا ۵۵ھ میں وہیں وصال ہوا ۲؎ منہ کے کھرونچوں سے مراد ذلت کا اثر ہے کہ جیسے منہ کے زخم دور سے نظر آتے ہیں ایسے ہی بھکاری دور سے پہچانا جاتا ہے اس کے چہرے پر نہ رونق ہوتی ہے نہ وقار بلکہ یہ آثار ذلت قیامت میں بھی اس پر ہوں گے' جیسا کہ پہلے حدیث شریف میں آچکا ۳؎ یعنی یہ دو سوال جائز ہیں' مستحق کا حاکم وقت سے اپنے وظیفہ مقرر کرانا کہ یہ بھیک نہیں بلکہ اپنے حق کا مطالبہ ہے' دوسرے سخت ضرورت کے وقت جب شرعًا" اسے مانگنا جائز ہو تو کچھ مانگ لینا امام غزالی نے فرمایا کہ جس مالدار پر حج فرض ہوا اور بلاوجہ حج نہ کرے' پھر غریب ہوجائے' تو اس پر واجب ہے کہ حج کا خرچہ مانگے اور حج کو جائے کہ اس میں اپنے کو فسق سے نکالنا ہے' جب مجبورًا" بھوک یا برہنگی دفع کرنے کے لئے سوال واجب ہے تو یہ بھی ضروری ہے (مرقات)

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَاَلَ النَّاسَ وَلَهٗ مَا يُغْنِيْهِ جَآءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَسْاَلَتُهٗ فِيْ وَجْهِهٖ خُمُوْشٌ اَوْ خُدُوْشٌ اَوْ كُدُوْحٌ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا يُغْنِيْهِ قَالَ خَمْسُوْنَ دِرْهَمًا اَوْ قِيْمَتُهَا مِنَ الذَّهَبِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ

(۱۷۵۱) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو لوگوں سے مانگے حالانکہ اس کے پاس بقدر دفع حاجت ہے ۱؎ تو قیامت میں اس طرح آئے گا کہ اس کے سوال اس کے چہرے میں کھروچن یا خارش یا زخم ہوں گے ۲؎ عرض کیا گیا یا رسول اللہ قدر غنا کیا ہے فرمایا پچاس درہم یا اس قیمت کا سونا ۳؎ (ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ' دارمی)

(۱۷۵۱) ا۔ یعنی اس کے پاس روز مرہ کی ضروریات کھانا، کپڑا ہے اور کوئی خاص ضرورت درپیش نہیں، لہٰذا یہ حدیث گزشتہ اس حدیث کے خلاف نہیں جہاں تھا کہ ضامن بن جانے والا سوال کر سکتا ہے کہ ضمانت نے اسے سوال کی ضرورت ڈال دی ۲۔ ظاہر یہ ہے کہ تینوں ہی الفاظ او کے ساتھ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ہی کے ہیں، راوی کا شک نہیں اور ان تینوں کے الگ الگ معنے ہیں، ہر دوسرے لفظ میں پہلے سے ترقی زیادہ ہے، جیساکہ ہم نے ترجمہ میں ظاہر کردیا، چونکہ بے ضرورت بھکاری تین قسم کے تھے معمولی کبھی کبھی مانگ لینے والے، اور ہمیشہ کے بھکاری، ضدی وہٹ دھرم بھکاری، اسی لئے ان کے چہروں کے آثار بھی تین طرح کے ہوئے جیسی بھیک ویسا اس کا اثر لہٰذا او تقسیم کے لئے ہے شک کے لئے نہیں ۳۔ خیال رہے کہ جس نصاب سے سوال حرام ہوتا ہے اس کی مقداریں مختلف آئی ہیں۔ یہ تو پچاس درہم یعنی قریبًا ساڑھے بارہ روپے ارشاد ہوئے، دوسری روایت میں ایک اوقیہ ارشاد ہوا یعنی چالیس درہم تقریبًا دس روپے، تیسری روایت میں دن رات کا کھانا ارشاد ہوا، جیساکہ آگے آرہا ہے، لہٰذا بعض شارحین نے ان دونوں حدیثوں کو دن رات کے کھانے والی حدیث سے منسوخ مانا، لیکن چونکہ ہر شخص کی حاجت مختلف ہوتی ہے، بڑے کنبے والے کا روزانہ خرچ زیادہ ہوتا ہے درمیانی کنبے والے کا درمیانہ، اور اکیلے آدمی کا خرچہ بھی بہت معمولی، سرکار کے یہ تین ارشاد تین قسم کے لوگوں کے لحاظ سے ہیں، جیسا موقعہ اور جیسا مسئلہ پوچھنے والا ویسا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا جواب حکیم کی ہربات حکمت سے ہوتی ہے، لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں، اور ممکن ہے کہ حرمت سوال کا حکم تدریجًا" آہستگی سے وارد ہوا، اولا" پچاس درہم والوں کو روکا گیا، پھر چالیس والوں کو آخر میں دن رات کے کھانے پر قدرت رکھنے والے کو، جیسے شراب کی حرمت کا حال ہوا، کیونکہ اہل عرب سوال کے عادی تھے، ایک دم سوال چھوڑ نہ سکتے تھے اس لئے یہ ترتیب برتی گئی۔

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ الْحَنْظَلِيَّةِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَأَلَ وَعِنْدَهٗ مَا يُغْنِيْهِ فَاِنَّمَا يَسْتَكْثِرُ مِنَ النَّارِ قَالَ النُّفَيْلِيُّ وَهُوَ اَحَدُ رُوَاتِهٖ فِيْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ وَمَا الْغِنَى الَّذِيْ لَا يَنْبَغِيْ مَعَهُ الْمَسْئَلَةُ قَالَ قَدْرُ مَا يُغَدِّيْهِ وَ يُعَشِّيْهِ وَقَالَ فِيْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ شِبْعُ يَوْمٍ اَوْ لَيْلَةٍ وَيَوْمٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ.

(۱۷۵۲) روایت ہے حضرت سہل ابن حنظلیہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مانگے حالانکہ اس کے پاس بقدر غنا ہو تو وہ آگ بڑھاتا ہے ا۔ نفیلی نے فرمایا جو دوسری جگہ اس حدیث کے ایک راوی ہیں ۲۔ وہ غنا کیا ہے جس کے ہوتے سوال مناسب نہیں فرمایا اس قدر کہ صبح شام کھائے اور دوسری جگہ فرمایا کہ اس کے پاس ایک دن یا ایک دن و رات کی سیری ہو ۳۔ (ابوداؤد)

(۱۷۵۲) ا۔ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ بلاضرورت سوال حرام ہے کیونکہ خصوصیت سے سخت عذاب کی وعید وارد ہوئی، آگ بڑھانے سے مراد آگ کی تیزی، بھڑک، شعلے بڑھانا ہے ۲۔ نفیلی کا نام عبداللہ ابن محمد ہے ابوداؤد سجستانی کے استاد ہیں، نفیل ان کے کسی دادا کا نام ہے ۳۔ اس کی شرح ابھی گزر گئی کہ دن رات کی خوراک کی حد ہر شخص کے لئے جداگانہ ہے، بڑے کنبہ والے کے لئے زیادہ مال ہے درمیانے کے لئے درمیانہ، ایک دو آدمیوں کے لئے معمولی، یہاں خاص آفت زدہ مستثنٰی ہے، مقروض، ضامن یا جسکا مال ہلاک ہوگیا اس کے لئے سوال جائز ہے اگرچہ دن رات کے کھانے کا مالک ہو لہٰذا یہ حدیث گزشتہ احادیث کے

marfat.com

خلاف نہیں خیال رہے کہ یہ مانگنے کا ذکر ہے' رہا زکوۃ لینا اس کے متعلق یہاں مرقات نے فرمایا کہ فقیر اپنے اور اپنے بال بچوں کے ایک سال کا خرچ زکوۃ سے جمع کر سکتا ہے خرچ سے مراد کھانا اور کپڑا دونوں ہی ہیں۔

وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي أَسَدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَأَلَ مِنْكُمْ وَلَهُ أُوقِيَّةٌ أَوْ عِدْلُهَا فَقَدْ سَأَلَ إِلْحَافًا رَوَاهُ مَالِكٌ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ

(۱۷۵۳) روایت ہے حضرت عطاء بن یسار سے وہ بنی اسد کے ایک شخص سے راوی ۱۔ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے جو مانگے حالانکہ اس کے پاس ایک اوقیہ یا اس کے برابر ہو تو وہ زاری سے مانگتا ہے ۲۔ (مالک و ابوداؤد' نسائی)

(۱۷۵۳) ۱۔ عطاء ابن یسار تابعی ہیں اور ان کے شیخ جن کا انہوں نے نام نہ لیا صرف یہ کہہ دیا کہ بنی اسد کے ایک صاحب وہ صحابی ہیں چونکہ صحابہ سارے ہی عادل ہیں کوئی فاسق نہیں' اس لئے ان کا نام یا حال معلوم نہ ہونا حدیث کی صحت کے لئے مضر نہیں' نہ ایسے صحابی کو مجہول کہا جا سکتا ہے نہ حدیث کو (مرقات) ۲۔ یعنی قرآن شریف میں جو وارد ہوا لا یسئلون الناس الحافا اس الحاف میں بے ضرورت مانگنا بھی داخل ہے' اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے' اس تعیین کی وجہ ابھی کچھ پہلے عرض کی جا چکی ہے۔

وَعَنْ حُبْشِيِّ بْنِ جُنَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَحِلُّ لِغَنِيٍّ وَلَا لِذِي مِرَّةٍ سَوِيٍّ إِلَّا لِذِي فَقْرٍ مُدْقِعٍ أَوْ غُرْمٍ مُفْظِعٍ وَمَنْ سَأَلَ النَّاسَ لِيُثْرِيَ بِهِ مَالَهُ كَانَ خُمُوشًا فِي وَجْهِهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَرَضْفًا يَأْكُلُهُ مِنْ جَهَنَّمَ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُقِلَّ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْثِرْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

(۱۷۵۴) روایت ہے حضرت حبشی ابن جنادہ سے ۱۔ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ تو غنی کو سوال جائز ہے نہ درست اعضاء والے کو مگر زمین سے ملے ہوئے فقیر یا رسوائی والے مقروض کو ۲۔ اور جو لوگوں سے مال بڑھانے کے لئے مانگے تو یہ سوال قیامت کے دن اس کے چہرے کے کھرونچے ہوں گے اور دوزخ کے انگارے جسے وہ کھائے گا اب جو چاہے وہ کم کرے جو چاہے بڑھائے ۳۔ (ترمذی)

(۱۷۵۴) ۱۔ ان کی کنیت ابوالجنوب ہے قبیلہ بنی بکر ابن ہوازن سے ہیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع میں دیکھا آپ کا شمار اہل کوفہ میں ہے ۲۔ یہ استثناء صحیح الاعضاء سے ہے یعنی تندرست آدمی ان دونوں صورتوں میں مانگ سکتا ہے' ایک سخت فقیر جو اسے خاک نشین بنا دے' جس سے وہ نہ کہیں کاروبار کر سکے نہ کمانے کے لئے سفر رب تعالٰی فرماتا ہے او مسکینا ذامتربۃ ایسا مقروض جس کے قرض خواہ اس کی آبرو کے درپے ہو گئے ہوں' وہ اگرچہ تندرست ہے مگر ان مصیبتوں کے دفعیہ کے لئے مانگ سکتا ہے یہ آخری جملہ اختیار دینے کے لئے نہیں بلکہ اظہار غضب کے لئے ہے' جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر۔ رضف رضفۃ کی جمع ہے' رضفہ وہ تیز گرم پتھر ہے جس سے دودھ ابالا جاتا ہے۔

وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُهُ فَقَالَ أَمَا فِي بَيْتِكَ شَيْءٌ فَقَالَ بَلَى حِلْسٌ نَلْبَسُ بَعْضَهُ وَنَبْسُطُ بَعْضَهُ

(۱۷۵۵) روایت ہے حضرت انس سے کہ ایک انصاری شخص نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مانگنے کے لئے آیا ۱۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تیرے گھر میں کچھ نہیں ۲۔ عرض کیا ہاں ایک ٹاٹ

marfat.com

وَقَعْبٌ نَشْرَبُ فِيْهِ مِنَ الْمَاءِ قَالَ ائْتِنِيْ بِهِمَا فَأَتَاهُ بِهِمَا فَأَخَذَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ وَقَالَ مَنْ يَشْتَرِيْ هٰذَيْنِ قَالَ رَجُلٌ أَنَا آخُذُهُمَا بِدِرْهَمٍ قَالَ مَنْ يَزِيْدُ عَلٰى دِرْهَمٍ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلٰثًا قَالَ رَجُلٌ أَنَا آخُذُهُمَا بِدِرْهَمَيْنِ فَأَعْطَاهُمَا إِيَّاهُ فَأَخَذَ الدِّرْهَمَيْنِ فَأَعْطَاهُمَا الْأَنْصَارِيَّ وَقَالَ اشْتَرِ بِأَحَدِهِمَا طَعَامًا فَانْبِذْهُ إِلٰى أَهْلِكَ وَاشْتَرِ بِالْآخَرِ قَدُوْمًا فَأْتِنِيْ بِهٖ فَأَتَاهُ بِهٖ فَشَدَّ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُوْدًا بِيَدِهٖ ثُمَّ قَالَ اذْهَبْ فَاحْتَطِبْ وَبِعْ وَلَا أَرَيَنَّكَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا فَذَهَبَ الرَّجُلُ يَحْتَطِبُ وَيَبِيْعُ فَجَاءَ وَقَدْ أَصَابَ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ فَاشْتَرٰى بِبَعْضِهَا ثَوْبًا وَبِبَعْضِهَا طَعَامًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ تَجِيْءَ الْمَسْأَلَةُ نُكْتَةً فِيْ وَجْهِكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَصْلُحُ إِلَّا لِثَلٰثَةٍ لِذِيْ فَقْرٍ مُدْقِعٍ أَوْ لِذِيْ غُرْمٍ مُفْظِعٍ أَوْ لِذِيْ دَمٍ مُوْجِعٍ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ إِلٰى قَوْلِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

ہے جو ہم کچھ بچھالیتے ہیں کچھ اوڑھ لیتے ہیں ۳؎ اور ایک پیالہ جس میں پانی پیتے ہیں فرمایا وہ دونوں ہمارے پاس لے آؤ وہ یہ دونوں چیزیں حاضر لائے انہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا یہ کون خریدتا ہے ۴؎ ایک شخص نے کہا ایک درہم میں لیتا ہوں آپ نے دو یا تین بار فرمایا ایک درہم سے زیادہ کون دیتا ہے ۵؎ ایک صاحب بولے کہ میں دو درہم میں لیتا ہوں آپ نے فرمایا یہ دونوں چیزیں انہیں دے دو ۶؎ اور دو درہم ان انصاری کو دیئے اور فرمایا ان میں سے ایک کا غلہ خرید کر اپنے گھر میں ڈال دے اور دوسرے کی کلہاڑی خرید کر میرے پاس لا ۷؎ وہ حضور کے پاس کلہاڑی لائے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے اس میں دستہ ڈالا ۸؎ پھر فرمایا جاؤ لکڑیاں کاٹو اور بیچو اور اب میں تمہیں پندرہ دن نہ دیکھوں ۹؎ پھر وہ صاحب لکڑیاں کاٹتے اور بیچتے رہے پھر حاضر ہوئے اور دس درہم کما چکے تھے اس نے کچھ درہموں سے کپڑا اور کچھ سے غلہ خریدا ۱۰؎ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے لئے یہ اس سے بہتر ہے کہ سوالات قیامت کے دن تمہارے منہ میں داغ بن کر آئیں ۱۱؎ تین شخصوں کے سواء کسی کو سوال جائز نہیں کمر توڑ فقیری یا رسوا کن قرض یا تکلف دہ خون سے ۱۲؎ (ابوداؤد) اور ابن ماجہ نے یوم القیامت تک روایت کی۔

(۱۷۵۵) ۱؎ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ تشریف آوری سے پہلے لوگ قرض و سوال میں گھرے ہوئے تھے، چنانچہ یہود کے ہاں کی بہت زمینیں جائیدادیں' مال' مکان وغیرہ گروی پڑے تھے' سوال کر لینے کا عام رواج تھا' کیونکہ اکثر لوگ بہت غریب و نادار تھے اسی سلسلہ میں یہ حضرات نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سوال کرنے حاضر ہوئے ۲؎ سبحان اللہ یہ ہے بگڑی قوم کا بنانا' یہاں یہ ممکن تھا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اسے کچھ دے دیتے مگر وہ چند روز میں کھا کر برابر کر دیتا' حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس طریقہ سے اس کی بلکہ اس کی نسل کی زندگی سنبھال دی فقیر کو دے دینا آسان مگر اس کی زندگی سنبھال دینا بہت مشکل ہے' تجربہ ہے کہ پہاڑ ڈھا دینا اور دریا پاٹ دینا آسان مگر بگڑی قوم کو سنبھال دینا مشکل' حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ کام ایسی خوش اسلوبی سے انجام دیئے جس کی مثال نہیں ملتی ۳؎ حلس ح کے کسرہ سے ٹاٹ کو بھی کہتے ہیں اور موٹے کمبل کو بھی' جو اونٹ کی پیٹھ پر پالان کے نیچے ڈالا جاتا ہے' یہاں دونوں معنے کا احتمال ہے بھلا غریبی کی حد ہو گئی کہ اس اللہ کے بندے کے

marfat.com

سارے گھر میں کل کائنات یہ دو چیزیں ہیں' حالت یہ کہ ایک ہی کمبل کو آدھا بچھا کر خود بیوی بچے سب لیٹ جاتے اور اسی کا آدھا یہ سب اوڑھ لیتے جیسا کہ نبسط کے جمع متکلم سے معلوم ہو رہا ہے' حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان غریبوں کو تخت و تاج کا مالک بنایا ہے ۳۔ اگرچہ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ سرکار اس مسکین سے ہی فرمادیتے کہ یہ دونوں چیزیں بیچ کر کلہاڑی خرید لو جس سے لکڑیاں کاٹو اور بیچو اور اپنا کام چلاؤ' مگر اس صورت میں وہ اہمیت ظاہر نہ ہوتی جو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے عمل شریف سے ظاہر ہوئی' اس سے معلوم ہوا کہ صرف کہہ دینے سے قوم کی اصلاح نہیں ہوتی' اس کے لئے کچھ کر کے بھی دکھانا پڑتا ہے' مبلغین قولی تبلیغ پر کفایت نہ کریں بلکہ عملی تبلیغ بھی کریں۔ ۵۔ اس سے نیلام کا بھی ثبوت ہوا جسے عربی میں بیع من یزید کہتے ہیں' اور نیلام میں بار بار بولی مانگنا بھی ثابت ہوا یہ دونوں چیزیں سنت سے ثابت ہیں ۶۔ خیال رہے کہ جس حدیث میں دوسرے کے بھاؤ پر بھاؤ چڑھانا منع فرمایا گیا وہاں وہ صورت مراد ہے جہاں تاجر و خریدار راضی ہو چکے ہوں اور یہ چڑھا کر ان کا بھاؤ بگاڑ دے' یہاں یہ صورت نہیں' یہاں تو تاجر خود بھاؤ چڑھانے کا مطالبہ کر رہا ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں اس حدیث سے بیع معاطات (جسے بیع تعاطی بھی کہتے ہیں) ثابت ہوئی یعنی زبان سے ایجاب و قبول نہ کرنا صرف لین دین سے بیع کر دینا جیسا آج کل عام طور پر ہوتا ہے' دیکھو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہاں نہ اس سے ایجاب کرایا نہ خود قبول فرمایا صرف لے دے کر بیع کر دی ۷۔ یعنی ایک درہم کے جو خرید کر اپنی بیوی کو دے تاکہ وہ پیس پکا کر خود بھی کھائے تجھے اور بچوں کو بھی کھلائے' اور دوسرے درہم کی کلہاڑی خرید کر مجھے دے جا اور روٹی کھا کر پھر آنا' اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ فقیر نادار پر بھی بیوی بچوں کا خرچہ واجب ہے' کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ فرمایا کہ بیوی سے بھی کمائی کرا' دوسرے یہ کہ کمانا صرف مرد پر لازم ہے' نہ کہ بیوی پر' کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے کلہاڑی صرف مرد کو دی دو کلہاڑیاں لیکر عورت و مرد میں تقسیم نہ فرمائیں اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو لڑکیوں سے کمائی کرانے کے لئے بی۔ اے' ایم۔ اے' کرا رہے ہیں اور جو ضروری مسائل لڑکیوں کو سیکھنا فرض ہیں ان سے بالکل بے خبر ہیں ۸۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس سے کوئی کام کاج شروع کرایا جائے اس کی کچھ بدنی امداد بھی کی جائے' دیکھو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہاں اس کی مالی امداد نہ کی بلکہ بدنی امداد فرمائی' کیونکہ مالی امداد سے اس کے مانگنے کی عادت نہ چھوٹتی' اب اسے عبرت ہو گئی کہ جب سرکار خود اپنے ہاتھ سے اتنا کام کر سکتے ہیں تو میں کیوں نہ محنت کروں ۹۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جنگلی لکڑیاں شکاری جانوروں کی طرح عام مباح ہیں جو قبضہ کر لے وہ اس کا مالک ہے کہ وہ اسے بیچ بھی سکتا ہے' دوسرے یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہ فرمان الٰہی مالک احکام ہیں' دیکھو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے ان پندرہ دنوں کی جماعت سے نماز معاف فرما دی' حتی کہ درمیان میں جمعہ بھی آیا' وہ بھی اس کے لئے معاف رہا' اسی دوران میں اسے مسجد نبوی میں آنا ممنوع ہو گیا کیونکہ اس کو فرمایا گیا تجھ کو میں دیکھو نہیں' اب اگر وہ مسجد میں حاضر ہوتے' تو اس ممانعت کے مرتکب ہوتے' انہوں نے اس زمانہ میں دن کی نماز جنگل میں اور رات کی گھر پڑھیں ۱۰۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت پندرہ دن تک مسجد میں قطعاً حاضر نہ ہوئے ورنہ اگر اس دوران میں جماعت عشاء کے لئے بھی کبھی آئے ہوتے' تو اس کا ضرور یہاں ذکر ہوتا اور سرکار صلے اللہ علیہ وسلم ان سے روزانہ کا حساب پوچھتے' یہ ان کی خصوصیت میں سے ہے' اب کسی تاجر یا پیشہ ور کو یہ جائز نہیں کہ کاروبار میں مشغول ہو کر جماعت ترک کرے ۱۱۔ یعنی حلال پیشہ خواہ کتنا ہی معمولی ہو بھیک مانگنے سے افضل ہے کہ اس میں دنیا و آخرت میں عزت ہے' افسوس آج بہت سے لوگ اس تعلیم کو بھول گئے' مسلمانوں میں صدہا خاندان پیشہ ور بھکاری ہیں ۱۲۔

marfat.com

تکلیف وہ فقیری میں فاقہ اور فقیر کی معذوری یعنی بے دست وپا ہونا دونوں شامل ہیں اور رسوا کن قرض سے وہ قرض مراد ہے جس میں قرض خواہ مہلت نہ دے، مقروض کی آبروریزی پر تیار ہو، تکلیف دہ خون سے یہ مراد ہے کہ اس نے کسی کو قتل کردیا جس کی دیت اس پر لازم ہولی، اس کے پاس نہ مال ہے نہ اہل قرابت، یہ تینوں آدمی بقدر ضرورت سوال کرسکتے ہیں، خیال رہے کہ یہ پابندیاں مانگنے کے لئے ہیں زکوۃ لینے کے لئے نہیں۔

وَعَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَصَابَتْهُ فَاقَةٌ فَاَنْزَلَهَا بِالنَّاسِ لَمْ تُسَدَّ فَاقَتُهُ وَمَنْ اَنْزَلَهَا بِاللّٰهِ اَوْشَكَ اللّٰهُ لَهُ بِالْغِنٰى اِمَّا بِمَوْتٍ عَاجِلٍ اَوْ غِنًى اٰجِلٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ۔

(۱۷۵۶) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جسے فاقہ پہنچے وہ اسے لوگوں پر پیش کرے تو اس کا فاقہ بند نہ ہوگا اور جو اسے اللہ پر پیش کرے اسے بہت جلد غنی کردے گایا فوری موت سے یا آئندہ غناسے ۲۔ (ابوداؤد، ترمذی)

(۱۷۵۶) ۱۔ یعنی اپنی غریبی کی شکایت لوگوں سے کرتا پھرے اور بے صبری ظاہر کرے اور لوگوں کو اپنا حاجت روا جان کر ان سے مانگنا شروع کردے، تو اس کا انجام یہ ہوگا کہ اسے مانگنے کی عادت پڑ جائے گی، جس میں برکت نہ ہوگی اور ہمیشہ فقیر ہی رہے گا۲۔ یعنی جو اپنا فاقہ لوگوں سے چھپائے، رب تعالٰی کی بارگاہ میں دعائیں مانگے اور حلال پیشہ میں کوشش کرے، تو رب تعالٰی اسے مانگنے کی ضرورت ڈالے گا ہی نہیں، اگر اس کے نصیب میں دولت مندی نہیں ہے تو اسے ایمان پر موت نصیب کرکے جنت کی نعمتیں عطا فرمائے گا اور اگر دولتمندی نصیب میں ہے تو وہ جلدی نہ سہی دیر سے ہی عطا فرمادے گا کہ اس کی کمائی میں برکت دے گا، ہماری اس تقریر سے یہ اعتراض اٹھ گیا کہ موت سے غنا کیسے حاصل ہوتی ہے کیونکہ پہلے غنا سے مراد مالداری نہیں بلکہ لوگوں سے بے نیازی ہے خیال رہے کہ آدمی مرکر لوگوں کے مال سے بے نیاز ہوجاتا ہے اگرچہ ان کے ایصال ثواب کا منتظر رہتا ہے یہاں مالی غنا مراد ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ : تیسری فصل

عَنْ اِبْنِ الْفِرَاسِيِّ اَنَّ الْفِرَاسِيَّ قَالَ قُلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْئَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وَاِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَسَلِ الصَّالِحِيْنَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِيُّ۔

(۱۷۵۷) روایت ہے ابن فراسی ۱ سے کہ فراسی فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں مانگ سکتا ہوں تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں اور اگر مانگنا پڑ جائے تو نیکوں سے مانگو ۲۔ (ابوداؤد، نسائی)

(۱۷۵۷) ۱۔ آپ کے نام پتہ نہ چلا، آپ کی نسبت فراس ابن غنم ابن مالک ابن کنانہ کی طرف ہے آپ کے والد فراسی صحابی ہیں ۲۔ مطلب یہ ہے کہ بلاسخت مجبوری کسی سے کچھ مانگو مت، جب سخت مجبور ہو جاؤ، جس سے شرعًا مانگنا درست ہوجائے تو اللہ کے متقی و نیک بندوں ہی سے مانگو کیونکہ ان کی روزی حلال ہوگی نیز اس میں برکت ہوگی جو تمیں بھی نصیب ہوجائے گی نیز وہ تمہیں لعنت ملامت نہ کریں گے جھڑکیں گے نہیں نیز وہ تمہارے حق میں دعا بھی کریں گے جس سے تمہاری فقیری دور ہوجائے

marfat.com

گی' یہ حکم بھیک' مانگنے کے متعلق ہے مگر برکت حاصل کرنے کے لئے ان کے تبرکات مانگنا بہت ہی بہتر ہے۔ جس پر بادشاہوں کو فخر ہوتا ہے' صحابہ کرام نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے بال شریف' تہبند' فضالہ پانی حضور انور علیہ السلام سے مانگا ہے بال اور تہبند شریف اپنی قبروں میں لے گئے حضور خواجہ اجمیری رضی اللہ عنہ کے لنگر کا دلیہ سلاطین دکن مانگ مانگ کر حاصل کرتے رہے ہیں ہم کو اس پر فخر ہے ہم گدائے آستانہ غوہیں رضی اللہ عنہ

وَعَنْ اِبْنِ السَّاعِدِيِّ قَالَ اسْتَعْمَلَنِيْ عُمَرُ عَلَى الصَّدَقَةِ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْهَا وَاَدَّيْتُهَا اِلَيْهِ اَمَرَلِيْ بِعُمَالَةٍ فَقُلْتُ اِنَّمَا عَمِلْتُ لِلّٰهِ وَاَجْرِيْ عَلَى اللّٰهِ قَالَ خُذْ مَا اُعْطِيْتَ فَاِنِّيْ قَدْ عَمِلْتُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَمَّلَنِيْ فَقُلْتُ مِثْلَ قَوْلِكَ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُعْطِيْتَ شَيْئًا مِنْ غَيْرِ اَنْ تَسْاَلَهٗ فَكُلْ وَتَصَدَّقْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۞

(۱۷۵۸) روایت ہے حضرت ابن ساعدی سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر نے صدقہ پر عامل بنایا ۲؎ جب میں اس سے فارغ ہوا اور صدقہ آپ کی خدمت میں ادا کر دیا تو مجھے اجرت کا حکم دیا میں نے عرض کیا کہ میں نے اللہ کے لئے کام کیا ہے میری اجرت اللہ پر ہے ۳؎ فرمایا جو تمہیں دیا جائے وہ لے لو میں نے بھی زمانہ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں یہ عمل کیا تھا مجھے حضور انور نے اجرت دی تھی تو میں نے بھی تمہارے جیسی عرض کی تھی تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو کچھ تمہیں بغیر مانگے ملے وہ کھالو اور صدقہ کرو ۴؎ (ابوداؤد)

(۱۷۵۸) ۱؎ آپ کو ابن سعدی بھی کہتے ہیں اپنی اسی کنیت میں مشہور ہیں صحابی ہیں' شام میں ۵۷ھ میں وفات پائی (اشعہ) ۲؎ یعنی حضرت عمر فاروق نے اپنے زمانہ خلافت میں مجھے لوگوں کے ظاہری مال' جانور' زرعی پیداوار' کی زکوٰۃ وصول کرنے بھیجا۔ اس زمانہ میں وصولی زکوٰۃ کا باقاعدہ محکمہ ہوتا تھا جس میں ان لوگوں کو زکوٰۃ سے اجرت دی جاتی تھی انہیں عامل کہتے تھے ان کی اجرت کو عمالہ رب تعالیٰ فرماتا ہے والعملین علیہا ۳؎ حضرت ابن ساعدی کا خیال یہ تھا کہ اجرت لے لینے سے ثواب جاتا رہے گا' اور میں نے یہ کام ثواب کے لئے کیا ہے اس لئے قبول سے انکار کیا۔ ۵؎ سبحان اللہ کیا پیاری تعلیم ہے' مقصد یہ ہے کہ بغیر مانگے جو رب دے' اسے نہ لینا اللہ کی نعمت کا ٹھکرانا ہے جو اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے لہذا یہ ضرور لے لو اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نیک اعمال کی اجرت لینا جائز ہے' چنانچہ علماء' قاضی' مدرسین حتی کہ خود خلیفہ کی تنخواہ بیت المال سے دی جائے گی سوائے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے باقی تینوں خلفاء نے بیت المال سے خلافت کی تنخواہ وصول کی ہے' دوسرے یہ کہ جب کام کرنے والے کی نیت خیر ہو تو تنخواہ لینے سے انشاء اللہ ثواب کم نہ ہو گا۔ صرف تنخواہ کے لئے دینی کام نہ کرے تنخواہ تو گزارے کے لئے وصول کرے اصل مقصد دینی خدمت ہو' تیسرے یہ کہ غنی بھی یہ اجرتیں لے سکتا ہے صرف فقیر ہی کو اجازت نہیں' پھر لے کر خود بھی کھا سکتا ہے اس سے خیرات بھی کر سکتا ہے خیال رہے کہ امام احمد کے ہاں ہدیہ قبول کرنا واجب ہے اس حدیث کی بنا پر باقی جمہور علماء کے ہاں یہ حکم استحبابی ہے' مرقات نے اس جگہ فرمایا کہ سلطان اسلام پر واجب ہے کہ ایسے علماء مفتیوں مدرسوں کی تنخواہیں مقرر کرے جنہوں نے اپنے کو دینی خدمات کے لئے وقف کر دیا ہو۔

وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّهٗ سَمِعَ يَوْمَ عَرَفَةَ رَجُلًا

(۱۷۵۹) روایت ہے حضرت علی سے کہ آپ نے عرفہ کے دن

marfat.com

يَسْأَلُ النَّاسَ فَقَالَ اَفِيْ هٰذَا الْيَوْمِ وَفِيْ هٰذَا الْمَكَانِ تَسْأَلُ مِنْ غَيْرِ اللّٰهِ فَخَفَقَهٗ بِالدِّرَّةِ

ایک شخص کو سنا کہ لوگوں سے مانگتا ہے تو فرمایا کہ کیا اس دن میں اور اس جگہ غیر خدا سے مانگتا ہے آپ نے اسے کوڑے لگائے (رزین)

(۱۷۵۹) اے اس سے معلوم ہوا کہ اگرچہ بھیک مانگنا ہمیشہ اور ہر جگہ ہی برا ہے لیکن مبارک تاریخوں اور مبارک مقامات پر بندوں سے بھیک مانگنا بہت زیادہ برا مرقات نے فرمایا کہ اسی طرح مسجدوں میں اور جمعہ کے دن بھیک مانگنا بہت برا ہے۔ کہ یہ جگہ عبادات کے لئے ہیں بھیک مانگنے کے لئے نہیں' صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ اللہ کی جگہ میں غیر اللہ سے مانگنا رحمت کے دروازے بند کر دیتا ہے۔

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ تَعَلَّمُنَّ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ الطَّمَعَ فَقْرٌ وَاِنَّ الْاِيَاسَ غِنًى وَاِنَّ الْمَرْءَ اِذَا يَئِسَ عَنْ شَيْءٍ اِسْتَغْنٰى عَنْهُ رَوَاهُ رَزِيْنٌ

(۱۷۶۰) روایت ہے حضرت عمر سے کہ آپ نے فرمایا اے لوگو یقین رکھو کہ طمع فقیری ہے اور ناامیدی غنا ہے اور انسان جب کسی چیز سے مایوس ہو جاتا ہے تو اس سے لاپرواہ ہو جاتا ہے ۱۔ (رزین)

(۱۷۶۰) اے اسی لئے کہا جاتا ہے کہ مایوسی بھی ایک قسم کی راحت ہے کسی نے حضرت ابوالحسن شاذلی سے کیمیا پوچھی' آپ نے فرمایا مخلوق سے امید توڑو اور تقدیر پر شاکر رہو سب سے بڑی کیمیا یہ ہے۔ شعر:

☆ گردن بے طمع بلند بود ☆ آس بگزار بادشاہی کن ☆

وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَكْفُلُ لِيْ اَنْ لَّا يَسْأَلَ النَّاسَ شَيْئًا وَاَتَكَفَّلُ لَهٗ بِالْجَنَّةِ فَقَالَ ثَوْبَانُ اَنَا فَكَانَ لَا يَسْأَلُ اَحَدًا شَيْئًا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ

(۱۷۶۱) روایت ہے حضرت ثوبان سے ا فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مجھے اس کی ضمانت دے کہ لوگوں سے کچھ نہ مانگے گا تو میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں ۲۔ حضرت ثوبان نے کہا میں تو کسی سے کچھ نہ مانگتا تھا ۳۔ (ابوداؤد' نسائی)

(۱۷۶۱) اے آپ ثوبان ابن وجد ہیں' آپ کی کنیت' ابو عبداللہ یا ابو عبدالرحمٰن ہے' حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات تک سفرو حضر میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی رہے کبھی جدا نہ ہوئے' حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مکہ معظمہ اور یمن کے درمیان مقام سرات میں خریدا۔ آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ میں دل نہ لگا تو شام چلے گئے مقام املہ میں کچھ دن رہے پھر مقام حمص میں رہے وہیں ۵۴ھ میں وفات پائی' بہت مخلوق نے آپ سے احادیث لی ہیں ۲۔ یعنی جو مجھ سے بھیک نہ مانگنے کا عہد کرے تو میں اس کی چار چیزوں کا ذمہ دار ہوتا ہوں' زندگی تقویٰ پر' موت ایمان پر کامیابی قبر میں' چھٹکارا حشر میں' کیونکہ جنت ان چار چیزوں کے بعد نصیب ہو گی اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی جنت کا مالک و مختار بنایا ہے کیونکہ بغیر اختیار ضمانت کیسی' یہ بھی معلوم ہوا کہ سوال سے بچنے والے کو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اپنی امان میں لے لیتے ہیں پھر اس پر نہ شیطان کا داؤ چلے' نہ نفس امارہ قابو پائے' جسے وہ اپنے دامن میں چھپالیں اس کا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے' یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا تصرف اور حضور علیہ السلام کی امن و امان عالم میں قیامت تک جاری ہے' کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ ضمانت صرف صحابہ

marfat.com

کے لئے نہیں تاقیامت ہر سوال سے بچنے والے مومن کے لئے ہے **شعر:**

☆ ڈھونڈا ہی کریں صدر قیامت کے سپاہی ☆ وہ کس کو ملے جو ترے دامن میں چھپا ہو ☆

یہاں شیخ نے فرمایا کہ انبیائے کرام کی یہ ضمانتیں باذن الٰہی ہیں اور برحق ہیں حتی کہ ایک پیغمبر کا نام ہی ذی الکفل ہے کیونکہ وہ اپنی امت کے لئے جنت کے کفیل ہو گئے تھے ۳۔ یعنی سب سے پہلے اس حدیث پر خود حضرت ثوبان نے ایسا عمل کیا کہ وفات تک کسی سے کچھ نہ مانگا، معلوم ہوا کہ علم پر عالم پہلے خود عمل کرے۔

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ دَعَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَشْتَرِطُ عَلَیَّ اَنْ لَّا تَسْاَلَ النَّاسَ شَيْئًا قُلْتُ نَعَمْ قَالَ وَلَا سَوْطَكَ اِنْ سَقَطَ مِنْكَ حَتّٰى تَنْزِلَ اِلَيْهِ فَتَاْخُذَهٗ رَوَاهُ اَحْمَدُ۔

(۱۷۶۲) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط کے لئے بلایا کہ لوگوں سے کچھ نہ مانگنا۱ میں نے عرض کیا ہاں فرمایا اگر تمہارا کوڑا گر جائے تو وہ بھی نہ مانگنا حتی کہ خود اتر کر لینا۲۔ (احمد)

(۱۷۶۲) ۱۔ یعنی مجھ سے اس پر بیعت لی کبھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خاص خاص احکام پر بھی بیعتیں لی ہیں ان میں سے یہ بھی ہے ۲۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم ان ہی کے لئے خاص تھا ورنہ گرا ہوا کوڑا کسی سے اٹھوالینا ناجائز نہیں، بعض بزرگوں کے لئے بعض جائز چیزیں ناجائز کردی جاتی ہیں، جیسے حضرت علی مرتضٰی کے لئے فاطمہ زہرا کی موجودگی میں دوسرا نکاح، اور بعض بزرگوں کے لئے کچھ ناجائز چیزیں جائز کردی جاتی ہیں، جیسے صدیق اکبر کے لئے بحالت جنابت مسجد سے گزرنا، بعض نے فرمایا کہ سرکار صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مبالغتہً ہے، مگر پہلی بات زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے۔

بَابُ الْاِنْفَاقِ وَكَرَاهِيَةِ الْاِمْسَاكِ

باب خرچ کرنا اور بخل کی برائی

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

یعنی سخاوت کی تعریف اور بخل کی برائیاں اس باب میں بیان ہوں گی سخی وہ ہے جو اپنے مال سے خود بھی کھائے اوروں کو بھی کھلائے، جواد وہ ہے جو خود نہ کھائے اوروں کو کھلائے، اسی لئے رب تعالٰی کو سخی نہیں کہہ سکتے جواد کہتے ہیں بخیل وہ ہے جو اپنا مال خود کھائے دوسروں کا حق نہ دے ممسک وہ ہے جو نہ خود کھائے اور نہ کسی کو کھانے دے جوڑے اور چھوڑے شیخ نے فرمایا کہ یہاں اساک سے مراد بخل ہے اور انفاق سے مراد فرائض سے زیادہ نوافل میں خرچ کرنا ہے، کیونکہ زکوٰۃ کے خرچ کا ذکر پہلے ہو چکا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ لِیْ مِثْلُ اُحُدٍ ذَهَبًا لَسَرَّنِیْ اَنْ لَّا يَمُرَّ عَلَیَّ ثَلٰثُ لَيَالٍ وَعِنْدِیْ مِنْهُ شَیْءٌ اِلَّا شَیْءٌ اُرْصِدُهٗ لِدَيْنٍ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

(۱۷۶۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر میرے پاس احد پہاڑ برابر سونا ہو تو مجھے یہ اچھا لگے گا کہ تین راتیں ایسی نہ گزریں کہ جن میں اس سونے سے کچھ بھی میرے پاس ہو بجز اتنے کے جسے ادائے قرض کے لئے رکھوں۱۔ (بخاری)

marfat.com

(۱۷۶۳) ۱؎ اس حدیث کا مطلب بالکل ظاہر ہے' یہ گفتگو ظاہر کے لحاظ سے ہے' ورنہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اگر چاہتے' تو آپ کے ساتھ سونے کے پہاڑ چلا کرتے' جیسا کہ دوسری حدیث میں صراحتہ" مذکور ہے اس میں اشارۃ" فرمایا گیا کہ مقروض نفلی صدقہ نہ دے۔ بلکہ پہلے قرض ادا کرے' نیز اتنی عظیم الشان سخاوت وہ کر سکتا ہے جس کے بال بچے بھی صابر شاکر ہوں ورنہ انہیں بھوکا مار کر نفلی خیرات نہ کرو حضرت صدیق اکبر نے جو سب کچھ خیرات کر دیا اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے گھر والے بھی صابرین کے سردار تھے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ تم پر تمہاری بیوی کا حق بھی ہے اور تمہارے بچوں کا بھی' کیونکہ وہاں ہم جیسوں کے لئے قانون کا ذکر ہے اور یہاں ان حضور داتا کے' خصوصی کرم کا۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ اِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُوْلُ اَحَدُهُمَا اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَيَقُوْلُ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؀

(۱۷۶۴) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایسا کوئی دن نہیں جس میں بندے سویرا کریں اور دو فرشتے نہ اتریں جن میں سے ایک تو کہتا ہے الٰہی سخی کو زیادہ اچھا عوض دے اور دوسرا کہتا ہے الٰہی بخیل کو بربادی دے ۱؎ (مسلم بخاری)

(۱۷۶۴) ۱؎ یعنی سخی کے لئے دعا اور کنجوس کے لئے بددعا روزانہ فرشتوں کے منہ سے نکلتی ہے جو یقیناً قبول ہے' خیال رہے کہ خلف مطلقاً عوض کو کہتے ہیں دنیاوی ہو یا اخروی' حسی ہو یا معنوی مگر تلف دنیوی اور حسی بربادی کو کہا جاتا ہے' رب تعالٰی فرماتا ہے وما انفقتم من شئی فھو یخلفه کا تجربہ دن رات ہو رہا ہے کہ کنجوس کا مال حکیم ڈاکٹر وکیل یا نالائق اولاد برباد کرتی ہے۔

وَعَنْ اَسْمَاءَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْفِقِيْ وَلَا تُحْصِيْ فَيُحْصِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ وَلَا تُوْعِيْ فَيُوْعِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ اِرْضَخِيْ مَا اسْتَطَعْتِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؀

(۱۷۶۵) روایت ہے حضرت اسماء سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خوب خرچ کرو مت گنو ورنہ اللہ تعالٰی بھی شمار فرمائے گا ۱؎ اور نہ بچاؤ ورنہ اللہ بھی تم سے بچائے گا جتنا کر سکتی ہو راہ خدا میں دو ۲؎۔ (مسلم و بخاری)

(۱۷۶۵) ۱؎ یعنی اے اسماء اپنے مال میں سے مطلقاً اور اپنے خاوند کے مال سے بقدر اجازت خرچ کرتی رہو' نفلی صدقہ کا حساب نہ لگاؤ ورنہ شیطان دل میں بخل پیدا کر دے گا' لہذا یہ حدیث زکوٰۃ کے حساب کے خلاف نہیں' بے حساب اللہ کے نام پر دو تو وہاں سے تمہیں اتنا ملے گا کہ تم حساب نہ کر سکو گی' یہ مطلب نہیں کہ رب تعالٰی کے حساب سے باہر ہو گا کھیت میں پانی دیتے وقت ایک شخص کنوئیں سے پانی چھوڑتا ہے اور دوسرا کیاریوں میں پھیلاتا ہے' جب تک یہ پھیلاتا رہتا ہے وہاں سے پانی آتا رہتا ہے' دینی راستے اللہ کی کیاریاں ہیں مالدار لوگ ان میں پانی پھیلانے والے ہیں اور روزی پہنچانے والے فرشتے' پانی چھوڑنے والے ۲؎۔ یعنی یہ خیال نہ کرو کہ اتنی تھوڑی اور معمولی چیز اتنی بڑی بارگاہ میں کیا پیش کروں' وہاں مال کی مقدار نہیں دیکھی جاتی دل کا اخلاص دیکھا جاتا ہے خیال رہے کہ رب تعالٰی فرماتا ہے لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون جب تک کہ اپنی پیاری چیز خیرات نہ کرو بھلائی نہیں پا سکتے' اور جہاں حکم دیا گیا کہ جو ہو سکے خیرات کرو' ان دونوں میں تعارض نہیں' آیت کا منشاء یہ ہے کہ ہمیشہ معمولی چیز ہی خیرات نہ کرو اچھی چیزیں بھی خیرات کرو' اور اس حدیث کا منشاء یہ ہے کہ بڑی چیز کی انتظار میں چھوٹی خیراتوں سے باز نہ رہو جو چیز

marfat.com

کھانے پینے سے بچ رہی اس کے بگڑ جانے کا خطرہ ہے فوراً کسی کو دے دو، ورنہ برباد جائے گی۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنْفِقْ یَا ابْنَ اٰدَمَ اُنْفِقْ عَلَیْكَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ

(۱۷۶۶) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رب تعالیٰ نے فرمایا ہے اے انسان خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا۔ (مسلم بخاری)

(۱۷۶۶) ا۔ سبحان اللہ کیسی نظر کرم ہے مقصد یہ ہے کہ اے انسان ختم ہونے اور مٹ جانے والا مال تو میری راہ میں دے، میں تجھے اس سے کہیں زیادہ مال بھی دوں گا اور نہ مٹنے والا ثواب بھی، رب تعالیٰ فرماتا ہے ماعندکم ینفد وما عنداللہ باق (از مرقات) خیال رہے کہ جس فانی چیز کو رب تعالیٰ قبول فرمالے وہ باقی ہو جاتی ہے، دنیا صفر ہے یعنی خالی، رضائے الٰہی، عدد، صفر اکیلا ہو تو کچھ نہیں، اور اگر عدد سے مل جائے تو دس گنا، اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ صدقہ سے تقدیر بدل جاتی ہے، بدنصیب نصیب ور ہو جاتے ہیں، تقدیر کی پوری بحث ہماری کتاب تفسیر نعیمی جلد دوم میں ملاحظہ فرمایئے۔

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنْفِقْ یَا ابْنَ اٰدَمَ اِنْ تَبْذُلِ الْفَضْلَ خَیْرٌ لَّكَ وَاِنْ تُمْسِكْهُ شَرٌّ لَّكَ وَلَا تُلَامُ عَلٰی كَفَافٍ وَابْدَاْ بِمَنْ تَعُوْلُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(۱۷۶۷) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رب تعالیٰ فرماتا ہے ا۔ اے انسان اگر تو بچا مال خرچ کر دے تیرے لئے اچھا ہے اور اگر تو اسے روک رکھے تو تیرے لئے برا ہے ۲۔ اور بقدر ضرورت پر ملامت نہیں اور اپنے عیال سے ابتدا کر ۳۔ (مسلم)

(۱۷۶۷) ا۔ مشکوۃ شریف کے عام نسخوں اور مرقات میں بھی قال اللہ تعالیٰ نہیں ہے مگر اشعۃ اللمعات میں یہ جملہ موجود ہے، شیخ نے بھی فرمایا کہ ظاہر یہی ہے کہ یہ حدیث بھی قدسی ہے اگرچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بھی ابن آدم سے خطاب فرماسکتے ہیں ۲۔ یعنی اپنی ضروریات سے بچا ہوا مال خیرات کر دینا خود تیرے لئے ہی مفید ہے کہ اس سے تیرا کوئی کام نہ رکے گا اور تجھے دنیا و آخرت میں عوض مل جائے گا اور اسے روکے رکھنا خود تیرے لئے ہی برا ہے کیونکہ وہ چیز سڑ گل یا اور طرح ضائع ہو جائے گی اور تو ثواب سے محروم ہو جائے گا، اسی لئے حکم ہے کہ نیا کپڑا پاؤ تو پرانا بیکار کپڑا خیرات کر دو نیا جوتا رب تعالیٰ دے تو پرانا جوتا جو تمہاری ضرورت سے بچا ہے کسی فقیر کو دے دو کہ تمہارے گھر کا کوڑا نکل جائے گا اور اس کا بھلا ہو جائے گا ۳۔ اس میں دو حکم بیان ہو گئے ایک یہ کہ جو مال اس وقت تو زائد ہے کل ضرورت پیش آئے گی اسے جمع رکھ لو آج نفلی صدقہ دے کر کل خود بھیک نہ مانگو، دوسرے یہ کہ خیرات پہلے اپنے عزیز غریبوں کو دو پھر اجنبیوں کو، کیونکہ عزیزوں کو دینے میں صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی اس کا ذکر آئندہ بھی آئے گا۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْبَخِیْلِ وَالْمُتَصَدِّقِ كَمَثَلِ رَجُلَیْنِ عَلَیْهِمَا جُنَّتَانِ مِنْ حَدِیْدٍ قَدِ اضْطُرَّتْ اَیْدِیْهِمَا اِلٰی ثُدِیِّهِمَا وَتَرَاقِیْهِمَا

(۱۷۶۸) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ کنجوس اور سخی کی کہاوت ان دو شخصوں کی سی ہے جن پر لوہے کی دو زرہ ہوں ا۔ جنہوں نے ان کے دونوں ہاتھ ان کے پستانوں اور گلے سے باندھ دیئے ہوں ۲۔ سخی

marfat.com

نَجْعَلَ الْمُتَصَدِّقُ كُلَّمَا تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ انْبَسَطَتْ عَنْهُ وَجَعَلَ الْبَخِيْلُ كُلَّمَا هَمَّ بِصَدَقَةٍ قَلَصَتْ وَاَخَذَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ بِمَكَانِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

جب خیرات کرنے لگے تو زرہ پھیل جائے اور کنجوس جب خیرات کا ارادہ بھی کرے تو زرہ اور تنگ ہو جائے اور ہر کڑی اپنی جگہ چمٹ جائے ۳؎ (مسلم بخاری)

(۱۷۶۸) ۱؎ یہ تشبیہ مرکب ہے جس میں دو شخصوں کی پوری حالتوں کو دوسرے دو شخصوں کے پورے حال سے تشبیہ دی گئی ہے یعنی کنجوس اور سخی کی حالتیں ان دو شخصوں کی سی ہیں جن کے جسم پر دو لوہے کی زرہیں ہیں' انسان کی خلقی اور پیدائشی محبت مال اور خرچ کرنے کو دل نہ چاہنے کو زرہوں سے تشبیہ دی گئی کہ جیسے زرہ جسم کو گھیرے اور چمٹی ہوتی ہے ایسی محبت مال انسان کے دل کو چمٹی ہوتی ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے ومن یوق شح نفسه فاولئک هم المفلحون بعض لوگوں نے اسے جبتان ب سے پڑھا مگر جنتان صحیح ہے ن سے۔ ۲؎ تراقی ترقوت کی جمع ہے' ترقوت وہ ہڈی ہے جو سینہ سے اوپر اور گردن کے نیچے ہے' چونکہ یہ ہڈیاں گردن کے دو طرفہ ہوتی ہیں اس لئے دو آدمیوں کی چار ہڈیوں ہوں گی' اس لحاظ سے تراقی جمع ارشاد ہوا' اضطرت مجہول فرماکر اشارۃً" یہ بتایا کہ انسان کا یہ بخل قدرتی ہے اختیاری نہیں ۳؎ سبحان اللہ کیا نفیس تشبیہ ہے یعنی بخیل بھی کبھی خیرات کرنے کا ارادہ تو کرتا ہے مگر اس کے دل کی ہچکچاہٹ اس کے ارادہ پر غالب آجاتی ہے اور وہ خیرات نہیں کرتا' اور سخی کو بھی خیرات کرتے وقت ہچکچاہٹ تو ہوتی ہے مگر اس کا ارادہ اس پر غالب آجاتا ہے' اسی غلبہ پر سخی ثواب پاتا ہے' پھر سخاوت کرتے کرتے نفس لمارہ اتنا دب جاتا ہے کہ اس کو کبھی خیرات پر ہچکچاہٹ پیدا ہی نہیں ہوتی' یہ بہت بلند مقام ہے جہاں پہنچ کر انسان کھلے دل سے صدقہ کرنے لگتا ہے' ہر عبادت کا یہی حال ہے کہ پہلے نفس لمارہ روکا کرتا ہے مگر جب اس کی نہ مانی جائے تو پھر روکنا چھوڑ دیتا ہے' نفس کی مثال شیر خوار بچے کی سی ہے جو دودھ چھوڑتے وقت ماں کو بہت پریشان کرتا ہے' مگر جب ماں اس کی ضد کی پرواہ نہیں کرتی تو وہ پھر دودھ نہیں مانگتا۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّقُوا الظُّلْمَ فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاتَّقُوا الشُّحَّ فَاِنَّ الشُّحَّ اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَمَلَهُمْ عَلٰى اَنْ سَفَكُوْا دِمَاءَهُمْ وَاسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَهُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

(۱۷۶۹) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ظلم سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیریاں ہو گا ۱؎ اور کنجوسی سے بچو کیونکہ کنجوسی نے تم سے پہلے والوں کو ہلاک کر دیا کنجوسی نے انہیں رغبت دی کہ انہوں نے خون ریزی کی حرام کو حلال جانا ۲؎ (مسلم)

(۱۷۶۹) ۱؎ ظلم کے لغوی معنے ہیں کسی چیز کو بے موقعہ استعمال کرنا اور کسی کا حق مارنا' اس کی بہت قسمیں ہیں گناہ کرنا اپنی جان پر ظلم ہے' قرابت داروں یا قرض خواہوں کا حق نہ دینا ان پر ظلم' کسی کو ستانا ایذاء دینا اس پر ظلم' یہ حدیث سب کو شامل ہے اور حدیث اپنے ظاہری معنے پر ہے یعنی ظالم پلصراط پر اندھیریوں میں گھرا ہو گا' یہ ظلم اندھیری بن کر اس کے سامنے ہو گا' جیسے کہ مومن کا ایمان اور اس کے نیک اعمال روشنی بن کر اس کے آگے چلیں گے' رب تعالیٰ فرماتے ہے یسعٰی نورهم بین ایدیهم چونکہ ظالم دنیا میں حق ناحق میں فرق نہ کر سکا اس لئے اندھیرے میں رہا ۲؎ عربی میں شح بخل سے بدتر ہے' بخل اپنا مال کسی کو نہ دینا ہے اور شح اپنا مال نہ دینا اور دوسرے کے مال پر ناجائز قبضہ کرنا ہے غرضیکہ شح بخل حرص اور ظلم کا مجموعہ ہے اسی لئے یہ فتنوں فساد

marfat.com

خوں ریزی و قطع رحمی کی جڑ ہے، جب کوئی دوسروں کا حق ادا نہ کرے بلکہ ان کے حق اور چھیننا چاہے تو خواہ مخواہ فساد ہو گا۔

وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقُوْا فَاِنَّهٗ يَاْتِيْ عَلَيْكُمْ زَمَانٌ يَمْشِي الرَّجُلُ بِصَدَقَتِهٖ فَلَا يَجِدُ مَنْ يَقْبَلُهَا يَقُوْلُ الرَّجُلُ لَوْ جِئْتَ بِهَا بِالْاَمْسِ لَقَبِلْتُهَا فَاَمَّا الْيَوْمَ فَلَا حَاجَةَ لِيْ بِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۷۷۰) روایت ہے حضرت حارثہ ابن وہب سے ا۔ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کرو کیونکہ تم پر ایک زمانہ ایسا آئے گا۲۔ کہ کوئی شخص اپنا صدقہ لے کر چلے گا تو کوئی اس کا قبول کرنے والا نہ ملے گا آدمی کہے گے کہ اگر تم کل لاتے تو میں لے لیتا آج مجھے اس کی ضرورت نہیں ۳۔ (مسلم بخاری)

(۱۷۷۰) ا۔ آپ صحابی ہیں، حضرت عمر ابن خطاب کے سوتیلے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر کے اخیافی بھائی، کوفہ میں قیام رہا۲۔ کم سے مراد ساری امت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے نہ کہ صحابہ کیونکہ مال کی یہ فراوانی قریب قیامت حضرت امام مہدی کے زمانہ میں ہوگی، اور ہو سکتا ہے کہ صحابہ سے ہی خطاب ہو اور سیدنا خضر علیہ السلام اس میں داخل ہوں کہ وہ بھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور وہ یہ زمانہ پائیں گے کہ ان کی وفات بالکل قیامت سے متصل ہوگی ۳۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ قبول نہ کرے ناغنا کی وجہ سے ہو گا کہ سارے لوگ اتنے مالدار ہو جائیں گے کہ آسانی سے کوئی زکوٰۃ لینے والا نہ ملے گا اس حدیث کی روش سے معلوم ہو رہا ہے کہ اس وقت بھی فقیر ملیں گے تو مگر بہت تلاش اور دشواری سے ورنہ مالداروں پر زکوٰۃ فرض نہ رہتی، جیسے جس کے اعضائے وضو ایسے زخمی ہوں جن پر نہ پانی پہنچ سکے نہ تیمم کا ہاتھ پھر سکے، تو اس پر وضو اور تیمم دونوں معاف ہو جاتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فقراء کا ہونا بھی اللہ کی رحمت ہے کہ ان کے ذریعہ ہم بہت سے فرائض سے سبکدوش ہوتے ہیں، یہاں مرقات نے فرمایا کہ اس زمانہ کے لوگ زاہد، صابر اور تارک الدنیا ہو جائیں گے جو زکوٰۃ لینا پسند کریں گے ہی نہیں۔ واللہ اعلم۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الصَّدَقَةِ اَعْظَمُ اَجْرًا قَالَ اَنْ تَصَدَّقَ وَاَنْتَ صَحِيْحٌ شَحِيْحٌ تَخْشَى الْفَقْرَ وَتَاْمُلُ الْغِنٰى وَلَا تُمْهِلْ حَتّٰى اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۷۷۱) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کس صدقہ کا بڑا ثواب ہے ا۔ فرمایا یہ کہ تم اپنی تندرستی اور بخل کی حالت میں صدقہ کرو جبکہ تمہیں فقیری کا ڈر اور امیری کی امید ہو ۲۔ اور اتنی دیر نہ لگاؤ کہ جب جان گلے میں پہنچے تو تم کہو کہ فلاں کو اتنا دینا اور فلاں کو اتنا ۳۔ حالانکہ وہ فلاں کا ہو ہی چکا ۴۔ (مسلم بخاری)

(۱۷۷۱) ا۔ ظاہر یہ ہے کہ صدقہ سے مراد صدقہ نفلی ہے چونکہ یہ بہت سی قسم کا ہوتا ہے اور اس کے مختلف حالات ہوتے ہیں، اس لئے انہوں نے یہ سوال کیا یعنی کس وقت کی کونسی خیرات بہتر ہے مسجد بنانا کنواں یا سرائے تیار کرنا یا کسی کو کھانا یا کپڑا دینا وغیرہ ۲۔ نہایت حکیمانہ جواب ہے یعنی تندرستی کا ہر صدقہ افضل ہے کیونکہ اس وقت خود اپنے کو بھی مال کی ضرورت ہوتی ہے، بخل سے مراد فطری محبت مال ہے یعنی تندرستی میں جب تمہیں خود بھی ضرورت ہے اپنی ضرورت پر دیں یا فقیر کی ضرورت کو مقدم رکھنا بڑی ہمت ہے اور اس کی بارگاہ الٰہی میں بڑی قدر ہے شیطان بھی اسی وقت بہکاتا ہے کہ ارے تیرے سامنے اتنے خرچ ہیں مت خیرات

marfat.com

کر ۳؎ ظاہر یہ ہے کہ فلاں سے مراد موصے لہ ہے جس کے لئے وصیت کی جائے' اور اتنے سے مراد مال کی مقدار ہے یعنی تم وارثوں سے کہو کہ میرا اتنا مال میرے بعد فلاں فلاں جگہ خرچ کرنا اور ممکن ہے کہ فلاں سے مراد مقرلہ ہو یا وارث کیونکہ وارث کو وصیت جائز ہے جبکہ دوسرے ورثاء راضی ہوں (اشعہ وغیرہ) ۴؎ یہاں فلاں سے مراد وارثین ہیں یعنی اب تم وصیت کرو یا نہ کرو تمہارے پاس سے مال چلدیا' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرض الموت کی حالت ہی میں بیمار کے مال میں وارثوں کا حق ہو جاتا ہے' اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ یہ بیمار صرف تہائی مال کی وصیت کر سکتا ہے' یہ بھی معلوم ہوا کہ اس حالت کے صدقہ وخیرات کا ثواب بہت کم ہے' کیونکہ اب خود اسے ضرورت نہ رہی' انسان کو چاہیے کہ تندرستی اور زندگی کو غنیمت سمجھے جو ہو سکے نیکیاں کر لے' شعر:۔

☆ توشہ اعمال اپنا ساتھ لے جاؤ ابھی ☆ کون پیچھے قبر میں بھیجے گا سوچو تو سہی ☆
☆ بعد مرنے کے تمہیں اپنا پرایا بھول جائے ☆ فاتحہ کو قبر پر پھر کوئی آئے یا نہ آئے ☆

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ اِنْتَهَیْتُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فِیْ ظِلِّ الْکَعْبَةِ فَلَمَّا رَاٰنِیْ قَالَ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ وَرَبِّ الْکَعْبَةِ فَقُلْتُ فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ مَنْ هُمْ قَالَ هُمُ الْاَکْثَرُوْنَ اَمْوَالًا اِلَّا مَنْ قَالَ هٰکَذَا وَهٰکَذَا وَهٰکَذَا مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ وَعَنْ یَمِیْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَقَلِیْلٌ مَّا هُمْ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ

(۱۷۷۲) روایت ہے حضرت ابی ذر سے فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا حضور کعبہ کے سایہ میں جلوہ گر تھے جب حضور نے مجھے دیکھا تو فرمایا رب کی قسم وہ لوگ بڑے خسارہ میں ہیں ا؎ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا وہ کون لوگ ہیں فرمایا بڑے مالدار لوگ بجز اس کے جو یوں اور یوں ۲؎ یعنی آگے پیچھے دائیں بائیں اور وہ ہیں بہت تھوڑے ۳؎ (مسلم بخاری)

(۱۷۷۲) ا؎ حضرت ابوذر غفاری وہ ہیں جنہوں نے امیری پر لات مار کر فقیری اختیار کی تھی' حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ ہمت افزا کلام ان کی عزت افزائی کے لئے فرمایا یعنی اے ابوذر تم خسارہ میں نہیں' خسارہ میں عموماً مالدار لوگ ہیں ۲؎ یہاں قال بمعنی فعل ہے اور فعل سے مراد صدقہ وخیرات' یہ محاورہ عربی میں بہت عام ہے (لمعات) یعنی وہ سخی جو بلا گنتی دونوں ہاتھ بھر بھر کر نیکیوں میں خرچ کرے خسارہ میں نہیں ا؎ ان چار سمتوں سے مراد ہر نیکی ہر جگہ نیکی ہر حال میں نیکی کرنا ہے' اپنے وطن میں بھی خرچ کرے' حرمین شریفین میں بھی بھیجے' جہاں مسلمانوں کو یا اسلام کو ضرورت ہو وہاں پہنچائے' واقعی ایسی توفیق والے تھوڑے مالدار ہیں' رب تعالٰی فرماتا ہے' وقلیل من عبادی الشکور عموماً مالداروں پر فضول خرچیوں' بدکاریوں اور عیاشیوں کے دروازے کھل جاتے ہیں' اللہ تعالٰی عثمان غنی کے خزانہ کا پیسہ عطا فرمائے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — تیسری فصل

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلسَّخِیُّ قَرِیْبٌ مِّنَ اللّٰهِ

(۱۷۷۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سخی اللہ سے قریب ہے جنت

قَرِيْبٌ مِّنَ الْجَنَّةِ قَرِيْبٌ مِّنَ النَّاسِ بَعِيْدٌ مِّنَ النَّارِ وَالْبَخِيْلُ بَعِيْدٌ مِّنَ اللّٰهِ بَعِيْدٌ مِّنَ الْجَنَّةِ بَعِيْدٌ مِّنَ النَّاسِ قَرِيْبٌ مِّنَ النَّارِ وَلَجَاهِلٌ سَخِيٌّ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ عَابِدٍ بَخِيْلٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ.

سے قریب ہے لوگوں سے قریب ہے آگ سے دور ہے ۱؎ اور کنجوس اللہ سے دور ہے جنت سے دور ہے لوگوں سے دور ہے آگ کے قریب ہے اور یقیناً جاہل سخی کنجوس عابد سے افضل ہے ۲؎۔ (ترمذی)

(۱۷۷۳) ۱؎ ہم سخی اور جواد کا فرق پہلے بیان کر چکے ہیں' یہاں مرقات نے فرمایا کہ حقیقی سخی وہ ہے جو غنا پر رب تعالیٰ کی رضا کو ترجیح دے' اس کے تین قرب بیان ہوئے' اور ایک دوری' اللہ تعالیٰ تو ہر ایک سے قریب ہے لیکن اس سے قریب کوئی کوئی ہے شعر:۔

☆ یار نزدیک تراز بمعن است ☆ زیں عجب بیں کہ من ازوے دورم ☆

اس حدیث میں اشارۃً فرمایا گیا کہ سخاوت مال حسن مال یعنی انجام بخیر کا ذریعہ ہے' سخی سے مخلوق خود بخود راضی رہتی ہے۔ حکایت کسی عالم سے پوچھا گیا کہ سخاوت بہتر ہے یا شجاعت' فرمایا خدا تعالیٰ جسے سخاوت دے' اسے شجاعت کی ضرورت ہی نہیں۔ لوگ خود بخود اس کے سامنے چت ہو جائیں گے' چونکہ صدقہ غضب کی آگ بجھاتا ہے اس لئے سخی دوزخ سے دور ہے ۲؎ یہاں عابد سے مراد عالم عابد ہے جیسا کہ جاہل کے مقابلے سے معلوم ہو رہا ہے' یعنی جو شخص عالم بھی ہو عابد بھی' مگر ہو کنجوس کہ نہ زکوٰۃ دے نہ صدقات واجبہ ادا کرے وہ یقیناً سخی جاہل سے بدتر ہو گا کیونکہ وہ عالم حقیقتاً بے عمل ہے بخل بہت سے فسق پیدا کر دیتا ہے اور سخاوت بہت خوبیوں کا تخم ہے' بلکہ وہ عابد بھی کامل نہیں' کیونکہ عبادت مالی یعنی زکوٰۃ وغیرہ ادا نہیں کرتا' صرف جسمانی عبادت ذکر و فکر پر قناعت کرتا ہے جس میں کچھ خرچ نہ ہو۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ يَّتَصَدَّقَ الْمَرْءُ فِيْ حَيٰوتِهٖ بِدِرْهَمٍ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّتَصَدَّقَ بِمِائَةٍ عِنْدَ مَوْتِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ.

(۱۷۷۴) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان کا اپنی زندگی میں ایک درہم خیرات کرنا مرتے وقت سو خیرات کرنے سے بہتر ہے ۱؎۔ (ابوداؤد)

(۱۷۷۴) ۱؎ زندگی سے مراد تندرستی کی زندگی ہے' اور موت کے وقت سے مراد مرض الموت ہے' جب زندگی کی آس ٹوٹ جاتی ہے' یعنی تندرستی میں تھوڑا مال خیرات کرنا مرتے وقت کے بہت مال کی خیرات سے بہتر ہے' کیونکہ تندرستی کی خیرات میں نفس پر جہاد بھی ہے اور مرتے وقت کی خیرات میں اپنا نقصان نہیں بلکہ اپنے وارثوں کو نقصان پہنچانا ہے' اس کی پوری شرح ابھی پہلے ہو چکی۔

وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الَّذِيْ يَتَصَدَّقُ عِنْدَ مَوْتِهٖ اَوْ يُعْتِقُ كَالَّذِيْ يُهْدِيْ اِذَا شَبِعَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهٗ.

(۱۷۷۵) روایت ہے حضرت ابو الدرداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس کی مثال جو مرتے وقت خیرات یا آزاد کرے اس کی سی ہے جو اپنا پیٹ بھر جانے پر کسی کو ہدیہ دے ۱؎ (احمد نسائی' دارمی' ترمذی نے اسے صحیح کہا)

marfat.com

(۱۷۷۵) اے کہ اگر ہدیہ لینے والا غنی بھی ہو' اور دینے والے کے اس طرز عمل سے خبردار بھی' تو وہ اس کی قدر نہیں کرتا' وہ سمجھتا ہے کہ اس نے اپنے نفس کو مجھ پر مقدم رکھا اور سمجھا کہ یہ بچی چیز برباد جائے گی' لاؤ فلاں کو ہی بھیج دو' اسی طرح رب تعالٰی غنی بھی ہے اور ہماری نیتوں سے خبردار بھی صدقات اس کی بارگاہ میں ہدیے ہیں اگر ان کی بارگاہ الٰہی میں قدر چاہتے ہو تو تندرستی میں بھیجو کہ وہاں اخلاص دیکھا جاتا ہے شعر:-

☆ مابروں رانتگریم وقال را ☆ مادروں رابنگریم وحال را ☆

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَصْلَتَانِ لَا تَجْتَمِعَانِ فِیْ مُؤْمِنٍ اَلْبُخْلُ وَسُوْءُ الْخُلُقِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ۔

(۱۷۷۶) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن میں دو خصلتیں کبھی جمع نہیں ہوتیں کنجوسی اور بدخلقی اے (ترمذی)

(۱۷۷۶) اے یعنی ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی کامل مومن بھی ہو اور ہمیشہ کا بخیل اور بدخلق بھی' اگر اتفاقاً' کبھی اس سے بخیل یا بدخلقی صادر ہو جائے تو فوراً وہ پشیمان بھی ہو جاتا ہے اس کے ایک معنے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ مومن نہ بخیل ہوتا ہے نہ بدخلق' جس دل میں ایمان کامل جاگزیں ہو تو اس دل سے یہ دونوں عیب نکل جاتے ہیں (لمعات) خیال رہے کہ بدخلقی اور ہے غصہ کچھ اور' اللہ تعالٰی کے لئے غصہ کرنا عبادت ہے رب تعالٰی فرماتا ہے اشداء علی الکفار رحماء بینهم ہماری اس شرح سے حدیث پر نہ یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ بعض مومن بخیل بھی ہوتے ہیں اور بدخلق بھی' کیونکہ وہ یا تو مومن کامل نہیں ہوتے یا ان کے یہ عیب عارضی ہوتے ہیں' اور نہ یہ اعتراض رہا کہ یہ حدیث قرآن کے خلاف ہے کہ قرآن کریم نے بعض غصوں کی تعریف فرمائی ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ خِبٌّ وَّلَا بَخِيْلٌ وَّلَا مَنَّانٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ۔

(۱۷۷۷) روایت ہے حضرت ابوبکر صدیق سے اے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت میں نہ تو فریبی آدمی جائے نہ کنجوس نہ احسان جتانے والا ۲ے (ترمذی)

(۱۷۷۷) اے آپ کا نام شریف عبداللہ ابن عثمان (ابو قحافہ) ابن عامر ابن عمرو ابن کعب ابن سعد ابن تیم ابن مرہ ہے' آپ ساتویں دادا یعنی مرہ میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے مل جاتے ہیں' آپ کی کنیت ابوبکر اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عطا فرمائے ہوئے القاب صدیق اکبر اور عتیق ہیں' نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزووں میں شریک رہے اسلام سے پہلے اور اسلام لانے کے بعد کبھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے جدا نہ ہوئے' سب سے پہلے آپ ہی ہجرت میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے' حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے یار غار کہلائے' آپ ہی افضل الخلق بعد الانبیاء ہیں' عثمان غنی آپ کی تبلیغ سے ایمان لائے حضرت بلال اور عامر فہیرہ رضی اللہ عنہما جیسے شاندار صحابہ آپ کے آزاد کردہ غلام ہیں آپ چار پشت کے صحابی ہیں' ماں باپ صحابی خود اور سارے گھر والے صحابی' ساری اولاد صحابی' پوتے نواسے صحابی' ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ ہی کی دختر نیک اختر ہیں' آپ کے فضائل میں بہت آیات اتریں' رب تعالٰی نے آپ کو ثانی اثنین فرمایا یعنی زندگی وفات و قبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ثانی شعر:-

☆ یعنی اس افضل الخلق بعد الرسل ☆ ثانی اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام ☆

اسلام لانے والے رسول اللہ ہیں صلے اللہ علیہ وسلم اور پھیلانے والے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ' فاروقی فتوحات کی بنیاد آپ ہی نے

marfat.com

ڈالی آپ مکہ معظمہ میں واقعہ فیل سے دو سال پونے پانچ ماہ بعد پیدا ہوئے اور مدینہ منورہ میں بائیس جمادی الاخری ۱۳ھ منگل کی رات مغرب اور عشاء کے درمیان وفات پائی' آپ کی بیوی اسماء بنت عمیس نے آپ کو غسل دیا' عمر فاروق نے نماز جنازہ پڑھائی' ۶۳ سال عمر پائی دو سال کچھ مہینے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے عمر میں چھوٹے تھے وہی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد پورے کئے اور پھر ہمیشہ کے لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں گنبد خضراء کے اندر آرام فرما ہو گئے' آپ کے فضائل آسمان کے تاروں اور ریگستان کے ذروں سے زیادہ ہیں' آپ سے بہت کم احادیث مروی ہیں (اکمال وغیرہ) ۲؎ یعنی جو ان عیبوں پر مر جائے' وہ جنتی نہیں کیونکہ وہ منافق ہے' مومن میں اولا" تو یہ عیب ہوتے نہیں' اور اگر ہوں تو رب تعالٰی اسے مرنے سے پہلے توبہ نصیب کر دیتا ہے یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ ایسا آدمی جنت میں پہلے نہ جائے گا' احسان جتانے سے طعنہ دینا مراد ہے ورنہ بعض صورتوں میں احسان جتانا عبادت ہے جبکہ اس سے سامنے والے کی اصلاح مقصود ہو' رب تعالٰی فرماتا ہے بل اللّٰہ یمن علیکم ان ھدلکم للایمان

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَرُّ مَا فِی الرَّجُلِ شُحٌّ ھَالِعٌ وَّجُبْنٌ خَالِعٌ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَسَنَذْکُرُ حَدِیْثَ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ لَا یَجْتَمِعُ الشُّحُّ وَالْاِیْمَانُ فِیْ کِتَابِ الْجِھَادِ اِنْشَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔

(۱۷۷۸) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آدمی کی بد ترین خصلت گھبراہٹ والی کنجوسی اور ڈر والی بزدلی ہے ۱؎ (ابوداؤد) ہم حضرت ابوہریرہ کی یہ حدیث لا یجتمع الخ کتاب الجہاد میں بیان کریں گے۔ انشاء اللہ تعالٰی۔

(۱۷۷۸) ۱؎ یعنی انسان کے سارے عیبوں میں یہ دو عیب بد ترین ہیں کہ جس سے صدہا عیب پیدا ہو جاتے ہیں' شح کے معنے پہلے عرض کئے جا چکے ہیں کہ یہ بخل اور حرص کا مجموعہ ہے' بڑی بزدلی وہ ہے جو انسان کو کفار کے ساتھ جہاد سے اور ابرار جیسے اعمال سے روکے' حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے مرد کی قید اس لئے لگائی کہ عورت میں یہ عیب اتنے برے نہیں جتنے مرد میں' کیونکہ یہ سخاوت اور بہادری کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ بَعْضَ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُلْنَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّنَا اَسْرَعُ بِکَ لُحُوْقًا قَالَ اَطْوَلُکُنَّ یَدًا فَاَخَذُوْا قَصَبَۃً یَذْرَعُوْنَھَا وَکَانَتْ سَوْدَۃُ اَطْوَلَھُنَّ یَدًا فَعَلِمْنَا بَعْدُ اِنَّمَا کَانَ طُوْلُ یَدِھَا الصَّدَقَۃُ وَکَانَتْ اَسْرَعَنَا بِہٖ زَیْنَبُ وَکَانَتْ تُحِبُّ الصَّدَقَۃَ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

(۱۷۷۹) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعض بیویوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم سب میں پہلے آپ سے کون ملے گی ۱؎ فرمایا تم میں لمبے ہاتھ والی ۲؎ انہوں نے بانس لے کر ہاتھ ناپنے شروع کر دیئے ۳؎ تو حضرت سودہ دراز ہاتھ نکلیں بعد میں معلوم ہوا کہ درازی ہاتھ سے مراد صدقہ خیرات تھی ہم سب میں پہلے حضور کے پاس زینب سدھاریں اور وہ سرکار خیرات بہت پسند کرتی تھیں ۴؎ (بخاری)

marfat.com

وَفِيْ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْرَعُكُنَّ لُحُوْقًا بِيْ اَطْوَلُكُنَّ يَدًا قَالَتْ وَكَانَتْ يَتَطَاوَلْنَ اَيَّتُهُنَّ اَطْوَلُ يَدًا قَالَتْ فَكَانَتْ اَطْوَلَنَا يَدًا زَيْنَبُ لِاَنَّهَا كَانَتْ تَعْمَلُ بِيَدِهَا وَتَتَصَدَّقُ ؎

مسلم کی روایت میں ہے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تم میں سے پہلے مجھے وہ ملے گی جو لمبے ہاتھ والی ہو فرماتی ہیں کہ ازواج پاک جھگڑتی تھیں کہ کس کے ہاتھ لمبے ہیں فرماتی ہیں ہم سب میں لمبے ہاتھ والی زینب ہی ہیں کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے کام کرتی تھیں اور خیرات کرتی تھیں ۵۔

(۱۷۷۹) ا۔ یہ سوال چند سوالوں کا مجموعہ ہے ایک یہ کہ ہم میں سے ہر ایک کا وقت موت کب ہے' دوسرے یہ کہ ہم سب کی موت کس حال میں ہوگی' ایمان پر اور ایمان کے کس درجہ پر' تیسرے یہ کہ ہماری بقیہ زندگی تقویٰ کے کس درجہ پر گزرے گی' چوتھے یہ کہ بعد وفات ہمارا مقام کہاں ہوگا' کیونکہ بعد وفات حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے وہی مل سکتا ہے جس کا خاتمہ ایمان پر ہو زندگی اعلیٰ درجہ کے تقویٰ اور طہارت پر گزرے' اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے' ایک یہ کہ ازواج مطہرات کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ تعالٰی نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو علوم خمسہ عطا فرمائے ہیں کہ سرکار۔ عطائے الٰہی ہر ایک کا وقت موت بھی جانتے ہیں اور ہر ایک کی سعادت و شقاوت سے بھی خبردار ہیں' اور ہر ایک کے درجہ ایمان و مرتبہ تقویٰ سے بھی واقف ہیں' بلکہ یہ بھی جانتے ہیں کہ بعد موت کس کا کیا درجہ ہوگا اور کون کہاں رہے گا کیوں نہ ہو تاکہ ان بیبیوں نے دیکھا تھا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر سے ایک دن پہلے زمین پر خط کھینچ کر بتادیا تھا کہ کل فلاں کافر یہاں مارا جائے گا اور فلاں یہاں دوسرے یہ کہ ازواج پاک حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد موت کی ایسی مشتاق تھیں جیسے عروس برات کی کیونکہ ان کے لئے موت لقائے حبیب کا ذریعہ تھی شعر:-

☆ آج پھولے نہ سمائیں گے کفن میں عاصی ☆ جس کے جویاں تھے ہے اس گل کے ملاقات کی رات ☆

☆ جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے ☆ کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارہ تیرا ☆

۲۔ یعنی اے پاک بیبیو! تم سب ہی اعلیٰ تقویٰ پر جیو گی' کمال ایمان پر وفات پاؤ گی اور تم سب میرے ساتھ رہو گی' مگر سب سے پہلے میرے پاس تم میں سے وہ پہنچے گی جو زیادہ سخی ہوگی' اس جواب سے معلوم ہوا کہ مومن کامل مرتے ہی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچ جاتا ہے' وصال بعد قیامت پر موقوف نہیں' نیز معلوم ہوا کہ جو بعد موت حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ملنا چاہے وہ زندگی میں نیک اعمال اور صدقہ و خیرات زیادہ کرے ۳۔ یہ ہوئی خطائے اجتہادی' وہ بیبیاں یہ سمجھیں کہ ہاتھ سے یہ جسم کا ہاتھ مراد ہے ان بیبیوں نے اپنے ہاتھ خود ناپے تھے مگر تعظیم و احترام کے لئے اخذوا جمع مذکر فرمایا گیا جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے وکانت من القانتین اور شاعر کہتا ہے ان شئت حرمت النساء سواکم قانتین بھی مذکر ہے اور کم بھی ۴۔ یعنی جسم کا ہاتھ تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا دراز تھا مگر سخاوت کا حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا لمبا تھا' حضرت زینب کی وفات ۲۱ھ میں ہوئی' آپ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی پہلی بیوی ہیں اور حضرت سودہ کی وفات ۲۴ھ میں اور عائشہ صدیقہ کی وفات ۵۷ھ میں ہے (مرقات ولمعات) ۵۔ چنانچہ آپ اپنے ہاتھ سے کھالیں رنگتی تھیں انہیں بیچتی تھیں اور قیمت خیرات کردیتی تھیں۔ یہ پہلے عرض کیا جاچکا

marfat.com

ہے کہ ازواج مطہرات کا نان نفقہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ہی کے ذمہ ہے' کیونکہ وہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں ہیں لہذا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا یہ محنت کرنا اپنے خرچ کے لئے نہ تھا بلکہ راہ خدا میں خیرات کرنے کے لئے تھا' ان کا خیال تھا کہ اپنی محنت کا پیسہ خیرات کرنا زیادہ لائق ثواب ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَۃٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِہٖ فَوَضَعَھَا فِیْ یَدِ سَارِقٍ فَاَصْبَحُوْا یَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ اللَّیْلَۃَ عَلٰی سَارِقٍ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ عَلٰی سَارِقٍ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَۃٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِہٖ فَوَضَعَھَا فِیْ یَدِ زَانِیَۃٍ فَاَصْبَحُوْا یَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ اللَّیْلَۃَ عَلٰی زَانِیَۃٍ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ عَلٰی زَانِیَۃٍ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَۃٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِہٖ فَوَضَعَھَا فِیْ یَدِ غَنِیٍّ فَاَصْبَحُوْا یَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ اللَّیْلَۃَ عَلٰی غَنِیٍّ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ عَلٰی سَارِقٍ وَّ زَانِیَۃٍ وَّغَنِیٍّ فَاُتِیَ فَقِیْلَ لَہٗ اَمَّا صَدَقَتُکَ عَلٰی سَارِقٍ فَلَعَلَّہٗ اَنْ یَّسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِہٖ وَاَمَّا الزَّانِیَۃُ فَلَعَلَّھَا تَسْتَعِفُّ عَنْ زِنَاھَا وَاَمَّا الْغَنِیُّ فَلَعَلَّہٗ یَعْتَبِرُ فَیُنْفِقُ مِمَّا اَعْطَاہُ اللّٰہُ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَلَفْظُہٗ لِلْبُخَارِیِّ۔

(۱۷۸۰) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آدمی بولا میں خیرات کروں گا ا۔ وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا تو کسی چور کے ہاتھ میں دے دیا ۲۔ لوگ صبح کو چرچا کرنے لگے کہ آج رات چور کو خیرات دی گئی وہ بولا الٰہی تیرا شکر ہے چور پر صدقہ ۳۔ اب پھر صدقہ کروں گا اپنا صدقہ لے کر نکلا تو ایک زانیہ کے ہاتھ میں دے دیا ۳۔ لوگ صبح کو چرچا کرنے لگے کہ آج رات زانیہ کو صدقہ دیا گیا ۴۔ وہ بولا الٰہی تیرا شکر ہے کہ زانیہ کو خیرات میں اور صدقہ کروں گا پھر وہ اپنا صدقہ لے کر چلا تو کسی مالدار کے ہاتھ میں دے دیا ۵۔ لوگ صبح کو چرچا کرنے لگے کہ آج رات غنی کو صدقہ دیا گیا ۶۔ وہ بولا الٰہی تیرا شکر ہی ہے کہ چور پر زانیہ پر اور غنی پر ۷۔ اسے جواب میں کہا گیا کہ تیری خیرات چور پر تو شاید وہ چوری سے باز رہے لیکن زانیہ تو شاید وہ زنا سے باز رہے لیکن غنی تو شاید وہ عبرت پکڑے اور اللہ کے دیئے میں سے کچھ خیرات کرے ۸۔ (مسلم بخاری) لفظ بخاری کے ہیں۔

(۱۷۸۰) ا۔ یعنی تم سے پہلے ایک بنی اسرائیلی نے اپنے دل میں کہا یا اپنے دوستوں یا گھر والوں پر اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا یا رب تعالٰی کی بارگاہ میں عرض کیا کہ آج میں خیرات دوں گا' ظاہر یہ ہے کہ خیرات سے نفلی صدقہ مراد ہو ممکن ہے اس نے کوئی نذر مانی ہو جس کے پورا کرنے کا ارادہ کیا ۲۔ یعنی رات کے اندھیرے میں اکیلے میں ایک شخص کو فقیر جان کر خیرات دے دی' اس نے لوگوں میں پھیلا دیا کہ مجھے ایک آدمی خیرات دے گیا' جیسا کہ آوارہ لوگوں کا طریقہ ہے کہ دھوکا دینے پر فخر کرتے ہیں اور دھوکا کھانے والے کا مذاق اڑاتے ہیں' اس کا لوگوں میں چرچا ہو گیا' مرقات نے فرمایا ممکن ہے کہ لوگوں کو یہ خبر الہام الٰہی سے معلوم ہوئی ہو' اور ہو سکتا ہے کہ کوئی فرشتہ شکل انسانی میں آکر لوگوں سے یہ کہہ گیا ہو' غرضیکہ اس کا چرچا ہو گیا ۳۔ یہ کلمہ تعجب کا ہے یعنی وہ شخص صدقہ ضائع ہونے پر دل تنگ نہیں ہوا بلکہ خدا کا شکر ہی کیا' اور تعجب کے طور پر یہ کہا اللہ کے مقبول بندے مصیبت پر بھی شکر ہی کرتے ہیں ۴۔ یعنی میرا وہ صدقہ تو بیکار گیا کیونکہ صحیح مصرف پر نہ پہنچا جیسے کھاری زمین میں دانہ اس کی جگہ اور صدقہ دوں گا' اس سے معلوم ہوا کہ اگر صدقہ صحیح جگہ نہ پہنچے' تو واپس نہ لے بلکہ اس کی بجائے اور صدقہ دے' چونکہ آج بھی صدقہ چھپانے کے لئے اندھیری رات ہی میں نکلا تھا' اس لئے ایک فاسقہ زانیہ عورت کو مسکین جان کر خیرات دے دی اور دھوکا کھا گیا ۴۔ اس چرچا کی وجہ

marfat.com

ابھی بیان کردی گئی کہ یا خود زانیہ نے ہی لوگوں میں پھونکا یا فرشتہ کے ذریعہ اس کا اعلان ہوگیا۵۔ اسے فقیر سمجھ کر یہ مالدار کوئی کنجوس تھا جو پھٹے پرانے کپڑے پہنے تھا اور حریص بھی کہ جانتے ہوئے خیرات لے لی' جیساکہ آج کل بھی کنجوسوں کو دیکھا جاتا ہے' لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ دینے والے نے دھوکا کیسے کھایا اور لینے والے نے غنی ہونے کے باوجود خیرات لے کیوں لی' موجودہ زمانہ کے حالات دیکھتے ہوئے ان اعتراضوں کی گنجائش ہی نہیں۶۔ ظاہر یہ ہے کہ غنی نے خود کسی سے نہ کہا ہوگا کہ کنجوس حریص لوگ ان باتوں کا چرچا نہیں کرتے بلکہ چھپانے کی کوشش کرتے ہیں' یہ اعلان فرشتہ ہی کے ذریعہ ہوا ہوگا۷۔ یعنی مولے میں کیا صورت کروں کہ صدقہ صحیح جگہ پہنچے' تین دفعہ خیرات کرچکا ہر بار بیکار ہی گئی۸۔ خلاصہ یہ ہے کہ تیرے یہ تینوں صدقے کار آمد ہیں کوئی بیکار نہ گیا' چور اور زانیہ کے لئے تو گناہوں سے بچنے کا ذریعہ بنے گا اور غنی کے لئے سخاوت کی تبلیغ ہوگا' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر غلطی سے زکوٰۃ غیر مصرف پر خرچ کردی جائے مثلاً کسی کو فقیر سمجھ کر زکوٰۃ دی' پھر پتہ لگا وہ غنی ہے' تو زکوٰۃ ادا ہوجائے گی' اس کا اعادہ واجب نہیں' طرفین کا یہی قول ہے' ان کی دلیل یہ حدیث بھی ہے کیونکہ یہاں اسے چوتھی بار صدقہ دینے کا حکم نہیں دیا گیا مگر تمام ائمہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں صدقہ واپس نہ لے ہاں اس میں اختلاف ہے کہ خود لینے والے کو یہ مال حلال ہے یا نہیں قوی یہ ہے کہ اگر اس نے غلطی سے لے لیا ہے تو حلال ہے' دانستہ لیا ہے تو حرام' اس کی دلیل حضرت معن ابن یزید کی وہ حدیث ہے جو بخاری نے روایت کی کہ فرماتے ہیں میرے والد نے صدقہ کے کچھ دینار مسجد میں رکھے میں نے اٹھا لئے' پھر یہ واقعہ بارگاہ نبوی میں پیش ہوا' تو حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اے یزید تمہارے لئے تمہاری نیت اور اے معن جو تم نے لیا وہ تمہارا ہے (فتح القدیر و مرقات)

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا رَجُلٌ بِفَلَاةٍ مِنَ الْاَرْضِ فَسَمِعَ صَوْتًا فِيْ سَحَابَةٍ اِسْقِ حَدِيْقَةَ فُلَانٍ فَتَنَحّٰى ذٰلِكَ السَّحَابُ فَاَفْرَغَ مَاءَهُ فِيْ حَرَّةٍ فَاِذَا شَرْجَةٌ مِّنْ تِلْكَ الشِّرَاجِ قَدِ اسْتَوْعَبَتْ ذٰلِكَ الْمَاءَ كُلَّهُ فَتَتَبَّعَ الْمَاءَ فَاِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِيْ حَدِيْقَتِهِ يُحَوِّلُ الْمَاءَ بِمِسْحَاتِهِ فَقَالَ لَهُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ مَا اسْمُكَ قَالَ فُلَانٌ اَلْاِسْمُ الَّذِيْ سَمِعَ فِي السَّحَابَةِ فَقَالَ لَهُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ لِمَ تَسْاَلُنِيْ عَنِ اسْمِيْ فَقَالَ اِنِّيْ سَمِعْتُ صَوْتًا فِي السَّحَابِ الَّذِيْ هٰذَا مَاءُهُ يَقُوْلُ اِسْقِ حَدِيْقَةَ فُلَانٍ لِاِسْمِكَ فَمَا تَصْنَعُ فِيْهَا قَالَ اَمَّا اِذَا قُلْتَ هٰذَا فَاِنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى مَا يَخْرُجُ مِنْهَا فَاَتَصَدَّقُ بِثُلُثِهٖ وَاٰكُلُ اَنَا وَعِيَالِيْ

(۱۷۸۱) روایت ہے انہی سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ ایک شخص کسی زمین کے جنگل میں تھا اس نے بادل میں آواز سنی ا۔ کہ فلاں کے باغ کو سیراب کر یہ بادل ایک طرف گیا اور پتھریلی زمین پر پانی برسایا۲۔ تو نالیوں میں سے ایک نالی نے یہ سارا پانی جمع کرلیا تب یہ شخص اس پانی کے پیچھے چل دیا دیکھا کہ ایک شخص اپنے باغ میں کھڑا ہوا بیلچے سے پانی باغ میں پھیر رہا ہے۳۔ اس سے پوچھا کہ اے اللہ کے بندے تیرا نام کیا ہے وہ بولا فلاں یعنی وہ ہی نام جو اس نے بادل میں سنا تھا۴۔ اس نے پوچھا اے اللہ کے بندے تو میرا نام کیوں پوچھتا ہے تو یہ بولا کہ میں نے اس بادل میں جس کا یہ پانی ہے ایک آواز سنی تھی کہ کوئی تیرا نام لے کر کہہ رہا تھا کہ فلاں کے باغ کو سیراب کرو تو تو اس میں کیا نیکی کرتا ہے ۵۔ وہ بولا کہ جب تو پوچھتا ہے تو بتاتا ہوں کہ میں اس باغ کی پیداوار میں غور کرتا ہوں تو تہائی خیرات کردیتا ہوں اور تہائی میں اور میرے

marfat.com

ثُلُثًا وَاَرُدُّ فِيهَا ثُلُثَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

بال بچے کھاتے ہیں اور تہائی اس میں دوبارہ خرچ کر دیتا ہوں ۶؎۔ (مسلم)

(۱۷۸۱) ا؎ شاید یہ شخص اس زمانہ کے اولیاء میں سے ہو گا جس نے فرشتہ کی یہ آواز سنی اور سمجھ بھی لیا‘ ظاہر یہ ہے کہ یہ بادل کی گرج ہی تھی‘ گرج فرشتہ کی آواز ہی ہوتی ہے جو بادلوں کو احکام دیتا ہے ۲؎۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ بادل پر فرشتہ مقرر ہے جس کے حکم سے بادل آتے جاتے برستے اور کھلتے ہیں‘ یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض نیک بندوں کے طفیل بدوں پر بھی بارش ہو جاتی ہے ۳؎۔ سبحان اللہ اس نیک بندے کی کیسی عزت افزائی کی گئی۔ کہ پانی ایک پتھریلے علاقہ پر برسایا گیا‘ پھر اسے ایک نالی میں جمع کیا گیا‘ اس نالی کے ذریعہ اس کے باغ میں پانی پہنچایا گیا خود بادل اس باغ پر نہ برسایا گیا‘ جیسے کہ گنہگار جو ایک بستی میں گناہ کر کے دوسری بستی میں کسی عالم کے پاس توبہ کرنے جارہا تھا راستہ میں مرگیا‘ رب تعالیٰ نے حکم دیا کہ یہ جس بستی سے قریب ہو اسی کے احکام اس پر جاری کئے جائیں‘ ناپا گیا تو بالکل بیچ میں تھا۔ تو گناہ کی بستی پیچھے ہٹائی گئی اور توبہ کی بستی آگے بڑھائی‘ خود اس کی لاش کو حرکت نہ دی گئی اس کے احترام کی وجہ سے۔ اس نالہ کے کنارے والے کھیتوں کو بھی اس کے طفیل پانی مل گیا ہو گا ۴؎۔ غالب یہ ہے کہ خود حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ہی اس کا نام نہ بتایا بلکہ فلاں فرمادیا یہ راوی نہیں بھولے ہیں اور فلاں فرمانا اسی لئے ہے کہ نام لینے کی ضرورت نہ تھی۔ اس سے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بے علمی یا کم علمی ثابت نہیں ہوتی ۵؎۔ یعنی رب تعالیٰ کے ہاں تیری یہ عزت کہ تیرے نام کی دہائی بادلوں میں ہے اور تیرے لئے دور سے بادل لائے جاتے ہیں‘ تیری کسی نیکی کی وجہ سے ہے بتا وہ خاص نیکی کون سی تو کرتا ہے‘ معلوم ہوا کہ کسی کی چھپی ہوئی نیکیاں پوچھنا تاکہ خود بھی وہ نیکی کرے جائز بلکہ بہتر ہے‘ قرآن پاک جو فرماتا ہے‘ ولا تجسسوا وہاں لوگوں کی عیب جوئی مراد ہے یعنی لوگوں کے خفیہ عیب مت ڈھونڈو‘ لہٰذا یہ حدیث اس کے آیت کے خلاف نہیں ۶؎۔ یعنی میرے پاس اور تو کوئی نیکی نہیں‘ صرف یہ ہے کہ اس کی پیداوار گناہ میں خرچ نہیں کرتا‘ اپنے بچوں سے روکتا نہیں‘ خدا کا حق بھولتا نہیں‘ ساری ایک دم خرچ نہیں کر دیتا‘ اس کا تہائی خیرات کرنا نفلی صدقہ بھی تھا‘ ورنہ نبی اسرائیل کے ہاں ہر مال کی زکوٰۃ چوتھائی حصہ تھی‘ ہمارے ہاں پیداوار کی زکوٰۃ دسواں یا بیسواں حصہ ہے‘ اور چاندی سونے وغیرہ کی چالیسواں حصہ‘ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اپنی خفیہ نیکیاں کسی کو بتانا تاکہ وہ بھی اس پر عمل کرے ریا نہیں بلکہ تبلیغ ہے فخر نہیں بلکہ رب تعالیٰ کا شکر ہے۔

وَعَنْهُ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اِنَّ ثَلٰثَةً مِنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اَبْرَصَ وَاَقْرَعَ وَاَعْمٰى فَاَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّبْتَلِيَهُمْ فَبَعَثَ اِلَيْهِمْ مَلَكًا فَاَتَى الْاَبْرَصَ فَقَالَ اَيُّ شَيْءٍ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ لَوْنٌ حَسَنٌ وَجِلْدٌ حَسَنٌ وَيَذْهَبُ عَنِّي الَّذِيْ قَدْ قَذِرَنِيَ النَّاسُ قَالَ فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ عَنْهُ قَذَرُهُ وَاُعْطِيَ لَوْنًا حَسَنًا وَجِلْدًا

(۱۷۸۲) روایت ہے ان ہی سے کہ انہوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ بنی اسرائیل میں تین شخص تھے کوڑھی گنجا اور اندھا اللہ تعالیٰ نے ان کا امتحان لینا چاہا ا؎ تو ان کی طرف ایک فرشتہ بھیجا کوڑھی کے پاس آیا بولا تجھے کیا چیز پسند ہے وہ بولا اچھا رنگ اور اچھی کھال اور یہ بیماری جاتی رہے جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے گھن کرتے ہیں ۲؎۔ حضور نے فرمایا کہ فرشتہ نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اس کی بیماری جاتی رہی اور اسے اچھا رنگ اچھی کھال دے

marfat.com

حسنا قال فای المال احب الیک قال الابل او قال البقر شک اسحٰق الا ان الابرص والاقرع قال احدھما الابل وقال الاٰخر البقر قال فاعطی ناقۃ عشراء فقال بارک اللہ لک فیھا قال فاتی الاقرع فقال ای شیء احب الیک قال شعر حسن ویذھب عنی ھذا الذی قد قذرنی الناس قال فمسحہ فذھب عنہ قال واعطی شعرا حسنا قال فای المال احب الیک قال البقر فاعطی بقرۃ حاملا قال بارک اللہ لک فیھا قال فاتی الاعمٰی فقال ای شیء احب الیک قال ان یرد اللہ الی بصری فابصر بہ الناس قال فمسحہ فرد اللہ الیہ بصرہ قال فای المال احب الیک قال الغنم فاعطی شاۃ والدا فانتج ھذان وولد ھذا فکان لھذا واد من الابل ولھذا واد من البقر ولھذا واد من الغنم قال ثم انہ اتی الابرص فی صورتہ وھیئتہ فقال رجل مسکین قد انقطعت بی الحبال فی سفری فلا بلاغ لی الیوم الا باللہ ثم بک اسألک بالذی اعطاک اللون الحسن والجلد الحسن والمال بعیرا اتبلغ بہ فی سفری فقال الحقوق کثیرۃ فقال انہ کانی اعرفک الم تکن ابرص یقذرک الناس فقیرا فاعطاک اللہ مالا فقال انما ورثت ھذا المال کابرا عن کابر فقال ان کنت کاذبا فصیرک اللہ الی ما کنت قال واتی الاقرع فی صورتہ فقال

دی گئی ۳؎ فرشتہ بولا تجھے کونسا مال پسند ہے وہ بولا اونٹ یا حضور نے فرمایا گائے اسحاق کو شک ہے مگر کوڑھی اور گنجے میں سے ایک نے اونٹ کہا تھا اور دوسرے نے گائے ۴؎ فرمایا کہ اسے گیابھن اونٹنی دے دی گئی فرشتے نے کہا اللہ تجھے اس میں برکت دے ۵؎ فرمایا کہ پھر فرشتہ گنجے کے پاس پہنچا اور پوچھا کہ تجھے کیا چیز پسند ہے وہ بولا اچھے بال اور یہ کہ میری بیماری جاتی رہے جس سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں فرمایا کہ فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اس کی گنج جاتی رہی فرمایا کہ اسے اچھے بال دے دیئے گئے ۶؎ پوچھا تجھے کونسا مال پسند ہے بولا گائے تو اسے گیابھن گائے دی اور کہا کہ اللہ تجھے اس میں برکت دے فرمایا پھر وہ اندھے کے پاس پہنچا کہا تجھے کونسی چیز پسند ہے وہ بولا کہ اللہ مجھے میری آنکھیں لوٹا دے جس سے میں لوگوں کو دیکھو فرمایا کہ اس نے اندھے پر ہاتھ پھیرا تو اللہ نے اس کی بینائی لوٹا دی ۷؎ پھر پوچھا کہ تجھے کونسا مال پسند ہے کہا بکریاں انہے گیابھن بکری دے دی پھر ان دونوں جانوروں نے بچے دیئے اور یہ بھی بیاہی تو اس کے پاس اونٹوں کا جنگل ہو گیا اور اس کے پاس گایوں کا جنگل اور اس کے پاس بکریاں کا جنگل ۸؎ فرمایا پھر فرشتہ کوڑھی کے پاس اپنی اسی شکل و صورت میں آیا ۹؎ بولا مسکین آدمی ہوں بحالت سفر میرے سارے اسباب جاتے رہے ۱۰؎ تو اب اللہ کی توفیق پھر تیری مدد کے بغیر گھر نہیں پہنچ سکتا ۱۱؎ میں تجھ سے اس خدا کے نام پر ایک اونٹ مانگتا ہوں جس نے تجھے اچھا رنگ اچھی کھال اور مال دیا تا کہ میں اپنے سفر میں مقصد پر پہنچ جاؤں ۱۲؎ تو وہ بولا کہ حقوق مجھ پر بہت ہیں ۱۳؎ فرشتہ بولا میں شاید تجھے پہچانتا ہوں تو کوڑھی فقیر نہ تھا؟ کہ تجھ سے لوگ گھن کرتے تھے پھر تجھے اللہ نے مال دیا وہ بولا کہ میں تو اس مال کا پشت در پشت وارث ہوا ہوں ۱۴؎ فرشتہ بولا کہ اگر تو جھوٹا ہو تو اللہ تجھے جیسا تھا ویسا ہی کر دے ۱۵؎ فرمایا پھر فرشتہ گنجے کے پاس اسی صورت میں آیا اس سے وہی کہا جو

marfat.com

لَهُ مِثْلَ مَا قَالَ لِهٰذَا وَرَدَّ عَلَيْهِ مِثْلَ مَا رَدَّ عَلٰى هٰذَا فَقَالَ إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللّٰهُ إِلٰى مَا كُنْتَ قَالَ وَأَتَى الْأَعْمٰى فِي صُورَتِهٖ وَهَيْئَتِهٖ فَقَالَ رَجُلٌ مِّسْكِيْنٌ وَّابْنُ سَبِيْلٍ اِنْقَطَعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِي سَفَرِي فَلَا بَلَاغَ الْيَوْمَ إِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ أَسْأَلُكَ بِالَّذِي رَدَّ عَلَيْكَ بَصَرَكَ شَاةً أَتَبَلَّغُ بِهَا فِي سَفَرِي فَقَالَ قَدْ كُنْتُ أَعْمٰى فَرَدَّ اللّٰهُ إِلَيَّ بَصَرِي فَخُذْ مَا شِئْتَ وَدَعْ مَا شِئْتَ فَوَاللّٰهِ لَا أَجْهَدُكَ الْيَوْمَ بِشَيْءٍ أَخَذْتَهُ لِلّٰهِ فَقَالَ أَمْسِكْ مَالَكَ فَإِنَّمَا ابْتُلِيْتُمْ فَقَدْ رُضِيَ عَنْكَ وَسُخِطَ عَلٰى صَاحِبَيْكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

کوڑھی سے کہا تھا اور اس نے ویسا ہی جواب دیا جو اس نے دیا تھا ۱۶۔ فرشتہ بولا اگر تو جھوٹا ہو تو اللہ تجھے ویسا ہی کردے جیسا تو تھا فرمایا پھر وہ اپنی شکل و صورت میں اندھے کے پاس آیا بولا مسکین و مسافر ہوں میرے سفر میں اسباب منقطع ہو چکے ہیں آج خدا تعالٰی کی پھر تیری مدد کے بغیر میں منزل تک نہیں پہنچ سکتا ۱۷۔ میں تجھ سے اس اللہ کے نام جس نے تجھے آنکھیں لوٹائیں ایک بکری مانگتا ہوں جس کے ذریعہ اپنے سفر میں گھر پہنچ سکوں ۱۸۔ وہ بولا میں اندھا تھا اللہ نے مجھے روشنی لوٹائی تو جو چاہے لے لے اور جو چاہے چھوڑ دے رب کی قسم آج تو جو کچھ اللہ کے نام پر لے گا میں تجھے اس سے منع نہ کروں گا ۱۹۔ فرشتہ بولا اپنا مال رکھ تم سب کی آزمائش کی گئی ہے تجھ سے رب راضی ہوا اور تیرے دو یاروں سے ناراض ۲۰۔ (مسلم بخاری)

٭　٭

(۱۷۸۲)　۱۔ شفا اور مال دے کر اور پھر کچھ مال طلب فرما کر رب تعالٰی دے کر شکر کا امتحان لیتا ہے، لیکن صبر کا یہ امتحان خود رب تعالٰی کے اپنے علم کے لئے نہیں ہوتا بلکہ دنیا والوں کے سامنے مثال قائم کرنے کے لئے، تا کہ لوگ ان واقعات سے عبرت پکڑیں ۲۔ یہ فرشتہ شکل انسانی میں آیا تھا جیسا کہ حدیث کے اگلے مضمون سے ظاہر ہے غالبًا" طبیب کی شکل میں ہو گا یا مقبول الدعاء ولی کی، تب ہی تو اس بیمار نے یہ خواہش ظاہر کی تا کہ وہ دوا یا دعا دے ۳۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مقبولوں کے ہاتھ پھیرنے سے بیماریاں جاتی ہیں مصیبتیں ٹل جاتی ہیں، بلکہ ان کے دھوون سے شفائیں ملتی ہیں آب زمزم حضرت اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام کی ایڑی کا دھوون ہے جو تاقیامت شفاء ہے، حضرت ایوب علیہ الصلوۃ والسلام کے پاؤں کا غسالہ شفا تھا، رب تعالٰی فرماتا ہے ارکض برجلک ھذا مغتسل بارد وشراب دوسرے یہ کہ بزرگوں کا تکلیف کی جگہ ہاتھ رکھ فیض دینا جائز ہے اور عمل سلب امراض جائز ہے یعنی چھو کر بیماری دور کر دینا، ان کی اصل یہ حدیث ہے اسی لئے رب تعالٰی نے فرشتہ کے واسطہ سے اس کو شفا دی ۴۔ یعنی اسحاق ابن عبداللہ جو اس حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی ہیں انہیں یہ شک ہو گیا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کس کے لئے فرمایا اور گائے کس کے لئے، غالب یہ ہے کہ اس گنجے نے اونٹ ہی مانگا تھا کیونکہ آگے گائے کا ذکر جزم سے آ رہا ہے ۵۔ عشراء ع کے پیش اور ش کے فتح سے عشر سے بنا بمعنی دس، دس ماہا حاملہ اونٹنی کو عشراء کہتے ہیں، پھر مطلقًا حاملہ کو عشراء کہنے لگے، بعد میں گھربار گھوڑے، اور جانور وغیرہ پر یہ لفظ بولنے لگے (اشعہ) غالبًا" کنبہ کو عشیرہ اسی واسطے کہتے ہیں کہ اس سے آدمی دسیوں گنا ہو جاتا ہے، فرشتے نے یہ اونٹنی قدرتی اس کو دی، کہیں سے خرید کر یا کسی اور کا مال نہ دیا اس سے معلوم ہوا کہ اگر دست غیب میں فرشتے کے ذریعہ غیبی مال ملے تو حلال ہے اس کا ماخذ یہ حدیث ہے، جنات کا لایا ہوا حلال نہیں کہ وہ اکثر دوسروں کا چوری کر کے لے آتے ہیں فرشتہ نے اسے خیرات بھی دی اور دعا بھی، اس دعا کی برکت سے ہی اس کا مال بہت بڑھا، جو اد مال بھی

دیتے ہیں اور دعا بھی، شعر:۔

☆ جب دینے کو بھیک آئے سرکوئے گدایاں ☆ لب پر یہ دعا تھی مرے منگتے کا بھلا ہو ☆

۶۔ ظاہر یہ ہے کہ فرشتہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا' کیونکہ شفا دینے کے لئے بیماری کی جگہ کو ہی چھوا جاتا ہے' حدیث کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتہ کے چھوتے ہی گنج بھی جاتی رہی اور کھال پر فوراً بال بھی اگ آئے اور بڑھ بھی گئے' دوسروں کے بالوں سے زیادہ خوش نما تھے جیساکہ حسنا سے معلوم ہو رہا ہے' غرق فرعون کے دن حضرت جبریل کی گھوڑی کی ٹاپ جہاں پڑتی تھی وہاں سبزہ اگ آتا تھا' اسی خاک کو سامری نے سنبھال لیا' پھر فرعونی سونے کا بچھڑا بنا کر اس کے منہ میں ڈال دی' تو بچھڑے میں جان پیدا ہو گئی اور وہ چیخنے لگا رب تعالٰی فرماتا ہے فقبضت قبضۃ من اثر الرسول فنبذتھا الایہ لہٰذا کوئی منکر حدیث اس پر یہ اعتراض نہیں کر سکتا کہ فرشتہ کے ہاتھ سے فوراً بال کیسے اگ سکتے ہیں' اور جب نوری فرشتہ کا یہ فیض ہو سکتا ہے تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور اولیاء امت کا فیض کیسا ہو گا مولنا فرماتے ہیں شعر:۔

☆ اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر ☆ بہر حق سوئے غریباں یک نظر ☆

یہ حدیث فیض ملائکہ کی بہترین دلیل ہے ۷۔ یعنی فرشتہ کے ہاتھ لگاتے ہی اس کی دونوں آنکھیں روشن ہو گئیں' اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے مقبول بندے اللہ کے حکم سے دافع البلاء ہوتے ہیں' دیکھو گنج' کوڑھ' اندھاپن سخت بلائیں ہیں جو فرشتہ کے ہاتھ لگتے ہی جاتی رہیں یوسف علیہ السلام کی قمیض یعقوب علیہ السلام کی سفید آنکھ پر لگی تو آنکھ روشن ہو گئی (قرآن حکیم) عیسیٰ علیہ السلام نے اعلان عام فرمادیا تھا انی ابری الاکمہ والابرص واحی الموتٰی باذن اللہ درود تاج میں جو آتا ہے دافع البلاء والوباء الخ اس کا ماخذ قرآن کریم کی یہ آیات اور احادیث ہیں' جب اطباء کی گولیاں اور جنگل کی جڑی بوٹیاں دافع قبض' دافع جریان ہو سکتی ہیں' ایک شربت کا نام شربت فریاد رس ہو سکتا ہے' تو کیا اللہ کے محبوبوں کا درجہ ان چیزوں سے بھی کم ہے ۸۔ اس زمانہ میں جانوروں سے ہی مالداری ہوتی تھی تو مطلب یہ ہوا کہ یہ لوگ اپنے شہر کے بڑے مالدار بن گئے ۹۔ ظاہر یہ ہے کہ دونوں ضمیریں فرشتہ کی طرف لوٹ رہی ہیں اور صورت سے مراد اس فرشتہ کی پہلی وہ صورت ہے جس صورت میں دینے کے وقت آیا تھا' مقصد یہ ہے کہ یہ شخص مال پا کر ایسا احسان فراموش ہو گیا' کہ اس نے اپنے محسن کو ایسا کورا جواب دیا' اور ہو سکتا ہے کہ ضمیر کا مرجع خود کوڑھی ہو یعنی یہ فرشتہ اس کوڑھی کی شکل میں آیا جو پہلے خود اس کی اپنی شکل تھی تا کہ یہ اپنا کوڑھ یاد کر کے اس پر رحم کرے' پہلے معنے زیادہ واضح ہیں اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ فرشتے ہر شکل میں آسکتے ہیں' دوسرے یہ کہ مغالطہ میں ڈال کر امتحان لینا جائز ہے' یہ دھوکا نہیں بلکہ امتحان ہے ۱۰۔ علمی لحاظ سے یہ جملہ خبریہ نہیں تا کہ اسے جھوٹ کہا جائے' بلکہ تخییل ہے' یہ تخییل امتحانات اور سوالات میں کام آتی ہے جیسے مسئلہ پوچھا جاتا ہے کہ زید نے اپنی بیوی کو طلاق دی حالانکہ شہر میں نہ کوئی زید ہوتا ہے نہ اس کی بیوی فقط صورت مسئلہ پیش کی جاتی ہے' قرآن کریم فرمارہا ہے کہ داؤد علیہ السلام کے پاس دو فرشتے شکل انسانی میں آئے ان میں سے ایک بولا ان ھذا اخی لہ تسع وتسعون نعجۃ الایہ میرے اس بھائی کے پاس ننانوے بکریاں ہیں اور میرے پاس ایک' حالانکہ وہاں نہ بکریاں تھیں نہ کوئی جھگڑا' لہٰذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ فرشتہ نے جھوٹ کیوں کہا ۱۱۔ اس سے معلوم ہوا کہ رب تعالٰی کے ساتھ بندوں سے بھی امداد لینا جائز ہے اور بندے کا ذکر رب تعالٰی کے ساتھ ملا کر کر سکتے ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے اغنٰھم اللہ ورسولہ من فضلہ ۱۲۔ یعنی اپنے پرانے حال کو یاد کر اور اس تبدیلی حال کے شکریہ میں مجھے ایک اونٹ دیدے ۱۳۔

marfat.com

بال بچے' نوکر چاکر بہت رکھتا ہوں جن کے باعث خرچ زیادہ ہے انہیں کا پورا نہیں ہوتا' تجھے کہاں سے دوں ۱۴۔ اس سوال و جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کو اپنی اصلی فقیری اور گزشتہ مصیبتیں یاد ہونی چاہئیں کہ یہ شکر کا ذریعہ ہے اور بدنصیب ہے وہ شخص جو عیش یا طیش میں اللہ کو بھول جائے اور کسی کے یاد دلانے پر جھوٹ بولے ۱۵۔ یہ اگر مگر شک کے لئے نہیں بلکہ امتحان ہی کے لئے ہے' ظاہر یہ ہے کہ فرشتہ کی یہ بددعا اسے لگی اور وہ پھر فقیر اور کوڑھی ہو گیا' اس سے معلوم ہوا کہ فقیروں کے بھیس میں کبھی صاحب دل بھی آجاتے ہیں اسی لئے رب نے فرمایا واما السائل فلاتنھر شعر:۔

☆ خاکساران جہاں رابحقارت منگر ☆ توچہ دانی کہ دریں گردسوارے باشد ☆

۱۶۔ اپنی صورت کی شرح ابھی کی جا چکی ہے کہ اس سے مراد اس گنجے کی صورت ہے یعنی گنجا اور فقیر بن کر آیا تھا یا خود فرشتہ وہ صورت جس میں دیتے وقت آیا تھا' اس سے مقصود گنجے کی ناشکری کا اظہار ہے ۱۷۔ کیونکہ اللہ تعالٰی کی امداد حقیقی ہے اور بندے کی مجازی اس لئے ثم فرمایا گیا تاکہ دونوں مددوں میں فرق معلوم ہو' حدیث شریف میں ہے یہ نہ کہو کہ اگر اللہ چاہے اور فلاں چاہے بلکہ یوں کہو اللہ چاہے پھر فلاں چاہے اور ہم ابھی عرض کر چکے ہیں کہ یہ حکم بھی استحبابی ہے ورنہ واؤ سے بھی کہہ سکتے ہیں جس کی دلیل قرآن شریف سے پیش کی گئی ۱۸۔ یا اس طرح کہ اس کو فروخت کر کے قیمت سے توشہ اور سواری حاصل کر لوں یا اس طرح کہ بکری کو اپنے ساتھ رکھوں اور اس کا دودھ پیتا اور فروخت کرتا ہوا چلا جاؤں' دوسرے معنے زیادہ ظاہر ہیں کہ اگر قیمت مقصود ہوتی تو اس سے پیسے ہی کیوں نہ مانگ لیتا' لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بکری سے سفر کیسے ہو گا وہ تو سواری کے لائق نہیں جیسا کہ منکرین حدیث کہتے ہیں ۱۹۔ عبارت حدیث سے دو چیزیں معلوم ہوتی ہیں' ایک یہ کہ یہ شخص مادر زاد اندھا نہ تھا بلکہ پہلے انکھیارا تھا بعد میں نابینا ہوا' ورنہ روشنی لوٹانے کے کیا معنے ہوتے نیز عربی میں مادر زاد اندھے کو اکمہ کہتے ہیں اور عارضی اندھے کو اعمٰے' دوسرے یہ کہ یہ صدقہ فرضی نہ تھا بلکہ نفلی تھا کیونکہ صدقہ فرضی مقرر ہوتا ہے' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سارا مال فقیر کے سامنے رکھ دینا جتنا چاہے وہ لے لے اول درجہ کی سخاوت ہے ۲۰۔ سبحان اللہ یہ ہوا اس امتحان کا نتیجہ کہ وہ دونوں دنیوی و اخروی غضب میں آگئے کہ ان کا مال بھی گیا اور صحت بھی اور رب تعالٰی کی ناراضی ان سب کے علاوہ' ادھر اس نابینا کے پاس مال بھی رہا آنکھیں بھی' خدا کی رضا اس کے سوا' اس سے معلوم ہوا کہ نیکی کا ارادہ بھی اچھا ہے دیکھو اس سے صدقہ لیا نہ گیا مگر چونکہ وہ دینے پر تیار ہو گیا تھا اس لئے فائدہ پہنچ گیا۔

وَعَنْ اُمِّ بُجَيْدٍ قَالَتْ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْمِسْكِيْنَ لَيَقِفُ عَلٰى بَابِىْ حَتّٰى اَسْتَحْيِىْ فَلَا اَجِدُ فِىْ بَيْتِىْ مَا اَدْفَعُ فِىْ يَدِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِدْفَعِىْ فِىْ يَدِهٖ وَلَوْ ظِلْفًا مُحَرَّقًا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِىُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

(۱۷۸۳) روایت ہے حضرت ام بجید سے ۱۔ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کوئی غریب میرے دروازہ پر کھڑا ہوتا ہے حتی کہ میں شرما جاتی ہوں ۲۔ اور اپنے گھر میں کچھ پاتی نہیں جو اس کے ہاتھ میں دوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے ہاتھ میں کچھ ضرور دیدو اگرچہ جلی کھری ہی ہو ۳۔ (احمد' ابوداؤد' ترمذی) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

marfat.com

(۱۷۸۳) ا۔ آپ کا نام حواء بنت یزید ابن سکن ہے حضرت اسماء بنت یزید کی بہن ہیں صحابیہ ہیں انصاریہ ہیں ۲۔ یعنی میں اس کے بار بار سوال کرنے سے شرما جاتی ہوں اسے خالی لوٹانے میں غیرت آتی ہے اور پاس کچھ ہوتا نہیں جو دوں' اس کش مکش میں کیا کروں' اس میں فقراء کی شکایت نہیں ہے بلکہ شرعی مسئلہ پوچھنا ہے کہ ایسی مجبوریوں میں اسے منع کردینا ناجائز تو نہیں ۳۔ جلی کھری فقط مثال کے لئے ہے مراد بہت معمولی غیر قیمتی چیز ہے یعنی یہ نہ سوچو کہ کوئی اعلیٰ چیز ہو تو ہی دوں بلکہ ادنےٰ چیز بھی دے ڈالو' خیال رہے کہ خود حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض مساکین کو کچھ نہیں دیا' وہ تعلیم مسئلہ کے لئے تھا کہ بلا ضرورت سوال جائز نہیں' یہ تبلیغ تھی نہ کہ سائل کا رد' اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہوگیا تھا کہ مدینہ پاک میں کوئی بھی شخص بلا سخت مجبوری مانگتا ہی نہ تھا' حضرت ام بجید کو یہ ارشاد فرمایا کہ چونکہ اب مجبور و معذور لوگ ہی مانگتے ہیں لہذا انہیں محروم نہ پھیرا کرو لہذا یہ حدیث حکیم ابن حزام وغیرہ کی احادیث کے خلاف نہیں اب پیشہ ور سائلوں کو منع کردینا بھی جائز بلکہ ضروری ہے۔

وعن مولى عثمان قال أهدي لأم سلمة بضعة من لحم وكان النبي صلى الله عليه وسلم يعجبه اللحم فقالت للخادم ضعيه في البيت لعل النبي صلى الله عليه وسلم يأكله فوضعته في كوة البيت وجاء سائل فقام على الباب فقال تصدقوا بارك الله فيكم فقالوا بارك الله فيك فذهب السائل فدخل النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا أم سلمة هل عندكم شيء أطعمه فقالت نعم قالت للخادم اذهبي فأتي رسول الله صلى الله عليه وسلم بذلك اللحم فذهبت فلم تجد في الكوة إلا قطعة مروة فقال النبي صلى الله عليه وسلم فإن ذلك اللحم عاد مروة لما لم تعطوه السائل رواه البيهقي في دلائل النبوة ۞

(۱۷۸۴) روایت ہے حضرت عثمان کے غلام سے فرماتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ کو گوشت کا پارچہ ہدیہ بھیجا گیا اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو گوشت مرغوب تھا تو انہوں نے خادم سے فرمایا ا۔ کہ اسے گھر میں رکھ چھوڑو تا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کھائیں خادمہ نے وہ طاق میں رکھ دیا ایک سائل آیا دروازہ پر کھڑا ہوا بولا اللہ تمہیں برکت دے ۲۔ کچھ خیرات کرو گھر والوں نے کہا اللہ تجھے برکت دے سائل چلا گیا ۳۔ پھر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے فرمایا اے ام سلمہ کیا تمہارے پاس کچھ ہے جو ہم کھائیں ۴۔ عرض کیا ہاں خادمہ سے بولیں جاؤ وہ گوشت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاؤ وہ گئیں تو طاق میں پتھر کے ٹکڑے کے سوا کچھ نہ پایا ۵۔ تب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چونکہ تم نے سائل کو گوشت نہ دیا اس لئے وہ گوشت کا پتھر بن گیا ۶۔ (بیہقی دلائل النبوۃ)

(۱۷۸۴) ا۔ یہاں خادم سے مراد حضرت ام سلمہ کی لونڈی ہیں' خادم کا لفظ مرد و عورت دونوں پر بول دیا جاتا ہے' پتہ نہیں لگا کہ یہ مولے عثمان کون ہیں اور یہ خادمہ کون تھیں' مگر چونکہ تمام صحابہ عادل ہیں' کوئی ان میں فاسق نہیں' اس لئے ان کے نام معلوم نہ ہونا صحت حدیث کے لئے مضر نہیں اور نہ اس سے حدیث مجہول ہو ۲۔ اس سے معلوم ہوا کہ سائل کا سوال کرتے وقت اہل خانہ کو دعائیں دینا بہتر ہے بعض بھکاری صرف دعائیں دیتے ہیں بعض صرف اپنی محتاجی کا رونا روتے ہیں بعض کو دیکھا گیا کہ صرف غزلیں اور قصیدے ہی پڑھتے ہیں ہاں بھیک کی نیت سے آیات قرآنیہ پڑھنا سخت ممنوع ہے' دیکھو شامی وغیرہ۔ ۳۔ عرب میں یہ دستور ہے کہ جب سائل کو منع کرنا ہوتا ہے تو کبھی کہہ دیتے ہیں بارک اللہ فیک اور کبھی کہہ دیتے ہیں اللہ کریم اور کبھی کہتے ہیں

marfat.com

اللہ یغنیک عمن سواہ جیسے ہمارے ہاں کہدیتے ہیں معافی دے یا برکت ہے وغیرہ غرضیکہ سائل کو جھڑکنا نہیں چاہیے بلکہ نرم الفاظ سے اشارۃً "کنایۃً" منع کرنا چاہیے، جب وہ باز نہ آئے تو صاف صاف منع کرے کہ اب وہ سائل نہیں بلکہ اڑیل ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے واما السائل فلاتنھر سائل کو نہ جھڑکو ۴۔ یعنی کچھ کھانا ہے جو ہم کھائیں، چونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں کبھی کھانا ہوتا تھا کبھی نہیں اس لئے اس سوال کی نوبت آئی، نیز یہ سوال اگلے واقعہ کی تمہید ہے ورنہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو تو خبر رہتی تھی کہ گھر میں کچھ ہے یا نہیں، کیوں نہ ہو، حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم جو کچھ تم کھاتے اور گھروں میں بچاتے ہو میں تمہیں بتا سکتا ہوں یہاں کم ضمیر جمع ارشاد ہوئی احترام کے لئے یا سب گھر والوں سے خطاب ہے۔ ۵۔ مروہ عربی میں چھوٹے یا سفید پتھر کو کہتے ہیں، اس پتھر کو بھی کہتے ہیں جس سے آگ نکلتی ہے یعنی چقماق خلاصہ یہ ہے کہ خادمہ نے طاق میں بجائے گوشت کے وہ پتھر دیکھا جس کی رگڑ سے آگ پیدا ہوتی ہے ۶۔ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو ان تمام باتوں کی خبر رہتی تھی جو آپ کے پیچھے گھروں میں ہوتے تھے، گھر والوں نے بھکاری کے آنے جانے کا واقعہ عرض نہ کیا تھا مگر سرکار صلے اللہ علیہ وسلم نے اس من و عن بیان فرمادیا، دوسرے یہ کہ بڑوں کے احکام اور ہیں چھوٹوں کے کچھ اور دیکھو صدقہ نفلی نہ دینا گناہ نہیں، بلکہ جب چیز تھوڑی ہو، گھر والوں کو بھی اس کی ضرورت ہو تو صدقہ نہ کرنا بہتر، مگر شان نبوت یہ تھی کہ ان کے دروازے سے کوئی محروم نہ جائے، اس لئے رب تعالیٰ نے ان بزرگوں کو اس طرح متنبہ فرمایا شعر:۔

☆ موسیا آداب دانا دیگراند ☆ سوختہ جان درواناں دیگراند ☆

حدیث شریف بالکل ظاہر پر ہے، اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں، گوشت مٹی میں رہ کر مٹی بن جاتا ہے، تو رب تعالیٰ کی قدرت سے پتھر بھی بن سکتا ہے، پچھلی امتوں میں مسخ ہوا، کوئی بندر یا سور بنی، بعض لوگ پتھر بن گئے، اگر رب تعالیٰ نے اس گوشت کو مسخ کرکے پتھر بنادیا تو کیا مشکل ہے غرضیکہ حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِشَرِّ النَّاسِ مَنْزِلًا قِيْلَ نَعَمْ قَالَ الَّذِيْ يُسْئَلُ بِاللّٰهِ وَلَا يُعْطِيْ بِهٖ رَوَاهُ اَحْمَدُ

(۱۷۸۵) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا میں تمہیں بدتر درجہ والے آدمی کی خبر نہ دوں عرض کیا گیا ہاں فرمایا وہ جس سے اللہ کے نام پر مانگا اور نہ دے اسے ۱(احمد)

(۱۷۸۵) ۱۔ اس حدیث کے دو مطلب ہوسکتے ہیں، ایک یہ کہ وہ سائل منگتا بدترین سائل ہیں، جو لوگوں سے اللہ کے نام کا واسطہ دیکر مانگیں اور انہیں ملے کچھ بھی نہیں یعنی یسئال بصیغہ معروف ہو، مطلب یہ ہوگا کہ ایسا سائل چونکہ رب تعالیٰ کے نام پاک کی توہین کرتا ہے کہ ہر کس وناکس سے اللہ کے نام پر مانگتا پھرتا ہے، کوئی دیتا ہے کوئی نہیں دیتا، معلوم ہوا کہ اللہ کے نام کو بھیک کا ذریعہ نہ بناؤ، دوسرے یہ کہ وہ شخص بدترین آدمی ہے جس سے سائل اللہ کے نام پر مانگے اور اس کا دل رب کے نام پر بھی نہ پگھلے اور اسے کچھ نہ دے، تب اس سے وہ صورت مراد ہوگی کہ سائل اضطرار و سخت مجبوری کی حالت میں ہو خدا کے نام کا واسطہ دے کر اپنی جان بچانے کے لئے مانگ رہا ہو، اور یہ جان بوجھ کر کچھ نہ دے، چونکہ یہ نہایت سخت دل ہے اس لئے بدتر ہے، غرضیکہ پیشہ ور بھکاریوں کے متعلق نہیں ارشاد ہو رہا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّهٗ اسْتَاْذَنَ عَلٰی عُثْمَانَ فَاَذِنَ لَهٗ وَبِيَدِهٖ عَصَاهُ فَقَالَ عُثْمَانُ يَاكَعْبُ اِنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ تُوُفِّيَ وَتَرَكَ مَالًا فَمَا تَرٰی فِيْهِ فَقَالَ اِنْ كَانَ يَصِلُ فِيْهِ حَقَّ اللّٰهِ فَلَا بَاْسَ عَلَيْهِ فَرَفَعَ اَبُوْ ذَرٍّ عَصَاهُ فَضَرَبَ كَعْبًا وَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا اُحِبُّ لَوْ اَنَّ لِیْ هٰذَا الْجَبَلَ ذَهَبًا اُنْفِقُهٗ وَيُتَقَبَّلُ مِنِّیْ اَذَرُ خَلْفِیْ مِنْهُ سِتَّ اَوَاقِیَّ اَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ يَا عُثْمَانُ اَسَمِعْتَهٗ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ قَالَ نَعَمْ رَوَاهُ اَحْمَدُ۔

(۱۷۸۶) روایت ہے حضرت ابوذر سے انہوں نے حضرت عثمان کی خدمت میں حاضری کی اجازت مانگی مل گئی ابوذر کے ہاتھ میں ان کی لاٹھی تھی ا۔ حضرت عثمان نے کہا اے کعب عبدالرحمٰن کی وفات ہوئی انہوں نے بہت مال چھوڑا ۲۔ اس بارے میں تمہاری رائے کیا ہے فرمایا کہ اگر اس میں اللہ کا حق ادا کرتے ہوں تو کوئی حرج نہیں ۳۔ تب ابوذر نے لاٹھی اٹھا کر کعب کو ماری ۴۔ اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ میرے پاس اس پہاڑ برابر سونا ہو جسے میں خیرات کروں اور وہ قبول ہو جائے کہ اس سے چھ اوقیہ اپنے پیچھے چھوڑ دوں ۵۔ اے عثمان تمہیں اللہ کی قسم کیا تم نے حضور کو یہ کہتے سنا (تین بار فرمایا) آپ نے کہا ہاں ۶۔ (احمد)

(۱۷۸۶) ا۔ کندھوں تک دراز لاٹھی تھی جو ان کے ساتھ رہتی تھی۔ لاٹھی ساتھ رکھنا سنت ہے اور اس کے بہت فوائد ہیں ۲۔ یعنی عثمان غنی نے ابوذر غفاری کی موجودگی میں کعب احبار سے مسئلہ پوچھا کہ عبدالرحمٰن ابن عوف بہت مال چھوڑ کر وفات پا گئے ہیں تمہارا کیا خیال ہے' آیا مال جمع کرنا اور بال بچوں کے لئے چھوڑ جانا جائز ہے یا نہیں' مرقات میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف نے دو لاکھ دینار چھوڑے تھے' خیال رہے کہ حضرت ابوذر غفاری زاہد ترین صحابہ تھے ان کا خیال تھا کہ شعر:۔

☆ تج ڈال مال و دھن کو ☆ کوڑی نہ رکھ کفن کو ☆
☆ جس نے دیا ہے تن کو ☆ دے گا وہی کفن کو ☆

زہد و ترک دنیا کی احادیث پر سختی سے عامل تھے اس لئے ان کی موجودگی میں یہ سوال و جواب ہوئے' تاکہ وہ حکم شرعی اور زہد میں نیز تقویٰ و فتویٰ میں فرق کر لیں ۳۔ یعنی مال جمع رکھنا' بعد وفات چھوڑ جانا حلال ہے جبکہ اس سے زکوٰۃ' فطرہ' قربانی' حقوق العباد ادا کئے جاتے رہے ہوں' یہ کنز میں داخل نہیں جس کی قرآن کریم میں برائی آئی ہے ۴۔ یہ مارنا بحالت جذب تھا' آپ اپنے نفس پر قابو نہ پا سکے' چونکہ ابوذر بزرگ ترین صحابی تھے' تمام صحابہ آپ کا بہت احترام کرتے ان کی ناراضی یا مار پر ناراض نہ ہوتے تھے' جیسے آج بھی سعادت مند جوان محلہ کے بزرگوں کی سختی پر ناراض نہیں ہوتے اس لئے خلیفۃ المومنین نے ان سے قصاص کے لئے نہ کہا نہ حضرت کعب نے کچھ برا منایا ہو سکتا ہے کہ آپ کی یہ مار تادیب و سرزنش کے لئے ہو کہ تم تو کہہ رہے ہو کہ مال جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں حالانکہ امیر سخی بھی مسکینوں سے پانچ سو برس بعد جنت میں جائیں گے' حساب میں دیر لگے گی' یہاں مرقات میں ہے کہ بعد میں حضرت عثمان نے ابوذر غفاری کو مدینہ منورہ سے مقام ربذہ میں بھیج دیا تھا آپ تا وفات وہاں ہی رہے' کیونکہ آپ کی طبیعت بہت جلالی تھی ۵۔ خلاصہ جواب یہ ہے کہ اے کعب تم تو کہتے ہو مال جمع کرنے میں حرج نہیں جبکہ اس سے فرائض ادا کر دیئے جائیں' مگر میں نے اپنے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا مال سارے کا سارا خیرات کر دینا کچھ باقی نہ رکھنا سنت ہے اور جمع

marfat.com

کرنا خلاف سنت کیا خلاف سنت میں حرج نہیں ہوتا' مگر یہ جودو سخا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے کہ خود حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے سب گھر والے سید المتوکلین تھے ۶ے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حدیث سننے کا اقرار تو کیا۔ مگر حدیث کا مطلب سمجھا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ اپنے لئے فرمایا ہے' عام مسلمانوں کو اس کا حکم نہ دیا' محض احترام و ادب کے لئے' کہ اگر میں نے یہ کیا تو جناب ابوذر جواب دینے کی کوشش کریں گے مجلس مناظرہ جم جائے گی اور آپ سے مناظرہ کرنا ہے نہیں۔

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَآءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ الْعَصْرَ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ مُسْرِعًا فَتَخَطّٰى رِقَابَ النَّاسِ إِلٰى بَعْضِ حُجَرِ نِسَآئِهٖ فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهٖ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ فَرَاٰى أَنَّهُمْ قَدْ عَجِبُوْا مِنْ سُرْعَتِهٖ قَالَ ذَكَرْتُ شَيْئًا مِنْ تِبْرٍ عِنْدَنَا فَكَرِهْتُ أَنْ يَحْبِسَنِيْ فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهٖ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ قَالَ كُنْتُ خَلَّفْتُ فِي الْبَيْتِ تِبْرًا مِنَ الصَّدَقَةِ فَكَرِهْتُ أَنْ أُبَيِّتَهٗ۔

(۱۷۸۷) روایت ہے حضرت عقبہ ابن حارث سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے مدینہ منورہ میں نماز عصر پڑھی آپ نے سلام پھیرا پھر تیزی سے کھڑے ہوئے ا۔ لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے بعض بیویوں کے حجرے میں تشریف لے گئے ۲ے لوگ حضور کی جلدی سے گھبرا گئے پھر واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ آپ کی جلدی سے تعجب کررہے ہیں ۳ے فرمایا مجھے اپنے پاس سونے کا پترا یاد آگیا تو مجھے یہ ناپسند ہوا کہ وہ مجھے مشغول کرے میں نے اس کے تقسیم کردینے کا حکم دیدیا ۴ے بخاری کی دوسری روایت میں یوں ہے کہ فرمایا میں نے گھر میں صدقہ کا پترا چھوڑا تھا تو رات کو اپنے گھر میں رکھنا ناپسند کیا ۵ے

(۱۷۸۷) اے یعنی سلام پھیرتے ہی بغیر دعا مانگے بہت تیزی سے دولت خانہ میں تشریف لے گئے' کیونکہ ابھی آپ کو واپس آکر دعا مانگنا تھا ورنہ بلاوجہ دعا کے بغیر مصلے سے چلا جانا نہیں چاہیے ۲ے معلوم ہوا کہ ضرورۃً لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے مسجد سے نکل جانا جائز ہے' جیسے اگر امام کا دوران نماز میں وضو ٹوٹ جائے تو وہ دوسرے کو اپنا نائب مقرر کرکے گردنیں پھلانگتا ہوا ہی وضوء گاہ تک پہنچے گا' جن احادیث میں گردنیں پھلانگنے کی ممانعت آئی ہے' وہاں بلا ضرورت پھلانگنا مراد ہے جیسے کوئی نماز کے لئے مسجد میں پیچھے پہنچے' پھر لوگوں کو چیرتا ہوا اگلی صف میں جانے کی کوشش کرے' یہ ممنوع ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں ۳ے صحابہ کرام حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر حال شریف کا بہت غور سے مطالعہ کرتے تھے' اور ایسی معمولی جنبش پر دیوانہ وار گھبرا جاتے تھے' شروع مشکوۃ شریف میں آچکا کہ اگر سرکار خلاف معمول کبھی غائب ہوتے تو مدینہ منورہ کی گلیوں اور آس پاس کے جنگلوں میں ڈھونڈنے نکل پڑتے تھے' آج خلاف معمول جو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو بغیر دعا مانگے جاتے دیکھا گھبرا گئے ۴ے ظاہر یہ ہے کہ یہ سونے کا پترا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی اپنی ملکیت تھا' اور فوری ضرورت سے زیادہ تھا اس کا گھر میں رکھنا بھی ناپسند آیا' فوراً خیرات کرادیا' مشغول رکھنے میں دو احتمال ہیں' ایک یہ کہ اس کی وجہ سے نماز میں دھیان بٹے کہ اسے کہاں سنبھالیں کہاں رکھیں' دوسرے یہ کہ رب تعالیٰ سے قرب خاص میں یہ حارج ہو' یہاں حضرت شیخ نے فرمایا' کہ ماسوی اللہ کی طرف التفات مقرب بندوں کو بھی مشغول کرلیتا ہے یہ زہد اور ترک دنیا کی انتہا ہے کہ جو چیز یار سے آڑ بنے اسے پھاڑ دو' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو

marfat.com

فرزند کے گلے پر چھری چلادی، حضرت ادھم نے اپنے بیٹے ابراہیم کے لئے دعا کی خدایا اسے موت دیدے کہ اسے چومنے کی وجہ سے میں ایک آن تجھ سے غافل ہوگیا۵۔ اگر یہ وہی واقعہ ہے تب تو یہ روایت اس کی تفسیر ہے جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ سونا آپ کے اپنے خرچ کا نہ تھا زکوۃ کا تھا اور اگر دوسرا واقعہ ہے، تو معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ کا مصرف پر جلد پہنچنا ضروری۔

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدِىْ فِىْ مَرَضِهٖ سِتَّةُ دَنَانِيْرَ اَوْ سَبْعَةٌ فَاَمَرَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اُفَرِّقَهَا فَشَغَلَنِىْ وَجَعُ نَبِىِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ سَاَلَنِىْ عَنْهَا مَا فَعَلَتِ السِّتَّةُ اَوِ السَّبْعَةُ قُلْتُ لَا وَاللّٰهِ لَقَدْ كَانَ شَغَلَنِىْ وَجَعُكَ فَدَعَا بِهَا ثُمَّ وَضَعَهَا فِىْ كَفِّهٖ فَقَالَ مَا ظَنُّ نَبِىِّ اللّٰهِ لَوْ لَقِىَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَهٰذِهٖ عِنْدَهٗ رَوَاهُ اَحْمَدُ

(۱۷۸۸) روایت ہے حضرت عائشہ سے آپ فرماتی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مرض میں آپ کے میرے پاس چھ یا سات دینار تھے۱۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے بانٹ دینے کا حکم دیا لیکن حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بیماری نے مجھے اس کی فرصت نہ دی پھر حضور نے اس کے بارے میں مجھ سے پوچھا کہ ان چھ سات دینار کا تم نے کیا کیا میں نے عرض کیا اللہ کی قسم آپ کی بیماری نے مشغول رکھا آپ نے وہ منگیا اسے اپنے ہاتھ پر رکھا فرمایا کہ اللہ کے نبی کا کیا خیال ہے اللہ سے اس حال میں ملے کہ یہ اس کے پاس ہو۲۔ (احمد)

(۱۷۸۸) ۱۔ آپ کے اپنی ملکیت کے، جیسا کہ لام سے معلوم ہو رہا ہے کہ صدقہ کرنے کی نیت سے رکھے ہوں یا خرچ کے ارادہ سے ۲۔ یعنی حضور سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی شان عالی کے یہ لائق نہیں کہ گھر میں کچھ مملوک مال چھوڑ کر وفات پائیں، دل میں اللہ کا نور اور گھر میں اللہ کا نام کافی ہے اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ صدیق اکبر نے حضور علیہ السلام کی میراث تقسیم نہ کی ظلم کیا، حضور علیہ السلام نے مال چھوڑا ہی کیا تھا، جو رہنے کا مکان تھا وہ بھی وقف ہوگیا اس میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف بنادی گئی خیال رہے کہ یہ واقعہ حدیث ہے سنت نہیں، سنت وہ واقعات ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بعد فتح خیبر ازواج مطہرات کو ایک سال کا خرچ دے دیا کرتے تھے یا بعض صحابہ کو سب کچھ بلکہ آدھے مال کی خیرات سے منع فرمایا تہائی خیرات کی اجازت دی اور فرمایا اس سے کم خیرات کرنا بہتر ہے اپنے وارثوں کو غنی کر کے جاؤ شعر:

☆ موسیا آداب دانا دیگر اند ☆ سوختہ جان ورواناں دیگر اند ☆

معلوم ہوا کہ حدیث و سنت میں بڑا فرق ہے۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى بِلَالٍ وَعِنْدَهٗ صُبْرَةٌ مِّنْ تَمْرٍ فَقَالَ مَا هٰذَا يَا بِلَالُ قَالَ شَىْءٌ اِدَّخَرْتُهٗ لِغَدٍ فَقَالَ اَمَا تَخْشٰى اَنْ تَرٰى لَهٗ غَدًا بُخَارًا فِىْ نَارِ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَنْفِقْ بِلَالُ وَلَا تَخْشَ مِنْ ذِى الْعَرْشِ اِقْلَالًا

(۱۷۸۹) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال کے پاس تشریف لائے ان کے پاس کھجوروں کا ڈھیر تھا فرمایا اے بلال یہ کیا عرض کیا کہ اسے میں نے کل کے لئے جمع کیا ہے فرمایا کیا تمہیں اس سے خوف نہیں کہ تم کل اس کے سبب دوزخ کی آگ میں بخار قیامت کے دن دیکھو۳۔ اے بلال خرچ کرو اور عرش والے سے کمی کا خطرہ نہ کرو۔

marfat.com

(۱۷۸۹) ا۔ اس میں حضرت بلال کو انتہائی تقوٰی اور ترک دنیا کی تعلیم ہے اور توکل سے اعلیٰ توکل کی طرف ترقی دینا ہے یعنی اے بلال میں جس درجہ پر تمہیں پہنچانا چاہتا ہوں وہ جب ہی حاصل ہو گا جب کہ تم اپنے پاس اتنا بھی نہ رکھو تاکہ تمہیں قیامت کے دن اس کا حساب دینے میں کچھ بھی نہ ٹھہرنا پڑے یہی مطلب ہے دوزخ کے بخار دیکھنے کا حضرت بلال اس وقت تن تنہا تھے' اہل و عیال نہ رکھتے تھے' آپ کے ذمہ کسی کے حقوق نہ تھے' فرمایا اکیلے دم کے لئے جمع کرنے کی فکر کیوں لگاتے ہو رب ہمارے آستانے سے تمہیں دیئے جائے تم کھائے جاؤ' صوفیائے کرام اپنے بعض مریدین کو کبھی چلوں سے مجاہدہ کراتے ہیں' اس زمانہ میں ترک دنیا ترک حیوانات کامل کراتے ہیں' ان کی اصل یہ حدیث ہے' یہ حدیث جمع دنیا کے خلاف نہیں' اگر مال جمع کرنا حرام ہوتا تو اسلام کا ایک رکن یعنی زکوٰۃ ہی فوت ہو جاتی کہ زکوٰۃ واجب ہی جب ہوتی ہے جب مسلمان کے پاس ایک سال تک بقدر نصاب مال جمع رہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّخَاءُ شَجَرَةٌ فِي الْجَنَّةِ فَمَنْ كَانَ سَخِيًّا اَخَذَ بِغُصْنٍ مِنْهَا فَلَمْ يَتْرُكْهُ الْغُصْنُ حَتّٰى يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ وَالشُّحُّ شَجَرَةٌ فِي النَّارِ فَمَنْ كَانَ شَحِيْحًا اَخَذَ بِغُصْنٍ مِنْهَا فَلَمْ يَتْرُكْهُ الْغُصْنُ حَتّٰى يُدْخِلَهُ النَّارَ رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ۔

(۱۷۹۰) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ سخاوت جنت میں ایک درخت ہے جو سخی ہوا اس نے اس درخت کی شاخ پکڑلی ا۔ وہ شاخ اسے نہ چھوڑے گی حتی کہ اسے جنت میں داخل کر دے گی ۲۔ اور بخل آگ میں درخت ہے جو بخیل ہوا اس نے اس کی شاخ پکڑی وہ اسے نہ چھوڑے گی حتی کہ آگ میں داخل کرے گی ۳۔ یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیں۔

(۱۷۹۰) ا۔ یعنی سخاوت کی جڑ جنت میں ہے اور اس کی شاخیں دنیا میں' چونکہ سخاوت کی قسمیں بہت ہیں اس لئے فرمایا گیا کہ اس درخت کی دنیا میں شاخیں بہت پھیلی ہوئی ہیں' جیسے قرآن کریم فرماتا ہے کہ کلمہ طیبہ کی جڑ مسلمان کے قلب میں ہے اور شاخیں آسمان میں ہمیشہ اپنے پھل دیتا ہے اس آیت میں بھی تمثیل ہے' اس حدیث میں بھی ۲۔ شریعت میں سخاوت کا ادنی درجہ یہ ہے کہ انسان فرض صدقے ادا کرے' اور طریقت میں ادنے درجہ یہ ہے کہ صرف فرض پر قناعت نہ کرے نوافل صدقے بھی دے' حقیقت و معرفت والوں کے ہاں اس کا ادنے درجہ یہ ہے کہ اپنی ضروریات پر دوسروں کی ضروریات کو ترجیح دے ان میں سے ہر درجہ کے صدقہ کے نتیجے مختلف ہیں ۳۔ جو معانی سخاوت کے عرض کئے جاچکے ہیں اس کے مقابل بخل کے بھی معانی ہیں۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَادِرُوْا بِالصَّدَقَةِ فَاِنَّ الْبَلَاءَ لَا يَتَخَطَّاهَا رَوَاهُ رَزِيْنٌ۔

(۱۷۹۱) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صدقہ میں جلدی کرو ا۔ کہ بلاء اس سے آگے نہیں بڑھتی ۲۔ (رزین)

(۱۷۹۱) ا۔ اس جملہ کے دو معنے ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جب کسی قسم کی جانی یا مالی بلا آئے تو بہت جلد صدقے دینا شروع کر دو باقی تمام تدبیریں علاج وغیرہ بعد میں کرو تاکہ ان صدقات کی برکت سے اگلی تدبیریں بھی کامیاب ہوں بعض لوگ آفت آتے ہی میلاد شریف' گیارھویں شریف' ختم خواجگان' ختم غوثیہ' ختم بخاری' ختم آیت کریمہ کراتے ہیں' ان کا ماخذ یہ حدیث ہے کہ ان کاموں

marfat.com

میں اللہ کا ذکر اس کے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت شریف وغیرہ بھی ہے اور صدقہ بھی۔ ذکر اللہ بھی دافع بلا ہے اور صدقہ بھی بعض لوگ بیماریوں میں 'اردو تیل یا بیمار کا جانور پر ہاتھ لگوا کر اسے ذبح کرکے خیرات کردیتے ہیں 'ان سب کا ماخذ یہ ہی حدیث ہے کہ یہاں صدقہ مطلق ہے' دوسرے یہ کہ ہر حال میں ہمیشہ صدقے کرتے رہو کیونکہ ہر وقت ہی آفت آنے کا خطرہ ہے تم آفت سے پہلے صدقہ دے دو' بعض لوگ ہمیشہ میلاد شریف 'گیارھویں شریف' ہر ماہ ختم خواجگان وغیرہ کراتے رہتے ہیں تا کہ آفات دور ہیں' ان کا ماخذ بھی یہ حدیث ہے شعر:۔

☆ دکھ میں ہر کو ہر بھجے سکھ میں بھجے نہ کوئے ☆ جو کوئی سکھ میں ہر بھجے تو دکھ کاہے کو ہوئے ☆

۲۔ اسی طرح کہ آنے والی آفت آتی نہیں اور جو آچکی ہے وہ پھرتی نہیں بلکہ لوٹ جاتی ہے' صدقہ انسان اور آفات کے درمیان مضبوط حجاب ہے (مرقات) یہ عمل بہت مجرب ہے اگر کبھی صدقہ سے آفت نہ جائے تو یہ رب تعالیٰ کی آزمائش ہے اس پر صبر کرے۔

بَابُ فَضْلِ الصَّدَقَةِ ؛

باب صدقہ کی فضیلت

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

صدقہ صدق سے بنا۔ معنی سچائی' چونکہ خیرات سخی کے سچے مومن ہونے کی علامت ہے اس لئے اسے صدقہ کہتے ہیں' مطلقاً صدقہ سے مالی خیرات مراد ہوتی ہے نفل ہو یا فرض یہاں وہ مراد ہے اگرچہ بعض بدنی اعمال کو بھی صدقہ کہا گیا ہے یعنی حکمی صدقہ۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ وَلَا يَقْبَلُ اللّٰهُ اِلَّا الطَّيِّبَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِيْنِهٖ ثُمَّ يُرَبِّيْهَا لِصَاحِبِهَا كَمَا يُرَبِّيْ اَحَدُكُمْ فَلُوَّهٗ حَتّٰى تَكُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؛

(۱۷۹۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو حلال کمائی سے چھوارے کی برابر صدقہ کرے ۱ے اللہ تعالیٰ صرف حلال ہی کو قبول کرتا ہے ۲ے تو اللہ اسے داہنے ہاتھ میں قبول کرتا ہے پھر صدقہ والے کے لئے اس کی ایسی پرورش کرتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے کی حتیٰ کہ پہاڑ کی طرح ہو جاتا ہے ۳ے (مسلم بخاری)

(۱۷۹۲) ا۔ یعنی معمولی سے معمولی چیز اللہ کی راہ میں دے' عرب شریف میں کھجور معمولی چیز ہے' پھر اس کی قاش تو بہت ہی معمولی ہوئی ۲۔ یہ بہت ہی اہم قانون ہے کہ خیرات حلال کمائی سے کی جائے تب ہی قبول ہوگی' حتی کہ حج بھی طیب و پاک کمائی سے کرے یہاں دو قاعدے یاد رکھنا چاہئیں' ایک یہ کہ مال مخلوط سے اجرت' صدقہ' دعوت وغیرہ لینا جائز ہے' دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے ہاں اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کے ہاں پرورش پائی جن کا مال مخلوط تھا' اگر اس مال پر حرام کے احکام جاری ہوتے' تو رب تعالیٰ اپنے ان محبوبوں کو وہاں پرورش نہ کراتا' دوسرا یہ کہ مال حرام دو قسم کا ہے ایک وہ جو انسان کی ملکیت میں آتا ہی نہیں جیسے زنا کی اجرت' سود کا پیسہ اور بیع باطل کے معاوضے' سور شراب وغیرہ کی قیمتیں' دوسرا وہ کہ مالک کی ملک

marfat.com

میں آجاتا ہے اگرچہ مالک اس کاروبار پر گنہگار ہوتا ہے جیسے بیع بالشرط وغیرہ تمام فاسد بیعوں کی قیمت' اور ناجائز پیشوں (گانے' بجانے' داڑھی مونڈنے وغیرہ) کی اجرت پہلی قسم کا حرام کسی کے قبضہ میں پہنچے حرام ہی رہے گا' کیونکہ پہلا شخص ہی اس کا مالک نہ بنا اور دوسری قسم کا حرام دوسرے کی ملک میں پہنچ کر اس کے لئے حلال ہو گا' وہ جو فقہاء فرماتے ہیں کہ جس کے پاس حرام یا مشکوک پیسہ ہو وہ دوسرے سے قرض لے کر حج یا صدقہ کرے اور اپنے مال سے وہ قرض ادا کردے اس سے مراد یہی آخری حرام ہے کیونکہ ملک بدلنے سے حکم بدل جاتا ہے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لها صدقة ولنا هدية ۳۔ داہنے ہاتھ میں قبول کرنے سے مراد راضی ہو کر قبول فرماتا ہے اور مطلب یہ ہے کہ مال و نیت خیر کا صدقہ رضائے الٰہی کا باعث ہے اور وہ صدقہ کے وقت سے لے کر قیامت تک بھاری ہوتا رہے گا حتی کہ میزان میں سارے گناہوں پر غالب آجائے گا جیسے اچھی زمین میں بوئی ہوئی ادرک آلو وغیرہ' اس حدیث کی تائید اس آیت سے ہے یمحق اللہ الربوا ویربی الصدقٰت

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِّنْ مَّالٍ وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا وَمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۷۹۳) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ خیرات مال کم نہیں کرتی ۱۔ اور اللہ معافی کی وجہ سے بندے کی عزت ہی بڑھاتا ہے ۲۔ اور کوئی شخص اللہ کے لئے انکسار نہیں کرتا مگر اللہ اسے بلندی دیتا ہے ۳۔ (مسلم)

(۱۷۹۳) ۱۔ بلکہ مال بڑھاتی ہے' زکوٰۃ دینے والے کی زکوٰۃ ہر سال بڑھتی ہی رہتی ہے تجربہ ہے جو کسان کھیت میں بیج پھینک آتا ہے وہ بظاہر بوریاں خالی کرلیتا ہے لیکن حقیقت میں مع اضافہ کے بھرلیتا ہے' گھر کی رکھی بوریاں چوہے' سسری وغیرہ آفات سے ہلاک ہو جاتی ہیں یا یہ مطلب ہے کہ جس مال میں سے صدقہ نکلتا رہے اس میں سے خرچ کرتے رہو انشاء اللہ بڑھتا ہی رہے گا' کنوئیں کا پانی بھرے جاؤ' تو بڑھے ہی جائے گا ۲۔ یعنی جو بدلہ پر قادر ہو' پھر مجرم کو معافی دیدے تو اس سے مجرم کے دل میں اس کی اطاعت اور محبت پیدا ہو جاتی ہے اور اگر بدلہ لیا جائے تو اس کے دل میں بھی انتقام کی آگ بھڑک جاتی ہے فتح مکہ کے دن کی عام معافی سے سارے کفار مسلمان ہو کر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے مطیع فرمان ہو گئے' معافی سے دلوں پر قبضے ہو جاتے ہیں مگر معافی اپنے حقوق میں چاہیے نہ کہ شرعی حقوق میں' قومی' ملکی' دینی مجرموں کو کبھی معاف نہ کرو' اپنے مجرم کو معاف کردو ۳۔ انکساری جو خودداری کے ساتھ ہو وہ بڑی بہتر ہے اس کا انجام بلندی درجات ہے مگر بےغیرتی کی انکساری' انکساری نہیں بلکہ احساس پستی ہے' جہاد میں کفار کے مقابل فخر کرنا عبادت ہے' بھائی کے سامنے جھکنا ثواب اشداء علی الکفار رحماء بینهم

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَيْنِ مِنْ شَيْءٍ مِّنَ الْاَشْيَاءِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ دُعِيَ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَلِلْجَنَّةِ اَبْوَابٌ فَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّلٰوةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلٰوةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ وَمَنْ

(۱۷۹۴) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اللہ کی راہ میں کسی چیز کا جوڑا خیرات کرے ۱۔ تو جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا ۲۔ جنت کے بہت دروازے ہیں تو جو نماز والوں سے ہو گا وہ نماز کے دروازے سے پکارا جائے گا اور جو جہاد والوں سے ہو گا وہ جہاد کے دروازے سے پکارا جائے گا اور جو صدقہ والوں سے ہو گا وہ صدقہ کے دروازے

marfat.com

كَانَ مِنْ اَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ مَا عَلٰى مَنْ دُعِيَ مِنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ مِنْ ضَرُوْرَةٍ فَهَلْ يُدْعٰى اَحَدٌ مِنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ كُلِّهَا قَالَ نَعَمْ وَاَرْجُوْا اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؛

سے بلایا جائے گا اور جو روزہ والوں سے ہو گا وہ دروازہ ریان سے بلایا جائے گا ۳؎ تب حضرت ابوبکر نے عرض کیا کہ اس کی ضرورت تو نہیں کہ کوئی تمام دروازوں سے بلایا جائے ۴؎ مگر کیا کوئی ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا حضور نے فرمایا ہاں اور مجھے امید ہے کہ تم ان میں سے ہو ۵؎ (مسلم بخاری)

(۱۷۹۴) ۱؎ یعنی ایک جنس کی دو چیزیں' جیسے دو پیسے دو روپے دو کپڑے' دو روٹیاں وغیرہ لفظ زوج دو کے مجموعہ کو بھی کہتے ہیں اور دو میں سے ہر ایک کو بھی' جیسے خاوند بیوی کو زوجین کہتے ہیں رب تعالٰی فرماتے ہے من کل زوجین اثنین اور ممکن ہے کہ زوجین سے مراد بار بار صدقہ یا دن رات میں صدقہ یا علانیہ اور خفیہ صدقہ مراد ہو' مرقات نے فرمایا ہو سکتا ہے کہ صدقہ سے ساری نیکیاں مراد ہوں دو روزے دو رکعت نماز وغیرہ کیونکہ فقیر کے لئے نفلی نماز و روزہ ایسا ہے جیسے امیر کے لئے خیرات ۲؎ یعنی باب الصدقہ سے یہاں احد پوشیدہ ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ صرف صدقہ کی وجہ سے جہاد وغیرہ کے دروازوں سے کیوں بلایا گیا (مرقات) اور ہو سکتا ہے کہ بہت زیادہ خیرات کرنے والے کو ہر دروازہ سے جانے کا حق ہو اظہار عزت کے لئے ۳؎ یعنی جس پر جو عبادت غالب ہو گی وہ جنت کے اسی دروازے سے جائے گا عبادت کے غالب ہونے سے مراد نوافل کی زیادتی ہے مثلاً جو شخص نماز فقط فرض و واجب ہی ادا کرتا ہے' مگر جہاد کا بہت شوقین ہے ہمیشہ جہاد یا اس کی تیاری میں مشغول رہتا ہے تو وہ جہاد کے راستہ سے جنت میں جائے گا ریان ری سے بنا جس کے معنے ہیں سرسبزی' سیرانی اور شادابی' چونکہ روزہ دار دنیا میں بحالت روزہ خشک لب' تشنہ دہن رہا' اس لئے اس کے واسطے ایسا دروازہ تجویز ہوا جو تشنہ لبی کا عوض ہو جائے ۴؎ یعنی جنت میں داخلے کے لئے ایک دروازہ سے بلایا جانا ہی کافی ہے ہر طرف سے پکار پڑنے کی ضرورت نہیں' مگر اس پکار میں اس کی عزت افزائی ضرور ہے کہ ہر دروازہ کے دربان چاہیں کہ یہ جنتی ہمارے دروازے سے جائے اور ہمیں شرف خدمت نصیب ہو اس جملہ میں ما نافیہ ہے اور من ضرورۃ کی من زائدہ اور ضرورۃ' ما کا اسم علی من دعی الخ اس کی خبر ۵؎ یعنی جو شخص ساری عبادات میں اول نمبر ہو گا' وہ ان سارے دروازوں سے بلایا جائے گا کہ ہر طرف اس کے نام کی دھوم مچ جائے گی' اور چونکہ اے صدیق تم ساری ہی نیکیوں میں طاق ہو' لہذا تم بھی ان ہی میں سے ہو گے اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے' ایک یہ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ علم و عمل میں بعد انبیاء ساری خلق سے افضل ہیں کہ رب تعالٰی نے انہیں اتقٰی فرمایا یعنی بڑا ہی پرہیزگار وسیجنبها الاتقى الذى يؤتى ماله الخ اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں صدیق اکبر کو امام بنایا' امام بڑے عالم ہی کو بنایا جاتا ہے خیال رہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عام نیکیوں میں سب سے بڑھ کر ہیں اور رب تعالٰی نے بعض خاص نیکیاں آپ کو ایسی عطا فرمائیں جن میں آپ کا کوئی شریک نہیں' جیسے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے کندھے پر غار ثور تک لے جانا اپنے زانو پر سلانا اپنے کو سانپ سے کٹوانا وغیرہ' جب قرآن کریم کی رحل باقی ڑیوں سے افضل ہے تو جس کا زانو قرآن کریم والے کی رحل بنے وہ تمام خلق سے افضل ہو گا' دوسرے یہ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہر شخص کے دنیوی اخروی حال سے واقف ہیں' حتی کہ جانتے ہیں کون جنت میں کہاں جائے گا' اور کس دروازہ سے جائے گا' صحابہ کا یہی عقیدہ تھا ورنہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ کیوں پوچھتے۔ خیال رہے کہ

marfat.com

کریموں کا امید دلانا یقین کے لئے ہوتا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے لعلکم ترحمون الفاظ حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں ایسے خوش نصیب لوگ بہت ہوں گے جن کے ناموں کی پکار جنت کے تمام دروازوں پر پڑے گی' اس جماعت کے امیر صدیق اکبر ہوں گے' رضی اللہ عنہ۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ صَائِمًا قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ أَنَا قَالَ فَمَنْ تَبِعَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ جَنَازَةً قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ أَنَا قَالَ فَمَنْ أَطْعَمَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مِسْكِيْنًا قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ أَنَا قَالَ فَمَنْ عَادَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مَرِيْضًا قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ أَنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اجْتَمَعْنَ فِيْ امْرِءٍ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

(۱۷۹۵) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ آج تم میں سے کس نے روزہ دار ہو کر صبح کی ا۔ حضرت ابوبکر نے کہا میں نے فرمایا آج تم میں سے کوئی جنازے کے ساتھ گیا حضرت ابوبکر نے عرض کیا میں فرمایا آج تم میں سے کس نے کسی مسکین کو کھلایا حضرت ابوبکر نے کہا میں نے فرمایا آج تم میں سے کس نے کسی بیمار کی عیادت کی حضرت ابوبکر نے عرض کیا میں نے تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص میں یہ خصلتیں نہیں جمع ہوتیں مگر وہ جنت میں جاتا ہے۔ ۲۔ (مسلم)

(۱۷۹۵) ا۔ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا جماعت صحابہ سے یہ سوال فرمانا' ان پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ظاہر کرنے اور انہیں آپ کے روزانہ کے اعمال دکھانے کے لئے ہے' ورنہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم تو ہر ایک کے سارے ظاہر و خفیہ اعمال سے خبردار ہیں' رب تعالٰی فرماتا ہے کما ارسلنا فیکم رسولا شاھدا علیکم ۲۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے' ایک یہ کہ شیخ کا اپنے مریدوں کے حالات کی تفتیش کرنا' یونہی استاد کا شاگردوں کے خفیہ حالات معلوم کرنا سنت سے ثابت ہے' دوسرے یہ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عابد ترین صحابہ ہیں' کہ آپ کے روزانہ کے یہ اعمال ہیں خیال رہے کہ انا یعنی میں کہنا فخر وغیرہ کے لئے ہو تو منع ہے' عجز و نیاز کے طور پر جائز ہے' چوتھے یہ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بشہادت حدیث و قرآن کریم جنتی ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۷۹۶) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اے مومن بیبیو کوئی پڑوسن کا ہدیہ حقیر نہ جانے اگرچہ بکری کی کھری ہی ہو ا۔ (مسلم بخاری)

(۱۷۹۶) ا۔ یعنی اگر تم امیر ہو اور تمہاری پڑوسن غریب' اور وہ غریب اپنی محبت سے کوئی معمولی چیز بطور ہدیہ بھیجے' تو نہ اسے واپس کرو اور نہ اسے نگاہ حقارت سے دیکھو' بلکہ خوشی سے قبول کرو' کہ اس کا دل خوش ہو جائے اللہ تعالٰی اخلاص کا ایک پیسہ بھی قبول فرمالیتا ہے اس حدیث کا مطلب اس کے برعکس بھی ہو سکتا ہے یعنی کوئی عورت اپنی پڑوسن کو معمولی ہدیہ دینے میں نہ ہچکچائے' جو کچھ جڑے بنے دیتی رہے' کہ ہدیوں سے محبتیں بڑھتی ہیں' چونکہ چیزوں میں عیب نکالنے کی عادت زیادہ عورتوں میں ہوتی ہے اس لئے انہی سے خطاب کیا گیا' یہ حدیث ہم غریبوں کے لئے بڑی ہمت افزا ہے کیونکہ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ خود نبی

marfat.com

کریم صلے اللہ علیہ وسلم مسکینوں کے معمولی ہدیہ ثواب وغیرہ کو بھی رد نہیں فرماتے۔

وَعَنْ جَابِرٍ وَّحُذَيْفَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۷۹۷) روایت ہے حضرت جابر و حذیفہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر بھلائی صدقہ ہے ا۔ (مسلم بخاری) ۲۔

(۱۷۹۷) ا۔ سبحان اللہ کیا ہمت افزا حدیث ہے' یعنی صدقہ صرف مال ہی سے نہیں ہوتا' بلکہ ہر معمولی نیکی' اگر اخلاص سے کی جائے' تو اس پر صدقہ کا ثواب ملتا ہے حتی کہ مسلمان بھائی سے میٹھی اور نرم باتیں کرنا بھی صدقہ ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے' اب کوئی فقیر بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں صدقہ پر قادر نہیں ۲۔ اس طرح کہ بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے' اور مسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے' لہٰذا راوی کے نام میں ہر کتاب مفرد ہے اور متن حدیث میں دونوں متفق۔

وَعَنْ اَبِىْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئًا وَّلَوْ اَنْ تَلْقٰى اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلِيْقٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(۱۷۹۸) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھلائی کو حقیر نہ جانو اگرچہ یہ ہو کہ اپنے بھائی سے کشادہ پیشانی سے ملے ا۔ (مسلم)

(۱۷۹۸) ا۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں' کہ کوئی نیکی حقیر جان کر چھوڑ نہ دو' کہ کبھی ایک گھونٹ پانی جان بچالیتا ہے اور کوئی گناہ حقیر سمجھ کر کر نہ لو' کہ کبھی چھوٹی چنگاری گھر پھونک دیتی ہے' ان کا ماخذ یہ حدیث ہے' مسلمان بھائی سے خوش ہو کر ملنا' اس کے دل کی خوشی کا باعث ہے اور مومن کو خوش کرنا بھی عبادت ہے۔

وَعَنْ اَبِىْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ قَالُوْا فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ قَالَ فَلْيَعْمَلْ بِيَدَيْهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهٗ وَيَتَصَدَّقُ قَالُوْا فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ اَوْ لَمْ يَفْعَلْ قَالَ فَيُعِيْنُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوْفَ قَالُوْا فَاِنْ لَّمْ يَفْعَلْهُ قَالَ فَيَاْمُرُ بِالْخَيْرِ قَالُوْا فَاِنْ لَّمْ يَفْعَلْ قَالَ فَيُمْسِكُ عَنِ الشَّرِّ فَاِنَّهٗ لَهٗ صَدَقَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۷۹۹) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر مسلمان پر صدقہ ہے ا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ اگر نہ پائے فرمایا کہ اپنے ہاتھ سے کام کرے خود نفع اٹھائے اور خیرات کرے ۲۔ عرض کیا اگر یہ بھی نہ کر سکے یا نہ کرے فرمایا تو کسی مظلوم حاجت مند کی مدد کرے ۳۔ بولے اگر یہ بھی نہ کرے فرمایا تو اچھی بات کا حکم کرے ۴۔ بولے اگر یہ بھی نہ کرے تو فرمایا کہ برائی سے بچے کہ اس کے لئے یہ ہی صدقہ ہے ۵۔ (مسلم بخاری)

(۱۷۹۹) ا۔ یہاں علیٰ وجوب کے لئے نہیں' بلکہ ترغیب کے لئے ہے' یعنی مسلمان کو چاہیے کہ شکر الٰہی کے لئے ان نفلی نیکیوں کو بھی اپنے پر لازم سمجھے اور روزانہ ان پر عمل کی کوشش کرے ۲۔ صحابہ کرام یہاں صدقہ سے مالی خیرات سمجھے تھے' اس لئے انہیں یہ اشکال پیش آیا کہ بعض مسلمان مفلوک الحال ہوتے ہیں جن کے پاس اپنے کھانے کو نہیں ہوتا وہ صدقہ کہاں سے کریں' سرکار کے اس جواب سے معلوم ہو رہا ہے کہ مال کمانا' بھی عبادت ہے کہ اس کی برکت سے انسان ہزارہا گناہوں سے بچ جاتا

marfat.com

ہے جیسے بھیک چوری وغیرہ نیز نکما آدمی اپنا وقت گناہوں میں خرچ کرنے لگتا ہے نفس کو حلال کاموں میں لگائے رہو تا کہ تمہیں حرام میں نہ پھنسادے ۳۔ ہاتھ پاؤں کی مدد جیسے بھولے کو راستہ بتادینا' پردہ نشین بیوگان کا باہر والا کام کردینا' اس میں بھی ثواب ہے ۴۔ کہ اس میں نہ کچھ خرچ ہوتا ہے نہ ہاتھ پاؤں ہلانے پڑتے ہیں' لور مفت میں ثواب مل جاتا ہے' کیونکہ تبلیغ عبادت ہے' جس کا بڑا ثواب ہے اس جملہ سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کو احکام شرعیہ سیکھنا چاہئیں' کیونکہ بغیر جانے دوسروں کو بتانا ناممکن ہو گا' یہ بھی معلوم ہوا تبلیغ صرف علماء کا ہی کام نہیں' جسے جو مسئلہ یاد ہو دوسرے کو بتادے ۵۔ برائی سے بچنے کی دو صورتیں ہیں' ایک یہ کہ فساد کے زمانہ میں گھر میں گوشہ نشین بن جائے' کہ نماز کے اوقات مسجد میں' باقی گھر یا جنگل میں گزارے' دوسرے یہ کہ بری مجلسوں میں جائے مگر برائی کرنے کے لئے نہیں بلکہ دوسروں کو برائی سے روکنے کے لئے' کہ یہ بڑا جہاد ہے اس جملہ سے معلوم ہوا کہ جیسے نیکیاں نہ کرنا گناہ ہے' ایسے ہی گناہ نہ کرنا ثواب' نہ کرنے سے مراد بچنا ہے یعنی سلب عدولی نہ کہ سلب محض' لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں' کہ ہم ہر وقت خصوصاً سونے کی حالت میں لاکھوں گناہوں سے بچے رہتے ہیں' تو چاہیے کہ ہمیں ہر سانس میں کروڑوں نیکیاں ملا کریں' رب تعالیٰ فرماتا ہے واما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوى یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ سُلَامٰى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيْهِ الشَّمْسُ يَعْدِلُ بَيْنَ الْاِثْنَيْنِ صَدَقَةٌ وَيُعِيْنُ الرَّجُلَ عَلٰى دَآبَّتِهٖ فَيَحْمِلُ عَلَيْهَا اَوْ يَرْفَعُ عَلَيْهَا مَتَاعَهٗ صَدَقَةٌ وَالْكَلِمَةُ صَدَقَةٌ وَكُلُّ خَطْوَةٍ يَخْطُوْهَا اِلَى الصَّلٰوةِ صَدَقَةٌ وَيُمِيْطُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۸۰۰) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان کے ہر جوڑ کے عوض ہر دن جس میں سورج چمکے اس پر صدقہ ہے ا۔ دو کے درمیان انصاف کر دے یہ بھی صدقہ ہے اور کسی شخص کی اس کے گھوڑے پر مدد کر دے کہ اس پر اسے سوار کر دے یا اس پر اس کا سامان چڑھادے یہ بھی صدقہ ہے اور اچھی بات صدقہ ہے ۲۔ اور ہر وہ قدم جس سے نماز کی طرف جائے صدقہ ہے ۳۔ اور راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹا دے صدقہ ہے ۴۔ (مسلم بخاری)

(۱۸۰۰) ا۔ سلامی' س کے پیش سے ہے' جس کے لغوی معنے ہیں عضو' ہڈی اور جوڑ' یہاں تیسرے معنے مراد ہیں انسان کے بدن میں ۳۶۰ جوڑ ہیں جیسا کہ اگلی حدیث میں ہے' اگرچہ ہمارا ہر رونگٹا اللہ کی نعمت ہے لیکن ہر جوڑ اس کی بے شمار نعمتوں کا مظہر ہے اس لئے خصوصیت سے اس کا شکریہ ضروری ہوا' صدقہ سے مراد نیک عمل ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے یہاں بھی علیٰ لغوی لزوم کے لئے ہے نہ کہ شرعی وجوب کے لئے' مطلب یہ ہے کہ ہر شخص پر اخلاقاً" دیانۃ لازم ہے کہ روزانہ ہر جوڑ کے عوض کم از کم ایک نفل نیکی کیا کرے' اس حساب سے روزانہ تین سو ساٹھ نیکیاں کرنی چاہئیں تا کہ اس دن جوڑوں کا شکریہ ادا ہو' سورج چمکنے کا ذکر اس لئے فرمایا کہ سورج تو ہر شخص پر چمکتا ہے تو شکریہ بھی ہر شخص پر ہے ۲۔ یعنی تہذیب اخلاق' تدبیر منزل' سیاست مدنی' لوگوں سے اچھے برتاوے صدقہ ہیں بشرطیکہ رضائے الٰہی کے لئے ہوں' ہر معمولی سے معمولی کام جب ادائے سنت کی نیت سے کیا جائے گا تو وہ بڑا ہو جائے گا کیونکہ منسوب اگرچہ چھوٹا ہے مگر منسوب الیہ جن کی طرف نسبت ہے صلے اللہ علیہ وسلم وہ

marfat.com

تو بڑے ہیں ۳۔ مرقات نے فرمایا کہ نماز کا ذکر مثالاً" ہے ورنہ طواف 'بیمار پرسی' جنازہ میں شرکت 'علم دین کی طلب غرضیکہ ہر نیکی کے لئے قدم ڈالنا صدقہ ہے ۴۔ یعنی رستہ سے کانٹا 'ہڈی' اینٹ' پتھر' گندگی غرض جس سے کسی مسلمان راہ گیر کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو اس کو ہٹا دینا بھی نیکی ہے 'جس پر صدقہ کا ثواب اور جوڑ کا شکریہ ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُلِقَ كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْ بَنِي آدَمَ عَلٰى سِتِّيْنَ وَثَلٰثِ مِائَةِ مَفْصِلٍ فَمَنْ كَبَّرَ اللّٰهَ وَحَمِدَ اللّٰهَ وَهَلَّلَ اللّٰهَ وَسَبَّحَ اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ اللّٰهَ وَعَزَلَ حَجَرًا عَنْ طَرِيْقِ النَّاسِ أَوْ شَوْكَةً أَوْ عَظْمًا أَوْ أَمَرَ بِمَعْرُوْفٍ أَوْ نَهٰى عَنْ مُنْكَرٍ عَدَدَ تِلْكَ السِّتِّيْنَ وَالثَّلٰثِ مِائَةٍ فَإِنَّهُ يَمْشِيْ يَوْمَئِذٍ وَقَدْ زَحْزَحَ نَفْسَهُ عَنِ النَّارِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

(۱۸۰۱) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اولاد آدم میں ہر انسان تین سو ساٹھ جوڑوں پر پیدا کیا گیا۱۔ تو جو اللہ کی تکبیر کہے اس کی حمد کرے تہلیل کرے تسبیح پڑھے اللہ سے معافی چاہے لوگوں کے راستہ سے پتھر یا کانٹا یا ہڈی ہٹا دے یا اچھی بات کا حکم دے یا برائی سے منع کرے ان تین سو ساٹھ کی گنتی کے برابر تو وہ اس دن کی طرح چلے گا کہ اپنی جان کو آگ سے دور کرے گا۲۔ (مسلم)

(۱۸۰۱) ۱۔ انسان کی اس لئے قید لگائی تا کہ اس سے فرشتے اور جنات نکل جائیں کہ نہ ان کے جسموں میں اتنے جوڑ ہیں نہ ان کے یہ احکام' ہمارے یہ جوڑ' انگلی کے پوروں سے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک ہیں اگر ان میں سے ایک جوڑ خراب ہو جائے' تو زندگی دشوار ہو جائے قدرت نے ہڈی کو ہڈی میں اس طرح پیوست کیا ہے کہ کواڑ کی چول کی طرح ہڈی گھومتی ہلتی ہے اس کے باوجود نہ گھستی ہے نہ خراب ہوتی ہے ۲۔ سبحان اللہ کیسی جامع حدیث ہے جس میں عبادات معاملات' اور وظیفہ سب ہی آگئے' مرقات نے فرمایا کہ اچھی باتوں کا حکم اور بری باتوں سے ممانعت زبانی بھی ہوتی ہے دلی بھی اور عملی بھی' عالم کا دینی وعظ زبانی تبلیغ ہے' کہ جتنے لوگ اسے دیکھ کر نیک بنیں گے ان سب کا ثواب اسے ملے گا بلکہ روزانہ ملتا رہے گا' اور اس کے جوڑوں کا شکریہ ادا ہوتا رہے گا' اس حدیث کے آخری جملہ سے اشارۃً" معلوم ہوتا ہے کہ کبھی نفلی عبادت کے ترک پر بھی پکڑ ہو جاتی ہے' کیونکہ سرکار نے فرمایا جس دن اتنے کام کرلئے' اس روز اپنے کو آگ سے دور کرلیا' جو شخص دو رکعتیں اشراق کی پڑھ لے' اس کے تمام جوڑوں کا شکریہ ادا ہو گیا' جیسا کہ کتاب الصلوۃ میں گزر چکا۔

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةً وَكُلِّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةً وَكُلِّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةً وَكُلِّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةً وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَفِي بُضْعِ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَيَأْتِيْ أَحَدُنَا شَهْوَتَهُ وَيَكُوْنُ لَهُ فِيْهَا أَجْرٌ قَالَ أَرَأَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِيْ حَرَامٍ أَكَانَ عَلَيْهِ فِيْهِ وِزْرٌ فَكَذٰلِكَ إِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ كَانَ لَهُ

(۱۸۰۲) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر تسبیح میں صدقہ ہے اور ہر تکبیر میں صدقہ ہے اور ہر حمد میں صدقہ ہے اور ہر تہلیل میں صدقہ ہے ۱۔ اور بھلائی کا حکم دینے میں صدقہ ہے اور برائی سے روکنے میں صدقہ ہے ۲۔ اور ہر ایک کی حلال صحبت میں صدقہ ہے ۳۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم میں سے کوئی اپنی شہوت پوری کرے تو اس میں اسے ثواب ملتا ہے فرمایا بتاؤ تو اگر یہ شہوت حرام میں خرچ کرتا تو اس پر گناہ ہوتا تو یوں ہی جب اسے حلال میں خرچ کرے گا تو

marfat.com

اَجْرٌ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ | اسے ثواب ملے گا۔ ۴۔ (مسلم)

(۱۸۰۲) ۱۔ اس فرمان عالی شان سے معلوم ہوا کہ جو کوئی سبحان اللہ یا اللہ اکبر یا الحمد للہ یا لا الہ الا اللہ کسی طرح بھی کہے صدقہ نفلی کا ثواب پائے گا' خواہ ذکر اللہ کی نیت سے کہے یا کسی حاجت کے لئے بطور وظیفہ یہ الفاظ پڑھے یا عجیب بات سن کر سبحان اللہ وغیرہ کہے یا خوشخبری پا کر الحمد للہ پڑھے' بہرحال ثواب ملے گا' کیونکہ اللہ کا نام لینا بہرحال عبادت ہے' اگر کوئی شخص ٹھنڈک کے لئے اعضائے وضو دھوئے' تب بھی وضو ہو جائے گا کہ اس سے نماز جائز ہو گی' اللہ کا نام زبان کا وضو ہے شعر:۔

☆ چوں بباید نام پاکش در دہاں ☆ نے پلیدی ماندونے آں وہاں ☆

۲۔ یعنی ہر تبلیغ میں خیرات کا ثواب ہے' بلکہ اس کا ثواب پہلے ثوابوں سے زیادہ کہ اس میں ذکر اللہ بھی ہے اور لوگوں کو فیض پہنچانا بھی قلمی تبلیغ صدقہ جاریہ ہے کہ جب تک لوگ اس کی کتاب سے دینی فائدہ اٹھائیں گے' تب تک اسے ثواب ملتا رہے گا' یہ ایک کلمہ بہت جامع ہے ۳۔ بضع کے لغوی معنے ہیں' ٹکڑا مگر اصطلاح میں شرمگاہ کو کہتے ہیں' یہاں مراد صحبت حلال ہے یہاں فی ارشاد فرما کر اس جانب اشارہ فرمایا گیا کہ صحبت بذات خود ثواب نہیں بلکہ چونکہ اس کے ضمن میں زوجین کی عفت حق زوجیت کی ادا نیک اولاد کی طلب ہے' اور یہ ساری چیزیں عبادت ہیں اس لئے صحبت عبادات پر شامل ہے اس سید الفصحاء صلے اللہ علیہ سلم کی فصاحت دیکھو کہ پہلی چیزوں میں ب ارشاد ہوا تھا اور یہاں فی تا کہ پتہ لگے کہ وہ چیزیں بذات خود عبادت تھیں اور یہ صحبت عبادات پر مشتمل ہے (لمعات) مرقات نے یہاں فرمایا' ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حلال صحبت مطلقاً صدقہ ہے خواہ ان چیزوں کی نیت سے ہو یا نہ ہو ۴۔ یعنی بذات خود صحبت ثواب نہیں بلکہ شہوت کو حلال میں خرچ کرنا ثواب ہے' جیسے عید کے دن یا رمضان کی سحریوں میں کھانا پینا بذات خود ثواب نہیں بلکہ ان وقتوں میں کھانا عبادت ہے صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جب ہواء ھدیٰ سے مل جائے تو زہد بن جاتی ہے اسی جانب قرآن کریم اشارہ فرما رہا ہے ومن اضل ممن اتبع ھوئہ بغیر ھدی من اللہ سبحان اللہ ہواء ھدیٰ سے مل کر ایسی ہوتی ہے جیسے مکھن شہد سے مل کر (از مرقات) لہٰذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ بغیر نیت ثواب کیسا' کہ نیت کی شرط عبادت محضہ میں ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الصَّدَقَۃُ اللِّقْحَۃُ الصَّفِیُّ مِنْحَۃً وَّالشَّاۃُ الصَّفِیُّ مِنْحَۃً تَغْدُوْ بِاِنَاءٍ وَّتَرُوْحُ بِاٰخَرَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

(۱۸۰۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بہترین صدقہ بہت دودھ والی اونٹنی اور بہت دودھ والی بکری کا عطیہ ہے جو صبح کو برتن بھر کر دودھ دے اور شام کو دوسرا بھر کر ۱۔ (مسلم بخاری)

(۱۸۰۳) ۱۔ عرب میں دستور تھا کہ جانوروں والے اپنا دودھ کا جانور عاریۃً چند روز کے لئے کسی عزیز مسکین کو دے دیتے تھے' اس زمانہ میں جانور کا خرچہ اس فقیر کے ذمہ ہوتا اور دودھ بھی وہی پیتا تھا' مدت گزرنے پر جانور واپس کر دیا جاتا' اسے منحہ کہتے تھے' یہاں اسی کا ذکر ہو رہا ہے' فرمایا جا رہا ہے کہ اس جانور کا ہر وقت کا دودھ صدقہ ہو گا۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَغْرِسُ غَرْسًا اَوْ یَزْرَعُ

(۱۸۰۴) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایسا کوئی مسلمان نہیں جو کوئی باغ

زَرْعًا فَيَأْكُلُ مِنْهُ إِنْسَانٌ أَوْ طَيْرٌ أَوْ بَهِيمَةٌ إِلَّا كَانَتْ لَهُ صَدَقَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ جَابِرٍ وَمَا سُرِقَ مِنْهُ لَهُ صَدَقَةٌ۔

لگائے یا کھیت بوئے پھر اس سے آدمی یا چڑیاں یا جانور کچھ کھالیں مگر اس کے لئے صدقہ ہوتا ہے ا۔ (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں حضرت جابر سے یوں ہے کہ جو اس سے چوری ہو جائے وہ بھی صدقہ ہے ۲۔

(۱۸۰۴) ا۔ عرب میں دستور تھا کہ باغ والے مسافروں کو دو ایک پھل توڑ لینے سے منع نہ کرتے جیسے ہمارے ہاں بھی چنے کا ساگ کاٹنے سے لوگ منع نہیں کرتے، مسافر بھی اس دستور سے واقف تھے، وہ بھی چوری کی نیت سے نہیں بلکہ عرفی اجازت کی بنا پر دو چار دانے منہ میں ڈال لیتے تھے، نیز کبھی جانور کھیت پر سے گزرتے ہوئے سبزے میں ایک آدھ منہ مار دیتے ہیں سرکار نے ان سب کو مالک کے لئے صدقہ قرار دیا، اس کی وجہ پہلے عرض کی جاچکی کہ کبھی بغیر نیت بھی ثواب مل جاتا ہے ۲۔ صبر کرنے اور اس نقصان کو برداشت کرنے پر ضرور ثواب ملے گا جیسے کانٹا لگ جانے پر ثواب ملتا ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُفِرَ لِامْرَأَةٍ مُومِسَةٍ مَرَّتْ بِكَلْبٍ عَلَى رَأْسِ رَكِيٍّ يَلْهَثُ كَادَ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ فَنَزَعَتْ خُفَّهَا فَأَوْثَقَتْهُ بِخِمَارِهَا فَنَزَعَتْ لَهُ مِنَ الْمَاءِ فَغُفِرَ لَهَا بِذٰلِكَ قِيلَ إِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ أَجْرًا قَالَ فِي كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۸۰۵) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اس زانیہ عورت کی مغفرت ہو گئی ا۔ جو ایک کتے پر گزری کہ ایک کوئیں کے کنارے ہانپ رہا تھا قریب تھا کہ پیاس اسے قتل کر دیتی اس نے اپنا موزہ اتارا اسے اپنے دوپٹے سے باندھا اس طرح پانی نکالا ۲۔ اس وجہ سے بخش دی گئی عرض کیا گیا کہ کیا ہم کو جانوروں میں بھی ثواب ہے فرمایا ہر تر کلیجے والے میں ثواب ہے ۳۔ (مسلم بخاری)

(۱۸۰۵) ا۔ مومسہ ومس سے بنا، بمعنی رگڑ، اس کا مصدر ایماس ہے، بمعنی زنا کرنا، ظاہر یہ ہے کہ اس کے سارے گناہ بخش دیئے گئے تھے جیسے کہ غفر کے اطلاق سے معلوم ہوا ۲۔ یعنی اس کے پاس ڈول رسی تھے نہیں، تو اس نے اپنے دوپٹہ کو رسی بنایا اور موزے کو ڈول، کہ موزہ میں پانی بھر کر کتے کے منہ میں ڈال دیا جس سے اس کی آنکھیں کھل گئیں اور وہ چلا گیا ۳۔ تر کلیجے والے سے مراد ہر جاندار ہے، مگر اس سے موذی جانور مستثنیٰ ہیں، لہٰذا سانپ، بچھو، شیر وغیرہ کو مار دینا ثواب ہے اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ گناہ کبیرہ بغیر توبہ معاف ہو سکتے ہیں، دوسرے یہ کہ کبھی معمولی نیکی بڑے سے بڑے گناہوں کے بخشے جانے کا سبب بن جاتی ہے، تیسرے یہ کہ بعض صوفیاء اپنے ہاں انسانوں کے لنگر کے ساتھ جانوروں کے دانے پانی کا بھی انتظام کرتے ہیں، ان کا ماخذ یہ حدیث ہے، وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ تمہارا کھانا متقی ہی کھائیں، اس سے دعوت کا کھانا مراد ہے نہ کہ حاجت کا کھانا لہٰذا احادیث متعارض نہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُذِّبَتِ امْرَأَةٌ فِي هِرَّةٍ أَمْسَكَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ مِنَ الْجُوعِ فَلَمْ تَكُنْ تُطْعِمُهَا وَلَا

(۱۸۰۶) روایت ہے حضرت ابن عمر اور ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک عورت ایک بلی کی وجہ سے عذاب دی گئی ا۔ جسے اس نے باندھے رکھا حتی کہ بھوک

marfat.com

تُرْسِلُهَا فَتَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

سے مرگئی اسے نہ تو کھانا دیتی تھی اور نہ چھوڑتی تا کہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھالیتی ۲۔ (مسلم بخاری)

(۱۸۰۶) ا۔ یعنی اس کے لئے عذاب جہنم کا حکم ہوگیا یا اس پر کوئی دنیوی عذاب نازل ہوا یا عذاب قبر میں گرفتار ہوئی' ورنہ دوزخ کا عذاب تو بعد قیامت ہوگا' اسی عورت کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج میں دوزخ میں جلتے دیکھا' مگر وہ اس لئے نہیں کہ وہ دوزخ میں پہنچ چکی تھی' بلکہ اس لئے کہ نگاہ انبیاء قیامت کے بعد ہونے والے واقعات کو بھی دیکھ لیتی ہے ۲۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ پالے ہوئے جانور کا بھی حق ہے کہ اسے کھانا پانی دیا جائے' دوسرے یہ کہ جانوروں پر ظلم بھی گناہ ہے' علامہ شامی فرماتے ہیں کہ جانور پر ظلم انسان کے ظلم سے بدتر ہے' کیونکہ انسان زبان والا ہے اپنے دکھ دوسروں سے کہہ سکتا ہے' بے زبان جانور خدا کے سواء کس سے کہے' تیسرے یہ کہ کبھی گناہ صغیرہ پر بھی عذاب ہو جاتا ہے' کبائر سے بچے یا نہ بچے' رب تعالیٰ کا یہ فرمان ان تجتنبوا کبائر ماتنهون عنه نكفر عنكم سيأتكم اس میں بخشش کا حتمی وعدہ نہیں ہے' بلکہ امید دلائی گئی ہے' اور یہ بخشش رب تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے' کیونکہ دوسری آیت میں رب تعالیٰ فرماتا ہے ويغفر مادون ذلك لمن يشاء لہٰذا نہ تو آیات میں تعارض ہے' اور نہ یہ حدیث کسی آیت کے خلاف بعض علماء نے اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط کیا کہ گناہ صغیرہ ہمیشہ کرنے سے کبیرہ بن جاتا ہے' کیونکہ اس عورت کا بلی کو ایک دن کھانا پانی نہ دینا گناہ صغیرہ تھا' مگر متواتر عرصہ تک نہ دینے سے کبیرہ بن گیا' مگر اس حدیث سے یہ استدلال ضعیف ہے اس کے لئے تو قرآنی آیت موجود ہے ولم يصرو على مافعلوا

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ رَجُلٌ بِغُصْنِ شَجَرَةٍ عَلَى ظَهْرِ طَرِيقٍ فَقَالَ لَأُنَحِّيَنَّ هَذَا عَنْ طَرِيقِ الْمُسْلِمِينَ لَا يُؤْذِيهِمْ فَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

(۱۸۰۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک شخص درخت کی شاخ پر گزرا جو بر سر راہ پڑی تھی وہ بولا کہ اسے مسلمانوں کے راہ سے ہٹا دوں کہیں انہیں تکلیف نہ دے ا۔ وہ جنت میں داخل کیا گیا ۲۔ (مسلم بخاری)

(۱۸۰۷) ا۔ وہ شاخ یا تو خاردار تھی جس کے کانٹے لوگوں کو چبھ جانے کا اندیشہ تھا' اور اگر بے خار تھی تو اتنی موٹی تھی جس سے راہ گیر ٹھوکر کھاتے' اس حدیث سے اشارۃً معلوم ہو رہا ہے کہ موذی چیز کو راستہ سے ہٹانے میں مسلمانوں کی خدمت کی نیت کرے نہ کہ کفار کی ۲۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ اس شخص نے ہٹانے کی نیت ہی کی تھی' اس نیت پر بخشا گیا' نیکی کا ارادہ بھی نیکی ہے' اور ممکن ہے کہ اس نے ہٹا بھی دی ہو جس کا یہاں ذکر نہیں آیا۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ رَأَيْتُ رَجُلًا يَتَقَلَّبُ فِي الْجَنَّةِ فِي شَجَرَةٍ قَطَعَهَا مِنْ ظَهْرِ الطَّرِيقِ كَانَتْ تُؤْذِي النَّاسَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

(۱۸۰۸) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے ایک شخص کو جنت میں مزے سے پھرتے دیکھا اس درخت کی وجہ سے جسے اس نے راستہ کے کنارے سے کاٹ دیا تھا جو لوگوں کو باعث تکلیف تھا ا۔ (مسلم)

(۱۸۰۸) ا۔ یعنی وہ درخت خاردار تھا یا بے خار' اس کی جڑ راستہ کے کنارہ پر تھی' مگر شاخیں راستہ پر پھیلی ہوئی تھیں' اس نے

marfat.com

تکلیف دور کرنے کے لئے اسے جڑ سے ہی اکھیڑ دیا تا کہ آئندہ بھی شاخیں نہ پھیل سکیں' اگر یہ درخت اس کی اپنی ملکیت تھا یا خود رو تھا تب تو اس کے کاٹ دینے اور اس کی لکڑی گھر لے جانے پر کچھ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا' اور اگر کسی غیر کی ملکیت تھا تو اس نے فقط دفع ایذاء کے لئے کاٹ دیا ہوگا اس کی لکڑی پر قبضہ نہ کیا ہوگا' اس صورت میں اس حدیث سے مسئلہ مستنبط ہوگا کہ موذی چیز کو ختم کر دینا جائز ہے اگرچہ دوسرے کی ملکیت ہو دیوانہ کتا جو کسی کا پالتو تھا' سرکس والوں کا بھاگا ہوا شیر' سپیروں کا چھوٹا ہوا سانپ مار دیئے جائیں' راستہ میں کھودا ہوا کنواں پاٹ دیا جائے اس میں مالک کی اجازت کی ضرورت نہیں' حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے جنت میں یا شب معراج میں دیکھا یا نماز کسوف میں جب آپ پر جنت پیش کی گئی یا عام حالت میں۔

وَعَنْ اَبِیْ بَرْزَةَ قَالَ قُلْتُ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ عَلِّمْنِیْ شَیْئًا اَنْتَفِعُ بِهٖ قَالَ اعْزِلِ الْاَذٰی عَنْ طَرِیْقِ الْمُسْلِمِیْنَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَسَنَذْكُرُ حَدِیْثَ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ اِتَّقُوا النَّارَ فِیْ بَابِ عَلَامَاتِ النُّبُوَّةِ اِنْشَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔

(۱۸۰۹) روایت ہے حضرت ابو برزہ سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا نبی اللہ مجھے وہ بات سکھایئے جس سے نفع اٹھاؤں فرمایا مسلمانوں کے راستہ سے موذی چیز ہٹا دو ۱ے (مسلم) اور ہم حضرت عدی ابن حاتم کی یہ حدیث اتقوا النار انشاء اللہ باب علامات نبوت میں بیان کریں گے ۲ے۔

(۱۸۰۹) ۱ے سائل نے تو کوئی پڑھنے کے لئے وظیفہ پوچھا ہوگا' مگر سرکار نے یہ فرمایا کہ آخرت کی نجات صرف وظیفوں پر موقوف نہیں بلکہ مسلمانوں کی خدمت سے بھی میسر ہو جاتی ہے' مرقات نے فرمایا کہ یہ سائل کوئی جلیل القدر صحابی تھے جو سارے نیک اعمال پہلے ہی کرتے تھے' حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ عمل بتا کر اشارۃً سمجھا دیا کہ خدمت خلق بھی ایک اعلیٰ نیکی ہے ۲ے یعنی وہ حدیث مصابیح میں یہاں تھی' لیکن ہم نے مشکوۃ میں باب علامات نبوت میں بیان کی' کیونکہ اس کے زیادہ مناسب تھی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَةَ جِئْتُ فَلَمَّا تَبَیَّنْتُ وَجْهَهٗ عَرَفْتُ اَنَّ وَجْهَهٗ لَیْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ فَكَانَ اَوَّلَ مَا قَالَ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصِلُوا الْاَرْحَامَ وَصَلُّوْا بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ۔

(۱۸۱۰) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن سلام سے ۱ے فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو میں حاضر ہوا ۲ے۔ جب میں نے چہرہ انور غور سے دیکھا تو پہچان لیا کہ آپ کا چہرہ پاک کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ۳ے۔ پہلی بات جو حضور نے فرمائی یہ تھی کہ اے لوگو سلام کو پھیلاؤ اور کھانا کھلاؤ ۴ے۔ رشتے جوڑو سب لوگ سوتے ہوں تو نماز پڑھو سلامتی سے جنت میں چلے جاؤ ۵ے۔

(ترمذی ابن ماجہ' دارمی)

(۱۸۱۰) ۱ے آپ مشہور صحابی ہیں آپ کی کنیت ابو یوسف ہے' یوسف علیہ السلام کی اولاد میں ہیں' علماء یہود میں سے ہیں' حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کے جنتی ہونے کی بشارت دی' مدینہ منورہ میں ۴۳ھ میں وفات ہوئی' جب حضور انور صلے اللہ علیہ

marfat.com

وسلم ہجرت کرکے مدینہ منورہ پہنچے' تو آپ ایک باغ میں کھجوریں توڑ رہے تھے تشریف آوری کی خبر پاتے ہی بے تابانہ دوڑے ہوئے آئے' کھجوریں گود ہی میں تھیں انہیں رکھنا بھی بھول گئے' حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور دیکھتے ہی دل میں ایمان آ گیا۲۔ باغ سے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ پر زیارت کے لئے آئے' تو دیکھا کہ اس شمع رسالت' صلے اللہ علیہ وسلم' کو پروانوں نے گھیرا ہوا ہے لوگ فدا ہو رہے ہیں ۳۔ غور سے دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ میں نے نبی آخر الزمان صلے اللہ علیہ وسلم کی وہ علامات جو توریت شریف میں مذکور ہیں آپ کے چہرہ انور سے ملائیں تو بالکل موافق پائیں' بال برابر فرق نہ تھا' تب میں نے یقین کرلیا' کہ آپ کا دعویٰ نبوت برحق ہے غلط نہیں' خیال رہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے عرب میں کسی نے دعویٰ نبوت نہیں کیا تھا' مگر چونکہ کفار مکہ اور یہود مدینہ نے آپ کو جھٹلایا تھا اس لئے آپ یہ فرمارہے ہیں' بعض علماء نے اس کے یہ معنے بیان کئے کہ میں نے فراست سے معلوم کیا کہ جھوٹ بولنے والے کا چہرہ ایسا نورانی نہیں ہوتا' دل کی کیفیت چہرے پر ظاہر ہوتی ہے ۴۔ یعنی میں نے جو پہلی بات سنی وہ یہ تھی چونکہ وہاں ہجوم عاشقاں تھا اس لئے الناس سے خطاب فرمایا' سلام پھیلانے کا مطلب یہ ہے کہ سلام کو رواج دو' اسلام سے پہلے ملاقات کے وقت سلام کا رواج نہ تھا صبحک اللہ بالخیر وغیرہ کہتے تھے' جیسے ہندوستان میں آداب عرض' گڈ مارننگ' بندگی' کورنش وغیرہ کہے جاتے تھے اسلام نے السلام علیکم کہنا سکھایا' کھانا کھلانے سے مراد ہے' مہمانوں' فقیروں' یتیموں کو کھانا دو' بعض لوگوں نے کہا کہ سلام اونچی آواز سے کہو جو سامنے والا سن لے اور اپنے بچوں کو کھانا دو' مگر پہلے معنے زیادہ قوی ہیں ۵۔ یعنی قرابت داروں کے حق ادا کرو' ان حقوق کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے اور نماز پنج گانہ پر ہی قناعت نہ کرو بلکہ آخری رات میں جب عموماً لوگ سوتے ہوتے ہیں تو تم نماز تہجد پڑھا کرو' اگر تم نے ان چار باتوں پر عمل کرلیا تو عذاب و حجاب سے سلامت رہو گے اور جنت میں خیریت سے پہنچو گے جہاں تمہیں رب تعالیٰ اور فرشتوں کی طرف سے سلام ہوا کریں گے ہماری اس شرح سے معلوم ہوا کہ بسلام کے دو معنے ہیں' چونکہ ابھی تک زکوٰۃ' روزہ' حج و جہاد کے احکام نہیں آئے تھے اس لئے ان کا ذکر نہ فرمایا لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُعْبُدُوا الرَّحْمٰنَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَاَفْشُوا السَّلَامَ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

(۱۸۱۱) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رحمٰن کو پوجو کھانا کھلاؤ سلام پھیلاؤ جنت میں سلامتی سے چلے جاؤ ا۔ (ترمذی' ابن ماجہ)

(۱۸۱۱) ا۔ یہ حدیث کچھ فرق سے ابھی گزر گئی رحمان کو پوجنا بہت جامع فرمان ہے' جس میں ہر قسم کی عبادتیں داخل ہیں اگر یہ حدیث زکوٰۃ و روزہ کی فرضیت کے بعد کی ہو جب بھی درست ہے کہ عبادت رحمان میں وہ چیزیں بھی آگئیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔

(۱۸۱۲) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ صدقہ رب تعالیٰ کے غضب کو بجھاتا ہے ا۔ اور بری موت کو دفع کرتا ہے ۲۔ (ترمذی)

(۱۸۱۲) ا۔ یعنی خیرات کرنے والے سخی کی زندگی بھی اچھی ہوتی ہے کہ اولاً" اس پر دنیوی مصیبتیں آتی نہیں' اور اگر امتحاناً" ابھی جائیں' تو رب تعالیٰ کی طرف سے اسے سکون قلبی نصیب ہوتا ہے جس سے وہ صبر کرکے ثواب کما لیتا ہے غرضیکہ اس کے لئے

marfat.com

مصیبت معصیت لے کر نہیں آتی مغفرت لے کر آتی ہے' معصیت والی مصیبت خدا تعالیٰ کا غضب ہے اور مغفرت والی مصیبت اللہ کی رحمت لہٰذا احدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ سخیوں پر مصیبتیں آجاتی ہیں' عثمان غنی جیسے سخی بڑی بے دردی سے شہید کئے گئے ۲۔ میتۃ موت سے بنا بیان نوعیت کے لئے اسے بروزن فعلہ لائے تو میم کے کسرہ کی وجہ سے واؤ سے بدل گیا' بری موت سے مراد خرابی خاتمہ ہے یا غفلت کی اچانک موت یا موت کے وقت ایسی علامت کا ظہور ہے جو بعد موت بدنامی کا باعث ہو' اور ایسی سخت بیماری ہے جو میت کے دل میں گھبراہٹ پیدا کر کے ذکر اللہ سے غافل کر دے' غرضیکہ سخی بندہ ان تمام برائیوں سے محفوظ رہے گا' میرے پاک نبی سچے' ان کا رب سچا' اللہ تعالیٰ ان کے طفیل ہم سب کو سخاوت کی توفیق دے اور یہ نعمتیں عطا فرمائے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ وَاِنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ اَنْ تَلْقٰى اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ وَاَنْ تُفْرِغَ مِنْ دَلْوِكَ فِيْ اِنَاءِ اَخِيْكَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ۔

(۱۸۱۳) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر بھلائی صدقہ ہے اور بھلائی سے یہ بھی ہے کہ تو اپنے بھائی سے کشادہ روئی سے ملے اور اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے برتن میں ڈول دے ا۔ (ترمذی)

(۱۸۱۳) ا۔ شروع باب میں صدقہ کے معنے عرض کئے جا چکے ہیں' صدقہ حقیقی مال سے ہوتا ہے اور صدقہ حکمی اعمال سے بھی' مسلمان بھائی سے محبت سے ملنا اس کی خوشنودی دل کا ذریعہ ہے اور مسلمان کو خوش کرنا ثواب' لہٰذا یہ عمل صدقہ نیز کنوئیں پر جو لوگ پانی لینے کے لئے جمع ہوں ان کے برتوں میں پانی ڈال دینا بھی ان کی راحت اور خوشی کا ذریعہ ہے لہٰذا یہ بھی صدقہ' پانی ڈالنا بطور مثال بیان ہوا' مقصد یہ ہے کہ مسلمان بھائی کے ساتھ معمولی سی بھلائی کرنا بھی ثواب ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبَسُّمُكَ فِيْ وَجْهِ اَخِيْكَ صَدَقَةٌ وَاَمْرُكَ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ وَنَهْيُكَ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَاِرْشَادُكَ الرَّجُلَ فِيْ اَرْضِ الضَّلَالِ لَكَ صَدَقَةٌ وَنَصْرُكَ الرَّجُلَ الرَّدِيَّ الْبَصَرِ لَكَ صَدَقَةٌ وَاِمَاطَتُكَ الْحَجَرَ وَالشَّوْكَ وَالْعَظْمَ عَنِ الطَّرِيْقِ لَكَ صَدَقَةٌ وَاِفْرَاغُكَ مِنْ دَلْوِكَ فِيْ دَلْوِ اَخِيْكَ لَكَ صَدَقَةٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔

(۱۸۱۴) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرا اپنے بھائی کے سامنے مسکرا دینا صدقہ ہے ا۔ اور بھلائی کا حکم دینا صدقہ ہے اور برائی سے روک دینا صدقہ ہے اور تیرا کسی کو بھٹک جانے والی زمین میں راہ دکھا دینا تیرے لئے صدقہ ہے ۲۔ اور تیرا کسی کمزور نگاہ والے شخص کی مدد کر دینا تیرے لئے صدقہ ہے ۳۔ اور تیرا راستہ سے پتھر کانٹا ہڈی ہٹا دینا تیرے لئے ۴۔ صدقہ ہے اور تیرا اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے ڈول میں پانی ڈال دینا تیرے لئے صدقہ ہے ۵۔ (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

(۱۸۱۴) ا۔ خوشی کا مسکرانا جس سے سامنے والا سمجھے کہ میرے آنے سے اسے خوشی ہوئی' اس سے وہ بھی خوش ہو جائے' تمسخر کا مسکرانا مراد نہیں جس سے آنے والے کو تکلیف ہو کہ یہ تو گناہ ہے ۲۔ سبحان اللہ کیا رب تعالیٰ کی مہربانیاں ہیں جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل اس امت کو ملیں وہ معمولی کام جن میں نہ خرچ ہو نہ تکلیف ثواب کا باعث بن گئے کسی کو راستہ بتا دینا یا مسئلہ سمجھا دینا بھی ثواب کا باعث ہو گیا ۳۔ یا اس طرح کہ اس کی انگلی پکڑ کر جہاں جانا چاہتا ہے۔ وہاں پہنچا دے یا اس طرح کہ اس کا

marfat.com

کام کاج کردے سب میں ثواب ہے کہ اندھوں اور کمزور نظر والوں کی خدمت نعمت آنکھ کا شکریہ ہے، ہر نعمت کا شکر جداگانہ ہے اور شکر پر زیادتی نعمت کا وعدہ ہے لئن شکرتم لا زیدنکم ۴؎ کہ اس سے لوگ تکلیف سے بچیں گے اور تمہیں ثواب ملے گا معلوم ہوا کہ جیسے مسلمان کو نفع پہنچانا ثواب ہے ایسے ہی انہیں تکلیف سے بچانا بھی ثواب ہے کسی بھلے آدمی کو بدمعاش کی شر سے بچالینا ثواب ہے اگر کوئی شریف النفس آدمی بے خبری میں خبیث النفس سے رشتہ کرنا چاہتا ہو اس سے بچالینا بھی ثواب ہے ۵؎ جب اپنے ڈول سے دوسرے کے ڈول میں پانی ڈال دینا ثواب ہوا تو جس کے پاس ڈول یا رسی ہی نہ ہو اسے پانی دینا تو بہت ہی ثواب ہوگا۔

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ أُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ قَالَ الْمَاءُ فَحَفَرَ بِئْرًا وَقَالَ هٰذِهٖ لِأُمِّ سَعْدٍ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ

(۱۸۱۵) روایت ہے حضرت سعد ابن عبادہ سے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ام سعد وفات پا گئیں تو اب کونسا صدقہ بہتر ہے ا؎ فرمایا پانی ۲؎ لہذا سعد نے کنواں کھدوایا اور فرمایا یہ کنواں ام سعد کا ہے ۳؎ (ابوداؤد،نسائی)

(۱۸۱۵) ا؎ یعنی میں کونسا صدقہ دے کر ان کی روح کو اس کا ثواب بخشوں اس سے معلوم ہوا کہ بعد وفات میت کو نیک اعمال خصوصاً مالی صدقہ کا ثواب بخشنا سنت ہے، قرآن کریم میں جو فرمایا گیا لھا ما کسبت وعلیھا ما اکتسبت یا فرمایا گیا لیس للانسان الا ماسعیٰ جن سے معلوم ہوا کہ انسان کو صرف اپنی کی ہوئی نیکیاں فائدہ مند ہیں وہاں بدنی فرائض مراد ہیں اسی لئے وہاں کسبت یا سعٰی ارشاد ہوا یعنی کوئی کسی کی طرف سے فرض نمازیں ادا نہیں کرسکتا، ثواب ہر عمل کا بخش سکتے ہیں۔ لہذا یہ حدیث ان آیات کے خلاف نہیں قرآن کریم سے تو یہاں تک ثابت ہے کہ نیکوں کی برکت سے بروں کی آفتیں ٹل جاتی ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے وکان ابوھما صالحا ۲؎ یعنی ان کی طرف سے پانی کی خیرات کرو کیونکہ پانی سے دینی دنیوی منافع حاصل ہوتے ہیں خصوصاً ان گرم و خشک علاقوں میں جہاں پانی کی کمی ہو بعض لوگ سبیلیں لگاتے ہیں عام مسلمان ختم فاتحہ وغیرہ میں دوسری چیزوں کے ساتھ پانی بھی رکھ دیتے ہیں ان سب کا ماخذ یہ حدیث ہے، کیونکہ اس سے معلوم ہوا کہ پانی کی خیرات بہتر ہے ۳؎ یعنی ام سعد کی روح کے ثواب کے لئے ہے، یہ لام نفع کا ہے نہ کہ ملکیت کا، اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ثواب بخشتے وقت ایصال ثواب کے الفاظ زبان سے ادا کرنا سنت صحابہ ہے کہ خدایا اس کا ثواب فلاں کو پہنچے، دوسرے یہ کہ کسی چیز پر میت کا نام آجانے سے وہ شئے حرام نہ ہوگی دیکھو حضرت سعد نے اس کنوئیں کو اپنی مرحومہ ماں کے نام پر منسوب کیا، وہ کنواں اب تک آباد ہے اور اس کا نام بیر ام سعد ہی ہے، فقیر نے اس کا پانی پیا ہے یہ ما اھل به لغیر اللّٰہ کے خلاف نہیں کہ وہاں وہ جانور مراد ہیں جو غیر خدا کے نام پر ذبح کئے جائیں، خیال رہے کہ یہ حدیث چند اسنادوں سے مروی ہے، چنانچہ ابوداؤد کی ایک اسناد میں یوں ہے عن سعید بن المسیب ان سعدا اتی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فقال الخ یہ اسناد ابوداؤد، نسائی، ابن حبان میں بھی ہے، تیسری اسناد یوں ہے عن سعید ابن المسیب والحسن البصری کلاھما عن سعد بن عبادۃ یہ دونوں اسنادیں منقطع ہیں کیونکہ سعید ابن مسیب اور حسن بصری کی ملاقات حضرت سعد ابن عبادہ سے نہ ہوئی (از مرقات) مگر یہ انقطاع و جہالت کوئی مضر نہیں، چند وجہوں سے ایک یہ کہ یہ حدیث اس بنا پر زیادہ سے زیادہ ضعیف ہوسکتی ہے اور حدیث ضعیف فضائل اعمال اور ثبوت استحباب میں کافی ہوتی ہے دیکھو کتب فقہ اور شامی وغیرہ ایصال ثواب فرض یا واجب نہیں صرف سنت مستحبہ ہے، دوسرے یہ کہ یہ کسی حدیث صحیح کے متعارض نہیں، کسی

حدیث میں یہ نہیں آیا کہ ایصال ثواب حرام ہے تا کہ یہ حدیث چھوڑ دی جائے' تیسرے یہ کہ اس حدیث کی تائید بہت سی احادیث صحیحہ سے ہوتی ہے چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ایک قربانی اپنی امت کی طرف سے کرتے تھے اور فرماتے تھے الٰہی اسے قبول کرلے امت مصطفٰی کی طرف سے (مسلم بخاری) اور سیدنا علی مرتضٰی ہمیشہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کرتے رہے' فرماتے تھے مجھے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہے (ابوداؤد و ترمذی) چوتھے یہ کہ اس حدیث کی تائید قرآنی آیات سے بھی ہوتی ہے' رب تعالٰی فرماتا ہے وفی اموالھم حق للسائل والمحروم اور فرماتا ہے ویتخذ ما ینفق قربٰت عند اللّٰہ وصلوٰت الرسول اس کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول اور فہرست القرآن میں ملاحظہ کیجئے' پانچویں یہ کہ ہمیشہ سے سارے مسلمان ایصال ثواب پر عمل کرتے رہے' اور عمل امت کی وجہ سے حدیث ضعیف بھی قوی ہو جاتی ہے دیکھو ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم اور شامی وغیرہ چھٹے یہ کہ جب امام بخاری کی تعلیق قبول جس میں وہ اسناد بیان ہی نہیں کرتے سیدھے کہہ دیتے ہیں قال ابن عباس کیونکہ امام بخاری ثقہ ہیں تو حضرت سعید ابن مسیب اور خواجہ حسن بصری کا انقطاع بھی قبول کیونکہ یہ دونوں حضرات امام بخاری سے کم ثقہ نہیں بلکہ اپنے یقین کامل کی بنا پر براہ راست حضرت سعد کا واقعہ بیان کردیا۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا مُسْلِمٍ كَسَا مُسْلِمًا ثَوْبًا عَلٰى عُرْيٍ كَسَاهُ اللّٰهُ مِنْ خُضْرِ الْجَنَّةِ وَاَيُّمَا مُسْلِمٍ اَطْعَمَ مُسْلِمًا عَلٰى جُوْعٍ اَطْعَمَهُ اللّٰهُ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ وَاَيُّمَا مُسْلِمٍ سَقٰى مُسْلِمًا عَلٰى ظَمَاٍ سَقَاهُ اللّٰهُ مِنَ الرَّحِيْقِ الْمَخْتُوْمِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ

(۱۸۱۶) روایت ہے ابو سعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مسلمان کسی ننگے مسلمان کو پہنائے اللہ اسے جنت کے سبز جوڑے پہنائے گا۱ اور جو مسلمان کسی بھوکے مسلمان کو کھلائے تو اللہ اس کو جنت کے پھل کھلائے گا اور جو مسلمان کسی پیاسے مسلمان کو پلائے تو اللہ اسے مہروالی پاک و صاف شراب پلائے گا۲ (ابوداؤد' ترمذی)

(۱۸۱۶) ۱؎ یعنی پہنانے والا بھی مسلمان ہو اور پہننے والا بھی خصوصاً نمازی ہو خواہ اسے ایک کپڑا پہنائے جنتیوں کا لباس سبز ہو گا رب تعالٰی نے فرمایا یلبسون ثیابا خضرا ۲؎ غرضیکہ مسلمان کی حاجت روائی رب تعالٰی کو بڑی پیاری ہے کھانا پینا اور لباس حاجت عامہ ہیں ان کی خیرات بڑی مقبول ہے جنت میں پانی دودھ شہد وغیرہ کی نہریں بھی ہوں گی رب تعالٰی فرماتا ہے فیھا عین جاریۃ اور بعض شرابوں کی سربمہر بوتلیں بھی رب تعالٰی فرماتا ہے یسقون من رحیق مختوم الایہ لہٰذا نہ آیات متعارض ہیں اور نہ یہ حدیث آیتوں کے خلاف۔

وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْمَالِ لَحَقًّا سِوَى الزَّكٰوةِ ثُمَّ تَلَا لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ الْاٰيَةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ۔

(۱۸۱۷) روایت ہے حضرت فاطمہ بنت قیس سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مال میں زکوٰۃ کے سواء اور بھی حقوق ہیں ۱؎ پھر حضور نے یہ آیت تلاوت کی کہ بھلائی صرف یہ نہیں کہ تم اپنے منہ پورب اور پچھم کو کرلو الایہ ۲؎ (ترمذی ابن ماجہ دارمی)

(۱۸۱۷) ا۔ جن میں سے بعض فرض ہیں جیسے نذر پوری کرنا یا حج اور بعض واجب جیسے فطرہ اور قربانی اور بعض نفل جیسے بھکاریوں کو بھیک دینا یا ضرورت مندوں کو قرض دینا یا ضرورت پر ڈول ہانڈی پیالہ وغیرہ عاریۃً دینا یا پڑوسیوں کو آگ نمک وغیرہ دینا یہ حدیث ان سب کو جامع ہے ۲۔ اس آیت میں آگے یہ ہے واتی المال علی حبه ذوی القربیٰ والیتمٰی والمسکین الایہ لہٰذا یہ آیت حدیث کی مؤید ہے۔

وَعَنْ بُهَيْسَةَ عَنْ اَبِيْهَا قَالَتْ قَالَ يَارَسُوْلَ اللهِ مَا الشَّيْءُ الَّذِيْ لَا يَحِلُّ مَنْعُهٗ قَالَ اَلْمَاءُ قَالَ يَا نَبِيَّ اللهِ مَا الشَّيْءُ الَّذِيْ لَا يَحِلُّ مَنْعُهٗ قَالَ الْمِلْحُ قَالَ يَا نَبِيَّ اللهِ مَا الشَّيْءُ الَّذِيْ لَا يَحِلُّ مَنْعُهٗ قَالَ اَنْ تَفْعَلَ الْخَيْرَ خَيْرٌ لَّكَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ۔

(۱۸۱۸) روایت ہے حضرت بہیسہ ا۔ سے وہ اپنے والد سے راوی فرماتی ہیں کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کونسی چیز ہے جس کا منع کرنا جائز نہیں فرمایا پانی پھر عرض کیا یا نبی اللہ اور کونسی چیز ہے جس کا منع کرنا جائز نہیں فرمایا نمک ۲۔ عرض کیا یا نبی اللہ اور کونسی چیز ہے جس کا منع کرنا جائز نہیں فرمایا ہر اچھا کام کرنا تمہارے لئے بہتر ہے۔ (ابوداؤد)

(۱۸۱۸) ا۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت بہیسہ خود بھی صحابیہ ہیں مگر آپ کی احادیث بہت کم ہیں ۲۔ یہاں جواز سے مراد شرعی جواز نہیں بلکہ عرفی جواز ہے یعنی مروت وغیرہ کہ ان چیزوں کا منع کرنا خلاف مروت ہے اور یہ بھی وہاں ہے جہاں پانی اور نمک کی خود مالک کو ضرورت نہ ہو ورنہ بعض وہ علاقے جہاں پانی کمیاب بلکہ نایاب ہے وہاں ضرورت کے وقت پانی نہ دینا نہ خلاف مروت ہے نہ گناہ یہی حال نمک کا ہے ۳۔ یہ عام حکم ہے یعنی اس کی تفصیل کہاں تک بیان کی جائے جو نیکی بن پڑے کر گزرو وقت کی قدر کرو کہ ع گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ شعر:۔

☆ اترتے چاند ڈھلتی چاندنی جو ہو سکے کرلے ☆ اندھیرا پاکھ آتا ہے یہ دو دن کی اجالی ہے ☆

میاں محمد بخش صاحب فرماتے ہیں۔

☆ سدا نہ بلبل باگیں بولے سدا نہ باغ بہاراں ☆ سدا نہ حسن جوانی ماپے سدا نہ صحبت یاراں ☆

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْيٰى اَرْضًا مَيْتَةً فَلَهٗ فِيْهَا اَجْرٌ وَمَا اَكَلَتِ الْعَافِيَةُ مِنْهُ فَهُوَ لَهٗ صَدَقَةٌ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ۔

(۱۸۱۹) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو افتادہ زمین کو آباد کرلے ا۔ تو اس میں اسے ثواب ملے اور جو جانور اس سے کھا جائیں تو یہ اس کے لئے صدقہ ہے ۲۔ (دارمی)

(۱۸۱۹) ا۔ یعنی اپنی محنت سے بنجر زمین کو قابل کاشت بنادے وہ بہت ثواب کا مستحق ہے کیونکہ اس میں لوگوں کے رزق کا انتظام ہے حکومتیں اپنے غیر آباد علاقے لوگوں کو مفت دیتی ہیں ان کا ٹیکس معاف کردیتی ہیں، بلکہ ہزارہا روپے سے آباد کرنے والوں کی امداد کرتی ہیں، اس کا ماخذ یہی حدیث ہے اس کے بارے میں ائمہ کا اختلاف آئندہ بیان ہوگا ۲۔ اس کی بحث پہلے ہو چکی کہ کبھی بغیر ارادہ نیکی ہو جانے پر بھی ثواب مل جاتا ہے عافیہ عفی سے بنا۔ بمعنی طلب رزق عافی رزق کا متلاشی، اب جانوروں اور پرندوں کو کہتے ہیں، مرقات نے فرمایا کہ یہ ثواب تب ملے گا جبکہ اس پر صبر و شکر کیا جائے۔

marfat.com

وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَنَحَ مِنْحَةَ لَبَنٍ اَوْ وَرِقٍ اَوْ هَدٰى زُقَاقًا كَانَ لَهٗ مِثْلُ عِتْقِ رَقَبَةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

(۱۸۲۰) روایت ہے حضرت براء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو دودھ کا جانور عاریۃً دے یا چاندی قرض دے یا کسی کو راستہ بتائے تو اسے غلام آزا کرنے کا ثواب ہے ۱۔ (ترمذی)

(۱۸۲۰) ۱۔ یعنی کسی کو دودھ کا جانور کچھ روز کے لئے عاریۃً دینا کہ وہ اس کا دودھ پی لے یا کسی حاجت مند کو کچھ روپیہ قرض دینا یا نابینا یا ناواقف کو راستہ بتادینے کا ثواب غلام آزا کرنے کے برابر ہے جب قرض دینے کا یہ ثواب غلام آزلو کرنے کے برابر ہے جب قرض دینے کا یہ ثواب ہوا تو خیرات دینے کا کتنا ہوگا خود سوچ لو اس لئے یہ حدیث صدقات کے باب میں لائے علمائے کرام فرماتے ہیں کہ کبھی قرض دینا صدقہ دینے سے بڑھ جاتا ہے کیونکہ صدقہ تو غیر حاجت مند بھی لے لیتا ہے مگر قرض ضرورت مند ہی لیتا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کبھی معمولی نیکی کا ثواب بڑے بڑے کام سے بڑھ جاتا ہے' پیاسے کو ایک گھونٹ پانی پلا کر اس کی جان بچالینے کا ثواب سینکڑوں روپیہ خیرات کرنے سے زیادہ ہے' اس لئے حدیث شریف میں ہے کہ قیامت میں نیکیوں کا ثواب بقدر عمل ملے گا۔

وَعَنْ اَبِيْ جُرَيٍّ جَابِرِ بْنِ سُلَيْمٍ قَالَ اَتَيْتُ الْمَدِيْنَةَ فَرَاَيْتُ رَجُلًا يَصْدُرُ النَّاسُ عَنْ رَاْيِهٖ لَا يَقُوْلُ شَيْئًا اِلَّا صَدَرُوْا عَنْهُ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ قُلْتُ عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَرَّتَيْنِ قَالَ لَا تَقُلْ عَلَيْكَ السَّلَامُ عَلَيْكَ السَّلَامُ تَحِيَّةُ الْمَيِّتِ قُلْ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ قُلْتُ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ الَّذِيْ اِنْ اَصَابَكَ ضُرٌّ فَدَعَوْتَهٗ كَشَفَهٗ عَنْكَ وَاِنْ اَصَابَكَ عَامُ سَنَةٍ فَدَعَوْتَهٗ اَنْبَتَهَا لَكَ وَاِذَا كُنْتَ بِاَرْضٍ قَفْرٍ اَوْ فَلَاةٍ فَضَلَّتْ رَاحِلَتُكَ فَدَعَوْتَهٗ رَدَّهَا عَلَيْكَ قُلْتُ اعْهَدْ اِلَيَّ قَالَ لَا تَسُبَّنَّ اَحَدًا قَالَ فَمَا سَبَبْتُ بَعْدَهٗ حُرًّا وَلَا عَبْدًا وَلَا بَعِيْرًا وَلَا شَاةً قَالَ وَلَا تَحْقِرَنَّ شَيْئًا مِنَ الْمَعْرُوْفِ وَاَنْ تُكَلِّمَ اَخَاكَ وَاَنْتَ مُنْبَسِطٌ اِلَيْهِ وَجْهُكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنَ الْمَعْرُوْفِ وَارْفَعْ اِزَارَكَ اِلٰى نِصْفِ السَّاقِ فَاِنْ اَبَيْتَ فَاِلَى الْكَعْبَيْنِ

(۱۸۲۱) روایت ہے حضرت ابو جری جابر ابن سلیم سے فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ آیا۱۔ تو میں نے ایک صاحب کو دیکھا کہ لوگ ان کی رائے سے کام کرتے ہیں وہ کوئی بات نہیں کہتے مگر لوگ اس پر عمل کرتے ہیں ۲۔ میں نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں لوگ بولے یہ رسول اللہ ہیں ۳۔ فرماتے ہیں میں نے دوبار عرض کیا علیک السلام یا رسول اللہ ۴۔ تو فرمایا علیک السلام نہ کہا کرو کیونکہ علیک السلام مردوں کا آپس کا سلام ہے ۵۔ بلکہ کہو السلام علیک ۶۔ میں نے عرض کیا کہ آپ رسول اللہ ہیں فرمایا میں اللہ کا ایسا رسول ہوں کہ اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے اور میں اس سے دعا کروں تو وہ تمہاری تکلیف دور کردے اور اگر تمہیں قحط سالی پہنچے میں اس سے دعا کر دوں تو تم پر اگادے ۷۔ اور جب تم چٹیل زمین یا جنگل میں ہو اور تمہاری سواری گم ہو جائے میں اس سے دعا کروں تو اللہ وہ تمہیں واپس لوٹا دے ۸۔ میں نے عرض کیا مجھے نصیحت کیجئے فرمایا کسی کو گالی نہ دینا فرماتے ہیں اس کے بعد میں نے کسی آزاد یا غلام اور اونٹ اور بکری کو گالی نہ دی ۹۔ فرمایا اور کسی اچھی بات کو حقیر نہ جاننا ۱۰۔ اور اپنے بھائی سے کشادہ روئی سے کلام کیا کرنا یہ بھی نیکی

marfat.com

وَاِيَّاكَ وَاِسْبَالَ الْاِزَارِ فَاِنَّهَا مِنَ الْمَخِيْلَةِ وَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمَخِيْلَةَ وَاِنِ امْرُؤٌ شَتَمَكَ وَعَيَّرَكَ بِمَا يَعْلَمُ فِيْكَ فَلَا تُعَيِّرْهُ بِمَا تَعْلَمُ فِيْهِ فَاِنَّمَا وَبَالُ ذٰلِكَ عَلَيْهِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ مِنْهُ حَدِيْثَ السَّلَامِ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَيَكُوْنُ لَكَ اَجْرُ ذٰلِكَ وَوَبَالُهُ عَلَيْهِ۔

ہے اور اپنا تہبند آدھی پنڈلی تک اونچا رکھنا' اگر نہ مانو تو ٹخنوں تک ١١۔ اور تہبند زیادہ نیچا رکھنے سے ہمیشہ بچنا کہ یہ تکبر ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں کرتا اور اگر کوئی شخص تمہیں گالی دے اور تمہیں کسی ایسے عیب سے عار دلائے جو تم میں وہ جانتا ہے تو تم اسے اس کے ایسے عیب سے عار نہ دلاؤ جو تم اس میں جانتے ہو ١٢۔ اس کا وبال اس پر ہے ابوداؤد' ترمذی' اور ترمذی نے ان سے سلام کی حدیث نقل کی اور ایک روایت میں ہے کہ تم کو اس کا ثواب ملے گا اور اس پر اس کا وبال ہو گا ١٣۔

(١٨٢١) ١۔ صحیح یہ ہی ہے کہ آپ کا نام جابر ابن سلیم ہے' بعض نے سلیم ابن جابر بھی کہا ہے' مگر یہ غلط ہے' صحابی ہیں مگر بہت ہی کم احادیث آپ سے مروی ہیں دیہات کے رہنے والے تھے کام کے لئے کبھی مدینہ پاک آتے تھے اس بار جو آئے تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے شرف ملاقات نصیب ہوا' جس کا واقعہ یہاں مذکور ہے ٢۔ یعنی آپ کی ہر بات مانتے ہیں' وجہ نہیں پوچھتے صدروا صدور سے بنا جس کے معنے ہیں بے سمجھے سوچ چل پڑنا ٣۔ یعنی میں نے امراء' حکام اور بادشاہوں کے خدام بھی دیکھے مگر کسی کے خدام ایسے بندہ بے دام نہ پائے مجھے تعجب ہوا کہ ان کی شان تو شاہانہ نہیں مگر فرمان شاہوں سے اعلیٰ ہیں' اس لئے تعجب سے پوچھا ٤۔ مگر آپ نے جواب نہ دیا کیونکہ سلام غلط تھا' معلوم ہوا کہ صحیح سلام کا جواب دینا واجب ہے غلط سلام کو درست کرنا ضروری ہے ہمارے ہاں بعض جہلاء بھیا سلام' ابا سلام کہتے ہیں' یا آداب عرض تسلیمات عرض ان میں سے کسی کا جواب دینا واجب نہیں' بلکہ انہیں سلام سکھانا چاہیے ٥۔ اس جملہ کے بہت سے معنے کئے گئے ہیں' ایک یہ کہ قبرستان میں جا کر مردوں کو علیک السلام کہو' مگر یہ غلط ہے کیونکہ وہاں بھی السلام علیکم کہنا سنت ہے دوسرے یہ کہ کفار عرب قبرستان جا کر مردوں کو یہ سلام کرتے تھے' تیسرے یہ کہ جب مردے آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو علیک السلام کہتے ہیں' چوتھے یہ کہ علیک السلام کہنا مردوں کے لئے مناسب ہے' زندے سلام تو السلام علیکم سے کریں اور جواب میں وعلیکم السلام بولیں واللہ اعلم' فقیر کے نزدیک تیسری توجیہ قوی ہے' ٦۔ یعنی جب ایک دوسرے سے ملو تو السلام علیک کہو یا ہم سے ملاقات کے وقت تحیت کے لئے یہ کہو درود شریف کے موقعہ پر صلوٰۃ و سلام جمع کر کے کہو رب تعالیٰ فرماتا ہے صلوا علیه وسلموا لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں ٧۔ مرقات نے فرمایا کہ یہاں تینوں صیغے متکلم کے ہیں اور الذی رسول کی صفت ہے یعنی میں وہ رسول ہوں کہ میری دعا سے اللہ تعالیٰ لوگوں کی مصیبتیں ٹالتا ہے' حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ دعائیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے ہیں' اور ہو سکتا ہے کہ تینوں صیغے مخاطب کے ہوں اور **الذی** اللہ تعالیٰ کی صفت ہو یعنی میں اس اللہ کا رسول ہوں کہ اگر تو مصیبتوں میں میرے وسیلہ سے اس سے دعائیں کرے تو پروردگار تیری آفتیں ٹال دے (مرقات) وسیلہ کی اس لئے قید لگائی کہ یہاں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اسے اپنی پہچان کرا رہے ہیں' وہ خدا کو تو پہلے ہی پہچانتا تھا' فقیر کے نزدیک پہلے معنے زیادہ مناسب ہیں کیونکہ اس میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی معرفت زیادہ ہے جو یہاں اصل مقصود ہے ٨۔ دوسرے معنے کی بنا پر اس حدیث سے ثابت یہ ہو گا کہ حضور

marfat.com

انور صلے اللہ علیہ وسلم اپنے حاضر اور غائب غلاموں کے دکھ درد سے خبردار ہیں اور انہیں دعائیں دیتے رہتے ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے عزیز علیہ ماعنتم ۹۔ اگر سب سے مراد فحش گالی ہے تب تو حدیث بالکل ظاہر ہے کہ مسلمان فحش گو نہیں ہوتا اور اگر برا کہنا مراد ہے، تو اگرچہ بعض وقت کسی کو برا کہنا جائز تو ہوتا ہے مگر اس سے بچنا بہتر ان صحابی نے اس بہتر پر عمل کیا ۱۰۔ یعنی اگر خدا تجھے تھوڑی نیکی کی بھی توفیق دے تو اسے کر گزر اور خدا کا بہت شکر کر موقع کو غنیمت جان کہ کبھی تھوڑی نیکی سے ہی نجات ہو جائے گی اور شکر کی توفیق سے آئندہ بڑی نیکیاں بھی نصیب ہو جائیں گی ۱۱۔ یہ حکم مرد کے لئے ہے کہ اسے ٹخنوں کے نیچے پاجامہ یا تہبند رکھنا بطریق تکبر حرام ہے اور بے پرواہی سے خلاف اولٰی، مگر آج کل آدھی پنڈلی تک کے پاجامے وہابیوں کی علامت ہیں، جیسے ہمیشہ سر منڈانا لہذا ٹخنوں کے اوپر رکھے، عورتوں کا تہبند یا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے چاہیے ۱۲۔ یہ انتہائی حسن اخلاق کی تعلیم ہے، کہ اگر کوئی تمہارے عیب کھولے تو تم اس کے عیب نہ کھولو کسی نے کیا مزے کا شعر کہا۔ شعر:۔

☆ اگر مردے احسن الی من اساء ☆ بدی را بدی سہل باشد جزاء ☆

مگر یہ اپنے ذاتی معاملات میں ہے، اور وہ بھی مسلمانوں کے ساتھ اگر کوئی بدنصیب اللہ کے محبوبوں کو عیب لگائے تو اس کے سارے چھپے عیب کھول دینا سنت الہیہ ہے، دیکھو ولید ابن مغیرہ نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو مجنون کہا، تو رب تعالٰی جو ستار عیوب ہے سورہ ن میں اس کے دس عیب کھولے، حتی کہ اخیر میں فرمایا عتل بعد ذلک زنیم کہ وہ حرام کا تخم ہے، لہذا یہ حدیث ان آیات کے خلاف نہیں، اپنے دشمن کو معافی دینا کمال ہے اور دین کے دشمنوں سے بدلہ لینا کمال ۱۳۔ خیال رہے کہ ذاتی معاملات میں کسی مسلمان کے عیب کھولنا سخت جرم ہے جس کا وبال بہت ہے، مگر دینی معاملات میں خود مسلمان کے عیب کھولنا عبادت ہے محدثین حدیث کے راویوں کے عیوب بیان کر جاتے ہیں غیبت یا عیب لگانے کے لئے نہیں بلکہ حدیث کا درجہ معین کرنے کے لئے کہ اس کے راویوں میں چونکہ فلاں عیب ہے، لہذا یہ حدیث ضعیف ہے، فضائل اعمال میں کام آئے گی، احکام میں کام نہ دے گی۔

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّهُمْ ذَبَحُوْا شَاةً فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا بَقِیَ مِنْهَا قَالَتْ مَا بَقِیَ مِنْهَا اِلَّا كَتِفُهَا قَالَ بَقِیَ كُلُّهَا غَیْرَ كَتِفِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَصَحَّحَهُ۔

(۱۸۲۲) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ اہل بیت نے بکری ذبح کی ۱۔ تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس میں سے کیا بچا وہ بولیں کہ کندھے کے سواء کچھ نہ بچا ۲۔ فرمایا کندھے کے سوا سب بچ گیا ۳۔ اور ترمذی نے اسے صحیح فرمایا۔

(۱۸۲۲) ۱۔ بکری ذبح کرنے والے بعض صحابہ کرام تھے یا بعض ازواج پاک، دوسرے احتمال کو محدثین نے ترجیح دی ہے، چونکہ ازواج پاک کو اہل بیت بھی کہا جاتا ہے اور یہ لفظ مذکر ہے اس لئے جمع مذکر کا صیغہ ارشاد ہوا، فرشتوں نے بی بی سارا زوجہ ابراہیم علیہما السلام سے عرض کیا تھا اتعجبین من امر اللہ رحمۃ اللہ وبرکتہ علیکم اہل البیت ۲۔ یعنی سارا گوشت خیرات کر دیا گیا صرف شانہ بچا ہے غالبًا یہ گھر کے خرچ کے لئے رکھا گیا ہوگا اور یہ بکری صدقہ کے لئے ذبح نہ کی گئی ہوگی، کہ صدقہ کا گوشت گھر کے خرچ کے لئے نہیں رکھا جاتا ۳۔ یعنی جو راہ خدا میں صدقہ دیدیا گیا وہ باقی اور لازوال ہو گیا، اور جو اپنے کھانے کے لئے رکھا گیا وہ ہضم ہو کر فنا ہو جائے گا رب تعالٰی فرماتا ہے ماعندکم ینفد وما عند اللہ باق۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ

(۱۸۲۳) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ میں

marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ كَسَا مُسْلِمًا ثَوْبًا اِلَّا كَانَ فِيْ حِفْظٍ مِّنَ اللّٰهِ مَا دَامَ عَلَيْهِ مِنْهُ خِرْقَةٌ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ۔

نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان کو کپڑا نہیں پہناتا مگر جب تک اس کے بدن پر اس کا ایک چیتھڑا بھی رہے یہ اللہ کی حفاظت میں رہتا ہے ا۔ احمد ترمذی

(۱۸۲۳) ا۔ یعنی جب تک فقیر کے جسم پر اس کپڑے کی ایک چیز باقی ہے تب تک اللہ تعالیٰ پہنانے والے کو آفات دنیاوی سے محفوظ رکھتا ہے کیونکہ صدقہ آفتوں سے بچانے میں بے مثال ہے یا مطلب یہ ہے کہ تب تک اللہ اس کی عیب پوشی فرماتا رہتا ہے حدیث شریف میں ہے کہ جو مسلمان کسی مسلمان کی ستر پوشی کرے تو اللہ اس کی عیب پوشی کرتا ہے یہ حدیث اس حدیث کی شرح ہے' یہ تو کپڑا پہنانے کا دنیاوی فائدہ ہوا' اخروی فائدہ تو ہمارے خیال سے وراء ہے اس سے معلوم ہوا کہ جس قدر صدقہ کی بقا اسی قدر اس کے فائدہ کی بقا لہذا صدقہ جاریہ بہت ہی اعلیٰ ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ يَرْفَعُهُ قَالَ ثَلٰثَةٌ يُحِبُّهُمُ اللّٰهُ رَجُلٌ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتْلُوْا كِتَابَ اللّٰهِ وَرَجُلٌ يَتَصَدَّقُ بِصَدَقَةٍ بِيَمِيْنِهٖ يُخْفِيْهَا اُرَاهُ قَالَ مِنْ شِمَالِهٖ وَرَجُلٌ كَانَ فِيْ سَرِيَّةٍ فَانْهَزَمَ اَصْحَابُهٗ فَاسْتَقْبَلَ الْعَدُوَّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ اَحَدُ رُوَاتِهٖ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ كَثِيْرُ الْغَلَطِ۔

(۱۸۲۴) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے وہ اسے مرفوع کرتے ہیں فرمایا تین شخصوں سے اللہ محبت کرتا ہے ا۔ ایک وہ جو رات کو اٹھ کر قرآن پڑھے ۲۔ دوسرا وہ جو اپنے داہنے ہاتھ سے خیرات کرے اور اسے چھپائے مجھے خیال ہے کہ فرمایا اپنے بائیں ہاتھ سے ۳۔ تیسرا وہ جو کسی لشکر میں تھا کہ اس کے ساتھی بھاگ گئے تو یہ دشمن کے مقابل رہا ۴۔ ترمذی' اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث غیر محفوظ ہے اس کے ایک راوی ابوبکر ابن عیاش ہیں جو بہت غلطیاں کرتے ہیں ۵۔

(۱۸۲۴) ا۔ خاص نوعیت کی محبت ورنہ عمومی محبت تو اللہ تعالیٰ ہر مومن سے کرتا ہے' بعض کا مقابل صحابہ کرام سے اور قسم کی محبت فرماتا ہے' اور مختلف قسم کے شخصوں سے اور اقسام کی محبت' یہ ہی حال رضائے الٰہی کا ہے' رب تعالیٰ کی محبت خاص کی یہ علامت ہے کہ اسے نیک اعمال کی توفیق بخشتا ہے' اور گناہوں سے بچاتا ہے' اللہ ہم سب کو نصیب کرے ۲۔ یا نماز تہجد میں یا ویسے ہی علاوہ نماز کے' معلوم ہوا کہ آخر رات کی تلاوت و نماز بہت اعلیٰ ہے کہ اس میں ریاء کا شائبہ نہیں اس میں وہ حفظ قرآن والے طلباء بھی شامل ہیں جو آخر شب میں قرآن پاک یاد کریں ۳۔ یہ چھپانے کے مبالغہ کے لئے ہے یعنی وہ اپنے زن و فرزند اور خاص دوستوں سے بھی' اس صدقہ کا ذکر نہیں کرتا' تاکہ ریاء کا شائبہ بھی نہ پیدا ہو جائے' خیال رہے کہ صدقہ فرض اکثر ظاہر کر کے دینا افضل ہے تاکہ فسق کی تہمت سے بچے اور صدقہ نفل اکثر چھپا کر دینا بہتر ہاں چندہ وغیرہ پر صدقہ کا اعلان تاکہ دوسروں کو بھی دینے کی رغبت ہو بہتر ہے مختلف حالات کے مختلف احکام ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے ان تبدوا الصدقت فنعما هی وان تخفوها وتؤتوها الفقراء فهو خير لكم لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں ۴۔ اپنی فوج کے بھاگ جانے پر اور خود اکیلے رہ جانے پر دشمن کے مقابل ڈٹ جانا گویا اپنی موت کو دعوت دینا ہے مگر چونکہ کلمۃ اللہ بلند کرنے کے لئے مرجانا بھی عبادت ہے اس لئے یہ غازی اللہ کا بڑا محبوب بنا اور اس پر خود کشی کا الزام نہ آیا اگر بحالت جنگ یہ حدیث ہر غازی کے سامنے رہے تو انشاء اللہ اسلامی فوج

کے قدم اکھڑ سکتے ہی نہیں مرقات نے فرمایا کہ یہ تینوں بندے مجاہد ہی ہیں اس لئے ان تینوں کے ایک ساتھ فضائل بیان کئے گئے تہجد گزار اس وقت سونے والوں کی مخالفت کرتا ہے اور نفس امارہ کا مقابلہ کہ اس وقت نفس کو نیند پیاری ہوتی ہے اور اسے اللہ کا ذکر پیارا اور سخی اپنے مال میں جہاد کرتا ہے اور اپنے نفس سے مقابلہ کہ نفس مال سے محبت کرتا ہے اور یہ خالق مال سے اور وہ ڈٹنے والا غازی تو ظاہر ظہور مجاہد ہے کہ اگر وہ غنیمت یا ناموری کے لئے گیا ہوتا تو ایسے نازک موقعہ پر میدان میں کبھی نہ ٹھہرتا ۵؎ یہ حضرت اپنے وقت کے امام تھے، مگر حافظہ کمزور تھا اس لئے ضعیف ہیں، مگر اسی مضمون کی احادیث اور اسنادوں سے بھی مروی ہیں جو اکثر صحیح ہیں جن میں سے کچھ فرق کے ساتھ ایک آگے بھی آرہی ہے، لہٰذا متن حدیث ضعیف نہیں (اشعہ و مرقات)۔

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَۃٌ یُحِبُّھُمُ اللّٰہُ وَ ثَلٰثَۃٌ یُبْغِضُھُمُ اللّٰہُ فَاَمَّا الَّذِیْنَ یُحِبُّھُمُ اللّٰہُ فَرَجُلٌ اَتٰی قَوْمًا فَسَاَلَھُمْ بِاللّٰہِ وَلَمْ یَسْاَلْھُمْ لِقَرَابَۃٍ بَیْنَہٗ وَ بَیْنَھُمْ فَمَنَعُوْہُ فَتَخَلَّفَ رَجُلٌ بِاَعْیَانِھِمْ فَاَعْطَاہُ سِرًّا لَا یَعْلَمُ بِعَطِیَّتِہٖ اِلَّا اللّٰہُ وَالَّذِیْ اَعْطَاہُ وَ قَوْمٌ سَارُوْا لَیْلَتَھُمْ حَتّٰی اِذَا کَانَ النَّوْمُ اَحَبَّ اِلَیْھِمْ مِمَّا یُعْدَلُ بِہٖ فَوَضَعُوْا رُءُوْسَھُمْ فَقَامَ یَتَمَلَّقُنِیْ وَیَتْلُوْ اٰیَاتِیْ وَرَجُلٌ کَانَ فِیْ سَرِیَّۃٍ فَلَقِیَ الْعَدُوَّ فَھُزِمُوْا فَاَقْبَلَ بِصَدْرِہٖ حَتّٰی یُقْتَلَ اَوْ یُفْتَحَ لَہٗ وَالثَّلٰثَۃُ الَّذِیْنَ یُبْغِضُھُمُ اللّٰہُ اَلشَّیْخُ الزَّانِیْ وَالْفَقِیْرُ الْمُخْتَالُ وَالْغَنِیُّ الظَّلُوْمُ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ۔

(۱۸۲۵) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی تین شخصوں سے محبت کرتا ہے اور تین سے سخت ناراض ہے ۱؎ جن سے محبت کرتا ہے، ایک تو وہ شخص ہے جو کسی قوم کے پاس پہنچا ۲؎ ان سے اللہ کے نام پر کچھ مانگا اپنی آپس کی قرابت کی وجہ سے نہ مانگا ۳؎ لوگوں نے اسے منع کردیا تو ان ہی میں سے ایک شخص پیچھے ہٹا اسے چھپ کر کچھ دے دیا جس کا عطیہ اللہ کے سواء اور اس دینے والے کے سواء کوئی نہیں جانتا ۴؎ اور ایک وہ قوم جو رات بھر چلتی رہی حتی کہ جب انہیں نیند ہر ماسواء سے پیاری ہوگئی تو سر رکھ کر سوگئے تو یہ کھڑے ہو کر میری خوشامد کرنے لگا اور میری آیات تلاوت کیں ۵؎ اور وہ شخص جو کسی لشکر میں تھا دشمن سے جنگ کی لوگ بھاگ پڑے تو یہ اپنا سینہ تان کر کھڑا ہوگیا حتی کہ قتل کردیا گیا یا اس کی وجہ سے فتح ہوگئی ۶؎ اور وہ تین جن سے اللہ سخت ناراض ہے ایک بوڑھا زانی ۷؎ متکبر فقیر اور ظالم غنی ۸؎ (ترمذی، نسائی)

(۱۸۲۵) ۱؎ ان سے محبت کرنے کے معنے پہلے مذکور ہوگئے کہ خصوصی محبت مراد ہے، ناراضی سے بھی خصوصی ناراضی مراد ہے ورنہ رب تعالٰی تمام کفار اور فساق سے ناراض ہے لہٰذا حدیث واضح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں ۲؎ یہ پہنچنے والا اور مانگنے والا خدا کا محبوب نہیں محبوب تو وہ دینے والا ہے جس کا ذکر آگے آرہا ہے اس کے صدقہ کی اہمیت دکھانے کے لئے یہ پورا واقعہ بیان فرمایا (از لمعات) ۳؎ اگرچہ قرابت دار فقیر کو دینے میں دگنا ثواب ہے مگر یہاں اس سخی کا اس اجنبی فقیر کو خیرات دینا بہت ہی کامل ہوا کیونکہ یہاں سواء رضائے الٰہی کے اور کوئی چیز فقیر کی ممنونیت وغیرہ ملحوظ نہ تھی، لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ قرابت داروں کو خیرات دینا افضل ہے ۴؎ اعطاہ میں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ اس سے لینے والا فقیر مراد ہو، دوسرے یہ کہ اس سے دینے والا سخی مراد ہو، دوسرے معنے زیادہ ظاہر ہیں، مطلب یہ ہے کہ اس سخی نے اپنا منہ چھپا کر یا اندھیرے میں اس طرح دیا کہ فقیر کو بھی پتہ نہ چلا کہ

marfat.com

کون دے گیا' چونکہ اس شخص نے صدقہ بھی دیا' اس قوم کی مخالفت بھی کی' اور فقیر کی ٹوٹی آس بھی پوری کی اس لئے یہ خدا کا زیادہ پیارا ہوا' ۵۔ عرب میں عمومًا رات میں سفر ہوتا ہے' اور تھکن اتارنے کے لئے مسافر آخر رات میں آرام کر لیتے ہیں' چونکہ اس تہجد خواں نے تین بہادریاں کیں اس لئے یہ خدا تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہوا' ایسی حالت میں نیند پر عبادت کو ترجیح دینا' سب کو سوتا دیکھ کر بھی نہ سونا عابدوں میں عبادت آسان ہے' غافلوں میں مشکل اور تہجد کی نماز' تملق ملق سے بنا۔ بمعنی دوستی و نرمی' ناجائز نرمی کا نام چاپلوسی ہے' اور جائز نرمی کا نام خوشامد نیاز مندی وغیرہ' یہاں دوسرے معنے میں ہے' صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ خوشامد اصل عرفان اور بندے و رب تعالیٰ کے درمیان خاص تعلق کا باعث یہ حال قال سے وراء ہے ۵۔ اس طرح کہ اس اکیلے کی جرات ہمت دیکھ کر بھاگنے والوں میں دلیری پیدا ہوئی پلٹ پڑے اور جم کر لڑے جیسا کہ غزوہ حنین میں ہوا کہ اس دن سارے غازیوں کے قدم اکھڑ گئے تھے' سید الانجبین صلے اللہ علیہ وسلم میدان میں جمے رہے' پھر وہی صحابہ پلٹ پڑے' جم کر لڑے' اور میدان جیت لیا' رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۶۔ ظاہر یہ ہے' کہ شیخ ۔ بمعنی بوڑھا ہے نہ کہ شادی شدہ جوان' چونکہ بڑھاپے میں موت قریب نظر آتی ہے' شہوانی قوتیں کمزور ہو جاتی ہیں' بوڑھا بہت تکلف ہی سے صحبت کر سکتا ہے' اس لئے اس کا زنا انتہائی خباثت کی دلیل ہے' کہ اسے نہ موت کا خوف' نہ اللہ رسول کی شرم ۷۔ اگرچہ ہر تکبر برا ہے' مگر فقیر کا تکبر زیادہ برا' کہ اس کے پاس اس کے اسباب نہیں ہیں محض شیطان کے دھوکے سے اپنے کو بڑا جانتا ہے' خیال رہے کہ تکبر استغناء اور تعفف میں بڑا فرق ہے' اور مسلمانوں کو اپنے سے حقیر جاننا' تکبر ہے اور اپنے کو ان سے بے نیاز سمجھنا صرف اللہ رسول ہی کا محتاج جاننا بہت اعلیٰ وصف ہے اسی کو استغناء وغیرہ کہتے ہیں' اس کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یوں بیان فرمایا ہے **شعر:۔**

☆ تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں ☆ کون نظروں میں جچے دیکھ کے تلوا تیرا ☆

ع کیوں نہ وہ بے نیاز ہو تجھ سے جسے نیاز ہو:۔ مرقات نے فرمایا کہ کفار اور متکبروں کے مقابلے میں تکبر کرنا عبادت ہے' اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ حضرت بشیر ابن حارث نے امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا' عرض کیا مجھے کچھ نصیحت کیجئے' فرمایا کہ امیروں کا فقیروں پر مہربانی کرنا بہت اچھا ہے مگر فقیروں کا خدا پر توکل کر کے امیروں سے تکبر کرنا اس سے بھی اچھا اس فقیر متکبر میں وہ جاہل بھی داخل ہیں جو علماء کو حقیر سمجھیں کہ وہ علم کے فقیر ہیں ۸۔ اپنے نفس پر ظالم کہ نعمتوں کا شکر نہیں کرتا اور مخلوق پر ظالم کہ انہیں بجائے نفع پہنچانے کے ستاتا ہے' چونکہ ان لوگوں کے جرم سخت ہیں لہذا اللہ تعالیٰ ان سے سخت ناراض۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْاَرْضَ جَعَلَتْ تَمِيْدُ فَخَلَقَ الْجِبَالَ فَقَالَ بِهَا عَلَيْهَا فَاسْتَقَرَّتْ فَعَجِبَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ شِدَّةِ الْجِبَالِ فَقَالُوْا يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ اَشَدُّ مِنَ الْجِبَالِ قَالَ نَعَمْ اَلْحَدِيْدُ فَقَالُوْا يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ اَشَدُّ مِنَ الْحَدِيْدِ قَالَ نَعَمْ اَلنَّارُ

(۱۸۲۶) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب اللہ نے زمین کو پیدا کیا تو زمین ہلنے لگی ۱۔ تو پہاڑوں کو پیدا فرمایا تو انہیں زمین میں گاڑ دیا تو زمین ٹھہر گئی ۲۔ تو فرشتوں نے پہاڑوں کی مضبوطی پر تعجب کیا بولے الٰہی کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز پہاڑوں سے بھی زیادہ سخت ہے ۳۔ فرمایا ہاں لوہا ہے ۴۔ عرض کیا یا الٰہی کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز لوہے سے بھی زیادہ سخت ہے فرمایا ہاں آگ ہے ۵۔ عرض کیا مولے کیا

marfat.com

فَقَالُوْا یَا رَبِّ ھَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَیْءٌ اَشَدُّ مِنَ النَّارِ قَالَ نَعَمْ اَلْمَآءُ فَقَالُوْا یَا رَبِّ ھَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَیْءٌ اَشَدُّ مِنَ الْمَآءِ قَالَ نَعَمْ اَلرِّیْحُ فَقَالُوْا یَا رَبِّ ھَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَیْءٌ اَشَدُّ مِنَ الرِّیْحِ قَالَ نَعَمْ اِبْنُ اٰدَمَ تَصَدَّقَ صَدَقَةً بِیَمِیْنِهٖ یُخْفِیْهَا مِنْ شِمَالِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ وَذُكِرَ حَدِیْثُ مُعَاذٍ اَلصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِیْئَةَ فِیْ كِتَابِ الْاِیْمَانِ۔

تیری مخلوق میں کوئی چیز آگ سے بھی زیادہ سخت ہے فرمایا ہاں پانی ہے ۶۔ بولے یا الٰہ العالمین کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز پانی سے بھی زیادہ سخت ہے فرمایا ہاں ہوا ہے ۷۔ بولے اے پروردگار کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز ہوا سے بھی زیادہ سخت ہے فرمایا ہاں وہ انسان جو داہنے ہاتھ سے خیرات کرے جسے بائیں ہاتھ سے چھپالے ۸۔ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور حضرت معاذ کی یہ حدیث کہ صدقہ خطائیں مٹا دیتا ہے کتاب الایمان میں ذکر ہو چکی۔

(۱۸۲۶) ۱۔ جیسے ہلکی کشتی و جہاز پانی پر ہلتا ہے اسی طرح زمین ہلتی تھی فرشتوں نے گمان کیا کہ اس سے لوگ نفع نہ اٹھا سکیں گے ۲۔ مرقات نے فرمایا کہ پہلے ابو قبیس پہاڑ پیدا ہوا پھر دوسرے پہاڑ، ان پہاڑوں سے زمین ایسی ٹھہر گئی جیسے جہاز میں وزن لادو دینے سے دریا پر ٹھہر جاتا ہے جنبش نہیں کرتا، قال قول سے بنا۔ بمعنی گاڑ دینا، پہاڑ زمین میں ایسے گڑھے ہیں جیسے زمین میں مضبوط درخت کہ پہاڑوں کی جڑیں دور تک پھیلی ہوتی ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے والقٰی فی الارض رواسی ان تمید بکم بعض شراح نے فرمایا کہ یہاں قال کہنے ہی کے معنے میں ہے یعنی پہاڑ پیدا فرما کر زمین سے فرمایا ٹھہر گئی، یعنی زمین کا ٹھہرنا کن فرمانے سے ہے پہاڑ محض سبب ہیں، مگر پہلے معنے زیادہ قوی ہیں، جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے ۳۔ فرشتوں کو حیرت یہ ہوئی کہ پہاڑوں نے اتنی بڑی زمین کو اس طرح دبوچ لیا کہ اسے ہلنے نہیں دیتے، تو ان سے سخت تر مخلوق کون سی ہوگی، خیال رہے کہ پہاڑ زمین سے زیادہ وزنی نہیں، مگر جیسے جہاز کا سامان جہاز کے وزن سے کہیں ہلکا ہوتا ہے مگر جہاز کو ہلنے نہیں دیتا، اسی طرح پہاڑ کا معاملہ ہے ۴۔ کیونکہ لوہا پہاڑ کو توڑ دیتا ہے پہاڑ لوہے کو نہیں توڑتا ۵۔ کہ آگ لوہے کو پگھلا دیتی ہے، بلکہ زیادہ تیز ہو تو لوہے کو گلا کر پانی بنا دیتی ہے ۶۔ کہ پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، اگرچہ آگ پانی کو گرم بھی کر دیتی ہے اور جلا بھی دیتی ہے مگر کسی برتن کی مدد سے جبکہ پانی اس میں بند ہو، اگر آڑ ہٹا دی جائے تو پانی ہی آگ کو بجھاتا ہے، لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں پانی قید میں رہ کر جلتا ہے ۷۔ کیونکہ ہوا پانی سے لدے بادلوں کو اڑا کے پھرتی ہے اور سمندر میں تلاطم پیدا کر دیتی ہے جس سے وہاں طوفان برپا ہو جاتا ہے ۸۔ کیونکہ ایسا سخی اس سرکش نفس کو تابعدار کر لیتا ہے جو پہاڑ سے زیادہ سخت سمندر و ہوا سے زیادہ طوفانی ہے نفس اولاً تو بخل سکھاتا ہے جب سخاوت کی جائے تو دکھلاوے کو پسند کرتا ہے، یہ خفیہ سخاوت کرنے والا نفس کی دونوں خواہشوں کو کچل دیتا ہے اور نفس کی آگ کو بجھا دیتا ہے لہٰذا بڑا بہادر ہے، نیز خفیہ صدقہ سے غضب الٰہی کی آگ بجھتی ہے رضائے الٰہی حاصل ہوتی ہے، یہ نعمتیں پہاڑ، لوہے، آگ، پانی، ہوا سے حاصل نہیں ہو سکتیں، لہٰذا یہ صدقہ ان سب سے بہتر صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ سخاوت مال سے سخاوت حال افضل ہے اور سخاوت حال سے سخاوت کمال بہتر کہ سخاوت مال میں فقیر کی اسی زندگی کے دو ایک دن سنبھل جاتے ہیں، مگر حال و کمال کی سخاوت سے ہم جیسے مسکینوں کے دونوں جہان درست ہو جاتے ہیں، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے تاقیامت لوگوں کے دین و دنیا سنبھال دیئے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بڑے داتا ہیں، جیسے زمین پہاڑوں سے ٹھہری، ایسے ہی ہمارے دل کسی کی نگاہ کرم سے ٹھہر سکتے ہیں ورنہ دل کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔

marfat.com

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ
تیسری فصل

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ یُنْفِقُ مِنْ کُلِّ مَالٍ لَہٗ زَوْجَیْنِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اِلَّا اسْتَقْبَلَتْہُ حَجَبَۃُ الْجَنَّۃِ کُلُّہُمْ یَدْعُوْہُ اِلٰی مَا عِنْدَہٗ قُلْتُ وَکَیْفَ ذٰلِکَ قَالَ اِنْ کَانَتْ اِبِلًا فَبَعِیْرَیْنِ وَاِنْ کَانَتْ بَقَرَۃً فَبَقَرَتَیْنِ رَوَاہُ النَّسَائِیُّ۔

(۱۸۲۷) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی مسلمان اپنے ہر مال سے جوڑا اللہ کی راہ میں خیرات نہیں کرتا۱ مگر جنت کے دربان اس کا استقبال کریں گے ان میں سے ہر ایک اس کی طرف بلائے گا جو اس کے پاس ہے ۲۔ میں نے عرض کیا یہ کیسے کرے فرمایا اگر اونٹ ہوں تو دو اونٹ دے اور اگر گائیں ہوں تو دو گائے دے ۳۔ (نسائی)

(۱۸۲۷) ۱۔ بعض لوگ فقیر کو کپڑوں کا جوڑا اور جوتا بھی دیتے ہیں نیز روپیہ پیسہ خیرات کرتے ہیں' تو کم از کم دو' ان کا ماخذ یہ حدیث ہے' حدیث بالکل ظاہر پر ہے' اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں ۲۔ یعنی جنت کے ہر دروازہ پر اس کی پکار پڑے گی کہ ادھر سے آؤ' یہ اظہار عزت کے لئے ہوگا یہ لوگ حضرت ابوبکر صدیق کی فوج ہوں گے وہ اس جماعت کے سردار اعلیٰ رضی اللہ عنہ یوم ندعوا کل اناس بامامھم ۳۔ اس شرح نے بتادیا کہ حدیث میں ایک جنس کی دو نوعیتیں مراد نہیں' یعنی روٹی و پانی' جوتا و ٹوپی بلکہ ایک نوع کی دو فردیں مراد ہیں یعنی پیسہ خیرات کرو تو دو روپے ہوں' کپڑے ہوں تو دو۔

وَعَنْ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ حَدَّثَنِیْ بَعْضُ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ ظِلَّ الْمُؤْمِنِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ صَدَقَتُہٗ رَوَاہُ اَحْمَدُ۔

(۱۸۲۸) روایت ہے حضرت مرثد ابن عبداللہ سے ۱۔ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا قیامت کے دن مسلمان کا سایہ اس کا صدقہ ہوگا ۲۔ (احمد)

(۱۸۲۸) ۱۔ آپ کی کنیت ابوالخیر ہے' قبیلہ مزینہ سے ہیں' مصر کے رہنے والے تابعین میں سے ہیں' اپنے زمانہ کے مفتی اعظم تھے' حتی کہ حضرت عمر ابن عبدالعزیز آپ سے فتویٰ لیتے تھے' حضرت ابن عمر' ابوایوب عقبہ ابن عامر صحابہ سے ملاقات ہے۔ ۲۔ یعنی مومن کے صدقہ و خیرات خصوصاً فی سبیل اللہ مسافر خانے' مسجدیں بنانا' اور باغات لگانا وغیرہ کل قیامت میں درخت سایہ دار کی شکل میں نمودار ہوں گے جن کے سایہ میں سخی ہوگا' اور قیامت کی گرمی سے محفوظ رہے گا کیونکہ دنیا میں غرباء' فقراء کو اس نے سایہ کرم میں رکھا تھا' حدیث بالکل ظاہری معنے پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں وہاں مال بلکہ اعمال کی مختلف شکلیں ہوں گی' بخیل کا مال گنجے سانپ کی شکل میں' سخی کا مال درخت سایہ دار کی صورت میں نمودار ہوگا' آج دنیا میں ہم خواب میں ان چیزوں کو مختلف صورتوں میں دیکھتے ہیں' بادشاہ مصر نے قحط کے سال' خشک بال اور دبلی گایوں کی شکل میں دیکھے تھے' (قرآن کریم۔)

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ وَسَّعَ عَلٰی عِیَالِہٖ فِی النَّفَقَۃِ

(۱۸۲۹) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو دسویں محرم اپنے بچوں کے

marfat.com

يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ سَائِرَ سَنَتِهٖ قَالَ سُفْيَانُ اِنَّا قَدْ جَرَّبْنَاهُ فَوَجَدْنَاهُ كَذَالِكَ رَوَاهُ رَزِيْنٌ وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ عَنْهُ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبِيْ سَعِيْدٍ وَجَابِرٍ وَضَعَّفَهٗ۔

خرچ میں فراخی کرے گا' تو اللہ تعالٰی سارا سال اس کو فراخی دے گا ا۔ سفیان فرماتے ہیں کہ ہم نے اس حدیث کا تجربہ کیا تو ایسے ہی پایا ۲۔ رزین اور بیہقی نے شعب الایمان میں انہی ابن مسعود اور ابوہریرہ اور ابوسعید و جابر سے روایت کیا اور اسے ضعیف فرمایا ۳۔

(۱۸۲۹) ا۔ یعنی محرم کی دسویں تاریخ کو اپنے بال بچوں' نوکر خادموں' فقراء' مساکین کے لئے مختلف قسم کے کھانے تیار کرے تو انشاء اللہ تعالٰی سال بھر تک ان کھانوں میں برکت ہوگی' مسلمان عاشورہ کے دن حلیم پکاتے ہیں' اس کا ماخذ یہ حدیث ہے' کیونکہ حلیم میں ہر کھانا ہوتا ہے' گندم' گوشت اور دالیں' چاول وغیرہ' تو انشاء اللہ حلیم پکانے والے کے گھر ان تمام کھانوں میں برکت ہوگی' ۲۔ یعنی سفیان فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ہمارے اور ہمارے ساتھیوں کے تجربہ میں آئی ہے' واقعی اس عمل سے برکت ہوتی ہے' لہذا یہ حدیث قوی ہے' خیال رہے کہ تجربہ سے بھی حدیث کو تقویت پہنچتی ہے' اس لئے محدثین حدیث کی توثیق کے لئے کبھی اپنے تجربہ کا ذکر کردیتے ہیں' یہاں بھی ایسا ہی ہے' اس کی بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھئے' خیال رہے کہ عاشورہ کے دن خود روزہ رکھو اور بچوں کو فقراء کو خوب کھلاؤ پلاؤ' لہذا یہ حدیث عاشورہ کے روزہ کے خلاف نہیں ۳۔ بیہقی نے اسی جگہ فرمایا کہ یہ حدیث بہت سی اسنادوں سے مروی ہے' جو سب ضعیف ہیں' مگر چند ضعیف اسنادیں مل کر حدیث کو قوی کردیتی ہیں' لہذا یہ حدیث حسن لغیرہ ہے (اشعہ) امام عراقی نے فرمایا کہ اس حدیث کی بعض اسنادیں صحیح بھی ہیں امام مسلم کی شرط پر ہیں' لہذا متن حدیث صحیح ہے (مرقاۃ) اگر حدیث ضعیف بھی ہو تو فضائل اعمال میں قبول ہے' عاشورہ کے دن اور بہت سے اعمال کرنا چاہئیں' جیسے غسل کرنا' سرمہ لگانا روزہ رکھنا وغیرہ' ان کی تفصیل ہماری کتاب اسلامی زندگی میں ملاحظہ کرو۔

وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ اَبُوْذَرٍّ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ الصَّدَقَةَ مَاذَا هِيَ قَالَ اَضْعَافٌ مُضَاعَفَةٌ وَعِنْدَ اللّٰهِ الْمَزِيْدُ رَوَاهُ اَحْمَدُ۔

(۱۸۳۰) روایت ہے حضرت ابو امامہ سے فرماتے ہیں عرض کیا ابوذر نے یا نبی اللہ فرمائیے تو صدقہ کا درجہ کیا ہے فرمایا وہ چند در چند (دونادون) ہے اور اللہ کے ہاں زیادتی علاوہ ہے ا۔

(۱۸۳۰) ا۔ اس جملہ کے دو مطلب ہوسکتے ہیں' ایک یہ کہ صدقہ کی برکتیں دنیا میں تو چند در چند ہیں' اور کل قیامت میں جو زیادتیاں ہوں گی وہ ہمارے حساب سے وراء ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے يمحق الله الربٰو ويربى الصدقت تجربہ بھی ہے کہ صدقہ سے مال بہت بڑھتا ہے دوسرے یہ کہ قیامت میں صدقہ کا ثواب دس سے سات سو گنا تک ہے' اور جو زیادتیاں رب عطا فرمائے گا' وہ حساب سے زیادہ ہیں' رب تعالٰی فرماتا ہے والله يضعف لمن يشاء

بَابُ اَفْضَلِ الصَّدَقَةِ

باب بہترین صدقہ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

ا۔ یوں تو ہر صدقہ بہر حال اچھا ہے' مگر کبھی بعض عارضی حالات میں بہت اچھا ہو جاتا ہے خواہ خیرات دینے والے کی ہو یا لینے

والے کی ہو یا مال کی جیسے تندرستی کی خیرات مرتے وقت کی خیرات سے بہتر ہے یوں ہی متقی پرہیزگار عیالدار کو خیرات دینا فاسق کو دینے سے بہتر' اسی طرح جس چیز کی اس وقت تنگی ہو اس کا صدقہ افضل ہے جہاں پانی کی تنگی ہو وہاں کنواں کھدوانا بہت باعث ثواب ہے اس باب میں ان تمام حالات کا ذکر ہوگا جن سے صدقہ بہت بہتر ہو جاتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَحَکِیْمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَاقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْرُ الصَّدَقَةِ مَا کَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًی وَّابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ عَنْ حَکِیْمٍ وَحْدَهٗ؂

(۱۸۳۱) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ اور حکیم ابن حزام سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہترین صدقہ وہ ہے جو قوت غنا سے ہو ا۔ اور ان سے ابتداء کرو جن کی تم پرورش کرتے ہو ۲۔ بخاری اور مسلم نے صرف حکیم سے روایت کی۔

(۱۸۳۱) ا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں لفظ ظہر زائد ہے جس کے کوئی معنے نہیں' مگر حق یہ ہے کہ زائد نہیں بلکہ بمعنی قوت و غلبہ ہے یعنی صدقہ بہتر وہ ہے کہ صدقہ دینے والا صدقہ دے کر خود بھی خوب غنی رہے یا تو مال کا غنی رہے یعنی سب خیرات نہ کردے کہ کل کو خود اور اس کے بال بچے بھیک مانگتے پھریں' غرض کہ صدقہ دے کر خود فقیر بھکاری نہ بن جاؤ یا دل کا غنی کہ سب کچھ دے کر بھی لوگوں سے بے نیاز رہے' جیسے حضرت ابوبکر صدیق نے سب کچھ راہ خدا میں دیدیا کہ گھر میں کچھ نہ رکھا لہٰذا یہ حدیث صدیق اکبر کے اس عمل کے خلاف نہیں' خلاصہ یہ ہے کہ عوام مسلمین اصلی ضرورت سے زیادہ مال خیرات کریں رب تعالٰی فرماتا ہے ویسئلونک ماذا ینفقون ط قل العفو عفو سے مراد ضرورت سے بچا مال اور خاص متوکلین کل مال بھی لٹا سکتے ہیں' یہ حدیث دونوں کو شامل ہے ۲۔ یعنی اپنا مال پہلے اپنے پر پھر اپنے بال بچوں پر پھر غریب قرابت والوں پر پھر دوسروں پر خرچ کرو چونکہ مومن کو ان سب خرچوں میں صدقہ کا ثواب ملتا ہے' اسی لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان خرچوں کو صدقہ میں شامل فرمایا' سبحان اللہ کیسی پیاری ترتیب ہے اور کیسی نفیس تعلیم' اہل قرابت کو صدقہ دینے میں صدقہ کا بھی ثواب ہے اور قرابت ادا کرنے کا بھی' جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْفَقَ مُسْلِمٌ نَفَقَةً عَلٰی اَهْلِهٖ وَهُوَ یَحْتَسِبُهَا کَانَتْ لَهٗ صَدَقَةً مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

(۱۸۳۲) روایت ہے حضرت ابو مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب مسلمان اپنے گھر والوں پر ثواب کی طلب میں خرچ کرتا ہے تو یہ اس کے لئے صدقہ ہوتا ہے ا۔ (مسلم بخاری)

(۱۸۳۲) ا۔ گھر والوں سے مراد بیوی بچے اور سارے عزیز ہیں' ان کی ترتیب کتب فقہ میں دیکھو' اور طلب اجر سے مراد یہ ہے کہ ان سب پر خرچ کرے' سنت جناب مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر' صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ سنت کی نیت سے تو خود اپنا کھانا' سونا' ہنسنا رونا بلکہ جینا مرنا عبادت ہے' اللہ تعالٰی نیت خیر نصیب کرے' دنیا کو دکھانے اور اپنی ناموری کے لئے تو نماز پڑھنا بھی عبادت نہیں چہ جائیکہ یہ خرچ' لہٰذا بیاہ شادیوں میں جو مختلف رسوم کے ماتحت اہل قرابت کو یا کمیوں کو نیگ دستور یا حقوق دیئے جاتے ہیں ثواب نہیں کہ وہ اللہ کے لئے نہیں اپنے نام کے لئے ہیں' اس سید الفصحاء صلے اللہ علیہ وسلم نے طلب ثواب کی قید

marfat.com

لگائی ' اللہ تعالٰی نیت خیر و اخلاص نصیب کرے ' آمین۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دِیْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَدِیْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ فِیْ رَقَبَةٍ وَدِیْنَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهٖ عَلٰى مِسْكِیْنٍ وَدِیْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ عَلٰى اَهْلِكَ اَعْظَمُهَا اَجْرًا اَلَّذِیْ اَنْفَقْتَهٗ عَلٰى اَهْلِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

(۱۸۳۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اشرفی تو اللہ کی راہ میں خرچ کرے ا۔ اور جو اشرفی تو گردن آزاد کرنے میں خرچ کردے ۲۔ اور جو اشرفی تو کسی مسکین پر صدقہ کرے اور جو اشرفی تو اپنے گھر والوں پر خرچ کرے ان سب میں زیادہ ثواب اس کا ہے جو تو اپنے گھر والوں پر خرچ کرے ۳۔ (مسلم)

(۱۸۳۳) ا۔ یہاں اللہ کی راہ سے مراد حج و جہاد وغیرہ وہ مقامات ہیں جہاں کسی بندے کی رضا قطعاً مقصود نہ ہو ۲۔ اس میں مکاتب کی امداد غلام کی آزادی ' مقروض کو قرض سے آزاد کرانا کسی مصیبت میں پھنسے ہوئے کو اس مصیبت سے نکالنا سب ہی داخل ہیں ' نہایت جامع کلمہ ہے ۳۔ گھر والوں پر خرچ ان سب خیراتوں سے یا تو اس لئے بہتر ہے کہ وہ خیراتیں نفل تھیں اور یہ خرچ فرض ہے ' اکثر فرض نفل سے بہتر ہوتا ہے یا اس لئے کہ اس خرچ دینے میں صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی اہل قرابت کے حق کی ادائیگی اور دو نیکیاں ایک نیکی سے افضل ہیں اسی لئے بعض لوگ گیارھویں شریف وغیرہ کی شیرینی اکثر سیدوں کو دیتے ہیں کہ یہ حضرات اولاد رسول ہیں ' اس میں خیرات بھی اور اولاد رسول کے حق کی ادائیگی بھی ' ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ دِیْنَارٍ یُنْفِقُهُ الرَّجُلُ دِیْنَارٌ یُنْفِقُهٗ عَلٰى عِیَالِهٖ وَدِیْنَارٌ یُنْفِقُهٗ عَلٰى دَآبَّتِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَدِیْنَارٌ یُنْفِقُهٗ عَلٰى اَصْحَابِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

(۱۸۳۴) روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بہترین اشرفی جو آدمی خرچ کرتا ہے وہ وہ اشرفی ہے جسے اپنے بال بچوں پر خرچ کرے اور وہ اشرفی ہے جسے اپنے اللہ واسطے کے گھوڑے پر خرچ کرے ا۔ اور وہ اشرفی ہے جسے اللہ کی راہ میں اپنے دوستوں پر خرچ کرے ۲۔ (مسلم)

(۱۸۳۴) ا۔ یہ ترجمہ بہت مناسب ہے ' فی سبیل اللہ گھوڑے کی صفت ہے ' خرچ کے متعلق نہیں یعنی جو گھوڑا جہاد کے لئے پالا ہو ' اس پر خرچ کرنا بہتر ہے اور جو گھوڑا اپنی سواری وغیرہ کے لئے ہو وہ عیال میں داخل ہے یعنی بال بچے وغیرہ جن کی پرورش ہم پر لازم ہے ۲۔ ظاہر یہ ہے کہ یہاں دوستوں سے مراد سفر جہاد یا سفر حج کے ساتھی ہیں ان پر خرچ کرنا دوہرا ثواب ہے ساتھی سے سلوک اور حاجی یا غازی کی امداد ' خیال رہے کہ اس حدیث سے یہ تو معلوم ہوا کہ یہ تین خرچ دوسرے خرچوں سے افضل ہیں ' مگر ان تین میں سے کون دوسرے سے افضل ہے ' یہ پتہ نہ لگا کیونکہ واؤ جمع کے لئے آتا ہے ترتیب نہیں چاہتا ' لہذا ان میں سے ایک دوسرے کی افضیلت موقعہ و محل کے لحاظ سے ہوگی ' اگر جہاد کی سخت ضرورت آپڑی ہے تو غازیوں پر خرچ افضل اور گھر والے بہت ہی ضرورت مند ہوں تو ان پر خرچ بہتر۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلِیْ اَجْرٌ اَنْ اُنْفِقَ عَلٰى بَنِیْ اَبِیْ سَلَمَةَ اِنَّمَا هُوَ

(۱۸۳۵) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے ا۔ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ اگر میں ابوسلمہ کے بچوں پر جو گویا میرے ہی

marfat.com

بَنِيَّ فَقَالَ اُنْفِقِيْ عَلَيْهِمْ فَلَكِ اَجْرُ مَا اَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

بچے ہیں خرچ کروں تو کیا مجھے ثواب ملے گا فرمایا ان پر خرچ کرو تمہیں ان پر خرچ کا ثواب ہے ۲؎۔(مسلم بخاری)

(۱۸۳۵) ا؎ ام سلمہ کے پہلے خاوند کا نام عبداللہ ابن عبدالاسد تھا کنیت ابو سلمہ، ان کی وفات کے بعد آپ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجیت سے مشرف ہوئیں، ابو سلمہ کی کچھ اولاد دوسری بیوی سے تھی جو ام سلمہ کی سوتیلی اولاد تھی، عمر، زینت اور کچھ اولاد خود ام سلمہ کے بطن سے تھی یعنی سلمہ کی حقیقی اولاد محمد، درہ، یہاں سوال سوتیلی اولاد کے متعلق ہے، ورنہ آپ بنی ابی سلمہ نہ فرماتیں لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں ۲؎ کیونکہ وہ یتیم بھی ہیں اور تمہارے عزیز ترین بھی، ان پر خرچ کرنا یتیم کو پالنا بھی ہے، اور عزیز کا حق ادا کرنا بھی، اپنے فوت شدہ خاوند کی روح کو خوش کرنا بھی۔

وَعَنْ زَيْنَبَ امْرَاَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقْنَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ قَالَتْ فَرَجَعْتُ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ فَقُلْتُ اِنَّكَ رَجُلٌ خَفِيْفُ ذَاتِ الْيَدِ وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ فَاْتِهِ فَاسْاَلْهُ فَاِنْ كَانَ ذٰلِكَ يُجْزِئُ عَنِّيْ وَاِلَّا صَرَفْتُهَا اِلٰى غَيْرِكُمْ قَالَتْ فَقَالَ لِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بَلِ ائْتِيْهِ اَنْتِ قَالَتْ فَانْطَلَقْتُ فَاِذَا امْرَاَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ بِبَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجَتِيْ حَاجَتُهَا قَالَتْ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اُلْقِيَتْ عَلَيْهِ الْمَهَابَةُ فَقَالَتْ فَخَرَجَ عَلَيْنَا بِلَالٌ فَقُلْنَا لَهُ ائْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبِرْهُ اَنَّ امْرَاَتَيْنِ بِالْبَابِ تَسْاَلَانِكَ اَتُجْزِئُ الصَّدَقَةُ عَنْهُمَا عَلٰى اَزْوَاجِهِمَا وَعَلٰى اَيْتَامٍ فِيْ حُجُوْرِهِمَا وَلَا تُخْبِرْهُ مَنْ نَحْنُ قَالَتْ فَدَخَلَ بِلَالٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهُ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ هُمَا قَالَ امْرَاَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ وَزَيْنَبُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الزَّيَانِبِ قَالَ امْرَاَةُ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُمَا اَجْرَانِ

(۱۸۳۶) روایت ہے حضرت زینب زوجہ عبداللہ ابن مسعود سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اے عورتوں کی جماعت صدقہ کرو اگرچہ اپنے زیور سے ہی ہو ا؎ فرماتی ہیں عبداللہ کی طرف لوٹی ہوئی بولی کہ تم کچھ مسکین و تنگدست ہو اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو صدقہ کا حکم دیا ہے تم وہاں حاضر ہو کر پوچھ آؤ اگر تم کو میرا صدقہ کرنا درست ہو تو خیر ۲؎ ورنہ میں آپ لوگوں کے سواء کسی اور جگہ خرچ کروں ۳؎ فرماتی ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بولے کہ تم ہی وہاں جاؤ ۴؎ میں چلی تو حضور کے دروازہ پاک پر ایک اور انصاری بی بی بھی تھیں جنہیں میرے جیسا ہی کام تھا ۵؎ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر قدرتی ہیبت دی گئی تھی ۶؎ فرماتی ہیں کہ ہمارے پاس حضرت بلال آئے ہم نے ان سے عرض کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ عرض کرنا کہ دروازے پر دو بیبیاں ہیں جو حضور سے پوچھتی ہیں ۷؎ کہ کیا ان کا اپنے خاوندوں اور ان یتیموں پر خرچ کر دینا جو ان کی پرورش میں ہوں صدقہ بن جائے گا ۸؎ اور یہ نہ بتانا کہ ہم کون ہیں ۹؎ فرماتی ہیں کہ حضرت بلال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسئلہ پوچھا ان سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا وہ کون ہیں عرض کیا کہ ایک انصاری بی بی اور زینب ہیں ۱۰؎ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

marfat.com

اَجْرُ الْقَرَابَةِ وَاَجْرُ الصَّدَقَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ۔ کونسی زینب عرض کیا عبداللہ کی زوجہ ۱۱۔ تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں دوہرا ثواب ہے ایک ثواب قرابت کا دوسرا صدقہ کا ۱۲۔ (مسلم بخاری) اور لفظ مسلم کے ہیں۔

(۱۸۳۶) ا۔ غالباً حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد عید کے دن تھا چونکہ اس زمانہ میں عورتیں بھی نماز عید کے لئے عید گاہ جاتی تھیں اور ان کے لئے بعد نماز مخصوص وعظ ہوتا تھا' اس وعظ میں آپ سے یہ سنا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے' کہ عورتوں کے استعمالی زیور پر زکوٰۃ فرض ہے' اور یہ زکوٰۃ خود عورت پر فرض ہے نہ کہ اس کے خاوند پر خواہ میکے سے زیور ملا ہو یا سسرال والوں نے دیا ہو بشرطیکہ مالک کر دیا ہو' لہٰذا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے امام شافعی کے ہاں پہننے کے زیور میں زکوٰۃ نہیں' انشاء اللہ اس کی تحقیق مصارف زکوٰۃ میں ہوگی' اس صورت میں زیور سے مراد چاندی سونے کا زیور ہے' کیونکہ پہننے کے موتی' مرجان' لعل' ہیرے پر زکوٰۃ نہیں ۲۔ یعنی اگر تم کو میرا صدقہ دینا درست ہو تب تو میں تم ہی کو صدقہ دے دوں' ورنہ کسی اور کو دوں' اس سے معلوم ہوا کہ غنی عورت کا خاوند اور غنی خاوند کی بیوی ایک دوسرے کے غنا سے غنی نہ مانے جائیں گے' جیسے امیر کی بالغ اولاد باپ کی غنا سے غنی نہیں ہوتی' دیکھو حضرت ابن مسعود کی بیوی غنیہ تھیں مگر خود ابن مسعود مسکین تھے ۳۔ حضرت ابن مسعود کی کچھ اولاد بھی تھی جو دوسری بیوی سے تھی' اور اب حضرت زینب ان کی پرورش فرماتی تھیں' غیرکم میں ان سب سے خطاب ہے' یعنی اگر تمہیں اور تمہارے ان بچوں کو میرا صدقہ لینا درست ہو تو میں تمہیں دے دوں ورنہ دوسروں کو دوں۔ ۴۔ مجھے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ پوچھتے شرم آتی ہے کہ اس سے بعض لوگ مجھے لمعی سمجھیں گے اس سے معلوم ہوا کہ خاوند اپنی بیوی سے باہر کا کام بھی کرا سکتا ہے جبکہ حجاب و پردہ سے ہو' یہ بھی معلوم ہوا کہ مسئلہ خود نہ پوچھنا کسی دوسرے سے پوچھوا لینا بھی درست ہے جب اس سے کچھ مانع ہو' حضرت علیؓ نے مذی کا مسئلہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے خود نہ پوچھا بلکہ حضرت مقداد سے پوچھوایا ۵۔ یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر ایک بی بی اور بھی یہ ہی پوچھنے کھڑی تھیں' مجھے اس سے خوشی ہوئی کہ ہم دو ہو گئے ۶۔ یعنی رب العلمین نے دلوں میں آپ کی ہیبت ڈال دی تھی جس کی وجہ سے ہر شخص بغیر اجازت خدمت میں حاضر ہونے' عرض معروض کرنے کی ہمت نہ کرتا تھا' اور حاضرین بارگاہ بھی ایسے خاموش اور باادب بیٹھتے تھے جیسے ان کے سروں پر پرندے ہیں' حالانکہ سرکار انتہائی خلیق اور بہت رحیم و کریم تھے شعر:۔

☆ ہیبت حق است ایں از خلق نیست ☆ ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست ☆

اسی وجہ سے یہ دونوں بیبیاں دروازے پر کھڑی رہ گئیں' بارگاہ پاک میں باریاب نہ ہوئیں ۷۔ یعنی خود تو شرم و ہیبت کی وجہ سے حاضر نہیں ہوتیں' میری معرفت یہ مسئلہ پوچھوا رہی ہیں' اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے' ایک یہ کہ مسئلہ براہ راست پوچھنا بھی جائز اور کسی کی معرفت پوچھوانا بھی' دوسرے یہ کہ دینی باتوں میں ایک کی خبر معتبر ہے گواہی قائم کرنے کی ضرورت نہیں' دیکھو حضرت بلال ان بیبیوں کو جو بھی مسئلہ آ کر بتاتے یہ قبول کر لیتیں' فقہاء فرماتے ہیں کہ جب مطلع گرد آلود ہو تو رمضان کے چاند میں ایک کی خبر قبول ہے اور محدثین کہتے ہیں کہ حدیثوں میں خبر واحد معتبر ہے' ان کے دلائل قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ ہیں۔ ان میں ایک حدیث یہ بھی ہے ۸۔ شاید یتیموں سے ان کے خاوندوں کی وہ اولاد مراد ہے جن کی والدہ فوت ہو چکی تھی یعنی ان کی سوتیلی اولاد نہیں یتیم کہنا مجازاً ہے ورنہ انسان یتیم وہ نابالغ ہوتا ہے جس کا باپ فوت ہو جائے اور جانوروں میں وہ بچہ یتیم جس کی ماں مرجائے'

marfat.com

ان بیبیوں کا خیال یہ تھا کہ چونکہ یہ سب لوگ ہمارے ساتھ ہی رہتے سہتے ہیں اور ساتھ کھاتے پیتے ہیں' اگر انہیں صدقہ دیا گیا' تو اس کا کچھ حصہ ہمارے کھانے میں بھی آجائے گا لہذا ناجائز ہونا چاہیے ۹؎ تا کہ حاضرین میں ہمارا نام نہ لیا جائے اور ہمارا سوال ریا نہ بن جائے یا ہم بلا نہ لی جائیں ۱۰؎ حضرت بلال کا جواب نہایت ایمان افروز ہے کیونکہ ان بیبیوں نے کہا تھا کہ ہمارا نام نہ بتانا' حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نام بتاؤ تو حکم رسول و حکم امتی میں تعارض ہوا' جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کو ترجیح ہوئی اور امتی کا حکم قابل عمل نہ رہا' مرقات نے یہاں فرمایا کہ حضرت بلال پر نام بتا دینا فرض شرعی ہو گیا' کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننا فرض ہے' انہیں دوسری بی بی کا نام معلوم نہیں تھا ورنہ وہ بھی بتا دیتے ۱۱؎ یعنی مدینہ منورہ میں بہت عورتوں کا نام زینب ہے' صاف بتاؤ کونسی زینب ہیں' تب حضرت بلال نے عرض کیا کہ عبداللہ کی بیوی' اگرچہ عبداللہ نام کے بہت صحابہ تھے' عبداللہ ابن عمر' عبداللہ ابن عباس' عبداللہ ابن زبیر' عبداللہ ابن عمرو ابن عاص وغیرہم' مگر ان سب میں عبداللہ ابن مسعود بہت مشہور و فقیہ ترین تھے علم فقہ کی باعث فقط عبداللہ کہنے پر لوگوں کے ذہن انہیں کی طرف جاتے تھے' اسی لئے حضرت بلال نے ابن مسعود نہ فرمایا بلکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا پھر نہ پوچھنا کون عبداللہ اسی جلالت شان کی طرف اشارہ کر رہا ہے' ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ اکثر تفصیلات میں حضرت عبداللہ ابن مسعود ہی کے پیروکار ہیں ۱۲؎ سارے ائمہ اس پر متفق ہیں کہ خاوند اپنی بیوی کو اپنی زکوۃ نہیں دے سکتا مگر اس میں اختلاف ہے کہ بیوی خاوند کو زکوۃ دے سکتی ہے یا نہیں' ہمارے امام اعظم فرماتے ہیں کہ نہیں دے سکتی' دیگر ائمہ فرماتے ہیں کہ دے سکتی ہے' ان بزرگوں کی دلیل یہ حدیث ہے امام اعظم فرماتے ہیں کہ یہاں صدقہ نفل مراد ہے' صدقہ فرض کی تصریح نہیں' ممانعت کی صریح حدیث آگے آرہی ہے' نیز عورت و خاوند کے مال قریباً مشترک ہوتے ہیں' تو جب خاوند بیوی کو زکوۃ نہ دے سکا تو بیوی خاوند کو زکوۃ کیسے دے سکتی ہے صدقہ کا لفظ صدقہ نفلی پر عام شائع ہے چنانچہ کتاب الزکوۃ کی آخری حدیث میں آئے گا کہ ایک عورت نے اپنی ماں کو صدقہ دیا یعنی صدقہ نفلی۔

وَعَنْ مَيْمُونَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ أَنَّهَا أَعْتَقَتْ وَلِيدَةً فِي زَمَانِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ أَعْطَيْتِهَا أَخْوَالَكِ كَانَ أَعْظَمَ لِأَجْرِكِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۸۳۷) روایت ہے حضرت میمونہ بنت حارث سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک لونڈی آزاد کی پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ اگر تم لونڈی اپنے ماموؤں کو دے دیتیں تو تمہیں ثواب ملتا ۱؎ (مسلم بخاری)

(۱۸۳۷) ۱؎ اس لئے کہ آزاد کرنے میں صرف صدقہ کا ہے اور انہیں دینے میں صدقہ کا بھی ثواب ہوتا اور صلہ رحمی کا بھی' معلوم ہوا کہ صلہ رحمی غلام آزاد کرنے سے بھی افضل ہے' خیال رہے کہ ولیدہ وہ لونڈی کہلاتی ہے جو اپنے مملوک غلام اور لونڈی کے پیٹ سے پیدا ہو یعنی خانہ زاد' اور یہ میمونہ ام المومنین ہیں' حضرت عبداللہ ابن عباس کی خالہ (اشعہ و مرقات)

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ لِي جَارَيْنِ فَإِلٰى أَيِّهِمَا أُهْدِي قَالَ إِلٰى أَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

(۱۸۳۸) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے دو پڑوسی ہیں ان میں سے کسے ہدیے دیا کروں فرمایا جس کا دروازہ تم سے زیادہ قریب ہو ۱؎ (بخاری)

marfat.com

(۱۸۳۸) ۱؎ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے' ایک یہ کہ پڑوسیوں کو ہدیہ دینا سنت ہے کہ اس سے محبت بڑھتی ہے' دوسرے یہ کہ اس کی علت پڑوسیت ہے جس قدر پڑوسیت قوی ہوگی' اسی قدر ہدیہ کا استحقاق زیادہ ہوگا' تیسرے یہ کہ پڑوس کا قرب دروازہ سے ہوتا ہے نہ چھت سے نہ دیوار سے اگر ایک شخص کے مکان کی دیوار اور چھت تو ہمارے مکان سے ملی ہو مگر دروازہ دور ہو اور دوسرے کی نہ چھت ملی ہو نہ دیوار مگر دروازہ قریب ہو تو زیادہ قریب یہ دوسرا ہی مانا جائے گا اور اس کی وجہ بھی ظاہر ہے' کیونکہ دروازہ کی وجہ سے ملاقات ہوتی ہے' اور اسی کے ذریعہ زیادہ خلط ملط رہتا ہے اور ایک کو دوسرے کے درد و غم میں شرکت کا زیادہ موقع ملتا ہے' یہ حدیث اس آیت کریمہ کی تفسیر ہے والجار ذی القربی والجار الجنب حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ دور والے پڑوسی کو بالکل نہ دو' مطلب یہ ہے کہ سب کو دو مگر قریب کو ترجیح دو۔

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا طَبَخْتَ مَرَقَۃً فَاَکْثِرْ مَآءَھَا وَتَعَاھَدْ جِیْرَانَکَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ

(۱۸۳۹) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب شوربہ پکاؤ تو اس کا پانی زیادہ کرو اور اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھو ۱؎ (مسلم)

(۱۸۳۹) ۱؎ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے' ایک یہ کہ معمولی سالن بھی پڑوسیوں کو بھیجتے رہنا چاہیے' کیونکہ سرکار نے یہاں شوربہ فرمایا گوشت کا ہو یا کسی اور چیز کا' دوسرے یہ کہ ہر پڑوسی کو ہدیہ دینا چاہیے قریب ہو یا دور اگرچہ قریب کا حق زیادہ ہے' تیسرے یہ کہ ہمیشہ لذت پر الفت اور محبت کو ترجیح دینا چاہیے' کیونکہ جب شوربے میں فقط پانی پڑے گا تو مزہ کم ہو جائے گا لیکن اس کے ذریعہ پڑوسیوں سے تعلقات زیادہ ہو جائیں گے اسی لئے ماءھا فرمایا یعنی صرف پانی ہی بڑھا دو اگرچہ گھی اور مصالحہ نہ بڑھا سکو۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ: دوسری فصل

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ الصَّدَقَۃِ اَفْضَلُ قَالَ جُھْدُ الْمُقِلِّ وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ۔

(۱۸۴۰) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کونسا صدقہ بہتر ہے فرمایا غریب آدمی کی مشقت ۱؎ اور ان سے شروع کرو جن کی پرورش کرتے ہو ۲؎ (ابوداؤد)

(۱۸۴۰) ۱؎ یعنی غریب آدمی محنت مزدوری کرے پھر اس میں سے خیرات بھی کرے' اس کا بڑا درجہ ہے خیال رہے کہ بعض لحاظ سے غنی کی خیرات افضل ہے جبکہ وہ توکل میں کامل نہ ہو اور بعض لحاظ سے فقیر کی خیرات افضل ہے جب کہ وہ اس کے گھر والے صبر و توکل میں کامل ہوں' لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں کہ صدقہ غنا بہتر ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر ہاتھ کا فقیر دل کا غنی تھوڑی سی خیرات کرے تو ہاتھ کے غنی کی بہت سی خیرات سے افضل ہے لہذا وہاں غنی والی حدیث میں دل کی غنا مراد ہو سکتی ہے تب بھی احادیث میں تعارض نہیں ۲؎ یعنی کوئی شخص اپنے بال بچوں کو بھوکا رکھ کر خیرات نہ کرے' پہلے ان کا پیٹ بھرو' تن ڈھکو' پھر خیرات کرو یہ مطلب نہیں کہ اپنی زکوۃ پہلے اپنے بال بچوں کو دو' پھر دوسروں کو کیونکہ اپنی زکوۃ اپنی اولاد اور بیوی کو نہیں لگتی۔

marfat.com

وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِيْنِ صَدَقَةٌ وَّهِيَ عَلٰى ذِي الرَّحِمِ ثِنْتَانِ صَدَقَةٌ وَّصِلَةٌ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ۔

(۱۸۴۱) روایت ہے حضرت سلیمان ابن عامر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ عام مسکین پر صدقہ کرنا ایک صدقہ ہے اور وہ ہی صدقہ اپنے قرابت دار پر دو صدقے ہیں ایک صدقہ دوسرا صلہ رحمی ا۔(احمد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ' دارمی)

(۱۸۴۱) ا۔ پہلے مسکین سے مراد اجنبی مسکین ہے یعنی اجنبی مسکین کو خیرات دینے میں صرف خیرات کا ثواب ہے اور اپنے عزیز مسکین کو خیرات دینے میں خیرات کا بھی ثواب ہے اور صلہ رحمی کا بھی' صلہ رحمی یعنی اہل قرابت کا حق ادا کرنا بھی عبادت ہے' بہترین عبادت' پھر جس قدر رشتہ قوی اسی قدر اس کے ساتھ سلوک کرنا زیادہ ثواب ہے' اس لئے رب تعالیٰ نے اہل قرابت کا ذکر پہلے فرمایا کہ ارشاد فرمایا وات ذاالقربی حقه والمسکین وابن السبیل

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عِنْدِيْ دِيْنَارٌ قَالَ اَنْفِقْهُ عَلٰى نَفْسِكَ قَالَ عِنْدِيْ اٰخَرُ قَالَ اَنْفِقْهُ عَلٰى وَلَدِكَ قَالَ عِنْدِيْ اٰخَرُ قَالَ اَنْفِقْهُ عَلٰى اَهْلِكَ قَالَ عِنْدِيْ اٰخَرُ قَالَ اَنْفِقْهُ عَلٰى خَادِمِكَ قَالَ عِنْدِيْ اٰخَرُ قَالَ اَنْتَ اَعْلَمُ رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ۔

(۱۸۴۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں ایک شخص نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' عرض کیا میرے پاس ایک اشرفی ہے ا۔ فرمایا اسے اپنے پر خرچ کر ۲۔ عرض کیا میرے پاس دوسری بھی ہے فرمایا اسے اپنے بچوں پر خرچ کر عرض کیا میرے پاس ایک اور بھی ہے فرمایا اسے اپنے گھر والوں ۳۔ پر خرچ کر عرض کیا میرے پاس ایک اور بھی ہے فرمایا اسے اپنے خادم پر خرچ کر ۴۔ عرض کیا میرے پاس ایک اور بھی ہے فرمایا تم جانو ۵۔(ابوداؤد' نسائی)

(۱۸۴۲) ا۔ یہاں سائل کا سوال بطور مثال تھا یعنی اگر میرے پاس ایک ہی اشرفی ہو جو ایک ہی شخص کو کافی ہو تو میں کس پر خرچ کروں' لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ سائل نے جھوٹ بولا کہ اس کے پاس تھیں تو زیادہ اشرفیاں اور کہا ایک اشرفی ہے ۲۔ کیونکہ سب سے پہلے ہم پر اپنے نفس کا حق ہے کہ اگر ہم جیتے رہیں گے تو سارے حق ادا کریں گے' اور اگر ہم ہی مرگئے تو عبادات معاملات سب کچھ ختم ہوگئے' ذات صفات پر مقدم ہے ۳۔ اہل یعنی گھر والوں سے مراد بیوی ہے' قرآن کریم نے اہل بیت بیوی کو فرمایا ہے' اولاد کا حق بیوی پر چند درجہ سے مقدم ہے' ایک یہ کہ بیوی عاقلہ بالغہ ہے بوقت ضرورت کما سکتی ہے' مگر چھوٹے بچے بالکل باپ کے محتاج ہیں کہ کمانے پر قادر نہیں' دوسرے یہ کہ بیوی کا خرچ اس پر لازم نہیں' اگر طلاق دیدے تو ختم ہوگیا' مگر اولاد کا خرچ لازم ہے کہ وہ اس کی ولایت سے نہیں نکل سکتے' تیسرے یہ کہ بیوی بعد طلاق دوسرے کے نکاح میں جاکر اس سے خرچ لے سکتی ہے' چھوٹی اولاد دوسرے کو نہ باپ بنا سکے نہ اس سے خرچ لے سکے' یہاں اولاد سے فقیر اولاد مراد ہے' اگر بیٹا غنی اور بالغ ہو' تو بیوی اس پر مقدم ہوگی چونکہ سائل کے ماں باپ نہ تھے اس لئے والدین کے خرچ کا ذکر نہ فرمایا ۴۔ خادم سے مراد خدمتگار ہے انسان ہو یا گھوڑا وغیرہ جانور کہ ان سب کا خرچہ مالک کے ذمہ ہے (اشعہ) ۵۔ یعنی تمہیں اختیار ہے اس بچے ہوئے دینار کو رکھ چھوڑو یا اپنے پڑوسی یا دوسرے عزیزوں پر خرچ کردو یا کسی اچھی جگہ لگادو' سبحان اللہ کیا نفیس ترتیب ہے۔

marfat.com

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ رَجُلٌ مُمْسِكٌ بِعِنَانِ فَرَسِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِالَّذِيْ يَتْلُوْهُ رَجُلٌ مُعْتَزِلٌ فِيْ غُنَيْمَةٍ لَهٗ يُؤَدِّيْ حَقَّ اللّٰهِ فِيْهَا اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِشَرِّ النَّاسِ رَجُلٌ يُسْأَلُ بِاللّٰهِ وَلَا يُعْطِيْ بِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ۔

(۱۸۴۳) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا تمہیں بہترین آدمی نہ بتاؤں ۱؎ وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی لگام تھامے رہے ۲؎ کیا تمہیں نہ بتاؤں کہ اس کے بعد کون ہے وہ شخص ہے جو اپنی بکریوں میں رہے ان میں سے اللہ کا حق ادا کرتا رہے ۳؎ کیا میں تمہیں بدترین آدمی نہ بتاؤں وہ شخص ہے جو اللہ کے نام پر بھی نہ دے ۴؎ (ترمذی، نسائی، دارمی)

(۱۸۴۳) ۱؎ سرکار کا یہ پوچھنا سامعین کو شوق دلانے کے لئے ہوتا تھا کہ اس سے ان کو انتظار ہو جائے اور جو چیز انتظار کے بعد معلوم ہوتی ہے وہ یاد رہتی ہے اور یہاں خیر و شر سے اضافی خیر و شر مراد ہے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بہترین بندہ مومن ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے اولئک هم خیرا البریة اور بدترین انسان کافر ہے رب تعالٰی فرماتا ہے اولئک هم شر البریة ۲؎ یعنی ہر وقت جہاد کے لئے تیار رہے، اعلان جنگ کا منتظر رہے چونکہ اس زمانہ میں گھوڑا جہاد کا بڑا ہتھیار تھا اس لئے اس کا خصوصیت سے ذکر فرمایا، آج توپ و بندوق کی مشق کرنے، ہوائی سروس کا آدمی جب تیاری جہاد کے لئے یہ سب کچھ کرے وہ اس میں داخل ہو گا شیخ نے فرمایا کہ یہ کلام حصر کے لئے نہیں بلکہ شمول کے لئے ہے یعنی یہ مجاہد بھی بہترین لوگوں میں سے ہے ۳؎ عرب میں جانوروں والے لوگ جنگل میں اپنے گھر بنا لیتے تھے وہاں ہی جانوروں میں رہتے تھے ان کی حفاظت بھی کرتے تھے اور اپنا گزارہ بھی انہیں اس لئے افضل فرمایا گیا کہ یہ بستی کے اکثر فتنوں سے محفوظ رہتے ہیں لوگوں سے اختلاط بہت سے گناہوں کا سبب ہے ۴؎ اس جملہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ وہ شخص بدترین ہے جس سے فقیر اللہ کے نام پر کچھ مانگے اور وہ نہ دے اس صورت میں دینے سے مراد مطلقًا دینا ہو گا اگرچہ ایک پیسہ ہی ہو یا بحالت مجبوری فقیر کو دعا خیر دینا ہی ہو ایک یہ کہ وہ سائل بھکاری بدترین شخص ہے جو لوگوں سے اللہ کے نام پر مانگے اور لوگ اسے کچھ دیں نہیں کیونکہ یہ سائل اللہ تعالٰی کے نام کی توہین کرتا ہے کہ پیسہ پیسہ کے لئے اللہ کا نام ہر کس و ناکس کے سامنے لیتا ہے۔ (اشعۃ اللمعات)

وَعَنْ اُمِّ بُجَيْدٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُدُّوا السَّائِلَ وَلَوْ بِظِلْفٍ مُحْرَقٍ رَوَاهُ مَالِكٌ وَالنَّسَائِيُّ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ مَعْنَاهُ۔

(۱۸۴۴) روایت ہے ام بجید سے ۱؎ فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ سائل کو دے کر لوٹاؤ اگرچہ جلی کھری ہی ہو ۲؎ مالک، نسائی اور ترمذی و ابوداؤد نے اس کے معنے روایت کیے۔

(۱۸۴۴) ۱؎ آپ کا نام حوا بنت زید ابن سکن ہے مگر اپنی کنیت میں مشہور ہیں انصاریہ ہیں صحابیہ ہیں، آپ کے حالات پہلے بیان ہو چکے ہیں ۲؎ یہاں سائل سے مراد حاجت مند سائل ہے اور جلی کھری سے مراد نہایت معمولی چیز ہے جس کی کوئی قیمت نہ ہو یعنی اگر کوئی حاجت مند سائل آئے تو اسے خواہ معمولی چیز ہی بن پڑے دے دو خیال رہے کہ یہ حکم استحبابی ہے، آج کل کے پیشہ ور سائل اور جن سائلوں کو دینا منع ہے وہ اس میں داخل نہیں لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ہے کہ حضور انور

marfat.com

صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض سائلوں کو نہیں بھی دیا ہے کیونکہ وہاں سائل غیر حاجت مند تھے یا ایسی چیز مانگتے تھے جس کے وہ مستحق نہ تھے یا پیشہ بھیک سے انہیں روکنا مقصود تھا

وَعَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَعَاذَ مِنْکُمْ بِاللّٰہِ فَاَعِیْذُوْہُ وَمَنْ سَاَلَ بِاللّٰہِ فَاَعْطُوْہُ وَمَنْ دَعَاکُمْ فَاَجِیْبُوْہُ وَمَنْ صَنَعَ اِلَیْکُمْ مَعْرُوْفًا فَکَافِئُوْہُ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا مَا تُکَافِئُوْنَہٗ فَادْعُوْا لَہٗ حَتّٰی تَرَوْا اَنْ قَدْ کَافَاْتُمُوْہُ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِیُّ

(۱۸۳۵) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو تم سے اللہ کی پناہ لے اسے پناہ دے دو۱ے اور جو اللہ کے نام پر مانگے اسے کچھ دو اور جو تمہیں دعوت دے اس کی دعوت قبول کرو ۲ے اور جو کوئی تمہارے ساتھ بھلائی کرے اس کا بدلہ کرو ۳ے اگر بدلہ کی چیز نہ پاؤ تو اس کو دعائیں دو ۴ے حتیٰ کہ سمجھ لو کہ تم نے اس کا بدلہ کر دیا ۵ے (احمد' ابوداؤد' نسائی)

(۱۸۳۵) ۱ے یعنی جو تمہاری سختی یا غیر کی سختی سے تمہارے پاس اللہ کی پناہ مانگے تو اسے دیدو کہ اگر تم کسی کو مارنا چاہتے ہو تو معافی دے دو یا کوئی دوسرا اس پر سختی کرنا چاہتا ہے اور تم دفع کرسکتے ہو تو کہہ دو' یہ حکم اپنے ذاتی معاملات میں ہے' قوم یا دین کے مجرم کو ہرگز معاف نہیں کرسکتے' اگرچہ وہ کیسی ہی پناہ لے تاکہ امن و دین میں خلل نہ پڑے' لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ آپ نے فاطمہ مخزومیہ کو جس نے چوری کرلی تھی معافی نہ دی ۲ے بشرطیکہ وہ دعوت ممنوعات شرعیہ سے خالی ہو لہٰذا جس ولیمہ میں ناچ گانا خاص کھانے کی جگہ ہو وہاں نہ جائے' ایسے ہی میت کے کھانے پر رسمی دعوت قبول نہ کرے' لہٰذا یہ فرمان فتویٰ فقہاء کے خلاف نہیں ۳ے اس طرح کہ وہ جس قسم کا سلوک تم سے کرے قولی' عملی' مالی تم بھی اس سے ویسا سلوک کرو' رب تعالیٰ فرماتا ہے ھل جزاء الاحسان الا الاحسان اور فرماتا ہے واحسن کما احسن اللہ الیک یہ حکم ہم جیسے کم ہمت لوگوں کے لئے ہے ہمت والے تو اپنے دشمنوں کی برائی کا بدلہ معافی اور بھلائی سے کرتے ہیں شعر:۔

☆ لیا ظلم کا عفو ہے انتقام ☆ علیہ الصلوۃ علیہ السلام ☆

۴ے اس طرح کہ کہو جزاک اللہ یا اس کا کھانا کھا کر کہو اللّٰھم اطعم من اطعمنا واسق من سقانا وغیرہ حضرت عائشہ صدیقہ کو جب کوئی سائل دعائیں دیتا' تو آپ پہلے اسے دعائیں دیتیں' پھر بھیک عطا فرماتیں کسی نے پوچھا کہ آپ عطا سے پہلے دعا کیوں دیتی ہیں فرمایا کہ میرا صدقہ عوض سے بچا رہے رضی اللہ تعالیٰ عنہا (مرقات) ۵ے اس بنا پر حضرات صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہمیشہ ہی درود شریف پڑھنا چاہیے کیونکہ کوئی شخص نہ تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے احسانات کا بدلہ کرسکتا ہے اور نہ بقدر احسان دعائیں ہی دے سکتا ہے کہ ان کے احسانات ہر آن بیشمار پہنچ رہے ہیں ہر کلمہ ہر تلاوت ہر نماز بلکہ ہر نیک عمل میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ہم پر احسانات ہیں لہٰذا مرتے مرتے ان کو دعائیں دو یعنی درود پاک پڑھو۔ شعر:۔

☆ حی و باقی جس کی کرتا ہے ثنا ☆ مرتے دم تک اس کی مدحت کیجئے ☆
☆ جس کا حسن اللہ کو بھی بھا گیا ☆ اس کے پیارے سے محبت کیجئے ☆

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

(۱۸۳۶) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول

marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْئَالُ بِوَجْهِ اللّٰهِ اِلَّا الْجَنَّةُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ۔

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کے نام پر صرف جنت ہی مانگی جائے ا (ابوداؤد)

(۱۸۴۶) ا شیخ نے اس حدیث کے دو مطلب بیان کئے' ایک یہ کہ کسی شخص سے اللہ کے نام پر کچھ نہ مانگو' کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نام پر مانگنے کی چیز جنت ہے' اور یہ شخص جنت دے نہیں سکتا' دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے نام پر دنیاوی چیز نہ مانگو' بلکہ اس کے نام پر اس سے جنت مانگو یہ عرض کرو اللھم انا نسئلک بوجھک الکریم ان تدخلنا الجنۃ فقیر احمد یار کہتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے نام پر جنت مانگو' جیسے حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے جنت مانگی اسئلک مرافقتک فی الجنۃ بعض عشاق کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے جناب مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو مانگو اور جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے خدا تعالیٰ کو مانگو۔

☆ خدایا از تو عشق مصطفےٰ را ☆ محمد صلی اللہ علیہ وسلم از توے خواہم خدارا ☆

حضرت ربیعہ نے بھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے حضور ہی کو مانگا' مگر چونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم جنت ہی میں ملیں گے اس لئے جنت بھی مانگ لی عرض کیا آپ سے آپ کی ہمراہی مانگتا ہوں' جو جنت میں ہو گی۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ اَبُوْطَلْحَةَ اَكْثَرَ الْاَنْصَارِ بِالْمَدِيْنَةِ مَالًا مِنْ نَخْلٍ وَكَانَ اَحَبُّ اَمْوَالِهٖ اِلَيْهِ بِيْرُحَآءَ وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَآءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ قَالَ اَنَسٌ فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ قَامَ اَبُوْ طَلْحَةَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَاِنَّ اَحَبَّ مَالِيْ اِلَيَّ بَيْرُحَآءُ وَاِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ تَعَالٰى اَرْجُوْا بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ فَضَعْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَيْثُ اَرَاكَ اللّٰهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَخٍ بَخٍ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ وَاِنِّيْ اَرٰى اَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْاَقْرَبِيْنَ فَقَالَ اَبُوْطَلْحَةَ

(۱۸۴۷) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہ مدینہ میں تمام انصار سے زیادہ باغوں والے تھے اور انہیں زیادہ پیارا مال باغ بیرحاء تھا ا۔ جو مسجد شریف کے سامنے تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے جاتے تھے اور وہاں کا بہترین پانی پیتے تھے ۲۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت لن تنالوا البر الخ نازل ہوئی ۳۔ تو حضرت ابو طلحہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر بولے یا رسول اللہ رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم بھلائی اس وقت تک نہیں پا سکتے جب تک کہ اپنا پسندیدہ مال خرچ نہ کرو اور مجھے بہت پسندیدہ مال باغ بیرحاء ہے اب وہ اللہ کے لئے صدقہ ہے میں اللہ کے پاس اس کا ثواب اور اس کا ذخیرہ چاہتا ہوں ۴۔ یا رسول اللہ آپ اسے وہاں خرچ کریں جہاں رب تعالیٰ آپ کی رائے قائم فرمائے ۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

marfat.com

اَفْعَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَسَمَهَا اَبُوْ طَلْحَةَ فِىْ اَقَارِبِهٖ وَبَنِىْ عَمِّهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

فرمایا خوب خوب یہ تو بڑا نفع کا مال ہے ۶۔ جو تم نے کہا میں نے سن لیا میری رائے یہ ہے کہ تم اسے اپنے اہل قرابت میں وقف کر دو ۷۔ ابو طلحہ بولے یا رسول اللہ یہ ہی کرتا ہوں پھر اسے ابو طلحہ نے اپنے عزیزوں اور چچازادوں میں تقسیم کردیا ۸۔ (مسلم بخاری)

(۱۸۴۷) ا۔ حضرت طلحہ کے ایک باغ کا نام ہے' اس نام کے محدثین نے آٹھ معنے کئے ہیں' جن میں سے ایک یہ کہ حاء ایک آدمی کا نام تھا جس نے یہ کنواں کھدوایا تھا چونکہ یہ کنواں اس باغ میں تھا' لہذا باغ کا نام بھی یہ ہی ہوا' وہ کنواں اب تک موجود ہے فقیر نے اس کا پانی پیا ہے' دوسرے یہ کہ بیرحا بروزن فعیل ہے ایک ہی لفظ ہے براح سے مشتق۔ بمعنی کھلی زمین پہلی صورت میں اس کے معنے ہوں گے حاء کا کنوآں دوسری صورت میں معنے ہوں گے کھلا باغ (از مرقات وغیرہ) ۲۔ یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی یہاں کا پانی بہت محبوب تھا' اسی لئے حجاج باخبر ضرور اس کا پانی برکت لئے پیتے ہیں ۳۔ جس میں ارشاد ہوا کہ تم بھلائی یعنی رضائے الٰہی یا جنت اس وقت تک نہیں پاسکتے جب تک کہ اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو۔ اس آیت کی مکمل تفسیر ہماری تفسیر نور العرفان میں ملاحظہ فرمایئے۔ ۴۔ حضرت ابو طلحہ کے اس عرض و معروض کا مقصد یہ تھا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم آپ کے اس عمل خیر پر گواہ ہو جائیں اور مسلمانوں میں اس وقف کا اعلان ہو جائے' خیال رہے کہ دوسرے نفلی صدقات اکثر خفیہ دینا بہتر ہیں مگر وقف کا ہر طرح' اعلان کردینا سخت ضروری ہے تا کہ آئندہ اس موقوف چیز پر کوئی ناجائز قبضہ نہ کرسکے حتی کہ مسجد کی عمارت میں مینار گنبد وغیرہ ایسے نشانات قائم کردیئے جائیں جس سے وہ دور سے ہی مسجد معلوم ہو اس میں ریا نہیں بلکہ وقف کا باقی رکھنا ہے نیز آپ کا اپنا دلی اخلاص ظاہر کرنا ریاء کے لئے نہ تھا بلکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے دعا حاصل کرنے کے لئے تھا لہذا حدیث پاک پر کوئی اعتراض نہیں ۵۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جہاں چاہیں اس باغ کی آمدنی لگادیں کہ وہاں خرچ ہوتی رہے چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا چاہنا اپنے نفس کی طرح سے نہیں ہوتا بلکہ رب تعالٰی کی طرف سے ہوتا ہے اسی لئے اس طرح عرض کیا خذمن اموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها یعنی آپ ان کے مالوں کے صدقے وصول فرمالیں اور ان کے ذریعہ انہیں پاک و صاف فرمادیں' آج مسلمان ختم و فاتحہ میں عرض کرتے ہیں نذر اللہ نیاز رسول اللہ اس کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے ۶۔ عربی میں نہایت خوشی کے اظہار کے وقت کہا جاتا ہے بخ بخ یعنی خوب خوب' رابح ربح سے بنا۔ بمعنی نفع' رب تعالٰی فرماتے ہے فما ربحت تجارتهم یعنی یہ مال بہت نفع والا ہے جیسے لابن دودھ والا اور تامر چھواروں والا یعنی اے ابو طلحہ تمہیں اس باغ کے وقف سے بہت نفع ہو گا معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو اعمال کی قبولیت کی بھی خبر ہے اور یہ بھی کہ کس کا کونسا عمل کس درجہ کا قبول ہے یہ باغ کیوں قبول نہ ہو تا باغ بھی اچھا تھا وقف کرنے والے بھی اچھے یعنی صحابی اور جن کی طفیل وقف کیا گیا وہ اچھوں کے شہنشاہ صلے اللہ علیہ وسلم ۷۔ یعنی اپنے عزیز و اقارب فقرا کو اس کا مصرف بنادو کہ ہمیشہ وہ اس کی آمدنی کھایا کریں تا کہ تمہیں صدقہ کے ساتھ اہل قرابت کے حقوق ادا کرنے کا بھی ثواب ملتا رہے خیال رہے کہ بعض اوقاف وہ ہوتے ہیں جن سے امیر و غریب حتی کہ وقف کرنے والا بھی نفع حاصل کرسکتا ہے جیسے کنواں' مسجد' قبرستان' مسافر خانہ ۸۔ اس کے دو معنے ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ

marfat.com

باغ تو وقف رہا مگر اس کی تولیت تقسیم کردی گئی کہ اتنے حصے کے فلاں متولی کہ خود کھائیں اور دوسروں کو کھلائیں اور اتنے حصہ کے فلاں، دوسرے یہ کہ خود باغ ہی کو تقسیم کردیا کہ ان لوگوں کو ان حصوں کا مالک بنادیا مگر اشعۃ اللمعات میں شیخ نے فرمایا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں ان کے اہل قرابت سے وہ باغ خرید لیا اور وہاں اپنی عمارتیں بنائیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تقسیم بطریق تملیک تھی بطریق تقسیم تولیت نہ تھی حضرت حسان ابن ثابت و ابی ابن کعب کو بھی اس سے حصہ ملا تھا۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ اَنْ تُشْبِعَ كَبِدًا جَائِعًا رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ۔

(۱۸۴۸) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بہترین صدقہ یہ ہے کہ تم کسی بھوکے کلیجے کو سیر کردو ۱۔ بیہقی فی شعب الایمان ۲۔

(۱۸۴۸) ۱۔ بھوکے کلیجے سے مراد ہر بھوکا جاندار ہے انسان ہو یا دیگر جانور پھر انسانوں میں مومن ہو یا کافر (مرقات واشعہ) مگر اس سے موذی جانور علیحدہ ہیں جیسے شیر بھیڑیا، سانپ وغیرہ بعض مشائخ کے ہاں لنگر عام جاری ہوتا ہے جہاں ہر آنے والا کھاتا ہے بعض بزرگوں کے ہاں جانوروں کبوتروں کووں وغیرہ کو دانہ ڈالا جاتا ہے بعض لوگ مدینہ منورہ کے کبوتروں کے لئے حجاج کے ہاتھ دانہ بھیجتے ہیں ان سب کی اصل یہ حدیث ہے۔

بَابُ صَدَقَةِ الْمَرْاَةِ مِنْ مَالِ الزَّوْجِ

باب خاوند کے مال سے بیوی کی خیرات

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

اگرچہ باب میں صرف بیوی کا ذکر ہے مگر اس میں خازن نوکر چاکر سب شامل ہیں اسی لئے اس باب میں خازن کے خرچ کردینے کا بھی ذکر ہوگا چونکہ عموماً بیویاں ہی خاوند کے مال سے خیرات کیا کرتی ہیں خازن تو کسی کسی کے پاس ہوتے ہیں اس لئے بیویوں کا ذکر ہوا۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْفَقَتِ الْمَرْاَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا اَجْرُهَا بِمَا اَنْفَقَتْ وَلِزَوْجِهَا اَجْرُهٗ بِمَا كَسَبَ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ اَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۸۴۹) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عورت اپنے گھر کے کھانے سے کچھ خیرات کرے بشرطیکہ بربادی کی نیت نہ ہو تو اسے خیرات کرنے کا ثواب ہوگا ۱۔ اور اس کے خاوند کو کمانے کا ثواب اور خزانچی کو بھی اس کے برابر جن میں کوئی دوسرے کے ثواب سے کچھ کم نہ کرے گا ۲۔ (مسلم بخاری)

(۱۸۴۹) ۱۔ اگرچہ حدیث پاک میں کھانے کی خیرات کا ذکر ہے مگر اس میں تمام وہ معمولی چیزیں داخل ہیں جن کے خیرات کرنے

marfat.com

کی خاوند کی طرف سے علاوہ "اجازت ہوتی ہے جیسے پھٹا پرانا کپڑا ٹوٹا جوتا وغیرہ اور کھانے میں بھی عام کھانا روٹی سالن داخل ہے جس کو خیرات کرنے سے خاوند کی طرف سے ناراضی نہیں ہوتی اگر خاوند نے کوئی خاص حلوہ یا معجون اپنے گھر کے لئے بہت روپیہ خرچ کر کے تیار کی ہے تو اس میں خیرات کی عورت کو اجازت نہیں مرقات نے فرمایا یہاں خرچ کرنے میں بچوں پر خرچ مہمانوں کی خاطر تواضع پر خرچ بھکاری فقیر پر خرچ سب ہی شامل ہے مگر شرط یہ ہی ہے کہ مال برباد کرنے کی نیت نہ ہو بلکہ حصول ثواب کا ارادہ ہو اور اتنا ہی خرچ کرے جتنے خرچ کر دینے کی عادت ہوتی ہے ۲۔ یہاں اصل ثواب میں سب برابر ہیں اگرچہ مقدار ثواب میں فرق ہے کمانے والے کا ثواب ان سب میں زیادہ ہو گا لہٰذا یہ حدیث اگلی حدیث کے خلاف نہیں جس میں عورت کے لئے آدھا ثواب فرمایا گیا ہے کہ یہاں اصل ثواب میں برابری مقصود ہے اور وہاں مقدار ثواب میں فرق ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْفَقَتِ الْمَرْاَةُ مِنْ كَسْبِ زَوْجِهَا مِنْ غَيْرِ اَمْرِهٖ فَلَهَا نِصْفُ اَجْرِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۸۵۰) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب عورت اپنے خاوند کی کمائی سے ا۔ اس کے صریحی حکم کے بغیر خیرات کرے تو اسے خاوند سے آدھا ثواب ہو گا ۲۔ (مسلم بخاری)

(۱۸۵۰) ا۔ خاوند کی کمائی کی اس لئے قید لگائی کہ اگر عورت اپنی ملک سے خیرات کرے تو اس کا یہ حکم نہیں ۲۔ یہ اس صورت میں ہے کہ خاوند نے صراحۃً "تو خیرات کی اجازت نہ دی ہو "مگر عرفاً" اجازت ہو عورت کو معلوم ہو کہ خاوند اس خرچ سے ناراض نہ ہو گا عورت کو آدھا ثواب اسی لئے فرمایا کہ مرد کمانے والا ہے کمانے میں محنت زیادہ ہوتی ہے اور ثواب بقدر مشقت ملتا ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْخَازِنُ الْمُسْلِمُ الْاَمِيْنُ الَّذِيْ يُعْطِيْ مَا اُمِرَ بِهٖ كَامِلًا مُوَفَّرًا طَيِّبَةً بِهٖ نَفْسُهٗ فَيَدْفَعُهٗ اِلَى الَّذِيْ اُمِرَ لَهٗ بِهٖ اَحَدُ الْمُتَصَدِّقَيْنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۸۵۱) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان امانت دار خزانچی کو ا۔ جو اسے حکم دیا جائے وہ پورا اور مکمل خوش دلی سے خیرات کر دے اور اس کو دے جسے دینے کو کہا گیا وہ بھی دو میں سے ایک صدقہ دینے والا ہے ۲۔ (مسلم بخاری)

(۱۸۵۱) ا۔ بادشاہوں امیروں کے ہاں خزانچی بھی ملازم ہوتے ہیں جن کے پاس مالک کا روپیہ جمع رہتا ہے جس کا وہ لین دین کرتے ہیں اور حساب رکھتے ہیں خزانچی مسلمان بھی ہوتے ہیں اور کافر بھی اگلا اجر صرف مسلمان خزانچی کے لئے ہے کیونکہ کافر کسی نیکی کے ثواب کا مستحق نہیں ثواب قبولیت پر ملتا ہے اور قبولیت کی شرط اسلام ہے اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ مسلمان کو چاہیے کہ حتی الامکان خزانچی مسلمان رکھے اور کلیدی آسامیوں پر مسلمان کو لگائے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ لا تتخذوا بطانة من دونكم کفار کو اپنا مشیر نہ بناؤ نیز امین اور حساب دان مسلمان کو خزانچی بناؤ ۲۔ یعنی اگر مسلمان امین خزانچی میں صدقہ دیتے وقت چار صفتیں جمع ہو جائیں تو مالک کی طرح اسے بھی صدقہ کا ثواب ملے گا مالک کے حکم سے صدقہ دے، پورا پورا صدقہ دے حکم سے کم نہ دے خوشدلی سے دے جل کر نہ دے جیسا کہ بعض خازنوں کی عادت ہے کہ مالک خیرات کرے، ان کی جان جلے جہاں صدقہ دینے کو کہا گیا ہے وہاں ہی دے مصرف نہ بدلے مسجد میں دینے کو کہا ہے تو مسجد میں دے خانقاہ پر خرچ کرنے کو کہا ہے تو وہاں ہی خرچ

کرے وحی کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے فمن بدله بعد ماسمعه فانما اثمه اعلی الذین یبدلونه یہ حدیث گویا اس آیت شریف کی تفسیر ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَأَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۸۵۲) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میری ماں اچانک فوت ہو گئیں میرا خیال ہے کہ اگر کچھ بولتیں تو خیرات کرتیں۱ تو کیا انہیں ثواب ہو گا اگر میں ان کی طرف سے خیرات کروں فرمایا ہاں۲۔ (مسلم بخاری)

(۱۸۵۲) ۱ سائل حضرت عبادہ ابن عبادہ تھے ان کی والدہ عمرہ بنت مسعود ابن قیس ابن عمرو ابن زید تھیں ۵ھ میں ہاٹ فیل (HEART FAIL) یعنی حرکت قلب بند ہو جانے سے وفات پاگئیں ناگہانی موت غافل کے لئے عذاب ہے کہ اسے توبہ اور نیک اعمال کا موقعہ نہیں ملتا مگر ذکر خدا میں رہنے والے مومن کے لئے رحمت کہ اللہ تعالٰی اسے بیماری کی شدتوں سے بچالیتا ہے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں آپ کی والدہ صحابیہ ہیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے بیعت کر چکی تھیں، بڑی عابدہ زاہدہ تھیں ۲۔ یعنی ہاں ان کی طرف سے تم صدقہ دو انہیں ضرور ثواب ملے گا لمعات میں حضرت شیخ نے فرمایا کہ اس حدیث سے صراحۃً "معلوم ہوا کہ میت کی طرف سے صدقہ اور اس کے لئے دعا کرنا سنت ہے اس سے میت کو فائدہ پہنچتا ہے صدقہ کے ثواب پہنچنے میں تمام اہل حق کا اتفاق ہے البتہ بدنی عبادت کے متعلق علماء میں اختلاف ہے مگر حق یہ ہے کہ ان کا ثواب بھی پہنچتا ہے ہم بیرام سعد کی حدیث میں اس مسئلہ کو وضاحت سے بیان کر چکے ہیں کہ اس قسم کی ایصال ثواب کی احادیث نہ تو اس آیت کے خلاف ہیں کہ لیس للانسان الا ماسعیٰ اور نہ اس کے کہ لها ما كسبت وعليها ما اكتسبت کیونکہ ان آیات میں یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے بدنی عبادتیں ادا نہیں کر سکتا کہ اس کی طرف سے نمازیں فرض ادا کر دیا کرے یا روزے رکھ دیا کرے لوائے فرض اور ہے ثواب کچھ اور اسی لئے آیات میں کسب اور سعی کا ذکر ہوا نہ کہ ثواب کا ایصال ثواب تو قرآن کریم کی آیات سے ثابت ہے دیکھو ہماری کتاب فہرست القرآن اشعۃ اللمعات میں اسی جگہ ہے کہ شیخ عزیز الدین عبد السلام کو کسی نے ان کی موت کے بعد خواب میں دیکھا فرمایا ہم دنیا میں تو تلاوت قرآن کے ثواب پہنچنے کے منکر تھے مگر اس جہان میں آکر پتہ لگا کہ اس کا ثواب بھی پہنچتا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ دوسری فصل

عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ خُطْبَتِهِ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ لَا تُنْفِقُ امْرَأَةٌ شَيْئًا مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا الطَّعَامَ قَالَ ذٰلِكَ أَفْضَلُ أَمْوَالِنَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔

(۱۸۵۳) روایت ہے۔ حضرت ابو امامہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع کے سال خطبہ میں فرماتے سنا کہ کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر سے بغیر خاوند کی اجازت کچھ خرچ نہ کرے۱ عرض کیا گیا یا رسول اللہ کھانا بھی نہیں فرمایا یہ تو ہمارا بہترین مال ہے ۲۔ (ترمذی)

marfat.com

(۱۸۵۳) ۱؎ یعنی بیوی خاوند کے مال سے بغیر اجازت خیرات نہ کرے اجازت خواہ صریحی ہو یا عرفی جیسے عام طور پر بیویوں کو خاوندوں کی طرف سے روٹی کا ٹکڑا معمولی چیز خیرات کردینے‘ مہمانوں کی خاطر تواضع کردینے کی اجازت ہوتی ہے بلکہ خاوند اس پر مطلع ہوکر خوش ہوتے ہیں کہ ہماری بیوی سلیقہ مند ہے‘ مہمان نواز ہے‘ لہٰذا یہ حدیث گزشتہ احادیث کے خلاف نہیں ۲؎ یعنی کھانا تو بہترین مال ہے جس پر زندگی کا دارومدار ہے جب اپنے خاوند کی اجازت بغیر معمولی چیز بھی خرچ نہیں کرسکتی تو کھانے جیسی بہترین چیز کیسے خیرات کرسکتی ہے‘ اس کا مطلب ابھی عرض کیا گیا۔

وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ لَمَّا بَايَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النِّسَآءَ قَامَتْ اِمْرَاَةٌ جَلِيْلَةٌ كَاَنَّهَا مِنْ نِسَآءِ مُضَرَ فَقَالَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اِنَّا كَلٌّ عَلٰى اٰبَآئِنَا وَاَبْنَآئِنَا وَاَزْوَاجِنَا فَمَا يَحِلُّ لَنَا مِنْ اَمْوَالِهِمْ قَالَ الرَّطْبُ تَاْكُلْنَهٗ وَتُهْدِيْنَهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ۔

(۱۸۵۴) روایت ہے حضرت سعد سے فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے بیعت لی تو ایک شاندار عورت شاید وہ مضر کی عورتوں سے تھی ۱؎ اٹھی اور بولی یا نبی اللہ ہم تو اپنے باپ دادوں اولاد اور خاوندوں پر بوجھ ہیں ۲؎ ہمیں ان کے مالوں سے کس قدر درست ہے فرمایا تر کھانا جسے تم کھالو اور ہدیہ دے سکو ۳؎ (ابوداؤد)

(۱۸۵۴) ۱؎ یعنی حسین صورت دراز قامت عزت و شرف والی کہ قبیلہ مضر کے لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے آج مصری لوگ یعنی غالبًا وہ بی بی قبیلہ مضر ابن نزار سے تھیں ۲؎ یعنی یہ لوگ ہم کو ہمارے حق پورے نہیں دیتے ہم پر خرچ کرتے گھبراتے ہیں‘ خیال رہے کہ لڑکی کا خرچ شادی سے پہلے باپ کے ذمہ ہے شادی کے بعد خاوند کے ذمہ صاحب اولاد ہونے کے بعد بیٹے پر ماں باپ کی ہر طرح کی خدمت لازم ہے مگر پھر بھی خاوند پر اس کا خرچہ رہے گا ۳؎ یعنی پکے ہوئے کھانے تر میوہ جو زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتے انہیں خود بھی کھالو اور ہدیہ بھی دو ہر وقت علیحدہ اجازت لینے کی ضرورت نہیں کیونکہ ان چیزوں کے ہدیہ کی عرفًا اجازت ہوتی ہے حق یہ ہے کہ یہ حدیث باپ‘ اولاد‘ خاوند کے سب کے مال کے متعلق ہے لڑکی‘ باپ کے مال سے‘ ماں اولاد کے مال سے بیوی خاوند کے مال سے بغیر صریحی اجازت کے اس قسم کی چیزوں میں سے صدقہ ہدیہ سب کچھ کرسکتی ہے حق یہ ہی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ:

تیسری فصل

عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلٰى اٰبِى اللَّحْمِ قَالَ اَمَرَنِىْ مَوْلَايَ اَنْ اُقَدِّدَ لَحْمًا فَجَآءَنِىْ مِسْكِيْنٌ فَاَطْعَمْتُهٗ مِنْهُ فَعَلِمَ بِذٰلِكَ مَوْلَايَ فَضَرَبَنِىْ فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهٗ فَدَعَاهُ فَقَالَ لِمَ ضَرَبْتَهٗ قَالَ يُعْطِىْ طَعَامِىْ بِغَيْرِ اَنْ اٰمُرَهٗ فَقَالَ الْاَجْرُ بَيْنَكُمَا وَفِىْ رِوَايَةٍ

(۱۸۵۵) روایت ہے حضرت عمیر سے جو ابی اللحم کے غلام ہیں ۱؎ فرماتے ہیں کہ میرے مولا نے مجھے گوشت سکھانے کا حکم دیا ۲؎ کہ ایک مسکین آگیا جسے میں نے اس میں سے کچھ دے دیا ۳؎ اس کی خبر میرے مولا کو ہوئی تو اس نے مجھے مارا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ ماجرا حضور سے عرض کیا ۴؎ حضور نے انہیں بلایا فرمایا تم نے انہیں کیوں مارا عرض کیا کہ

marfat.com

قَالَ كُنْتُ مَمْلُوكًا فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَصَدَّقُ مِنْ مَالِ مَوَالِيَّ بِشَيْءٍ قَالَ نَعَمْ وَالْأَجْرُ بَيْنَكُمَا نِصْفَانِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

یہ میرا کھانا میری بغیر اجازت دے دیتا ہے فرمایا ثواب تم دونوں کو ہے ۵۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ فرماتے ہیں میں مملوک تھا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا اپنے مولا کے مال سے کچھ خیرات کر دیا کروں فرمایا ہاں اور ثواب تم دونوں کو آدھا آدھا ہوگا ۶۔ (مسلم)

(۱۸۵۵) ۱۔ عمیر صحابی ہیں غزوہ خیبر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ان کے مولی بھی صحابی ہیں ان کے مولی کا نام عبداللہ ہے لقب ابی اللحم یعنی گوشت کے انکاری چونکہ یہ گوشت کی تجارت کرتے تھے مگر خود بالکل نہ کھاتے تھے اس لئے ان کا یہ لقب ہوا، بعض نے فرمایا کہ یہ زمانہ جاہلیت میں بتوں کے نام کا ذبح کیا ہوا گوشت نہ کھاتے تھے مشہور اور پرانے صحابہ میں سے ہیں جنگ بدر میں شریک ہوئے اور غزوہ حنین میں شہید ۲۔ اقدد، قد سے بنا یعنی گوشت کے لمبے پارچے کرنا چونکہ یہ پارچے سکھانے کے لئے کئے جاتے ہیں اس لئے اب سکھانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اہل عرب گوشت سکھا کر مہینوں استعمال کرتے ہیں اب بھی سوکھا گوشت ولایت سے بند ڈبوں میں آتا ہے ۳۔ چوری یا مولی کے نقصان کی نیت سے نہیں بلکہ محض ثواب کی غرض سے، کیونکہ غلاموں کو اس قسم کے صدقات کی عادۃً اجازت ہوتی ہے ۴۔ اس جملہ سے فقیر کی شرح کو قوت پہنچتی ہے اگر ان کی نیت فاسد ہوتی تو اس واقعہ کو دبا لیتے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت نہ لاتے شکایت کا منشا یہ ہی تھا کہ میں تو مولی کے مال سے صدقہ کر کے ان کا فائدہ کرتا ہوں وہ مجھے مارتے ہیں ۵۔ یعنی اگر تم اس کے دیئے ہوئے سے راضی ہو جاؤ تو تم بھی ثواب پاؤ، اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ غلام کو مولی کی بغیر اجازت اس کے مال میں تصرف کرنے کی مطلقاً اجازت دے دی جائے بلکہ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غلام کی نیک نیتی پر مطلع تھے اس لئے ان کے مولی کو ایک بہتربات کی ہدایت دی اس سے معلوم ہوا کہ اگر مولی بلاقصور بھی غلام کو مار دے تو مولی پر اس کا قصاص نہیں یونہی اگر باپ بیٹے کو استاد شاگرد کو غلط فہمی کی بنا پر بلاوجہ بھی مارے تو قصاص نہیں۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے بلاقصور ہارون علیہ الصلوۃ والسلام کی داڑھی اور سر کے بال پکڑ لئے مگر اصل واقعہ اور حضرت ہارون علیہ السلام کی بےقصوری معلوم ہونے پر ان کے لئے دعا کی لیکن قصاص نہ دیا لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے کو حضرت عکاشہ کے سامنے پیش فرمادینا تعلیم عدل کے لئے ہے نہ کہ بیان قانون کے لئے۔ ۶۔ اس کا مطلب وہی ہے جو پہلے عرض کیا جاچکا کہ اس سے وہ صورتیں مراد ہوتی ہیں جن میں مولی کی طرف سے غلام کو عرفاً خرچ کر دینے کی اجازت ہوتی ہے ورنہ کسی کا مال اس کی بغیر اجازت خیرات نہیں کر سکتے۔

بَابُ مَنْ لَا يَعُودُ فِي الصَّدَقَةِ

باب کون شخص صدقہ واپس نہ لے

اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ

پہلی فصل

صدقہ واپس لینے کی چند صورتیں ہیں دیکر واپس لے لینا دیکر خرید لینا دینے کے بعد بطور میراث پھر صدقہ کا لوٹ آنا پہلی

marfat.com

صورت بالکل ناجائز ہے‘ اور تیسری صورت بالکل جائز‘ دوسری صورت میں کچھ تفصیل ہے۔ خیال رہے کہ ہدیہ دے کر واپس لینا جائز ہے اگرچہ بہت برا‘ اس کی بحث پہلے ہو چکی‘ مگر صدقہ دے کر واپس لینا جائز ہی نہیں۔

عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ قَالَ حَمَلْتُ عَلٰى فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فَاَضَاعَهُ الَّذِيْ كَانَ عِنْدَهٗ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَشْتَرِيَهٗ وَظَنَنْتُ اَنَّهٗ يَبِيْعُهٗ بِرُخْصٍ فَسَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَشْتَرِهٖ وَلَا تَعُدْ فِيْ صَدَقَتِكَ وَاِنْ اَعْطَاكَهٗ بِدِرْهَمٍ فَاِنَّ الْعَائِدَ فِيْ صَدَقَتِهٖ كَالْكَلْبِ يَعُوْدُ فِيْ قَيْئِهٖ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَا تَعُدْ فِيْ صَدَقَتِكَ فَاِنَّ الْعَائِدَ فِيْ صَدَقَتِهٖ كَالْعَائِدِ فِيْ قَيْئِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۸۵۶) روایت ہے حضرت عمر ابن الخطاب سے فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کو اللہ کی راہ میں گھوڑا دیا۱۔ جس کے پاس وہ گھوڑا تھا اس نے اسے برباد کر دیا۲۔ میں نے چاہا کہ گھوڑا خرید لوں میرا خیال تھا کہ سستا بیچ دے گا۳۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ نے فرمایا اسے نہ خریدو اور اپنا صدقہ واپس نہ لو اگرچہ تمہیں ایک درہم میں دے دے۴ کیونکہ اپنے صدقہ میں رجوع کرنے والا اس کتے کی طرح ہے جو قے کر کے چاٹ لے ایک اور روایت میں ہے صدقہ واپس نہ لو کہ اپنے صدقہ میں رجوع کرنے والا ایسا ہے جیسے اپنی قے دوبارہ کھا لینے والا ہے۵۔ (مسلم بخاری)

(۱۸۵۶) ۱؎ بطور خیرات تاکہ اس پر جہاد وغیرہ کیا کرے‘ عاریۃً دینا مراد نہیں بلکہ مالک بنا دینا مراد ہے ۲؎ اس طرح کہ اس کی خدمت کم کی جس سے وہ کمزور دبلا ہو کر گویا برباد ہی ہو گیا ۳؎ یا اس لئے کہ گھوڑا کمزور ہو چکا ہے‘ جس سے اس کی قیمت گھٹ گئی‘ یا اس لئے کہ میں اس کا محسن ہوں‘ مجھے رعایت سے دے گا‘ کیونکہ احسان کا بدلہ احسان ہے دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے ۴؎ اس جملہ کی بناء پر بعض علماء فرماتے ہیں کہ اپنے دیئے ہوئے صدقہ کا خریدنا حرام ہے‘ مگر حق یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے‘ اور کراہت کی وجہ بھی یہ ہے کہ اس موقعہ پر فقیر صدقہ دینے والے کی گزشتہ مہربانی کا خیال کرتے ہوئے اسے سستا دے دے گا‘ اور یہ قیمت کی کمی صدقہ کی واپسی ہے‘ مثلاً اگر سو روپیہ کا مال اس نے ۸۰ میں دے دیا‘ تو گویا صدقہ دینے والے نے بیس روپیہ صدقہ کر کے واپس لے لئے‘ لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ملک بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں اس کی مثال بالکل یوں سمجھ لو کہ اگر تم نے اپنے پڑوسی فقیر کو صدقہ دیا‘ اس نے اس مال کا کھانا پکا کر تمہاری دعوت کی‘ یہ اگر اس مہربانی کے شکریہ میں ہو‘ تو وہ دعوت ناجائز ہے‘ اور اگر عام دعوت تھی‘ جس میں اتفاقاً تمہیں بھی بلا لیا گیا ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ ۵؎ اس تشبیہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ ممانعت تنزیہی ہے کیونکہ کتے کے اپنی قے کو چاٹ لینے سے اس کا پیٹ تو بھر ہی جائے گا مگر یہ کام گھناؤنا ہے ایسے ہی اپنے صدقہ کو خرید لینے سے ملکیت تو حاصل ہو ہی جائے گی اگرچہ کام بہت برا ہے یہی تشبیہ ہبہ واپس لینے والے پر بھی دی گئی ہے حالانکہ ہبہ کی واپسی بالاتفاق جائز ہے اگرچہ مکروہ ہے۔

وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَتَتْهُ امْرَاَةٌ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنِّيْ تَصَدَّقْتُ عَلٰى اُمِّيْ بِجَارِيَةٍ وَاِنَّهَا مَاتَتْ قَالَ وَجَبَ اَجْرُكِ

(۱۸۵۷) روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ایک عورت حاضر ہوئی بولی یا رسول اللہ میں نے اپنی ماں کو ایک لونڈی صدقہ میں دی تھی اور ماں فوت ہو گئی۱۔ فرمایا تمہارا ثواب پورا ہو گیا اور میراث نے

marfat.com

وَرَدَّهَا عَلَيْكِ الْمِيرَاثُ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّهُ كَانَ عَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ أَفَأَصُومُ عَنْهَا قَالَ صُومِي عَنْهَا قَالَتْ إِنَّهَا لَمْ تَحُجَّ قَطُّ أَفَأَحُجُّ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ حُجِّي عَنْهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

تمہیں لونڈی واپس دے دی ہے عرض کیا یا رسول اللہ میری ماں پر ایک مہینہ کے روزے تھے کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھ دوں فرمایا رکھ دو ۳؎ بولی اس نے حج نہ کیا تھا کیا میں کروں فرمایا ہاں اس کی طرف سے حج کردو ہے۔ (مسلم)

(۱۸۵۷) ا؎ اور لونڈی بطور میراث مجھے مل رہی ہے آیا اسے لوں یا نہ لوں کسی اور کو خیرات دے دوں اس جملہ سے معلوم ہوا کہ غریب ماں باپ کو صدقہ نفلی دے سکتے ہیں صدقہ فرض نہیں دے سکتے اس کی تحقیق پہلے کی جا چکی اور ہو سکتا ہے کہ ان بی بی نے اپنی ماں کو لونڈی ہدیۃً دی ہو اور صدقہ سے ہدیہ مراد لیا ہو ۲؎ اس حدیث نے تصریح کردی کہ بطور میراث اگر اپنا صدقہ لوٹ آئے تو اس کا لینا جائز ہے بعض علماء نے فرمایا کہ دوسرے فقیر کو دے دے۔ کیونکہ یہ حق اللہ بن چکا ہے مگر یہ قیاس حدیث کے مقابل ہے لہذا رد ہے ۳؎ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا کہ میت کے قضا روزے وارث رکھ سکتا ہے لیکن امام ابو حنیفہ و شافعی و مالک علیہم الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں نہیں رکھ سکتا کیونکہ روزہ خالص بدنی عبادت ہے جس میں نیابت ناجائز ہے رب تعالٰی فرماتا ہے لیس للانسان الا ما سعی اور فرماتا ہے لها ما کسبت اور فرماتا ہے وعلی الذین یطیقونه فدیة طعام مسکین حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں نہ کوئی کسی کی طرف سے نماز پڑھے نہ روزے رکھے یہاں روزوں کا کفارہ دینا مراد ہے یعنی تم اپنی ماں کے روزوں کا فدیہ دے دو جو حکماً روزہ ہے ۴؎ خواہ انہوں نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو اگر ان پر حج فرض تھا تو ان کی طرف سے تم کردو تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ قریب الغنا بیمار یا بوڑھے کی طرف سے اور میت کی طرف سے حج بدل کرنا جائز ہے کیونکہ حج خالص بدنی عبادت نہیں بلکہ بدنی اور مالی کا مجموعہ ہے جو سخت مجبوری اور معذوری کی حالت میں دوسرے کے ادا کردینے سے ادا ہو سکتا ہے لہذا یہ حدیث ان تمام بزرگوں کی دلیل ہے عبادات تین قسم کی ہیں محض بدنی محض مالی بدنی و مالی کا مجموعہ محض بدنی عبادات میں نیابت مطلقاً ناجائز ہے جیسے روزہ' نماز' اور محض مالی میں مطلقاً جائز جیسے زکوۃ اور صدقہ فطر وغیرہ اور مجموعہ میں دائمی عذر میں جائز ویسے ناجائز۔

كِتَابُ الصَّوْمِ — روزے کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

صوم کے لغوی معنے ہیں باز رہنا قرآن کریم فرماتا ہے انی نذرت للرحمن صوما یعنی میں نے بات چیت سے باز رہنے کی نذر مانی ہے شریعت میں صبح سے شام تک بہ نیت عبادت صحبت سے اور کسی چیز کے پیٹ یا دماغ میں داخل کرنے سے باز رہنے کو صوم کہا جاتا ہے روزہ کا منشا ہے نفس کا زور توڑنا دل میں صفائی پیدا کرنا فقرا اور مساکین کی موافقت کرنا' مساکین پر اپنے دل کو نرم بنانا مرقات میں ہے کہ یوسف علیہ السلام زمانہ قحط میں پیٹ بھر کھانا' نہ کھاتے تھے تا کہ بھوکوں فاقہ مستوں کا حق نہ بھول جائیں۔ لمعات مرقات اور در مختار وغیرہ میں ہے کہ ۲ھ ہجری میں تبدیلی قبلہ کے ایک مہینہ بعد ہجرت سے اٹھارھویں مہینہ دسویں شعبان کو

روزے فرض ہوئے روزے کی فرضیت میں چھ قسم کی تبدیلیاں ہوئیں جنہیں ہم نے اپنی تفسیر نعیمی پارہ دوم میں تفصیل وار بیان کیا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَفِیْ رِوَایَةٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّیَاطِیْنُ وَفِیْ رِوَایَةٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الرَّحْمَةِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

(۱۸۵۸) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب رمضان آتا ہے ا۔ تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ۲۔ اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیئے جاتے ہیں ۳۔ ایک روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھولے جاتے ہیں (مسلم بخاری)

(۱۸۵۸) ا۔ رمضان رمض سے بنا۔ معنی گرمی یا گرم چونکہ بھٹی گندے لوہے کو صاف کرتی ہے اور صاف لوہے کو پرزہ بنا کر قیمتی کر دیتی ہے اور سونے کو محبوب کے پہننے کے لائق بنادیتی ہے اسی طرح روزہ گنہگاروں کے گناہ معاف کراتا ہے نیک کار کے درجے بڑھاتا ہے اور ابرار کا قرب الٰہی زیادہ کرتا ہے اس لئے اسے رمضان کہتے ہیں نیز یہ اللہ کی رحمت محبت' ضمان امان اور نور لے کر آتا ہے اس لئے رمضان کہلاتا ہے خیال رہے کہ رمضان یہ پانچ ہی نعمتیں لاتا ہے اور پانچ ہی عبادتیں روزہ' تراویح' اعتکاف' شب قدر میں عبادات اور تلاوت قرآن اسی مہینہ میں قرآن کریم اترا اور اسی مہینہ کا نام قرآن شریف میں لیا گیا ماہ رمضان کے تفصیل وار فضائل ہماری کتاب تفسیر نعیمی جلد دوم میں دیکھو ۲۔ حق یہ ہے کہ ماہ رمضان میں آسمانوں کے دروازے بھی کھلتے ہیں جن سے اللہ کی خاص رحمتیں زمین پر اترتی ہیں اور جنتوں کے دروازے بھی جس کی وجہ سے جنت والے حور و غلمان کو خبر ہو جاتی ہے کہ دنیا میں رمضان آگیا اور وہ روزہ داروں کے لئے دعاؤں میں مشغول ہو جاتے ہیں حدیث اپنے ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں ۳۔ یہ جملہ بھی اپنے ظاہری معنے پر ہی ہے کہ ماہ رمضان میں واقعی دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے اس مہینہ میں گنہگاروں بلکہ کافروں کی قبروں پر بھی دوزخ کی گرمی نہیں پہنچتی وہ جو مسلمانوں میں مشہور ہے کہ رمضان میں عذاب قبر نہیں ہوتا اس کا یہی مطلب ہے اور حقیقت میں ابلیس مع اپنی ذریتوں کے قید کر دیا جاتا ہے اس مہینہ میں جو کوئی بھی گناہ کرتا ہے وہ اپنے نفس امارہ کی شرارت سے کرتا ہے نہ کہ شیطان کے بہکانے سے فقیر کی اس تقریر سے اس حدیث کے متعلق بہت سے اعتراضات دفع ہو گئے مثلاً یہ کہ جب ابھی جنت میں کوئی جا ہی نہیں رہا تو اس کے دروازے کھلنے سے کیا فائدہ یا یہ کہ جب دوزخ کے دروازے بند ہو گئے تو رمضان میں گرمی کہاں سے آتی ہے یا یہ کہ جب شیطان بند ہو گیا تو اس مہینہ میں گناہ کیسے ہوتے ہیں۔

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْجَنَّةِ ثَمَانِیَةُ اَبْوَابٍ مِنْهَا بَابٌ یُسَمَّی الرَّیَّانَ لَا یَدْخُلُهٗ اِلَّا الصَّائِمُوْنَ

(۱۸۵۹) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت میں آٹھ دروازے ہیں ا۔ جن میں سے ایک باب الریان ہے جس میں صرف روزہ دار

marfat.com

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

داخل ہوں گے ۲۔(مسلم بخاری)

(۱۸۵۹) ۱۔یا اس طرح کہ جنت میں آٹھ طبقے ہیں ہر طبقہ کا ایک دروازہ یا اس طرح کہ جنت کی پہلی ہی دیوار میں آٹھ دروازے ہیں تاکہ ہر قسم کے نیک لوگ اپنے اپنے الگ دروازے سے داخل ہوں ۲۔ریان بروزن فعلان ری سے بنا۔ بمعنی ترو تازگی سیرابی و سبزی چونکہ روزہ دار روزوں میں بھوکے پیاسے رہتے تھے اور بمقابلہ بھوک کے پیاس کی زیادہ تکلیف اٹھاتے تھے اس لئے ان کے داخلے کے لئے وہ دروازہ منتخب ہوا جہاں پانی کی نہریں بے حساب سبزہ پھل فروٹ اور سیرابی ہے اس کا حسن آج نہ ہمارے وہم و گمان میں آسکتا ہے نہ بیان میں انشاء اللہ دیکھ کر ہی پتہ لگے گا اس سے معلوم ہوا کہ روزہ چور اور روزہ توڑ مسلمان اگرچہ رحمت خداوندی اور شفاعت مصطفوی کی برکت سے بخش بھی دیئے جائیں اور جنت میں داخل بھی ہو جائیں مگر اس دروازہ سے نہیں جا سکتے کہ یہ دروازہ تو روزہ داروں کے لئے مخصوص ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۸۶۰) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ایمان و اخلاص سے رمضان کے روزے رکھے اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں ۱۔اور جو رمضان میں ایمان و اخلاص سے راتوں میں عبادت کرے تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے ۲۔اور جو شب قدر میں ایمان و اخلاص کے ساتھ عبادت کرے تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے ۳۔(مسلم بخاری)

(۱۸۶۰) ۱۔احتساب حسب سے بنا۔ بمعنی گمان کرنا اور سمجھنا احتساب کے معنی ہیں ثواب طلب کرنا یعنی جس روزہ کے ساتھ ایمان اور اخلاص جمع ہو جائیں اس کا نفع تو بے شمار ہے دفع ضرر یہ ہے کہ اس کے سارے صغیرہ گناہ حقوق اللہ معاف ہو جاتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہندوؤں کے برت (روزہ) اور کافروں کے اپنے دینی روزوں کا کوئی ثواب نہیں کہ وہاں ایمان نہیں اور جو شخص بیماری کے علاج کے لئے روزہ رکھے نہ کہ طلب ثواب کے لئے تو کوئی ثواب نہیں کہ وہاں احتساب نہیں ۲۔اس عبادت سے مراد نماز تراویح ہے جو صرف رمضان میں ادا ہوتی ہے یا نماز تہجد ۳۔مرقات نے فرمایا کہ ان جیسے نیک اعمال سے گناہ صغیرہ تو معاف ہو جاتے ہیں اور گناہ کبیرہ صغیرہ بن جاتے ہیں اور بے گناہوں کے درجات بڑھ جاتے ہیں لہذا اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ رمضان میں روزوں کی برکت سے گناہ صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں اور تراویح کی برکت سے گناہ کبیرہ ہلکے پڑ جاتے ہیں اور شب قدر کی عبادت کی برکت سے درجے بڑھ جاتے ہیں لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ جب روزوں سے گناہ معاف ہو گئے تو پھر تراویح اور شب قدر کی عبادت سے کیا ہوگا۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ يُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى

(۱۸۶۱) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان کی ساری نیکیاں دس گنے سے سات سو گنے تک بڑھائی جائیں گی ۱۔رب تعالیٰ فرماتا ہے سوائے روزہ کے

marfat.com

اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّهٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ یَدَعُ شَهْوَتَهٗ وَطَعَامَهٗ مِنْ اَجْلِیْ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ وَلَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْكِ وَالصِّیَامُ جُنَّةٌ وَاِذَا كَانَ یَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْیَقُلْ اِنِّیْ امْرُؤٌ صَائِمٌ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

کہ روزہ تو میرا ہے۔ ۲۔ اور میں ہی اس کا ثواب دوں گا ۳۔ وہ میرے لئے اپنی شہوت اور اپنا کھانا چھوڑتا ہے ۴۔ روزہ دار کو دو خوشیاں ہیں ایک خوشی افطار کے وقت اور دوسری خوشی اپنے رب سے ملتے وقت ۵۔ روزہ دار کی منہ کی بو اللہ کے ہاں مشک کی خوشبو سے بہتر ہے ۶۔ اور روزے ڈھال ہیں ۷۔ اور جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو تو نہ بری بات کہے نہ شور مچائے ۸۔ اگر کوئی اس سے گالی گلوچ یا جنگ کرے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں ۹۔ (مسلم بخاری)

(۱۸۶۶) ا۔ یعنی قانوناً ایک نیکی کا ثواب کم سے کم دس گنا اور زیادہ سے زیادہ سات سو گنا ہے اگر اللہ اور زیادہ دے تو اس کا کرم ہے اس حدیث سے دو آیتوں کی طرف اشارہ ہے ایک تو من جاء بالحسنة فله عشرا مثالها اور دوسری کمثل حبة انبتت سبع سنابل فی کل سنبلة مائة حبة ۲۔ اگرچہ ساری عبادتیں اللہ تعالیٰ کی ہیں مگر خصوصیت سے روزہ کو فرمایا کہ یہ میرا ہے چند وجہوں سے ایک یہ کہ دیگر عبادات میں اطاعت غالب ہے اور روزہ میں عشق غالب اور روزہ دار میں علامات عشق جمع ہو جاتی ہیں۔ شعر:

☆ عاشقاں راشش نشان است اے پسر ☆ آہ سرد و رنگ زرد و چشم تر ☆
☆ گر ترا پرسند سہ دیگر کدام ☆ کم خورو کم گفتن و خفتن حرام ☆

اور مطیع کا عوض ثواب ہے عاشق کا عوض لقائے یار دوسرے یہ کہ دوسری عبادتوں میں ریا ہو سکتی ہے کیونکہ ان کی کوئی نہ کوئی صورت ہوتی ہے اور ان میں کچھ کرنا ہوتا ہے مگر روزہ میں ریاء نہیں ہو سکتی کہ نہ اس کی کوئی صورت ہے اور نہ اس میں کچھ کرنا ہے جو اندر باہر کچھ نہ کھائے پیئے وہ یقیناً مخلص ہی ہے ریاکار گھر میں کھا کر بھی روزہ ظاہر کر سکتا ہے تیسرے یہ کہ کل قیامت میں دوسری عبادتیں اہل حقوق چھین سکتے ہیں حتی کہ قرض خواہ مقروض سے سات سو نمازیں تین پیسہ قرض کی عوض لے لے گا (شامی) مگر روزہ کسی حق والے کو نہ دیا جائے گا رب تعالیٰ فرمائے گا کہ روزہ تو میرا ہے یہ کسی کو نہیں ملے گا۔ چوتھے یہ کہ کفار و مشرکین دوسری عبادتیں بتوں کے لئے بھی کر لیتے ہیں قربانی، سجدہ، حج و خیرات وغیرہ مگر کوئی کافر روزہ بت کے لئے نہیں رکھتا اگر روزہ رکھتے بھی ہیں تو صفائی نفس کے لئے تاکہ اس صفائی سے بتوں سے قرب حاصل ہو غرض کہ روزہ غیر اللہ کے لئے نہیں ہوتا (از مرقات) اشعہ وغیرہ۔ ۳۔ اس عبارت کی دو قراتیں ہیں اجزی معروف اور اجزی مجہول یعنی روزہ کا بدلہ میں براہ راست خود دوں گا میں دینے والا روزہ دار لینے والا جو چاہوں دوں اس کی جزا مقرر نہیں یا روزہ کا بدلہ میں خود ہوں یعنی تمام عبادات کا بدلہ جنت ہے اور روزہ کا بدلہ جنت والا رب اس کی وجہ آگے آرہی ہے ۴۔ یعنی دوسرے عابد ہیں یہ عابد بھی اور عاشق بھی یا روزہ دار ریاء کے لئے کھانا پینا نہیں چھوڑتا وہ صرف میری رضا کے لئے چھوڑتا ہے ریاکار چھپ کر کھا کر روزہ ظاہر کر سکتا ہے ۵۔ سبحان اللہ کیسا پیارا فرمان ہے روزہ دار کو افطار کے وقت روحانی خوشی بھی ہوتی ہے کہ عبادت ادا ہوئی رب تعالیٰ راضی ہوا سینہ میں نور دل میں سرور

marfat.com

ہوا اور جسمانی فرحت بھی کہ سخت پیاس کے بعد ٹھنڈا پانی بہت ہی فرحت کا باعث ہے اور تیز بھوک میں رب تعالیٰ کی روزی بہت لذیذ معلوم ہوتی ہے اور انشاء اللہ مرتے وقت بھی بروز قیامت بھی رب تعالیٰ کی مہربانی دیکھ کر روزہ دار کو جو خوشی ہوگی وہ تو بیان سے باہر ہے وہ کریم فرمائے گا کہ دنیا میں جو میں نے کہا وہ تو نے کیا اب جو تو کہے گا وہ میں کروں گا اللہ تعالیٰ خیریت سے وہ وقت دکھائے اللہ کا شکر ہے کہ فقیر حقیر گنہگار یہ بیان بھی آج ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۷۹ھ جمعرات کے دن لکھ رہا ہے رب تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور محبوب معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ سے اس قال کو حال بنادے ۶۔ خیال رہے کہ منہ کی وہ بو جو دانتوں کے میل وغیرہ یا بیماری سے پیدا ہو کر نحر کہلاتی ہے اور جو معدہ خالی ہونے کی وجہ سے پیدا ہو اسے خلوف کہتے ہیں دانتوں کے میل کی بو تو مسواک و منجن سے جاسکتی ہے اور بیماری کی بو دواؤں سے مگر خلوف معدہ کی بو صرف کھانے سے جاسکتی ہے تجربہ ہے کہ یہ بو مسواک کے بعد بھی رہتی ہے لہذا یہ حدیث نہ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کی اس پر چیز دلیل ہے کہ بعد زوال روزہ میں مسواک منع اور نہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے اس مسئلہ کے خلاف ہے کہ روزہ میں مسواک ہر وقت جائز ہے یہاں مرقات نے فرمایا کہ یہ جملہ ایسا ہے جیسے ماں کہے کہ مجھے اپنے بچے کا پسینہ کیوڑے گلاب سے پیارا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ پسینہ دھویا بھی نہ جائے روزہ میں مسواک کی پوری بحث انشاء اللہ آگے آئے گی ۷۔ کہ دنیا میں نفس و شیطان کے شر سے بچاتے ہیں اور آخرت میں دوزخ کی آگ سے بچائیں گے ۸۔ شور سے مراد جنگ وجدال کا شور ہے شریعت میں روزہ پیٹ اور دماغ کا ہوتا ہے مگر طریقت میں سارے اعضاء کا کہ انہیں گناہوں سے بچایا جائے اس جملہ میں اسی روزہ کی تعلیم ہے ۹۔ لہذا میں تجھ سے لڑنے کو تیار نہیں اس پر انشاء اللہ وہ خود ہی شرمندہ ہو جائے گا' یا یہ مطلب ہے کہ میں روزہ دار ہوں اللہ کی ضمان میں ہوں مجھ سے لڑنا گویا رب کا مقابلہ کرنا ہے اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت اپنی چھپی عبادت کا اظہار جائز ہے بشرطیکہ فخر و ریا کے لئے نہ ہو۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ اَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِيْنُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَفُتِّحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ وَيُنَادِیْ مُنَادٍ يَا بَاغِیَ الْخَيْرِ اَقْبِلْ وَيَا بَاغِیَ الشَّرِّ اَقْصِرْ وَلِلّٰهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ عَنْ رَجُلٍ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔

(۱۸۶۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب ماہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جن قید کردیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں کہ ان میں سے کوئی دروازہ کھولا نہیں جاتا اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جن میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا ۱۔ اور پکارنے والا پکارتا ہے کہ اے بھلائی چاہنے والے آ ۲۔ اور برائی چاہنے والے باز آ ۳۔ اور اللہ کی طرف سے لوگ آگ سے آزاد کئے جاتے ہیں یہ ہر رات ہوتا ہے ۴۔ (ترمذی ابن ماجہ) احمد نے ایک شخص سے روایت کی ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔ ۵۔

marfat.com

(۱۸۶۲) ا۔ ان تین جملوں کی شرح ابھی کچھ پہلے ہو چکی ہے کہ یہ تینوں جملے اپنے ظاہری معنے پر ہیں ان میں کسی کی تاویل یا توجیہ کی ضرورت نہیں چونکہ ابلیس ایک ہے اور اس کی ذریت بہت قسم کی جن کے نام بھی الگ ہیں اور کام بھی الگ یہ سب ہی ایک مہینہ کے لئے گرفتار کرلئے جاتے ہیں اس لئے شیاطین جمع فرمایا مرقات نے یہاں فرمایا کہ رمضان کے علاوہ دیگر مہینوں میں جنت اور دوزخ کے دروازے کبھی کھلتے ہیں کبھی بند ہوتے ہیں مگر رمضان میں سارا مہینہ دوزخ کے دروازے بند رہتے ہیں جنت کے کھلے' سبحان اللہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کا دروازہ دیگر مہینوں میں شب جمعہ کو کھلتا ہے مگر ماہ رمضان میں ہمیشہ کھلا رہتا ہے کیوں نہ ہو کہ وہ ہم غریبوں کی جنت ہے۔ شعر:

☆ مسجد من کعبہ من خلد ما ☆ آستان تو در تو کوئے تو ☆

۲۔ اللہ کی طرف آ رسول اللہ کی طرف آ' جنت ہی کی طرف آ' مسجد کی طرف آ' عبادت کی طرف آ' کیونکہ اب عمل قلیل پر جزائے جلیل ملے گی' زمانہ کمائی کا آگیا کچھ کما لے ۳۔ گناہوں سے باز آ غیر اللہ کی طرف سے بھاگنے سے باز آ رمضان رب کا مہمان ہے اس سے شرم کر اس آواز کا اثر یہ دیکھا جا رہا ہے کہ اس زمانہ میں بے نماز نمازی ہو جاتے ہیں' بخیل سخی بن جاتے ہیں بچے اور بیمار جو نماز سے گھبرائیں روزہ پر حریص ہوتے ہیں حالانکہ روزہ نماز سے دشوار ہے روزہ میں عادۃً" سستی اور نیند بڑھ جاتی ہے مگر پھر بھی مسجدیں بھری رہتی ہیں اور راتیں ذکر اللہ سے آباد۔ ۴۔ یعنی مہینہ بھر روزانہ افطار کے وقت بہت سے ہم جیسے گنہگار جو اپنے گیارہ مہینوں کی بدکاریوں کی وجہ سے دوزخ کے مستحق ہو چکے ہوتے ہیں انہیں اللہ روزہ کی برکت سے معافی دے دیتا ہے فرماتا ہے اگرچہ گنہگار ہیں مگر روزہ دار ہیں بخش دیا ۵۔ یعنی حدیث مرفوع غریب ہے موقوف صحیح ہے اور ہو سکتا ہے کہ غریب بھی ہو اور صحیح بھی کیونکہ غرابت حسن یا صحیح ہونے کے خلاف نہیں (مرقات) امام جزری فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے ایک راوی ابوبکر ابن عیاش بھی ہیں جن کے ثقہ ہونے میں اختلاف ہے بعض نے فرمایا کہ اگرچہ امام عاصم قاری کے شاگرد ہیں اور امام حفص پر قرات میں مقدم ہیں اور فضائل و کمالات میں اپنے اہل زمانہ پر فوقیت رکھتے ہیں مگر کچھ حافظہ کے کمزور تھے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَتَاکُمْ رَمَضَانُ شَهْرٌ مُّبَارَکٌ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَیْکُمْ صِیَامَهٗ تُفْتَحُ فِیْهِ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَتُغْلَقُ فِیْهِ اَبْوَابُ الْجَحِیْمِ وَتُغَلُّ فِیْهِ مَرَدَةُ الشَّیَاطِیْنِ لِلّٰهِ فِیْهِ لَیْلَةٌ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَ خَیْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِیُّ۔

(۱۸۶۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان آگیا برکت والا مہینہ ہے ا۔ اللہ نے تم پر اس کے روزے فرض کئے ۲۔ اس میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں ۳۔ دوزخ کے دروازے بند کئے جاتے ہیں اور اس میں مردود شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں ۴۔ اس میں ایک رات ہے ہزار مہینوں سے بہتر ۵۔ جو اس کی خیر سے محروم رہا وہ بالکل ہی محروم رہا ۶۔ (احمد نسائی)

(۱۸۶۳) ا۔ برکت کے معنی ہیں بیٹھ جانا جم جانا اسی لئے اونٹ کے طویلہ کو مبارک الابل کہا جاتا ہے کہ وہاں اونٹ بیٹھتے بندھتے

ہیں اب وہ زیادتی خیر جو آکر نہ جائے برکت کہلاتی ہے چونکہ ماہ رمضان میں حسی برکتیں بھی ہیں اور غیبی برکتیں بھی اس لئے اس مہینہ کا نام ماہ مبارک بھی ہے رمضان میں قدرتی طور پر مومنوں کے رزق میں برکت ہوتی ہے اور ہر نیکی کا ثواب ستر گنایا اس سے بھی زیادہ ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماہ رمضان کی آمد پر خوش ہونا' ایک دوسرے کو مبارک باد دینا سنت ہے اور جس کی آمد پر خوشی ہونا چاہیے اس کے جانے پر غم بھی ہونا چاہیے دیکھو نکاح ختم ہونے پر عورت کو شرعاً" غم لازم ہے اسی لئے اکثر مسلمان جمعۃ الوداع کو مغموم اور چشم پرنم ہوتے ہیں اور خطبا اس دن میں کچھ وداعیہ کلمات کہتے ہیں تا کہ مسلمان باقی گھڑیوں کو غنیمت جان کر نیکیوں میں اور زیادہ کوشش کریں ان سب کا ماخذ یہ حدیث ہے ۲۔ یعنی سب پر روزہ رمضان ہی فرض ہیں طاقت روزہ رکھنے والا فدیہ نہیں دے سکتا رب تعالیٰ فرماتا ہے فمن شهد منكم الشهر فليصمه حتیٰ کہ حائضہ عورت نمازوں کی قضا نہیں کرتی' مگر روزوں کی قضا کرتی ہے لہذا حدیث اپنے ظاہر پر ہے ۳۔ آسمان میں بہت سی قسم کے دروازے ہیں روزی اور فرشتے اترنے کے لئے دروازے لوگوں کے اعمال جانے کے دروازے عذاب آنے کے دروازے مخصوص رحمتیں اترنے کے دروازے وغیرہ یہاں یہ آخری قسم کے دروازے مراد ہیں یعنی رمضان میں خاص رحمتوں یا خاص فرشتوں کی آمد کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ آسمان کے دروازے تو ہمیشہ کھلے رہتے ہیں ۴۔ اس جملہ کے کئی مطلب ہو سکتے ہیں بہترین مطلب یہ ہے کہ عام شیاطین تو رب کے عام جیل خانوں میں بند کئے جاتے ہیں مگر بہت زیادہ سرکش شیاطین زنجیروں و طوقوں میں باندھے جاتے ہیں جیسے دنیاوی جیلوں میں پھانسی کے ملزم کال کوٹھری میں بند ہوتے ہیں اور ڈاکوؤں کو بیڑیاں پہنادی جاتی ہیں اسی لئے یہاں تغل فرمایا گیا تغل غل سے بنا۔ بمعنی زنجیر و طوق لہذا یہاں مردود کی قید احترازی ہے اور یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف بھی نہیں ۵۔ وہ رات شب قدر ہے جو بفضلہ تعالیٰ ہر ماہ رمضان میں ہوتی ہے کہ دوسری ہزار مہینوں کی عبادت سے جس میں شب قدر نہ ہو اس ایک رات کی عبادت بہتر ہے اور غالباً یہ رات ستائیسویں رمضان ہے اس کی نفیس بحث ہماری کتاب مواعظہ نعیمیہ میں ملاحظہ فرمایئے خیال رہے کہ لیلۃ القدر میں نو حرف ہیں اور سورۂ قدر میں یہ لفظ تین بار ارشاد ہوا تو تین دفعہ ہوں تو ستائیس بنتے ہیں نیز سورہ قدر میں تیس کلمے ہیں آخری آیت ھی حتی مطلع الفجر میں ھی ضمیر جو لیلۃ القدر کی طرف لوٹ رہی ہے ستائیسواں کلمہ ہے ان وجوہ سے اشارۃ" معلوم ہوتا ہے کہ شب قدر ستائیسویں رمضان ہے ۶۔ یعنی جس نے یہ رات گناہوں میں گزاری یا اس رات بھی بلاعذر عشاء اور فجر جماعت سے نہ پڑھی اس لئے اس کی خیر و برکت سے محروم رہا وہ بقیہ دنوں میں بھی بھلائی نہیں کمائے گا شب قدر میں عبادتوں کی تین قسم ہیں جن میں سے آخری قسم ہے عشاء و فجر کا جماعت سے ادا کرنا جس نے یہ بھی نہ کیا واقعی وہ بڑا محروم ہے الحمد للہ گنہگار احمد یار آج ستائیسویں رمضان ۷۹ ۱۳ھ کو یہ مضمون لکھ رہا ہے آج شب قدر ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصِّيَامُ وَالْقُرْاٰنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَقُوْلُ الصِّيَامُ اَيْ رَبِّ اِنِّيْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ وَيَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ

(۱۸۶۴) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزے اور قرآن بندے کی شفاعت کریں گے ۱ے روزے عرض کریں گے یا رب میں نے اسے دن میں کھانے اور شہوت سے روکا لہذا اس کے بارے میں میری شفاعت قبول کر اور قرآن کہے گا میں نے اسے رات میں سونے سے روکا

marfat.com

مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ فَيُشَفَّعَانِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ۔

لہٰذا اس کے متعلق میری شفاعت قبول کر ۲۔ دونوں کی شفاعت قبول ہوگی ۳۔ (بیہقی شعب الایمان)

(۱۸۶۴) ا۔ یعنی روزہ رکھنے والے تراویح پڑھنے والے گنہگار بندے کی تو معافی کی سفارش کریں گے اور بے گناہ بندے کی بلندی درجات کی لہٰذا قرآن و رمضان کی شفاعت سے سارے ہی مومن فائدہ اٹھائیں گے چونکہ قرآن کریم رمضان مبارک ہی میں آیا اور رمضان میں ہی اس کی تلاوت زیادہ ہوتی ہے اور دن میں روزہ رات کو تراویح میں تلاوت قرآن ہوتی ہے اسی لئے ان دونوں کو جمع فرمایا گیا ۲۔ یعنی روزہ افطار کرکے اس کی طبیعت آرام کی طرف مائل ہوتی تھی ہاتھ پاؤں میں سستی پھیل جاتی تھی کہ نماز عشاء کی اذان کی آواز سنتے ہی تراویح میں مجھے سننے آجاتا تھا لہٰذا یہاں تراویح پڑھنے والے مراد ہیں تہجد والے ہی مراد نہیں کیونکہ تہجد تو سال بھر پڑھی جاتی ہے یہاں خصوصیت سے رمضان کا ذکر ہے بعض علماء نے فرمایا کہ یہاں رمضان نے تو اے رب عرض کیا مگر قرآن نے اے رب نہ کہا معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کلام الٰہی قدیم ہے اور مخلوق نہیں (مرقات) اس طرح کہ روزوں کی شفاعت سے گناہ معاف ہوں گے اور قرآن کی شفاعت سے درجے بلند یا روزوں کی شفاعت سے غضب الٰہی کی آگ ٹھنڈی ہوگی اور قرآن کی شفاعت سے رحمت الٰہی کی ہوا چلے گی وغیرہ وغیرہ روزے اور قرآن بلکہ سارے اعمال وہاں شکلوں میں نمودار ہوں گے جیسے آج دنیا میں ہم واقعات کو خواب میں مختلف شکلوں میں دیکھ لیتے ہیں۔ بادشاہ مصر نے آئندہ قحط سالیوں کو گایوں اور بالیوں کی شکل میں دیکھا تھا۔

وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ دَخَلَ رَمَضَانُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هٰذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ وَفِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهٗ وَلَا يُحْرَمُ خَيْرَهَا إِلَّا كُلُّ مَحْرُوْمٍ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ۔

(۱۸۶۵) روایت ہے حضرت انس ابن مالک سے فرماتے ہیں رمضان آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مہینہ تمہارے پاس آگیا ا۔ اس میں رات ہے ہزار مہینوں سے بھلی جو اس رات سے محروم رہا وہ ساری خیر سے محروم رہا ۲۔ اور ساری خیر سے پورا بدنصیب محروم رہتا ہے ۳۔ (ابن ماجہ)

(۱۸۶۵) ا۔ یعنی ماہ رمضان وہ سخی ہے جو تمہارے پاس آکر دیتا ہے جیسے بادل آکر پانی دیتا ہے کنویں کی طرح بلا کر نہیں دیتا ۲۔ یعنی یہ ایک رات تو اسی سال چار ماہ سے بہتر ہے اگر وہ شب قدر سے خالی ہوں ۳۔ اس کی شرح ابھی گزر گئی کہ اس رات کی عبادت میں مشقت نہایت ہی کم ہے اور ثواب بہت ہی زیادہ جو اتنی سی محنت بھی نہ کرسکے وہ پورا ہی محروم و بدنصیب ہے۔

وَعَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اٰخِرِ يَوْمٍ مِّنْ شَعْبَانَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ أَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيْمٌ شَهْرٌ مُّبَارَكٌ شَهْرٌ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ جَعَلَ اللهُ صِيَامَهٗ فَرِيْضَةً وَقِيَامَ لَيْلِهٖ تَطَوُّعًا مَنْ تَقَرَّبَ فِيْهِ بِخَصْلَةٍ مِّنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ أَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ

(۱۸۶۶) روایت ہے حضرت سلمان فارسی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری دن ہم میں وعظ فرمایا تو فرمایا اے لوگو تم پر عظمت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے ا۔ یہ مہینہ برکت والا ہے جس کی ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے وہ یہ مہینہ ہے جس کے روزے اللہ نے فرض کئے اور جس کی رات کا قیام نفل بنایا ۲۔ جو اس ماہ میں نفلی بھلائی سے قرب الٰہی

marfat.com

وَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْهِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ وَشَهْرُ الْمُوَاسَاةِ وَشَهْرٌ يُزَادُ فِيْهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ مَنْ فَطَّرَ فِيْهِ صَائِمًا كَانَ لَهٗ مَغْفِرَةً لِذُنُوْبِهٖ وَعِتْقَ رَقَبَتِهٖ مِنَ النَّارِ وَكَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَنْتَقِصَ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْءٌ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَيْسَ كُلُّنَا نَجِدُ مَا نُفَطِّرُ بِهِ الصَّائِمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي اللّٰهُ هٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰى مَذْقَةِ لَبَنٍ اَوْ تَمْرَةٍ اَوْ شَرْبَةٍ مِنْ مَاءٍ وَمَنْ اَشْبَعَ صَائِمًا سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ حَوْضِيْ شَرْبَةً لَا يَظْمَاُ حَتّٰى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ وَاَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَاٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِنَ النَّارِ وَمَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوْكِهٖ فِيْهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَاَعْتَقَهٗ مِنَ النَّارِ۔

حاصل کرے تو گویا اس نے دوسرے مہینہ میں فرض ادا کیا اور جو اس میں ایک فرض ادا کرے تو ایسا ہو گا جیسے اس نے دوسرے مہینہ میں ستر فرض ادا کئے ۳۔ یہ صبر کا مہینہ ہے ۴۔ اور صبر کا ثواب جنت ہے یہ غربا کی غم خواری کا مہینہ ہے ۵۔ یہ وہ مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے ۶۔ جو اس مہینہ میں کسی روزہ دار کو افطار کرائے تو اس کے گناہوں کی بخشش اس کی گردن کی آزادی آگ سے ہو گی اور اسے روزہ دار کا ثواب ملے گا۔ اس کے بغیر کہ روزہ دار کے ثواب سے کچھ کم ہو ۸۔ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ہم میں سے ہر شخص وہ نہیں پاتا جس سے روزہ افطار کرائے ۹۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ یہ ثواب اسے دے گا جو روزہ دار کو ایک گھونٹ دودھ یا کھجور یا گھونٹ بھر پانی ۱۰۔ سے افطار کرائے اور جو روزہ دار کو سیر کرے اللہ اسے میرے حوض سے وہ پانی پلائے گا کہ کبھی پیاسا نہ ہو گا حتی کہ جنت میں داخل ہو جائے ۱۱۔ یہ وہ مہینہ ہے جس کے اول میں رحمت، بیچ میں بخشش اور آخر میں آگ سے آزادی ہے ۱۲۔ اور جو اس مہینہ میں اپنے غلام سے تخفیف کرے تو اللہ اسے بخش دے گا اور آگ سے آزاد کردے گا۔ ۱۳۔

(۱۸۶۶) ۱۔ اس پیشگی اطلاع دینے میں ماہ رمضان کی فضیلت کا اظہار ہے اور مسلمانوں کو اس کی عبادات کے لئے تیار کرنا ہے اظل فرما کر اشارۃً بتایا کہ جیسے درخت یا چھت بندے کو اپنے سایہ میں لیکر سورج کی تپش سے بچا لیتے ہیں ایسے ہی ماہ رمضان مومن کو اپنے سایہ میں لے کر دنیاوی و اخروی عذاب سے بچا لیتا ہے گویا رمضان سایہ دار بار دار درخت ہے یا ڈھال ہے ۲۔ یہاں نفل لغوی معنی میں ہے یعنی زاید چیز اور رات کے قیام سے مراد تراویح ہے یعنی اس ماہ میں نماز تراویح زائد نماز ہے جو دوسرے مہینوں میں نہیں لہٰذا اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تراویح نفل ہو وہ تو سنت مؤکدہ ہے تراویح کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں ملاحظہ فرمایئے ۳۔ یعنی ماہ رمضان کی نفل دوسرے مہینوں کی فرض کی برابر ہے اور اس ماہ کی فرض عبادت دوسرے ماہ کی ستر فرائض کی مثل ہے لہٰذا اگر مکہ معظمہ میں ماہ رمضان میں ایک فرض ادا کیا جائے تو اس کا ثواب ستر لاکھ فرض کا ہے کیونکہ اور دنوں وہاں ایک کا ثواب ایک لاکھ ہے۔ تو رمضان میں ستر لاکھ اس حساب سے مدینہ منورہ میں ماہ رمضان کی ایک فرض کا ثواب پینتیس لاکھ ہے یہ زیادتی تو رمضان کے عام دنوں میں ہے شب قدر اور رمضان کے جمعہ کی نیکیاں تو بہت زیادہ ہوں گی انشاء اللہ ۴۔ یعنی دوسرے مہینہ شکر کے ہیں جن میں کھاؤ، آرام کرو اور شکر بجالاؤ اس مہینہ میں دن میں نہ کھاؤ، رات کو نہ سوؤ اور صبر

marfat.com

کرو' رمضان کے چار نام ہیں ماہ رمضان' ماہ صبر' ماہ مواسات' ماہ مبارک ان ناموں کی وجہ ہم نے اپنی تفسیر نعیمی میں تفصیل سے لکھی ہے۵۔ کہ اس مہینہ میں قدرتی طور پر مسلمانوں میں غرباء اقرباء کی غم خواری کا جذبہ موجزن ہوتا ہے بعض لوگ رمضان میں اپنی شادی شدہ لڑکیوں کو بلا لیتے ہیں بعض لوگ مہینہ بھر تک مسکینوں کو کھلاتے ہیں' ان سب کا ماخذ یہ حدیث ہے اور مواسات پر عمل ہے مواسات ۔ بمعنی مساہمت ہے سہم ۔ بمعنی حصہ سے مشتق یعنی اپنی روزی میں دوسروں کو حصہ دار بنانا' سخاوت کرنا۶۔ رزق حسی بھی اور معنوی بھی ہر سال اس کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ ہر روزہ دار کو رمضان میں وہ نعمتیں ملتی ہیں جو دوسرے مہینوں میں نہیں ملتیں نیز اس مہینہ میں قدرتی طور پر دل پر وہ اثر ہوتا ہے جو دوسرے مہینوں میں نہیں ہوتا۷۔ یعنی روزہ افطار کرنے والے کو تین فائدے ہوتے ہیں گناہوں سے بخشش دوزخ سے آزادی اور اسے روزہ کا ثواب بعض لوگ افطار کے وقت مسجدوں میں پھل فروٹ یا کھانے بھیجتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث شریف ہے کاٹھیاواڑ اور یو۔ پی میں ہر نمازی مغرب کے وقت کچھ لے کر آتا ہے' اور کوشش ہوتی ہے کہ ہر ایک دوسرے کے کھانے سے روزہ افطار کرے اس کی اصل بھی یہ ہی حدیث ہے خیال رہے کہ روزہ افطار کرانے سے ثواب روزہ تو مل جاتا ہے مگر اس سے روزہ ادا نہیں ہوتا کوئی امیر لوگوں کو افطار کرا کے خود روزہ سے بے نیاز نہیں ہو سکتا روزے تو رکھنے ہی پڑیں گے۸۔ جیسے علم' روشنی' ہوا' ان سے خواہ کتنے ہی لوگ فائدہ اٹھالیں کمی نہیں ہوتی ایسے ہی ثواب تقسیم ہونے سے کم نہیں ہوتا' لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ تقسیم ہو کر ثواب میں کمی کیوں نہیں ہوتی' مادی چیزیں بٹ کر گھٹتی ہیں' نور میں یہ قاعدہ نہیں' بلکہ سمندر اور چشمہ کا پانی بھی خرچ سے گھٹتا نہیں۔۹۔ وہ حضرات سمجھے کہ روزہ افطار کرانے کے معنے ہیں اسے سیر کر دینا' اس لئے یہ سوال کیا۱۰۔ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ صرف پیٹ بھرنے پر یہ ثواب موقوف نہیں' جو چیز بھی اولا" روزہ دار کے حلق سے نیچے اتاری جائے' یہ ثواب مل جاتا ہے' بلکہ اگر چند آدمی مل کر روزہ دار کو کسی چیز سے افطار کرا دیں تو سب کو الگ الگ روزے کا ثواب ہوگا' داتا کی دین کے بہانے ہوتے ہیں صدقہ ہے اس کے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کا۱۱۔ یعنی صرف افطار کرانے کا ثواب تو بیان ہو چکا' روزہ دار کو سیر کر کے کھلانے کا ثواب یہ ہے' خیال رہے کہ جیسے آج دنیا میں سب کو کھانے کی سخت ضرورت ہے ایسے ہی کل میدان محشر میں پانی کی سخت ضرورت ہو گی وہاں بھوک نہ ہو گی مگر پیاس ہو گی' اللہ تعالیٰ حوض کوثر کی ایک نہر میدان محشر میں پہنچا دے گا جس سے امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں ہی یہ پانی پیئے گی' اور پیاس سے امن میں رہے گی' ایک بار جس نے یہ پانی پی لیا' تو جنت میں داخلہ تک پیاس نہ لگے گی' اللہ تعالیٰ ہم سب کو وہاں اس حوض کا پانی نصیب کرے' پھر جنت میں پہنچ کر نہ بھوک ہو گی نہ پیاس' لہٰذا حدیث بالکل واضح ہے' اس پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ محشر میں حوض کوثر کہاں' حوض تو جنت میں ہو گا' نہ یہ اعتراض رہا کہ پیاسا نہ ہونے کی انتہاء جنت میں داخلہ تک بیان کیوں فرمائی' کیا جنت میں پہنچ کر پیاس لگے گی نہ یہ اعتراض رہا کہ کھانے کا بدلہ پانی کیا اس کا بدلہ تو کھانا ہی چاہیے تھا' خیال رہے کہ جنت میں بھوک نہ ہو گی نہ پیاس مگر وہاں کھانا پینا سب کچھ ہو گا' لذت کے لئے نہ کہ بھوک پیاس دفع کرنے کو اسی لئے وہاں میوے ہیں غلے نہیں کہ غلے بھوک دفع کرنے کو ہوتے ہیں میوہ لذت کو۱۲۔ یعنی ماہ رمضان کے تین عشرہ ہیں پہلے عشرہ میں رب تعالیٰ مومنوں پر خاص رحمتیں فرماتا ہے جس سے انہیں روزہ تراویح کی ہمت ہوتی ہے اور آئندہ ملنے والی نعمتوں کی استعداد پیدا ہوتی ہے دوسرے عشرہ میں تمام صغیرہ گناہوں کی معافی ہے جو جہنم سے آزادی کا اور جنت میں داخلہ کا سبب ہے تیسرے عشرہ میں روزے داروں کے جنتی ہو جانے کا اعلان اور وہاں کے داخلہ کا ویزہ (VIZA) اور پاسپورٹ (PASPORT) کی تحریر فقیر کی اس شرح سے اس ترتیب کی وجہ بھی معلوم

marfat.com

ہو گئی اور یہ اعتراض بھی نہ رہا کہ جب پہلے دو عشروں میں رحمت و مغفرت ہو چکی، تو تیسرے عشرہ میں آگ سے آزادی کے کیا معنے، وہ تو پہلے ہی حاصل ہو چکی ۱۳۔ اسلامی بادشاہ رمضان میں ہر محکمہ میں چھٹی کرتے تھے، اب بھی تمام مدارس اسلامیہ رمضان میں بند رہتے ہیں تا کہ مدرسین کو فرصت اور طلباء کو فراغت ملے، بعض امراء اس مہینہ میں نوکروں سے کام یا تو لیتے نہیں یا بہت کم لیتے ہیں مگر ان کی تنخواہ اور کھانا وغیرہ برابر دیتے رہتے ہیں، ان سب کی اصل یہ حدیث شریف ہے تم اپنے ماتحتوں، نوکروں پر مہربانی کرو، اللہ تم پر مہربانی کرے گا۔

وَعَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ اَطْلَقَ كُلَّ اَسِيْرٍ وَّاَعْطٰى كُلَّ سَائِلٍ۔

(۱۸۶۷) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ جب ماہ رمضان آتا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہر قیدی کو چھوڑ دیتے تھے ۱۔ اور ہر منگتے کو دیتے تھے ۲۔

(۱۸۶۷) ۱۔ حق یہ ہے کہ یہاں قیدی سے مراد وہ شخص ہے جو حق اللہ یا حق العبد میں گرفتار ہو، اور آزاد فرمانے سے اس کے حق ادا کر دینا یا کرا دینا مراد ہے ورنہ اس زمانہ پاک میں سوائے ان کفار کے جو غزوہ جہاد میں قید ہو کر آئے، اور کسی کو قید نہ کیا جاتا تھا، اور ایسے قیدیوں کو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی رمضان میں آزاد نہ کیا کہ ان کو چھوڑ دینا فتنہ سے خالی نہ تھا، وہ پھر جا کر مسلمانوں کے مقابل ہوتے، احناف کے نزدیک جنگ کے کفار قیدیوں کو چھوڑنا منسوخ ہے، ان کے لئے یا غلام بنانا یا فدیہ پر چھوڑنا **اما منّا بعد** منسوخ ہے اس کا ناسخ ہے **فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم** ہاں شوافع کے ہاں آزاد کرنے کا بھی حق ہے، یہ معنے جو ہم نے عرض کئے متفق علیہ ہیں یوں تو سرکار ہمیشہ ہی ہر سائل کو دیتے تھے، کریم ہیں، سخی ہیں داتا ہیں، مگر ماہ رمضان میں آپ کی سخاوت کا سمندر موجیں مارتا تھا، یہاں دو باتیں خیال میں رکھئے، ایک یہ کہ امیروں سے صرف مال مانگے جاتے ہیں، مگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے مال، اعمال کمال، رضائے رب ذوالجلال اور اور جنت نیز دوزخ سے پناہ، ایمان پر خاتمہ سب کچھ ہی مانگا جاتا ہے، حضرت ربیعہ نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے جنت مانگی، حضور صلے اللہ علیہ وسلم یوں تو ہمیشہ خصوصاً رمضان میں ہر سائل کو اس کی منہ مانگی مراد دیتے تھے، دوسرے یہ کہ سرکار کی یہ بخشش صرف اس زمانہ سے خاص نہیں تاقیامت ان کا دروازہ ہر فقیر کے لئے کھلا ہے، کیوں نہ ہو کہ رب تعالٰی نے فرمایا **واما السائل فلاتنھر** سائل میں زمانہ و مکان کی قید نہیں لہٰذا اب بھی رمضان میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے ہر مومن کو رہائی بھی مانگنی چاہیے اور جنت وغیرہ بھی ہم نے عرض کیا ہے **شعر**:-

☆ شرم قیدی، یہ جرم و بے حیائی ☆ رہائی یا رسول اللہ رہائی ☆
☆ رہائی کردی غزے زوائے ☆ عطا کن زیں بلا مارا رہائی ☆
☆ چھڑایا قید سے ہرنی کو تم نے ☆ مجھے بھی اس بلا سے دو رہائی ☆

وَعَنْ اِبْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْجَنَّةَ تُزَخْرَفُ لِرَمَضَانَ مِنْ رَأْسِ الْحَوْلِ اِلَى حَوْلٍ قَابِلٍ قَالَ فَاِذَا كَانَ اَوَّلُ يَوْمٍ مِنْ رَمَضَانَ هَبَّتْ رِيْحٌ تَحْتَ الْعَرْشِ مِنْ وَرَقِ

(۱۸۶۸) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ماہ رمضان کے لئے جنت شروع سال سے اگلے سال تک سنواری جاتی ہے ۱۔ فرمایا جب رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے تو عرش کے نیچے جنت کے پتوں سے آنکھ والی حوروں پر

marfat.com

الْجَنَّةِ عَلَى الْحُوْرِ الْعِيْنِ فَيَقُلْنَ يَا رَبِّ اجْعَلْ لَنَا مِنْ عِبَادِكَ أَزْوَاجًا تَقَرُّ بِهِمْ أَعْيُنُنَا وَتَقَرُّ أَعْيُنُهُمْ بِنَا رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْأَحَادِيْثَ الثَّلٰثَةَ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ۔

ایک خوشگوار ہوا چلتی ہے ۲۔ تو حوریں عرض کرتی ہیں یا رب اپنے بندوں کو ہمارا خاوند بنا ان سے ہماری آنکھیں اور ہم سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں ۳۔ یہ تینوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں نقل فرمائیں ۴۔

(۱۸۶۸) ا۔ یعنی عید الفطر کا چاند نظر آتے ہی' اگلے رمضان کے لئے جنت کی آراستگی شروع ہو جاتی ہے' اور سال بھر تک فرشتے اسے سجاتے رہتے ہیں جنت خود بھی سجائی' پھر اور بھی زیادہ سجائی جائے' پھر سجانے والے فرشتے ہوں' تو کیسی سجائی جاتی ہوگی' اس کی سجاوٹ ہمارے وہم و گمان سے وراء ہے' بعض مسلمان رمضان میں مسجدیں سجاتے ہیں' وہاں قلعی چونا کرتے ہیں' جھنڈیاں لگاتے' روشنی کرتے ہیں' ان کی اصل یہ ہی حدیث ہے ۲۔ یعنی یہ ہوا عرش سے شروع ہوتی ہے جنت کے درختوں' پھولوں سے معطر ہو کر حوروں پر پہنچتی ہے' مرقات نے فرمایا یہ روزہ داروں کے منہ کی بو کے اثر سے ہوتی ہے واللہ اعلم ۳۔ یعنی ہم کو ان روزے داروں کے نکاح میں دے' کہ وہ ہمارے خاوند ہوں' ہم ان کی بیویاں بنیں' خیال رہے کہ نکاح کے لئے نامزدگی تو پہلے ہی ہو چکی ہے کہ فلاں حور فلاں کی بیوی' مگر نکاح جنت میں پہنچ کر ہوگا یا نکاح پہلے ہو چکا ہے' رخصت یعنی عطا بعد قیامت ہوگی' لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں وزوجنٰھم بحور عین قرۃ خوشگوار ٹھنڈک کو کہتے ہیں' اسی لئے بیٹے کو قرۃ العین کہتے ہیں ۴۔ یہ احادیث بہت سی اسنادوں سے مروی ہیں' لہٰذا قوی ہیں' کثرت اسناد ضعیف کو قوی کر دیتی ہے (مرقات)

وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ يُغْفَرُ لِأُمَّتِهِ فِيْ اٰخِرِ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَهِيَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ قَالَ لَا وَلٰكِنَّ الْعَامِلَ إِنَّمَا يُوَفّٰى أَجْرَهُ إِذَا قَضٰى عَمَلَهُ رَوَاهُ أَحْمَدُ۔

(۱۸۶۹) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت کی بخشش رمضان کی آخری رات میں ہوتی ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہ کیا وہ شب قدر ہے فرمایا نہیں لیکن مزدور کو مزدوری جب ملتی ہے جب وہ اپنا کام پورا کر لیتا ہے ا۔ (احمد)

(۱۸۶۹) ا۔ یعنی رمضان کی انتیسویں یا تیسویں رات کو روزہ داروں کی بخشش کا فرشتوں میں اعلان ہو جاتا ہے' کہ ان کے روزے' تراویح' اعتکاف' شب قدر کی عبادتیں قبول فرمالی گئیں' اور ان کی بخشش کا فیصلہ کر دیا گیا' یہ ہی رات بندوں کے عمل سے فراغت کی رات ہے' رب تعالٰی کی عطاء کی رات بھی۔ حسن اتفاق ہے کہ یہ گنہگار بندہ احمد یار آج انتیسویں رمضان دو شنبہ ۱۳۷۹ھ کو یہ شرح لکھ رہا ہے' خدا کرے اس رات میں اس گنہگار کی معافی بھی ہو گئی ہو' اور جو مسلمان بھائی میری مغفرت کی دعا کرے اللہ اس کی مغفرت فرمادے آمین۔ وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ وسلم

marfat.com

بَابُ رُؤْيَةِ الْهِلَالِ

باب چاند دیکھنا

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

عربی میں تیسری شب تک کے چاند کو ہلال کہتے ہیں ان کے بعد کوئی راتوں میں قمر کہا جاتا ہے' اور چودھویں شب کے چاند کو بدر کہا جاتا ہے' آخری راتوں میں محاق' یہاں رمضان وغیرہ کی پہلی شب کا چاند مراد ہے. بہت سی اسلامی عبادات چاند پر موقوف ہیں' اس لئے ہر مہینہ کا ہی چاند دیکھنا چاہیے' مگر خصوصیت سے شب برات' رمضان' شوال' بقر عید کا چاند ضرور دیکھنا چاہیے کہ ان سے روزے' عید' قربانی وغیرہ متعلق ہیں' اس لئے مصنف نے چاند دیکھنے کا مستقل باب باندھا۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا لَهٗ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ لَيْلَةً فَلَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلٰثِيْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۸۷۰) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ روزہ نہ رکھو حتی کہ رمضان کا چاند دیکھ لو اور افطار نہ کرو حتی کہ چاند دیکھ لوا. اگر تم پر ابر کی وجہ سے چاند چھپ جائے تو مہینہ کا اندازہ لگالو۲. اور ایک روایت میں ہے کہ مہینہ انتیس راتوں کا ہے تو روزہ نہ رکھو حتی کہ چاند دیکھ لو۳. پھر اگر تم پر چاند مشتبہ ہو جائے تو تیس دن کی گنتی پوری کرلو۴. (مسلم بخاری)

(۱۸۷۰) ا۔ یعنی نہ تو مشکوک دن میں روزہ رکھو' اور نہ مشکوک میں عید مناؤ' لہٰذا تیسویں شعبان کو روزہ نہ رکھو کہ شاید کل چاند ہو گیا ہو' اور تیسوں رمضان کو عید نہ مناؤ' اس شبہ پر کہ کل شاید شوال کا چاند ہو گیا ہو' بلکہ جب رمضان یا شوال کا چاند یقینی طور پر ہو جائے' تب روزہ یا عید مانو' اس جملہ پر بہت سے شرعی احکام مرتب ہیں' فقہاء فرماتے ہیں کہ شک کے دن روزہ رکھنا منع ہے اس کا ماخذ یہ ہی حدیث ہے۔ ۲۔ یعنی تیس دن پورے کرلو' کیونکہ چاند کا مہینہ ۲۹ دن سے کم نہیں ہوتا اور ۳۰ دن سے زیادہ نہیں ہوتا' چاند دیکھنے کی کچھ تفصیل اگلی حدیث میں آرہی ہے ۳۔ یعنی عربی مہینہ انتیس کا بھی ہوتا ہے لیکن اگر چاند نظر نہ آئے تو تیس کا ہو گا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چاند میں دیکھنے کا اعتبار ہے جنتری حساب وغیرہ شریعت میں بالکل غیر معتبر ہیں جیسا کہ آگے آرہا ہے ۴۔ یہ جملہ اس آیت کی تفسیر ہے ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علی ما ھدکم یعنی ماہ رمضان کی گنتی پوری کرنا فرض ہے یہاں مرقات نے فرمایا کہ اگر جنتری والا اپنے حساب سے روزہ رکھے یا عید کرے' تو سخت گنہگار ہو گا' کیونکہ شریعت میں چاند دیکھنے کا اعتبار ہے اور اگر حساب پر عید منوائے تو سخت فاسق ہو گا' اور اگر اسی حساب پر لوگوں کے روزے تڑوادے' تو سب پر کفارہ واجب ہو گا' اور اگر اس حساب پر عمل کو واجب جان کر روزہ یا عید کو فرض جانے تو کافر ہو جائے گا' کیونکہ وہ آیت مذکورہ کا بھی منکر ہوا' اور احادیث متواترہ کا بھی۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

(۱۸۷۱) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول

marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلٰثِيْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو۱، پھر اگر چاند تم پر مشتبہ ہو جائے تو شعبان تیس دن کا شمار کرو۲۔ (مسلم بخاری)

(۱۸۷۱) ۱۔ صوموا کا فاعل سارے مسلمان ہیں' لرؤیتہ میں ہ ضمیر کا مرجع چاند ہے لرؤیتکم نہ فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ کہیں بھی چاند ہو جائے سب مسلمانوں پر روزہ فرض ہو جائے گا بشرطیکہ انہیں چاند کا ثبوت شرعی پہنچ جائے چاند میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہ ہو گا جیسا کہ شوافع کا خیال ہے کہ ایک علاقہ کی روٗیت دوسرے علاقہ والوں کے لئے معتبر نہیں مانتے یہ حدیث ان کے خلاف ہے اور احناف کی دلیل ہے شوافع کی دلیل حضرت عمر کا یہ فرمان لھم روٗیتم ولنا روٗیتنا اس کا جواب انشاء اللہ اسی حدیث کے ماتحت دیا جائے گا کہ وہاں شرعی گواہی نہ ہونے کی وجہ سے یہ فرمایا تھا بعض جہلا تیسویں رمضان کو عید کا چاند عصر کے وقت دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ عید کا چاند نظر آ گیا روزہ کھول دو یہ غلط ہے یہاں افطار سے مراد کل روزہ نہ رکھنا اور عید منانا ہے نہ کہ روزہ توڑ دینا جیسا کہ اگلے جملہ سے معلوم ہو رہا ہے ۲۔ چاند مشتبہ ہونیکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ کہیں نظر ہی نہ آئے جنتری والے کہتے ہوں کہ کل چاند ہو گیا دوسرے یہ کہ اڑتے اڑتے معلوم ہو جائے کہ فلاں جگہ چاند ہو گیا شرعی گواہی نہ پہنچے' فقیر نے ریڈیوں کی خبر کے متعلق فتوٰی یہ دیا ہے' کہ اگر ریڈیو پر کہیں چاند ہونے کی خبر دی جائے تو معتبر نہیں' اور سننے والے اس خبر پر روزہ یا عید نہیں منا سکتے' لیکن اگر حکومت اسلامیہ کی قائم کردہ ہلال کمیٹی شرعی قواعد کی رو سے شرعی گواہی لے کر چاند ہو جانے کا فیصلہ کرے اور اپنے فیصلہ کا ریڈیو پر اعلان کرے تو معتبر ہے' کیونکہ پہلی صورت میں چاند کی خبر کا اعلان ہے اور اس صورت میں حاکم کے فیصلہ کا پہلا اعلان غیر معتبر دوسرا معتبر حاکم کے فیصلہ کی اطلاع تو فائر گولہ چراغاں وغیرہ سے کر دینا بھی جائز ہے' ریڈیو کی اطلاع تو اس سے کہیں زیادہ قوی ہے اس مسئلہ کی نہایت نفیس تحقیق ہمارے فتاوے نعیمیہ میں دیکھو' خیال رہے کہ فقیر کا یہ فتوٰی اس صورت میں ہے کہ ہلال کمیٹی کے اراکین مسائل شرعیہ سے واقف ہوں' اور گواہی وغیرہ شرعی قواعد سے حاصل کریں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا اُمَّةٌ اُمِّيَّةٌ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ الشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا وَعَقَدَ الْاِبْهَامَ فِي الثَّالِثَةِ ثُمَّ قَالَ الشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا يَعْنِيْ تَمَامَ الثَّلٰثِيْنَ يَعْنِيْ مَرَّةً تِسْعًا وَعِشْرِيْنَ وَمَرَّةً ثَلٰثِيْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(۱۸۷۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگ بے پڑھی جماعت ہیں نہ لکھیں نہ حساب لگائیں ۱۔ مہینہ یا تو اتنا اتنا اور اتنا ہے تیسری بار میں انگوٹھا شریف بند کر لیا پھر فرمایا کہ مہینہ اتنا اتنا اور اتنا یعنی پورے تیس دن کا یعنی انتیس کا اور کبھی تیس کا ۲۔ (مسلم بخاری)

(۱۸۷۲) ۱۔ لفظ ام ۔ ام سے بنا ۔ بمعنی اصل یا ماں اس میں اشارہ اہل عرب کی طرف ہے امی کے معنے ہیں ام القرے یعنی مکہ یا حجاز والا یا بے پڑھا ہوا شخص کہ جیسے ماں کے شکم سے پیدا ہو ویسے ہی رہے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو امی کہا جاتا ہے اس کی نفیس تفسیریں ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں ملاحظہ فرمایئے' یعنی ہم حجازی جماعت عموماً حساب کتاب نہیں کیا کرتے یا عام صحابہ بے پڑھے ہیں حساب نہیں لگاتے' مگر قیامت تک سارے مسلمان انہیں بے پڑھوں کے تابع ہیں (مرقاۃ) خیال رہے کہ امی کے معنے بے پڑھا ہے بے علم نہیں اللہ تعالٰی نے صحابہ کرام کو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے ایسا عالم بنایا' کہ جہان بھر

marfat.com

کے علماء ان کی شاگردی کریں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بایں معنے امی ہیں کہ پیدائشی 'عالم' عارف' معلم ہیں' صلے اللہ علیہ وسلم شعر:۔

☆ جو فلسفیوں سے حل نہ ہوئے اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکے ☆ وہ راز اک امی لقبی نے سمجھادئے چند اشاروں میں ☆

اس حدیث سے صراحتہ "معلوم ہوا کہ چاند میں حساب' جنتری' چاند کی رفتار کا قیاس' چاند کا چھوٹا بڑا ہونا' اٹھائیس تاریخ کو نظر نہ آنا وغیرہ کچھ بھی معتبر نہیں' صرف رؤیت کا اعتبار ہے' اگر انتیس کو رؤیت نہ ہو تو تیس دن پورے کرنا لازم ہیں ۲ے سبحان اللہ ان پاک اشاروں پر ہماری جانیں فدا ہوں' دو اشاروں میں ہزارہا مسائل حل فرمادیئے' اس اشارہ فرمانے سے اشارۃ "معلوم ہوا کہ حدود و قصاص کے سوا باقی اکثر احکام شرعیہ میں' اشارہ معتبر ہے' اگر کوئی اپنی بیوی کو تین انگلیاں دکھا کر کہے' تجھے اتنی طلاقیں' تو تین طلاقیں واقع ہوں گی' اگر حاکم کے سامنے کوئی دسوں انگلیاں دکھا کر کہے' مجھ پر فلاں کے اتنے روپے قرض ہیں تو دس روپے کا اقرار ہو گا اگر کسی عورت کو طرف اشارہ کر کے کہا کہ تیرا نکاح اس سے کرتا ہوں' تو نکاح ہو جائے گا وغیرہ وغیرہ' اسی طرح گونگا اشاروں سے نکاح' طلاق وغیرہ کر سکتا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرَا عِيْدٍ لَا يَنْقُصَانِ رَمَضَانُ وَ ذُوالْحِجَّةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۸۷۳) روایت ہے حضرت ابو بکرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عید کے دو مہینہ ۱ے کبھی کم نہیں ہوتے رمضان اور بقر عید ۲ے (مسلم بخاری)

(۱۸۷۳) ۱ے رمضان اور بقر عید چونکہ رمضان عید الفطر کا پیش خیمہ ہے یا اس کی ہر ساعت خوشی و مسرت کی ہے اس لئے اسے بھی ماہ عید کہہ دیا گیا' یا تغلیبا تنبہ کر دیا گیا' جیسے چاند و سورج کو قمرین کہہ دیتے ہیں' اور حضرت ابو بکر و عمر کو عمرین ۲ے بعض نے اسکا مطلب یہ سمجھا ہے کہ ایک سال میں ماہ رمضان و بقر عید دونوں انتیس کے نہیں ہوتے' یا دونوں تیس کے ہوں گے یا ایک انتیس کا' دوسرا تیس کا' مگر یہ غلط ہے' مشاہدہ کے خلاف ہے بعض نے فرمایا کہ اکثر یہ قاعدہ ہے مگر یہ بھی غلط ہے مرقات نے فرمایا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے کل نو رمضان کے روزے رکھے' جن میں دو تیسے تھے باقی سات انتیسے اب بھی بہت دفعہ رمضان و بقر عید دونوں انتیسے ہو جاتے ہیں' لہذا یہاں کمی سے مراد ثواب و درجہ کی کمی ہے' نہ کہ تعداد ایام کی کمی یعنی رمضان و بقر عید انتیس کے ہوں یا تیس کے' ثواب عمل برابر ہی ملے گا یعنی انتیس کا تیس کے برابر' یا بقر عید کے پہلے عشرہ کی نیکیوں کا ثواب رمضان کے پہلے عشرہ کی نیکیوں کے برابر ہے' نہ یہ کم نہ وہ واللہ علم۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَقَدَّمَنَّ اَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ اَوْ يَوْمَيْنِ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ رَجُلٌ كَانَ يَصُوْمُ صَوْمًا فَلْيَصُمْ ذٰلِكَ الْيَوْمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۸۷۴) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی رمضان سے پہلے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھے ۱ے مگر ہاں جو کوئی روزہ رکھتا ہو تو وہ اس دن روزہ رکھے ۲ے (مسلم' بخاری)

(۱۸۷۴) ۱ے یعنی رمضان کے چاند سے ایک دو دن پہلے نفلی روزے نہ رکھے تاکہ نفل و فرض مخلوط نہ ہو جائیں' جیسے فرض نماز سے ملا کر نفل نہ پڑھے بلکہ وقفہ کر کے جگہ تبدیل کر کے پڑھے یا اس لئے نہ ملائے' تاکہ لوگوں کو رمضان کا چاند ہونے کا شبہ نہ

marfat.com

ہو جائے' لوگ سمجھیں کہ شاید اس نے چاند دیکھ لیا ہے یہ ممانعت تنزیہی ہے' وہ بھی عوام کے لئے' خاص علماء اگر روزہ رکھ لیں' اور کسی پر ظاہر نہ کریں' تو درست ہے' لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں' جن میں ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم شعبان کے روزے ماہ رمضان سے ملا دیتے تھے (لمعات و مرقات) اس سے معلوم ہوا کہ قضاء اور نذر کے روزے ان دنوں میں رکھنا بلا کراہت جائز ہے ۲؂۔ یعنی اگر کسی مسلمان کی عادت ہے کہ ہر سوموار یا ہر جمعرات یا جمعہ کو نفلی روزہ رکھا کرتا ہے' اور اتفاقاً انتیسویں شعبان اسی دن آئی' تو اسے بلا کراہت یہ نفلی روزہ رکھ لینا جائز ہے کہ یہ شک کے دن کا روزہ نہیں' بلکہ اپنی عادت کے دن کا روزہ ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی خاص دن میں ہمیشہ روزہ رکھنا یا نوافل پڑھنا یا خیرات کرنا جائز ہے' نہ یہ تعین حرام ہے' اور نہ یہ تقرر مکروہ' لہٰذا ہر ماہ کی بارہویں میلاد شریف کرنا' گیارہویں تاریخ کو غوث پاک کی فاتحہ کرنا اس میں نوافل پڑھنا' ختم قرآن کرنا' صدقہ و خیرات کرنا جائز اور باعث ثواب ہے اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں' کہ نفلی عبادات میں مقرر کرنا حرام ہے' خود ان بزرگوں کے ہاں دینی مدارس کی تعطیلیں و امتحانات مقرر دنوں میں ہوتے ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

تیسری فصل

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا انْتَصَفَ شَعْبَانُ فَلَا تَصُوْمُوْا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ

(۱۸۷۵) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب ماہ شعبان آدھا گذر جائے تو روزہ نہ رکھو ۳؂۔ (ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ' دارمی)

(۱۸۷۵) ۳؂۔ یہ ممانعت ان کمزور لوگوں کے لئے ہے' جو اس زمانہ میں نفلی روزے رکھ کر رمضان کے روزوں پر قادر نہ رہیں' یا ان سے تکلیف اٹھائیں یا ان لوگوں کے لئے جو شروع شعبان میں تو روزے نہ رکھیں' پندرھویں شعبان کے بعد بلاوجہ مسلسل روزے شروع کردیں لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں وارد ہوا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سارے ماہ شعبان کے روزے رکھتے تھے۔ مرقات نے فرمایا کہ یہ ممانعت تنزیہی ہے' اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا عمل بیان جواز کے لئے

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْصُوْا هِلَالَ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ۔

(۱۸۷۶) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے لئے شعبان کے چاند کا حساب رکھو ا؂۔ (ترمذی)

(۱۸۷۶) ا؂۔ اس طرح کہ شعبان کا چاند بہت تحقیق سے دیکھو' اور اس کے دن گنتے رہو' تاکہ رمضان کا آنا یقین سے معلوم ہو' فقہاء فرماتے ہیں کہ شعبان کا چاند دیکھنا بھی ضروری ہے رمضان کے لئے اس مسئلہ کا ماخذ یہ حدیث ہے

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ مَا رَاَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ اِلَّا شَعْبَانَ وَرَمَضَانَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ۔

(۱۸۷۷) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں میں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو متواتر دو ماہ روزے رکھتے نہ دیکھا سوائے شعبان و رمضان کے ۲؂۔ (ابوداود ترمذی' نسائی ابن ماجہ)

(۱۸۷۷) ۲؂۔ ظاہر یہ ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سارے ہی شعبان کے اکثر روزے رکھتے تھے' حتی کہ انتیسویں یا تیسویں شعبان کے بھی اس کی ممانعت کی تو جیہیں پہلے کی جا چکی ہیں کہ کمزوروں کے لئے پندرھویں شعبان کے بعد روزے مناسب نہیں' قوت والوں کے لئے مناسب ہیں بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم شعبان میں روزے زیادہ

marfat.com

رکھتے تھے' اور افطار کم فرماتے تھے' یعنی کبھی وہ عمل فرماتے تھے اور کبھی یہ لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔

وَعَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِي يُشَكُّ فِيهِ فَقَدْ عَصٰى أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ۔

(۱۸۷۸) روایت ہے حضرت عمار ابن یاسر سے فرماتے ہیں جو شک کے دن روزہ رکھے اس نے ابوالقاسم صلے اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی ۱؎ (ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ' دارمی)

(۱۸۷۸) ۱؎ اس نافرمانی کی تین صورتیں ہیں' ایک یہ کہ سارے شعبان میں کبھی روزے نہ رکھے' صرف شک کے دن' بلاوجہ نفلی روزہ رکھے۔ دوسرے یہ کہ شک کے دن رمضان کی نیت سے فرضی روزہ رکھے' تیسرے یہ کہ اس روزہ میں متردد نیت کرے کہ آج اگر رمضان کی پہلی ہے' تو یہ روزہ فرضی ہے اور اگر شعبان کی تیسویں ہے' تو یہ روزہ نفلی ہے یہ تینوں صورتیں ممنوع ہیں' دوسری صورت زیادہ بری کہ اسمیں اہل کتاب سے مشابہت ہے لہٰذا یہ حدیث گزشتہ حدیث اباحت کے خلاف نہیں' مرقات میں ہے کہ امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ شوال کے چھ روزوں کا رمضان سے ملانا عوام کے لئے ناپسند کرتے تھے ۲؎ ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح فرمایا اور بخاری نے اسے تعلیقاً روایت کیا' حاکم نے اسے بشرط شیخین بتایا' طبرانی نے حضرت ابن عباس سے موقوفاً روایت کیا' غرض کہ یہ حدیث صحیح ہے جن لوگوں نے اسے موضوع بتایا انہوں نے سخت غلطی کی خیال رہے کہ ترمذی وغیرہ میں اصل حدیث یوں ہے کہ حضرت صلح ابن زفر فرماتے ہیں' کہ ہم شک کے دن حضرت عمار ابن یاسر کے پاس تھے' آپ کی خدمت میں بھنی بکری لائی گئی' بعض لوگ پیچھے ہٹ گئے' تب آپ نے فرمایا جو اس دن روزہ رکھے اس نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی' اس قسم کی موقوف حدیثیں مرفوع کے حکم میں ہوتی ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي رَأَيْتُ الْهِلَالَ يَعْنِي هِلَالَ رَمَضَانَ فَقَالَ أَتَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ أَتَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ يَا بِلَالُ أَذِّنْ فِي النَّاسِ أَنْ يَصُوْمُوْا غَدًا رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ۔

(۱۸۷۹) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں ایک بدوی حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر بولا کہ میں نے چاند دیکھا ہے یعنی رمضان کا چاند ۱؎ حضور نے فرمایا کیا تو یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں بولا ہاں فرمایا کیا یہ بھی گواہی دیتا ہے کہ حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں بولا ہاں ۲؎ فرمایا اے بلال لوگوں میں اعلان کردو کہ کل روزہ رکھیں ۳؎ (ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ' دارمی)

(۱۸۷۹) ۱؎ یعنی اس نے نہ تو اپنے ساتھ کوئی اور گواہ پیش کیا اور نہ گواہی کے الفاظ لوا کئے' اس سے معلوم ہوا کہ اس چاند میں خبر کافی ہوتی ہے ۲؎ اس زمانے میں چونکہ اسلام میں فرقے نہ بنے تھے' صرف کلمہ طیبہ پڑھ لینا مسلمان ہونے کے لئے کافی تھا' نیز کلمہ طیبہ پڑھنا تمام عقائد اسلامیہ مان لینے کی دلیل تھا' اس لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے یہ دو اقرار کرائے' اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے' ایک یہ کہ رمضان کے چاند میں مسلمان کی خبر معتبر ہے نہ کہ کافر کی' دوسرے یہ کہ کسی بات کے جواب میں ہاں کہدینا یہ بھی اقرار ہوتا ہے' اس سے اقرار نکاح طلاق کے بہت سے مسائل مستنبط ہوں گے' مثلاً کسی نے پوچھا کیا تونے اپنی بیوی کو طلاق دے دی' اس نے کہا ہاں' طلاق ہو گئی وغیرہ البتہ حدود و قصاص میں اقرار کے صریح الفاظ بولنے ضروری

marfat.com

ہیں' وہاں فقط ہاں کافی نہیں' کیونکہ یہ چیزیں شبہات سے ختم ہو جاتی ہیں' فقیر نے حدیث کی جو شرح عرض کی' اس سے معلوم ہو گیا کہ اب مرزائیوں وغیرہ مرتدین کا فقط کلمہ پڑھ لینا اسلام کے لئے کافی نہیں خود زمانہ نبوی میں (صلے اللہ علیہ وسلم) منافقوں کا کلمہ پڑھنا ان کے اسلام کے لئے کافی نہ تھا' لہذا یہ حدیث نہ تو قرآن کریم کی اس آیت کے خلاف ہے واللہ یشھد ان المنفقین لکذبون اور نہ ان احادیث کے مخالف جن میں فرمایا گیا کہ آئندہ زمانے میں لوگ قرآن اور نمازیں پڑھیں گے مگر اسلام سے دور ہوں گے ۳ے فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر انیتسویں شعبان کو مطلع صاف نہ ہو' تو ایک عادل مسلمان کی خبر سے رمضان کے چاند کا ثبوت ہو جائے گا' ان کا ماخذ یہ حدیث ہے' اس حدیث سے اشارۃً معلوم ہوا کہ سارے صحابہ عادل ہیں' کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے کلمہ کا اقرار کرا کر اعمال کی تحقیق نہ فرمائی۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ رمضان کے روزے کی نیت دن میں بھی ہو سکتی ہے رات سے نیت کرنا ضروری نہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ تَرَاءَى النَّاسُ الْهِلَالَ فَأَخْبَرْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي رَأَيْتُهُ فَصَامَ وَأَمَرَ النَّاسَ بِصِيَامِهِ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ.

(۱۸۸۰) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ لوگوں نے چاند دیکھنے کی کوشش کی میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ میں نے چاند دیکھ لیا حضور نے خود روزہ رکھا اور لوگوں کو روزے کا حکم دیا ۱ے (ابوداود' دارمی)

(۱۸۸۰) ۱ے یعنی انیتسویں شعبان کو مطلع صاف نہ تھا' لوگوں نے چاند دیکھنے کی کوشش کی' کسی کو نظر نہ آیا' صرف میری خبر پر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے روزہ کا حکم دے دیا خیال رہے کہ حضرت امام شافعی کے ہاں رمضان کے چاند میں جبکہ مطلع صاف نہ ہو دو شخصوں کی گواہی ضروری ہے مگر یہ احادیث ان کے اس فرمان کے خلاف ہیں' اس لئے اکثر شوافع اس حدیث پر فتویٰ دیکر صرف ایک مسلمان کی خبر معتبر مانتے ہیں' ہمارے امام اعظم کے ہاں صرف ایک عادل کی خبر کافی ہے' اور اگر مطلع صاف ہو تو بڑی جماعت کی گواہی سے چاند کا ثبوت ہو گا عید کے چاند میں اگر مطلع صاف نہ ہو تو دو کی گواہی ضروری ہے' اور اگر صاف ہو تو بڑی جماعت کی گواہی درکار ہے' کیونکہ رمضان کے چاند پر صرف شرعی احکام مرتب ہوتے ہیں' جن میں ایک کی خبر کافی ہوتی ہے' مگر عید کے چاند سے بندوں کے حقوق وابستہ ہیں' لہذا یہاں دو کی گواہی ضروری ہوئی' بڑی جماعت میں اختلاف ہے' امام ابو یوسف کے ہاں پچاس آدمی بڑی جماعت ہیں' بعض کے ہاں تعداد مقرر نہیں' اتنے لوگوں کی گواہی ضروری ہے جن سے چاند کا گمان غالب ہو جائے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَفَّظُ مِنْ شَعْبَانَ مَا لَا يَتَحَفَّظُ مِنْ غَيْرِهِ ثُمَّ يَصُوْمُ لِرُؤْيَةِ رَمَضَانَ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْهِ عَدَّ ثَلَاثِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ صَامَ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ.

(۱۸۸۱) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ماہ شعبان کی اتنی نگرانی فرماتے تھے جتنی دوسرے مہینہ کی نہ کرتے تھے ۱ے پھر رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھتے تھے پھر اگر مشتبہ ہو جاتا ۲ے تو تیس دن پورے کرتے پھر روزہ رکھتے (ابوداود)

(۱۸۸۱) ۱ے اس طرح کہ شعبان کا چاند بہت اہتمام سے دیکھتے تھے' پھر اس کے دن کی شمار رکھتے تھے' کیونکہ اس پر ماہ رمضان کا

marfat.com

دارومدار ہے' بقرعید کے چاند پر بھی اگرچہ حج وغیرہ کا دارومدار ہے' مگر حج ہر شخص نہیں کرتا' اور نماز بقرعید و قربانی چاند سے دس دن بعد ہوتی ہے جس میں چاند کا پتہ لگ جاتا ہے' رمضان میں چاند ہوتے ہی ہر شخص روزے رکھتا ہے' لہذا اسکے چاند کا اہتمام زیادہ چاہیے ۲۔ یعنی اگر رمضان کا چاند خود بھی نہ ملاحظہ فرماتے اور نہ شرعی ثبوت پاتے' تو تیس دن شعبان کے پورے فرماتے۔

وَعَنْ اَبِی الْبَخْتَرِیِّ قَالَ خَرَجْنَا لِلْعُمْرَةِ فَلَمَّا نَزَلْنَا بِبَطْنِ نَخْلَةٍ تَرَاءَيْنَا الْهِلَالَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ لَيْلَتَيْنِ فَلَقِيْنَا ابْنَ عَبَّاسٍ فَقُلْنَا اِنَّا رَاَيْنَا الْهِلَالَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ لَيْلَتَيْنِ فَقَالَ اَیَّ لَيْلَةٍ رَاَيْتُمُوْهُ قُلْنَا لَيْلَةَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَدَّهٗ لِلرُّؤْيَةِ فَهُوَ لِلَيْلَةٍ رَاَيْتُمُوْهُ وَفِیْ رِوَايَةٍ عَنْهُ قَالَ اَهْلَلْنَا رَمَضَانَ وَنَحْنُ بِذَاتِ عِرْقٍ فَاَرْسَلْنَا رَجُلًا اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَسْاَلُهٗ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ اَمَدَّهٗ لِرُؤْيَتِهٖ فَاِنْ اُغْمِیَ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

(۱۸۸۲) روایت ہے حضرت ابوالبختری سے ۱؎ فرماتے ہیں ہم عمرہ کے لئے روانہ ہوئے جب بطن نخلہ میں اترے ۲؎ تو ہم چاند دیکھنے جمع ہوئے ۳؎ بعض قوم نے کہا کہ یہ تیسری رات کا ہے اور بعض نے کہا دوسری رات کا ہے ۴؎ پھر حضرت ابن عباس سے ملے ہم نے عرض کیا کہ ہم نے چاند دیکھا ہے تو بعض نے کہا ہے تیسری رات کا ہے اور بعض نے کہا دوسری رات کا ہے تو آپ نے فرمایا تم نے کس رات دیکھا ۱؎ ہم نے عرض کیا فلاں رات ۲؎ تو فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چاند کی مدت دیکھنے تک کی رکھی لہذا وہ اسی رات کا ہے جب تم نے دیکھا ۳؎ انہی سے ایک روایت ہے کہ ہم نے رمضان کا چاند دیکھا جب ذات عرق میں تھے ۴؎ تو ہم نے حضرت ابن عباس کے پاس ایک شخص مسئلہ پوچھنے بھیجا حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے چاند کی مدت دیکھنے تک رکھی تو اگر تم پر مشتبہ ہو جائے تو تیس دن کی گنتی پوری کرو ۵؎ (مسلم)

(۱۸۸۲) ۱؎ ان کا نام سعید ابن فیروز ہے' تابعین میں سے ہیں' کوفی ہیں۔ آدمی ٹھیک تھے' مائل بہ رفض تھے' ان کی سمعی حدیثیں مقبول ہیں دوسری نہیں (مرقات وغیرہ) ۲؎ بطن نخلہ مکہ معظمہ سے مشرق کی جانب طائف کے راستہ پر واقع ہے مشہور منزل ہے۔ اب اسے مضیق کہتے ہیں ۳؎ کہ میدان میں جمع ہو کر ایک دوسرے کو دکھانے لگے کہ وہ ہے چاند خیال رہے کہ چاند کی طرف اشارہ کرنا دکھانے کیلئے جائز ہے بلا ضرورت مکروہ کہ فعل کفار ہے (مرقات و شامی) ۴؎ یعنی چاند اونچا اور بڑا تھا اسلئے بعض نے کہا دوسری شب کا ہے' بعض نے کہا تیسری شب کا ہے' یعنی کسی نے کہا کل ہو چکا ہے کسی نے کہا پرسوں ہو چکا ہے یہ چاند رمضان کا تھا' یہ حضرات شعبان کے آخر میں عمرہ کرنے گئے تھے۔ ۱؎ یعنی مجھے اپنا اندازہ نہ بتاؤ' اپنی رویت کی خبر دو کہ تم میں سے کس نے اس سے پہلے کب دیکھا تھا' کل یا پرسوں ۲؎ یعنی حضرت ابن عباس کے فرمانے پر اب ہم نے دیکھنے کی رات بتائی کہ مثلاً کل دیکھا تھا ۳؎ یعنی چاند میں چھوٹا بڑا ہونے یا اونچا ہونے کا اعتبار نہیں دیکھنے کا اعتبار ہے۔ اس سے وہ لوگ عبرت و نصیحت پکڑیں

marfat.com

کہ صرف جنتری یا اخبار میں لکھی ہوئی تاریخ دیکھ کر یا چاند کی بڑائی دیکھ کر جھگڑتے ہیں ۴؎ ذات عرق عراق والوں کا میقات ہے جہاں یہ لوگ احرام باندھتے ہیں طائف کے راستہ پر واقع ہے' اس کا نام سیل ہے' لاری بسوں کا مشہور اڈہ ہے۔ فقیر وہاں سے گذرا ہے' عراق سے مکہ معظمہ جاتے ہوئے بھی اور مکہ معظمہ سے طائف آتے جاتے بھی بڑے عمرہ کا احرام یہاں سے ہی باندھا جاتا ہے یہاں کا پانی بہت لذیذ اور ہاضم ہے ۵؎ حضرت عبداللہ ابن عباس کا قیام طائف میں تھا وہاں ہی آپ کا مزار پرانوار ہے' فقیر نے زیارت کی ہے' غالبًا ان حضرات نے طائف پہنچ کر ان سے یہ مسئلہ پوچھا ہو گا جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ شعبان کی مدت رمضان کا چاند دیکھنے تک ہے' حساب وغیرہ کا اعتبار نہیں مرقات نے فرمایا کہ یہاں لیلتہ " فرمانے سے اشارۃً" معلوم ہوا کہ اگر دن میں زوال کے بعد رمضان یا عید کا چاند نظر آجائے مگر بعد غروب آفتاب نظر نہ آئے' تو اس دیکھنے کا کوئی اعتبار نہیں۔ آفتاب ڈوبنے کے بعد رؤیت کا اعتبار ہے واللہ اعلم ۶؎ چونکہ اس باب میں روزے کے متعلق مختلف احادیث لائیں گے' اس لئے اس باب کا کوئی ترجمہ مقرر نہ فرمایا بعض نسخوں میں باب السحور وغیرہ ہے مگر صحیح یہ ہی ہے کہ یہ باب بغیر ترجمہ کے ہے

بَابٌ
اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

باب
پہلی فصل

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِي السَّحُوْرِ بَرَكَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۸۸۳) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ سحری کھاؤ ۷؎ کہ سحری کھانے میں برکت ہے ۸؎ (مسلم بخاری)

(۱۸۸۳) ۷؎ یہ حکم استحبابی ہے نہ کہ وجوبی' کیونکہ روزہ کے لئے سحری مستحبہ ہے' واجب یا فرض نہیں' صبح سے پہلے کے وقت کو سحر کہتے ہیں' اور اس وقت کے کھانے یا پینے کو سحری یعنی آخر رات کی غذا' سحری کا وقت آدھی رات سے شروع ہو جاتا ہے' مگر سنت یہ ہے کہ رات کے آخری چھٹے حصے میں کھائی جائے ۸؎ سحور سین کے پیش سے بھی ہے اور زبر سے بھی' مگر زبر سے زیادہ فصیح ہے' بعض نے فرمایا کہ سحور سین کے پیش سے سحری کھانا' اور سین کے زبر سے اس وقت کی غذا (مرقات و اشعہ) سحری کا کھانا مبارک ہے' اور اس کھانے کے استعمال میں برکت ہے' کیونکہ یہ سنت ہے اور سنت مبارک ہے' نیز اس کھانے سے روزے میں مدد ملتی ہے' نیز اس کھانے کی وجہ سے مسلمانوں اور عیسائیوں و کفار کے روزوں میں فرق ہو جاتا ہے خیال رہے کہ علماء سے روشنائی' دوپہری میں قدرے آرام کرنا' روزوں میں سحری کھانا سب مبارک ہیں کہ ان کا تعلق عبادات سے ہے جب عبادت کے تعلق سے عادت مبارک بن جاتی ہے' تو دنیا دین ہو جاتی ہے' تو حضرات انبیاء و اولیاء سے جس چیز کو نسبت ہو جائے' وہ بھی یقینًا مبارک ہو جاتی ہے' دیکھو شب قدر مبارک' ماہ رمضان مبارک ہے' کیونکہ انہیں عبادتوں سے تعلق ہے' عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے متعلق فرمایا تھا وجعلنی مبارکا مجھے اللہ نے مبارک بنایا یہ حضرات بذات خود مبارک ہیں اور ان کی طرف منسوب چیزیں ان کی وجہ سے مبارک

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا

(۱۸۸۴) روایت ہے حضرت عمرو ابن عاص سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ہمارے اور اہل کتاب کے

marfat.com

وَصِيَامِ اَهْلِ الْكِتٰبِ اَكْلَةُ السَّحَرِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

روزوں میں فرق سحری کے چند لقمے ہیں ا۔ (مسلم)

(۱۸۸۴) ا۔ **اکلۃ** الف کے پیش اور کاف کے جزم سے ۔ بمعنی لقمے یا نوالے 'اور الف کے زبر سے ۔ بمعنی کھانا یعنی سحری کے نوالے یا سحری کھانا مسلمانوں اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق کا باعث ہیں 'کیونکہ ان کے ہاں رات کو سونے کے بعد کھانا حرام ہو جاتا ہے' اسلام میں بھی پہلے یہی حکم تھا اب پو پھٹنے تک کھانا پینا حلال کر دیا گیا سحری کھانے میں اللہ کی دعوت کا قبول کرنا ہے اور اس کی اس نعمت کا شکریہ' **اکلہ** فرمانے میں اس جانب اشارہ ہے کہ سحری تھوڑی کھانا بہتر ہے' اتنی زیادہ کہ دوپہر تک کھٹی ڈکاریں آئیں بہتر نہیں

وَعَنْ سَهْلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۸۸۵) روایت ہے حضرت سہل سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگ بھلائی میں رہیں گے جب تک افطار جلدی کرتے رہیں گے ۲۔ (مسلم بخاری)

(۱۸۸۵) ۲۔ افطار جلدی کرنے کی دو صورتیں ہیں 'ایک یہ کہ افطار نماز مغرب سے پہلے کیا جائے' نماز پہلے پڑھ لینا بعد میں افطار کرنا اس حدیث کے خلاف ہے (مرقات) دوسرے یہ کہ آفتاب ڈوبنے کا یقین ہو جانے پر افطار کر لیا جائے' پھر دیر نہ لگائی جائے خیال رہے کہ افطار کے وقت بھی تین ہیں' وقت مستحب' وقت مباح اور وقت مکروہ وقت مستحب تو وہ ہے جو ابھی عرض کیا گیا کہ سورج کا آخری کنارہ چھپتے ہی روزہ افطار کیا جائے' وقت مباح تارے گتھنے سے کچھ پہلے تک دیر لگانا اور تارے گتھے جانے پر افطار کرنا مکروہ اس کراہت کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت یہودی روزہ افطارتے ہیں' اس میں ان سے مشابہت ہے' اور جلدی افطارنے میں اپنے عجز بندگی کا اظہار بھی ہے' اور اللہ کی دی ہوئی اجازت کا جلدی قبول کرنا بھی (مرقاۃ) اسی مرقات میں ہے کہ بعض علماء نے فرمایا' نفس پر مشقت ڈالنے اور مغرب و عشاء کو ملانے کے لئے دیر سے افطار کرنا بہتر ہے' مگر یہ غلط ہے کیونکہ سنت رسول اللہ سیدھا راستہ ہے اور اس کی مخالفت گمراہی ہمیشہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام افطار میں جلدی اور سحری میں دیر کرتے تھے نفس کشی کے لئے سنت کی مخالفت نہ کرو۔ کہ یہ نفس کشی نہیں بلکہ رہبانیت ہے' ہماری نفس کشی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہے

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هٰهُنَا وَاَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هٰهُنَا وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(۱۸۸۶) روایت ہے' حضرت عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب رات ادھر سے آجائے اور دن ادھر سے چلا جائے ا۔ اور سورج ڈوب جائے تو تب روزہ دار افطار کرے ۲۔ (مسلم بخاری)

(۱۸۸۶) ا۔ پہلے ادھر سے سمت مغرب مراد ہے اور دوسرے ادھر سے سمت مشرق مراد' چونکہ مغرب کی طرف سیاہی پہلے نمودار ہوتی ہے اور سورج کا آخری کنارہ پیچھے ڈوبتا ہے' اسلئے اس سید الفصحاء صلے اللہ علیہ وسلم نے رات کے آنے کا ذکر پہلے فرمایا' دن کے جانے سے مراد سورج کا آخری کنارہ ڈوب جانا ہے نہ کہ سرخی غائب ہو جانا کیونکہ سرخی غائب ہونے پر تو صاحبین کے ہاں وقت عشاء آجاتا ہے اسی لئے اگلا جملہ ارشاد ہو رہا ہے ۲۔ اس جملہ نے دن جانے کی شرح فرمادی یعنی سورج چھپتے' ہی روزہ افطار واب

marfat.com

نفس کشی کے بہانے یا وہمیات کی اتباع نہ کرو' اب خواہ مخواہ دن ہونے کا شبہ کرنا شک نہیں بلکہ وہم ہے

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ فِی الصَّوْمِ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ اِنَّكَ تُوَاصِلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَاَیُّكُمْ مِثْلِیْ اِنِّیْ اَبِیْتُ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

(۱۸۸۷) روایت ہے' حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے روزے میں وصال کرنے سے منع فرمایا ۳۔ تو حضور سے کسی شخص نے عرض کیا یارسول اللہ آپ تو وصال کرتے ہیں ۴۔ فرمایا تم میں مجھ جیسا کون ہے' ۵۔ میں اس طرح رات گذارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے ۶۔ (مسلم بخاری)

(۱۸۸۷) ۳۔ روزہ کا وصال یہ ہے کہ شب کو بغیر افطار کئے' بغیر کچھ کھائے پیئے دوسرا روزہ رکھ لیا جائے' حق یہ ہے' کہ یہ وصال ہمارے لئے مکروہ تحریمی ہے' اور یہاں ممانعت حرمت کی ہے' اس ممانعت میں صدہا حکمتیں ہیں' وصال سے جسم بہت کمزور ہو جاتا ہے وصال سے دوسری عبادتیں بھاری پڑجاتی ہیں' وصال میں جوگیوں' سادھوؤں کی مشابہت ہے' وصال ساری امت کے لئے ناجائز ہے خواہ اولیاء ہوں یا دیگر طبقہ کے لوگ ۴۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم صرف ایک دن کا نہیں بلکہ متواتر کئی کئی روز کا وصال فرماتے تھے کہ مسلسل روزے پر روزے رکھتے تھے' اس لئے سائل کو شبہ ہوا کہ وصال تو سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہونا چاہیئے' منع کیوں ہے ۵۔ یہ استفہام انکاری ہے' اور **ایکم** میں صحابہ اور تمام انسانوں سے خطاب ہے یعنی تم میں مجھ جیسا کوئی نہیں' جب صحابہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی مثل نہ ہوسکے اور کسی کا کیا منہ ہے جو ان سے ہمسری کا دعوے کرے' ہمارا عقیدہ تو یہ ہے' **شعر:۔**

☆ نسبت خود بسگت کردم و بس منفعلم ☆ زاں کہ نسبت بسگ کوئے تو شد بے ادبی است ☆

رب تعالٰی کے فرمان قل انما انا بشر مثلکم میں خالص بشریت میں تشبیہ ہے جس میں الومیت کا خلط نہ ہو یعنی میں تمہاری طرح خالص بشر ہوں نہ خدا نہ خدا کا ساجھی' پھر میری بشریت سے نبوت کا خلط ہوا جسے یوحی الی نے بیان کیا لہٰذا یہ حدیث قرآن کی اس آیت کے خلاف نہیں' تمام جہان کے اولیاء ایک صحابی کی مثل نہیں ہوسکتے جس نے ایمانی نگاہ سے ان کا چہرہ ایک آن دیکھا ان کی ذات تو بہت اعلیٰ ہے ۶۔ علماء نے اس کھلانے پلانے کی بہت توجیہیں کی ہیں' بعض نے کہا کہ اس سے قوت برداشت مراد ہے' بعض نے فرمایا کہ اس سے روحانی غذائیں مراد ہیں' بعض نے فرمایا کہ اس سے معنوی فیضان اور مناجات کی لذتیں مراد ہیں' بعض نے فرمایا کہ اس سے بھوک پیاس کا نہ ہونا مراد ہے وغیرہ' مگر حضرت عشق کا فتویٰ یہ ہے کہ حدیث اپنے بالکل ظاہری معنے پر ہے' اور اس میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے رب تعالٰی کی تین نعمتوں کا ذکر فرمایا' ایک یہ کہ تم سب اپنے بیوی بچوں کے پاس رات گزارتے ہو اور میں اپنے رب کے پاس **شعر:۔**

☆ فرشی و براوج عرش منزل ☆ امی و کتاب خانہ دردل ☆
☆ امی و دقیقہ دان عالم ☆ بے سایہ و سائبان عالم ☆

دوسرے یہ کہ میں رب تعالٰی کے پاس رہ کر خود نہیں کھاتا پیتا بلکہ مجھے رب تعالٰی کھلاتا پلاتا ہے کھلانے والا اس کا دست کرم کھانے

والا میں تیسرے یہ کہ رب تعالٰی مجھے وہ روزی کھلاتا پلاتا ہے جس سے نہ روزہ ٹوٹے نہ روزوں کا تسلسل جائے یعنی جنت کے میوے اور سلسبیل تسنیم وغیرہ کے شربت اس جملہ سے چند مسئلے معلوم ہوئے (۱) ایک یہ کہ کوئی شخص کسی درجہ پر پہنچ کر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی مثل نہیں ہو سکتا جب انسان کو ناطق کی قید نے تمام حیوانات سے ذاتی امتیاز دے دیا تو نبوت اور وحی کی صفتوں نے بھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام انسانوں سے ذاتی ممتاز کر دیا (۲) دوسرے یہ کہ اگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بہ نیت عبادت کھانا پینا چھوڑیں تو خواہ ہفتوں نہ کھائیں ضعف و کمزوری بالکل طاری نہ ہوگی اور اگر بطور عادت کھانا ملاحظہ نہ کریں تو ضعف بھی نمودار ہوگا اور شکم پاک پر پتھر بھی باندھے جائیں گے کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نور بھی ہیں اور بشر بھی عبادت میں نورانیت کا ظہور ہے اور عادت میں بشریت کی جلوہ گری لہذا یہ حدیث حضرت جابر کی اس روایت کے خلاف نہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے دو وقت کھانا نہ کھانے پر دو پتھر پیٹ سے باندھے (۳) تیسرے یہ کہ جنتی میوے کھانے اور وہاں کا پانی پینے سے روزہ نہیں جاتا جیسے رب تعالٰی سے کلام کرنے اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنے سے نماز نہیں جاتی بعض اولیاء خواب میں کھا پی لیتے ہیں کہ کھانے کی خوشبو بیداری کے بعد ان کے منہ میں پائی جاتی ہے مگر ان کا روزہ قائم رہتا ہے دیکھو احتلام سے ہمارا روزہ نہیں جاتا (۴) چوتھے یہ کہ بعض بندوں کو اسی زندگی میں جنتی میوے ملتے ہیں حضرت مریم علیہا السلام کا جنتی میوے کھانا قرآن پاک سے ثابت ہے (۵) پانچویں یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا ہر کام ہمارے لئے سنت نہیں بلکہ وہ کام سنت ہے جو ہمارے لئے لائق عمل ہو خصوصیات مصطفوی ہمارے لئے سنت نہیں روزہ وصل، نو بیویاں نکاح میں جمع فرمانا ہمارے لئے نہ سنت ہیں نہ لائق عمل سنت وحدیث میں یہی فرق ہے

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يُجْمِعِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِيَامَ لَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَقَفَهٗ عَلٰى حَفْصَةَ مَعْمَرٌ وَالزُّبَيْدِيُّ وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَيُوْنُسُ الْاَيْلِيُّ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ۔

(۱۸۸۸) روایت ہے حضرت حفصہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو فجر سے پہلے روزہ کا ارادہ (نیت) نہ کرے اس کے روزے نہیں ہوتے ۱؎ (ترمذی ابوداود نسائی دارمی) ابوداود نے فرمایا کہ اسے معمر زبیدی ابن عیینہ اور یونس ایلی نے حضرت حفصہ پر موقوف کیا یہ تمام حضرات زہری سے راوی ہیں

(۱۸۸۸) ۱؎ یعنی روزے کی نیت رات سے کرنا چاہیئے صبح صادق سے پہلے تاکہ دن کا ہر حصہ روزے کی نیت سے گزرے یہاں اس سے مراد وہ روزہ ہے جو فرض ہو مگر مقرر نہ ہو جیسے رمضان کی قضا یا مطلق نذر کا روزہ نفلی روزہ اور معین فرض روزے کی نیت دن میں ضحوی کبرے سے پہلے ہو سکتی ہے کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کہ کبھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم میرے پاس صبح کو تشریف لاتے تو فرماتے کچھ کھانے کو ہے میں عرض کرتی کچھ نہیں تو فرماتے اچھا تو ہمارا روزہ ہے نیز روایات میں ہے کہ ایک بار صبح کو رمضان کا چاند ہو جانے کی خبر ملی تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ابھی تک کچھ

marfat.com

نہ کھایا پیا ہو وہ روزہ رکھ لے فقیر کی اس شرح پر یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں کہ وہاں نفلی روزہ ہے یا فرضی معین روزہ اور یہاں فرضی غیر معین روزہ مراد ہے ا۔ اس حدیث کے متعلق ترمذی نے فرمایا کہ نافع نے حضرت ابن عمر کا قول نقل کیا نسائی نے فرمایا کہ صحیح یہ ہی ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے دار قطنی نے اسے "مرفوعاً" نقل کیا امام نووی نے فرمایا کہ حدیث صحیح ہے بہت سی اسنادوں سے مروی ہے

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ اَحَدُکُمْ وَالْاِنَاءُ فِیْ یَدِهٖ فَلَا یَضَعْهُ حَتّٰی یَقْضِیَ حَاجَتَهٗ مِنْهُ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ۔

(۱۸۸۹) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی اذان سنے اور برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو اپنی ضرورت پوری کئے بغیر اسے نہ رکھے۔(ابوداؤد)

(۱۸۸۹) ا۔ یعنی بوقت افطار اذان مغرب ہوتی رہے تم روزہ افطارتے رہو افطار سے فارغ ہو کر نماز کو آؤ اذان سن کر افطار کا کھانا پینا نہ چھوڑ دو یا سحری کے وقت اگر اذان فجر ہو جائے اور تمہیں غالب گمان ہو کہ ابھی پو نہیں پھٹی ہے مؤذن نے غلطی سے اذان کہدی ہے تو سحری کھاتے پیتے رہو (مرقات اشعۃ اللمعات لمعات) لہذا یہ حدیث بالکل واضح ہے اس پر یہ لازم نہیں آتا کہ فجر کی اذان کے وقت سحری کھاتے رہو۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَحَبُّ عِبَادِیْ اِلَیَّ اَعْجَلُهُمْ فِطْرًا رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ۔

(۱۸۹۰) ا۔ روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے میرے بندوں میں مجھے بہت پیارے وہ ہیں جو افطار میں جلدی کریں۔(ترمذی)

(۱۸۹۰) ا۔ یعنی یہود و نصاریٰ یا روافض سے بہتر مسلمان اہل سنت ہیں کہ وہ لوگ روزہ دیر سے کھولتے ہیں اور سنی مسلمان جلد افطار لیتے ہیں سورج ڈوب چکنے کے بعد دیر نہیں لگاتے کیونکہ جلدی افطار سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور سنت صحابہ بلکہ سنت انبیاء علیہم السلام ہے اور جلدی افطار میں رب تعالٰی کی رحمت کی طرف جلدی کرنا ہے اپنی حاجت مندی کا اظہار ہے (ترمذی)

وَعَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَفْطَرَ اَحَدُکُمْ فَلْیُفْطِرْ عَلٰی تَمْرٍ فَاِنَّهٗ بَرَکَةٌ فَاِنْ لَّمْ یَجِدْ فَلْیُفْطِرْ عَلٰی مَاءٍ فَاِنَّهٗ طَهُوْرٌ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ وَلَمْ یَذْکُرْ فَاِنَّهٗ بَرَکَةٌ غَیْرُ التِّرْمِذِیِّ فِیْ رِوَایَةٍ اُخْرٰی۔

(۱۸۹۱) ا۔ روایت ہے حضرت سلمان ابن عامر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی روزہ افطار کرنے لگے تو چھوارے پر افطارے کہ یہ برکت ہے ۲۔ پھر اگر چھوارہ نہ پائے تو پانی سے افطار کرے کہ یہ پاک کرنیوالا ہے ۳۔ (احمد' ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ' دارمی) اور انه برکة کا لفظ ترمذی کے سواء کسی نے روایت نہ کیا (اپنی دوسری روایت میں)۔

(۱۸۹۱) ا۔ چھوارے سے روزہ افطار نا چونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے صحابہ کرام کی سنت ہے نیز خالی پیٹ میٹھی چیز کھانا تندرستی خصوصاً" نظر کے لئے بہت مفید ہے ۲۔ اس لئے یہ عمل دینی و دنیاوی برکتوں کا ذریعہ ہے کھجور محبوب بندوں کی غذا ہے ۳۔ یعنی پانی جیسے جسم کو پاک کرنے والا ہے ایسے ہی دل و دماغ کو بھی پاک و صاف کرنے والا ہے نیز پانی میں حرام ہونے کا احتمال

marfat.com

بہت کم ہوتا ہے کہ کنوئیں کا پانی جنگل کا شکار اصل میں مباح ہے دوسری چیزوں میں احتمال ہے کہ حرام کمائی سے حاصل کی گئی ہوں روزہ حلال سے افطار کرنا بہتر ہے یہ امر استحبابی ہے

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَ عَلٰى رُطَبَاتٍ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ رُطَبَاتٌ فَتُمَيْرَاتٌ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تُمَيْرَاتٌ حَسَا حَسَوَاتٍ مِّنْ مَّآءٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

(۱۸۹۲) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نماز سے پہلے چند تر کھجوروں پر روزہ افطار کرتے تھے ا۔ اگر تر کھجوریں نہ ہوتیں تو خشک چھواروں پر ۲۔ اگر چھوارے بھی نہ ہوتے تو پانی کے چند گھونٹ پی لیتے ۳۔ (ترمذی ابوداؤد) ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(۱۸۹۲) ا۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ روزہ دار افطار پہلے کرے نماز مغرب کے بعد افطار کرنا سنت کے خلاف ہے دوسرے یہ کہ چند کھجوریں افطار کے وقت کھانا مسنون ہے تین یا پانچ بعض روایات میں تین خرمے کا ذکر ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ حضرت عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہما کبھی بعد نماز مغرب افطار کرتے تھے یا تو بیان جواز کے لئے تاکہ لوگ نماز سے پہلے افطار کو فرض نہ سمجھ لیں، یا اس لئے کہ اتفاقاً اس وقت افطار نے کے لئے کچھ موجود نہ ہوتا۔ بہرحال نماز سے پہلے افطار سنت ہے اور نماز کے بعد افطار جائز مگر خلاف سنت ہاں اگر کچھ موجود نہ ہو تو بعد نماز افطار کرلے یا حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما کی حدیث میں افطار سے مراد کھانا تناول کرنا ہے یعنی افطار تو نماز سے پہلے کر لیتے تھے اور کھانا بعد نماز کھاتے تھے بہرحال حدیث واجب التاویل ہے۔ ۲۔ اس ترتیب سے پتہ لگا کہ تر کھجور پر روزہ افطارنا بہت اچھا ہے، پھر اگر یہ نہ ملیں، تو خشک چھواروں پر افطار کرنا، ہمارے رمضان شریف میں کثرت سے بازار ہیں کھجوریں آجاتی ہیں، اور عام طور پر لوگ خریدتے ہیں، مسجدوں میں بھیجتے ہیں، ان سب کا ماخذ یہ حدیث ہے ۳۔ غرضیکہ روٹی چاول یا کسی پر تکلف چیز پر روزہ افطار نہ فرماتے تھے، پنجاب میں بعض روزہ داروں کو دیکھا گیا، کہ سگریٹ سے روزہ افطارتے ہیں، نعوذباللہ روزہ دار کے منہ میں پہلے پاکیزہ چیز جانی چاہیے، سگریٹ گندی بدبودار چیز بھی ہے، اور اس سے روزہ افطارنا مضر صحت بھی ہے، یہاں مرقات نے فرمایا کہ بہتر یہ ہے کہ آگ سے پکی چیز سے روزہ نہ افطارے، بلکہ گرمی میں پانی سے، سردی میں کھجور سے افطارے، جب آگ کی پکی چیز سے روزہ نہ افطارنا چاہیے، تو خود آگ سے روزہ افطارنا کتنا برا ہو گا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ مکہ والے ہمیشہ آب زمزم سے روزہ افطاریں یہ غلط ہے، سنت ہے کھجور یا چھوارے سے افطارنا، اگر یہ نہ لیں تو پانی سے افطارنا۔

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا اَوْ جَهَّزَ غَازِيًا فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَمُحْيِ السُّنَّةِ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَقَالَ صَحِيْحٌ۔

(۱۸۹۳) روایت ہے حضرت زید بن خالد سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو روزے دار کو افطار کرائے یا غازی کو سامان دے تو اسے ان ہی کی طرح ثواب ہے ا۔ (بیہقی شعب الایمان محی السنہ نے شرح سنہ میں اسے روایت کیا اور فرمایا صحیح ہے ۲۔

(۱۸۹۳) ا۔ اس لئے کہ روزہ دار کو افطار کرانے یا غازی کو سامان دینے میں نیکی پر مدد کرنا ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے وتعاونوا علے

marfat.com

البر والتقویٰ چونکہ روزہ دار نفس و شیطان سے جہاد کرتا ہے' اس لئے اسے غازی کے ساتھ ذکر فرمایا' خیال رہے کہ روزہ افطار کرانے سے ثواب روزہ مل جائے گا مگر اس سے روزہ ادا نہ ہوگا' وہ تو رکھنے سے ہی ادا ہوگا' ثواب مل جانا اور ہے فرض ادا ہونا کچھ اور ۳ے یہ حدیث ترمذی' ابن ماجہ' نسائی' ابن حبان' وغیرہم محدثین نے نقل فرمائی' ترمذی نے اسے حسن صحیح فرمایا' شاید حضرت مصنف قدس سرہ ان اسنادوں پر مطلع نہ ہوئے' اس لئے ان کا ذکر نہ فرمایا۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَفْطَرَ قَالَ ذَهَبَ الظَّمَاُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ۔

(۱۸۹۴) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب روزہ افطارتے تو فرماتے پیاس چلی گئی اور رگیں تر ہو گئیں اور انشاء اللہ ثواب ثابت ہو گیا۱ے (ابوداؤد)

(۱۸۹۴) ۱ے اس میں رب تعالٰی کا انتہائی شکر ہے کہ پیاس اور رگوں کی خشکی ایک عارضی چیزیں تھیں جو افطار کرتے ہی دور ہو گئیں' مگر اس عارضی تکلیف پر جو رب تعالٰی نے ثواب عطا فرمایا وہ عظیم الشان ہے' اور دائمی ہے' انشاء اللہ یا محض برکت کے لئے فرمایا گیا یا ہماری تعلیم کے لئے' کہ ہم کو روزہ مقبول یا مردود ہونے کی خبر نہیں' اگر رب تعالٰی نے قبول فرما لیا ہو تو پھر اجر ہی اجر ہے بعض شارحین نے فرمایا کہ ان ٭ معنی اذ' اور اس کا تعلق گزشتہ تینوں چیزوں سے ہے مگر پہلی توجیہ قوی ہے اور موقع کے مناسب بھی۔

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ زُهْرَةَ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَفْطَرَ قَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ مُرْسَلًا۔

(۱۸۹۵) روایت ہے حضرت معاذ ابن زہرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب روزہ افطارتے تو فرماتے الٰہی میں نے تیرے لئے روزہ رکھا اور تیرے رزق پر افطار کیا۱ے (ابوداؤد' مرسلا")

(۱۸۹۵) ۱ے افطار کے وقت یہ دعا مانگنا سنت ہے' مرقات نے فرمایا کہ اگر یہ بھی کہہ لے وبک امنت اگرچہ اس کلمہ کی کوئی اصل تو نہیں مگر درست ہے' بعض لوگ آخر میں یہ بھی کہہ لیتے ہیں وبصوم غد نویت یہ کل کے روزے کی نیت ہے' اور زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا بدعت حسنہ ہے بعض لوگ افطار کے وقت یوں کہتے ہیں اللھم لک صمت وبک امنت وعلیک توکلت وبرزقک افطرت فاغفرلی ما قدمت وما اخرت وما اعلنت وما اسررت اس میں بھی حرج نہیں' غرضیکہ دعائیہ کلمات میں زیادتی جائز ہے' بعض لوگ التحیات میں درود ابراہیمی میں لفظ محمد سے پہلے سیدنا بڑھا دیتے ہیں' بعض حجاج تلبیہ میں یہ زیادتی کر دیتے ہیں ان عبدک وابن عبدیک واقف بین یدیک حالہ لا یخفی علیک وغیرہ اس میں بھی حرج نہیں' ہاں درود وظیفوں کے الفاظ بالکل نہ بدلے جائیں' کیونکہ وہ کسی خاص اثر کے لئے ہوتے ہیں' اور یہ اثر منقولہ الفاظ سے وابستہ ہے اور دعائیں محض ثواب کے لئے' یہاں جتنے الفاظ زیادہ اتنا ثواب زیادہ۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

(۱۸۹۶) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَزَالُ الدِّیْنُ ظَاھِرًا مَّا عَجَّلَ النَّاسُ الْفِطْرَ لِاَنَّ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی یُؤَخِّرُوْنَ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَ ابْنُ مَاجَۃَ۔

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دین غالب رہے گا جب تک لوگ جلدی افطار کرتے رہیں ا۔ کیونکہ یہود اور عیسائی دیر سے افطار کرتے ہیں ۲۔ (ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۱۸۹۶) ا۔ یعنی مسلمانوں کا جلدی روزہ افطار تے رہنا دین کے غلبے کا سبب ہے معلوم ہوا کہ سنتوں بلکہ مستحبات کی پابندی مسلمانوں کی شوکت اور دین کے ظہور ودبدبہ کا باعث ہے' پھر فرائض کا کیا پوچھنا' ہندوستان کے مسلمان اذان اور گائے کی قربانی پر کفار سے لڑتے رہے' کیوں؟ غلبہ اسلام کو قائم رکھنے کے لئے خیال رہے کہ یہاں جلدی سے مراد وقت جواز میں جلدی ہے' جب سورج ڈوب جائے پھر دیر نہ لگائے' بلاوجہ دیر لگانا سنت کے خلاف ہے اور اتنی دیر کہ تارے گتھ جائیں مکروہ تحریمی ۲۔ یعنی دیر سے افطار کرنے میں اہل کتاب سے مشابہت ہے مرقاۃ واشعہ نے فرمایا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلام کی درستی سارے کفار کی مخالفت سے وابستہ ہے ان سے مشابہت میں دین کی کمزوری ہے افسوس ان مسلمانوں پر جو محض عیسائیوں کی مشابہت کے لئے داڑھیاں منڈائیں' کھڑے ہو کر پیشاب کریں' ننگے سر پھریں' رب تعالٰی فرماتا ہے لا تتخذوا الیھود والنصرٰ اولیاء اور فرماتا ہے ومن یتولھم منکم فانہ منھم اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو بہت دیر کرکے روزہ افطار نے کو دین سمجھتے ہیں' سورج ڈوبتے ہی فوراً روزہ افطارنا چاہیے' اسی لئے رب تعالٰی نے فرمایا ثم اتموا الصیام الی الیل۔ فی الیل نہ فرمایا یعنی روزے کو رات میں بالکل داخل نہ کرو' رات آتے ہی روزہ ختم کرو۔

وَعَنْ اَبِیْ عَطِیَّۃَ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَمَسْرُوْقٌ عَلٰی عَائِشَۃَ فَقُلْنَا یَا اُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ رَجُلَانِ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَدُھُمَا یُعَجِّلُ الْاِفْطَارَ وَیُعَجِّلُ الصَّلٰوۃَ وَالْاٰخَرُ یُؤَخِّرُ الْاِفْطَارَ وَیُؤَخِّرُ الصَّلٰوۃَ قَالَتْ اَیُّھُمَا یُعَجِّلُ الْاِفْطَارَ وَیُعَجِّلُ الصَّلٰوۃَ قُلْنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْعُوْدٍ قَالَتْ ھٰکَذَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْاٰخَرُ اَبُوْ مُوْسٰی رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

(۱۸۹۷) روایت ہے حضرت ابوعطیہ سے فرماتے ہیں میں اور مسروق حضرت عائشہ کے پاس گئے ا۔ ہم نے عرض کیا اے ام المومنین حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے دو حضرات ہیں ایک تو افطار بھی جلد کرتے ہیں اور نماز بھی جلد پڑھتے ہیں اور دوسرے صاحب افطار بھی دیر سے کرتے ہیں اور نماز بھی دیر سے پڑھتے ہیں ۲۔ فرمانے لگیں کون صاحب نماز و افطار میں جلدی کرتے ہیں ۳۔ ہم نے عرض کیا عبداللہ ابن مسعود بولیں ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے اور دوسرے حضرت ابو موسیٰ ہیں ۴۔ (مسلم)

(۱۸۹۷) ا۔ یہ دونوں حضرات جلیل القدر تابعی ہیں' ان میں نماز مغرب اور افطار روزہ میں اختلاف ہوا' فیصلہ کے لئے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے' کیونکہ آپ بڑی فقیہہ عالمہ تھیں ۲۔ نماز سے مراد نماز مغرب ہے اور جلدی سے بہت ہی جلدی آفتاب کا کنارہ چھپتے ہی بالکل متصل اور دیر سے مراد چند منٹ کی احتیاطاً دیر لگانا ہے نہ کہ تارے گتھ جانے تک کی تاخیر' لہٰذا ان میں سے کسی بزرگ پر اعتراض نہیں' ایک صاحب عزیمت پر ہیں دوسرے رخصت پر ۳۔ سبحان اللہ

marfat.com

جناب ام المومنین کا کیسا حکیمانہ سوال ہے' دیر لگانے والے کا نام نہ پوچھا تا کہ ان پر الزام کا ذکر نہ ہو۔ آخری جملہ راوی کا اپنا ہے۔ حضرت ام المومنین نے جناب عبداللہ کے عمل کو سنت مستحبہ کے موافق بتایا اور قدرے تاخیر کو مستحب قرار دیا' معلوم ہوا کہ جناب ام المومنین مزاج شناس رسول ہیں اور احوال دان مصطفیٰ ہیں صلے اللہ علیہ وسلم غالب یہ ہے کہ یہ خبر حضرت ابو موسیٰ اشعری کو پہنچی ہو گی اور انہوں نے اپنے عمل میں تبدیلی کر لی ہو گی' صحابہ سے یہ توقع ہو سکتی ہی نہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے عمل سے واقف ہو کر اس کے خلاف کام کریں۔

وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ قَالَ دَعَانِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى السَّحُورِ فِي رَمَضَانَ فَقَالَ هَلُمَّ إِلَى الْغَدَاءِ الْمُبَارَكِ فَإِنَّ فِي السَّحُورِ بَرَكَةً رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ۔

(۱۸۹۸) روایت ہے حضرت عرباض ابن ساریہ سے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں سحری کے لئے بلایا ا۔ تو فرمایا برکت والے ناشتہ کے لئے آؤ کیونکہ سحری میں برکت ہے ۲۔ (ابوداؤد' نسائی)

(۱۸۹۸) ا۔ ظاہر یہ ہے کہ حضرت عرباض سحری کے وقت خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہوں گے تو فرمایا آؤ سحری کھالو' انہیں باقاعدہ دعوت دے کر گھر سے نہ بلایا ہو گا اس سے معلوم ہوا کہ کھاتے وقت اگر کوئی مسلمان آجائے تو اس پر کھانا پیش کر دینا سنت ہے ۲۔ اس کی شرح پہلے ہو چکی کہ سحری کھانا سنت بھی ہے لہذا اس میں اخروی برکت ہے اور اس سے پر کو نہ ملنے میں مدد بھی ملتی ہے لہذا اس میں دنیوی برکت بھی ہے خیال رہے کہ ھلم اسم فعل ہے ایک کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور بہت کے لئے بھی رب تعالٰی نے سارے مشرکوں سے فرمایا ھلم شھداءکم

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ سَحُورُ الْمُؤْمِنِ التَّمْرُ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ۔

(۱۸۹۹) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کی اچھی سحری چھوارے ہیں ا۔ (ابوداؤد)

(۱۸۹۹) ا۔ اس طرح کہ سحری کے وقت کچھ کھانا کھا کر آخر میں کچھ چھوارے بھی کھالے تا کہ روزے کی ابتدا بھی چھواروں سے ہو اور انتہا بھی سحری کھانا بھی سنت ہے' اور چھوارے کھانا بھی سنت اس صورت میں دو سنتوں کا اجتماع ہو کر انشاء اللہ روزہ نور علی نور ہو جائے گا' یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ سحری میں بہت کھانا نہ کھاؤ' جو بد ہضمی کا باعث ہو' چند کھجوریں کھا کر پانی پی لو۔

بَابُ تَنْزِيْهِ الصَّوْمِ ۔ باب روزے کو پاک و صاف رکھنا

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ پہلی فصل

ا۔ تنزیہ کے لغوی معنی ہیں دور رکھنا یا الگ کرنا' اصطلاح شریعت میں تنزیہ صوم یہ ہے کہ جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا مکروہ ہو جاتا ہے یا اس کا ثواب کم ہو جاتا ہے ان سے روزہ کو الگ رکھنا یعنی روزہ دار کا الگ رہنا تا کہ روزہ ہر نقصان سے پاک و صاف رہے یہ چیز بہت ضروری ہے۔

marfat.com

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَیْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِیْ اَنْ یَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

(۱۹۰۰) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو جھوٹی باتیں اور برے کام نہ چھوڑے ا۔ تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پانی چھوڑ دینے کی پرواہ نہیں ۲۔ (بخاری)

(۱۹۰۰) یہاں جھوٹی بات سے مراد ناجائز گفتگو ہے' جھوٹ' بہتان' غیبت' چغلی' تہمت' گالی' لعن طعن وغیرہ جن سے بچنا فرض ہے' اور برے کام سے مراد ہر ناجائز کام ہے آنکھ کان کا ہو یا ہاتھ پاؤں وغیرہ کا چونکہ زبان کے گناہ دیگر اعضاء کے گناہوں سے زیادہ ہیں اس لئے ان کا علیحدہ ذکر فرمایا' یہ حدیث بہت جامع ہے' دو جملہ میں ساری چیزیں بیان فرمادیں اگرچہ برے کام ہر حالت میں اور ہمیشہ ہی برے ہیں مگر روزے کی حالت میں زیادہ برے' کہ ان کے کرنے میں روزے کی بے حرمتی اور ماہ رمضان کی بے ادبی ہے اس لئے خصوصیت سے روزے کا ذکر فرمایا ہر جگہ ایک گناہ کا عذاب ایک مگر مکہ مکرمہ میں ایک گناہ کا عذاب ایک لاکھ ہے کیوں؟ اس زمین پاک کی بے ادبی کی وجہ سے ۲۔ یہاں حاجت ۔ بمعنی ضرورت نہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ ضرورتوں سے پاک ہے' بلکہ ۔ بمعنی توجہ' التفات پرواہ یعنی اللہ تعالیٰ ایسے شخص کا روزہ قبول نہیں فرماتا قبول نہ ہونے سے روزہ گویا فاقہ بن جاتا ہے' اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ یہ روزہ شرعاً" تو درست ہو جائے گا کہ فرض ادا ہو جائے گا مگر قبول نہ ہو گا شرائط جواز تو صرف نیت ہے اور کھانا پینا' صحبت چھوڑ دینا' مگر شرائط قبول میں وہ باتیں چھوڑنا ہے جو روزہ کا اصل مقصود ہے' روزے کا منشاء نفس کا زور توڑنا ہے جس کا انجام گناہ چھوڑنا ہے جب روزے میں گناہ نہ چھوٹے تو معلوم ہوا نفس نہ مرا' صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ روزہ ہر عضو کا ہونا چاہیے' صرف حلال چیزوں یعنی کھانے پینے کو نہ چھوڑو بلکہ حرام چیزوں یعنی جھوٹ و غیبت کو بھی چھوڑو' مرقات نے فرمایا کہ ایسے بے باک روزے دار کو اصل روزہ کا ثواب ملے گا' اور ان چیزوں کا گناہ۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُقَبِّلُ وَیُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ وَكَانَ اَمْلَكَكُمْ لِاِرْبِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

(۱۹۰۱) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں بوس و کنار کر لیتے تھے اور حضور اپنی نفس حاجت پر سب سے زیادہ مالک (قادر) تھے ا۔ (مسلم بخاری)

(۱۹۰۱) ا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روزہ دار اگر اپنے نفس پر پورا قابو رکھتا ہو یا بیماری یا بڑھاپے کے ضعف کی وجہ سے یا تقویٰ و پرہیزگاری کی وجہ سے وہ اپنی بیوی سے بوس و کنار کر سکتا ہے' اور جو قابو نہ رکھے' وہ ہرگز ہرگز یہ کام نہ کرے' اس لئے ام المومنین فرماتی ہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اپنی نفسی حاجت پر قادر تھے' حضرت عائشہ کا ایسے واقعات بیان فرمانا مسئلہ شرعی کے بیان کے لئے ہے اسے بے غیرتی کہنا حماقت ہے' رب تعالیٰ فرماتا ہے لفروجھم حفظون طبیب لوگ بیماریوں و علاجوں کے بیان میں کھلی کھلی باتیں بیان کرتے ہیں بے غیرتی کے لئے نہیں بلکہ بیان علاج کے لئے۔

وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُدْرِكُهُ الْفَجْرُ فِیْ رَمَضَانَ وَهُوَ جُنُبٌ مِنْ

(۱۹۰۲) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو رمضان میں بحالت جنابت صبح ہوتی تھی ا۔ احتلام کے

marfat.com

غَيْرِ حُلُمٍ فَيَغْتَسِلُ وَيَصُوْمُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

بغیر۲؎ پھر آپ غسل کرتے اور روزہ رکھتے ۳؎۔(مسلم بخاری)

(۱۹۰۲) ۱؎ اس طرح کہ نماز تہجد کے بعد اپنی ازواج مطہرات سے مقاربت فرماتے اور فوراً غسل نہ فرماتے تھے بلکہ نماز فجر کے وقت پوپھٹنے کے بعد' کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم پر نماز تہجد فرض تھی جس کی بہت پابندی فرماتے تھے خصوصاً رمضان شریف میں ۲؎۔ تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیاء کرام کو خواب سے احتلام نہیں ہو سکتا' کیونکہ احتلام شیطانی اثر سے ہوتا ہے کہ ابلیس عورت کی شکل میں خواب میں آتا ہے' اور یہ حضرات اس کے اثر سے محفوظ ہیں' بلکہ جو بیبیاں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنے والی ہوتی ہیں انہیں بھی کبھی خواب سے احتلام نہیں ہوتا جیسا کہ ہم باب الغسل میں عرض کر چکے ہیں' ہاں اس میں اختلاف ہے کہ بغیر خواب نیند میں انہیں انزال ہو سکتا ہے یا نہیں یعنی زیادتی منی کے باعث' حق یہ ہے کہ وہ حضرات اس سے بھی محفوظ ہیں' یہاں حضرت ام المومنین کا من غیر حلم فرمانا یہ بتانے کے لئے ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی جنابت مقاربت سے ہوتی تھی یہ منشاء نہیں کہ وہاں احتلام کا امکان ہے حضرت ام المومنین کا مقصد یہ ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم مخالطت سے ہی جنبی ہوتے تھے نہ کہ احتلام سے کہ وہاں احتلام کا تو امکان ہی نہیں (مرقاۃ و اشعہ) ۳؎۔ اس سے معلوم ہوا کہ روزے کے بعض حصہ میں جنبی رہنا روزہ کو فاسد نہیں کرتا' خواہ روزہ فرض ہو یا نفل' یہ قول صحیح ہے۔ حضرت ابو ہریرہ پہلے فرمایا کرتے تھے کہ جو جنابت میں سویرا پالے' اس کا روزہ نہیں' مگر یہ حدیث سن کر رجوع فرماگئے اور بولے کہ حضرت عائشہ و ام سلمہ رضی اللہ عنہما مجھ سے زیادہ جانتی ہیں اس حدیث کی تائید اس آیت سے بھی ہے فالئن باشروھن نیز اس آیت سے بھی احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نساءکم کیونکہ جب رمضان میں رات بھر صحبت کرنے کی اجازت دی گئی' تو پوپھٹنے تک صحبت جائز ہوئی اب لامحالہ غسل پوپھٹنے پر ہی ہوگا' نیز اگر روزہ دار کو دن میں احتلام ہو جائے تو روزہ میں کوئی نقصان نہیں' بعض علماء نے فرض و نفلی میں فرق کیا ہے' مگر حق یہ ہے کہ کوئی فرق نہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَاحْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۹۰۳) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بحالت احرام اور بحالت روزہ فصد لی ۱؎(مسلم بخاری)

(۱۹۰۳) ۱؎ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم محرم بھی تھے اور روزہ دار بھی' اس حال میں پچھنے لگوائے فصد لی' جیسا کہ بعض شارحین نے سمجھا بلکہ دونوں واقعہ الگ الگ ہیں یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے بحالت احرام بھی فصد لی ہے اور بحالت روزہ بھی' معلوم ہوا کہ فصد سے نہ احرام خراب ہو نہ روزہ فاسد' مگر احرام میں ضروری یہ ہے کہ بال نہ اکھڑے' ورنہ کفارہ واجب ہوگا' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فصد نہ تو روزہ توڑتی ہے اور نہ اس سے روزہ مکروہ ہوتا ہے' یہ ہی امام اعظم ابو حنیفہ کا فرمان ہے' یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے' فصد کرنے والا اور کرانے والا دونوں کا روزہ باقی رہتا ہے ٹوٹتا نہیں' امام احمد کے ہاں حاجم و محجوم دونوں کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے مگر ان پر کفارہ نہیں صرف قضا ہے' یہ حدیث ان کے خلاف ہے' ان کی دلیل دوسری حدیث ہے جس کے متعلق اس کی شرح میں انشاء اللہ عرض کیا جائے گا۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

(۱۹۰۴) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول

marfat.com

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ نَسِیَ وَھُوَ صَائِمٌ فَاَکَلَ اَوْ شَرِبَ فَلْیُتِمَّ صَوْمَہٗ فَاِنَّمَا اَطْعَمَہُ اللّٰہُ وَسَقَاہُ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو بحالت روزہ بھول جائے تو کھاپی لے وہ اپنا روزہ پورا کرے ا۔ کہ اسے رب تعالیٰ نے کھلایا پلایا ہے ۲۔ (مسلم بخاری)

(۱۹۰۴) ا۔ یہ حکم فرض و نفل تمام روزوں کے لئے ہے کہ ان میں بھول کر کھاپی لینے سے روزہ نہیں جاتا' بھول یہ ہے کہ روزہ یاد نہ رہے اور کھانا پینا ارادۃً ہو اس میں نہ قضا ہے نہ کفارہ' خطا یہ ہے کہ روزہ یاد ہو مگر بغیر ارادہ پانی حلق سے اتر جائے جیسے کلی یا غرارہ کرتے وقت اس میں قضا ہے' کفارہ نہیں' عمد' یہ ہے کہ روزہ بھی یاد ہو کھانا پینا بھی ارادۃً ہو اس میں قضا بھی ہے کفارہ بھی جماع بھی کھانے پینے کے حکم میں ہے لہذا اگر روزہ دار بھول کر صحبت کرلے' تو بھی روزہ نہیں جائے گا' یہ ہی احناف کا مذہب ہے فلیتم امر سے معلوم ہوتا ہے کہ نفلی روزہ شروع کردینے سے فرض ہوجاتا ہے اس کا پورا کرنا فرض ہے ۲۔ یعنی یہ بھول رب تعالیٰ کی رحمت ہے' اس نے چاہا کہ میرا بندہ کھاپی بھی لے اور اس کا روزہ بھی ہوجائے' خیال رہے کہ ہماری بھول چوک غفلت و کمزوری کی بنا پر ہوتی ہے مگر اس پر معافی دینا رب تعالیٰ کی طرف سے ہے' لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بھول تو شیطانی اثر سے ہے' رب تعالیٰ فرماتا ہے وما انسانیہ الا الشیطن پھر اسے رب تعالیٰ کی طرف منسوب کیوں فرمایا۔

وَعَنْہُ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْ جَاءَہٗ رَجُلٌ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلَکْتُ قَالَ مَالَکَ قَالَ وَقَعْتُ عَلٰی امْرَاَتِیْ وَاَنَا صَائِمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَلْ تَجِدُ رَقَبَۃً تُعْتِقُھَا قَالَ لَا قَالَ فَھَلْ تَسْتَطِیْعُ اَنْ تَصُوْمَ شَھْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ قَالَ لَا قَالَ ھَلْ تَجِدُ اِطْعَامَ سِتِّیْنَ مِسْکِیْنًا قَالَ لَا قَالَ اجْلِسْ وَمَکَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَبَیْنَا نَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِیْہِ تَمْرٌ وَالْعَرَقُ الْمِکْتَلُ الضَّخْمُ قَالَ اَیْنَ السَّائِلُ قَالَ اَنَا قَالَ خُذْ ھٰذَا فَتَصَدَّقْ بِہٖ فَقَالَ الرَّجُلُ اَعَلٰی اَفْقَرَ مِنِّیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ فَوَاللّٰہِ مَا بَیْنَ لَابَتَیْھَا یُرِیْدُ الْحَرَّتَیْنِ اَھْلُ بَیْتٍ اَفْقَرُ مِنْ اَھْلِ بَیْتِیْ فَضَحِکَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی بَدَتْ اَنْیَابُہٗ ثُمَّ قَالَ اَطْعِمْہُ اَھْلَکَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

(۱۹۰۵) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تھے کہ حضور کی خدمت میں ایک شخص آیا ا۔ عرض کیا یارسول اللہ میں تو ہلاک ہوگیا ۲۔ فرمایا تجھے کیا ہوا عرض کیا میں نے بحالت روزہ اپنی بیوی سے صحبت کرلی ۳۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو غلام پاتا ہے جسے آزاد کردے ۴۔ بولا نہیں فرمایا تو کیا مسلسل دو ماہ کے روزے رکھ سکتا ہے بولا نہیں ۵۔ فرمایا کیا ساٹھ مسکینوں کا کھانا پاتا ہے بولا نہیں ۶۔ فرمایا بیٹھ جا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ توقف فرمایا ۷۔ ہم اسی حال میں تھے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں زنبیل لائی گئی جس میں کھجوریں تھیں عرق بڑی زنبیل ہوتی ہے ۸۔ فرمایا مسئلہ پوچھنے والا کہاں ہے بولا میں ہوں فرمایا یہ لے اور صدقہ کردے ۹۔ اس شخص نے عرض کیا یارسول اللہ کیا اپنے سے زیادہ محتاج پر صدقہ کروں خدا کی قسم مدینہ کے دو گوشوں یعنی دو سنگلاخوں کے بیچ میرے گھر والوں سے زیادہ کوئی خاندان محتاج نہیں ۱۰۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے حتی کہ آپ کے دانت مبارک چمک گئے ۱۱۔ فرمایا اپنے گھر والوں کو ہی کھلا ۱۲۔ (مسلم بخاری)

marfat.com

(۱۹۰۵) ا۔ یہ حاضر ہونے والے صاحب حضرت سلمہ ابن صخر انصاری بیاضی ہیں' بعض نے فرمایا ان کا نام سلیمان انصاری ہے' مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے انہوں نے رمضان میں بحالت روزہ دن میں اپنی زوجہ سے صحبت کرلی تھی اس لئے حاضر بارگاہ ہوئے ۲۔ اس طرح کہ اسلامی قانون شکنی کرکے سخت سزا کا مستحق ہوچکا اور اپنی بیوی کو اس جرم میں مبتلا کردیا کہ وہ بھی روزہ دار تھیں' اس لئے ہلاکت کو صرف اپنی طرف نسبت کیا' یہ نہ کہا کہ ہم دونوں ہلاک ہوگئے کہ وہ بے قصور تھیں انہوں نے جبراً" صحبت کی تھی ۳۔ بیوی کو مجبور کرکے وہ اس پر نہ راضی تھی نہ اس کے لئے آمادہ تھی ۴۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ماہ رمضان میں بحالت روزہ عمداً" دن میں صحبت کرلینے سے قضاء بھی واجب ہے کفارہ بھی' دوسرے یہ کہ عمداً" کھاپی لینے سے بھی کفارہ واجب ہے کیونکہ کفارہ کا سبب رمضان میں روزہ توڑنا ہے' روزہ جیسے جماع سے ٹوٹ جاتا ہے ویسے ہی کھانے پینے سے' تیسرے یہ کہ اگر عورت سے جبراً" صحبت کی ہو تو اس پر کفارہ نہیں بلکہ مرد پر ہوگا' کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ و سلم نے کفارہ میں صرف مرد سے خطاب فرمایا' چوتھے یہ کہ کفارہ میں ترتیب معتبر ہے کہ اگر غلام آزاد کرسکتا ہے تو یہ کرے' اگر غلام نہ پائے تو دو ماہ کے مسلسل روزے' اگر یہ ناممکن ہو تو ساٹھ مسکینوں کا کھانا' دار قطنی میں بروایت حضرت ابوہریرہ ہے کہ ایک شخص نے رمضان کے دن میں بحالت روزہ عمداً" کھالیا تھا اسے بھی حضور انور صلے اللہ علیہ و سلم نے غلام آزاد کرنے کا حکم دیا' اسی دار قطنی میں بروایت سعید ابن المسیب ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے روزہ توڑدیا ہے اسے بھی کفارہ کا حکم دیا گیا' بہرحال رمضان میں جس طرح بھی عمداً" روزہ توڑے' کفارہ واجب ہے۔ یہ ہی احناف کا قول ہے ۵۔ یعنی مجھ میں دو ماہ مسلسل روزہ رکھنے کی طاقت نہیں' کہ اپنے نفس کو بیوی سے نہیں روک سکتا' جیساکہ دوسری روایت میں وارد ہے' معلوم ہوا کہ روزے کی طاقت نہ ہونا' بڑھاپے' بیماری' غلبہ شہوت ہر طرح ثابت ہوجاتا ہے ۶۔ یعنی میرے پاس اپنے کھانے کو نہیں ہے ساٹھ مسکینوں کو کہاں سے کھلاؤں جیساکہ دوسری روایت میں ہے ۷۔ یعنی انتظار فرمایا کہ کہیں سے کچھ آجائے تو اس کو لوائے کفارہ کے لئے دے دیا جائے' خیال رہے کہ ایسے فقیر پر کفارہ واجب نہیں' صرف توبہ کرے' مگر یہاں کا یہ واقعہ خصوصیات النبی صلے اللہ علیہ و سلم سے ہے ۸۔ یہ کھجوریں صدقہ کی تھیں جو حضور انور صلے اللہ علیہ و سلم کی خدمت میں خیرات کرنے کے لئے حاضر کی گئی تھیں عرق وہ بڑا ٹوکرہ ہے جس میں تیس صاع کھجوریں آتی ہیں' کفارہ میں ساٹھ مسکینوں کو فی مسکین آدھا صاع کھجوریں دی جاتی ہیں' للذا یہ کھجوریں اس کے کفارے کے لئے کافی تھیں' بعض نے فرمایا کہ اس زنبیل میں پندرہ صاع کھجوریں تھیں' ہر مسکین کو چوتھائی صاع یعنی مد کھجوریں دی جائیں۔ ۹۔ یعنی اس صدقہ کا پہلے تو مالک بن جا' پھر مالک ہوکر اپنی طرف سے ساٹھ مسکینوں کو خیرات کردے کیونکہ ملک بدلنے سے حکم بدل جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شرعی حیلے درست ہیں کہ کسی فقیر کو زکوٰۃ کا مالک بنادیا' پھر وہ زکوٰۃ اس سے دوسری جگہ خیرات کرادی' سید کو دلوادی یا مسجد میں خرچ کرادی' حیلے کی مکمل بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ فرمائیے' جہاں آیات قرانیہ و احادیث نبویہ سے اس کا ثبوت دیا گیا ہے ۱۰۔ یعنی کفارہ فقیروں کو دینا چاہیے' مگر مدینہ منورہ میں سب سے زیادہ فقیر و حاجت مند ہم ہی ہیں' مطلب یہ تھا کہ اجازت ہو تو اسے میں اور میرے بال بچے ہی کھالیں' طلب کے لئے بھی منہ چاہیے' کس ڈھنگ سے داتا سے مانگا ۱۱۔ یعنی مسکرائے یہاں تک کہ آپ کے دانت مبارک میں سے کیلیاں ظاہر ہوگئیں ۱۲۔ یعنی اپنا یہ کفارہ تو خود بھی کھالے اور اپنے گھر والوں کو بھی کھلادے' تیرا کفارہ ادا ہوجائے گا یہ ہے حضور انور صلے اللہ علیہ و سلم کا اختیار خداداد' کہ مجرم کے لئے اس کا کفارہ اس کے لئے انعام بنادیا' ورنہ کوئی شخص اپنا کفارہ' اپنی زکوٰۃ' نہ تو خود کھاسکتا ہے' نہ اس

کے بیوی بچے' مگر یہاں اس کا اپنا ہی کفارہ ہے اور اپنے آپ ہی کھا رہا ہے یہاں بعض لوگوں نے بڑے غوطے کھائے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ کفارہ نہ تھا' کیونکہ وہ فقیر تھا' اور ایسے فقیر پر مالی کفارہ واجب نہیں' بلکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ ابھی تو یہ کھالے' جب کبھی تیرے پاس مال آئے تو کفارہ لوا کر دینا' مگر یہ غلط ہے چند وجوں سے' ایک یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے صاف فرمایا فتصدق بہ اس کا صدقہ دیدے' پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ یہ کفارہ نہ تھا' اگر فقیر کو بقدر کفارہ مال دیدیا جائے تو وہ کفارہ ضرور دے' یہاں ایسا ہی ہوا' دوسرے یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے یہ نہ فرمایا کہ آئندہ تو کفارہ دے دینا' تم یہ کہاں سے کہتے ہو' یہ قید اپنی طرف سے ہے حدیث میں نہیں' تیسرے یہ کہ روایات میں ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ صرف تجھے ہی کافی ہے دوسرے کو کافی نہ ہوگا (ہدایہ) اگر آئندہ کفارہ دلوانا ہوتا تو اس خصوصیت کے کیا معنے' چوتھے یہ کہ دار قطنی میں اس حدیث کے آخر میں ہے کہ اللہ نے تیرا کفارہ لوا کر دیا' پھر آئندہ کفارہ دینے کے کیا معنے' پانچویں یہ کہ امام زہری وغیرہ محدثین نے اسے اس شخص کی خصوصیات سے مانا' دیکھو مرقات و اشعۃ اللمعات وغیرہ غرضیکہ یہ تاویل بہت رکیک ہے' حق وہ ہی ہے جو فقیر نے عرض کیا کہ یہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے خداداد اختیارات میں سے ہے' اس اختیار کی پوری بحث ہماری کتاب سلطنت مصطفیٰ میں ملاحظہ فرمایئے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ وَیَمُصُّ لِسَانَهَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ۔

(۱۹۰۶) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بحالت روزہ انہیں چومتے اور ان کی زبان شریف چوستے تھے ۱ (ابوداؤد) ۲ے

(۱۹۰۶) ۱ے ظاہر یہ ہے کہ یہ واقعہ ماہ رمضان میں واقع ہوتا تھا جبکہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ بھی روزہ دار ہوتی تھیں' اس لئے معلوم ہوا کہ روزہ دار اگر اپنے نفس پر قادر ہو تو اپنی بیوی کا بوسہ بھی لے سکتا ہے اور اس کی زبان بھی چوس سکتا ہے بشرطیکہ ایک دوسرے کا تھوک دوسرے کے منہ میں نہ جاوے' اگر جائے تو نگلے نہ بلکہ تھوک دے' یہ مسئلہ بتانے کے لئے حضرت ام المومنین یہ واقعہ بیان فرما رہی ہیں' ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ طبیب بیان علاج میں بڑی بڑی خفیہ باتیں بیان کر دیتے ہیں' اس بیان میں شرم نہیں کرتے' اگر شرم کریں تو علاج کیسے ہو' اسی طرح یہ حضرات مسئلہ شرعی بیان کرنے کے لئے بلا حجاب خفیہ باتیں بیان فرما دیتے ہیں' اگر شرم کریں تو دینی مسائل کیونکر واضح ہوں اور لوگوں کو ہدایت کیسے ملے ۲ے مرقاۃ و اشعۃ اللمعات وغیرہ نے فرمایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس کی اسناد میں سعد ابن اوس بصری اور محمد ابن دینار ہیں' سعد ابن اوس تو ضعیف ہیں' اور زبان چوسنے کی روایت سوائے محمد ابن دینار کے کسی نے نہ کی' اور محمد ابن دینار بھی ضعیف ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ فَرَخَّصَ لَهٗ وَاَتَاهُ اٰخَرُ فَسَاَلَهٗ فَنَهَاهُ فَاِذَا الَّذِیْ رَخَّصَ لَهٗ شَیْخٌ

(۱۹۰۷) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے روزہ دار کے بوس و کنار کے متعلق پوچھا آپ نے اسے اجازت دے دی ۱ے خدمت عالی میں دوسرا

marfat.com

وَاِذَا الَّذِيْ نَهَاهُ شَابٌّ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ۔

حاضر ہوا اور یہ ہی پوچھا تو اسے منع فرمادیا جس کو اجازت دی تھی وہ بڈھا تھا اور جسے منع کیا وہ جوان تھا۲؎ (ابوداؤد)

(۱۹۰۷) ۱؎ یعنی اس سے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ تجھ جیسے روزہ دار کو بحالت روزہ بوس و کنار کی اجازت ہے یہ مسئلہ بتانا تھا۲؎ اس تفریق سے مسئلہ فقہی واضح ہوا کہ بوڑھا یا بیمار یا کمزور یا بہت متقی جو بوس و کنار کے باوجود اپنے نفس پر قابو رکھے اسے اس کی اجازت ہے، دوسرے کے لئے نہیں، تا کہ روزہ نہ توڑ بیٹھے، یہ حدیث صحیح ہے اس کی اسناد بہت جید و قوی ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَرَعَهُ الْقَيْءُ وَهُوَ صَائِمٌ فَلَيْسَ عَلَيْهِ قَضَاءٌ وَمَنِ اسْتَقَاءَ عَمَدًا فَلْيَقْضِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عِيْسَى بْنِ يُوْنُسَ وَقَالَ مُحَمَّدٌ يَعْنِي الْبُخَارِيَّ لَا اُرَاهُ مَحْفُوْظًا۔

(۱۹۰۸) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جسے روزہ کی حالت میں قے آجائے تو اس پر قضا نہیں اور جو جان کر قے کرے وہ قضا کرے ۱؎ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، داری) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے جسے ہم سوائے عیسیٰ ابن یونس کسی سے نہیں معلوم کرتے امام محمد بخاری نے فرمایا کہ میں انہیں محفوظ نہیں جانتا۲؎۔

(۱۹۰۸) ۱؎ اسی پر چاروں اماموں کا عمل ہے کہ اگر کوئی شخص روزہ یاد ہوتے ہوئے عمداً" قے کرے تو روزہ جاتا رہے گا، کیونکہ قے کا کچھ غیر محسوس حصہ حلق میں واپس لوٹ جاتا ہے جس کا احساس نہیں ہوتا، جیسے سونا وضو توڑ دیتا ہے کہ اس میں اکثر ریح نکل جاتی ہے، مگر احساس نہیں ہوتا، ہاں امام یوسف نے عمد کے ساتھ منہ بھر قے ہونے کی پابندی لگائی ہے، مگر قے کر دینے سے صرف قضا واجب ہوگی کفارہ نہ ہوگا، قے کے پورے مسائل کتب فقہ میں ملاحظہ کیجئے۔ ۲؎ اراہ کی ضمیر کا مرجع حدیث ہے، یعنی میں اس حدیث کو محفوظ نہیں جانتا، خیال رہے کہ امام ترمذی و بخاری کو یہ حدیث غریب ہو کر ملی اس کو حاکم، ابن حبان، دار قطنی نے صحیح اسنادوں سے نقل فرمایا، حاکم نے فرمایا حدیث صحیح شرط شیخین ہے، دار قطنی نے فرمایا کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں مؤطا میں امام مالک نے حضرت ابن عمر پر موقوفاً" روایت کی، نسائی و عبدالرزاق نے حضرت ابوہریرہ پر موقوفاً" روایت کی، ابن ماجہ نے مرفوعاً" نقل فرمائی جس کا مضمون و الفاظ اس سے کچھ متفاوت ہے غرضیکہ متن حدیث صحیح ہے۔

وَعَنْ مَعْدَانَ بْنِ طَلْحَةَ اَنَّ اَبَا الدَّرْدَاءِ حَدَّثَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاءَ فَاَفْطَرَ قَالَ فَلَقِيْتُ ثَوْبَانَ فِيْ مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَقُلْتُ اِنَّ اَبَا الدَّرْدَاءِ حَدَّثَنِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاءَ فَاَفْطَرَ قَالَ صَدَقَ وَاَنَا صَبَبْتُ لَهٗ وَضُوْءَهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ۔

(۱۹۰۹) روایت ہے حضرت معدان ابن طلحہ ۱؎ سے کہ ابوالدرداء نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قے کی تو روزہ افطار کر دیا۲؎ فرماتے ہیں کہ میں دمشق کی مسجد میں حضرت ثوبان سے ملا میں نے کہا کہ حضرت ابوالدرداء نے مجھے خبر دی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قے کی تو روزہ افطار فرمادیا فرمایا انہوں نے سچ کہا اور میں نے آپ کے لئے وضو کا پانی انڈیلا ۳؎ (ابوداؤد، ترمذی، داری)

marfat.com

(۱۹۰۹) ۱۔ آپ جلیل القدر تابعی ہیں' حضرت عمر حضرت ابوالدرداء حضرت ثوبان سے احادیث روایت کرتے ہیں ۲۔ یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے روزے میں عمداً" قے کی کسی ضرورت سے تو اسے روزے کا مفسد مانا جس کے بعد کھانا وغیرہ ملاحظہ فرمالیا ۳۔ حضرت ثوبان حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں' انہوں نے حضرت ابوالدرداء کی تصدیق فرماتے ہوئے اپنا واقعہ بیان فرمایا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے قے کو ناقض وضو بھی قرار دیا' چنانچہ آپ نے وضو کیا اور پانی میں نے حاضر کیا' اس سے معلوم ہوا کہ منہ بھر کر قے روزہ بھی توڑ دیتی ہے اور وضو بھی' یہ ہی ہمارا مذہب ہے یہ حدیث ہمارے امام اعظم قدس سرہ کی دلیل ہے امام شافعی کے ہاں قے سے وضو نہیں ٹوٹتا' وہ یہاں وضو سے مراد کلی کرنا لیتے ہیں' مگر قول امام اعظم قوی تر ہے بلاوجہ شرعی معنی چھوڑنا کمزور سی بات ہے۔

وَعَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَا اُحْصِيْ يَتَسَوَّكُ وَهُوَ صَائِمٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ۔

(۱۹۱۰) روایت ہے حضرت عامر ابن ربیعہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بے شمار دفعہ روزہ کی حالت میں مسواک کرتے دیکھا ۱۔ (ترمذی' ابوداؤد) ۲۔

(۱۹۱۰) ۱۔ اس حدیث کی وجہ سے امام ابوحنیفہ و مالک رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ روزے میں ہر وقت ہر قسم کی مسواک بلاکراہت جائز ہے' زوال سے پہلے کرے یا بعد' تر مسواک کرے یا خشک' بہر حال بلاکراہت درست ہے' خیال رہے کہ یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ روزے دار کی منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پیاری ہے' کیونکہ وہاں لفظ خلوف ہے نہ کہ لفظ بخر خلوف منہ کی وہ بو ہے جو معدہ خالی ہونے کی وجہ سے منہ میں پیدا ہو جاتی ہے' وہ مسواک سے نہیں جاتی' جیسا کہ بارہا کا مشاہدہ ہے' رہا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا طور والا واقعہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیات سے ہے کہ آپ نے روزے میں مسواک کرلی' پھر توریت لینے بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوئے تو ارشاد ہوا اے موسیٰ دس روزے اور رکھو تا کہ پھر وہ ہی مہک پیدا ہو' جو مسواک سے جاتی رہی ہے' ورنہ مسواک سے روزے کی قضا اور پھر دس روزے رکھنے کا حکم کسی امام کے ہاں نہیں امام شافعی کے ہاں زوال کے بعد روزے میں مسواک مکروہ ہے اور امام احمد کے ہاں آخر دن میں مکروہ' مگر مذہب حنفی بہت قوی ہے' چنانچہ دار قطنی میں حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزے دار کا بہترین مشغلہ مسواک ہے طبرانی میں حضرت عبدالرحمٰن ابن غنم سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت معاذ ابن جبل سے پوچھا کیا میں روزے میں مسواک کر سکتا ہوں' فرمایا ہاں' پوچھا دن کے کس حصہ میں؟ فرمایا ہر حصہ میں' خیال رہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو رب تعالیٰ کو ایسی ہی پیاری ہے جیسے غازی کے قدم کی گرد و غبار' اگر غازی اپنے قدموں پر ویسے ہی خاک ڈال لے تو ثواب ملتا نہیں' اور اگر وہ قدموں کی دھول جھاڑ دے تو ثواب گھٹتا نہیں' ایسے ہی اگر روزہ دار بہ تکلف منہ میں بو پیدا کرلے تو ثواب ملتا نہیں' اور اگر مسواک کرے تو ثواب گھٹتا نہیں' اسی لئے بیہقی' ابن حبان' طبرانی وغیرہ میں عام صحابہ کا یہ عمل بیان ہوا کہ وہ حضرات روزے میں ہر وقت مسواک کرلیتے تھے' اس کی پوری تحقیق یہاں مرقاۃ میں دیکھو ۲۔ اس حدیث کو ترمذی نے حسن فرمایا اور احمد و ابن خزیمہ نے بھی روایت کیا۔

marfat.com

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اشْتَکَیْتُ عَیْنِیْ اَفَاَکْتَحِلُ وَاَنَا صَائِمٌ قَالَ نَعَمْ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ لَیْسَ اِسْنَادُہٗ بِالْقَوِیِّ وَاَبُوْ عَاتِکَۃَ الرَّاوِیْ یُضَعَّفُ۔

(۱۹۱۱) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا بولا میں آنکھوں کا بیمار ہوں کیا بحالت روزہ سرمہ لگا سکتا ہوں فرمایا ہاں۱؎ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا کہ اس کی اسناد قوی نہیں ابو عاتکہ راوی ضعیف مانے جاتے ہیں۲؎۔

(۱۹۱۱) ۱؎ یہی تینوں اماموں کا مذہب ہے یعنی امام ابو حنیفہ، شافعی و مالک کہ روزہ دار کو سرمہ لگانا، آنکھ میں خشک یا پتلی اگرچہ چکنی ہو دوا ڈالنا ہر وقت جائز ہے یعنی سونے سے پہلے بھی اور بعد بھی اگر دوا کا رنگ یا مزا حلق میں محسوس ہو جب بھی مضر نہیں، امام احمد سونے سے پہلے سرمہ لگانا مکروہ فرماتے ہیں، یہ حدیث ان تینوں آئمہ کی دلیل ہے ۲؎ یہ حدیث بہت طریقوں سے مختلف اسنادوں سے بہت کتب میں مروی ہے تمام اسنادیں ضعیف ہیں لیکن زیادتی اسناد اور عمل علماء کی وجہ سے قوی ہو گئی، تمام اسنادیں بالتفصیل یہاں مرقات نے نقل فرمائیں اور اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو کہ تعدد اسناد اور عمل علماء سے حدیث ضعیف بھی قوی ہو جاتی ہے۔

وَعَنْ بَعْضِ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَقَدْ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْعَرْجِ یَصُبُّ عَلٰی رَاْسِہِ الْمَآءَ وَھُوَ صَائِمٌ مِنَ الْعَطَشِ اَوْ مِنَ الْحَرِّ رَوَاہُ مَالِکٌ وَاَبُوْدَاؤدَ۔

(۱۹۱۲) روایت ہے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ سے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو مقام عرج میں۱؎ بحالت روزہ سر مبارک پر پیاس یا گرمی کی وجہ سے پانی ڈالتے دیکھا۲؎۔ (مالک، ابو داؤد)

(۱۹۱۲) ۱؎ عرج مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک منزل کا نام تھا اور مدینہ منورہ میں ایک محلہ بھی تھا، یہاں دونوں احتمال ہیں کہ یا یہ سفر کا واقعہ ہو یا گھر کا ۲؎ یعنی غسل نہیں فرما رہے تھے بلکہ ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے صرف سر شریف پر پانی بہا رہے تھے، اس حدیث سے یہ دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مسامات کے ذریعہ جو پانی وغیرہ جسم میں پہنچ جائے وہ روزے کے لئے مضر نہیں، لہذا روزے دار کا نہانا پانی میں غوطہ لگانا، سر یا جسم پر تیل کی مالش کرنا، بھیگا کپڑا جسم پر لپیٹنا روزے کے لئے مضر نہیں ٹیکے (Injection) گودنے کا مسئلہ پہلے بیان ہو چکا کہ ان سے روزہ نہیں جاتا، جیسے سانپ بچھو بھڑ کے کاٹ لینے سے، دوسرے یہ کہ روزے میں سر پر پانی ڈالنا، زیادہ نہانا مکروہ نہیں جبکہ گھبراہٹ کے اظہار کے لئے نہ ہو، اگر دکھلاوے اور گھبراہٹ کے اظہار کے لئے ہو تو مکروہ ہے لہذا یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں۔

وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتٰی رَجُلًا بِالْبَقِیْعِ وَھُوَ یَحْتَجِمُ وَھُوَ اٰخِذٌ بِیَدِیْ لِثَمَانِیْ عَشْرَۃَ خَلَتْ مِنْ رَمَضَانَ فَقَالَ اَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْمُ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَۃَ وَالدَّارِمِیُّ قَالَ الشَّیْخُ الْاِمَامُ مُحْیِ السُّنَّۃِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَتَاَوَّلَہٗ بَعْضُ مَنْ

(۱۹۱۳) روایت ہے حضرت شداد ابن اوس سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بقیع میں ایک شخص پر تشریف لائے جو فصد لے رہا تھا حضور انور میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۱؎ رمضان کے اٹھارہ دن گزر چکے تھے تو فرمایا فصد لینے والے اور فصد کرانے والے کا روزہ ٹوٹ گیا۲؎ (ابو داؤد، ابن ماجہ، دارمی) شیخ امام السنۃ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جن بعض علماء نے فصد کی اجازت دے دی وہ اس

وَرَخَّصَ فِي الْحِجَامَةِ اَيْ تَعَرَّضَا لِلْاِفْطَارِ الْمَحْجُوْمُ لِلضُّعْفِ وَالْحَاجِمُ لِاَنَّهٗ لَا يَاْمَنُ مِنْ اَنْ يَّصِلَ شَیْءٌ اِلٰی جَوْفِهٖ بِمَصِّ الْمَلَازِمِ۔

کی تاویل یوں کرتے ہیں کہ دونوں قریب الافطار ہو گئے فصد کرانے والا تو ضعف کی وجہ سے اور فصد کرنے والا اس لئے کہ وہ اس سے امن میں نہیں کہ سینگی چوسنے کی وجہ سے اس کے پیٹ میں کچھ پہنچ جائے ۳؎۔

(۱۹۱۳) ۱؎ یعنی میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے بہت ہی قریب تھا لہذا میں نے آپ کے کلمات نہایت صحیح سنے 'یا یہ مطلب ہے کہ مجھ پر اس دن اللہ کا بڑا فضل تھا کہ میرا ہاتھ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے بہت ہی قریب تھا لہذا میں نے آپ کے کلمات نہایت صحیح سنے' یا یہ مطلب ہے کہ مجھ پر اس دن اللہ کا بڑا فضل تھا کہ میرا ہاتھ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے پکڑا ہوا تھا ۲؎ یہی مذہب ہے امام احمد و اسحاق کا کہ فصد سے دونوں کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے باقی ائمہ فرماتے ہیں کہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا' کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے روزے میں بارہا فصد کرائی ہے لہذا یہ حدیث یا منسوخ ہے یا اس کی تاویل لازم ہے' چنانچہ علماء نے اس کی بہت تاویلیں کی ہیں' جن میں سے ایک تاویل وہ ہے جو خود مشکوۃ شریف میں ہی آگے آرہی ہے ۳؎ فصد لینے والا پہلے نشتر سے عضو پر زخم لگاتا ہے' پھر سنگی کا چوڑا حصہ زخم پر رکھ کر اس کا باریک حصہ اپنے منہ میں لے کر زور سے چوستا ہے' پھر اس سوراخ کو آٹے وغیرہ سے بند کر دیتا ہے جس سے عضو کا خون جمع ہوتا رہتا ہے خون نکل جانے کی وجہ سے فصد کرانے والا بہت کمزور ہو جاتا ہے' بسا اوقات فوراً اسے کچھ کھانا پینا پڑتا ہے' اور فصد لینے والے کے منہ بلکہ حلق میں بے اختیاری طور پر چوستے وقت کچھ خون پہنچ جاتا ہے لہذا حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ یہ دونوں قریب الافطار ہو گئے' فصد لینے والا تو اس لئے کہ شاید کچھ خون حلق میں اتر گیا ہو' اور فصد کرانے والا اس لئے کہ شاید وہ زیادتی کمزوری کی بنا پر کچھ کھانے پینے پر مجبور ہو جائے' سنگی کو ملازم اس لئے کہتے ہیں کہ وہ زخم سے چپٹ جاتی ہے بعض علماء نے فرمایا کہ وہ دونوں صاحب فصد کے وقت غیبتیں بھی کر رہے تھے اس غیبت کی وجہ سے فرمایا کہ ان کا روزہ جاتا رہا یعنی روزے کا ثواب جاتا رہا بعض نے فرمایا کہ وہ دونوں ہی حضرات شام کے وقت افطار کے قریب فصد کا کام کر رہے تھے' تب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا یعنی یہ دونوں افطار کرنے والے ہی تھے تھوڑا اور ٹھہر جاتے غرضیکہ یہ حدیث واجب التاویل ہے اور فصد کرانے والی حدیثوں کے خلاف نہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَفْطَرَ يَوْمًا مِّنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ رُخْصَةٍ وَّلَا مَرَضٍ لَمْ يَقْضِ عَنْهُ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهٖ وَاِنْ صَامَهٗ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَالْبُخَارِيُّ فِيْ تَرْجَمَةِ بَابٍ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَعْنِي الْبُخَارِيَّ يَقُوْلُ اَبُو الْمُطَوِّسِ الرَّاوِيْ لَا اَعْرِفُ لَهٗ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيْثِ

(۱۹۱۴) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو رمضان میں بغیر شرعی اجازت اور بغیر بیماری ایک دن کا روزہ نہ رکھے تو اگرچہ پھر عمر بھر روزہ رکھے اس کی قضا نہ کرے گا ۱؎ (احمد' ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ' دارمی) اور بخاری نے ترجمہ باب میں روایت کیا ترمذی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت محمد یعنی امام بخاری کو فرماتے سنا کہ ابو المطوس راوی سے اس حدیث کے سواء اور حدیث مجھے معلوم نہیں ۲؎۔

(۱۹۱۴) ۱؎ یعنی بلاوجہ رمضان میں ایک روزہ بھی نہ رکھنے والا اس کے عوض عمر بھر روزہ رکھے' تو وہ درجہ اور ثواب نہ پائے گا جو رمضان میں رکھنے سے پاتا اگرچہ شرعاً" ایک روزے سے اس کی قضاء ہو جائے گی ادائے فرض اور ہے درجہ پانا کچھ اور' رخصت سے مراد شرعی اجازت ہے جیسے سفر یا عورت کا حمل یا بچہ کو دودھ پلانا وغیرہ' اس سے معلوم ہوا کہ وقت پر عبادت کر لینا بہت بہتر ہے' نماز وغیرہ ساری

marfat.com

عبادات کا یہی حال ہے، صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جوانی کی عبادت بڑھاپے کی عبادت سے افضل ہے کہ عبادات کا اصل وقت جوانی ہے۔ شعر:۔

☆ کر جوانی میں عبادت کاہلی اچھی نہیں ☆ جب بڑھاپا آ گیا کچھ بات بن پڑتی نہیں ☆

☆ ہے بڑھاپا بھی غنیمت جب جوانی ہو چکی ☆ یہ بڑھاپا بھی نہ ہو گا موت جس دم آ گئی ☆

وقت کی قدر کرو، اسے غنیمت جانو ع گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں ۲۔ یعنی اس حدیث کی اسناد میں حضرت ابوہریرہ سے روایت کرنے والے راوی ابوالمطوس ہیں، ان سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے، ابن خلف قرطبی نے فرمایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے، مگر خیال رہے کہ ایک اسناد ضعیف ہونے سے متن حدیث کا ضعیف ہو جانا لازم نہیں، ترمذی کی اسناد میں ابوالمطوس ہیں باقی ابوداؤد، ابن ماجہ دارمی و احمد نے مختلف اسنادوں سے یہ حدیث نقل کی، تعدد اسناد ضعیف حدیث کو قوی کر دیتا ہے (مرقات)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمْ مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ صِيَامِهٖ اِلَّا الظَّمَأُ وَكَمْ مِنْ قَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ قِيَامِهٖ اِلَّا السَّهَرُ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ وَذُكِرَ حَدِيْثُ لَقِيْطِ بْنِ صَبِرَةَ فِيْ بَابِ سُنَنِ الْوُضُوْءِ۔

(۱۹۱۵) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت سے روزے دار وہ ہیں جنہیں روزوں سے پیاس کے سواء کچھ حاصل نہیں ۱۔ اور بہت سے شب خیزہ ہیں جنہیں شب خیزی میں بے خوابی کے سواء کچھ میسر نہیں ۲۔ (دارمی) اور لقیط ابن صبرہ کی حدیث باب سنن الوضوء میں بیان کر دی گئی۔

(۱۹۱۵) ۱۔ یہ وہ لوگ ہیں جو روزے میں گالی گلوچ، جھوٹ غیبت، بہتان وغیرہ گناہوں سے نہیں بچتے، کہ یہ لوگ بھوک پیاس کی تکلیف تو اٹھاتے ہیں مگر روزہ کا ثواب حاصل نہیں کرتے، چونکہ روزے میں بمقابلہ بھوک کے پیاس کی تکلیف زیادہ ہوتی ہے اس لئے صرف پیاس کا ذکر فرمایا، خیال رہے کہ ایسے روزے سے فرض شرعی ادا ہو جائے گا ادا اور چیز ہے اس کے شرائط کچھ اور، اور قبولیت دوسری چیز ہے اس کے شرائط بھی دوسرے ۲۔ یعنی وہ تہجد خواں جو حضور قلبی کے بغیر تہجد پڑھیں وہ جاگنے کی مشقت تو اٹھالیتے ہیں مگر اس کا ثواب نہیں پاتے، اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو مغصوب زمین میں نماز پڑھیں اور نماز میں ممنوعات سے بچیں نہیں اور سنن و مستحبات کا لحاظ نہ رکھیں، اس فرمان کا منشاء یہ نہیں ہے کہ ایسے لوگ روزہ یا تہجد چھوڑ دیں، بلکہ مقصد یہ ہے کہ یہ برائیاں چھوڑ دیں، اللہ تعالٰی انہیں محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں مقبول عبادتوں کی توفیق دے، ہم کمزور ہیں نفس امارہ اور شیطان جیسے قوی دشمنوں میں گھرے ہیں، اے قوی و قادر ہمیں اپنی امان میں لے لے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثٌ لَا يُفْطِرْنَ الصَّائِمَ الْحِجَامَةُ وَالْقَیْءُ وَالْاِحْتِلَامُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زَيْدٍ الرَّاوِيْ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ۔

(۱۹۱۶) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تین چیزیں روزہ دار کا روزہ نہیں توڑتیں فصد، قے، احتلام ۱۔ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غیر محفوظ ہے اور عبدالرحمن ابن زید راوی حدیث میں ضعیف مانے

marfat.com

جاتے ہیں ۲؎۔

(۱۹۱۶) ۱؎ اس کی تحقیق پہلے کی جا چکی قے سے مراد وہ قے ہے جو خود بخود ہو جائے' لہذا یہ حدیث گزشتہ اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں قے کو روزہ ٹوٹنے کا سبب قرار دیا گیا کیونکہ وہاں وہ قے مراد تھی جو خود کی جائے ۲؎۔ لہذا یہ شاذ بھی ہے اور ضعیف بھی' خیال رہے کہ یہ حدیث صرف ترمذی کی اسناد میں ضعیف ہے' اسے دار قطنی بیہقی ابوداؤد نے بھی روایت کیا' ابو حاتم نے کہا کہ ابوداؤد کی روایت اشبہ بالصواب ہے' ابوزرعہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بہت ہی صحیح ہے' بزاز نے سیدنا عبداللہ ابن عباس سے اور طبرانی نے ثوبان سے مرفوعاً روایت کی' بزاز نے فرمایا حدیث صحیح ہے۔

وَعَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ قَالَ سُئِلَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ كُنْتُمْ تَكْرَهُوْنَ الْحِجَامَةَ لِلصَّائِمِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا اِلَّا مِنْ اَجْلِ الضُّعْفِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

(۱۹۱۷) روایت ہے حضرت ثابت بنانی سے ۱؎ فرماتے ہیں حضرت انس بن مالک سے پوچھا گیا کہ کیا آپ لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں روزہ دار کے لئے فصد ناپسند کرتے تھے ۲؎ فرمایا نہیں مگر ضعف کی وجہ سے ۳؎۔ (بخاری)

(۱۹۱۷) ۱؎ آپ ثابت ابن اسلم مشہور تابعی ہیں' بصرہ کے علماء اعلام میں سے تھے' حضرت انس کے ساتھ چالیس سال رہے ۲؎۔ صحابہ کرام سے فصد کے متعلق یہ سوالات اس حدیث کی وجہ سے ہوتے تھے جو لوگوں میں مشہور ہو چکی تھی افطر الحاجم والمحجوم اس کا مطلب ہم پہلے عرض کر چکے ہیں ۳؎۔ یعنی چونکہ فصد لینے سے خون نکل جانے کے باعث آدمی کمزور پڑ جاتا ہے' ممکن ہے کہ روزہ پورا نہ کر سکے یا بہت تکلیف اٹھائے اس لئے روزے میں فصد بہتر نہ جانتے تھے اس حدیث نے گزشتہ حدیث افطر الحاجم والمحجوم کی تفسیر کر دی جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔

وَعَنِ الْبُخَارِيِّ تَعْلِيْقًا قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَحْتَجِمُ وَهُوَ صَائِمٌ ثُمَّ تَرَكَهٗ فَكَانَ يَحْتَجِمُ بِاللَّيْلِ۔

(۱۹۱۸) روایت ہے امام بخاری سے تعلیقاً ۱؎ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر روزہ کی حالت میں فصد لیتے تھے پھر چھوڑ دی پھر رات میں فصد لیتے تھے ۲؎۔

(۱۹۱۸) ۱؎ بغیر اسناد حدیث بیان کرنے کو تعلیق کہتے ہیں' تعلیقات بخاری سب مقبول و معتبر ہیں' کیونکہ امام بخاری اسی جگہ اسناد چھوڑتے ہیں جہاں انہیں حدیث کی صحت کا یقین ہوتا ہے جب امام بخاری کی تعلیق معتبر ہے تو ثقہ تابعین کا ارسال بھی قبول ہے بلکہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا فرمادینا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا بالکل قبول ہے یہ حضرات امام بخاری سے زیادہ رتبہ والے ہیں۔ ۲؎ اس کا مطلب ظاہر ہے کہ آپ جوانی اور طاقت کے زمانہ میں روزہ میں فصد لے لیتے تھے کہ اس وقت آپ کو ضعف کا اندیشہ نہ تھا' پھر بڑھاپے اور کمزوری میں یہ عمل چھوڑ دیا' کیونکہ فصد لے کر روزہ پورا کرنا دشوار تھا۔

وَعَنْ عَطَاءٍ قَالَ اِنْ مَضْمَضَ ثُمَّ اَفْرَغَ مَا فِيْ فِيْهِ مِنَ الْمَاءِ لَا يَضِيْرُهٗ اَنْ يَزْدَرِدَ رِيْقَهٗ وَمَا بَقِيَ فِيْ فِيْهِ وَلَا يَمْضَغُ الْعِلْكَ فَاِنِ ازْدَرَدَ رِيْقَ الْعِلْكِ لَا اَقُوْلُ اِنَّهٗ يُفْطِرُ وَلٰكِنْ يُنْهٰى عَنْهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِيْ تَرْجَمَةِ بَابٍ۔

(۱۹۱۹) روایت ہے حضرت عطاء سے فرماتے ہیں اگر کلی کرے پھر منہ میں کا پانی اگل دے تو اسے تھوک کا اور جو پانی کا اثر اس کے منہ میں رہ گیا ہے اسے نگل جانا مضر نہیں ۱؎ اور ملک (مصطگی) نہ چبائے ۲؎۔ اگر ملک والا تھوک نگل گیا تو میں یہ نہیں کہتا کہ روزہ ٹوٹ جائے گا لیکن اس سے منع کرنا چاہیے ۳؎۔ (بخاری) ترجمہ

marfat.com

باب

(۱۹۱۹) ا۔ یعنی روزہ دار کو کلی کرکے تھوک نگلنا جائز ہے اگرچہ اس میں پانی کی ٹھنڈک اور اس کا اثر رہ گیا ہو‘ کیونکہ اس قدر اثر سے بچنا ناممکن ہے اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس چیز سے روزہ دار نہ بچ سکے اس سے روزہ نہیں جاتا لہٰذا اگر گرد و غبار دھواں‘ مکھی مچھر اور آٹے کی مشین کا اڑتا ہوا آٹا‘ کلی کے پانی کی تری‘ روزہ دار کے حلق میں چلی جائے‘ تو اس سے روزہ نہیں جائے گا ۲۔ ملک عرب کا مشہور گوند ہے‘ جسے دانتوں کی صفائی اور مضبوطی کے لئے چبایا جاتا ہے مصطگی کی طرح دانہ دانہ ہوتا ہے ۳۔ خلاصہ یہ ہے کہ روزہ میں گوند مصطگی وغیرہ چباکر تھوک دینا مکروہ ہے کیونکہ اندیشہ ہے کہ گوند کے کچھ اجزاء حلق میں اتر جائیں گویا اس میں روزہ کو قریب الافطار کردینا ہے۔ جو محض یہ چباکر اچھی طرح تھوک دے‘ پھر تھوک نگلے‘ تو اگرچہ گوند کے کچھ نامعلوم ذرے حلق میں اتر جائیں روزہ نہ جائے گا۔ **مسئلہ:۔** عورتوں کے لئے مسواک مکروہ ہے کہ ان کے مسوڑھے کمزور ہوتے ہیں‘ ان کے لئے علک‘ سکڑا‘ انگلی‘ موٹا کپڑا مسواک کے قائم مقام ہے۔ **مسئلہ:۔** مردوں کے لئے مسی اور سکڑا ملنا مکروہ ہے کہ اس میں عورتوں سے مشابہت ہے۔

بَابُ صَوْمِ الْمُسَافِرِ

باب مسافر کا روزہ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

ا۔ شریعت میں مسافر وہ ہے جو اپنے شہر سے تین منزل یعنی چھتیس کوس (۵۷ میل) کے ارادہ سے نکلے‘ پھر جب تک وہ گھر لوٹ نہ آئے یا کسی جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کرے مسافر ہی ہوگا کہ اس پر نماز میں قصر واجب ہوگا اور روزہ قضا کرنے کی اجازت ہوگی امام ابو حنیفہ‘ مالک‘ شافعی و ثوری رضی اللہ عنہم کے ہاں مسافر کو روزہ رکھنا بہتر ہے اور امام احمد و اوزاعی کے ہاں افطار بہتر‘ یہ عام حالات میں ہے بعض حالات میں اس پر افطار واجب ہو جاتا ہے جیسے مسافر غازی جب روزہ کی وجہ سے بجائے جہاد کرنے کے دوسرے پر بوجھ بن جائیں (از لمعات)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ حَمْزَةَ بْنَ عَمْرٍو الْاَسْلَمِيَّ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصُوْمُ فِي السَّفَرِ وَكَانَ كَثِيْرَ الصِّيَامِ فَقَالَ اِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَاِنْ شِئْتَ فَاَفْطِرْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۹۲۰) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ حضرت حمزہ ابن عمر اسلمی نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا میں سفر میں روزہ رکھوں وہ بہت روزے رکھتے تھے ا۔ تو حضور نے فرمایا اگر چاہو روزہ رکھو اگر چاہو افطار کرو ۲۔ (مسلم بخاری)

(۱۹۲۰) ا۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ آپ صائم الدھر یعنی ہمیشہ کے روزہ دار تھے چاہتے تھے کہ سفر میں بھی کبھی روزہ نہ چھوڑیں‘ تب یہ سوال کیا‘ سفر میں روزہ رکھنا گناہ تو نہیں‘ شاید آپ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سن چکے تھے‘ کہ سفر میں روزہ اچھا نہیں‘ اس لئے یہ سوال کیا ۲۔ اس جواب سے اشارۃً معلوم ہو رہا ہے کہ اگرچہ مسافر کو روزہ رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہے مگر عام حالات میں روزہ رکھ لینا بہتر‘ تاکہ عام مسلمانوں کی موافقت بھی ہو جائے اور رمضان کے بعد قضاء گراں بھی نہ پڑے‘ کیونکہ سرکار نے روزہ رکھنے کا ذکر پہلے فرمایا خیال رہے کہ اگرچہ مسافر کو روزہ نہ رکھنے کا اختیار ہے‘ مگر ماہ رمضان کی بے حرمتی کرنے کا اختیار نہیں‘ لہٰذا بازاروں میں علانیہ نہ کھائے پیئے‘ نہ سگریٹ پیتا پھرے بلکہ چھپ کر کچھ کھائے پیئے‘ حیض و نفاس والی عورتوں کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ چھپ کر کھائیں پیئیں۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ

(۱۹۲۱) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں ہم

marfat.com

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِسِتَّ عَشْرَةَ مَضَتْ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ فَمِنَّا مَنْ صَامَ وَمِنَّا مَنْ أَفْطَرَ فَلَمْ يَعِبِ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا جبکہ ماہ رمضان کے سولہ دن گزر گئے تھے ا۔ تو ہم میں سے بعض نے روزہ رکھا اور بعض وہ تھے جنہوں نے افطار کیا تو نہ روزہ داروں نے بے روزوں کو عیب لگایا اور نہ بے روزوں نے روزہ داروں کو ۲۔ (مسلم)

(۱۹۲۱) ا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر کوئی درمیان رمضان میں سفر کرے تو اسے افطار جائز نہیں‘ اس پر روزہ ہی فرض ہے‘ افطار کی اجازت صرف اسے ہے جسے بحالت سفر رمضان شروع ہو‘ اس حدیث میں ان کی کھلی تردید ہے‘ دیکھو سولہ‘ رمضان کو سفر شروع ہوا‘ اور بعض صحابہ نے روزے نہ رکھے ۲۔ یہ حدیث بظاہر ان علماء کی دلیل ہے جو سفر میں روزہ رکھنے نہ رکھنے کو یکساں کہتے ہیں کسی کو ترجیح نہیں دیتے‘ مگر یہ استدلال ضعیف سا ہے‘ کیونکہ یہاں عیب لگانے کی نفی ہے ترک مستحب پر نہ عیب لگایا جاتا ہے نہ اعتراض ہوتا ہے‘ خیال رہے کہ اس غزوہ میں حالات معمول پر ہوں گے ورنہ بحالت جنگ روزہ نہ رکھنا بہتر ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَرَأَى زِحَامًا وَرَجُلًا قَدْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ فَقَالَ مَا هٰذَا قَالُوْا صَائِمٌ فَقَالَ لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۹۲۲) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے تو لوگوں کی بھیڑ دیکھی اور ایک شخص کو ملاحظہ کیا جس پر سایہ کیا گیا تھا ا۔ فرمایا یہ کیا ہے لوگوں نے کہا ایک روزہ دار ہے فرمایا سفر میں یوں روزہ رکھنا بھلائی نہیں ۲۔ (مسلم بخاری)

(۱۹۲۲) ا۔ ان صاحب کا نام قیس یا قیصر ہے‘ کنیت ابو اسرائیل ہے‘ گرمی سخت تھی‘ سفر کی حالت تھی‘ غزوہ تبوک کا موقعہ تھا جبکہ لشکر اسلام میں کھانے کی بھی کمی تھی‘ یہ ایک درخت کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے‘ بغیر سحری کا روزہ منہ میں تھا کہ بے ہوش ہو کر گر گئے‘ صحابہ کرام نے اپنی چادروں سے سایہ کرلیا یا ان پر خیمہ لگا دیا‘ کیونکہ عرب کے عام درختوں کا سایہ کافی نہیں ہوا کرتا (از مرقات و لمعات) ۲۔ بلکہ برا ہے یا تو الصوم میں الف لام عہد خارجی ہے یا سفر میں یا دونوں میں‘ یعنی ایسے سخت سفر میں ایسا بے سرو سامانی کا روزہ بھلائی نہیں بلکہ برا ہے‘ اور رب تعالٰی کے اس فرمان کے خلاف ہے **یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر** لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال سفر میں روزے رکھے‘ یہاں مرقات نے فرمایا کہ صالحین کی خدمت نوافل سے افضل ہے یعنی یہ صاحب اگر روزہ نہ رکھتے‘ تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی خدمت کرتے‘ اب روزہ رکھ کر خود جلیل القدر صحابہ سے خدمت لینے لگے۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ فَمِنَّا الصَّائِمُ وَمِنَّا الْمُفْطِرُ فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا فِيْ يَوْمٍ حَارٍّ فَسَقَطَ الصَّوَّامُوْنَ وَقَامَ الْمُفْطِرُوْنَ فَضَرَبُوا الْأَبْنِيَةَ وَسَقَوُا الرِّكَابَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ الْمُفْطِرُوْنَ الْيَوْمَ بِالْأَجْرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۹۲۳) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے ہم میں سے بعض روزہ دار تھے بعض بے روزہ ہم گرم دن میں ایک منزل پر اترے روزہ دار تو گر گئے ا۔ اور بے روز کھڑے رہے انہوں نے خیمے لگائے اونٹوں کو پانی پلایا ۲۔ تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج بے روز ثواب لے گئے ۳۔ (مسلم بخاری)

marfat.com

(۱۹۲۳) ا۔ یعنی روزہ دار حضرات ضعف کی وجہ سے منزل پر پہنچتے ہی لیٹ گئے' کوئی کام نہ کرسکے' یہاں گرنے سے مراد بے ہوش ہو کر گرنا نہیں' ورنہ ان پر بھی وہ عتاب ہو جاتا جو پچھلی حدیث میں گزرا ۲۔ اور تمام وہ ضروری کام کئے' جو سفروں میں عموماً اور جہاد میں خصوصاً کئے جاتے ہیں لہٰذا یہ سارے کام ثواب ہیں ۳۔ ثواب سے مراد کامل ثواب ہے' یعنی روزہ داروں نے تو روزوں کا ثواب پایا' جسے یہ لوگ بھی بعد رمضان قضاء کر کے حاصل کرلیں گے مگر بے روزوں نے جہاد کی تیاری اور لشکر اسلام کی خدمت کر کے وہ ثواب کمالیا' جس کی وہ قضاء نہ کرسکیں گے شعر:۔

☆ نمازیں گر قضاء ہوں' پھر ادا ہوں ☆ نگاہوں کی قضائیں کب ادا ہوں ☆

کیا تمہیں خبر نہیں کہ سیدنا علی مرتضٰی نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی نیند پر نماز عصر قضاء کردی' خیال رہے کہ چونکہ یہ روزہ دار حضرات بقیہ صحابہ پر بوجھ نہ بنے اس لئے ان پر عتاب نہ فرمایا گیا۔

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ إِلَى مَكَّةَ فَصَامَ حَتّٰى بَلَغَ عُسْفَانَ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَرَفَعَهُ إِلَى يَدِهٖ لِيَرَاهُ النَّاسَ فَأَفْطَرَ حَتّٰى قَدِمَ مَكَّةَ وَذٰلِكَ فِي رَمَضَانَ فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ قَدْ صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَفْطَرَ فَمَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ جَابِرٍ أَنَّهُ شَرِبَ بَعْدَ الْعَصْرِ۔

(۱۹۲۴) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ سے مکہ معظمہ تشریف لے گئے ا۔ تو روزے رکھتے رہے حتی کہ عسفان پہنچ گئے ۲۔ پھر پانی منگایا تو اسے اپنے ہاتھ میں اٹھایا ۳۔ تاکہ آپ کو لوگ دیکھ لیں ۴۔ پھر افطار فرماتے رہے حتی کہ مکہ معظمہ آگئے ۵۔ اور یہ واقعہ رمضان میں تھا ۶۔ چنانچہ حضرت ابن عباس فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سفر میں روزہ بھی رکھا ہے اور افطار بھی کیا ہے تو جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے افطار کرے ۷۔ (مسلم بخاری) مسلم کی روایت میں حضرت جابر سے یوں ہے کہ آپ نے بعد عصر پانی پیا ۸۔

(۱۹۲۴) ا۔ فتح مکہ کے سال خیال رہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر اور فتح مکہ کے موقعوں پر رمضان میں سفر کیا ہے ان دو سفروں کے علاوہ اور کبھی رمضان میں سفر ثابت نہیں (مرقات) وہ جو روایتوں میں آتا ہے کہ ہم ایک بار سخت گرمی میں سفر جہاد میں تھے' حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے سواء ہم میں کوئی روزہ دار نہ تھا' وہاں رمضان کا ذکر نہیں ۲۔ عسفان مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کے راستہ پر دوسری منزل ہے' مشہور جگہ ہے۔ ۳۔ یہ الی ٰبمعنی فی ہے جیسے لیجمعنکم الی یوم القیمۃ اور ہوسکتا ہے کہ ٰبمعنی مع ہو' جیسے من انصاری الی اللہ یا جیسے لا تاکلوا اموالھم الی اموالکم اور ممکن ہے کہ ٰبمعنی علیٰ ہو" اور ہوسکتا ہے کہ اپنے ہی معنے میں ہو یعنی انتہاء کے لئے' اور اصل عبارت یوں ہو الی مدیدہ یعنی پانی کا پیالہ اپنے ہاتھ میں اٹھایا یا اپنے ہاتھ پر یا دست مبارک کے ساتھ پیالہ بھی اوپر اٹھایا' یا پیالہ ہاتھ میں لے کر ہاتھ پورا بلند کردیا' الحمد للہ عبارت میں کوئی اشکال نہ رہا ۴۔ یہ لوگوں کو دکھانا ماہ رمضان کی بے حرمتی کے لئے نہ تھا بلکہ لوگوں کو مسئلہ بتانے کے لئے' کیونکہ وہاں سب ہی مسافر تھے' اس سے معلوم ہوا کہ مسافر راستہ میں مسافروں کے ساتھ رمضان میں علانیہ کھا سکتا ہے ۵۔ بعض شارحین نے افطر کے معنے یہ سمجھے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھ کر توڑ دیا' اسی بنا پر انہوں نے فرمایا کہ مسافر کو رمضان میں روزہ رکھ کر توڑ دینا بھی جائز ہے' مگر یہ غلط ہے افطر کے وہی معنے ہیں جو فقیر نے عرض کئے' ورنہ ابھی حدیثوں میں گزر چکا کہ بعض صحابہ سفر جہاد میں روزہ کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر گئے' ان پر صحابہ نے سایہ تو کیا مگر حضور انور

marfat.com

صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں روزہ توڑنے کی اجازت نہ دی ۶۔ یعنی نبی صلے اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے لئے ۲ رمضان ۸ھ میں بعد عصر مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے (مرقات) اور بیس رمضان کو مکہ معظمہ فتح ہوا' بعض مورخین نے دسویں رمضان کو روانگی بیان کی ہے ۷۔ بعض شیعہ سفر میں روزہ مطلقاً ناجائز کہتے ہیں' اور اس قول کو سیدنا عبداللہ ابن عباس کی طرف منسوب کرتے ہیں مگر یہ درست نہیں' حضرت ابن عباس کا قول وہ ہے جو یہاں منقول ہوا ۸۔ اس کا مطلب وہ ہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا کہ سرکار نے اس دن روزہ رکھا ہی نہ تھا اس کا اظہار عصر کے بعد اس طرح کیا' یہ مطلب نہیں کہ روزہ رکھ کر توڑ دیا' حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ پانی پینا ایک مسئلہ شرعیہ کی عملی تبلیغ تھی نہ کہ ماہ رمضان کی بے حرمتی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ الْكَعْبِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ شَطْرَ الصَّلٰوةِ وَالصَّوْمَ عَنِ الْمُسَافِرِ وَ عَنِ الْمُرْضِعِ وَالْحُبْلٰى رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَہ

(۱۹۲۵) روایت ہے حضرت انس ابن مالک کعبی سے ۱۔ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے مسافر سے آدھی نماز معاف فرمادی ۲۔ اور روزہ مسافر دودھ پلانے والی اور حاملہ سے ۳۔ (ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ)

(۱۹۲۵) ۱۔ یہ انس ابن مالک وہ مشہور انس نہیں جو ابو طلحہ انصاری کے سوتیلے بیٹے اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم ہیں' وہ تو انصاری نجاری خزرجی ہیں' بہت سی احادیث کے راوی ہیں' بلکہ یہ انس ابن مالک عبداللہ ابن کعب کی اولاد سے ہیں' اسی لئے کعبی کہلاتے ہیں' ان سے بہت ہی کم احادیث یعنی صرف یہ ہی مروی ہے (مرقات) اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ بیس صحابہ کے نام انس ہیں' جن میں سے دو کے نام انس ابن مالک ہیں' ایک حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص' بہت سی احادیث کے راوی' دوسرے یہ' ان کا قیام بصرہ میں رہا۔ ۲۔ اس طرح کہ مسافر پر نماز میں قصر واجب ہے' صرف جائز نہیں جیسا کہ ہم مسافر کے باب میں ثابت کرچکے ہیں' اور اپنی کتاب جاء الحق حصہ دوم میں بہت دلائل سے بیان کرچکے ہیں ۳۔ یعنی ان تین شخصوں سے روزہ کا فوری وجوب معاف ہو چکا ہے' اگر چاہیں تو قضا کردیں' خیال رہے کہ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت پر بھی روزے کی قضاء ہی واجب ہے' وہ فدیہ نہیں دے سکتیں' یہ ہی ہم احناف کا مذہب ہے یہ دونوں اس حکم میں مسافر کی طرح ہیں' نیز ان دونوں عورتوں کو قضاء کی اجازت جب ہے جبکہ انہیں روزہ سے اپنے بچہ پر خوف ہو' اشعہ نے فرمایا کہ مالدار عورت جس کا بچہ دودھ پیتا ہو وہ بچہ کے لئے دودھ پلائی رکھے اور خود روزہ رکھے۔

وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبَّقِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهٗ حَمُوْلَةٌ تَاْوِيْ اِلٰى شِبَعٍ فَلْيَصُمْ رَمَضَانَ حَيْثُ اَدْرَكَهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ۔

(۱۹۲۶) روایت ہے حضرت سلمہ ابن محبق سے ۱۔ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جس کے پاس سواری ہو جو اسے بحالت سیری منزل تک پہنچادے ۲۔ وہ رمضان کے روزے رکھے جہاں پائے ۳۔ (ابوداؤد) ۴۔

(۱۹۲۶) ۱۔ آپ خود بھی صحابی ہیں' اور آپ کے بیٹے سنان ابن سلمہ بھی صحابی' سنان بڑے پہلوان تھے' بہت سے غزوات میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ۲۔ یعنی آرام و آسائش سے منزل پر افطار سے پہلے پہنچ جائے یا اس کا سامان خوردونوش ساتھ ہو' تو وہ

marfat.com

سفر میں روزہ قضاء نہ کرے بلکہ تمام مسلمانوں کی موافقت میں روزہ رکھے ۳؎ یہ حکم استحبابی ہے یعنی آرام کے سفر میں روزہ رکھ لینا بہتر ہے' قضا کر دینا مناسب نہیں آج کل ریل و موٹر کے سفروں میں تو بہت آسانیاں ہیں' ان سفروں میں روزہ رکھنا ہی اچھا ہے ۴؎ اس حدیث کی اسناد میں عبدالصمد ابن حبیب ازدی ہے' اکثر محدثین کے ہاں قوی نہیں ہے' لہٰذا یہ حدیث ضعیف ہے' مگر فضائل اعمال میں حدیث ضعیف قبول ہے' جیسا کہ بارہا عرض کیا گیا' یہاں بھی فضیلت عمل ہی کا ذکر ہے یعنی آسان سفر میں روزہ رکھ لینا بہتر ہے لہٰذا قبول ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَامَ الْفَتْحِ اِلٰى مَكَّةَ فِيْ رَمَضَانَ فَصَامَ حَتّٰى بَلَغَ كُرَاعَ الْغَمِيْمِ فَصَامَ النَّاسُ ثُمَّ دَعَا بِقَدَحٍ مِّنْ مَّاءٍ فَرَفَعَهُ حَتّٰى نَظَرَ النَّاسُ اِلَيْهِ ثُمَّ شَرِبَ فَقِيْلَ لَهُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَنَّ بَعْضَ النَّاسِ قَدْ صَامَ فَقَالَ اُولٰٓئِكَ الْعُصَاةُ اُولٰٓئِكَ الْعُصَاةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

(۱۹۲۷) روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فتح کے سال رمضان میں مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے ۱؎ تو روزے رکھتے رہے حتی کہ کراع الغمیم پہنچ گئے ۲؎ لوگ بھی روزہ دار رہے پھر حضور نے پانی کا پیالہ منگایا اسے اٹھایا حتی کہ آپ کو لوگوں نے دیکھا پھر پیا ۳؎ اس کے بعد حضور سے عرض کیا گیا کہ بعض لوگوں نے روزہ رکھ لیا ۴؎ فرمایا یہ لوگ گنہگار ہیں یہ لوگ گنہگار ہیں ۵؎ (مسلم)

(۱۹۲۷) ۱؎ فتح مکہ کے لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی روانگی بھی رمضان میں اور فتح فرمانا بھی رمضان میں' جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ۲؎ یہ مشہور جگہ ہے کہ معظمہ و مدینہ منورہ کے درمیان واقع ہے' عسفان سے تین میل فاصلہ پر' چونکہ اس جنگل کا نقشہ بکری کی پنڈلی کی طرح ہے' اس لئے اسے کراع کہا جاتا ہے' غمیم بمعنی جنگل یعنی بکری کی پنڈلی کے نمونہ کا جنگل ۳؎ یعنی آج تک روزہ رکھا' آج سے افطار شروع فرمایا' یہ مطلب نہیں کہ آج روزہ رکھ کر توڑ دیا' جیسا کہ ظاہر ہے۔ ۴؎ یعنی صحابہ کرام میں سے بعض نے تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے عمل پر عمل کر کے روزہ نہیں رکھا ہے' اور بعض نے اس خیال سے رکھ لیا ہے۔ کہ سفر میں روزہ رکھنا جائز ہے اور یہ نہ سمجھ سکے کہ اس سفر میں اب سے روزہ نہ رکھنا سنت اور روزہ رکھنا خلاف سنت ہے' غرضیکہ ان سے خطائے اجتہادی واقع ہوئی ۵؎ اس جملہ کی تکرار تاکید بلکہ تغلیظ کے لئے ہے' یعنی یہ لوگ یقیناً سخت گنہگار ہیں دو وجہ سے (۱) ایک یہ کہ میری موجودگی میں انہیں اجتہاد نہ کرنا چاہیے تھا' بلکہ براہ راست مجھ سے مسئلہ پوچھ لینا چاہیے تھا' کیونکہ اجتہاد حدیث نہ مل سکنے پر ہوتا ہے (۲) دوسرے یہ کہ آج سے روزہ نہ رکھنا میری سنت ہو چکا تھا' لہٰذا ان کا روزہ رکھنا خلافت سنت ہوا' اور سنت کی مخالفت یقیناً گناہ ہے' فقیر کی اس تقریر سے یہ اعتراض بھی اٹھ گیا کہ صحابہ کرام تو فسق سے پاک ہیں پھر وہ حضرات یہ گناہ کیسے کر بیٹھے' کیونکہ ان بزرگوں نے نہ تو گناہ کی نیت سے یہ کام کیا تھا' نہ بعد میں اس پر قائم رہے' اور فسق کے لئے دونوں چیزیں ضروری ہیں' اور یہ اعتراض بھی اٹھ گیا کہ خطائے اجتہادی پر پکڑ نہیں' اور نہ وہ گناہ ہے' پھر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں گنہگار کیوں فرمایا' کیونکہ سرکار نے اپنی موجودگی میں ان کے اجتہاد کو گناہ قرار دیا کہ انہیں مجھ سے پوچھنا چاہیے تھا' یہ اعتراض بھی اٹھ گیا کہ سفر میں روزہ رکھنا جائز ہے اس پر وہ حضرات گنہگار کیوں ہو گئے' کیونکہ اس وقت سے افطار کرنا سنت ہو چکا تھا' اور سنت کی مخالفت یقیناً گناہ ہے خیال رہے کہ عدم سنت اور ہے' اور مخالفت سنت کچھ اور اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ روزہ نماز بذات خود ثواب کا باعث نہیں بلکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع ثواب کا باعث ہے' جو عبادت ان کی اتباع سے خالی ہو جائے وہ گناہ بن جاتی ہے' عید کے دن کا روزہ سورج نکلتے ڈوبتے نماز پڑھنا منع ہے' ایسے ہی اب ان کے لئے روزہ گناہ ہو گیا۔

marfat.com

حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کرجانے پر مکہ معظمہ میں رہنا گناہ ہو گیا تھا۔

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَائِمُ رَمَضَانَ فِی السَّفَرِ کَالْمُفْطِرِ فِی الْحَضَرِ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ۔

(۱۹۲۸) روایت ہے حضرت عبدالرحمن ابن عوف سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سفر میں رمضان کے روزے رکھنے والا ایسا ہے جیسے گھر میں افطار کرنے والا ا۔ (ابن ماجہ)

(۱۹۲۸) ا۔ یہاں السفر میں الف لام عہدی ہے اور اس سے وہ سفر مراد ہے جس میں روزہ ہلاکت یا سخت تکلیف کا باعث ہو' یا وہ سفر جہاد مراد ہے جس میں روزہ دار بجائے جہاد کرنے کے دوسرے غازیوں پر بوجھ بن جائے' لہٰذا یہ حدیث سفر میں روزہ رکھنے کی احادیث کے خلاف نہیں' یعنی ایسا مسافر سفر میں روزہ رکھنے سے ایسا ہی گنہگار ہوگا جیسے غیر مسافر گھر میں رہ کر بلاعذر روزہ نہ رکھنے پر گنہگار ہوتا ہے۔

وَعَنْ حَمْزَۃَ بْنِ عَمْرٍو الْاَسْلَمِیِّ اَنَّہٗ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اَجِدُ بِیْ قُوَّۃً عَلَی الصِّیَامِ فِی السَّفَرِ فَھَلْ عَلَیَّ جُنَاحٌ قَالَ ھِیَ رُخْصَۃٌ مِنَ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ فَمَنْ اَخَذَ بِھَا فَحَسَنٌ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّصُوْمَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْہِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ

(۱۹۲۹) روایت ہے حضرت حمزہ ابن عمرو اسلمی سے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اپنے اندر سفر میں روزہ کی طاقت رکھتا ہوں تو کیا مجھ پر گناہ ہے فرمایا وہ تو اللہ عزوجل کی طرف سے رخصت ہے جو اسے قبول کرے تو اچھا ہے اور جو روزہ رکھنا پسند کرے تو اس پر گناہ نہیں ا۔

(۱۹۲۹) ا۔ یہ حدیث گزشتہ احادیث کی تفسیر ہے' کہ سفر میں روزہ رکھنے کی بھی اجازت ہے اور نہ رکھنے کی بھی' یہاں ایک اعتراض ہے وہ یہ کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مسافر کو روزہ نہ رکھنا بہتر' رکھنا خلاف اولیٰ' کیونکہ سرکار نے نہ رکھنے کو حسن فرمایا اور رکھنے کو لا جناح جواب یہ ہے کہ عرب کے سفر خصوصاً گرمی کے موسم کے عموماً دشوار ہوتے تھے اور ان میں روزہ سخت تکلیف کا باعث بعض لوگ اندازہ میں غلطی کرکے روزہ رکھ لیتے تھے اور پھر بڑی مشقت جھیلتے تھے' اس لئے فرمایا گیا کہ ان حالات میں روزہ نہ رکھنا ہی بہتر' لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں روزے کو افضل قرار دیا گیا' ورنہ عام حالات میں بحالت سفر روزہ رکھ لینا ہی بہتر ہے۔

بَابُ الْقَضَاءِ

باب روزہ کی قضا

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

ظاہر یہ ہے کہ قضاء سے روزوں کی قضا مراد ہے جیسا کہ اس موقعہ سے اور آئندہ حدیثوں سے معلوم ہو رہا ہے خیال رہے کہ ہر عبادت کی قضا بہت جلد کرلینا چاہیے کیونکہ موت کی خبر نہیں' حتی کہ اگر حائضہ یا مسافر کے پانچ روزے قضا ہو گئے' پھر حائضہ پاک ہونے اور مسافر گھر آنے کے تین دن بعد فوت ہو گئے۔ تو ان تین دن کی پکڑ میں آجائیں گے رب کی پناہ

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ یَکُوْنُ عَلَیَّ الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَ فَمَا اَسْتَطِیْعُ اَنْ اَقْضِیَ اِلَّا فِیْ شَعْبَانَ قَالَ یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ تَعْنِی الشُّغْلَ مِنَ النَّبِیِّ اَوْ بِالنَّبِیِّ

(۱۹۳۰) روایت ہے' حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں مجھ پر رمضان کے روزے ہوتے تھے ا۔ تو میں سوائے شعبان کے قضا نہ کرسکتی تھی ۲۔ یحییٰ ابن سعید نے فرمایا آپ کی مراد حضور انور صلے اللہ علیہ

marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وسلم کی خدمت میں مشغولیت ہے ۳۔(مسلم بخاری)

(۱۹۳۰) ا۔جو نسائی عوارض یا بیماری کی وجہ سے رہ جاتے تھے پہلے معنے زیادہ مناسب ہیں ۲۔یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات شریف میں رمضان کے روزوں کی قضا شعبان سے پہلے نہ کر سکتی تھی' شعبان میں قضا کرتی تھی' کہ وہ آخری مہینہ ہوتا تھا' جس کے بعد دوسرا رمضان ہوتا تھا' یا ماہ شعبان میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اکثر روزے رکھتے تھے' اس لئے میں فراغت پالیتی تھی ۳۔اس جملہ کا مطلب ہے کہ دس ماہ میں ہر وقت حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے تیار رہتی تھی' کہ نہ معلوم حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم مجھے کس وقت شرف قربت عنایت فرمائیں اس لئے روزہ قضا نہ کرتی تھی' معلوم ہو رہا ہے کہ ام المومنین ان دس ماہ میں نفلی روزے بھی نہ رکھتی تھیں' جب فرض قضا نہ کر سکتی تھیں' تو نفل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ خاوند کو حق ہے کہ ایک عورت کی باری کے دن میں دوسری عورت سے صحبت کرے' کیونکہ باری صرف رات کے قیام کی ہوتی ہے نہ کہ صحبت کی دوسرے یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت دیگر عبادات سے افضل ہے' دیکھو حضرت عائشہ صدیقہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے نفلی روزے نہ رکھتی تھیں' حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اکثر روزہ دار رہتی تھیں تیسرے یہ کہ ام المومنین کو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے بتا دینے سے معلوم تھا کہ میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں وفات پاؤں گی۔اگر آپ کو اپنی وفات کا ہر دم خطرہ رہتا تو آپ پر قضا بہت جلد کرنا ضروری ہوتا چیے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج فرض ہونے پر پہلے سال حج نہ کیا' کیونکہ آپ کی اپنی زندگی کا یقین تھا' ہم پر فرض ہوتے ہی کر لینا ضروری ہے' تاخیر گناہ ہے۔چوتھے یہ کہ ایک سال کے رمضان کی قضا دوسرے رمضان آنے سے پہلے ضرور کر لینا چاہیے شعبان میں ضروری کر لے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَصُومَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ وَلَا تَأْذَنَ فِي بَيْتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

(۱۹۳۱) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ کسی عورت کو نہ تو یہ درست ہے کہ جب اس کا خاوند موجود ہو تو اس کی بغیر اجازت روزہ رکھے ا۔نہ یہ کہ اس کی بلا اجازت اس کے گھر میں کسی کو آنے دے ۲۔مسلم)

(۱۹۳۱) ا۔یعنی خاوند جب گھر پر ہو تو اس کی صریحی یا عرفی اجازت کے بغیر نہ نفلی روزے رکھے نہ نفلی اعتکاف کرے' کیونکہ مرد کو دن میں صحبت کرنے کا حق ہے اور اس کا روزہ یا اعتکاف اس حق کو روک دیگا لہٰذا حق والے سے اجازت لے لے' اس حکم سے نذر منتیں اور رمضان کے روزے علیحدہ ہیں کہ وہ حق شرع ہیں۔اگر عورت نے بغیر خاوند کی اجازت نفلی روزہ رکھ لیا تو وہ اس سے تڑوا کر صحبت کر سکتا ہے' جس کی قضا واجب ہوگی' اسی لئے صاحب مشکوۃ یہ حدیث باب القضاء میں لائے فقیر کی اس تقریر سے بہت سے اعتراضات اٹھ گئے' حدیث واضح ہوگئی خیال رہے کہ عورت کو نفل نماز سے منع نہیں فرمایا گیا' کیونکہ وہ تھوڑی دیر میں ہو جاتی ہے اس سے خاوند کا حق صحبت نہیں مارا جاتا ۲۔یعنی خاوند کی ناراضگی پر کسی مرد و عورت' اجنبی یا قریبی کو گھر میں آنے کی اجازت نہ دے' فقہاء فرماتے ہیں کہ خاوند عورت کو اس کے ماں باپ سے ملنے سے نہیں روک سکتا' ہاں انہیں اپنے گھر میں آنے سے روک سکتا ہے' عورت وہاں جا کر ملے' اس کا ماخذ یہ حدیث ہے

marfat.com

وَعَنْ مُعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةِ أَنَّهَا قَالَتْ لِعَائِشَةَ مَا بَالُ الْحَائِضِ تَقْضِي الصَّوْمَ وَلَا تَقْضِي الصَّلٰوةَ قَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ يُصِيبُنَا ذٰلِكَ نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلٰوةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

(۱۹۳۲) روایت ہے حضرت معاذہ عدویہ سے کہ انہوں نے حضرت عائشہ سے عرض کیا کہ حائضہ کا کیا حال ہے کہ وہ روزہ تو قضا کرتی اور نماز قضا نہیں کرتی ا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ یہ عارضہ ہم کو آتا تھا تو ہم کو روزہ کی قضا کا حکم دیا جاتا تھا اور نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔ (مسلم)

(۱۹۳۲) ا۔ یعنی نماز بھی فرض ہے روزہ بھی فرض اور حیض و نفاس دونوں سے مانع' پھر نماز کی قضا کیوں نہیں ہوتی اور روزے کی کیوں ہوتی ہے' معلوم ہوا کہ احکام شرعیہ کی عقلی حکمتیں پوچھنا ہمارا کام نہیں' ہاں احکام شرعیہ پر اعتراض کرنا گناہ ہے۔ فقیر نے ایک کتاب لکھی اسرار الاحکام' اس میں احکام شریعت و طریقت کی عقلی حکمتیں بیان کی ہیں ۲۔ سبحان اللہ کیسا ایمان افروز جواب ہے کہ مجھے عقلی حکمتوں سے غرض نہیں' ہم تو حکم کے تابع ہیں چونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے روزے کی قضا کا حکم دیا' نماز کی قضا کا نہیں دیا' اس لئے یہ فرق ہو گیا' ہمیں عقلی حکمتوں سے کیا غرض' بیمار طبیب کے نسخے پینے کی کوشش کرتا ہے' دواؤں کے اوزان سوچنے میں وقت ضائع نہیں کرتا' فقہاء فرماتے ہیں کہ روزے کی قضا میں ندرت ہے کہ سال میں سات آٹھ روزے قضاء کرنے پڑتے ہیں اسلئے اس میں دشواری نہیں' اور قضائے نماز میں کثرت ہے کہ ہر مہینہ سات آٹھ دن کی فی دن پانچ نمازیں قضاء کرنی پڑتیں یعنی چالیس بلکہ بعض کو پچاس نمازیں اس میں بہت دشواری ہوتی' اس لئے نمازوں کی قضا نہیں' روزوں کی ہے' واللہ ورسولہ اعلم

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(۱۹۳۳) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو مر گیا اور اس پر روزے تھے تو اس کی طرف سے اس کا ولی روزے ادا کرے ا۔ (مسلم بخاری)

(۱۹۳۳) ا۔ یعنی جس شخص پر رمضان یا نذر کا روزہ قضا ہو گیا' پھر اسے قضا کرنے کا موقعہ ملا' مگر قضا نہ کیا کہ مر گیا' تو اس کا ولی وارث اس کی طرف سے روزہ ادا کر دے امام احمد کے ہاں اسطرح کہ روزے رکھ دے' اور باقی تمام اماموں کے ہاں اس طرح کہ روزوں کا فدیہ دے دے چند وجہوں سے ایک یہ کہ رب تعالٰی فرماتا ہے وعلی الذین یطیقونه فدیة طعام مسکین جو روزہ کی طاقت نہ رکھیں ان پر فدیہ ہے اور میت بھی طاقت نہیں رکھتا' دوسرے یہ کہ خود حدیث شریف میں صراحۃً "ورلو ہوا کہ الا لا یصوم احد عن احد و لا یصلین احد عن احد کوئی کسی کی طرف سے نہ روزہ رکھے نہ نماز پڑھے جیسا کہ آگے آرہا ہے تیسرے یہ کہ خود صحابہ کرام کا فتوے یہ رہا کہ میت کی طرف سے روزوں کا فدیہ دیا جاوے روزہ رکھا نہ جائے' دیکھو مرقات چوتھے یہ کہ قیاس شرعی بھی یہ ہی چاہتا ہے کیونکہ نماز بمقابلہ روزہ زیادہ اہم و ضروری ہے مگر میت کی طرف سے کوئی نمازیں نہیں پڑھتا تو روزے کیسے رکھ سکتا ہے محض بدنی عبادت خود ہی کرنی پڑتی ہے دوسرے سے نہیں کرائی جاتی

marfat.com

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَاتَ وَعَلَیْہِ صِیَامُ شَہْرِ رَمَضَانَ فَلْیُطْعَمْ عَنْہُ مَکَانَ کُلِّ یَوْمٍ مِسْکِیْنٌ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ وَالصَّحِیْحُ اَنَّہٗ مَوْقُوْفٌ عَلَی ابْنِ عُمَرَ۔

(۱۹۳۴) روایت ہے، حضرت نافع سے وہ حضرت ابن عمر سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا جو مرجائے اور اس پر ماہ رمضان کے روزے ہوں تو اسکی طرف سے ہر دن کی جگہ ایک مسکین کو کھلا دیا جائے ا۔(ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ ابن عمر پر موقوف ہے ۲۔

(۱۹۳۴) ا۔ یہ حدیث گزشتہ حدیث کی تفسیر ہے کہ وہاں ولی کے روزہ رکھنے سے مراد حکمی روزہ تھا یعنی ادائے فدیہ، فقہاء فرماتے ہیں کہ میت کی نمازوں کا بھی فدیہ دے دیا جائے، کیونکہ نماز روزے سے زیادہ اہم ہے۔ حیلہ اسقاط کی اصل یہ حدیث ہے اس حیلہ کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ فرمایئے۔ ۲۔ اگرچہ حدیث موقوف ہی صحیح ہے، مگر یہ موقوف حدیث مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ صحابہ کرام کے وہ اقوال جو عقل سے وراء ہوں وہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتے ہیں کہ صحابی نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہی یہ فرمایا ہے عقل کی اس میں گنجائش نہیں

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ مَالِكٍ بَلَغَہٗ اَنَّ عُمَرَ کَانَ یُسْئَلُ ھَلْ یَصُوْمُ اَحَدٌ اَوْ یُصَلِّیْ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ فَیَقُوْلُ لَا یَصُوْمُ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ وَلَا یُصَلِّیْ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ رَوَاہُ فِی الْمُوَطَّا۔

(۱۹۳۵) روایت ہے، حضرت مالک سے انہیں روایت پہنچی کہ حضرت عمر سے پوچھا جاتا تھا کہ کیا کوئی کسی کی طرف سے روزہ رکھ دے یا نماز پڑھ دے تو فرماتے تھے کہ نہ کوئی کسی کی طرف سے روزہ رکھے اور نہ کسی کی طرف سے نماز پڑھے ا۔(موطا)

(۱۹۳۵) ا۔ اس حدیث کی تائید آیات قرآنیہ کر رہی ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے لیس للانسان الاماسعٰی اور فرماتا ہے لھا ما کسبت وعلیھا مااکتسبت جن سے معلوم ہوا کہ سعی اور کسب یعنی بدنی عبادات خود بندے ہی کو کرنا ہوں گی، دوسرے سے نہیں کراسکتا، حدیث کا مطلب یہ ہے کہ زندگی میں یا بعد موت کوئی شخص کسی کی طرف سے محض بدنی عبادتیں روزہ نماز وغیرہ نہیں ادا کرسکتا نسائی شریف میں حضرت ابن عباس سے بعینہ یہ فتویٰ نقل فرمایا، عبدالرزاق نے حضرت ابن عمر سے یہ قول نقل کیا امام مالک نے فرمایا کہ میں نے کسی صحابی تابعی کے متعلق یہ نہ سنا کہ کسی نے کسی کی طرف سے نماز یا روزہ ادا کردینے کی اجازت دی ہو یہ گفتگو نماز و روزے میں نیابت کے متعلق ہے رہا ان عبادات کا ثواب بخشنا، وہ باتفاق اہل سنت بالکل جائز ہے (مرقات) اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ فرمایئے۔

marfat.com

بَابُ صِيَامِ التَّطَوُّعِ - باب نفلی روزے

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ پہلی فصل

تطوع طوع سے بنا، بمعنی رغبت و خوشی، رب تعالٰی فرماتا ہے قالتا اتینا طائعین نفلی عبادات کو تطوع اس لئے کہا جاتا ہے، کہ بندہ وہ کام اپنی خوشی سے کرتا ہے، رب تعالٰی نے اس پر فرض نہ کی، یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کسی مہینہ میں مسلسل اتنے روزے رکھتے کہ ہم گمان کرتے یا اے مخاطب تو گمان کرتا کہ آپ اس ماہ بالکل افطار نہ کریں گے اور کسی مہینہ میں مسلسل اتنا افطار فرماتے کہ معلوم ہوتا اس مہینہ میں آپ روزہ کوئی نہ رکھیں گے، غرضیکہ روزہ نفلی میں آپ ہیشگی نہ کرتے تھے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يُفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يَصُوْمُ وَمَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ قَطُّ إِلَّا رَمَضَانَ وَمَا رَاَيْتُهُ فِيْ شَهْرٍ اَكْثَرَ مِنْهُ صِيَامًا فِيْ شَعْبَانَ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَتْ كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ كُلَّهُ وَكَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ إِلَّا قَلِيْلًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۹۳۶) روایت ہے، حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم روزے رکھتے رہتے حتی کہ ہم کہتے افطار نہ کریں گے اور افطار کرتے رہتے حتی کہ ہم کہتے روزے نہ رکھیں گے اور میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا کہ سوائے رمضان کسی مہینے کے پورے روزے رکھے ہوں ا۔ اور میں نے حضور کو شعبان سے زیادہ کسی مہینہ میں روزے رکھتے نہ دیکھا ۲۔ ایک روایت میں یوں ہے، فرماتی ہیں کہ قریبًا سارے شعبان کے روزے رکھتے تھے اور بجز تھوڑے دنوں کے سارے شعبان کے روزے رکھتے ۳۔ (مسلم بخاری)

(۱۹۳۶) ا۔ یہ کلی حکم ہے جس سے کوئی مہینہ مستثنٰی نہیں، کہ سرکار صلے اللہ علیہ وسلم نے سوائے ماہ رمضان کسی مہینہ کے مکمل روزے کبھی نہ رکھے ۲۔ یعنی آپ رمضان کے علاوہ باقی تمام مہینوں میں روزے ضرور رکھتے تھے۔ مگر شعبان میں زیادہ رکھتے تھے فی شهر اکثر کی ضمیر سے حال ہے، اور فی شعبان منه کی ضمیر سے حال، یا یہ دونوں ظرف ہیں ۳۔ اس عبارت کا دوسرا جملہ پہلے جملہ کی تفسیر ہے، یعنی کل شعبان سے مراد قریبًا کل ہے چونکہ شعبان رمضان کا پڑوسی ہے اس لئے وہ بھی حرمت والا ہے، نیز اس مہینہ میں رمضانی عبادات کی تیاری کرنا چاہیے، اس لئے اس ماہ میں نفلی نماز روزے کثرت سے ادا کرنا بہتر ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ اَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ شَهْرًا كُلَّهُ قَالَتْ مَا عَلِمْتُهُ صَامَ شَهْرًا كُلَّهُ إِلَّا رَمَضَانَ وَلَا اَفْطَرَهُ كُلَّهُ حَتّٰى يَصُوْمَ مِنْهُ حَتّٰى مَضٰى لِسَبِيْلِهِ رَوَاهُ

(۱۹۳۷) روایت ہے، حضرت عبداللہ ابن شقیق سے فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ سے کہا کہ کیا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کسی مہینہ کے پورے روزے بھی رکھتے تھے ا۔ بولیں مجھے خبر نہیں کہ رمضان کے سواء کسی اور پورے مہینے کے روزے رکھے ہوں یا کسی مہینہ کا پورا افطار کیا ہو ہر مہینہ میں کچھ روزے رکھتے تھے ۲۔

marfat.com

مُسْلِمٌ۔

حتیٰ کہ اپنی راہ تشریف لے گئے (مسلم)

(۱۹۳۷) ۱۔ چونکہ حضرت عائشہ صدیقہ خصوصیت سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہمدم و ہمراز تھیں، اور آپ کے ہر حال پر نگاہ رکھتی تھیں، ساتھ ہی بڑی فقیہ و عالمہ بھی تھیں، اس لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے اندرونی و بیرونی حالات زیادہ تر آپ ہی سے پوچھے جاتے تھے۔ ۲۔ حتی یصوم ۔معنی کی ہے یعنی کسی مہینہ میں سارا افطار اسلئے نہ کیا، تا کہ ہر ماہ میں بعض دن روزے رکھنا سنت ہوں، اور ہو سکتا ہے کہ حتے انتہائے غایت کا ہو، مگر اسمیں بہت تکلف ہے (مرقات) ۳۔ یہ حتے تینوں جملوں کی انتہا ہے، اور اپنی راہ تشریف لے جانے سے مراد وفات پا جانا ہے

وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ سَأَلَهٗ اَوْ سَأَلَ رَجُلًا وَعِمْرَانُ يَسْمَعُ فَقَالَ يَا اَبَا فُلَانٍ اَمَا صُمْتَ مِنْ سَرَرِ شَعْبَانَ قَالَ لَا قَالَ فَاِذَا اَفْطَرْتَ فَصُمْ يَوْمَيْنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۹۳۸) روایت ہے، حضرت عمران ابن حصین سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا یا کسی اور سے پوچھا اور عمران سن رہے تھے تو حضور نے فرمایا اے ابو فلان کیا تم نے آخر ماہ شعبان کے روزے نہ رکھے ۱۔ وہ بولے نہیں فرمایا جب یہ روزے رکھ چکو تو دو دن روزے رکھ لینا ۲۔ (مسلم بخاری)

(۱۹۳۸) ۱۔ سرر و اسرار مہینہ کے اول دنوں کو بھی کہتے ہیں، درمیانی کو بھی اور آخر کو بھی، مگر زیادہ آخری رات کو کہا جاتا ہے، کیونکہ اس میں چاند بالکل چھپا ہوتا ہے بعض لوگوں نے یہاں اول یا درمیانی مہینہ مراد لیا ہے، کیونکہ شعبان کی آخری تاریخ میں روزہ منع ہے جیسا کہ گذر چکا مگر لمعات، اشعۃ اللمعات و مرقات وغیرہ نے فرمایا کہ یہاں آخری کے معنے ہی میں ہے یہ صاحب ہر مہینہ کے آخر روزہ رکھنے کے عادی تھے یا اسکی منت مان چکے تھے، مگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی ممانعت سن کر انہوں نے شعبان کے آخر میں روزہ نہ رکھا، تب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ۲۔ یعنی ہماری ممانعت ان لوگوں کے لئے ہے جو صرف شعبان کے آخر میں روزے رکھیں، تم چونکہ ہر ماہ کے آخر میں دو روزوں کے عادی ہو یا نذر مان چکے ہو، اسلئے تم بعد عید اسکے عوض دو روزے رکھ لینا (لمعات و مرقات) اس شرح سے حدیث بالکل واضح ہو گئی اور اس پر کوئی اعتراض نہ رہا

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ وَاَفْضَلُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ صَلٰوةُ اللَّيْلِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

(۱۹۳۹) روایت ہے، حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ رمضان کے بعد افضل روزے اللہ کے مہینہ محرم کے ہیں ۱۔ اور فرض کے بعد افضل نماز رات کی نماز ہے ۲۔ (مسلم)

(۱۹۳۹) ۱۔ ظاہر یہ ہے کہ محرم سے مراد عاشورہ کا دن ہے نہ کہ سارا ماہ محرم، ورنہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم شعبان کے روزے زیادہ نہ رکھا کرتے، چونکہ عاشورہ کا دن محرم میں واقع، اور عاشورہ میں بڑے اہم واقعات ہو چکے ہیں، آدم علیہ السلام کی توبہ کی قبولیت نوح علیہ السلام کی کشتی کا جودی پہاڑ پر ٹھہرنا، یعقوب علیہ السلام کا اپنے فرزند یوسف علیہ السلام سے ملنا فرعون کا غرق اور موسیٰ علیہ السلام کی نجات ایوب علیہ السلام کی شفا، یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے باہر آنا وغیرہ عاشورہ ہی کے دن ہوئے، بعد

marfat.com

میں شہادت امام حسین اور قیامت کا آنا اسی دن میں ہونے والا تھا' اسلئے سارے محرم کو اللہ کا مہینہ فرمایا گیا یعنی اللہ کے محبوبوں کا مہینہ کہ جو اللہ کے بندوں کا ہو جائے وہ اللہ کا ہو جاتا ہے اور جس دن یا جس مہینہ میں کوئی اہم کام ہوا ہو' اس میں عبادتیں کرنا بہتر ہے' لہٰذا ربیع الثانی کی گیارہویں' ربیع الاول کی بارھویں رجب کی ستائیسویں افضل تاریخیں ہیں اور ان میں عبادات' روزہ' نوافل' میلاد شریف وغیرہ کرنا بہت بہتر ہے یہ حدیث بہت سے صوفیانہ و عالمانہ مسائل کا ماخذ ہے' صوفیائے کرام بہت سے اعمال کی زکوٰۃ عاشورہ کے دن ادا کرتے ہیں' اسکی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھئے ۲۔ فرض سے مراد نماز پنج گانہ ہے مع سنن موکدہ اور وتر کے' اور رات کی نماز سے مراد تہجد ہے یعنی فرائض' وتر اور سنن موکدہ کے بعد درجہ نماز تہجد کا ہے' کیوں نہ ہو کہ اس نماز میں مشقت بھی زیادہ ہے اور خصوصی حضور بھی غالب' یہ نماز حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی' رب تعالٰی فرمایا ہے ومن الیل فتھجد بہ نافلۃ لک رب تعالٰی نے تہجد پڑھنے والوں کے بڑے فضائل بیان فرمائے تتجا فی جنوبھم عن المضاجع اور فرماتا ہے والذین یبیتون لربھم سجدا وقیاما وغیرہ فقیر کی وصیت ہے کہ ہر مسلمان ہمیشہ تہجد پڑھے' اور اس نماز کا ثواب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ کر دیا کرے بلکہ انہی کی طرف سے ادا کیا کرے' انشاءاللہ وہاں سے بہت کچھ ملے گا

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَارَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرّٰى صِيَامَ يَوْمٍ فَضَّلَهٗ عَلٰى غَيْرِهٖ إِلَّا هٰذَا الْيَوْمَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَهٰذَا الشَّهْرَ يَعْنِيْ شَهْرَ رَمَضَانَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۹۴۰) روایت ہے' حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا کہ آپ کسی دن کے روزوں کو دوسرے دنوں پر بزرگی دے کر تلاش کرتے ہوں ۱؎ سوائے اسی دن یعنی عاشوراء کے دن اور اس مہینے یعنی ماہ رمضان کے ۲؎ (مسلم بخاری)

(۱۹۴۰) ۱؎ یعنی اسکو بہت بہتر بھی سمجھتے ہوں اور مبالغہ سے اس کی جستجو بھی کرتے ہوں اور سال بھر تک اس کا انتظار فرماتے ہوں یعنی آپ کا انتظار اور تلاش کرنا اتفاقانہ تھا بلکہ ان کو سب سے افضل بیان کرنا تھا۔ ۲؎ یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم تمام دنوں میں عاشورے کے دن کو بہت افضل جانتے تھے اور مہینوں میں رمضان کے مہینہ کو عاشورے کی افضلیت کے وجوہ ابھی عرض کئے گئے' ماہ رمضان نزول قرآن کا مہینہ ہے اسمیں شب قدر ہزار مہینوں سے افضل ہے اس کا آخری عشرہ اعتکاف کا زمانہ ہے' اس مہینہ میں جبریل امین نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن کریم کا دور فرمایا کرتے تھے' نیز اس مہینہ میں دوزخ بند رہتی ہے' جنت کے دروازے کھلے رہتے ہیں' شیطان قید ہو جاتے ہیں اسلئے یہ مہینہ دوسرے مہینوں سے افضل ہے خیال رہے کہ قریش عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے اور ہجرت سے پہلے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی عمل تھا ہجرت کے بعد اسلام میں اس دن کا روزہ فرض ہوا' پھر رمضان کی فرضیت سے اس روزے کی فرضیت تو منسوخ ہو گئی' مگر سنیت اور استحباب اب بھی باقی ہے' یہاں مرقات نے فرمایا کہ صوم عاشورہ کا افضل اور یوم عرفہ کا افضل یعنی نویں ذی الحجہ کہ وہ حج کا دن ہے لہٰذا یہ حدیث عرفہ کی افضلیت کی حدیث کے خلاف نہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ حِيْنَ صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

(۱۹۴۱) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلے

marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَاَمَرَ بِصِيَامِهٖ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ يَوْمٌ يُعَظِّمُهُ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَئِنْ بَقِيْتُ اِلٰى قَابِلٍ لَاَصُوْمَنَّ التَّاسِعَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کے دن کا روزہ رکھا اور اس کے روزے کا حکم دیا۱۔ تو صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ یہ وہ دن ہے جس کی یہود و عیسائی تعظیم کرتے ہیں ۲۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ہم سال آئندہ زندہ رہے تو نویں محرم کا بھی روزہ رکھیں گے ۳۔ (مسلم)

(۱۹۴۱) ۱۔ پہلے وجوبی حکم دیا اور فرضیت رمضان کے بعد استحبابی' واقعہ یہ ہوا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے بعد ہجرت یہود مدینہ کو روزہ رکھتے پایا' ان سے اس کی وجہ پوچھی' وہ بولے کہ اس دن اللہ تعالٰی نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات دی کہ اسے غرق کیا' سرکار نے فرمایا نحن احق بموسیٰ منکم بمقابلہ تمہارے موسیٰ علیہ السلام کا ہم پر زیادہ حق ہے یہ فرما کر عاشورہ کا روزہ مسلمانوں پر فرض کردیا' پھر روزہ رمضان سے اس کی فرضیت تو منسوخ ہوگئی' مگر حضور استحباباً خود بھی یہ روزہ رکھتے رہے اور صحابہ کو بھی حکم دیتے رہے' تب وہ واقعہ پیش آیا جو یہاں مذکور ہے ۲۔ لہذا اگر ہم بھی عاشورے کی تعظیم کریں گے تو اہل کتاب سے مشابہت ہوجائے گی' اور کفار سے مشابہت اسلام میں حرام ہے یہ عرض معروض ۱۰ھ میں ہوئی (مرقات) ۳۔ یعنی یہود و نصاریٰ کی مشابہت سے اس طرح بچ جائیں گے کہ وہ صرف عاشورے کا ایک روزہ رکھتے ہیں اور ہم نویں محرم کا بھی روزہ رکھ کر دو کرلیا کریں گے' یعنی مشابہت کے خوف سے نیکی بند نہ کریں گے بلکہ اس میں زیادتی کرکے فرق کردیا کریں گے' مگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اگلے سال تک تشریف فرما نہ رہے' بلکہ اسی سال ربیع الاول میں وفات پاگئے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ اب سنت یہی ہے کہ عاشورے کے دو روزے رکھے' سنت قولی تو صراحۃً ہے اور سنت فعلی ارادۃً اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ بزرگوں کی یادگاریں قائم کرنا شرک یا حرام نہیں بلکہ رکن اسلام ہے' نماز پنج گانہ کی رکعتیں بقرعید کی نماز و قربانی اور حج کے سارے ارکان یادگار انبیاء ہی ہیں (علیہم السلام) دیکھو ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول لہذا عرس' میلاد شریف' گیارہویں پاک سب افضل چیزیں ہیں' دوسرے یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم باذن الٰہی احکام کے مالک و مختار ہیں' عاشورے کے روزے کی کوئی آیت موجود نہیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے جب چاہا فرض ہوگیا' اور جب چاہا مستحب ہوگیا تیسرے یہ کہ حدیث قرآن سے منسوخ ہوسکتی ہے' دیکھو عاشورے کا روزہ حدیث سے ثابت تھا اور اس کا نسخ رمضان سے ہوا جو قرآن سے ثابت ہے چوتھے یہ کہ کفار سے ہر تشبہ برا نہیں بلکہ بری باتوں میں یا ان چیزوں میں تشبہ حرام ہے' جسے اسلام نے ان کا قومی یا مذہبی نشان قرار دیا ہو تشبہ اور اشتراک میں بڑا فرق ہے' دیکھو ۱۰ھ تک حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے عاشورے کا ایک ہی روزہ رکھا اور صحابی کے عرض کرنے پر بھی اس روزے کو حرام نہ کہا پانچویں یہ کہ تھوڑے فرق سے تشبہ اٹھ جاتا ہے' تشبہ کے بہانے سے عبادات بند نہ کرو' اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں' جو میلاد شریف کو کنہیا جنم سے اور نیاز فاتحہ کو کناگتوں سے تشبیہ دیکر حرام کہتے ہیں' اللہ سچی سمجھ عطا فرمائے چھٹے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات کا علم تھا کہ اس سال ہوجائے گی' اسی لئے صرف اس موقعہ پر اگر فرمایا یہ اگر اپنے شک کے لئے نہیں بلکہ اوروں کو شک میں رکھنے کے لئے جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے ان یعلم اللّٰہ فی قلوبہم خیرا

وَعَنْ اُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ اَنَّ نَاسًا تَمَا

(۱۹۴۲) روایت ہے حضرت ام الفضل بنت حارث سے ۱۔ کہ

marfat.com

وَرَوَاعِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِيْ صِيَامِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ هُوَ صَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْسَ بِصَائِمٍ فَاَرْسَلَتْ اِلَيْهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلٰى بَعِيْرِهٖ بِعَرَفَةَ فَشَرِبَهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

کچھ لوگوں نے ان کے پاس عرفہ کے دن حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے روزے کے متعلق گفتگو کی بعض نے کہا کہ حضور روزہ دار ہیں اور بعض نے کہا کہ حضور روزہ دار نہیں ا۔ تو ام الفضل نے ایک پیالہ دودھ حضور انور کی خدمت میں بھیجا جبکہ آپ عرفات میں اپنے اونٹ پر قیام فرماتے تو آپ نے پی لیا ۲۔ (مسلم بخاری)

(۱۹۴۲) ا۔ آپ کا نام لبابہ ہے، حضرت عباس کی بیوی عبداللہ ابن عباس و فضل ابن عباس کی والدہ ہیں، ام المومنین حضرت میمونہ کی بہن ہیں آپ کے حالات پہلے بیان ہو چکے ۲۔ یہ واقعہ حجۃ الوداع میں عرفہ کے دن ہوا جب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم عرفات میں قیام فرماتے خیال رہے کہ یہاں صیام مصدر ہے جمع نہیں، جیسے قیام کبھی مصدر ہے کبھی جمع صیام صوم کو جمع بھی آئی ہے اور صائم کی بھی اور مصدر بھی ۳۔ سبحان اللہ ام الفضل کی فراست پر قربان جاؤں کہ آپ نے نہایت آسانی سے ان کا جھگڑا ختم کردیا اور دودھ بھیجا، کیونکہ وہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو زیادہ مرغوب تھا، فقہاء فرماتے ہیں کہ عرفہ کا روزہ غیر حاجی کے لئے سنت ہے حاجی کے لئے سنت نہیں، بلکہ ایسے کمزور کو جو روزہ رکھ کر ارکان حج ادا نہ کر سکے مکروہ ہے اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا اونٹ پر دودھ پینا اسی کے اظہار کے لئے تھا

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَائِمًا فِي الْعَشْرِ قَطُّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

(۱۹۴۳) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بقرعید کے عشرہ میں کبھی روزہ رکھتے نہ دیکھا ا۔ (مسلم)

(۱۹۴۳) ا۔ اس میں ام المؤمنین اپنے علم کی نفی کر رہی ہیں نہ کہ اصل روزے کی، لہذا یہ حدیث نسائی کی اس روایت کے خلاف نہیں کہ آپ نو یں بقرعید کو روزہ رکھتے تھے، نیز سرکار نے فرمایا کہ بقرعید کے پہلے عشرے کا ہر روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے اور اس میں ہر رات کا قیام شب قدر کے قیام کے برابر ہے، امام غزالی فرماتے ہیں کہ بعد رمضان بقرعید کے پہلے عشرے کی عزت ہے خیال رہے کہ اگر نفی اور ثبوت کی احادیث میں تعارض ہو تو ثبوت والی احادیث کو ترجیح ہوتی ہے (مرقات)

وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَيْفَ تَصُوْمُ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَوْلِهٖ فَلَمَّا رَاٰى عُمَرُ غَضَبَهٗ قَالَ رَضِيْنَا بِاللهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا نَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ غَضَبِ اللهِ وَغَضَبِ رَسُوْلِهٖ فَجَعَلَ عُمَرُ يُرَدِّدُ هٰذَا الْكَلَامَ حَتّٰى سَكَنَ غَضَبُهٗ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللهِ كَيْفَ مَنْ يَّصُوْمُ الدَّهْرَ كُلَّهٗ قَالَ لَا صَامَ وَلَا اَفْطَرَ اَوْ قَالَ لَمْ يَصُمْ

(۱۹۴۴) روایت ہے حضرت ابو قتادہ سے کہ ایک شخص نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا آپ روزے کیسے رکھتے ہیں تو اس کی بات سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے ا۔ جب حضرت عمر نے آپ کی ناراضی دیکھی تو عرض کیا ہم اللہ کی ربوبیت اسلام کے دین ہونے اور محمد مصطفےٰ کے نبی ہونے سے راضی ہیں ہم اللہ و رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں ۲۔ حضرت عمر یہ بار بار کہتے رہے حتی کہ حضور کی ناراضی جاتی رہی ۳۔ پھر حضرت عمر نے عرض کیا یارسول اللہ جو ساری عمر

marfat.com

وَلَمْ يُفْطِرْ قَالَ كَيْفَ مَنْ يَصُوْمُ يَوْمَيْنِ وَيُفْطِرُ يَوْمًا قَالَ وَيُطِيْقُ ذٰلِكَ اَحَدٌ قَالَ كَيْفَ مَنْ يَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا قَالَ ذٰلِكَ صَوْمُ دَاوٗدَ قَالَ كَيْفَ مَنْ يَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمَيْنِ قَالَ وَدِدْتُ اَنِّيْ طُوِّقْتُ ذٰلِكَ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثٌ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَمَضَانُ اِلٰى رَمَضَانَ فَهٰذَا صِيَامُ الدَّهْرِ كُلِّهٖ صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ اَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِيْ قَبْلَهٗ وَالسَّنَةَ الَّتِيْ بَعْدَهٗ وَصِيَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ اَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِيْ قَبْلَهٗ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

روزے رکھے وہ کیسا فرمایا نہ اس نے روزے رکھے نہ افطار کیا یا فرمایا نہ روزہ رکھ سکا اور نہ افطار کر سکا ۴؎ عرض کیا جو دو دن روزے رکھے اور ایک دن افطار کرے وہ کیسا فرمایا کیا کوئی اس کی طاقت رکھتا ہے ۵؎ عرض کیا جو ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کرے وہ کیسا فرمایا یہ داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں ۶؎ عرض کیا جو ایک دن روزہ رکھے اور دو دن افطار کرے وہ کیسا فرمایا میری تمنا ہے کہ مجھے یہ طاقت ملتی ۷؎ پھر فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر ماہ میں تین دن کے روزے اور رمضان سے رمضان تک کے روزے ساری عمر کے روزے ہیں ۸؎ عرفہ کے دن کا روزہ مجھے اللہ کے کرم پر امید ہے کہ ایک سال اگلے اور ایک سال پچھلے کا کفارہ ہو جائے ۹؎ اور عاشورہ کے دن روزہ مجھے اللہ کے کرم پر امید ہے کہ پچھلے سال کا کفارہ بنادے (مسلم)

(۱۹۴۴) ۱؎ چند وجہ سے یہ ناراضی ہوئی' ایک یہ کہ سوال میں بے ادبی کا شائبہ ہے سائل کو چاہیے کہ اپنے متعلق سوال کرے نہ کہ مفتی کے بارے میں' انہیں پوچھنا چاہیے تھا کہ میں کس طرح روزے رکھا کروں' دوسرے یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات مختلف تھے' آپ کبھی زیادہ روزے رکھتے تھے کبھی کم' تو جواب دشوار تھا' تیسرے یہ کہ بہت سے نیک اعمال حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم وسلم کم کرتے تھے تاکہ امت پر دشواری نہ ہو ان پر آسانی رہے چوتھے یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم تبلیغ اسلام حقوق ازواج اور سلطنت کے انتظام' مہمانوں کی تواضع میں زیادہ مشغول رہتے تھے' جس کی وجہ سے روزے کبھی کم رکھتے تھے' پانچویں یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو تھوڑے اعمال پر وہ ثواب ملتا تھا جو دوسروں کو زیادہ اعمال پر بھی نہیں ملتا' ممکن تھا کہ وہ سائل حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے روزے سن کر انہیں کم سمجھتا' جیسے بعض لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ سے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی عبادات سن کر انہیں کم جانا (مرقات واشعہ ولمعات) ۲؎ یعنی میں سارے مسلمانوں کی طرف سے عرض کرتا ہوں کہ ہم سے جو بے ادبیاں سرزد ہو جاتی ہیں ان کی وجہ یہ نہیں کہ ہمیں آپ کے مراتب کا انکار ہے بلکہ محض درباری آداب کے ناواقفیت کی بنا پر ہے' اعلٰے حضرت نے کیا خوب فرمایا۔ شعر:۔

☆ سرکاری ہم گنواروں میں طرزِ ادب کہاں ☆ ہم کو تو بس تمیز یہی بھیک بھر کی ہے ☆

مرقات نے یہاں فرمایا کہ چونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی ناراضی پر رب تعالٰی بھی ناراض ہو جاتا ہے اس لئے جناب عمر نے اللہ کے غضب کا بھی ذکر کیا خیال رہے کہ اللہ رسول کے غضب سے سوائے رب کی بارگاہ کے کہیں پناہ نہیں مل سکتی۔ ۳؎ معلوم ہوا کہ عاجزی اور خوشامد بڑی اکسیر ہے۔ شعر:۔

marfat.com

☆ عجز کار انبیاء و اولیاء ست ☆ عاجزی محبوب درگاہ خداست ☆

۴۔ ایسا شخص ہمیشہ دن میں کھانے سے محروم رہا اور روزوں کا ثواب بھی نہ پا سکا' کیونکہ سال میں پانچ دن روزے منع تھے' وہ ان دنوں میں بھی روزے رکھ گیا' گنہگار ہوا' یا یہ حکم اس کے متعلق ہے جو ہمیشہ کے روزوں پر قادر نہ ہو' بہت مشقت اٹھا کر اور نفس کو ہلاکت میں ڈال کر روزے رکھے' اور ان روزوں کی وجہ سے حق والوں کے حقوق ادا نہ کر سکے۔ لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضرت ابو طلحہ انصاری اور حمزہ ابن عمرو اسلمی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں ان پانچ دنوں کے سواء ہمیشہ روزے رکھتے تھے' اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں مطلع ہونے پر منع نہ کیا' نیز بیہقی شریف میں ہے کہ جو ہمیشہ روزے رکھے' اس پر دوزخ ایسی تنگ ہو جائے گی' جیسے نوے کا کہ کلمے کی انگلی کا کنارہ انگوٹھے کی جڑ میں لگا دیا جائے' صوفیاء فرماتے ہیں کہ یہ تنبیہہ ان لوگوں کے لئے ہے جو ہمیشہ روزے رکھنے کی وجہ سے ایسے عادی ہو جائیں کہ انہیں روزے میں تکلیف ہو (لمعات و مرقات) لہٰذا امام اعظم ابو حنیفہ کا چالیس سال مسلسل روزے رکھنا اس عتاب کی زد میں نہیں آتا ۵۔ یعنی عام لوگوں پر بھی دشوار ہے اس سے بھی لوگوں کے سارے کاروبار بند ہو جائیں گے' اس جواب سے معلوم ہو رہا ہے کہ ممانعت کی وجہ لوگوں کی کمزوری ہے اگر کسی میں ہمیشہ روزے رکھنے کی طاقت ہو جس سے اس کا کوئی کام بند نہ ہو تو اس کے لئے وہی افضل ہے ۶۔ یعنی آپ ہمیشہ یوں ہی روزے رکھتے تو یہ بہتر طریقہ ہے یا یہ مطلب ہے کہ عوام پر یہ بھی مشکل ہے یہ تو داؤد علیہ السلام ہی تھے جو اس طرح روزے رکھ گئے دوسرے معنے زیادہ ظاہر ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہو رہا ہے' اور دوسری حدیثیں پہلے معنے کی تائید کرتی ہیں' حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین روزے داؤد علیہ السلام کے ہیں' علماء فرماتے ہیں کہ عمل اتنا کرو جو تمہیں علم سے نہ روکے' اور علم میں اتنے مشغول نہ ہو جو تمہیں اعمال سے روکے' درمیانی چال اچھی ہے ۷۔ یعنی مجھ پر امت کا بوجھ ازواج کے حقوق' مملکت کے انتظامات نہ ہوتے تو میں اسی طرح روزے رکھا کرتا' اگر میں ایسے روزے رکھنے لگوں' تو کمزور مسلمان بھی اس سنت پر عمل کرنے لگیں' جس سے ان کے کاروبار بند ہو جائیں گے' یہاں طاقت رکھنے سے مراد موقعہ پانا ہے لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم روزہ وصال رکھا کرتے تھے کہ وہ ہمیشہ نہ رکھتے تھے کبھی کبھی پھر بھی صحابہ کو اس سے منع فرما دیا۔ لہٰذا اس عبارت سے کوئی دھوکہ نہ کھائے اور یہ نہ سمجھے کہ نعوذ باللہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کمزور تھے' اور آپ میں ان روزوں کی بھی طاقت نہ تھی' حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے غلامان حضرت باید. سطامی نے ایک بار تین سال تک پانی نہ پیا' اعلٰے حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ نے ایک بار انتیس دن کچھ نہ کھایا اور کسی کام میں فرق نہ آیا' یہ واقعہ مجھے میرے مرشد برحق صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب نے فرمایا۔ ہر مہینہ کی تیرھویں' چودھویں' پندرھویں' تاریخ کے روزے رکھ لئے جائیں' اور پورے ماہ رمضان کے روزے رکھے جائیں تو اس سے ساری عمر کے روزوں کا ثواب مل جاتا ہے' رب تعالٰی فرماتا ہے من جاء بالحسنة فله عشر امثالها جب ایک کا دس ملتا ہے تو انشاء اللہ تین روزوں میں تیس کا ثواب ملے گا اس حساب سے ساری عمر کے روزے ہو جائیں گے' یہ سب رحمتیں اس رحمت والے محبوب کے صدقہ سے ہیں صلے اللہ علیہ وسلم ۸۔ پہلے عرض کیا جا چکا کہ یہ صیام مصدر ہے نہ کہ صوم یا صائم کی جمع یعنی ذی الحجہ کی نو تاریخ کا روزہ اگلے پچھلے دو سال کے صغیرہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور اگر گناہ صغیرہ نہ ہوں' تو درجے بلند کر دیتا ہے گناہ کبیرہ بغیر توبہ اور بندوں کے حق بغیر ادا کئے معاف نہیں ہوتے بعض علماء فرماتے ہیں کہ آئندہ ایک سال کے گناہ مٹانے کے معنے یہ ہیں کہ اسے گناہ سے بچنے کی توفیق مل جاتی ہے

marfat.com

خیال رہے کہ یہ حدیث غیر حاجیوں کے لئے ہے' حاجی کے لئے عرفات میں اس دن روزہ نہ رکھنا بہتر ہے ۹۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عاشورے کا دن عرفے کے دن سے بعض اعتبار سے افضل ہے' لہٰذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں جس میں عاشورے کے دن کی افضلیت بیان کی گئی۔

وَعَنْهُ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ الْاِثْنَيْنِ فَقَالَ فِيْهِ وُلِدْتُ وَفِيْهِ اُنْزِلَ عَلَيَّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

(۱۹۴۵) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پیر کے روزے کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا ۱۔ اس دن میں ہم پیدا ہوئے اور اسی دن ہم پر قرآن اتارا گیا ۲۔ (مسلم)

(۱۹۴۵) ۱۔ یا تو پوچھا گیا کہ اس دن میں روزہ رکھنا کیسا ہے اور اس کا کیا ثواب ہے' یا یہ کہ یا رسول اللہ آپ ہر پیر کو روزہ کیوں رکھتے ہیں اس میں کیا خصوصیت ہے (مرقات ولمعات) ۲۔ یعنی پیر کے دن دنیا کو دو نعمتیں ملیں' ایک میری تشریف آوری اور دوسرے نزول قرآن کی ابتداء کہ غار حرا میں پہلی وحی اقرا باسم الایہ پیر کے دن ہی آئی' لہٰذا اس دن روزہ رکھنا بہت ہی بہتر ہے اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے' ایک یہ کہ وقت اور جگہ اشرف واقعات کی وجہ سے اشرف ہو جاتے ہیں (مرقات) دوسرے یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات کریمہ اللہ تعالٰی کی بڑی ہی نعمت ہے' کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے نعمتوں میں شمار کیا رب تعالٰی نے صرف اس نعمت پر من فرما کر احسان جتایا کہ فرمایا لقد من اللّٰه علی المومنین آلایہ' تیسرے یہ کہ اہم واقعات کی یادگاریں منانا سنت سے ثابت ہے' چوتھے یہ کہ یادگار میں کھیل کود نہ ہونا چاہیے بلکہ عبادتیں ہوں اس لئے میلاد شریف عید معراج' عرس وغیرہ کا ثبوت ہوتا ہے پانچویں یہ کہ امام مالک کے ہاں پیر کا دن جمعہ سے بھی افضل ہے' ان کی دلیل یہ حدیث بھی ہے۔

وَعَنْ مُعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةِ اَنَّهَا سَاَلَتْ عَائِشَةَ اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ قَالَتْ نَعَمْ فَقُلْتُ لَهَا مِنْ اَيِّ اَيَّامِ الشَّهْرِ كَانَ يَصُوْمُ قَالَتْ لَمْ يَكُنْ يُبَالِيْ مِنْ اَيِّ اَيَّامِ الشَّهْرِ يَصُوْمُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

(۱۹۴۶) روایت ہے حضرت معاذہ عدویہ سے کہ انہوں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہر مہینہ میں تین دن روزے رکھتے تھے فرمایا ہاں میں نے عرض کیا کہ مہینہ کے کون سے حصہ میں روزے رکھتے تھے فرمایا اس کی پرواہ نہ کرتے تھے کہ کس حصہ میں روزہ رکھیں ۱۔ (مسلم)

(۱۹۴۶) ۱۔ چونکہ حضرت عائشہ صدیقہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا ہر حال نگاہ میں رکھتی تھیں' اس لئے سرکار کے حالات زیادہ تر ام المؤمنین ہی سے پوچھے جاتے تھے' خیال رہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم مہینہ میں مختلف روزے رکھتے تھے' کبھی زیادہ کبھی کم' مگر تین دن سے کم کبھی نہ رکھتے تھے' اکثر تیرہویں' چودھویں' پندرھویں کے روزے رکھتے تھے' کبھی ان کے علاوہ اور تاریخوں میں بھی' لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ان تین تاریخوں میں روزے رکھتے تھے' کیونکہ وہاں اکثری حالت کا ذکر ہے' اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ ان تین روزوں کی تاریخوں میں دس قول ہیں۔

وَعَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّهُ حَدَّثَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ

(۱۹۴۷) روایت ہے حضرت ابو ایوب انصاری سے انہوں نے خبر دی ۱۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو رمضان کے

marfat.com

صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

روزے رکھے پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے ۲ تو ساری عمر کے روزوں کی طرح ہو گا ۳۔ (مسلم) ۴

(۱۹۴۷) ۱۔ اپنے سے نیچے راوی کو یعنی اپنے شاگرد ابن عمرو ابن ثابت کو، انہوں نے یہ حدیث بیان کی جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ ۲۔ مسلسل یا متفرق مگر متفرق افضل، اس طرح کہ عید کے سویرے ایک روزہ رکھ لے، باقی پانچ روزے پورے مہینے میں کچھ فاصلہ کرتے ہوئے رکھ لے۔ ۳۔ کیونکہ سال میں دن تقریباً تین سو ساٹھ ہوتے ہیں، اور ہر نیکی کا ثواب دس گنا، تو رمضان کے تیس روزے تین سو بن گئے، اور یہ چھ روزے ساٹھ ہو گئے خیال رہے کہ یہ حدیث اس روایت کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ ہر مہینہ میں تین روزے عمر بھر کے روزے ہیں، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ان روزوں کا بھی یہی ثواب ہو اور ان کا بھی یہی، ثواب ایک لیکن اس کے حاصل کرنے کے ذریعے بہت ۴۔ مرقات نے فرمایا کہ یہ حدیث قریباً تیس صحابہ سے مروی ہے، ترمذی نے اسے حسن فرمایا، باقی انتیس اسنادیں اس کی نہایت صحیح ہیں، چنانچہ اسے طبرانی، بزاز، ابن ماجہ، نسائی ابن خزیمہ ابن حبان، احمد، بیہقی وغیرہ کتب نے ابو ہریرہ، جابر، ثوبان، براء ابن عازب، ابن عباس، سعد ابن سعید، ابو ایوب انصاری اور حضرت عائشہ صدیقہ سے، روایتیں کیں، اس حدیث کو ضعیف کہنا سخت غلطی ہے۔

وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۹۴۸) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عید و قربانی کے دنوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ۱۔ (مسلم بخاری)

(۱۹۴۸) ۱۔ نحر کے دن سے تشریق کے سارے دن مراد ہیں، چونکہ ان میں سے اکثر میں قربانی ہوتی ہے اس لئے تغلیباً ان سب کو نحر کا دن فرمادیا، دسویں ذی الحجہ صرف قربانی کا دن ہے، گیارھویں، بارھویں قربانی کا دن بھی ہے اور تشریق کا بھی، اور تیرھویں صرف تشریق کا دن ہے خلاصہ یہ ہے کہ سال میں پانچ دن روزہ رکھنا حرام ہے یکم شوال اور دسویں گیارھویں بارھویں تیرھویں ذی الحجہ۔ مسئلہ:۔ جو شخص ان دنوں میں روزے کی نذر مان لے، تو دوسرے اماموں کے ہاں وہ نذر ہی درست نہیں، اور امام اعظم کے ہاں نذر صحیح ہے مگر اس کی قضاء واجب۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَوْمَ فِىْ يَوْمَيْنِ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۹۴۹) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ دو دن روزہ جائز نہیں عید و بقر عید ۱۔ (مسلم بخاری)

(۱۹۴۹) ۱۔ دو دن سے مراد دو قسم کے دن ہیں اور بقر عید سے مراد دسویں ذی الحجہ سے مع تین دن بعد والے جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے غرضیکہ یہ حدیث مجمل ہے جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

وَعَنْ نُبَيْشَةَ الْهُذَلِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَّامُ التَّشْرِيْقِ اَيَّامُ اَكْلٍ وَّشُرْبٍ وَّذِكْرِ اللّٰهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

(۱۹۵۰) روایت ہے حضرت نبیشہ ہذلی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تشریق کا زمانہ کھانے اور پینے اور اللہ کے ذکر کا زمانہ ہے ۱۔ (مسلم) ۲

marfat.com

(۱۹۵۰) ا۔ بقر عید کے تین دن بعد تک یعنی ۱۳ تاریخ تک اہل عرب قربانی کے گوشت سکھاتے تھے اس لئے ان دنوں کو تشریق یعنی سکھانے اور دھوپ دکھانے کا زمانہ کہا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ یہ چار دن بندوں کی مہمانی کے ہیں جن میں رب تعالیٰ میزبان بندے مہمان اس لئے ان دنوں میں روزہ رکھنا گویا رب تعالیٰ کی دعوت سے انکار اس زمانہ میں خوب کھاؤ خوب پیؤ اور خوب اللہ کا ذکر کرو' یہ حدیث گزشتہ حدیث کی تفصیل ہے جس نے بتایا کہ وہاں بقر عید سے مراد یہ چاروں دن تھے ۲۔ احمد' طبرانی' دار قطنی' ابن ابی شیبہ وغیرہم نے مختلف الفاظ سے روایتیں کیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم منٰے کے زمانہ میں اعلان کراتے تھے' صحابہ منٰے کے بازار میں شور کرتے پھرتے تھے کہ خبردار ایام تشریق میں روزے نہ رکھنا یہ دن کھانے پینے اور اللہ کے ذکر کے ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَصُوْمُ اَحَدُکُمْ یَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّا اَنْ یَّصُوْمَ قَبْلَهٗ اَوْ یَصُوْمَ بَعْدَهٗ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

(۱۹۵۱) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی جمعہ کے دن روزہ نہ رکھے ا۔ مگر یہ کہ اس کے آگے پیچھے بھی روزہ رکھے ۲۔ (مسلم بخاری)

(۱۹۵۱) ا۔ یعنی نفلی روزہ صرف جمعہ کا نہ رکھے یا جمعرات جمعہ یا جمعہ ہفتہ دو دن روزے رکھے' اس کی تحقیق آگے آرہی ہے ۲۔ فتح القدیر میں ہے کہ امام ابو حنیفہ و امام محمد کے ہاں صرف جمعہ کا روزہ جائز ہے یہ ممانعت تنزیہی ہے' وہ بھی بعض صورتوں میں جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے نفلی روزہ صرف جمعہ کا نہ رکھنا بہتر اس کی وجہ اللہ رسول ہی جانتے ہیں' ہوسکتا ہے کہ چونکہ یہ دن غسل کرنے' کپڑے بدلنے' خطبہ سننے نماز جمعہ پڑھنے وغیرہ عبادات کا ہے ممکن ہے روزے کی وجہ سے بندہ یہ کام بخوبی انجام نہ دے سکے' جیسے حاجی کے لئے عرفے کے دن روزہ رکھنا بہتر نہیں کہ وہ اس دن روزہ رکھ کر آج کے کام اچھی طرح نہ کرسکے گا' شارحین نے اور بہت سی وجہیں بیان کی ہیں' لیکن یہ وجہ زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے' بعض نے فرمایا کہ یہود کے ہاں ہفتہ کا دن افضل ہے اور عیسائیوں کے ہاں اتوار بہتر' وہ لوگ ان دنوں میں روزے رکھتے ہیں اگر مسلمان اپنے افضل دن یعنی صرف جمعہ کا روزہ رکھیں تو ان سے مشابہت ہو جائے گی' واللہ اعلم۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَخْتَصُّوْا لَیْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِیَامٍ مِّنْ بَیْنِ اللَّیَالِیْ وَلَا تَخْتَصُّوْا یَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِیَامٍ مِّنْ بَیْنِ الْاَیَّامِ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ فِیْ صَوْمٍ یَّصُوْمُهٗ اَحَدُکُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

(۱۹۵۲) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جمعہ کی رات کو دیگر راتوں میں شب بیداری سے خاص نہ کرو ا۔ اور جمعہ کے دن کو دیگر دنوں میں روزے سے خاص نہ کرو ۲۔ مگر یہ کہ جمعہ اس تاریخ میں آجائے جس میں کوئی روزہ رکھتا ہو ۳۔ (مسلم)

(۱۹۵۲) ا۔ اس طرح کہ صرف اسی رات میں عبادت کو لازم کر لو یا سمجھ لو' دوسری راتوں میں بالکل ہی غافل رہو' بلکہ اور راتوں میں بھی عبادت کیا کرو' اس توجیہ پر حدیث بالکل صاف ہے یعنی جمعہ کی رات میں عبادت کرنا منع نہیں' بلکہ اور راتوں میں بالکل عبادت نہ کرنا مناسب نہیں کہ یہ غفلت کی دلیل ہے' چونکہ جمعہ کی رات ہی زیادہ عظمت والی ہے' اندیشہ تھا کہ لوگ اس کو نفلی عبادتوں سے خاص کرلیں گے اس لئے اسی رات کا نام لیا گیا ۲۔ کیونکہ جمعہ ہفتہ بھر کی عید ہے' صرف عید میں روزہ رکھنا کیسا' لمعات

marfat.com

میں امام مالک علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ کوئی فقیہ صرف جمعہ کے روزے کو منع نہیں کرتا' بلکہ بعض فقہاء ارلواۃ "جمعہ ہی کا روزہ رکھتے ہیں (اشعہ) خلاصہ یہ کہ تمام فقہاء کے ہاں یہ حدیث خلاف اولیٰ کے لئے ہے' کیونکہ آگے صراحتہ "حدیث میں آرہا ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم جمعہ کو بہت کم افطار کرتے' روزہ ہی رکھتے تھے ۳۔ مثلاً کوئی شخص ہر گیارھویں یا بارھویں تاریخ کو روزہ رکھنے کا عادی ہو' اور اتفاق سے اس دن جمعہ آجائے تو رکھ لے' اب خلاف اولیٰ بھی نہیں' بعض لوگ مخصوص تاریخوں میں خاص عبادتیں کرنے کو منع کرتے ہیں' اور کہتے ہیں کہ اپنی طرف سے عبادت یا دن مقرر کرنا حرام ہے اور ان دو حدیثوں کی آڑ پکڑتے ہیں' الحمد للہ اس جملے نے ان کے خیال کو باطل کردیا' صاف بتادیا کہ جمعہ کا روزہ مقرر کرنے کی وجہ سے حرام نہیں ہوا' بلکہ اس کی وجوہ کچھ اور ہیں جو پہلے عرض کی گئیں' ورنہ یہ تاریخوں کا مقرر کرنا کیوں درست ہوتا' اس کی پوری بحث اس جگہ مرقات میں ملاحظہ فرمائیے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ یَوْمًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بَعَّدَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ عَنِ النَّارِ سَبْعِیْنَ خَرِیْفًا مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

(۱۹۵۳) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اللہ کی راہ میں ایک دن روزہ رکھے تو اللہ اسے آگ سے ستر سال کی راہ دور رکھے گا ۱۔ (مسلم بخاری)

(۱۹۵۳) ۱۔ عربی میں خریف موسم خزاں کو کہتے ہیں چونکہ اہل عرب اپنے کاروبار میں اس موسم سے سال شروع کرتے ہیں' اس لئے اس سے پورا سال بھی مراد لے لیتے ہیں وہی یہاں مراد ہے اور حدیث بالکل اپنے ظاہر پر ہے' روزے سے نفلی روزہ مراد ہے' اسی لئے صاحب مشکوۃ یہ حدیث نفلی روزے کے باب میں لائے یعنی بندہ مسلم اگر ایک نفلی روزہ رکھے اور اللہ قبول کرے' تو دوزخ میں جانا تو کیا' وہ دوزخ سے قریب بھی نہ ہوگا اور وہاں کی ہوا بھی نہ پائے گا۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا عَبْدَ اللّٰہِ اَلَمْ اُخْبَرْ اَنَّکَ تَصُوْمُ النَّہَارَ وَتَقُوْمُ اللَّیْلَ فَقُلْتُ بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ صُمْ وَاَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ فَاِنَّ لِجَسَدِکَ عَلَیْکَ حَقًّا وَاِنَّ لِعَیْنِکَ عَلَیْکَ حَقًّا وَاِنَّ لِزَوْجِکَ عَلَیْکَ حَقًّا وَاِنَّ لِزَوْرِکَ عَلَیْکَ حَقًّا لَا صَامَ مَنْ صَامَ الدَّہْرَ صَوْمُ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ مِنْ کُلِّ شَہْرٍ صَوْمُ الدَّہْرِ کُلِّہٖ صُمْ کُلَّ شَہْرٍ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ وَاقْرَءِ الْقُرْاٰنَ فِیْ کُلِّ شَہْرٍ قُلْتُ اِنِّیْ اُطِیْقُ اَکْثَرَ مِنْ ذٰلِکَ قَالَ صُمْ اَفْضَلَ الصَّوْمِ صَوْمَ دَاوٗدَ

(۱۹۵۴) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے فرماتے ہیں فرمایا مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اے عبداللہ کیا مجھے یہ خبر نہ ملی کہ تم ہمیشہ دن میں روزہ رکھتے ہو اور رات کو قیام کرتے ہو ۱۔ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا ایسا نہ کرو روزہ بھی رکھو افطار بھی کرو قیام بھی کرو اور سوؤ بھی ۲۔ کیونکہ تم پر تمہارے جسم کا بھی حق ہے اور تم پر تمہاری آنکھوں کا بھی حق ہے ۳۔ اور تم پر تمہاری بیوی کا بھی حق ہے اور تم پر تمہارے ملاقاتی کا بھی حق ہے ۴۔ جس نے عمر بھر روزے رکھے اس نے روزے رکھے ہی نہیں ۵۔ ہر مہینہ تین روزے ساری عمر کے روزے ہیں ہر مہینہ میں تین روزے رکھو ۶۔ اور ہر مہینہ ایک قرآن ختم کرو ۷۔ میں نے عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ

marfat.com

صِيَامَ يَوْمٍ وَإِفْطَارَ يَوْمٍ وَاقْرَأْ فِي كُلِّ سَبْعِ لَيَالٍ مَرَّةً وَلَا تَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

کی طاقت رکھتا ہوں ۸۔ فرمایا تو تم بہترین روزے یعنی روزہ داؤد رکھو کہ ایک دن روزہ ایک دن افطار اور سات راتوں میں ایک قرآن ختم کرو اس سے زیادہ نہ کرو ۹۔ (مسلم بخاری)

(۱۹۵۴) ا۔ یہ سوال انکاری ہے یعنی مجھے خبر ملی ہے کہ تم سوائے پانچ ممنوعہ دنوں کے باقی سال بھر مسلسل نفلی روزے رکھتے رہتے ہو اور رات کو عبادات کہ نہ دن میں کبھی افطار کرتے ہو نہ رات میں سوتے ہو ۲۔ ورنہ تم اتنے کمزور ہو جاؤ گے کہ فرضی عبادتیں اور لوگوں کے شرعی حقوق ادا نہ کر سکو گے' اور نفل کی وجہ سے فرض چھوڑنا یا فرض چھوٹنے کے اسباب پر عمل کرنا نہ عقلا" مناسب ہے نہ شرعا" خیال رہے کہ اس صورت میں یہ ممانعت تحریمی ہے' جو چیز فرائض چھڑادے' وہ حرام ہے ۳۔ ہمیشہ روزہ رکھنے سے تمہارا جسم بہت کمزور ہو جائے گا اور بالکل نہ سونے سے نگاہ کمزور پڑ جانے کا خطرہ ہے ۴۔ اور ہمیشہ روزہ رکھنے اور شب بیداری کرنے سے تم کمانہ سکو گے اور بیوی کو منہ نہ لگاؤ گے' ملاقاتی لوگ اور مہمان چاہتے ہیں کہ تم ان کے ساتھ کھاؤ پیو' اور رات کو دو گھڑی ان سے بات چیت کرو' تم یہ بھی نہ کر سکو گے' ان جملوں سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ روزے رکھنے کی ممانعت ہم جیسے لوگوں کے لئے ہے' جو تمام حقوق چھوڑ بیٹھیں' جن کے لئے ہمیشہ کا روزہ اور رات بھر کا جاگنا ذکورہ حقوق سے آڑ نہ ہو' ان کے لئے اس میں حرج نہیں' مگر ایسے بہادر لوگ لاکھوں میں ایک آدھ ہیں' جیسے حضرت طلحہ وغیرہ صحابہ میں اور امام ابوحنیفہ تابعین میں' ۵۔ یعنی کامل روزے نہ رکھے جس سے پورا ثواب ملے ہماری پہلی شرح سے معلوم ہو چکا کہ یہاں من سے مراد وہ عام مسلمین ہیں جو دن میں عبادتوں میں مشغول ہو کر باقی حقوق ادا نہ کر سکیں ۶۔ کیونکہ ایک نیکی کا بدلہ دس گنا ہے' تو ہر مہینہ میں تین روزوں کا ثواب پورے مہینہ کے روزوں کا ہو گا' بہتر یہ ہے کہ یہ تین روزے چاند کی ۱۳' ۱۴' ۱۵ کو رکھے جائیں ۷۔ یہ جملہ قرآن کریم کے تیس پارے بنانے کی اصل ہے' زمانہ نبوی میں قرآن کریم کی تقسیم سورتوں اور منزلوں پر تھی' رکوع اور پاروں پر نہ تھی' پھر خلافت عثمانیہ میں اس میں رکوع قائم کیے گئے' کہ حضرت عثمان غنی تراویح کی رکعتوں میں جس قدر تلاوت کر کے رکوع فرماتے' اس کا نام رکوع رکھا گیا اور حاشیہ پر ع کا نشان لگایا گیا' تاکہ تراویح کا باقاعدہ رواج دینے والے جناب عمر اور اس رواج کو تمام دنیا میں پھیلانے والے حضرت عثمان کی طرف اشارہ ہو' تراویح روزانہ بیس رکعت ہوتی تھیں' اور ستائیسویں شب کو ختم قرآن' اس لئے قرآن کریم کے پانچ سو چالیس رکوع ہوئے' بہت عرصہ بعد قرآن کریم کے تیس پارے کیے گئے' تاکہ روزانہ تلاوت کرنے والوں کو آسانی رہے کہ وہ اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے ہر مہینہ ایک قرآن ختم کر لیا کریں ۸۔ لہٰذا مجھے زیادہ عبادت کی اجازت دیجئے' خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ممانعت سے ان کے لئے اتنے نوافل اور روزے ناجائز ہو گئے تھے' اس لئے آپ خوشامد کر کے زیادہ کی اجازت حاصل کر رہے ہیں' اس سے جہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیارات خداداد معلوم ہوئے' وہاں ہی صحابہ کا شوق عبادت بھی ظاہر ہو گیا اللہ ان بزرگوں کے طفیل ہمیں بھی عبادات کا شوق دے ۹۔ کہ روزانہ فمی بشوق کی ترتیب پر ایک منزل پڑھو تاکہ ہفتہ میں ایک قرآن ختم ہو' ابھی عرض کیا جا چکا کہ یہ حکم ان لوگوں کے لئے ہے جو حضرت عبداللہ ابن عمرو جیسی طاقت رکھتے ہوں' ان سے کمزور مہینہ میں ختم کریں' اور ان سے زیادہ قوی ہفتہ سے کم میں بھی ختم کر سکتے ہیں ایک مہینہ میں بھی ختم نہ کرنا بڑی محرومی ہے۔

marfat.com

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ

(۱۹۵۵) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے ا۔(ترمذی' نسائی)

(۱۹۵۵) ا۔یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اکثر جمعرات اور پیر کے دن نفلی روزے رکھتے تھے'اس کی وجہ اگلی حدیث میں آ رہی ہے' پیر کو یوم الاثنین غالبًا اس لئے کہتے ہیں کہ یہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا دن ہے اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ بعض نے کہا کہ عرب میں ہفتہ اتوار سے شروع ہوتا ہے' لہٰذا اتوار پہلا دن ہوا اور پیر دوسرا اور جمعرات پانچواں مگر علماء کا قول یہ ہے کہ ہفتہ سنیچر سے شروع ہوتا ہے (مرقات) احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہفتہ کا پہلا دن جمعہ ہے کہ اس دن ہی پیدائش عالم کی ابتداء پڑی' واللہ اعلم۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ فَاُحِبُّ اَنْ يُّعْرَضَ عَمَلِيْ وَاَنَا صَائِمٌ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

(۱۹۵۶) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اعمال پیر و جمعرات کو پیش کیے جاتے ہیں ا۔لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ میرے عمل اس حال میں پیش ہوں کہ میں روزہ والا ہوں ۲۔(ترمذی)

(۱۹۵۶) ا۔اس طرح کہ اعمال لکھنے والے فرشتے بندوں کے ہفتہ بھر کے اعمال ان دو دنوں میں رب تعالٰی کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں' خیال رہے کہ اعمال کا اٹھانا یعنی آسمانوں پر پہنچانا اور ہے اور رب تعالٰی کی بارگاہ میں پیشی کچھ اور' اعمال کا اٹھانا تو روزانہ چوبیس گھنٹے میں دو بار ہوتا ہے کہ دن کے اعمال رات سے پہلے' اور رات کے اعمال دن سے پہلے وہاں پہنچائے جاتے ہیں' مگر پیشی ہفتہ میں دو بار' لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں روزانہ دو بار اعمال اٹھانے کا ذکر ہے (مرقات) یا اس کے معنی یہ ہیں کہ اعمال لکھنے والے فرشتے اعمالنامے ان فرشتوں پر پیش کرتے ہیں جو اعمالناموں کی نقل اپنے رجسٹروں میں کرتے ہیں (اشعہ) تب تو یہ حدیث بالکل صاف ہے ۲۔تاکہ روزے کی برکت سے رحمت الٰہی کا دریا جوش مارے۔ خیال رہے کہ سال بھر کے اعمال کی تفصیلی پیشی شعبان میں ہوتی ہے' کیونکہ وہ اللہ کے ہاں سال کا آخری مہینہ ہے اور رمضان سال کا شروع مہینہ جیسے دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے غرضیکہ فرشی سال اور ہے جس کی ابتداء محرم سے انتہاء بقر عید پر' عرشی سال کچھ اور (از مرقات)

وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا ذَرٍّ اِذَا صُمْتَ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَصُمْ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَاَرْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ

(۱۹۵۷) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اے ابوذر جب تم ہر مہینہ تین روزے رکھو تو تیرھویں' چودھویں' پندرھویں کے رکھو ا۔(ترمذی' نسائی)

(۱۹۵۷) ا۔انہی دنوں کو عربی میں ایام بیض یعنی چمکدار دن کہا جاتا ہے جن کی راتیں روشن ہیں' نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ان تاریخوں میں اکثر روزے رکھتے تھے جیساکہ اگلی حدیث میں آرہا ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

(۱۹۵۸) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں

marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ مِنْ غُرَّةِ كُلِّ شَهْرٍ ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ وَقَلَّمَا كَانَ يُفْطِرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَرَوَاهُ أَبُوْدَاؤُدَ إِلٰى ثَلٰثَةِ أَيَّامٍ۔

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہر مہینہ میں پہلی تین تاریخوں میں روزے رکھتے تھے۱ے اور جمعہ کے دن بہت کم افطار کرتے تھے۲ے (ترمذی، نسائی) اور ابوداؤد نے تین ایام تک روایت کی۔

(۱۹۵۸) ۱ے پہلی، دوسری، تیسری تاریخوں میں یا ان کے قریب، حضرت ابن مسعود کی یہ روایت اپنے علم کے لحاظ سے ہے ورنہ سرکار کا یہ عمل کبھی کبھی تھا اکثر ۱۳، ۱۴، ۱۵ کو روزہ رکھا کرتے تھے، لہٰذا یہ حدیث نہ تو اس حدیث کے خلاف ہے کہ سرکار مہینہ کے روزوں میں خاص تاریخوں کے پابند نہ تھے اور نہ اس کے مخالف، کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ایام بیض یعنی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں کے روزے رکھتے تھے ۲ے یعنی اکثر جمعہ کو روزہ رکھتے تھے، چونکہ جمعہ کی نیکی کا ثواب ستر گنا ہے، ظاہر یہ ہے کہ آپ صرف جمعہ کا روزہ رکھتے تھے اور یہ آپ کی خصوصیات میں سے نہیں، ہر شخص کو اس دن کے روزے کی اجازت ہے لہٰذا یہ حدیث مذہب حنفی و فقہاء کے فتویٰ کی مؤید ہے کہ جمعہ کا روزہ ممنوع نہیں، جہاں ممانعت آئی ہے وہاں کسی عارضہ سے ہے، یا بمعنی خلاف اولیٰ ہے (مرقات و اشعہ)۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ مِنَ الشَّهْرِ السَّبْتَ وَالْأَحَدَ وَالْإِثْنَيْنِ وَمِنَ الشَّهْرِ الْآخَرِ الثُّلٰثَاءَ وَالْأَرْبِعَاءَ وَالْخَمِيْسَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔

(۱۹۵۹) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک مہینہ میں ہفتہ اتوار اور پیر کا روزہ رکھتے تھے اور دوسرے مہینہ میں منگل، بدھ اور جمعرات کا۱ے (ترمذی)

(۱۹۵۹) ۱ے یعنی آپ نے ہفتہ کے سارے دنوں میں اپنے روزے تقسیم کردیئے تھے تاکہ کوئی دن حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے روزے کی برکت سے محروم نہ رہے، چنانچہ ایک مہینہ میں تین دن اور دوسرے مہینہ میں اگلے تین دن روزے رکھتے تھے اور جمعہ کے روزے کی تو عادت کریمہ تھی ہی جیسا کہ ابھی حدیث پاک میں گزر گیا، ہم لوگ دنوں سے برکت حاصل کرتے ہیں، اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عبادات سے دن برکت پاتے تھے، جیسے ہم چاند سے روشنی پاتے ہیں اور چاند سورج سے۔

وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنِيْ أَنْ أَصُوْمَ ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ أَوَّلُهَا الْإِثْنَيْنُ وَالْخَمِيْسُ رَوَاهُ أَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ۔

(۱۹۶۰) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجھے حکم دیتے تھے کہ میں تین روزے ہر مہینہ میں رکھوں جن میں پہلا روزہ پیر یا جمعرات کا ہو۱ے (ابوداؤد، نسائی)

(۱۹۶۰) ۱ے یہ حکم استحبابی تھا نہ کہ وجوبی، اسی واسطے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے وہ روزے نفل ہوتے تھے مرقات نے فرمایا کہ اثنین پیر کے دن کا نام بن چکا ہے، جیسے بحرین ایک علاقہ کا نام ہے، اور ناموں میں تبدیلی نہیں ہوتی، اس لئے یہاں رفع کی حالت میں اثنان نہ آیا بلکہ اثنین ہی آیا، بعض کا خیال ہے کہ یہاں یوم پوشیدہ ہے اثنین اس کا مضاف الیہ ہے، مگر پہلی بات بہت قوی ہے مطلب یہ ہے کہ کسی مہینہ میں پیر منگل اور بدھ کے روزے رکھو، اور کسی میں جمعرات، جمعہ اور ہفتہ کے، بعض شارحین کے خیال میں یہ واؤ بمعنی او ہے، یعنی تمہیں اختیار ہے کہ پیر سے شروع کرو یا جمعرات سے۔

وَعَنْ مُسْلِمٍ الْقُرَشِيِّ قَالَ سَأَلْتُ أَوْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صِيَامِ الدَّهْرِ فَقَالَ

(۱۹۶۱) روایت ہے حضرت مسلم قرشی سے فرماتے ہیں کہ یا میں نے یا کسی اور نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عمر بھر کے

marfat.com

اِنَّ لِاَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا صُمْ رَمَضَانَ وَالَّذِيْ يَلِيْهِ وَكُلَّ اَرْبِعَاءٍ وَخَمِيْسٍ فَاِذًا اَنْتَ قَدْ صُمْتَ الدَّهْرَ كُلَّهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ۔

روزوں کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے رمضان کا اور اس کے متصل کا روزہ رکھو ۲؎ اور ہر بدھ و جمعرات کا روزہ رکھو تو تم نے ساری عمر کے روزے رکھ لئے ۳؎ (ابوداؤد' ترمذی)

(۱۹۶۱) ۱؎ کہ پانچ ممنوعہ دنوں کے علاوہ باقی سارا سال روزہ رکھنے کا شرعی حکم کیا ہے ثواب ہے یا گناہ' ۲؎ متصل سے مراد یا شعبان ہے یا شوال یعنی اکثر شعبان اور سارے رمضان کے روزے رکھو یا سارے رمضان اور چھ شوال کے روزے رکھو' یہ حدیث مجمل ہے جس کی شرح پہلی احادیث تھیں ۳؎ یعنی ان روزوں میں تمہیں ساری عمر کے روزوں کا ثواب مل جائے گا یہاں مرقات نے فرمایا اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ عمر بھر کے روزے بذات خود ممنوع نہیں' بلکہ اگر ضعف پیدا کریں جس سے مسلمان دوسرے حقوق ادا نہ کرسکے تو ممنوع ہیں' لہذا بعض صحابہ کرام اور مشائخ عظام کا عمر بھر روزے رکھنا اس حدیث کے خلاف نہیں۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَةَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ۔

(۱۹۶۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مقام عرفات میں عرفہ کے روزے سے منع فرمایا ۱؎ (ابوداؤد)

(۱۹۶۲) ۱؎ یعنی حاجی کو نویں بقرعید کے دن عرفات شریف میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا گیا' تاکہ حاجی اس دن دعا مانگے' نمازوں کے جمع کرنے اور حج کے دیگر کاموں سے عاجز نہ ہو جائے' اور روزے کی وجہ سے اس کے اخلاق اپنے ساتھیوں کے ساتھ خراب نہ ہو جائیں' یہ ممانعت بھی تنزیہی ہے' حضرت عائشہ صدیقہ نے بارہا اس دن روزہ رکھا ہے حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ اگر سردی میں ایسا موقع آئے تو میں روزہ رکھ لیتا ہوں' گرمیوں میں نہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ عَنْ اُخْتِهِ الصَّمَّاءِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَصُوْمُوْا يَوْمَ السَّبْتِ اِلَّا فِيْمَا افْتُرِضَ عَلَيْكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ اَحَدُكُمْ اِلَّا لِحَاءَ عِنَبَةٍ اَوْ عُوْدَ شَجَرَةٍ فَلْيَمْضَغْهُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ۔

(۱۹۶۳) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن بسر سے وہ اپنی بہن صماء سے راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہفتہ کے دن بجز اس کے جو تم پر فرض ہو اور روزہ نہ رکھو ۱؎ اگر تم میں سے کوئی انگور کی چھال یا درخت کی لکڑی کے سواء کچھ نہ پائے تو وہ ہی چبائے ۲؎ (احمد' ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ' دارمی) ۳؎

(۱۹۶۳) ۱؎ یعنی نفلی روزہ صرف ہفتہ کے دن نہ رکھو' کیونکہ اس میں یہود سے مشابہت ہے کہ وہ اگرچہ اس دن روزہ تو نہیں رکھتے' مگر اس کی تعظیم بہت ہی کرتے ہیں' تمہارے اس روزے میں ان سے اشتباہ ہو گا' جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ یہ ممانعت بھی تنزیہی ہے لہذا یہ حدیث ہفتہ کے دن کے روزے کی احادیث کے خلاف نہ ہو گی' کہ وہ بیان جواز کے لئے ہیں' اور یہ حدیث بیان استحباب کے لئے' اگر ہفتہ کے ساتھ اور دن کا بھی روزہ رکھ لیا جائے' تو نہ مشابہت رہے گی نہ ممانعت' یہاں فرض سے مراد صرف شرعی فرض نہیں بلکہ بمعنی ضروری ہے لہذا رمضان قضائے رمضان' نذر' کفارہ عاشورے' گیارھویں' بارھویں وغیرہ متبرک تاریخوں کے روزے اس دن میں رکھنا بلا کراہت جائز ہیں (مرقات و لمعات) ۲؎ یعنی ہفتے کے دن اتفاقیہ فاقہ بھی نہ کرے' اگر گھر

marfat.com

میں کچھ کھانے پینے کو نہ ہو' تو معمولی چیز نگل کر ہی فاقہ سے بچ جائے' یہ فرمان مبالغہ کے لئے ہے' اور ہو سکتا ہے کہ یہ ممانعت تحریمی ہو' اور حدیث منسوخ ہو ۳۔ اس حدیث کو حاکم نے صحیح اور شرط بخاری پر کہا' اور نووی فرماتے ہیں کہ محدثین نے اس کی تصحیح کی ہے' ابو داؤد فرماتے ہیں حدیث منسوخ ہے (مرقات)

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ یَوْمًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ جَعَلَ اللّٰهُ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ النَّارِ خَنْدَقًا کَمَا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۱۹۶۴) روایت ہے حضرت ابو امامہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں ایک دن روزہ رکھے ا۔ تو اللہ تعالٰی اس کے اور آگ کے درمیان ایسی خندق کر دے گا جیسی آسمان اور زمین کے درمیان ۲۔ (ترمذی)

(۱۹۶۴) ا۔ اللہ کی راہ سے مراد جہاد' حج' عمرہ' طلب علم دین کا سفر ہے' یعنی ان میں سے جو مسافر ایک دن بھی رکھ لے' یا اس سے مراد رضائے الٰہی ہے یعنی جو کوئی گھر یا سفر میں ایک نفلی روزہ رکھ لے ۲۔ یعنی پانچ سو سال کی راہ اس سے پہلے ستر سال کی راہ کا فاصلہ بھی آ چکا ہے' مگر ان میں آپس میں تعارض نہیں' کیونکہ اخلاص کے فرق سے ثواب میں فرق ہو جاتا ہے خندق فرما کر اس جانب اشارہ فرمایا گیا کہ انشاء اللہ اس تک آگ تو کیا آگ کی تپش بھی نہ پہنچ سکے گی' جیسے اتنی لمبی چوڑی خندق پھلانگ کر دشمن نہیں پہنچ سکتا۔

وَعَنْ عَامِرِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْغَنِیْمَةُ الْبَارِدَةُ الصَّوْمُ فِی الشِّتَاءِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ مُرْسَلٌ وَذُکِرَ حَدِیْثُ اَبِیْ هُرَیْرَةَ مَا مِنْ اَیَّامٍ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ فِیْ بَابِ الْاُضْحِیَّةِ۔

(۱۹۶۵) روایت ہے حضرت عامر ابن مسعود سے ا۔ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ٹھنڈی غنیمت جاڑوں کے روزے ہیں ۲۔ (احمد' ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث مرسل ہے ۳۔ اور حضرت ابو ہریرہ کی یہ حدیث ما من ایام الحدیث قربانی کے باب میں ذکر ہو چکی۔

(۱۹۶۵) ا۔ ان کے نام اور ان کی صحابیت میں بڑا اختلاف ہے بعض نے کہا کہ یہ عامر ابن عبد اللہ ابن مسعود ہیں' تابعی ہیں' بعض نے فرمایا کہ یہ عامر ابن مسعود ابن امیہ ابن خلف جمحی ہیں' یعنی صفوان ابن امیہ کے بھتیجے' حق یہی ہے کہ آپ صحابی نہیں' تابعی ہیں ۲۔ جن میں تکلیف بہت کم اور اصل روزے کا ثواب پورا جیسے جہاد میں دشمن بغیر مقابلہ بھاگ جائے' اور سردی کا موسم بھی ہو کہ غازی بلا تکلیف ثواب اور غنیمت لے آتا ہے سردی کے رمضان کا بھی یہی حال ہے خیال رہے کہ یہ اصل ثواب میں گفتگو ہے' ورنہ گرمی کے روزوں میں زیادہ مشقت کا ثواب بھی ملے گا' اسی لئے حضرت علی مرتضٰی فرماتے ہیں کہ مجھے تین چیزیں بڑی پیاری ہیں اکرام الضیف' صیام الصیف' جہاد بالسیف' مہمان کی خدمت گرمی کے روزے' تلوار سے جہاد ۳۔ کیونکہ عامر ابن مسعود نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت نہ پائی' خیال رہے کہ آپ ابراہیم ابن عامر قرشی کے والد ہیں' اور آپ کی اس کے سواء کوئی حدیث نہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَوَجَدَ الْيَهُوْدَ صِيَامًا يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هٰذَا الْيَوْمُ الَّذِيْ تَصُوْمُوْنَهٗ فَقَالُوْا هٰذَا يَوْمٌ عَظِيْمٌ اَنْجَى اللّٰهُ فِيْهِ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ وَغَرَّقَ فِرْعَوْنَ وَقَوْمَهٗ فَصَامَهٗ مُوْسٰى شُكْرًا فَنَحْنُ نَصُوْمُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَحْنُ اَحَقُّ وَاَوْلٰى بِمُوْسٰى مِنْكُمْ فَصَامَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَرَ بِصِيَامِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

تیسری فصل

(۱۹۶۶) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہود کو عاشورے کے دن روزہ رکھتے پایا۱؎ ان سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کیسا دن ہے جس میں تم روزہ رکھتے ہو۲؎ وہ بولے یہ وہ عظمت والا دن ہے جس میں اللہ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی اور فرعون اور اس کی قوم کو ڈبویا موسیٰ علیہ السلام نے شکریہ میں روزہ رکھا ہم بھی رکھتے ہیں ۳؎ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم موسیٰ علیہ السلام کے تم سے زیادہ حقدار ہیں۔۴؎ چنانچہ یہ روزہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی رکھا۵؎ اور اس روزہ کا حکم بھی دیا۶؎۔(مسلم بخاری)

(۱۹۶۶) ۱؎ یعنی ہجرت کے دوسرے سال میں جب عاشورے کا دن آیا' تو آپ نے یہود کو روزہ دار دیکھا' کیونکہ ربیع الاول شریف میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ پہنچے تھے اس سال کا عاشورہ گزر چکا تھا۔ خیال رہے کہ یہود کے مہینے اور تاریخیں اسلامی مہینوں اور تاریخوں کے علاوہ تھیں' مگر انہوں نے عاشورے کے دن کو روزے کے لئے چھانٹ لیا تھا جس میں چاند کے حساب سے ہی روزے رکھتے تھے محض برکت کے لئے' لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں' کہ جب یہود کے مہینہ ہی اور تھے' تو ان کا عاشورا کے دن روزہ کیسا۲؎۔ شرعی قاعدہ سے دینی باتوں میں کفار کی خبر معتبر نہیں' مگر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ خبر معتبر مانی یا اس لئے کہ عبداللہ ابن سلام وغیرہ علمائے یہود جو اسلام لا چکے تھے انہوں نے بھی یہ خبر دی' یا اس لئے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ وحی سے معلوم تھا' اس کی تائید کرانے کے لئے ان سے یہ سوال فرمایا گیا' یا اس لئے کہ یہود کے ہاں یہ خبر متواتر تھی' متواتر خبریں کفار کی بھی معتبر ہیں' تواتر مستقل بڑا ثبوت ہے۔ ۴؎ کیونکہ انبیاء علیہم السلام سارے بھائی ہیں اصل دین میں سب متفق ہیں' اے یہود تم نے تو ان کی کتاب ہی بدل دی' اور تم اصل دین ہی میں ان کے مخالف ہو گئے' تو جب تم ان کی خوشی میں شرکت کرتے ہو تو ہم بھی ان کی خوشی میں شریک ہوں گے' اور ان کی یادگار قائم کریں گے' اس میں لطیف اشارہ اس جانب بھی ہے کہ ہم عاشورہ کا روزہ تمہاری مشابہت کے لئے نہیں رکھتے بلکہ موسیٰ علیہ السلام کی موافقت کے لئے رکھتے ہیں' اور موافقت انبیاء علیہم السلام اسلام میں بڑی پیاری چیز ہے دیکھو سورہ ص کا سجدہ داؤد علیہ السلام کی موافقت کے لئے ہے نہ کہ داؤدیوں کی مشابہت کے لئے' فقیر کی اس تقریر سے اس حدیث سے یہ شبہ اٹھ گیا کہ یہود و نصاریٰ سے مشابہت اسلام میں منع ہے' یہ بھی کہا جا سکتا ہے' کہ شروع اسلام میں یہ مشابہت ممنوع نہ تھی' بلکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بہت سی باتوں میں اہل کتاب کی موافقت کرتے تھے' حتیٰ کہ اسلام کا پہلا قبلہ بیت المقدس رہا' کیوں' انہی کے تالیف قلوب کے لئے' پھر جب ان کی ہٹ دھرمی

marfat.com

کمل گئی تو اسلام میں ان کی مخالفت لازم کردی گئی ۵۔ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ روزہ رکھنا موسیٰ علیہ السلام کی موافقت کے لئے ہے نہ کہ ان کی متابعت کے لئے 'موافقت اور متابعت میں زمین آسمان کا فرق ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے فبھدلھم اقتدہ یہاں موافقت کا ذکر ہے کہ آپ سارے انبیاء کی موافقت فرمائیں اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام بحیات ظاہری زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے بغیر چارہ کار نہ ہوتا' یہاں اتباع کا ذکر ہے خلاصہ یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم انبیاء کے موافق ہیں اور انبیائے کرام حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے تابع ۶۔ چنانچہ شروع اسلام میں عاشوراء کا روزہ فرض رہا' پھر رمضان کی فرضیت سے عاشورا کے روزہ کی فرضیت تو منسوخ ہو گئی' مگر سنیت اب بھی باقی ہے' اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ معظم واقعات کی یادگاریں منانا رکن اسلامی ہے' دوسرے یہ کہ یہ یادگاریں محض اس لئے حرام نہ کہی جائیں گی کہ ان میں مشابہت کفار کا شائبہ ہے' تیسرے یہ کہ اسلامی یادگاریں کھیل کود سے نہ منائی جائیں بلکہ عبادتوں سے منائی جائیں' دیکھو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کی یادگار میں روزہ رکھا جو کہ عبادت ہے چوتھے یہ کہ اللہ والوں کی خوشی میں شرکت کرنا کچھ ملنے کا بہانہ ہو جاتا ہے' بادشاہوں کے نوکر چاکر شہزادوں کی سالگرہ میں دکھلاوے کی خوشی منا کر بھی کچھ پا لیتے ہیں' تو اگر ہم عید میلاد' عید معراج دل سے منائیں تو انشاء اللہ منہ مانگی مرادیں پائیں گے بلکہ پا رہے ہیں' ان تمام عیدوں کی اصل یہ حدیث ہے۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ يَوْمَ السَّبْتِ وَيَوْمَ الْاَحَدِ اَكْثَرَ مَا يَصُوْمُ مِنَ الْاَيَّامِ وَيَقُوْلُ اِنَّهُمَا يَوْمَا عِيْدٍ لِلْمُشْرِكِيْنَ فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اُخَالِفَهُمْ رَوَاهُ اَحْمَدُ۔

(۱۹۶۷) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جن دنوں میں روزے زیادہ رکھتے تھے ان میں اکثر ہفتہ و اتوار کو رکھتے تھے ۱۔ اور فرماتے تھے کہ یہ دونوں دن مشرکین کی عید کے دن ہیں میں چاہتا ہوں کہ ان کی مخالفت کروں ۲۔ (احمد)

(۱۹۶۷) ۱۔ خیال رہے کہ ہفتہ یا اتوار یا دونوں دنوں کے روزے رکھنا یہودیوں عیسائیوں کی مخالفت کرنے کے لئے بہت ہی بہتر ہے اور ان دنوں کی تعظیم کے لئے روزہ رکھنا سخت منع' لہٰذا یہ حدیث اس گزشتہ حدیث کے خلاف کے نہیں جس میں ہفتہ کے روزے سے منع فرمایا گیا تھا۔ کیونکہ وہاں دوسری نوعیت کا روزہ مراد تھا اور یہاں پہلی قسم کا روزہ مقصود ہے' اور ہو سکتا ہے کہ وہاں صرف ہفتہ کا روزہ مراد ہو' اور یہاں ہفتہ اتوار دونوں دن کا روزہ ہے ۲۔ یعنی ہفتہ کا دن یہود کی عید ہے اور اتوار کا دن عیسائیوں کی عید ان میں وہ خوب کھاتے پیتے ہیں' اور عیش کرتے ہیں ہم نے ان کی مخالفت میں روزہ رکھا' مشرکین سے مراد یہودی عیسائی ہیں' کیونکہ یہود عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مان کر ان کی پوجا کرتے ہیں اور عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کی لہٰذا یہ دونوں مشرک ہوئے' قرآن شریف میں عموماً" شرک . بمعنی کفر اور مشرک . بمعنی کافر استعمال ہوا ہے' رب تعالیٰ فرماتا ہے ان الشرک لظلم عظیم اور فرماتا ہے ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ان آیتوں میں شرک . بمعنی کفر ہے ہو سکتا ہے کہ یہاں بھی مشرکین سے کفار مراد ہوں۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُ بِصِيَامِ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ

(۱۹۶۸) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عاشوراء کے دن روزہ رکھنے کا حکم

marfat.com

وَيَحُثُّنَا عَلَيْهِ وَيَتَعَاهَدُنَا عِنْدَهُ فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ لَمْ يَأْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا عَنْهُ وَلَمْ يَتَعَاهَدْنَا عِنْدَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

دیتے اور ہم کو اس پر رغبت دیتے اور عاشورہ کے دن ہماری تحقیقات فرماتے تھے پھر جب رمضان فرض ہوا تو نہ ہمیں اس کا حکم دیا نہ منع کیا نہ تحقیقات فرمائی [1] (مسلم)

(۱۹۶۸) [1] یہ دونوں واقعے ہجرت کے بعد ہیں' ہجرت سے پہلے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی روزہ کا حکم نہیں دیا تھا' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شروع اسلام میں عاشورہ کا روزہ فرض تھا' کیونکہ اس کا حکم دینا اور عاشورہ آنے پر تحقیقات فرمانا کہ کس نے روزہ رکھا اور کس نے نہیں فرضیت کی علامت ہے رمضان کی فرضیت کے بعد عاشوراء کی فرضیت اٹھ گئی' مگر سنیت باقی رہی کیونکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات شریف تک یہ روزہ رکھا ہے' مسلم بخاری میں حضرت سلمہ ابن اکوع سے روایت ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے یہ اعلان کرایا کہ جس نے کچھ کھالیا ہو' وہ بقیہ دن کچھ نہ کھائے' اور جس نے نہ کھایا ہو' وہ روزہ رکھ لے' کیونکہ آج عاشورہ ہے' یہ حدیث اس زمانہ کی ہے جب عاشورہ کا روزہ فرض تھا۔

وَعَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ اَرْبَعٌ لَمْ تَكُنْ يَدَعُهُنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِيَامُ عَاشُوْرَاءَ وَالْعَشْرِ وَثَلٰثَةِ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَكْعَتَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ۔

(۱۹۶۹) روایت ہے حضرت حفصہ سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم چار کام نہ چھوڑتے تھے عاشورہ کا روزہ بقرعید کے دس دن اور ہر مہینہ تین دن کے روزے [1] اور فجر سے پہلے کی دو رکعتیں (نسائی)

(۱۹۶۹) [1] یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات شریف تک یہ تینوں قسم کے روزے رکھے' لہذا یہ سب سنت ہیں' بقرعید کے دس دن سے مراد نو دن ہیں' ورنہ دسویں بقرعید کو روزہ حرام ہے یہاں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا اکثر عمل مراد ہے نہ کہ ہمیشہ کا' لہذا یہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ کی اس گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں جس میں آپ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ کو بقرعید کے عشرہ میں روزہ رکھتے نہ دیکھا' بقرعید کا عشرہ بہت ہی بہترین زمانہ ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ رمضان کے آخری عشرہ کی راتیں بہترین ہیں کہ ان سب میں شب قدر ہے اور بقرعید کے پہلے عشرہ کے دن افضل ہیں کہ ان میں عرفہ کا دن ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُفْطِرُ اَيَّامَ الْبِيْضِ فِيْ حَضَرٍ وَلَا سَفَرٍ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ۔

(۱۹۷۰) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چاندنی کے روشن دنوں میں روزے نہ چھوڑتے تھے نہ گھر میں نہ سفر میں [1] (نسائی)

(۱۹۷۰) [1] یہاں مرقات نے فرمایا ایام بیض کے متعلق علماء کے ۹ قول ہیں' جن میں سے زیادہ قوی قول یہ ہے کہ وہ چاند کی تیرھویں' چودھویں' پندرھویں راتیں ہیں' انہیں ایام بیض یا تو اس لئے کہتے ہیں کہ ان کی راتیں اجیالی ہیں' اور یا اس لئے کہ ان کے روزے دنوں کو نورانی اور اجیالا کرتے ہیں' اور یا اس لئے کہ آدم علیہ السلام کے اعضاء جنت سے آ کر سیاہ پڑ گئے تھے' رب تعالی نے انہیں ان تین روزوں کا حکم دیا' ہر روزے سے آپ کا تہائی جسم چمکیلا ہوا' حتی کہ تین روزوں کے بعد سارا جسم نہایت حسین ہو گیا۔

marfat.com

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِکُلِّ شَیْءٍ زَکٰوۃٌ وَزَکٰوۃُ الْجَسَدِ الصَّوْمُ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ۔

(۱۹۷۱) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر چیز کی زکوۃ ہے اور جسم کی زکوۃ روزہ ہے۱۔(ابن ماجہ)

(۱۹۷۱) ۱۔ کہ روزے کی برکت سے اکثر آدمی دبلے ہو جاتے ہیں' جسم کا کچھ گوشت گل جاتا ہے' یا روزہ کی برکت سے جسم گناہوں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے' یا روزہ کی برکت سے آگ روزہ دار تک نہ پہنچ سکے گی' غرضیکہ روزہ زکوۃ کے سے تینوں کام کرتا ہے۔

وَعَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَصُوْمُ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَالْخَمِیْسِ فَقِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّکَ تَصُوْمُ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَالْخَمِیْسِ فَقَالَ اِنَّ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَالْخَمِیْسِ یَغْفِرُ اللّٰہُ فِیْھِمَا لِکُلِّ مُسْلِمٍ اِلَّا ذَا ھَاجِرَیْنِ یَقُوْلُ دَعْھُمَا حَتّٰی یَصْطَلِحَا رَوَاہُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَۃَ۔

(۱۹۷۲) روایت ہے انہی سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کے دن روزے رکھتے تھے عرض کیا گیا یا رسول اللہ حضور پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے ہیں تو فرمایا کہ پیر اور جمعرات کے دن اللہ تعالٰی سوائے عداوت والوں کے باقی سب مسلمانوں کو بخش دیتا ہے۱۔ ان کے متعلق فرمایا ہے انہیں چھوڑ دو حتی کہ آپس میں صلح کرلیں ۲۔(احمد' ابن ماجہ)

(۱۹۷۲) ۱۔ سبحان اللہ یہ دونوں دن بڑی عظمت اور برکت والے ہیں کیوں نہ ہوں کہ انہیں عظمت والوں سے نسبت ہے' جمعرات تو جمعہ کا پڑوسی ہے اور حضرت آمنہ خاتون کے حاملہ ہونے کا دن ہے' اور پیر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا دن بھی ہے اور نزول قرآن کریم کا بھی' جیسا کہ پہلے گزر چکا' بخاری شریف میں ہے کہ ایک صحابی (حضرت عباس) نے ابولہب کو اس کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا' پوچھا کیا حال ہے' بولا سخت عذاب میں گرفتار ہوں' مگر پیر کے دن میرا عذاب کچھ ہلکا ہوتا ہے اور اپنے داہنے ہاتھ کی پہلی انگلی سے مجھے پانی ملتا ہے' کیونکہ میں نے اس دن حضور انور کی پیدائش کی خوشی میں اپنی لونڈی ثوبیہ کو اس انگلی کے اشارہ سے کہا تھا جا تو آزاد ہے سبحان اللہ تاقیامت ان دو دنوں میں اللہ کے فضل سے ہم گنہگار بخشش اور مغفرت کی مٹھائیاں لیتے رہیں گے شعر:

☆ بزرگوں سے نسبت بڑی چیز ہے ☆ خدا کی یہ نعمت بڑی چیز ہے ☆

یہاں مرقات نے فرمایا کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ پیر و جمعرات کے دن ان مسلمانوں کی بخشش ہوتی ہے جو ان دنوں میں روزہ رکھنے کے عادی ہیں۔

وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ یَوْمًا ابْتِغَاءَ وَجْہِ اللّٰہِ بَعَّدَہُ اللّٰہُ مِنْ جَھَنَّمَ کَبُعْدِ غُرَابٍ طَائِرٍ وَھُوَ فَرْخٌ حَتّٰی مَاتَ ھَرِمًا رَوَاہُ اَحْمَدُ وَرَوَی الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ عَنْ سَلَمَۃَ بْنِ قَیْسٍ۔

(۱۹۷۳) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو رضائے الٰہی کی تلاش میں ایک دن روزہ رکھے ۱۔ تو اللہ اسے دوزخ سے اتنا دور کر دے گا جیسے اڑنے والے کوے کی دوری جب وہ بچہ ہو حتی کہ بوڑھا ہو کر مرجائے ۲۔(احمد) اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت سلمہ ابن قیس سے روایت کی

marfat.com

۳۔

(۱۹۷۳) ۱۔ ظاہر یہ ہے کہ اس روزے سے مراد نفلی روزہ ہے اسی لئے صاحب مشکوۃ یہ حدیث نفلی روزوں کے باب میں لائے، تلاش رضاء الٰہی کی قید اس لئے ہے کہ کوئی عمل بغیر اخلاص نہ قبول ہو، نہ اس کا کوئی ثواب نہ اس کے فوائد کا ظہور ہو، اس میں اشارۃً بتایا جارہا ہے کہ جب ایک نفلی روزے کے ثواب کا یہ حال ہے تو اندازہ لگالو کہ فرضی روزے کا ثواب کتنا ہوگا ۲۔ کوے کی طبعی عمر ایک ہزار سال ہے (مرقات) اور یہ بہت تیز اڑتا ہے، یہاں دوزخ سے انتہائی دوری بتانے کے لئے بطور تمثیل ارشاد ہوا کہ کوے کا بچہ اگر پیدا ہوتے ہی اڑنا شروع کردے، اور مرتے دم یعنی ایک ہزار سال تک برابر اڑتا رہے، تو اندازہ لگالو کہ اپنے گھونسلے سے کتنی دور جائے گا، رب تعالٰی اس روزہ دار کو دوزخ سے اتنا دور رکھے گا، حدیث بالکل ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں، رب تعالٰی کی عطائیں ہمارے وہم وگمان سے وراء ہیں ۳۔ مرقات نے فرمایا حق یہ ہے کہ ان کا نام سلمہ ابن قیس نہیں بلکہ سلمہ ابن قیصر حضرمی ہے، طبرانی نے ان کا نام سلامہ بتایا واللہ اعلم۔

بَابٌ
اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

باب
پہلی فصل

چونکہ اس باب میں گزشتہ بابوں کے متعلق مختلف مضامین بیان ہوں گے نفلی روزے، روزہ رکھ کر توڑ دینا، روزے کی قضاء وغیرہ اس لئے مصنف نے اس کا ترجمہ یا عنوان قائم نہ فرمایا گویا یہ باب المتفرقات ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ فَقُلْنَا لَا قَالَ فَإِنِّي إِذًا صَائِمٌ ثُمَّ أَتَانَا يَوْمًا آخَرَ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أُهْدِيَ لَنَا حَيْسٌ فَقَالَ أَرِينِيهِ فَلَقَدْ أَصْبَحْتُ صَائِمًا فَأَكَلَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

(۱۹۷۴) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں ایک دن نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو فرمایا کیا تمہارے پاس کچھ ہے ہم نے عرض کیا نہیں ۱۔ فرمایا تو اچھا ہمارا روزہ ہے ۲۔ پھر دوسرے اور دن تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا یا رسول ہمیں حیس ہدیۃً آیا ہے ۳۔ فرمایا مجھے دکھاؤ میں نے تو آج روزہ دار ہو کر صبح کی تھی پھر آپ نے کھالیا ۴۔ (مسلم)

(۱۹۷۴) ۱۔ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ سوال تمام ازواج پاک سے تھا، اور یہ جواب بھی سب کی طرف سے ہوا، یعنی نو ازواج میں سے کسی کے گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہیں، جو مالک کونین ہے ان کے اپنے گھر کا یہ حال ہے شعر:۔

☆ مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں ☆ دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں ☆

حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فقر و فاقہ اختیاری ہے، فرماتے ہیں اگر میں چاہوں، تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں ۲۔ یعنی چونکہ آج گھر میں کچھ کھانے کو نہیں، لہذا ہم اب اس وقت سے روزہ نفلی کی نیت کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ روزے نفل کی

marfat.com

نیت ضحوۂ کبرے یعنی نصف نہار شرعی سے پہلے پہلے ہو سکتی ہے رات سے ہونا ضروری نہیں' مصنف اسی مقصد کے لئے یہ حدیث یہاں لائے ۳؎ یعنی کسی شخص نے کھجور کا حلوہ بطور ہدیہ بھیجا ہے حضور ملاحظہ فرمائیں' عربی میں حیس کے معنے ہیں خلط یا مخلوط چیز' اصطلاح میں یہ ایک حلوہ ہے جو مکھن پنیر کھجور سے یا آٹے مکھن اور گھی سے تیار کیا جاتا ہے حریسہ اس سے اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے' فقیر نے مدینہ طیبہ میں حیس بھی کھایا ہے اور حریسہ بھی ۴؎ یہ صورت پہلے کا عکس ہوئی کہ وہاں تو گھر میں کھانا نہ ہونے کی وجہ سے روزے کی نیت کرلی گئی تھی' اور یہاں کھانا دیکھ کر رکھا ہوا نفلی روزہ توڑ دیا گیا' ہمارے امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ نفلی روزہ یا نماز شروع کرنے سے واجب ہو جاتے ہیں کہ ان کا پورا کرنا ضروری ہوتا ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے لا تبطلوا اعمالکم اور فرماتا ہے فما رعوھا حق رعایتھا یعنی اہل کتاب نے نیک اعمال شروع کئے انہیں نبھایا نہیں معلوم ہوا کہ نیکی شروع کر کے پوری کرنا واجب ہے' اگر کوئی شخص نفلی روزہ شروع کر کے توڑ دے تو اس کی قضاء واجب ہے ان دو گزشتہ آیتوں کی وجہ سے اور اس حدیث کی وجہ سے جو بروایت حضرت عائشہ صدیقہ آگے آرہی ہے اور نفلی حج و عمرہ پر قیاس کی وجہ سے کہ یہ دونوں چیزیں احرام باندھتے ہی واجب ہو جاتی ہیں کہ اگر انہیں پورا نہ کرسکے' تو قضاء کرنا واجب ہے خیال رہے کہ نفلی روزہ اور نمازیں بلاعذر توڑنا ناجائز ہیں' دعوت اور مہمان کی آمد بھی عذر ہیں یہ حدیث حنفیوں کے خلاف نہیں کہ یہاں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ روزہ توڑنا عذراً" تھا یعنی کسی روزے سے کھانا ملاحظہ نہ فرمایا' اور اس میں یہ ذکر نہیں کہ آپ نے اس روزے کی قضاء نہ کی' لہٰذا یہ حدیث نہ شافعیوں کی دلیل ہے نہ مالکیوں کی اور نہ حنفیوں کے خلاف نوٹ: شوافع کے ہاں نفلی روزہ توڑنے سے مطلقاً" قضاء واجب نہیں اور مالکیوں کے ہاں اگر بلاعذر توڑا ہو تو قضاء واجب ہے' ہمارے ہاں مطلقاً" قضاء واجب۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اُمِّ سُلَيْمٍ فَاَتَتْهُ بِتَمْرٍ وَّسَمْنٍ فَقَالَ اَعِيْدُوْا سَمْنَكُمْ فِيْ سِقَائِهٖ وَتَمْرَكُمْ فِيْ وِعَائِهٖ فَاِنِّيْ صَائِمٌ ثُمَّ قَامَ اِلٰى نَاحِيَةٍ مِّنَ الْبَيْتِ فَصَلّٰى غَيْرَ الْمَكْتُوْبَةِ فَدَعَا لِاُمِّ سُلَيْمٍ وَّاَهْلِ بَيْتِهَا۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

(۱۹۷۵) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ام سلیم کے ہاں تشریف لائے ۱؎ تو وہ حضور کی خدمت میں چھوارے گھی لائیں ۲؎ حضور نے فرمایا اپنا گھی تو مشکیزہ میں لوٹ دو اور اپنے چھوارے اس برتن میں ڈال دو میں روزہ دار ہوں ۳؎ پھر گھر کے ایک گوشہ میں کھڑے ہوئے تو فرض کے علاوہ نماز پڑھی پھر ام سلیم اور ان کے گھر والوں کے لئے دعا کی ۴؎ (بخاری)

(۱۹۷۵) ۱؎ ام سلیم بنت ملحان کے حالات پہلے بیان ہو چکے ہیں کہ یہ حضرت انس کی والدہ ہیں اور ابو طلحہ کی زوجہ' ان کے نام میں بہت اختلاف ہے املہ ہے یا طیکہ یا غمیصہ یا ر بیصاء پہلے مالک ابن نضر کے نکاح میں تھیں' ان سے حضرت انس پیدا ہوئے' پھر حضرت ابو طلحہ سے اسلام کی شرط پر نکاح کیا ۲؎ ظاہر یہ ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم صرف ملاقات کے لئے تشریف لائے تھے اور ام سلیم نے خاطر و تواضع کے طور پر یہ پیش کیا' باقاعدہ دعوت نہ تھی' ورنہ ام سلیم حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو آپ کے روزہ کے دن دعوت نہ دیتیں یا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم روزے کے عذر سے دعوت قبول نہ فرماتے' نیز دعوت میں عموماً روٹی سالن پیش کیا جاتا ہے نہ کہ فقط کھجور گھی' اس لئے معلوم ہوا کہ ملاقاتی اور مہمان کی خاطر و تواضع کرنا سنت ہے' علماء فرماتے ہیں کہ

marfat.com

بغیر کھائے پیئے مردوں کی سی ملاقات ہے ۳؎ روزے کا اظہار اس لئے فرمادیا' تا کہ جناب ام سلیم کو اس رد فرمادینے پر رنج نہ ہو' اس سے معلوم ہوا کہ نفلی روزہ دار کو اگر پتہ ہو کہ میرے روزے سے گھر والے مطلع ہو کر نہ کھانے پر ناراض نہ ہوں گے' تو روزہ نہ توڑنا افضل ہے اور اگر ان کے رنجیدہ ہونے کا اندیشہ ہو تو روزہ توڑ دینا اور کچھ کھالینا بہتر ہے بعد میں قضاء کی جائے' یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنی چھپی عبادت کا ہر اظہار ریاء نہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ گھر میں کھانے پینے کا سامان جمع رکھنا توکل کے خلاف نہیں۔ دیکھو حضرت ام سلیم کے گھر گھی کی مشکیں بھری ہوئی تھیں اور چھواروں کے ٹوکرے ۴؎ گھر کے گوشہ میں نماز تو اس لئے پڑھی' تا کہ وہ گھر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے نفل سے متبرک ہو جائے' اور یہ جگہ گھر والوں کے لئے دائمی جائے نماز بن جائے' اور دعا اس لئے کی تا کہ معلوم ہو کہ روزہ دار آکر کھانا نہ کھائے تو گھر والوں کے لئے دعا ضرور کردے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دُعِیَ اَحَدُکُمْ اِلٰى طَعَامٍ وَّهُوَ صَائِمٌ فَلْیَقُلْ اِنِّیْ صَائِمٌ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ اِذَا دُعِیَ اَحَدُکُمْ فَلْیُجِبْ فَاِنْ کَانَ صَائِمًا فَلْیُصَلِّ وَاِنْ کَانَ مُفْطِرًا فَلْیَطْعَمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

(۱۹۷۶) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کسی کو دعوت دی جائے اور وہ ہو روزہ دار تو کہہ دے میں روزہ دار ہوں ۱؎ ایک روایت میں یوں ہے کہ فرمایا جب تم میں سے کسی کو دعوت دی جائے تو قبول کرلے پھر اگر روزہ دار ہو تو دعا کردے اور اگر بے روزہ ہو تو کھالے ۲؎ (مسلم)

(۱۹۷۶) ۱؎ یا اس طرح کہ دعوت قبول ہی نہ کرے یا اس طرح کہ قبول کرلے اور پہنچ بھی جائے' مگر وہاں کھائے نہیں' یہ عذر کردے' دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے' خیال رہے کہ نفلی روزے کا چھپانا بہتر ہے' مگر چونکہ یہاں چھپانے سے یا صاحب خانہ کے دل میں عداوت پیدا ہوگی یا رنج و غم' مسلمان کے دل کو خوش کرنا بھی عبادت ہے اس لئے روزے کے اظہار کا حکم دیا گیا۔ ۲؎ دعا کا حکم تو استحبابی ہے کہ وہیں نفل پڑھ کر یا بغیر نفل پڑھے دعا کر دینا بہتر ہے اور کھانے کا حکم وجوبی بھی ہو سکتا ہے اور استحبابی بھی' جیسا دعوت دینے والا اور جیسا موقعہ ویسا حکم (مرقات) لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں دعوت کے موقعہ پر روزہ توڑنے کا حکم ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ اُمِّ هَانِئٍ قَالَتْ لَمَّا کَانَ یَوْمُ الْفَتْحِ فَتْحِ مَکَّةَ جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَجَلَسَتْ عَلٰى یَسَارِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاُمُّ هَانِئٍ عَنْ یَّمِیْنِهٖ فَجَاءَتِ الْوَلِیْدَةُ بِاِنَاءٍ فِیْهِ شَرَابٌ فَنَاوَلَتْهُ فَشَرِبَ مِنْهُ ثُمَّ نَاوَلَهٗ اُمَّ هَانِئٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ اَفْطَرْتُ وَکُنْتُ صَائِمَةً فَقَالَ لَهَا اَکُنْتِ تَقْضِیْنَ شَیْئًا

(۱۹۷۷) روایت ہے حضرت ام ہانی سے فرماتی ہیں کہ جب فتح مکہ کا دن ہوا تو حضرت فاطمہ زہرا آئیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف بیٹھ گئیں اور ام ہانی حضور کے دائیں طرف تھیں ۱؎ تو ایک لونڈی ایک برتن لائی جس میں شربت تھا حضور کو پیش کیا آپ نے اس سے پیا پھر ام ہانی کو دے دیا انہوں نے پیا ۲؎ پھر بولیں یا رسول اللہ میں نے روزہ توڑ لیا میں تو روزہ دار تھی ۳؎ تو

marfat.com

قَالَتْ لَا قَالَ فَلَا يَضُرُّكِ إِنْ كَانَ تَطَوُّعًا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ فِيْ نَحْوِهِ وَفِيْهِ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمَا اِنِّيْ كُنْتُ صَائِمَةً فَقَالَ الصَّائِمُ الْمُتَطَوِّعُ اَمِيْرُ نَفْسِهِ اِنْ شَآءَ صَامَ وَاِنْ شَآءَ اَفْطَرَ۔

فرمایا کیا تم کوئی روزہ قضاء کر رہی تھیں بولیں نہیں فرمایا اگر نفلی روزہ تھا تو تمہیں کچھ ضرر نہیں ۴؎ ابوداؤد' ترمذی' دارمی' اور احمد و ترمذی کی روایت میں اسی کی مثل ہے اور اس میں یہ ہے کہ آپ بولیں یا رسول اللہ میں روزہ دار تھی تو فرمایا نفلی روزہ دار اپنے نفس کا خود مختار ہے اگر چاہے روزہ پورا کرے اگر چاہے افطار کرلے ۵؎۔

(۱۹۷۷) ۱؎ غالبًا مجلس کی یہ ترتیب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تھی کیونکہ ام ہانی فاطمہ زہرا کی نند بھی تھیں اور پھوپھی بھی' عمر میں بھی آپ سے بڑی تھیں اس لئے انہیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے بائیں طرف بٹھالا اور ام ہانی کو دائیں طرف' اب بھی اجتماع کے موقع پر نشست گاہوں میں مرتبہ کے مطابق ترتیب چاہیے' غالبًا یہ واقعہ ام ہانی کے اپنے گھر میں نہ ہوا بلکہ کسی دوسرے گھر میں' ورنہ ام ہانی میزبانی کی خدمت خود انجام دیتیں' خیال رہے کہ ام ہانی نے مکہ معظمہ سے ہجرت نہیں کی تھی ۲؎ سنت یہ ہے کہ مجلس میں پانی وغیرہ کا برتن پہلے بزرگ کی خدمت میں پیش کیا جائے' پھر داہنی طرف کو دور چلے کہ اگرچہ اس طرف چھوٹا آدمی یا بچہ ہی ہو اور بائیں طرف بڑا' مگر دیا جائے داہنی طرف ہی' اور یہاں تو اتفاقًا" داہنی جانب ام ہانی تھیں جو رشتہ اور عمر میں فاطمہ زہرا سے بڑی تھیں' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عزیز قرابت دار مرد و عورت ایک دوسرے کا جھوٹا پانی پی سکتے ہیں جن روایات میں ہے کہ عورت مرد کا جھوٹا نہ پیئے نہ مرد عورت کا' وہاں اجنبی لوگ مراد ہیں' لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں ۳؎ سبحان اللہ کیا عجب عمل ہے کہ ام ہانی نے پہلے روزہ توڑا پھر مسئلہ پوچھا' ان کے نزدیک حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا پس خوردہ تبرک پینا روزے سے افضل تھا ان کے دل نے فتویٰ دیا کہ روزے کی قضاء یا کفارہ ادا کرلوں گی' مگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا جھوٹھا پھر کہاں ملے گا' عشق کے رنگ نرالے ہیں شعر:-

☆ نیست ایں باراں ازیں ابر شما ☆ ہست باراں دیگر و دیگر سما ☆

عشق کا مدرسہ ہی دوسرا ہے' اور اس کے آسمان و زمین ہی کچھ اور ہیں ۴؎ یعنی اگر یہ روزہ نذر یا قضائے رمضان وغیرہ تھا تب تو اس کا توڑنا منع تھا اگر محض نفلی تھا تو توڑنا بالکل جائز اگرچہ اس کی قضاء واجب اس سے معلوم ہوا کہ مرید یا شاگرد اپنے پیر یا استاد کے تبرک کھانے کے لئے نفلی روزہ توڑ سکتا ہے دعوت کی طرح یہ بھی روزہ توڑنے کا ایک عذر ہے' ۵؎ ان ظاہری الفاظ سے امام شافعی نے فرمایا کہ نفلی روزہ توڑ دینے سے قضاء واجب نہیں' لیکن یہ دلیل ضعیف ہے' کیونکہ یہاں گناہ کی نفی ہے نہ کہ قضاء کی قضاء کا حکم تو اگلی حدیث میں آرہا ہے امیر نفسہ کا مطلب یہ ہے کہ نفلی روزہ دار کسی موقعہ اور محل پر افطار بہتر سمجھے تو توڑ سکتا ہے' اس حدیث پر بڑا اعتراض یہ ہے کہ فتح مکہ رمضان میں ہوئی' ام ہانی اس دن مسافر نہ تھیں' ان پر روزہ رمضان فرض تھا نفلی روزہ نہ رکھ سکتی تھیں' اس لئے ترمذی نے فرمایا کہ اس کی اسناد میں کچھ ضعف ہے' نسائی نے کہا کہ اس کی اسناد میں بہت اختلاف ہے امام منذری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ثابت نہیں اور اگر صحیح ہو بھی تو یہاں فتح مکہ کے دن سے زمانہ فتح مکہ مراد ہے' کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد مکہ میں عرصہ تک قیام فرمایا تھا' لہذا یہ واقعہ ماہ رمضان کے بعد پیش آیا شیخ نے فرمایا کہ فتح مکہ کے لئے مدینہ منورہ سے سفر رمضان میں ہوا مگر فتح بعد رمضان' لیکن پہلی توجیہ قوی معلوم ہوتی ہے' کیونکہ سارے مورخین کا اس پر اتفاق

marfat.com

ہے کہ فتح مکہ بھی رمضان ہی میں ہوئی۔

وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَنَا وَحَفْصَةُ صَائِمَتَيْنِ فَعُرِضَ لَنَا طَعَامٌ اشْتَهَيْنَاهُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ فَقَالَتْ حَفْصَةُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا كُنَّا صَائِمَتَيْنِ فَعُرِضَ لَنَا طَعَامٌ اشْتَهَيْنَاهُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ قَالَ اقْضِيَا يَوْمًا آخَرَ مَكَانَهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَذَكَرَ جَمَاعَةً مِنَ الْحُفَّاظِ رَوَوْا عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَائِشَةَ مُرْسَلًا وَلَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ عَنْ عُرْوَةَ وَهٰذَا أَصَحُّ وَرَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ عَنْ زُمَيْلٍ مَوْلٰى عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ

(۱۹۷۸) روایت ہے حضرت زہری سے وہ عروہ سے وہ عائشہ صدیقہ سے راوی فرماتی ہیں کہ میں اور حفصہ دونوں روزہ دار تھیں اور ہمارے سامنے وہ کھانا آیا جس کی ہمیں رغبت تھی ہم نے اس میں سے کھالیا حضرت حفصہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم دونوں روزہ دار تھیں ہمارے سامنے مرغوب کھانا آیا تو ہم نے اس سے کھا لیا۲ سرکار نے فرمایا اس کی جگہ ایک دن کی قضا کرو۳ ترمذی' حافظین کی ایک جماعت نے اسے زہری سے انہوں نے حضرت عائشہ سے مرسلاً" روایت کیا ہے۴ اور اس میں عروہ کا ذکر نہ کیا یہ ہی صحیح تر ہے اور روایت کیا ابوداؤد نے اسے عروہ کے مولے زمیل سے انہوں نے عروہ سے انہوں نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ۵

(۱۹۷۸) ۱؎ اس جملہ سے معلوم ہوا کہ ان دونوں بزرگ بیبیوں کا یہ روزہ نفلی تھا قضائے رمضان یا نذر کا فرضی روزہ نہ تھا کہ فرضی روزہ توڑ دینے کی ہمت کوئی عام مسلمان بھی نہیں کرتا چہ جائیکہ ازواج مطہرات محض اچھا کھانا دیکھ کر ایک اہم عبادت توڑ دیں' لہذا بعض شافعیوں کا اسے فرضی روزہ قرار دینا درست نہیں ان بزرگوں کی شان کے خلاف ہے ۲؎ یہ دونوں بزرگ سمجھیں کہ جب دعوت کے لئے نفلی روزہ توڑ دینا جائز ہے تو ہدیہ کے لئے بھی جائز ہونا چاہیے کہ دونوں قریبًا یکساں ہیں یہ ہی اجتہادی غلطی یا خطا تھی ۳؎ یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کیونکہ اقضیا امر ہے اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے معلوم ہوا کہ اگر نفلی روزہ شروع کرکے توڑ دیا جائے تو اس کی قضاء واجب ہوتی ہے اور جس کی قضاء واجب ہو وہ خود بھی واجب ہوتا ہے' لہذا نفلی روزہ شروع کردینے سے واجب ہوجاتا ہے شوافع فرماتے ہیں کہ یا تو یہ روزہ قضا یا نذر کا واجب روزہ تھا اس کا جواب تو ابھی عرض کر دیا گیا اور یا یہ حکم استحبابی ہے نہ کہ وجوبی' کیونکہ نفل پہلے بھی نفل ہے اور بعد شروع بھی نفل' شروع کے بعد واجب ہو جانا اس کی نفلیت کے خلاف ہے' مگر وہ حضرات بھی نفل حج وغیرہ کو شروع ہو جانے کے بعد واجب مانتے ہیں اور توڑ دینے یا چھوڑ دینے پر قضاء لازم سمجھتے ہیں' لہذا ان کا یہ استدلال یہاں بھی کمزور ہے' نیز جب نذر مان لینے سے نفل واجب ہو جاتے ہیں تو شروع کردینے سے بھی واجب ہو جانے میں کوئی مضائقہ نہیں' اس مسئلے پر بہت قوی دلائل ہیں جو ابھی کچھ پہلے عرض کئے جاچکے دار قطنی نے حضرت جابر سے اور ابوداؤد طیالسی نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کی کہ ایک شخص نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی دعوت کی جب سب حضرات کھانے لگے تو ایک صاحب الگ بیٹھ گئے بولے میرا روزہ ہے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا توڑ دو اور اپنے بھائی میزبان کو خوش کرو اور اس کی قضاء کرلو (مرقات ولمعات) ۴؎ یہاں مرسل سے اصطلاحی مرسل مراد نہیں یعنی صحابی کا چھوٹ جانا بلکہ لغوی مرسل مراد ہے یعنی اسناد میں راوی کا رہ جانا جسے محدثین کے ہاں منقطع کہتے ہیں' مطلب یہ ہے کہ

جناب زہری و حضرت عائشہ کے درمیان عروہ ہیں جن کا اس اسناد میں ذکر نہیں ۵؎۔ یعنی اسناد میں بھی انقطاع ہے کیونکہ زمیل نے عروہ سے حدیث نہیں سنی نیز زمیل مجہول شخص ہیں لہذا یہ اسناد ضعیف ہے مرقات نے یہاں فرمایا کہ یہ ضعف مضر نہیں کیونکہ ابن حبان وغیرہ نے جریر ابن حازم عن یحیٰی ابن سعید عن عروہ عن عائشہ روایت کی اور ابن ابی شیبہ نے عن خصیف عن سعید ابن جبیر عن عائشہ روایت کی اور طبرانی نے عن خصیف عن عکرمہ عن ابن عباس عن عائشہ روایت کی اور بزاز نے عن حماد ابن ولید عن عبید اللہ ابن عمرو عن نافع عن ابن عمر عن عائشہ روایت کی اور طبرانی نے عن محمد ابن عمرو عن ابی سلمہ عن ابی ہریرہ عن عائشہ روایت کی۔ جب اتنی صحیح اسنادیں موجود ہیں تو حدیث صحیح ہے اور اس سے دلیل پکڑنا درست لہذا مذہب حنفی نہایت ہی قوی ہے۔

وَعَنْ اُمِّ عُمَارَةَ بِنْتِ كَعْبٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَدَعَتْ لَهٗ بِطَعَامٍ فَقَالَ لَهَا كُلِيْ فَقَالَتْ اِنِّيْ صَائِمَةٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الصَّائِمَ اِذَا اُكِلَ عِنْدَهٗ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلٰٓئِكَةُ حَتّٰى يَفْرُغُوْا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ۔

(۱۹۷۹) روایت ہے حضرت ام عمارہ بنت کعب سے ا؎ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے حضور کے لئے کھانا منگایا حضور نے ان سے فرمایا تم بھی کھاؤ بولیں میں روزہ دار ہوں ۲؎۔ پھر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب روزہ دار کے پاس کچھ کھایا جائے تو اسے فرشتے دعائیں دیتے ہیں جب تک کہ وہ فارغ ہوں ۳؎۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

(۱۹۷۹) ا؎ آپ کا نام نسیبہ ابن کعب ابن عوف ہے کنیت ام عمارہ صحابیہ ہیں انصاریہ ہیں عاصم ابن زید کی بیوی ہیں بیعت عقبہ اور بیعت رضوان میں حاضر تھیں غزوہ احد میں آپ نے گیارہ زخم کھائے حتی کہ زخموں کی وجہ سے آپ کا ایک ہاتھ کاٹنا پڑا تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کے باوجود تمام غزووں میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں ۲؎۔ چنانچہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے کھانا کھایا انہوں نے نہ کھایا اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے' ایک یہ کہ روزہ دار مہمان کی تواضع خاطر کھانے سے کر سکتا ہے' ہاں رمضان میں روزہ توڑوں اور روزہ چوروں کو نہ کھانا کھلائے' نہ ان کے لئے پکائے کہ یہ گناہ پر مدد ہے' رب تعالیٰ فرماتا ہے ولا تعاونوا علے الاثم والعدوان دوسرے یہ کہ اگر مہمان کی ناراضی کا اندیشہ نہ ہو' تو میزبان نفلی روزہ نہ توڑے اور مہمان سے عذر کر دے ۳؎۔ کیونکہ یہ روزہ دار دو عبادتیں کر رہا ہے' ایک روزہ' دوسرا کھانا کھاتے دیکھ کر صبر اس لئے اس کا اجر و ثواب بھی زیادہ ہے اور فرشتوں کی دعائیں نفع میں ظاہر یہ ہے کہ فرشتوں سے مراد اعمال لکھنے والے اور حفاظت کرنے والے فرشتے ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ دَخَلَ بِلَالٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَغَدّٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَدَاءَ يَا بِلَالُ قَالَ اِنِّيْ صَائِمٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاْكُلُ رِزْقَنَا وَفَضْلُ رِزْقِ بِلَالٍ فِي الْجَنَّةِ اَشَعَرْتَ يَا

(۱۹۸۰) روایت ہے حضرت بریدہ سے ا؎ فرماتے ہیں کہ حضرت بلال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ حضور ناشتہ کر رہے تھے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بلال ناشتہ کر لو عرض کیا یا رسول اللہ میں روزہ دار ہوں ۲؎۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم اپنی روزی کھا رہے ہیں

marfat.com

يَا بِلَالُ اِنَّ الصَّائِمَ يُسَبِّحُ عِظَامُهُ وَيَسْتَغْفِرُ لَهُ الْمَلٰئِكَةُ مَا اُكِلَ عِنْدَهُ۔
(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

اور بلال کی بہتر روزی جنت میں ہے ۳؎ اے بلال کیا تمہیں خبر ہے کہ جب تک روزے دار کے سامنے کچھ کھایا جائے تب تک اس کی ہڈیاں تسبیح کرتی ہیں اسے فرشتے دعائیں دیتے ہیں ۴؎ (بیہقی شعب الایمان)

(۱۹۸۰) ۱؎ آپ مشہور صحابی ہیں' اسلمی ہیں' مکی ہیں' زمانہ نبوی اور زمانہ خلفائے راشدین میں آپ نے اسلام کی شاندار خدمات کیں' جنگ جمل و صفین میں جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے' یزید پلید کے زمانہ میں ۶۲ ہجری میں مقام مرو میں وفات ہوئی' وہیں آپ کا مزار ہے جس سے لوگ برکتیں حاصل کرتے ہیں ۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کھانا کھاتے میں کوئی آ جائے' تو اسے بھی کھانے کے لئے بلانا سنت ہے' مگر دلی ارادہ سے بلائے' جھوٹی تواضع نہ کرے' اور آنے والا بھی جھوٹ بول کر یہ نہ کہے کہ مجھے خواہش نہیں' تا کہ بھوک اور جھوٹ کا اجتماع نہ ہو جائے' بلکہ اگر کھانا کم دیکھے تو کہہ دے بارک اللہ یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنی عبادات نہیں چھپانی چاہئیں۔ بلکہ ظاہر کردی جائیں' تا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اس پر گواہ بن جائیں یہ اظہار ریاء نہیں ۳؎ یعنی آج کی روزی ہم تو اپنی یہیں کھائے لیتے ہیں' اور بلال اس کے عوض جنت میں کھائیں گے' وہ عوض اس سے بہتر بھی ہو گا اور زیادہ بھی ۴؎ حدیث بالکل اپنے ظاہری معنی پر ہے' واقعی اس وقت روزہ دار کی ہر ہڈی و جوڑ بلکہ رگ رگ تسبیح کرتی ہے جس کا روزہ دار کو پتہ نہیں ہوتا مگر سرکار سنتے ہیں یہ تسبیح اگرچہ بغیر اختیار ہے' مگر اس پر ثواب بے شمار' جب سبزہ کی تسبیح سے میت کو فائدہ پہنچ جاتا ہے تو ان ہڈیوں کی تسبیح سے خود روزہ دار بلکہ اس کے پاس بیٹھنے والوں کو بھی ثواب ملے گا۔

بَابُ لَيْلَةِ الْقَدْرِ

باب شب قدر کا

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

شب قدر اس امت محمدیہ کی خصوصیات سے ہے ہم سے پہلے کسی کو نہ ملی قدر کے معنے ہیں اندازہ لگانا عزت و عظمت و تنگی چونکہ اس رات میں سال بھر کے ہونے والے واقعات فرشتوں کے صحیفوں میں لکھ کر انہیں دے دیئے جاتے ہیں ملک الموت کو سال بھر میں مرنے والوں کی فہرست مل جاتی ہے حضرت میکائیل کو تقسیم رزق کی فہرست عطا ہوتی ہے' رب تعالیٰ فرماتا ہے فیھا یفرق کل امر حکیم نیز اس رات میں اتنے فرشتے زمین پر اترتے ہیں کہ زمین تنگ ہو جاتی ہے' ارشادی باری تعالیٰ ہے تنزل الملئکة والروح فیھا اس لئے اسے لیلۃ القدر کہتے ہیں نیز اس رات کی عزت و عظمت بہت زیادہ اس شب میں عبادت کرنے والا رب تعالیٰ کے ہاں عزت والا ہے لہٰذا اسے لیلۃ القدر کہتے ہیں' اس میں بہت اختلاف ہے کہ یہ رات کب ہوتی ہے بعض کے خیال میں یہ مقرر نہیں کسی سال کسی مہینہ اور کسی تاریخ میں دوسرے سال کسی مہینہ اور تاریخ میں بعض کا خیال ہے کہ رمضان شریف میں ہوتی ہے مگر تاریخ مقرر نہیں بعض کے خیال میں رمضان کے آخری عشرہ میں ہے بعض کہتے ہیں کہ اس عشرہ کی طاق

marfat.com

تاریخوں میں ہے اکیسویں تئیسویں وغیرہ مگر زیادہ قوی قول یہ ہے کہ انشاء اللہ شب قدر ہمیشہ ستائیسویں رمضان کی شب ہے کیونکہ لیلۃ القدر میں ۹ حرف ہیں' یہ لفظ سورہ قدر میں تین جگہ ارشاد ہوا ہے تو تیہ' ستائیس ہوتے ہیں نیز سورہ قدر میں تیس حرف ہیں جن سے ستائیسواں حرف ہے ھی' یہ ضمیر لیلۃ القدر کی طرف لوٹتی ہے (روح البیان) اس کی پوری تحقیق اور اس رات میں کرنے کے اعمال ہماری کتاب مواعظ نعیمیہ اور اسلامی زندگی میں ملاحظہ کرو۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۱۹۸۱) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شب قدر رمضان کے آخری عشرہ کی طاق تاریخوں میں ڈھونڈو اب (بخاری)

(۱۹۸۱) ا۔ اس حدیث سے اتنا معلوم ہوا کہ شب قدر ہر سال ماہ رمضان میں ہوتی ہے اور ہوتی بھی ہے آخری عشرہ میں' وہ بھی طاق تاریخوں میں قرآن کریم بھی اس کی تائید فرمارہا ہے کیونکہ ایک جگہ ارشاد ہے شھر رمضان الذی انزل فیه القران جس سے معلوم ہوا کہ نزول قرآن ماہ رمضان میں ہے دوسری جگہ ارشاد ہے انا انزلنه فی لیلة القدر جس سے معلوم ہوا کہ قرآن شب قدر میں نازل ہوا یہ دونوں آیتیں جب ہی جمع ہو سکتی ہیں جبکہ شب قدر رمضان میں ہو خیال رہے کہ شب قدر کو رب تعالٰی نے ہم سے چھپالیا تا کہ ہم اس کی تلاش میں بہت راتوں میں عبادات کریں تلاش کرنے سے مراد عبادتیں کرنا ہے حق یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کا علم دیا مگر اس کے اظہار کی اجازت نہ دی' اسم اعظم کی طرح عوام سے اسے چھپا رکھا تا کہ اس کی تلاش رہے اور اچھی چیز کی تلاش بھی عبادت ہے لہذا یہ چھپانا ہمارے لئے بہتر ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ إِنَّ رِجَالًا مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرُوا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْمَنَامِ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرٰى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيْهَا فَلْيَتَحَرَّهَا فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۹۸۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ کو شب قدر خواب میں دکھائی گئی کہ رمضان کے آخری ہفتہ میں ہے ا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تمہاری خوابیں آخری ہفتہ پر متفق ہو گئیں ۲۔ ہیں تو جو شب قدر تلاش کرے وہ آخری ہفتہ میں تلاش کرے ۳۔ (مسلم بخاری)

(۱۹۸۲) ا۔ یہ ترجمہ بہت احتیاط سے کیا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ کسی صحابی نے خواب دیکھا کہ وہ رمضان کی اکیسویں شب ہے کسی نے دیکھا کہ تئیسویں ہے کسی نے پچیسویں اور کسی نے ستائیسویں یا انتیسویں کہا ہے یعنی آخری عشرہ کی طاق راتیں چونکہ ان میں اکثر راتیں آخری ہفتہ میں ہیں یعنی تیسویں سے انتیسویں تک اس لئے آخری ہفتہ ارشاد ہوا' اس جملہ کی شرح میں شارحین کو بہت دشواری ہوئی ہے' فقیر نے جو عرض کیا وہ زیادہ قرین ہے واللہ و رسولہ اعلم ۲۔ یعنی اے صحابہ تمہاری خوابیں شخصی تعیین میں تو مختلف ہیں مگر نوعی تعیین میں متفق ہیں کہ ہر شخص نے اسے رمضان کے آخری ہفتہ میں دیکھا ۳۔ اس سے معلوم ہوا کہ مومن کا خواب معتبر ہے خصوصاً جبکہ نبی کی تصدیق بھی ہو جائے' دیکھو اذان خواب ہی میں صحابہ نے دیکھی تھی' جو آج تک اسلام میں جاری ہے بلکہ اسلام کا شعار ہے' ایسے ہی یہ بھی ہے' لہذا اکیسویں' تیسویں' پچیسویں' ستائیسویں' انتیسویں میں اس کی تلاش کی جائے

marfat.com

اس کی تفصیل اگلی حدیث میں آرہی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْتَمِسُوْھَا فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ فِیْ تَاسِعَۃٍ تَبْقٰی فِیْ سَابِعَۃٍ تَبْقٰی فِیْ خَامِسَۃٍ تَبْقٰی۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

(۱۹۸۳) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرو جب نو دن باقی رہیں سات دن باقی رہیں پانچ دن باقی رہیں ان میں ا۔ (بخاری)

(۱۹۸۳) ا۔ عرب میں دستور ہے کہ ابتدائی مہینہ میں تاریخوں کا اعتبار شروع مہینہ سے کرتے ہیں یعنی پانچویں تاریخ وہ جس سے پہلے چار تاریخیں گزر گئی ہوں، آٹھویں وہ جس سے پہلے مہینہ کے سات دن گزر چکے ہوں مگر مہینہ کے انتہا میں آخر کی طرف سے حساب لگاتے ہیں اس طرح کہ نویں تاریخ وہ جس کے بعد مہینہ کے نو دن باقی ہوں یعنی اکیسویں، ساتویں تاریخ وہ جس کے بعد مہینہ کے سات دن باقی ہوں یعنی تیسویں اور اس کے ساتھ لفظ تبقے بول دیتے ہیں یعنی اس کے بعد اتنے روز باقی ہیں اسی محاورے سے یہ فرمان عالی ہے، تو مطلب یہ ہوا کہ شب قدر رمضان کی اکیسویں، تیسویں، پچیسویں وغیرہ میں تلاش کرو شارحین نے اس جملے کے اور بہت سے معنے کئے ہیں کہ سابعہ سے ستائیسویں شب مراد ہے تاسعہ سے انتیسویں اور خامسہ سے پچیسویں، مگر فقیر نے جو معنی کئے آسان تر ہیں واللہ رسولہ اعلم، اس افصح الفصحاء صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام سمجھنا آسان نہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اعْتَکَفَ الْعَشْرَ الْاَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ ثُمَّ اعْتَکَفَ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ فِیْ قُبَّۃٍ تُرْکِیَّۃٍ ثُمَّ اَطْلَعَ رَاْسَہٗ فَقَالَ اِنِّیْ اعْتَکَفْتُ الْعَشْرَ الْاَوَّلَ اَلْتَمِسُ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃَ ثُمَّ اعْتَکَفْتُ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ ثُمَّ اُتِیْتُ فَقِیْلَ لِیْ اِنَّھَا فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ فَمَنْ کَانَ اعْتَکَفَ مَعِیَ فَلْیَعْتَکِفِ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ فَقَدْ اُرِیْتُ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃَ ثُمَّ اُنْسِیْتُھَا وَقَدْ رَاَیْتُنِیْ اَسْجُدُ فِیْ مَآءٍ وَّطِیْنٍ مِّنْ صَبِیْحَتِھَا فَالْتَمِسُوْھَا فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ وَالْتَمِسُوْھَا فِیْ کُلِّ وِتْرٍ قَالَ فَمَطَرَتِ السَّمَآءُ تِلْکَ اللَّیْلَۃَ وَکَانَ الْمَسْجِدُ عَلٰی عَرِیْشٍ فَوَکَفَ الْمَسْجِدُ فَبَصُرَتْ عَیْنَایَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی جَبْھَتِہٖ اَثَرُ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ مِنْ صَبِیْحَۃِ اِحْدٰی وَعِشْرِیْنَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ فِی الْمَعْنٰی وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ اِلٰی قَوْلِہٖ فَقِیْلَ لِیْ اِنَّھَا فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ وَالْبَاقِیْ لِلْبُخَارِیِّ وَفِیْ رِوَایَۃِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اُنَیْسٍ قَالَ لَیْلَۃَ

(۱۹۸۴) روایت ہے حضرت ابی سعید خدری سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے پہلے عشرہ میں اعتکاف کیا ا، پھر ترکی خیمہ کے اندر درمیانی عشرہ میں اعتکاف کیا ۲، پھر سر مبارک خیمہ سے نکال کر فرمایا کہ ہم نے اس رات کی تلاش میں پہلے عشرہ کا اعتکاف کیا پھر درمیانی عشرہ کا اعتکاف کیا ۳، پھر ہمارے پاس آنے والا آیا اور مجھے بتایا گیا کہ وہ رات آخری عشرہ میں ہے ۴، تو جس نے ہمارے ساتھ اعتکاف کیا ہو وہ آخری عشرہ کا بھی اعتکاف کرے ۵، مجھے یہ رات دکھائی گئی تھی پھر بھلائی گئی میں نے اس رات کی سویرے اپنے کو کیچڑ میں سجدہ کرتے دیکھا ہے ۶، لہذا تم اسے آخری عشرہ میں ڈھونڈو ہر طاق تاریخ میں تلاش کرو ۷، راوی فرماتے ہیں کہ اس نے بارش دیکھی اور مسجد پر چھپر تھا ۸، چنانچہ مسجد ٹپکی اور میری آنکھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیسویں کے سویرے دیکھا کہ آپ کی پیشانی پاک پر کیچڑ کا اثر تھا ۹، مسلم بخاری معنے اور لفظ مسلم کے ہیں اس مضمون تک کہ مجھے بتایا گیا وہ آخری عشرہ میں ہے باقی بخاری میں ہے اور عبداللہ

marfat.com

ثَلَاثٍ وَّعِشْرِيْنَ - (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) ابن انیس کی روایت میں ہے کہ فرمایا کہ وہ تئیسویں رات ہے ۱؎۔

(۱۹۸۴) ۱؎ یہاں اول داو کے شد سے بھی ہو سکتا ہے تفضیل کا واحد مذکر کیونکہ لفظ عشر واحد بھی ہے مذکر بھی اور ہمزہ کے پیش واؤ کے زبر سے بھی اولی کی جمع' کیونکہ عشر معنے کے لحاظ سے مونث ہے' اور جمع ہے' پہلی قرات زیادہ مشہور ہے اگلا جملہ بھی اس کی تائید کر رہا ہے' کہ اس میں اوسط واحد مذکر آیا ہے یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک بار رمضان کے پہلے عشرہ میں اعتکاف کیا ۲؎ اس خیمہ کو عربی میں خرتان کہتے ہیں اور فارسی میں خرگاہ' یہ نمدہ یا کمبل کا چھوٹا سا گول خیمہ ہوتا ہے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے مسجد میں لگایا گیا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ معتکف مسجد میں اپنے لئے جگہ خاص کرلیتا ہے' جہاں چادر وغیرہ تان لے' جس میں بغیر اجازت کوئی نہ آسکے ۳؎ اس وقت تک حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کی اطلاع نہیں دی گئی تھی' آپ نے صرف اجتہاد سے یہ تلاش فرمائی' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو پہلے سے بھی علم تھا کہ شب قدر رمضان ہی میں ہے دوسرے مہینوں میں نہیں' یہ حدیث ان بزرگوں کے خلاف ہوگی جو کہتے ہیں کہ شب قدر سال بھر میں کبھی ہو جاتی ہے ۴؎ چونکہ اس عشرہ کی ہر رات میں شب قدر ہونے کا احتمال تھا' اس لئے یہاں اواخر جمع ارشاد ہو (مرقات) یعنی بیسویں تاریخ کو فرشتہ نے عرض کیا کہ شب قدر اگلے عشرہ میں ہے' رب تعالٰی چاہتا تھا کہ محبوب کا سارا مہینہ اعتکاف میں گزرے' اس لئے پہلے اطلاع نہ دی ۵؎ تاکہ اس کی یہ محنت رائیگاں نہ جائے اور شب قدر کی تلاش میں کامیاب ہو جائے' اس جملے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ شب قدر رمضان میں ہے اور آخری عشرہ میں ہے ۶؎ مرقات نے یہاں فرمایا کہ غالبًا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کی خصوصی علامت بتائی گئی تھی' پھر وہ بھلادی گئی تاکہ امت اس کی تلاش میں کوشش کرے اور ثواب پائے معین رات صراحۃً نہ بتائی گئی تھی کہ اس کا بھول جانا کچھ بعید از عقل ہے خیال رہے کہ جو چیز ضروریات دین سے نہ ہو پیغمبر اسے بھول سکتے ہیں اور اس بھول میں اللہ کی بہت حکمتیں ہیں' یہ بھی خیال رہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو شب قدر وغیرہ تمام چیزوں کا تفصیل علم عطا ہو' خود فرماتے ہیں فتجلی لی کل شئی و عرفت ہر چیز میں شب قدر بھی یقینًا داخل ہے بھلادی گئی فرما کر یہ بتایا کہ یہ بھولنا ہماری اپنی کوتاہی سے نہیں ہوا بلکہ رب تعالٰی کی طرف سے ہوا رب تعالٰی فرماتا ہے فلا تنسیٰ الا ماشاء اللہ ۷؎ یعنی میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ اس سال شب قدر میں بارش ہوگی' مسجد نبوی شریف ٹپکے گی جس سے مسجد میں کیچڑ ہو جائے اور ہم اس کیچڑ میں نماز فجر ادا کریں گے یہ مطلب نہیں کہ ہر سال شب قدر میں بارش ہوا کرے گی اور ہم کیچڑ میں فجر پڑھا کریں گے ۸؎ معلوم ہوا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو شب قدر بالکل نہ بھلائی گئی تھی بلکہ اس کا تقرر و تعین بھلادیا گیا تھا' اس لئے فرمایا کہ شب قدر آخری عشرہ رمضان کی طاق تاریخوں تیسویں' پچیسویں وغیرہ میں ہے ڈھونڈو ۹؎ کہ بجائے ستونوں کے کھجور کے تنے تھے اور بجائے کڑیوں کے کھجور کی شاخیں تھیں جن پر کھجور کے پتے ڈال دیئے گئے تھے دھوپ بھی چھن کر آتی تھی اور بارش بھی اسی لئے تھوڑی بارش سے مسجد میں کیچڑ ہو جاتی تھی ۱۰؎ تب ہمیں پتہ لگا کہ آج اکیسویں شب کو لیلۃ القدر ہوگئی' اس حدیث کی وجہ سے بعض علماء فرماتے ہیں کہ شب قدر اکیسویں رمضان میں ہے بعض نے فرمایا کہ اس سال اکیسویں شب تھی' ہمیشہ نہیں ہم عرض کر چکے ہیں کہ دلائل ہر رات کے متعلق موجود ہیں' مگر ستائیسویں شب کے دلائل ہی قوی اور زیادہ ہیں' اس حدیث سے معلوم ہوا

کہ سجدہ میں پیشانی زمین پر ضرور لگائے اگرچہ فرش پر معمولی کیچڑ ہو اور نماز میں پیشانی وغیرہ پونچھے نہیں مٹی کیچڑ لگنے دے' ہاں بعد نماز پونچھ ڈالے کہ یہ عبادت کا اثر ہے جس کے اظہار میں ریاء کا اندیشہ ہے اس جملہ میں لیلۃ کو یا تو زبر ہے تو معنے ہوئے کہ بارش وغیرہ کا یہ واقعہ تئیسویں رمضان کی شب میں ہوا اب راویوں کی یاد میں اختلاف ہے' ابو سعید خدری کو یاد رہا کہ اکیسویں شب کو بارش ہوئی اور حضرت عبداللہ ابن انیس کو تئیسویں شب یاد رہی اور یا لیلۃ کو پیش ہے تو معنے یہ ہوں گے کہ شب قدر تئیسویں رمضان کی رات ہے' کیونکہ انہیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس رات بہت عبادت کرنے کا حکم دیا

وَعَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ قَالَ سَاَلْتُ اُبَیَّ بْنَ كَعْبٍ فَقُلْتُ اِنَّ اَخَاكَ ابْنَ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ مَنْ يَّقُمِ الْحَوْلَ يُصِبْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فَقَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَرَادَ اَنْ لَّا يَتَّكِلَ النَّاسُ اَمَا اَنَّهٗ قَدْ عَلِمَ اَنَّهَا فِيْ رَمَضَانَ وَاَنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ وَاَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ ثُمَّ حَلَفَ لَا يَسْتَثْنِيْ اَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ فَقُلْتُ بِاَيِّ شَيْءٍ تَقُوْلُ ذٰلِكَ يَا اَبَا الْمُنْذِرِ قَالَ بِالْعَلَامَةِ اَوْ بِالْاٰيَةِ الَّتِيْ اَخْبَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا تَطْلُعُ يَوْمَئِذٍ لَّا شُعَاعَ لَهَا.

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۹۸۵) روایت ہے حضرت زربن جیش سے ۱؎ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابی ابن کعب سے پوچھا میں نے کہا کہ تمہارے بھائی ابن مسعود فرماتے ہیں جو سال بھر شب بیداری کرے وہ شب قدر پالے گا ۲؎ وہ بولے اللہ ان پر رحم کرے انہوں نے چاہا یہ لوگ بھروسہ نہ کرلیں ورنہ وہ جانتے ہیں کہ شب قدر رمضان میں ہے اس کے آخری عشرہ میں ہے اور وہ ستائیسویں شب ہے ۳؎ پھر آپ نے بغیر انشاء اللہ کے قسم کھائی کہ وہ ستائیسویں شب ہے ۴؎ میں نے کہا آپ کس دلیل سے یہ فرماتے ہیں اے ابو المنذر فرمایا اس نشانی یا اس دلیل سے جو ہمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بتائی کہ اس دن سورج بغیر شعاعوں کے طلوع ہوتا ہے ۵؎ مسلم

(۱۹۸۵) ۱؎ آپ جلیل القدر تابعین میں سے ہیں آپ کی عمر ایک سو بیس یا ایک سو تیس یا ڈیڑھ سو برس ہوئی' آدھی عمر جاہلیت میں گزاری' آدھی اسلام میں زبردست قاری تھے حضرت ابن مسعود و ابی ابن کعب کے ساتھیوں میں سے ہیں ۲؎ شب بیداری سے مراد نماز تہجد پڑھنا ہے کیونکہ تمام سال پوری رات جاگنا شرعاً ممنوع ہے' رب تعالٰی فرماتا ہے قم الیل الا قلیلا یہ حدیث ان بزرگوں کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ شب قدر نہ تو رمضان کی کسی خاص تاریخ سے مخصوص ہے نہ خود رمضان شریف سے بلکہ سال کے کسی مہینہ میں ضرور ہوتی ہے۔ مسئلہ اگر کوئی اپنی بیوی سے کہے کہ تجھے شب قدر کی صبح کو طلاق ہے' تو کہنے سے سال بھر کے بعد طلاق واقع ہوگی' کیونکہ نکاح یقینی تھا اور شب قدر کی تعیین میں شک ہے سال میں یقیناً ہوتی ہے یقینی چیز یقینی سے ہی زائل ہو سکتی ہے ۳؎ یعنی میرا بھی گمان غالب قریبًا یقین ہے۔ اور حضرت ابن مسعود کا بھی' کہ شب قدر ستائیسویں رمضان کی رات ہے' مگر انہوں نے اس کا اظہار محض اس لئے نہ کیا تم لوگ اس کی تلاش نہ چھوڑ دو تلاش میں لگے رہو کہ ثواب پاتے رہو' کہ اچھی چیز کی تلاش بھی اچھی ہے ۴؎ یعنی یوں فرمایا کہ قسم خدا کی شب قدر ستائیسویں رمضان کی شب ہے' اس سے معلوم ہوا کہ مسائل اجتہادیہ پر قسم کھائی جاسکتی ہے' مثلاً حنفی کہے قسم خدا کی آمین اونچی آواز سے پکارنا منع ہے' یا اللہ کی قسم رفع یدین نہ کرنا سنت ہے' دیکھو حضرت ابی ابن کعب اپنے اجتہاد سے جانی ہوئی بات پر قسم کھا رہے ہیں' آپ کو اتنا اعتماد ہے ۵؎ یعنی شب قدر کی علامت یہ بتائی گئی ہے کہ اس کے سویرے کو سورج کی بوقت طلوع شعاعیں نہیں پڑتیں' سفید بغیر شعاع طلوع ہوتا ہے' بعد میں شعاعیں ظاہر

marfat.com

ہوتی ہیں' اور میں نے یہ آزمالیا کہ ستائیسویں رمضان کو ایسا ہوتا ہے اس دلیل کا کبریٰ نص سے ثابت ہے اور صغریٰ ان کے اجتہاد سے' لہٰذا دلیل اجتہادی ہوئی اشعۃ اللمعات میں اس جگہ فرمایا کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے شب قدر کے متعلق پوچھا تو حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ رمضان کے آخری عشر کی ساتویں رات ہے' خواہ سات باقی ہوں یا سات گزر گئی ہوں' یعنی تئیسویں یا ستائیسویں شب' جناب عمر نے پوچھا دلیل کیا ہے' آپ نے فرمایا کہ رب تعالٰی نے آسمان بنائے سات' زمین سات ہفتہ کے دن سات' انسان کی پیدائش سات اندام سے نیز انسان کھاتا ہے سات اعضاء سے سجدہ کرتا ہے سات اعضاء پر طواف میں سات چکر ہیں' رمی جمار میں سات کنکری مارے جاتے ہیں' لہٰذا شب قدر میں بھی سات کا ہی عدد چاہیے حضرت عمر نے فرمایا اب ابن عباس تم نے وہ ہی چیز جان لی جو ہمارے علم میں بھی ہے۔

(۱۹۸۶) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مَالَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهٖ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آخری عشرہ میں اس قدر مشقت فرماتے تھے جو دیگر ایام میں نہ کرتے تھے ا۔ مسلم

(۱۹۸۶) ا۔ چنانچہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بھی کرتے تھے اور عموماً شب بیداری بھی یا تو اسلئے کہ اس عشرہ میں شبقدر ہے یا اس لئے کہ مہمان جارہا ہے الوداع سامنے ہے جو اوقات مل جائیں غنیمت ہے' یا اسلئے کہ مہینہ کا خاتمہ زیادہ عبادتوں پر ہو' بزرگوں کو دیکھا گیا ہے کہ بڑھاپے میں دنیا سے کنارہ کرکے عبادت زیادہ کرتے ہیں کہ اب چلتا وقت ہے جو ہو سکے کرلیں۔ شعر:۔

☆ اترتے چاند ڈھلتی چاندنی جو ہو سکے کرلے ☆ اندھیرا پاکھ آتا ہے یہ دو دن کی اجالی ہے ☆

(۱۹۸۷) وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِئْزَرَهٗ وَأَحْيٰى لَيْلَهٗ وَأَيْقَظَ أَهْلَهٗ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ جب آخری عشرہ آتا تو رسول صلے اللہ علیہ وسلم کمربستہ ہو جاتے ا۔ راتوں کو خود جاگتے اور گھر والوں کو جگاتے ۲۔ مسلم بخاری

(۱۹۸۷) ا۔ میزر ازار سے بنا' بمعنی تہبند یا پائجامہ' لفظی معنے ہوئے اپنا تہبند باندھ لیتے' ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد ہے شاق کاموں کے لئے تیار ہو جاتے جیسے کہا جاتا ہے اٹھ باندھ کمر کیا بیٹھا ہے' اور ہو سکتا ہے کہ مقصد یہ ہو کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اس زمانہ میں ازواج پاک سے قطعاً علیحدہ رہتے اعتکاف کی وجہ سے بھی اور زیادہ عبادتوں میں مشغولیت کے سبب سے بھی ۲۔ یعنی اس عشرہ کی راتوں میں قریباً تمام رات جاگتے تھے' تلاوت قرآن' نوافل' ذکر اللہ میں راتیں گذارتے تھے' اور ازواج پاک کو بھی اس کا حکم دیتے تھے' یہاں مرقات نے فرمایا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام رات بیداری و عبادات کبھی نہ کیں' خیال رہے کہ یہاں احییٰ سے مراد ہے عبادت کیلئے جاگنا اور لیلہ اس کا ظرف ہے' یعنی رات بھر عبادت کے لئے جاگتے' ہو سکتا ہے کہ لیلہ مفعول بہ ہو یعنی رات کے اوقات کو اپنی عبادت سے زندہ کردیتے یا زندہ رکھتے' جو وقت اللہ کی یاد میں گزرے وہ زندہ ہے جو غفلت میں گزرے وہ مردہ' جامع صغیر میں ہے کہ جو عشاء کی نماز جماعت سے پڑھے اس نے گویا شب قدر میں عبادت کی' طبری نے بروایت حضرت ابو امامہ روایت کی کہ جو نماز عشاء جماعت سے پڑھے' وہ گویا آدھی رات عبادت گزار رہا اور جو فجر بھی جماعت سے

marfat.com

پڑھ لے تو گویا وہ تمام رات عابد رہا

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ
دوسری فصل

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَیْتَ اِنْ عَلِمْتُ اَیَّ لَیْلَةٍ لَیْلَةُ الْقَدْرِ مَا اَقُوْلُ فِیْهَا قَالَ قُوْلِی اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ۔
(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَصَحَّحَهٗ)

(1988) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ فرمایئے اگر میں جان لوں کہ شبقدر کونسی رات ہے تو اس میں کیا پڑھوں ا؎ فرمایا یہ عرض کرو الٰہی تو معاف فرمانیوالا ہے معافی پسند کرتا ہے مجھے معافی دیدے ۲؎ احمد ابن ماجہ ترمذی' اور ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے

(1988) ا؎ یعنی اگر کبھی میری آنکھوں سے حجاب اٹھ جائیں اور میں شجر و حجر کو سجدہ کرتے' فرشتوں کو اترتے' شبقدر کا نور پھیلتے' روح فرشتہ کو زمین پر آتے دیکھوں' جس سے معلوم کرلوں کہ یہ شبقدر ہے تو میں اس میں دعا کیا مانگوں معلوم ہوا کہ بعض اولیاء بھی شبقدر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں' مگر انہیں بھی چھپانے کا حکم ہے کہ شبقدر کو چھپانا سنت ہے' (مرقاۃ) ۲؎ یہ دعا مختصر ہے اور بہت جامع ہے کیونکہ جب رب تعالٰی نے بندے کو معافی دیدی تو سب کچھ دیدیا' خیال رہے کہ گنہگار گناہوں سے معافی مانگتے ہیں اور نیک کار نیکی کرکے معافی کے خواستگار ہوتے ہیں کہ خداوندا تیری بارگاہ کے لائق نیکی نہ ہوسکی تو معاف فرمانے والا ہے' معافی پسند کرتا ہے مجھے معافی دیدے شعر۔

☆ زاہداں از گناہ توبہ کنند ☆ عارفاں از اطاعت استغفار ☆

حضرت عائشہ صدیقہ رب تعالٰی کے فضل سے گناہوں سے محفوظ ہیں' پھر بھی معافی مانگنے کا حکم دیا گیا' گناہوں سے معافی نہیں بلکہ وہ معافی جو عرض کی گئی

وَعَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِلْتَمِسُوْهَا یَعْنِیْ لَیْلَةَ الْقَدْرِ فِیْ تِسْعٍ یَبْقَیْنَ اَوْ فِیْ سَبْعٍ یَبْقَیْنَ اَوْ فِیْ خَمْسٍ یَبْقَیْنَ اَوْ ثَلَاثٍ اَوْ اٰخِرِ لَیْلَةٍ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(1989) روایت ہے حضرت ابو بکرہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ یہ رات یعنی شب قدر ڈھونڈو جب نو دن باقی رہیں یا سات دن باقی رہیں یا پانچ دن باقی رہیں یا تین یا آخری رات ا؎ ترمذی

(1989) ا؎ یعنی شب قدر کو اکیسویں رمضان یا تئیسویں یا پچیسویں تا ستائیسویں یا انتیسویں کی راتوں میں تلاش کرو' اس کی تحقیق ابھی کچھ پہلے عرض کی جاچکی ہے کہ عرب میں کبھی آخر ماہ سے حساب لگاتے ہیں' وہاں بقین یا بقیت کہدیتے ہیں' اور یہ حساب اس حساب سے ہے کہ رمضان تیس دن کا ہو

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ فَقَالَ هِیَ فِیْ كُلِّ رَمَضَانَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَقَالَ رَوَاهُ سُفْیَانُ وَشُعْبَةُ

(1990) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے شب قدر کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا وہ ہر رمضان میں ہوتی ہے ا؎ ابوداؤد' اور ابوداؤد نے کہا کہ یہ حدیث

marfat.com

عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ مَوْقُوْفًا عَلَی ابْنِ عُمَرَ ۔
سفیان و شعبہ نے ابو اسحاق سے حضرت ابن عمر پر موقوف روایت کی

(۱۹۹۰) ا۔ اس جواب کے دو مطلب ہو سکتے ہیں' ایک یہ کہ ہمیشہ شب قدر رمضان میں ہو گی' اس کے علاوہ دوسرے مہینہ میں نہیں ہو گی' نہ تو یہ ہو گا کہ کوئی سال شبقدر سے بالکل خالی رہے کہ کسی مہینہ میں شبقدر نہ ہو اور نہ یہ کہ رمضان کے سواء کسی اور مہینہ میں ہو جاوے' دوسرے یہ کہ رمضان کے ہر حصہ میں شبقدر ہو سکتی ہے۔ آخری عشرہ سے خاص نہیں' کبھی شروع تاریخوں میں ہو گی کبھی درمیانی میں اور کبھی آخری تاریخوں میں' یہ حدیث ان علماء کی دلیل ہے' جو کہتے ہیں کہ ہمیشہ شبقدر رمضان ہی میں ہو گی مگر تاریخ مقرر نہیں' کبھی کسی تاریخ میں اور کبھی کسی میں' واللہ ورسولہ اعلم

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُنَيْسٍ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِیْ بَادِيَةً اَكُوْنُ فِيْهَا وَاَنَا اُصَلِّیْ فِيْهَا بِحَمْدِ اللّٰهِ فَمُرْنِیْ بِلَيْلَةٍ اَنْزِلُهَا اِلٰی هٰذَا الْمَسْجِدِ فَقَالَ اَنْزِلْ لَيْلَةَ ثَلَاثٍ وَعِشْرِيْنَ قِيْلَ لِابْنِهٖ كَيْفَ كَانَ اَبُوْكَ يَصْنَعُ قَالَ كَانَ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ اِذَا صَلَّی الْعَصْرَ فَلَا يَخْرُجُ مِنْهُ لِحَاجَةٍ حَتّٰی يُصَلِّیَ الصُّبْحَ فَاِذَا صَلَّی الصُّبْحَ وَجَدَ دَابَّتَهٗ عَلٰی بَابِ الْمَسْجِدِ فَجَلَسَ عَلَيْهَا وَلَحِقَ بِبَادِيَتِهٖ
(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ)

(۱۹۹۱) روایت ہے حضرت عبد اللہ ابن انیس سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ میرا ایک جنگل ہے جس میں میں رہتا ہوں ا۔ اور الحمد للہ وہاں ہی نمازیں پڑھتا ہوں ۲۔ مجھے ایک رات بتا دیجئے جس میں میں اس مسجد میں آیا کروں ۳۔ فرمایا **تئیسویں** رات آجایا کرو ۴۔ انکے بیٹے سے پوچھا گیا کہ آپ کے والد کیا کرتے تھے فرمایا جب عصر پڑھ لیتے تو مسجد نبوی میں چلے جاتے ۵۔ پھر کسی کام کیلئے نہ نکلتے حتی کہ نماز فجر پڑھ لیتے ۶۔ جب فجر پڑھ لیتے تو اپنی سواری مسجد کے دروازے پر پاتے اس پر سوار ہو کر اپنے جنگل چلے جاتے ۷۔ ابوداود' ۸۔

(۱۹۹۱) ا۔ یعنی میرا مکان مدینہ منورہ سے دور اپنی زمین میں واقع ہے جہاں میرا کنواں باغ وغیرہ ہے وہاں ہی میرے جانور رہتے ہیں اور وہاں ہی میرے بال بچے' عرب میں یہ بات عام مروج تھی کہ باغوں زمینوں والے اپنی زمینوں میں رہتے تھے ۲۔ اس طرح کہ اس زمین میں میں نے مسجد بنالی ہے جہاں ہم سب گھر والے باجماعت نمازیں پڑھ لیا کرتے ہیں' راہگیر مسافر بھی وہاں نمازیں پڑھتے ہیں جیسا کہ پنجاب میں کنوؤں کی مسجدوں میں ہوتا ہے لہذا ان صحابی پر ترک جماعت کا اعتراض نہیں ہو سکتا ۳۔ یعنی مسجد نبوی شریف میں حاضر ہو جایا کروں رات بھر نوافل پڑھنے کے لئے یعنی شب قدر بتادیں تا کہ زمان اور مکان دونوں کی برکتیں حاصل کرلیا کروں' شب قدر ہو مسجد نبوی کی زمین پاک ہو اور میری جبین نیاز ہو اس طرح نوافل ادا کیا کروں رب تعالٰی کبھی ہم کو بھی یہ سعادت میسر کرے ۴۔ یعنی تیسویں رمضان کی رات یہاں آکر شب بیدار اور نوافل ادا کیا کرو کہ یہ رات شب قدر ہے' یہ حدیث ان بزرگوں کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ تئیسویں رمضان شب قدر ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کا علم دیا گیا ۵۔ یعنی میرے والد بائیسویں رمضان کی عصر پڑھ کر مسجد نبوی میں داخل ہو جاتے تھے ظاہر یہ ہے کہ نماز عصر اپنے گھر پڑھ کر آتے تھے اور ہو سکتا ہے کہ نماز عصر یہاں مسجد نبوی شریف میں ہی پڑھتے ہوں' تب داخلہ سے مراد ٹھہرنے کا

marfat.com

داخلہ ہو گا اس طرح کہ یہاں عصر پڑھی پھر ضروریات سے فارغ ہوئے پھر رات بھر قیام کے ارادے سے مسجد میں آگئے ۶۔ ظاہر یہ ہے کہ حاجت سے مراد مطلق ضرورت ہے تو آپ تمام ضروریات انسانی سے ایسے فارغ ہو کر مسجد میں داخل ہوتے تھے کہ پھر وضو کے لئے بھی باہر نہ آتے تھے' وضو ٹوٹتا ہی نہ تھا اس جملہ کی اور بہت شرحیں کی گئی ہیں مگر یہ شرح بہت ہی مناسب ہے خیال رہے کہ آپ معتکف نہ ہوتے تھے کیونکہ فرضی اعتکاف تو چوبیس گھنٹے کا ہوتا ہے اور اعتکاف سنت رمضان کے پورے آخری عشرہ کا اور اعتکاف نفلی ایک ساعت کا بھی ہو سکتا ہے' مگر اس میں مسجد سے باہر آنا ممنوع نہیں جب چاہے معتکف باہر آجائے اور جب چاہے اندر جائے اور پھر نیت اعتکاف کر لے لہذا جن شارحین نے اس سے اعتکاف سمجھا وہ مناسب نہیں معلوم ہوتا آپ اس رات کی حاضری کو غنیمت جانتے تھے اور ایک منٹ کے لئے بھی باہر نہ آتے تھے ۸۔ اور پھر شہر میں کبھی کبھار آتے اس سے اشارۃً" معلوم ہو رہا ہے کہ اس رات کو وہ شب قدر جان کر یہ عبادت کرتے تھے جیسا کہ مرقات میں ہے ۸۔ ابوداؤد نے یہ حدیث ضمرہ ابن عبداللہ ابن انیس سے سے روایت کی اس اسناد میں محمد ابن اسحاق راوی ہیں جن کا حال یہ ہے کہ اگر وہ حدثنا کہہ کر روایت کریں تو اسناد صحیح ہوتی ہے اصل حدیث مسلم کی ہے بروایت بشر ابن سعید۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُخْبِرَنَا بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰى رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ خَرَجْتُ لِاُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰى فُلَانٌ وَفُلَانٌ فَرُفِعَتْ وَعَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ خَيْرًا لَّكُمْ فَالْتَمِسُوْهَا فِي التَّاسِعَةِ وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۱۹۹۲) روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں شبقدر بتانے تشریف لائے ۱ تو دو مسلمان مرد لڑ پڑے ۲۔ حضور نے فرمایا کہ میں تمہیں شب قدر بتانے آیا تھا مگر فلاں فلاں لڑ پڑے تو شب قدر اٹھالی گئی ۳۔ ممکن ہے یہ اٹھالیا جانا تمہارے لئے بہتر ہی ہو ۴۔ اب اسے آخری نویں ساتویں پانچویں میں تلاش کرو ۵۔ بخاری

(۱۹۹۲) یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کی خبر بھی دیدی گئی اور بتانے کی اجازت بھی دیدی گئی اس لئے سرکار بتانے کیلئے تشریف لائے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو شبقدر کا علم دیا ۲۔ غالباً یہ حضرات عبداللہ ابن ابی حدرد اور کعب ابن مالک تھے جنکا جھگڑا قرض کے متعلق تھا جن میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے آدھا معاف کرا دیا اور باقی آدھا ادا کرنیکا حکم دیدیا ۳۔ یعنی میرے علم سے اسکا تقرر دور کر دیا گیا اور مجھے بھلا دی گئی' یہ مطلب نہیں کہ خود شب قدر ہی ختم کر دی اب وہ ہوا ہی نہ کرے گی ان جھگڑنے والوں کا جھگڑا ناحق بھی تھا اور اعتدال سے زیادہ بھی جس کا اثر یہ ہوا معلوم ہوا کہ دنیاوی جھگڑے منحوس ہیں انکا وبال بہت ہی زیادہ ہے انکی وجہ سے اللہ کی آتی ہوئی رحمتیں رک جاتی ہیں ۴۔ یعنی اس شر کے ضمن میں تمہارے لئے خیر ہے' کہ اب تم شب قدر تلاش کرو گے اور اس کی تلاش بھی عبادت ہے' لہذا تم اس پر بھی بہت ثواب پاؤ گے یہاں مرقات نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص شب قدر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے تو وہ بھی لوگوں پر ظاہر نہ کرے کہ اسکا ظاہر نہ کرنا سنت ہے اور ظاہر کر دینا خلاف سنت اللہ تعالٰی نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو اس پر مطلع کر دیا تھا مگر حضور انور صلے

marfat.com

اللہ علیہ وسلم نے اس کی تحقیقی اطلاع نہ دی تھی یا علامتیں بتائیں یا نوعی تقرر ظاہر کیا ۵۔ یعنی رمضان کی انتیسویں، ستائیسویں، پچیسویں راتوں میں زیادہ جستجو کرو غالب یہ ہے کہ ان میں سے کسی رات میں ہے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ اس جھگڑے سے خود شبقدر نہ اٹھی تھی بلکہ اس کا تعین اٹھا اور نہ اسکے تلاش کرنے کے کیا معنی، تلاش وہ چیز کی جاتی ہے جو ہو مگر اسکا پتہ نہ ہو

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ نَزَلَ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ كَبْكَبَةٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ يُصَلُّوْنَ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ قَائِمٍ اَوْ قَاعِدٍ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فَاِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدِهِمْ يَعْنِيْ يَوْمَ فِطْرِهِمْ بَاهٰى بِهِمْ مَلٰٓئِكَتَهٗ فَقَالَ يَا مَلٰٓئِكَتِيْ مَا جَزَآءُ اَجِيْرٍ وَّفّٰى عَمَلَهٗ قَالُوْا رَبَّنَا جَزَآؤُهٗ اَنْ يُّوَفّٰى اَجْرُهٗ قَالَ مَلٰٓئِكَتِيْ عَبِيْدِيْ وَاِمَآئِيْ قَضَوْا فَرِيْضَتِيْ عَلَيْهِمْ ثُمَّ خَرَجُوْا يَعُجُّوْنَ اِلَى الدُّعَآءِ وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ وَكَرَمِيْ وَعُلُوِّيْ وَارْتِفَاعِ مَكَانِيْ لَاُجِيْبَنَّهُمْ فَيَقُوْلُ ارْجِعُوْا فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ وَبَدَّلْتُ سَيِّاٰتِكُمْ حَسَنَاتٍ قَالَ فَيَرْجِعُوْنَ مَغْفُوْرًا لَّهُمْ.

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۱۹۹۳) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب شب قدر ہوتی ہے، تو جبریل علیہ السلام فرشتوں کی جماعت میں اترتے ہیں ا۔ ہر اس کھڑے بیٹھے بندے کو دعائیں دیتے ہیں جو اللہ کا ذکر کر رہا ہو ۲۔ پھر جب بندوں کی عید کا دن ہوتا ہے تو اللہ ان بندوں سے اپنے فرشتوں پر فخر فرماتا ہے ۳۔ فرماتا ہے اے میرے فرشتو اس مزدور کی اجرت کیا ہونی چاہیے جو اپنا کام پورا کردے ۴۔ عرض کرتے ہیں الٰہی اس کی اجرت یہ ہے کہ اسے پورا ثواب دیا جائے ۵۔ فرماتا ہے اے فرشتو میرے بندے بندیوں نے میرا فریضہ پورا کردیا جو ان پر تھا پھر دعا میں شور مچاتے نکل پڑے ۶۔ مجھے اپنی عزت اپنے جلال اپنے کرم اپنی بلندی اپنے غلبہ مرتبہ کی قسم میں ان کی دعا قبول کروں گا ۷۔ پھر فرماتا ہے لوٹ جاؤ میں نے تمہیں بخش دیا ۸۔ اور تمہاری برائیوں کو خوبیاں بنا دیا ۹۔ فرمایا پھر یہ لوگ بخشے ہوئے لوٹتے ہیں ۱۰۔ بیہقی شعب الایمان

(۱۹۹۳) ا۔ یہ حدیث اس آیت کریمہ کی تفسیر ہے کہ تنزل الملئکتہ والروح فیھا اس سے پتہ لگا کہ وہاں روح سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں اور ملائکہ سے مراد فرشتوں کی وہ جماعت ہے جو ان کے ساتھ اترتی ہے، یہ جماعت سوائے شب قدر کے اور کبھی نہیں اترتی بعض بزرگوں نے کبھی اس جماعت کو دیکھا بھی ہے روح کی تفسیریں اور بہت ہیں مگر قوی یہ ہی ہے کہ وہ حضرت جبریل ہیں ۲۔ اس تعمیم سے معلوم ہوا کہ شب قدر میں صرف نماز ہی پڑھنا لازم نہیں بلکہ نماز، تلاوت قرآن اور تمام قسم کے ذکر اللہ کئے جائیں پھر نماز نفل کھڑے ہو کر پڑھی جائے یا بیٹھ کر ہر طرح فرشتوں کی دعائیں مل جاتی ہیں ۳۔ فرماتا ہے اے فرشتو تم نے تو کہا تھا کہ خلافت الٰہیہ انسان کو کیوں عطا ہو رہی ہے یہ تو خون ریزی کرے گا فساد پھیلائے گا، دیکھو انسانوں میں ایسے عابد بھی ہیں جو دن کو روزے رکھ کر راتوں کو اس طرح جاگ لیتے ہیں اور ایسی عبادتیں کرلیتے ہیں جو کسی مخلوق سے نہ ہو سکے خیال رہے کہ روزہ جہاد اشاعت دین شہادت وغیرہ وہ عبادتیں ہیں جو صرف انسان ہی کر سکتا ہے فرشتوں سے بھی نہیں ہو سکتیں رکوع سجدہ تو عبادات مشترکہ ہیں، مگر یہ عبادات انسان سے خاص ہیں اسی لئے رب تعالٰی نے فرمایا وحملھا الانسان جنات سفرج اور جہاد کی مشقتوں کو کیا جانیں ۴۔ یعنی ان بندوں نے رمضان کی عبادات پوری کرلیں روزے، تراویح اعتکاف، شب قدر کی شب

marfat.com

بیداری وغیرہ سب کام پورے کرچکے اب بتاؤ ہم کیا کریں اور انہیں کیا دیں' للذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ انسان کا کام تو مرتے وقت پورا ہوتا ہے ابھی یہ کیوں فرمایا گیا' کیونکہ یہاں اس ماہ کی عبادات پوری کرلینا مراد ہے ۵۔ کہ یہ تو ان مزدوروں کا حق ہے جو تو نے اپنے ذمہ کرم پر لازم فرمالیا ہے آگے جو تو کرم فرمائے تو تیرا کرم ہے جو سب کے وہم و گمان سے وراء ہے یہ کلام درپردہ فرشتوں کی سفارش ہے خیال رہے کہ فرشتے مومنوں کے لئے عمومی دعا تو ہمیشہ کرتے رہتے ہیں' رب تعالٰی فرماتا ہے الذین یحملون العرش ومن حوله یسبحون بحمد ربهم ویؤمنون به ویستغفرون للذین امنوا اور خصوصی دعائیں خاص موقعوں پر کرتے ہیں' یہ سب کچھ اس کا عوض ہے جو انہوں نے بارگاہ الٰہی میں انسانوں کی شکایت کی تھی اسی لئے شب قدر میں فرشتے یہی دعائیں کرنے آتے ہیں' اور آج فرشتوں ہی سے یہ خطاب ہے ۶۔ اس حدیث سے پتہ لگا کہ عید الفطر کی نماز جنگل میں نکل کر پڑھنا بہتر ہے اور یہ نماز درحقیقت اس نعمت کا شکریہ ہے کہ جس نے ہمیں رمضان کی عبادات کی توفیق بخشی قرآن کریم فرماتا ہے ولتکبر واللہ علی ما ھدلکم سے روزہ چوروں اور روزہ چھوڑوں اور روزہ توڑوں کو عید کی خوشی منانے کا حق ہی نہیں مگر آج کل عید کی زیادہ خوشی یہ ہی لوگ مناتے دیکھے گئے ۷۔ یعنی بعد نماز عید جو دعا مانگیں گے وہ قبول کروں گا معلوم ہوا کہ نماز عید کے بعد دعا ضرور مانگے' اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ نماز عید کے بعد دعا مانگنا بدعت ہے نہیں مانگنا چاہیے ۸۔ اس طرح کہ تمہارے سارے گناہ بخش دے' چھوٹے ہوں یا بڑے یہ ہی زیادہ ظاہر ہے ۹۔ مرقات نے فرمایا کہ معافی و بخشش تو گنہگاروں کے لئے ہے اور گناہوں کو نیکیاں بنادینا توبہ کرنے والوں کے لئے اس کی تائید اس آیت سے ہے الا من تاب وامن وعمل عملا صالحا فاولئک یبدل اللہ سیاتھم حسنٰت اس کا مطلب یہ ہے کہ نامہ اعمال سے گناہ مٹا کر ان کی جگہ نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں جن پر اجر و ثواب ملتا ہے یہ رب تعالٰی کے کرم سے کوئی بعید نہیں شیخ سعدی فرماتے ہیں ع گاہ بدشناے خلعت دہند ۱۰۔ یہ تو ان لوگوں کے لئے ہے جو عید گاہ جاکر نماز پڑھتے ہیں' رہے وہ لوگ جو وہاں نہیں جاتے جیسے دیہاتی لوگ اور عورتیں وغیرہ ان کی بخشش اس کے بغیر بھی ہوتی ہے جیسے عام مسلمانوں کی بخشش' روزہ نماز سے بچوں اور دیوانوں کی بخشش محض کرم سے اس کی عطا ہماری طلب پر موقوف نہیں۔ شعر:۔

☆ مانہ بودیم و تقاضا مانبود ☆ لطف تو ناگفتہ ماے شنید ☆

بَابُ الْاِعْتِکَافِ — اعتکاف کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

۱۔ اعتکاف عکف سے بنا۔ بمعنی ٹھہرنا یا قائم رہنا رب تعالٰی فرماتا ہے یعکفون علی اصنام لھم اور فرماتا ہے وانتم عکفون فی المسجد شریعت میں بہ نیت عبادت مسجد میں خاص ٹھہرنے کو اعتکاف کہا جاتا ہے' اعتکاف بڑی پرانی عبادت ہے رب تعالٰی نے حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام سے فرمایا تھا ان طھرا بیتی للطائفین العکفین والرکع السجود اعتکاف تین قسم کا ہے' اعتکاف فرض جیسے نذر مانا ہوا اعتکاف' اس میں روزہ شرط ہے اور اس کی مدت کم از کم ایک دن و رات ہے' اعتکاف سنت۔ یہ

marfat.com

بیسویں رمضان کی عصر سے عید کا چاند دیکھنے تک ہے' اعتکاف نفل اس میں نہ روزہ شرط ہے نہ اس کی مدت مقرر جب بھی مسجد میں جائے تو کہہ دے میں نے اعتکاف کی نیت کی جب تک مسجد میں رہوں حق یہ ہے کہ رمضان کا اعتکاف سنت مؤکدہ علے الکفایہ ہے کہ اگر بستی میں کسی نے نہ کیا تو سب سنت کے تارک ہوئے' اگر ایک نے بھی کر لیا تو سب کی طرف سے ادا ہو گیا' مرد تو جماعت والی مسجد میں ہی اعتکاف کر سکتا ہے جہاں نماز پنج گانہ باجماعت ہوتی ہو مگر عورت اپنے گھر میں کوئی جگہ صاف و پاک کر کے وہاں ہی اعتکاف کر لے جسے مسجد خانہ کہتے ہیں (لمعات مرقات) وغیرہ

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ثُمَّ اعْتَكَفَ اَزْوَاجُهٗ مِنْ بَعْدِهٖ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۹۹۴) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرتے تھے حتی کہ اللہ نے انہیں وفات دی ا۔ پھر آپ کی بیویوں نے آپ کے بعد اعتکاف کیا ۲۔ مسلم بخاری

(۱۹۹۴) ا۔ اس ہیشگی سے معلوم ہوا کہ اعتکاف سنت مؤکدہ ہے' اور چونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکا حکم امت کو صراحۃً نہ دیا بلکہ رغبت دی معلوم ہوا کہ یہ اعتکاف واجب نہیں' کیونکہ وجوب کے لئے حکم دینا ضروری ہے' لہذا یہ حدیث احناف کی دلیل ہے کہ رمضان کا اعتکاف سنت مؤکدہ ہے' پھر سارے مدینہ منورہ میں صرف حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابہ ہی اعتکاف کرتے تھے سب مسلمان نہ کرتے تھے' معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف سنت مؤکدہ علے الکفایہ ہے' ۲۔ یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپکی ازواج پاک نے ہمیشہ اپنے گھروں میں اعتکاف کیا نہ کہ مسجد نبوی شریف میں مسجد میں تو ایک بار ان بیویوں نے اعتکاف کیا تھا' اعتکاف کے لئے کپڑے کے خیمے لگائے تھے جو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اکھڑوا دیئے تھے' فقہاء فرماتے ہیں کہ اگرچہ عورت مسجد میں بھی باپردہ رہ کر اعتکاف کر سکتی ہے مگر اس کے لئے گھر میں اعتکاف بہت اچھا ہے

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَكَانَ اَجْوَدَ مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ كَانَ جِبْرَئِيْلُ يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِيْ رَمَضَانَ يَعْرِضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْاٰنَ فَاِذَا لَقِيَهٗ جِبْرَئِيْلُ كَانَ اَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۹۹۵) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمام سے بڑھ کر ہر بھلائی کے سخی داتا تھے ا۔ اور آپ رمضان میں تو بہت ہی سخاوت فرماتے تھے ۲۔ ہر رات جبریل امین آپ سے ملتے تھے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل پر قرآن پیش فرماتے تھے ۳۔ تو جب آپ سے جبریل ملتے تب آپ بھیجی ہوئی تیز ہوا سے بھی زیادہ سخی بالخیر ہوتے تھے ۴۔ مسلم بخاری

(۱۹۹۵) ا۔ کہ ہمیشہ ہی مال کی' اعمال کی علم کی' ہر رحمت الہیہ کی سخاوت کرتے تھے' حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی سی سخاوت آج تک نہ کسی نے کی نہ کوئی کر سکتا ہے' حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالٰی کی صفت جواد کے مظہر اتم ہیں قرآن پاک نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو کریم یعنی سخی داتا فرمایا۔ شعر:۔

☆ یا رب تو کریمی و رسول تو کریم ☆ صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم ☆

کہ ماہ رمضان میں تو کسی کو کسی طرح رد فرماتے ہی نہ تھے' جنت مانگنے والوں کو جنت رحمت کے سائلوں کو رحمت' خود حضور انور

marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم سے حضور کو مانگنے والوں کو اپنی توجہ کرم' مال مانگنے والوں کو مال' اعمال' کمال لقائے ذوالجلال غرضیکہ جو سائل جو مانگتا تھا منہ مانگی پاتا تھا' بعض عشاق اب بھی رمضان میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے ہر چیز مانگتے ہیں مسلمانوں کو بھی رمضان میں بہت سخاوت کرنا چاہیے کہ یہ سنت رسول ہے صلے اللہ علیہ وسلم ۲۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ ہر رمضان میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل کے ساتھ اول سے آخر تک سارا قرآن مع تجوید و مخارج حروف کے دور فرماتے تھے' اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے' ایک یہ کہ رمضان میں دور قرآن کرنا یا قرآن کا دورہ کرنا سنت رسول بھی ہے اور سنت جبریل بھی دوسرے یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اول ہی سے سارا قرآن جانتے ہیں' نزول قرآن تو امت پر احکام جاری کرنے کے لئے ہوا' کیونکہ ہر رمضان میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم پورا قرآن سن بھی رہے ہیں اور حضرت جبریل کو سنا بھی رہے ہیں' حالانکہ ابھی سارا قرآن نازل نہیں ہوا تھا' نزول کی تکمیل تو وفات سے کچھ پہلے ہوئی چونکہ یہ تلاوت خصوصیت سے اعتکاف میں ہوتی تھی اس لئے مصنف یہ حدیث اعتکاف کے باب میں لائے ۳۔ یعنی جیسے ہوا کی سخاوت پر عالم قائم ہے کہ ہر شخص ہوا سے ہی سانس لیتا ہے' اور ہوا ہی سے بارش آتی ہے' ہوا سے ہی کھیت و باغ پھلتے پھولتے ہیں' پھر ہر جگہ ہوا موجود ہے ہر جاندار و غیر جاندار کو ہر طرح فیض پہنچاتی ہے' ایسے ہی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ملاقات جبریل کے موقعہ پر ہر ایک کو ہر طرح ہر چیز دیتے تھے خیال رہے کہ رب تعالٰی رمضان میں بہت جود و کرم فرماتا ہے اس سنت الٰہیہ کے مطابق حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بھی رمضان میں زیادہ سخاوت کرتے تھے۔ ہوئے جو رب تعالٰی کے مظہر اتم صلی اللہ علیہ وسلم۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ يُعْرَضُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْاٰنُ كُلَّ عَامٍ مَرَّةً فَعُرِضَ عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ فِی الْعَامِ الَّذِیْ قُبِضَ وَكَانَ يَعْتَكِفُ كُلَّ عَامٍ عَشْرًا فَاعْتَكَفَ عِشْرِيْنَ فِی الْعَامِ الَّذِیْ قُبِضَ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۱۹۹۶) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر سارا قرآن ایکبار پیش کیا جاتا تھا جس سال حضور انور کو وفات دی گئی اس سال دوبار پیش کیا گیا ۱۔ اور حضور ہر سال دس دن اعتکاف کرتے تھے وفات کے سال بیس دن اعتکاف کیا ۲۔ بخاری

(۱۹۹۶) ۱۔ یعنی شروع نبوت سے مابعد ہجرت شروع سے ہر رمضان میں حضرت جبریل اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایک پارہ روز دورہ کرتے تھے جس سے پورے رمضان میں ایک ختم ہوتا تھا وفات کے سال دو پارہ روز دور کیا جس سے مہینہ میں دو ختم ہوئے' یوں سمجھو کہ افضل رسول پر افضل مہینہ میں افضل کلام افضل مقام میں لا کر سنتے اور سناتے تھے' یہاں معارضہ سے مراد مدارستہ ہے یعنی دور شعر:

☆ نور آیا تو لایا نور پر نورانی رات ☆ اس لئے رمضان کا سارا مہینہ نور ہے ☆

۲۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات کی خبر تھی کہ اس سال ہوگی اسی لئے اس سال سفر آخرت کی تیاری خصوصیت سے فرما رہے ہیں یہ حدیث اہل سنت کے بہت سے مسائل کی اصل ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر شخص بڑھاپے میں یا مرض وفات میں خصوصیت سے آخرت کی تیاری کرے دنیاوی تعلقات کم کرنا شروع کردے یہ بھی سنت رسولی ہے' اللہ تعالٰی توفیق دے

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

(۱۹۹۷) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ

marfat.com

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اعْتَكَفَ اَدْنٰى اِلَىَّ رَاْسَهٗ وَهُوَ فِى الْمَسْجِدِ فَاُرَجِّلُهٗ وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ اِلَّا لِحَاجَةِ الْاِنْسَانِ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

صلے اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کرتے تو مسجد میں رہتے ہوئے میری طرف اپنا سر جھکادیتے میں کنگھی کردیتی ۱؎ اور بجز ضروریات انسانی گھر میں تشریف نہ لاتے ۲؎ مسلم بخاری

(۱۹۹۷) ۱؎ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے حجرہ کا دروازہ مسجد میں تھا تو بحالت اعتکاف آپ مسجد میں رہتے اور حضرت عائشہ گھر میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے سر مبارک حجرہ میں کردیتے ام المومنین کنگھی کردیتی تھیں اس حدیث سے بہت سے مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ معتکف کا اپنے بعض اعضاء مسجد سے نکال دینا جائز ہے یہ مسجد سے نکلنا نہیں کہا جاتا اسی طرح حائضہ عورت کا اپنے بعض اعضاء مسجد میں داخل کردینا جائز ہے تیسرے یہ کہ کنگھی وغیرہ مسجد میں نہ کرنا بہتر ہے کہ اس سے بال مسجد میں گریں گے اڑیں گے چوتھے یہ کہ جو کام مسجد میں رہ کرکئے یا کرائے جاسکتے ہیں ان کے لئے معتکف مسجد سے نہ نکلے ۲؎ حاجت انسانی سے مراد صرف پیشاب پاخانہ ہے کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم احتلام سے محفوظ ہیں فقہاء صرف چار کاموں کے لئے معتکف کو مسجد سے نکلنے کی اجازت دیتے ہیں پیشاب'پاخانہ'غسل جنابت اور نماز جمعہ اگر اس مسجد میں جمعہ نہ ہوتا ہو'اور اس پر جمعہ فرض ہو'غسل جمعہ کے متعلق روایت نہ ملی'حضرت شیخ نے یہاں اشعہ میں فرمایا کہ معتکف غسل نفل کے لئے بھی مسجد سے نکل سکتا ہے'مرقاۃ نے فرمایا کہ اگر مسجد میں رہتے ہوئے کسی ٹب وغیرہ میں اس طرح غسل کرلے کہ مسجد میں مستعمل پانی بالکل نہ گرے تو وہاں ہی کرے غسل خانہ میں نہ جائے

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ سَاَلَ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ نَذَرْتُ فِى الْجَاهِلِيَّةِ اَنْ اَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَالَ فَاَوْفِ بِنَذْرِكَ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۹۹۸) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ حضرت عمر نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا عرض کیا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں ۱؎ ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی ۲؎ فرمایا اپنی نذر پوری کرو ۳؎ مسلم بخاری ۴؎

(۱۹۹۸) ۱؎ زمانہ جاہلیت حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے زمانہ کو کہتے ہیں جب اہل عرب بالکل اندھیروں میں تھے گذشتہ نبیوں کی تعلیم گم ہو چکی تھی'مگر یہاں اشاعت نبوت سے پہلے کا زمانہ مراد ہے کیونکہ حضرت عمر کی یہ نذر قبول اسلام کے بعد کی ہے کہ آپ نے مسلمان ہو کر یہ نذر مانی مگر پوری نہ کرسکے کیونکہ کفار مکہ کا بہت زور تھا وہ آپ کو مسجد حرام میں رات گزارنے نہ دیتے تھے وہاں ٹھہرنے میں آپ کو جان کا خطرہ تھا(مرقاۃ) ۲؎ رات سے مراد رات مع دن ہے'اہل عرب رات بول کر پورے چوبیس گھنٹے مراد لیتے ہیں ورنہ نذر کے اعتکاف میں روزہ شرط ہے اور وہ دن ہی میں ہوتا ہے امام شافعی کے ہاں صرف رات بھر کا بھی اعتکاف ہوسکتا ہے انکے ہاں روزہ شرط نہیں وہ اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں'مگر یہ دلیل نہایت ہی کمزور ہے آگے صراحۃً حدیث آرہی ہے کہ بغیر روزہ اعتکاف نہیں اس صریحی حدیث کے ہوتے ہوئے اس اشارہ پر عمل نہیں کیا جاسکتا ۳؎ یہ امر وجوبی ہے کیونکہ حضرت عمر کی نذر اسلام قبول کرلینے کے بعد کی ہے مسلمان کی نذر درست ہے'اگر کافر زمانہ کفر میں کسی اچھے کام کی نذر مانے'پھر مسلمان ہو جائے تو اسے نذر پورا کرنا مستحب ہے ظاہر یہ ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو کعبہ معظمہ یعنی مسجد حرام میں اعتکاف کا حکم دیا بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر مسجد نبوی میں اعتکاف کی نذر مانی ہو تو دوسری مسجد میں اعتکاف

marfat.com

نہیں کر سکتا' انکی دلیل یہ حدیث ہے بعض کے ہاں کر سکتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم استحبابی ہے ۴؎ یہ حدیث ابوداؤد' نسائی اور دار قطنی نے بھی نقل کی مگر انکی روایت میں ہے کہ جناب عمر نے کعبہ معظمہ کے پاس ایک دن و رات اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی' نسائی' دار قطنی نے روایت کی کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں اعتکاف اور روزے کا حکم دیا (مرقات) فتح القدیر میں ہے کہ مسلم و بخاری کی روایت میں بھی ہے کہ حضرت عمر نے ایک دن و رات کے اعتکاف کی نذر پوری کی تھی

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَلَمْ يَعْتَكِفْ عَامًا فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ اعْتَكَفَ عِشْرِيْنَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَرَوَى اَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْ اُبَیِّ بْنِ كَعْبٍ۔

(۱۹۹۹) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے ایک سال اعتکاف نہ کر سکے ۱؎ جب اگلا سال آیا تو حضور انور نے بیس دن اعتکاف کیا ۲؎ ترمذی' اور ابوداود و ابن ماجہ نے حضرت ابی بن کعب سے روایت کی

(۱۹۹۹) ۱؎ کسی مجبوری کی وجہ سے ورنہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے بلاعذر اعتکاف کبھی نہ چھوڑا' ہمیشہ رمضان کے آخری عشرہ میں کرتے تھے (مرقاۃ) ۲؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ گذشتہ رمضان کے اعتکاف کی قضاء نہ تھی' ورنہ اس رمضان تک انتظار نہ فرماتے' وہ رمضان گزرتے ہی قضاء کر لیتے جیسے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے آخری رمضان میں جس کے بعد وفات شریف واقع ہوئی بیس دن اعتکاف فرمایا تھا ایسے ہی اس رمضان میں کیا ہو سکتا ہے کہ دس دن گذشتہ رمضان کی قضاء ہی ہوں تو یہ قضا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے ورنہ آپ پر اعتکاف فرض نہ تھا اور قضا صرف فرض یا واجب کی ہوتی ہے جیسے ایک دفعہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت ظہر چار رکعت رہ گئی تھیں تو بعد عصر ان کی قضاء کی پھر ہمیشہ یہ رکعتیں پڑھتے رہے' وہ بھی خصوصیات میں سے تھا' مرقات نے فرمایا کہ موقت نفلوں کی قضا کر لینا بہتر ہے جیسے نفل تہجد

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَعْتَكِفَ صَلَّى الْفَجْرَ ثُمَّ دَخَلَ فِیْ مُعْتَكَفِهٖ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَاَبُوْدَاؤدَ)

(۲۰۰۰) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کا ارادہ فرماتے تو نماز فجر پڑھتے پھر اپنے اعتکاف گاہ میں داخل ہو جاتے ۱؎ (ابوداود' ابن ماجہ)

(۲۰۰۰) ۱؎ اس حدیث کی بنا پر امام اوزاعی و لیث نے فرمایا کہ اعتکاف بعد فجر شروع کیا جائے مگر باقی تمام ائمہ کے ہاں اعتکاف سنت و فرض بعد عصر شروع کیا جائے' وہ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا اس وقت سے اعتکاف گاہ میں داخلہ تیاری اعتکاف کے لئے ہوتا تھا' اصل اعتکاف بعد عصر شروع فرماتے تھے' اسی لئے آپ فرما رہی ہیں کہ اپنے اعتکاف گاہ میں داخل ہو جاتے' یہ نہ فرمایا کہ اعتکاف شروع کر دیتے تھے' اعتکاف شروع کرنا اور ہے اور اعتکاف گاہ میں داخلہ کچھ اور اعتکاف گاہ سے مراد چٹائی کا وہ حجرہ ہے جو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے اعتکاف کے لئے بنایا جاتا تھا کہ چٹائی گول شکل میں کھڑی کر دی جاتی تھی۔

وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۲۰۰۱) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ

marfat.com

يَعُوْدُ الْمَرِيْضَ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فَيَمُرُّ كَمَا هُوَ فَلَا يُعَرِّجُ يَسْأَلُ عَنْهُ (رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَهْ)

وسلم بحالت اعتکاف بیمار کی مزاج پرسی یوں فرماتے تھے کہ اسی طرح چلتے رہتے تھے مڑتے نہ تھے اس کا مزاج پوچھ لیتے تھے (ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۲۰۰۱) ا۔ یعنی جب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بحالت اعتکاف پیشاب یا پاخانہ کے لئے مسجد سے باہر جاتے اور اتفاقاً" کوئی بیمار مل جاتا' تو چلتے ہوئے ہی مزاج پرسی فرمالیتے' نہ تو ٹھہرتے نہ اس کی خاطر راستہ سے مڑتے جمہور علماء کے ہاں معتکف کے لئے یہی حکم ہے اگر وہ مزاج پرسی کے لئے بقدر اداء نماز ٹھہرے تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا اس سے کم ٹھہرا تو مکروہ ہوگا' جمہور علماء کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

وَعَنْهَا قَالَتِ السُّنَّةُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ اَنْ لَّا يَعُوْدَ مَرِيْضًا وَلَا يَشْهَدَ جَنَازَةً وَّلَا يَمَسَّ الْمَرْاَةَ وَلَا يُبَاشِرَهَا وَلَا يَخْرُجَ لِحَاجَةٍ اِلَّا لِمَا لَابُدَّ مِنْهُ وَلَا اعْتِكَافَ اِلَّا بِصَوْمٍ وَّلَا اعْتِكَافَ اِلَّا فِيْ مَسْجِدٍ جَامِعٍ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۲۰۰۲) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں معتکف کے لئے سنت یہ ہے کہ نہ تو بیمار کی مزاج پرسی کرے ا۔ اور نہ جنازے ہی کو جائے ۲۔ نہ عورت کو ہاتھ لگائے نہ اسے چھوئے ۳۔ نہ کسی کام کو جائے سوائے ضروری کام کے ۴۔ بغیر روزہ اعتکاف نہیں ہوتا ۵۔ اور صرف جامع مسجد میں ہی اعتکاف کرے ۶۔ (ابوداؤد) ۷۔

(۲۰۰۲) ا۔ نہ مزاج پرسی کے لئے مسجد سے نکلے اور نہ مسجد سے باہر اس کے لئے ٹھہرے لہٰذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں کہ وہاں چلتے ہوئے مزاج پرسی مراد تھی اور یہاں ٹھہر کر ۲۔ یعنی نماز جنازہ کے لئے مسجد سے باہر نہ جائے اگرچہ خارج مسجد میں نماز جنازہ ہو کہ معتکف اندروں مسجد رہنا چاہیے' بلا ضرورت وضو اور غسل کی جگہ بھی نہ جائے اگرچہ یہ جگہ مسجد کی حدود میں ہوتی ہیں ۳۔ یعنی معتکف اپنی بیوی کو نہ شہوۃ" ہاتھ سے چھوئے نہ اسے چمٹائے نہ صحبت کرے صحبت سے تو اعتکاف یقیناً جاتا رہے گا اور بوس و کنار یا شہوۃ" چھونے سے انزال ہو گیا تو اعتکاف گیا' ورنہ سخت مکروہ ہوا ۴۔ اس سے معلوم ہوا کہ نفلی غسل گرمی کے غسل کے لئے مسجد سے نکلنا بھی جائز نہیں' صرف پیشاب پاخانہ غسل جنابت کے لئے نکل سکتا ہے حتی کہ جس پر جمعہ فرض نہیں جیسے عورت یا دیہاتی وہ نماز جمعہ کے لئے مسجد سے نہیں جا سکتا ۵۔ یہ حکم اعتکاف فرض یا اعتکاف سنت کے لئے ہے کہ ان دونوں میں روزہ شرط ہے' اعتکاف نفل میں نہ روزہ شرط ہے' نہ وقت کی پابندی ۶۔ یہ حکم مرد کے اعتکاف کے لئے ہے' عورتوں کے اعتکاف کے لئے مسجد شرط نہیں' وہ اپنے گھروں میں اعتکاف کریں جامع مسجد سے مراد جماعت والی مسجد ہے جہاں مؤذن و امام مقرر ہو اور نماز پنج گانہ باجماعت ہوتی ہو ایسی ہی مسجد میں اعتکاف کرے اور اگر اس سے جمعہ والی مسجد مراد ہو جہاں نماز جمعہ بھی ہوتی ہو تو یہ حکم استحبابی ہے کہ جمعہ والی مسجد میں اعتکاف مستحب ہے جائز تو ہر مسجد میں ہے رب تعالٰی فرماتا ہے وانتم عکفون فی المسجد خیال رہے کہ سب سے افضل اعتکاف حرم کعبہ یعنی مسجد حرام میں ہے' پھر مسجد نبوی میں پھر بیت المقدس میں پھر وہاں جہاں کا امام افضل ہو پھر وہاں جہاں جماعت بڑی ہوتی ہو مرقات و لمعات' یہ حدیث احناف کی دلیل ہے کہ مرد مسجد ہی میں اعتکاف کر سکتا ہے ۷۔ یہ حدیث کچھ فرق سے نسائی نے بھی نقل کی موطا امام مالک میں کچھ تھوڑی تبدیلی سے ہے اس حدیث کی اسناد میں عبدالرحمن ابن اسحاق ہیں جن پر بعض محدثین نے جرح کی ہے مگر بعض محدثین نے انہیں ثقہ کہا اور جب جرح و تعدیل میں

marfat.com

تعارض ہو تو تعدیل مقدم ہوتی ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ کا یہ فرمانا کہ سنت یہ ہے مرفوع حدیث کے حکم میں ہے کیونکہ یہ بات محض اٹکل وقیاس سے نہیں کہی جاسکتی۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا اعْتَكَفَ طُرِحَ لَهٗ فِرَاشُهٗ اَوْ يُوْضَعُ لَهٗ سَرِيْرُهٗ وَرَآءَ اُسْطُوَانَةِ التَّوْبَةِ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۲۰۰۳) روایت ہے حضرت ابن عمر سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ جب اعتکاف کرتے تو آپ کے لئے بستر بچھا دیا جاتا یا ستون توبہ کے پیچھے آپ کا تخت پوش ڈال دیا جاتا۔ا (ابن ماجہ)

(۲۰۰۳) ا۔ یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ستون توبہ کے پاس اعتکاف کرتے تھے وہاں آپ کے لئے کبھی تو صرف بستر بچھا دیا جاتا تھا اور کبھی چارپائی کی طرح تخت بھی معلوم ہوا کہ معتکف مسجد میں چارپائی یا تخت پر سو سکتا ہے بشرطیکہ بالکل پاک وصاف ہو ستون توبہ مسجد نبوی میں وہ ستون ہے جہاں ابولبابہ نے توبہ کی تھی اسی ستون سے انہیں باندھ دیا گیا تھا اب حجاج وہاں کھڑے ہو کر توبہ واستغفار کرتے ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْمُعْتَكِفِ هُوَ يَعْتَكِفُ الذُّنُوْبَ وَيُجْزٰى لَهٗ مِنَ الْحَسَنَاتِ كَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ كُلِّهَا۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۲۰۰۴) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے معتکف کے بارے میں فرمایا کہ اعتکاف گناہوں سے باز رکھتا ہےا اور معتکف کو تمام نیکیوں کا ثواب دیا جاتا ہے تمام نیکیاں کرنے والے کی طرح ۲۔ (ابن ماجہ)

(۲۰۰۴) ا۔ یعنی اعتکاف کا فوری فائدہ تو یہ ہے کہ یہ معتکف کو گناہوں سے باز رکھتا ہے عکف کے معنی ہیں روکنا' باز رکھنا' کیونکہ اکثر گناہ' غیبت' جھوٹ اور چغلی وغیرہ لوگوں سے اختلاط کے باعث ہوتی ہے معتکف گوشہ نشین ہے اور جو اس سے ملنے آتا ہے وہ بھی مسجد واعتکاف کا لحاظ رکھتے ہوئے بری باتیں نہ کرتا ہے نہ کراتا ہے ۲۔ یعنی معتکف اعتکاف کی وجہ سے جن نیکیوں سے محروم ہو گیا جیسے زیارت قبور مسلمانوں سے ملاقات بیمار کی مزاج پرسی' نماز جنازہ میں حاضری اسے ان سب نیکیوں کا ثواب اسی طرح ملتا ہے جیسے یہ کام کرنے والوں کو ثواب ملتا ہے' انشاء اللہ غازی' حاجی' طالب علم دین کا بھی یہ ہی حال ہے۔

كِتَابُ فَضَائِلِ الْقُرْاٰنِ — قرآن کے فضائل کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

فضائل فضیلت کی جمع ہے فضیلت فضل سے بنا۔ بمعنی زیادتی عرف میں فضیلت اس خصوصی بزرگی کو کہتے ہیں جو دوسرے کو

marfat.com

حاصل نہ ہو خیال رہے کہ فضل صفت ہے لور فضول عیب یعنی عبث یا فائدہ سے خالی قرآن کی وجہ تسمیہ ہماری کتاب تفسیر نعیمی جلد لول کے مقدمہ میں ملاحظہ کیجئے' کہ یہ لفظ قرء سے بنایا قراۃ سے یا قرن سے قرآن کے فضائل بعض عمومی ہیں یعنی سارے قرآن کے فضائل لور بعض خصوصی یعنی بعض سورتوں یا بعض آیتوں کے خصوصی فائدے و تاثیریں جن آیات میں حمد و نعت ہیں وہ ذکر بھی افضل' ذاکر بھی اعلیٰ لور مذکور بھی بہتر' مگر جن آیات میں کفار کا ذکر ہے وہاں ذکر اعلیٰ ذاکر افضل مگر مذکور بد ترین خلق' اسی لئے قل ھو اللہ تین بار پڑھنے میں سارے قرآن کی تلاوت کا ثواب ہے کہ یہ حمد کی سورت ہے' لور تبت یدا تین سو بار بھی پڑھ لو تو بھی یہ ثواب نہیں کعبہ معظمہ سارا ہی خدا کا گھر ہے' مگر رکن اسود بہت اعلیٰ ہے' مسجد ساری بیت اللہ ہے مگر محراب و منبر اعلیٰ ہیں' لہٰذا اس فضیلت پر منکرین حدیث کا یہ اعتراض نہیں پڑ سکتا کہ سارا ہی قرآن کلام الٰہی ہے پھر یہ فرق مراتب کیسا نبیوں' ولیوں میں فرق مراتب موجود ہے حالانکہ وہ سارے اللہ کے پیارے ہیں تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض

عَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۲۰۰۵) روایت ہے حضرت عثمان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے ا۔(بخاری)

(۲۰۰۵) ا۔ قرآن سیکھنے سکھانے میں بہت وسعت ہے بچوں کو قرآن کے ہجے روزانہ سکھانا' قاریوں کا تجوید سیکھنا سکھانا' علماء کا قرآنی احکام بذریعہ حدیث وفقہ سیکھنا سکھانا صوفیائے کرام کا اسرار و رموز قرآن بسلسلہ طریقت سیکھنا سکھانا سب قرآن ہی کی تعلیم ہے صرف الفاظ قرآن کی تعلیم مراد نہیں' لہٰذا یہ حدیث فقہاء کے اس فرمان کے خلاف نہیں' کہ فقہ سیکھنا تلاوت قرآن سے افضل ہے کیونکہ فقہ احکام قرآن ہے لور تلاوت میں الفاظ قرآن چونکہ کلام اللہ تمام کلاموں سے افضل ہے لہٰذا اس کی تعلیم تمام کاموں سے بہتر لور اسرار قرآن الفاظ قرآن سے افضل ہیں کہ الفاظ قرآن کا نزول حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے کان مبارک پر ہوا اور اسرار و احکام کا نزول حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے دل پر ہوا' تلاوت سے علم فقہ افضل رب تعالیٰ فرماتا ہے' نزلہ علی قلبک عمل بالقرآن علم قرآن کے بعد ہے' لہٰذا عالم عامل سے افضل ہے آدم علیہ الصلوۃ والسلام عالم تھے فرشتے عامل مگر حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام افضل و مسجود رہے۔

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِي الصُّفَّةِ فَقَالَ اَيُّكُمْ يُحِبُّ اَنْ يَّغْدُوَ كُلَّ يَوْمٍ اِلٰى بُطْحَانَ اَوِ الْعَقِيْقِ فَيَاْتِيَ بِنَاقَتَيْنِ كَوْمَاوَيْنِ فِيْ غَيْرِ اِثْمٍ وَّلَا قَطْعِ رَحِمٍ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كُلُّنَا نُحِبُّ ذٰلِكَ قَالَ اَفَلَا يَغْدُوْ اَحَدُكُمْ اِلَى الْمَسْجِدِ فَيَعْلَمَ اَوْ يَقْرَاَ اٰيَتَيْنِ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ نَاقَتَيْنِ وَثَلَاثٌ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ ثَلٰثٍ وَّاَرْبَعٌ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَرْبَعٍ وَّمِنْ اَعْدَادِهِنَّ مِنَ الْاِبِلِ.

(۲۰۰۶) روایت ہے حضرت عقبہ بن عامر سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جبکہ ہم صفہ میں تھے ا۔ فرمایا تم میں کون یہ چاہتا ہے کہ ہر صبح بطحان یا عقیق کی طرف نکل جایا کرے اور بغیر گناہ کئے بغیر رشتہ توڑے' دو اونچی اونٹنیاں لے آیا کرے ۲۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو ہم سب چاہتے ہیں ۳۔ فرمایا تو تم میں سے ہر شخص روزانہ صبح کو کیوں نہ مسجد چلا جایا کرے وہاں قرآن کریم کی دو آیتیں سیکھ لیا کرے یا پڑھ لیا کرے ۴۔ یہ دو اونٹنیوں سے بہتر ہیں اور تین تین اونٹنیوں سے بہتر ہیں

marfat.com

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

اور چار چار سے اور اسی قدر اونٹوں سے بہتر ہیں ۵۔ (مسلم)

(۲۰۰۶) ا۔ صفہ کے معنی ہیں چبوترہ (تھڑا) مسجد نبوی سے متصل پیچھے کی جانب تھوڑا سا چبوترا بنا دیا گیا تھا جہاں مہمان اترتے تھے اور علم سیکھنے والے فقراء صحابہ وہاں مستقل طور پر رہتے تھے یہ حضرات اصحاب صفہ کہلاتے انہیں کی سی صفات رکھنے والوں کو آج صوفیاء کہتے ہیں، یعنی صفائی دل اور صوف کا لباس رکھنے والی جماعت یہ حضرات کم و بیش ہوتے رہتے تھے کبھی ستر اور کبھی دو سو سے زیادہ گویا یہ مدرسہ نبوی تھا عقبہ ابن عامر اور ابو ہریرہ بھی انہی میں سے تھے ۲۔ یعنی تھوڑی دور جا کر تھوڑی سی دیر میں بہت سا حلال مال لے آوے عرب میں اونٹنی بڑا عزیز مال تھا عقیق مدینہ منورہ سے دو تین میل پر ایک بازار ہے جہاں جانور زیادہ فروخت ہوتے ہیں بطحان مدینہ پاک کا ایک وسیع جنگل ہے بطح بمعنی وسعت یا پتھریلا علاقہ ۳۔ یعنی یا رسول اللہ یہ تو ہم سب چاہتے ہیں خیال رہے کہ وہ حضرات اگرچہ تارک دنیا تھے مگر دین کے لئے دنیا حاصل کرنے کو بہت افضل جانتے تھے دنیا اگر دین کے لئے ہو تو عین دین ہے اور اگر طین (مٹی گارے) کے لئے ہو تو دنیا ہے یعنی دنی چیز لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ وہ لوگ تو محب دنیا نہ تھے پھر یہ جواب کیوں دیا ۴۔ یہ گفتگو صرف صفہ والے اصحاب سے نہیں ہے وہ تو ہر وقت گویا مسجد ہی میں رہتے تھے، بلکہ تاقیامت مسلمانوں سے ہے کہ دنیاوی کاروبار میں مشغول ہونے سے پہلے کچھ علم قرآن حاصل کر لیا کرو اس سے معلوم ہوا کہ دینی مدرسے مسجد میں ہونا بہتر ہیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا مدرسہ صفہ میں تھا جو مسجد سے متصل تھا گویا مسجد ہی میں تھا نیز معلوم ہوا کہ صبح سویرے علم قرآن حاصل کرنا افضل و صبح کے کام میں برکت ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ علماء بلا تامل طلباء کو علم سکھایا کریں ۵۔ یعنی پانچ آیات پانچ اونٹوں سے افضل اور چھ یا سات آیتیں اسی قدر اونٹوں سے افضل عرب میں اہل مطلوبہ اونٹ کو کہتے ہیں نر ہو یا مادہ اور جمل نر اونٹ کو ناقہ مادہ کو جیسے انسان یا آدمی مطلقاً انسان کو کہتے ہیں اور رجل مرد کو امراۃ عورت کو خیال رہے کہ یہاں آیت سے مراد آیت سیکھنا یا اس کی تعلیم میں مشغول رہنا ہے یعنی ایک آیت سیکھنا ایک اونٹنی کی ملکیت سے بہتر ہے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ آیت قرآنی تو تمام دنیا سے بہتر ہے ایک اونٹ کا ذکر کیوں ہوا یا یہ تفصیل ان اہل عرب کو سمجھانے کے لئے ہے جنہیں اونٹ بہت مرغوب ہے جیسے میٹھی نیند سونے والوں کو سمجھانے کے لئے فجر کی اذان میں کہتے ہیں الصلوۃ خیر من النوم نماز اس نیند سے بہتر ہے حالانکہ نماز تو ساری دنیا سے بہتر ہے

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اِذَا رَجَعَ اِلٰى اَهْلِهٖ اَنْ یَّجِدَ فِیْهِ ثَلٰثَ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ فَثَلٰثُ اٰیَاتٍ یَقْرَءُ بِهِنَّ اَحَدُكُمْ فِیْ صَلٰوتِهٖ خَیْرٌ لَّهٗ مِنْ ثَلٰثِ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۲۰۰۷) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا تم میں سے کوئی یہ چاہتا ہے کہ جب وہ اپنے گھر لوٹے تو وہاں تین حاملہ بڑی اور موٹی اونٹنیاں پائے ا۔ ہم نے عرض کیا ہاں فرمایا تو تین آیتیں جنہیں کوئی اپنی نماز میں پڑھ لے ۲۔ وہ اسے تین حاملہ بڑی اور موٹی اونٹنیوں سے بہتر ہیں ۳۔ (مسلم)

(۲۰۰۷) ا۔ یعنی جب سفر، بازار سے گھر پہنچے تو وہاں یہ حلال دولت پائے، اہل عرب مادہ اونٹنی کو خصوصاً جب وہ حاملہ بھی ہو اونچی اور موٹی بھی، بہت ہی پسند کرتے ہیں، اس لئے یہ مثال ارشاد ہوئی کیونکہ اونٹنی سے نسل چلتی ہے اونٹ سے نہیں چلتی اور ظاہر ہے

marfat.com

کہ اچھی نسل کی اونٹنی کی نسل بھی اچھی ہوگی ۲۔ قرآن کریم اعلیٰ چیز ہے' اور جب نماز میں پڑھا جائے' تو نور علیٰ نور ہے کہ نماز و قرآن کی برکتیں جمع ہو جاتی ہیں اور اگر تقدیر سے حرم مکہ یا حرم مدینہ میں نماز نصیب ہو جائے تو اس تلاوت کی برکتیں بے شمار ہو جاتی ہیں کہ تین خوبیاں جمع ہو گئیں' نماز تلاوت' حرم کی زمین ۳۔ ان اونٹنیوں کا نفع صرف دنیا میں ہے۔ اور آیات قرآنیہ کا نفع دنیا میں بھی آخرت میں بھی اور فانی سے باقی بہتر ہے خلاصہ یہ ہے کہ دنیاوی مال میں مشغول ہو کر آخرت سے لاپرواہ نہ ہو جائے' یہ مطلب نہیں کہ دنیا بالکل چھوڑ دو کہ اسلام میں ترک دنیا منع ہے بلکہ جو دنیا دین کمانے کا ذریعہ ہو وہ بھی دین ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْاٰنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَالَّذِيْ يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيْهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهٗ اَجْرَانِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۰۰۸) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن کا عالم ا۔ معزز فرشتوں اور محترم و معظم نبیوں کے ساتھ ہو گا ۲۔ اور جو قرآن پڑھتا ہو کہ اس میں اٹکتا ہو اور قرآن اس پر گراں ہو اس کے لئے دو ثواب ہیں ۳۔ (مسلم بخاری)

(۲۰۰۸) ا۔ قرآن کریم کا ماہر وہ عالم ہے' جو الفاظ قرآن' معانی و مسائل قرآن اسرار و رموز قرآن کا واقف ہو' اس کا بڑا درجہ ہے ۲۔ شیخ نے فرمایا کہ یہاں سفرہ سے فرشتوں کی جماعت مراد ہے اور کرام بررۃ سے انبیائے کرام مقصود مرقات نے فرمایا کہ یہ تینوں صفتیں فرشتوں کی ہیں۔ سفرہ یا تو سفر سے بنا ہے یعنی سفر کرتے رہنے والے فرشتے جو ہمیشہ حق تعالیٰ اور رسولوں کے درمیان آتے جاتے رہتے ہیں' وحی وغیرہ کے لئے یا سفر سے بنا ۔ بمعنی کتاب' جس کی جمع اسفار ہے یحمل اسفارا یعنی وہ فرشتے جو لوح محفوظ سے مضامین صحیفوں میں نقل کرتے رہتے ہیں' یا کاتبین اعمال فرشتے یا سفار ۔ بمعنی اصلاح سے بنا یعنی وہ فرشتے جو رب تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر مصلحت و رحمت کی خبریں لاتے ہیں' چونکہ یہ فرشتے اول درجہ کے مقرب بارگاہ الٰہی ہیں اور گناہوں سے بہت ہی پاک و صاف اس لئے ان کے یہ تین لقب ہوئے قرآن کریم کا عالم ان فرشتوں اور نبیوں کا سا کام کرتا ہے اس لئے اس کا حشر بھی انہیں جماعتوں کے ساتھ ہو گا معلوم ہوا کہ قیامت میں اچھوں کا ساتھ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے شعر:۔

☆ گر محمد کا ساتھ ہو جائے ☆ پھر تو سمجھو نجات ہو جائے ☆

بعض نے فرمایا کہ یہ تینوں صفتیں صحابہ کرام کی ہیں کہ انہوں نے قرآن جمع بھی کیا اور وہ اللہ کے ہاں مقبول اور گناہوں سے محفوظ بھی ہیں مرقات ۳۔ سبحان اللہ عالم بالقرآن کا تو وہ مرتبہ ہے جو ابھی ذکر ہوا اور جو کند ذہن' موٹی زبان والا قرآن پاک سیکھ تو نہ سکے مگر کوشش میں لگا رہے کہ مرتے دم تک کوشش کئے جائے وہ ڈبل ثواب کا مستحق ہے' شوق محنت' خیال رہے کہ یہ دوگنا ثواب عالم قرآن کے مقابلہ میں نہیں ہے' عالم قرآن تو فرشتوں نبیوں اور صحابہ کے ساتھ ہے بلکہ اس کے مقابلہ میں ہے جو بے تکلف قرآن پڑھ کر بس کردے

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ اِلَّا عَلَى اثْنَيْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ يَقُوْمُ بِهٖ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ وَ

(۲۰۰۹) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صرف دو شخصوں پر غبطہ ہے ا۔ ایک وہ جس کو اللہ نے علم قرآن دیا وہ دن و رات اسے پڑھتا ہو ۲۔ دوسرا وہ

رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ اٰنَآءَ اللَّيْلِ وَ اٰنَآءَ النَّهَارِ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

شخص جسے اللہ نے مال دیا وہ دن رات اس سے خیرات کرے ۳۔ (مسلم بخاری)

(۲۰۰۹) ا۔ یہاں حسد بمعنی غبطہ' رشک ہے حسد تو کسی پر جائز نہیں نہ دنیادار پر نہ دین دار پر شیطان کو حضرت آدم علیہ السلام پر حسد ان کی دینی عظمت پر ہوا تھا نہ کہ دنیاوی مال و دولت پر مگر مارا گیا حسد کے معنی ہیں دوسرے کی نعمت پر جلنا اور اس کا زوال چاہنا' رشک کے معنے ہیں دوسرے کی سی نعمت اپنے لئے بھی چاہنا دینی چیزوں میں رشک جائز ہے ۲۔ یعنی عالم دین ہو دن رات نمازیں پڑھتا ہو قرآن پر عمل کرتا ہو ہروقت اس کے مسائل سوچتا ہو' اس میں غور و تامل کرتا ہو' یقوم میں یہ سب کچھ داخل ہے مبارک ہے وہ زندگی جو قرآن و حدیث میں تامل و غور کرنے میں گزر جائے اور مبارک ہے وہ موت جو قرآن و حدیث کی خدمت میں آئے اللہ نصیب کرے شعر:۔

☆ نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے ☆ یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے ☆

انسان جس شغل میں جیئے گا اسی میں مرے گا اور انشاء اللہ اسی میں اٹھے گا بعض صحابہ کرام قبر میں بھی سورہ ملک پڑھتے سنے گئے جیسا کہ مشکوۃ شریف میں آئے گا۔ ۳۔ چونکہ خفیہ خیرات علانیہ خیرات سے افضل ہے' اس لئے یہاں رات کا ذکر دن سے پہلے ہوا یعنی وہ مالدار خفیہ بھی خیرات کرے اور علانیہ بھی' خیال رہے کہ سنت کی نیت سے اپنے اور اپنے بال بچوں پر خرچ کرنا بھی اسی میں داخل ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِيْ يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ الْاُتْرُجَّةِ رِيْحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا طَيِّبٌ وَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِيْ لَا يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ التَّمْرَةِ لَا رِيْحَ لَهَا وَطَعْمُهَا حُلْوٌ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِيْ لَا يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ لَيْسَ لَهَا رِيْحٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِيْ يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ الرَّيْحَانَةِ رِيْحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَلْمُؤْمِنُ الَّذِيْ يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ وَيَعْمَلُ بِهٖ كَالْاُتْرُجَّةِ وَالْمُؤْمِنُ الَّذِيْ لَا يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ وَيَعْمَلُ بِهٖ كَالتَّمْرَةِ ۔

(۲۰۱۰) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس مومن کی مثال جو قرآن پڑھا کرتا ہے ترنج کی سی ہے ا۔ جس کی خوشبو بھی اچھی اور لذت بھی اعلیٰ ۲۔ اور اس مومن کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا چھوارے کی سی ہے جس میں خوشبو کوئی نہیں مزا میٹھا ہے ۳۔ اور اس منافق کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا اندرائن (تمہ) کی سی ہے جس میں خوشبو کوئی نہیں اور مزا کڑوا ۴۔ اور اس منافق کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے ریحان گھاس کی سی ہے جس کی خوشبو اچھی اور مزہ کڑوا ۵۔ (مسلم بخاری) اور ایک روایت میں یوں ہے کہ وہ مومن جو قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے ترنج کی طرح ہے ۶۔ اور وہ مومن جو قرآن پڑھے تو نہیں اس پر عمل کرے چھوارے کی طرح ہے ۷۔

(۲۰۱۰) ا۔ یعنی تلاوت قرآن کرتا رہتا ہے منزل نہیں چھوڑتا' معلوم ہوا کہ ہمیشہ تلاوت قرآن کرنا بہت بڑی عبادت ہے خواہ سمجھے یا نہ سمجھے' ترنج عرب کا مشہور پھل ہے جس کا رنگ بہت اچھا ہوتا ہے خوشبو نہایت اعلیٰ مزہ بہت بہترین' دماغ اور معدہ

marfat.com

کو بہت قوت دیتا ہے اس کے بہت فوائد کتب طب میں مذکور ہیں ۲۔ یہ ہی اس مومن کا حال ہے کہ لوگ اس کی تلاوت سے ایمانی لذت بھی حاصل کرتے ہیں اور ثواب بھی خود اسے بھی لذت و ثواب دونوں ملتے ہیں' قرآن شریف بہت ہی لذیذ چیز ہے ۳۔ ایسے ہی یہ غافل مسلمان ہے کہ اس کا ظاہر خاص اچھا نہیں مگر باطن نور ایمانی سے منور ہے لوگ اس سے ظاہری فائدہ نہیں اٹھاتے مگر اس کی صحبت سے کچھ نہ کچھ باطنی فیض پا لیتے ہیں مومن کی صحبت بھی اچھی ہے ۴۔ اندرائن ایک مشہور کڑوا پھل ہے جس میں کسی قسم کی بو نہیں اور سخت کڑوا ہوتا ہے' منافق کا نہ ظاہر اچھا نہ باطن ۵۔ یعنی بے دین جو ریاء کے لئے یا مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے قرآن پڑھے' اگرچہ خود تو بدمزہ ہے کہ منافق ہے مگر اس کی تلاوت سے سننے والوں کو کچھ نہ کچھ راحت ضرور مل جاتی ہے' جیسے ریحان گھاس (نیازبو) ہے کہ تو بدمزہ مگر اس کی خوشبو سے دماغ ضرور معطر ہو جاتا ہے' اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے' ایک یہ کہ تلاوت قرآن کا اثر ظاہر و باطن میں ہوتا ہے کہ اس سے زبان کان' دل' دماغ ایمان سب ہی تازہ ہوتے ہیں' دوسرے یہ کہ قرآن پاک کی تاثیریں مختلف ہیں' جیسے پڑھنے والے کی زبان ویسے ہی تاثیر قرآن حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ نے انڈے پر قل ھو اللہ پڑھ کر دم کر دیا تو سونا ہو گیا' اور فرمایا کہ کلام ربانی کے ساتھ زبان فرید ہونی چاہیے دیکھو یہاں مومن و منافق کی تلاوتوں میں فرق فرمایا گیا پھر جیسا مومن ویسی ہی تلاوت کی تاثیر تیسرے یہ کہ ہر تلاوت قرآن کرنے والے سے دھوکہ نہ کھاؤ ان میں کبھی منافق بھی ہوتے ہیں' قرآن کریم ریڈیو کی پیٹی ہے تلاوت والے کے دل کی سوئی اگر شیطان کی طرف لگی ہوئی ہے تو اس کے سامنے تو قرآن ہو گا مگر اس کے منہ سے شیطان بولے گا اور اگر دل کی سوئی مدینہ پاک کی طرف ہے تو انشاء اللہ زبان سے مدینہ کے فیضان نکلیں گے ۶۔ مرقات نے فرمایا کہ جس گھر میں ترنج ہو وہاں جنات نہیں آتے ایک شاعر کہتا ہے۔

شعر:۔

☆ کاذ کم شجر الاترج طالب معا ☆ حملا' ونورا وطاب العود والورق ☆

۷۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن کی تلاوت بھی مستقل عبادت ہے اور اس پر عمل مستقل نیکی محبوب کا پیغام' وطن کا خط پڑھنے' سننے میں بھی مزہ آتا ہے اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ تلاوت قرآن محض بیکار ہے قرآن عمل کے لئے ہے نہ کہ پڑھنے کے لئے کیونکہ دوا کھانے پینے اور برتنے کے لئے ہوتی ہے محض نسخہ پڑھ لینے سے شفا نہیں ہوتی' ان بے وقوفوں کو خبر نہیں کہ بعض دواؤں کا سونگھنا مفید ہوتا ہے بعض کا محض دیکھنا فائدہ مند' سبزہ دیکھنے سے آنکھ کی روشنی بڑھتی ہے اور بعض دواؤں کے سننے سے فائدہ ہوتا ہے' بیمار عشق کے لئے محبوب کا ذکر سننا بہت مفید دوا ہے لیموں یا ترش چیزوں کا ذکر کرو تو منہ میں پانی بھر جاتا ہے۔

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَّيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۰۱۱) روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ اس قرآن کے ذریعہ کچھ قوموں کو سربلند کرے گا اور کچھ کو گرا دے گا۱۔ (مسلم)

(۲۰۱۱) ۱۔ یعنی جو مسلمان قرآن کریم کو صحیح طرح سمجھیں صحیح طرح عمل کریں تو وہ دنیا و آخرت میں بلند درجے پائیں گے اور جو اس سے غافل رہیں' یا غلط طرح سمجھیں' غلط طور پر عمل کریں وہ دنیا و آخرت میں ذلیل ہوں گے قرآن کریم سے زندگی و موت طیب ہوتی ہے یہ محبوبین کے لئے ماء' پانی ہے' اور مجوبین کے لئے دماء' خون ہے' اب بھی قرآن پاک کے صحیح تتبع بڑی عظمت و

marfat.com

عزت کے مالک ہیں' رب تعالیٰ فرماتا ہے شفاء ورحمة للمؤمنين ولا يزيد الظلمين الا خسارا حضرت عمر نے ابن ابزیٰ غلام کو مکہ معظمہ کا حاکم بنایا لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ یہ اگرچہ غلام ہے مگر قرآن کا ماہر ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ اُسَیْدَ بْنَ حُضَیْرٍ قَالَ بَیْنَمَا هُوَ یَقْرَاُ مِنَ اللَّیْلِ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ وَفَرَسُهٗ مَرْبُوْطَةٌ عِنْدَهٗ اِذْ جَالَتِ الْفَرَسُ فَسَکَتَ فَسَکَنَتْ فَقَرَاَ فَجَالَتْ فَسَکَتَ فَسَکَنَتْ ثُمَّ قَرَاَ فَجَالَتِ الْفَرَسُ فَانْصَرَفَ وَکَانَ ابْنُهٗ یَحْیٰی قَرِیْبًا مِنْهَا فَاَشْفَقَ اَنْ تُصِیْبَهٗ وَلَمَّا اَخَّرَهٗ رَفَعَ رَاْسَهٗ اِلَی السَّمَآءِ فَاِذَا مِثْلُ الظُّلَّةِ فِیْهَا اَمْثَالُ الْمَصَابِیْحِ فَلَمَّا اَصْبَحَ حَدَّثَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اقْرَاْ یَا ابْنَ حُضَیْرٍ اِقْرَاْ یَا ابْنَ حُضَیْرٍ قَالَ فَاَشْفَقْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْ تَطَاَ یَحْیٰی وَکَانَ مِنْهَا قَرِیْبًا فَانْصَرَفْتُ اِلَیْهِ وَرَفَعْتُ رَاْسِیْ اِلَی السَّمَآءِ فَاِذَا مِثْلُ الظُّلَّةِ فِیْهَا اَمْثَالُ الْمَصَابِیْحِ فَخَرَجْتُ حَتّٰی لَا اَرَاهَا قَالَ وَتَدْرِیْ مَا ذَاكَ قَالَ لَا قَالَ تِلْكَ الْمَلٰٓئِکَةُ دَنَتْ لِصَوْتِكَ وَلَوْ قَرَاْتَ لَاَصْبَحَتْ یَنْظُرُ النَّاسُ اِلَیْهَا لَا تَتَوَارٰی مِنْهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِیِّ وَفِیْ مُسْلِمٍ عَرَجَتْ فِی الْجَوِّ بَدَلَ فَخَرَجْتُ عَلٰی صِیْغَةِ الْمُتَکَلِّمِ۔

(۲۰۱۴) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے کہ حضرت اسید ابن حضیر ۱؎ فرماتے ہیں اس اثناء میں کہ وہ رات میں سورۃ بقر پڑھ رہے تھے ان کا گھوڑا ان کے پاس بندھا تھا کہ گھوڑا کودنے لگا ۲؎ وہ خاموش ہو گئے تو گھوڑا بھی ٹھہر گیا انہوں نے پھر پڑھا تو گھوڑا پھر کودا وہ پھر چپ ہو گئے تو گھوڑا پھر ٹھہر گیا انہوں نے پھر پڑھا تو گھوڑا پھر کودا آپ نے قرأت بند کر دی ۳؎ ان کا بیٹا یحییٰ گھوڑے سے قریب تھا آپ ڈرے کہ گھوڑا اس تک پہنچ جائے جب انہوں نے یحییٰ کو ہٹایا تو اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا دیکھا کہ شامیانہ کی طرح ہے جس میں چراغ جیسے ہیں ۴؎ جب صبح ہوئی تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واقعہ عرض کیا ۵؎ فرمایا اے ابن حضیر پڑھا کرو اے ابن حضیر پڑھا کرو ۶؎ عرض کیا یا رسول اللہ میں ڈرا کہ یحییٰ کو گھوڑا روند دے یحییٰ اس سے قریب ہی تھے تو میں ان کے پاس چلا گیا ۷؎ اور میں نے آسمان کی طرف سر اٹھایا تو شامیانہ سا تھا جس میں چراغ جیسی چیزیں تھیں ۸؎ میں باہر آ گیا حالانکہ وہ نظر نہ آئیں فرمایا کیا جانتے ہو یہ کیا تھا عرض کیا نہیں فرمایا یہ فرشتے تھے جو تمہاری آواز پر جھک پڑے تھے ۹؎ اگر تم پڑھتے رہتے فرشتے اس طرح سویرا کر دیتے لوگ انہیں دیکھتے فرشتے ان سے نہ چھپتے ہیں ۱۰؎ مسلم بخاری' لفظ بخاری کے ہیں مسلم میں بجائے متکلم فخرجت کے یوں ہے کہ وہ شامیانہ اوپر چڑھ گیا ۱۱؎۔

(۲۰۱۴) ۱؎ آپ نقباء انصار میں سے ہیں جلیل القدر صحابی ہیں ۲۰ یا ۲۱ھ میں وفات پائی حضرت عمر نے آپ کا جنازہ اٹھایا اور نماز پڑھائی ۲؎ غالبًا یہ تہجد کا وقت تھا' آپ نماز تہجد سے فارغ ہو کر تلاوت قرآن کر رہے تھے آخر شب میں نماز کے سواء تلاوت بھی ثواب ہے عمل صحابہ ہے ۳؎ بچے کی جان کے خوف سے اور اس واقعہ میں غور و تامل کرنے کے لئے کیونکہ تلاوت میں سکون قلبی نہ رہا تھا دل اور طرف متوجہ ہو گیا تھا سکون قلب حاصل کرنے کے لئے یہ تلاوت بند فرمائی' اگر نمازی کو عین نماز کی حالت میں سانپ بچھو نظر آئے تو انہیں مار سکتا ہے تاکہ سکون دل میسر ہو لہٰذا اس واقعہ پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ آپ نے دنیاوی وجہ سے دینی کام کیوں بند کر دیا یہ بند کرنا نہیں بلکہ اس کو کامل بنانے کی تدبیر ہے ۴؎ غالب یہ ہے کہ شامیانہ روزانہ ہی ان کی تلاوت پر

marfat.com

لگ جاتا تھا مگر آج ان کی نگاہ سے حجاب اٹھادیئے گئے اس لئے آپ کی نگاہوں نے اسے دیکھ بھی لیا' بلکہ آپ کی فیض صحبت سے آپ کے گھوڑے نے بھی اسے دیکھ لیا ۵۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرید اپنے شیخ کی خدمت میں قلبی واردات اور خفیہ اثرات اعمال کی مخفی تاثیریں عرض کر سکتا ہے اس میں ریاء نہیں' بلکہ کبھی اس سے اپنی خامی دور ہوتی ہے اور کبھی مدارج میں ترقی ہوتی ہے مریض اپنا ہر حال طبیب سے عرض کرتا ہے حصول صحت کے لئے غرضیکہ ان امور کا اظہار عوام پر نہ کرے' خواص پر خصوصاً اپنے شیخ پر کرے ۶۔ یعنی آئندہ بھی تلاوت قرآن کیا کرو ان جیسے واقعات دیکھ کر گھبرانا نہیں یہ ڈرنے کی چیز نہیں ہے یہ ہی شرح زیادہ ظاہر ہے بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ امر بمعنی ماضی ہے یعنی تم نے اور زیادہ تلاوت کی ہوتی بند کیوں کردی اور دوسری شرح کی بنا پر اگلا جواب بالکل ظاہری ہے جو حضرت اسید نے عرض کیا ۷۔ یعنی دل تو میرا بھی چاہتا تھا کہ تلاوت خوب کروں کسی سستی وغیرہ کی وجہ سے میں نے تلاوت بند نہ کی' بلکہ واقعہ یہ پیش آیا جس کی وجہ سے مجھے تلاوت بند کرنی پڑی ۸۔ اس عجوبہ کو پہلے گھوڑے نے دیکھا جس سے وہ بدکا' پھر میں نے اسے دیکھا اس کا بدکنا میرے دیکھنے کا باعث بنا۔ حضرت اسید کا ان فرشتوں کو دیکھ لینا اس وجہ سے ہوا کہ آج رب تعالیٰ نے ان کی آنکھ سے غیبی حجابات اٹھادیئے تھے' جیسے ایک بار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تیز بارش دیکھی حضور انور صلے اللہ علیہ و سلم ایک انصاری کو دفن کرنے قبرستان تشریف لے گئے تھے واپسی پر آپ نے عرض کیا کہ حضور اس بارش میں آپ کہاں تھے بھیگے کیوں نہیں' فرمایا تمہارے سر پر کیا کپڑا ہے عرض کیا آپ کا تہبند فرمایا اس تہبند کی برکت سے تم نے یہ غیبی نورانی بارش دیکھ لی' ورنہ یہ بارش کسی کو نظر نہیں آتی' مثنوی شریف میں اس واقعہ کا تفصیلی ذکر فرمایا ہے' جس کے آخری اشعار یہ ہیں۔

☆ گفت چہ سر گندی از ازار ☆ گفت کردم آں روائے تو خمار ☆
☆ گفت بہر آں نمود اے پاک حبیب ☆ چشم پاکت راخدا باران غیب ☆
☆ نیست ایں باراں ازیں ابرشما ☆ ہست باراں دیگر و دیگر سما ☆

بعض بزرگ مرید کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے ہیں' تو اس کی آنکھ سے غیبی حجاب اٹھ جاتے ہیں اور وہ عالم غیب کا مشاہدہ کرلیتا ہے مولانا فرماتے ہیں۔ شعر:۔

☆ سرمہ کن درچشم خاک اولیاء ☆ تابہ بینی زابتدا تا انتہاء ☆

۱۰۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ فرشتے پرے باندھ کر ان کی تلاوت سن رہے تھے ان کے سامنے شامیانہ کی طرح حجاب بن گئے' ان کے چہرے چراغوں کی طرح چمک رہے تھے نورانی اجسام کا اژدہام آڑ بن سکتا ہے' حضور انور صلے اللہ علیہ و سلم کا یہ فرمان ایسا ہی ہے جیسے فرمایا آج ہم نے شیطان پکڑ لیا تھا چاہا کہ اسے مسجد کے ستون سے باندھ دیں' اگر باندھ دیتے' تو مدینہ کے بچے اس سے کھیلتے ۱۱۔ کیونکہ وہ آسمان کے رہنے والے فرشتے تھے آسمان پر رہتے ہوئے زمین والوں کی آواز سن لیتے ہیں' مگر قربت حاصل کرنے کے لئے ایسی مجلس خیر میں آتے ہیں نعت خواں ایک شعر پڑھا کرتے ہیں' شعر:۔

☆ فرشتے محفل میلاد میں رحمت کے آتے ہیں ☆ رسول اللہ خود اس بزم میں تشریف لاتے ہیں ☆

اس شعر کا ماخذ یہ حدیث ہے مجلس ذکر میں اب بھی حضور انور صلے اللہ علیہ و سلم کا تشریف لانا بہت سی روایات سے ثابت ہے دیکھو ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول۔

marfat.com

وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْكَهْفِ وَإِلَى جَانِبِهِ حِصَانٌ مَرْبُوْطٌ بِشَطَنَيْنِ فَتَغَشَّتْهُ سَحَابَةٌ فَجَعَلَتْ تَدْنُوْا وَتَدْنُوْا وَجَعَلَ فَرَسُهٗ يَنْفِرُ فَلَمَّا اَصْبَحَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ تِلْكَ السَّكِيْنَةُ تَنَزَّلَتْ بِالْقُرْاٰنِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۰۱۳) روایت ہے حضرت براء سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص سورہ کہف پڑھ رہا تھا اس کے پہلو میں دراز رسیوں سے گھوڑا بندھا تھا تو ان پر ایک بادل چھا گیا وہ جھکنے لگا اور خوب جھکنے لگا اور ان کا گھوڑا بدکنے لگا ا۔ پھر جب صبح ہوئی تو وہ صاحب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ ماجرا عرض کیا فرمایا یہ سکینہ رحمت ہے جو قرآن کی وجہ سے اتری ۲۔ (مسلم بخاری)

(۲۰۱۳) ا۔ گھوڑے کا یہ بدکنا ایک عجیب چیز کے نظارہ کی وجہ سے تھا جیسا کہ عرض کیا گیا ۲۔ فرشتوں کی ایک جماعت کا نام سکینہ ہے چونکہ ان کے اترنے سے مومن کے دل کو سکون و چین حاصل ہوتا ہے اس لئے اسے سکینہ کہتے ہیں مومن پر بعض خاص حالات میں بھی اور خاص عبادات کے موقعہ پر بھی یہ فرشتے اترتے ہیں رب تعالیٰ ہجرت کے غار کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے حضرت صدیق اکبر کے متعلق فرماتا ہے فانزل اللّٰہ سکینتہ علیہ صدیق اکبر کو اس وقت حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا بہت غم اور کفار کا اندیشہ تھا' اسی لئے ان پر سکینہ اتری' خیال رہے کہ بزرگوں کے تبرکات سے بھی سکون قلبی نصیب ہوتا ہے' انہیں بھی رب تعالیٰ نے سکینہ فرمایا ہے چنانچہ تابوت سکینہ جس میں حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کے تبرکات عمامہ نعلین وغیرہ تھے ان کے متعلق رب تعالیٰ فرماتا ہے فیہ سکینۃ من ربکم وبقیۃ مما ترک ال موسیٰ وال ھٰرون تحملہ الملئکۃ بعض لوگ قبروں پر تلاوت قرآن کراتے ہیں تا کہ اس تلاوت سے میت کو سکون قلبی نصیب ہو اس کا ماخذ یہ حدیث ہے اور بعض لوگ اپنی قبروں میں اپنے بزرگوں کے تبرکات عمامہ وغیرہ اور اپنا شجرہ' آیات قرآنیہ رکھ دینے کی وصیت کرتے ہیں تا کہ سکون قبر میسر ہو ان کا ماخذ قرآن کریم کی مذکورہ آیت ہے صحابہ کرام نے اپنے کفنوں میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ناخن' بال' تہبند شریف رکھوائے' خود حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی بی بی زینب کے کفن میں اپنا تہبند شریف رکھا اس کی بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ فرمایئے۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُعَلّٰى قَالَ كُنْتُ اُصَلِّيْ فِي الْمَسْجِدِ فَدَعَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ اُجِبْهُ ثُمَّ اَتَيْتُهٗ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ كُنْتُ اُصَلِّيْ قَالَ اَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ ثُمَّ قَالَ اَلَا اُعَلِّمُكَ اَعْظَمَ سُوْرَةٍ فِي الْقُرْاٰنِ قَبْلَ اَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَاَخَذَ بِيَدِيْ فَلَمَّا اَرَدْنَا اَنْ نَخْرُجَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ قُلْتَ لَاُعَلِّمَنَّكَ اَعْظَمَ سُوْرَةٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِيْمُ الَّذِيْ اُوْتِيْتُهٗ۔

(۲۰۱۴) روایت ہے حضرت ابوسعید ابن معلے سے فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا ا۔ کہ مجھے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بلایا میں نے جواب نہ دیا پھر میں حاضر ہوا ۲۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نماز پڑھ رہا تھا فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اللہ رسول جب تمہیں بلائیں تو فوراً جواب دو ۳۔ پھر فرمایا کہ کیا میں تمہیں تمہارے مسجد میں جانے سے پہلے قرآن کریم کی عظیم الشان سورۃ نہ بتاؤں ۴۔ پھر حضور نے میرا ہاتھ پکڑا جب باہر نکلنے لگے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے فرمایا تھا کہ میں تم کو قرآن کی عظیم الشان سورۃ بتاؤں گا ۵۔ فرمایا وہ الحمد للہ رب العلمین

marfat.com

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

ہے یہ تو وہ سات مکرر آیتیں ہیں اور قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا ہوئیں ۶۔(بخاری)

(۲۰۱۴) ا۔یہ حضرت مسجد نبوی شریف میں حاضر ہوئے' جبکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بر سر منبر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اور آیت قد نری تقلب وجهک فی السماء تلاوت فرما رہے تھے انہوں نے تحیۃ المسجد نفل کی نیت باندھ لی ایک گوشہ میں نماز پڑھنے لگے ۲۔یعنی میں نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا بلاوا سن لیا مگر نماز کی مشغولیت کی وجہ سے حاضر نہ ہوا پھر بعد سلام حاضر ہوا اور معذرت کے لئے یہ عرض کیا ۳۔یہاں اللہ رسول کے بلانے سے مراد حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا بلانا ہے' ورنہ رب تعالیٰ بلاواسطہ کسی کو نہیں بلاتا اس لئے دعاواحد کا صیغہ ارشاد ہوا (مرقاۃ) اس فرمان سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اگر عین نماز میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کسی کو بلائیں تو اسی وقت اسی حالت میں حاضر بارگاہ ہو جانا واجب ہے' دوسرے یہ کہ اس حاضر ہو جانے سے بلکہ جو خدمت سرکار فرمائیں اس کے بجالانے سے نماز ٹوٹے گی نہیں وہ نماز ہی میں رہے گا' اور خدمت سے فارغ ہو کر بقیہ رکعتیں پوری کرے گا جیسے حضور سے خطاب اور حضور کو سلام نماز نہیں توڑتا' ایسے ہی حضور کی یہ اطاعت نماز فاسد نہیں کرتی' (مرقات) نمازی وضو ٹوٹنے پر پانی کے پاس جائے تو نماز نہیں جاتی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم تو رحمت الٰہی کا سمندر ہیں آپ کے پاس آنے سے نماز کیسے جائے ۴۔پہلے سے یہ فرما کر منتظر بنا دیا' تاکہ خوب یاد رکھیں جو بات انتظار کے بعد ملے' اس کی قدر ہوتی ہے' سورۃ قرآن شریف کا وہ حصہ ہے جس میں مضمون مکمل ہو اور اس کا نام بھی ہو یہاں مرقات نے فرمایا کہ تمام آسمانی کتابوں کے مضامین قرآن شریف میں ہیں' اور سارے قرآن شریف کے مضامین سورۃ فاتحہ میں' اور ساری سورہ فاتحہ کے مضامین بسم اللہ میں اور ساری بسم اللہ کے مضامین اس کے ب کے نقطہ میں دیکھو ریلوے ٹائم ٹیبل یا جغرافیہ میں پورے ملک یا پورے شہر کی طرف ایک نقطہ سے اشارہ کر دیا جاتا ہے اس لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے سورۃ فاتحہ کو بڑی سورۃ فرمایا اور ہر رکعت میں یہ دہرائی جاتی ہے۔۵۔حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنا وعدہ یاد تھا مگر آپ نے ابتداءً نہ تعلیم دی تاکہ ان کے اپنے شوق کا پتہ لگے' کہ انہوں نے یہ بات یاد رکھی یا نہیں' اور ان کا شوق پورا ہے یا نہیں ۶۔خلاصہ فرمان یہ ہے کہ سورہ فاتحہ بہت سی خوبیوں کی جامع سورۃ ہے اس میں حمد الٰہی نعت پاک مصطفوی' وعدے وعیدیں' حشر و نشر کا ذکر' محبوب و مردود بندوں کا تذکرہ' رب تعالیٰ سے سوال کی تعلیم' دین برحق کی پہچان وغیرہ تمام مضامین ہیں دیکھو ہماری تفسیر نعیمی کلاں' اس میں سات آیتیں ہیں جو نماز کی ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہیں ان کا نزول دوبار ہوا ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد یہ سورۃ سات حرفوں سے خالی ہے' ث' ج' خ' ز' ش' ظ' ف' لہٰذا یہ سبع مثانی ہے یعنی سات مقرر آیتیں' نیز یہ سورت اس امت کی خصوصیات سے ہے کسی کو ہم سے پہلے نہ ملی' اس لئے رب تعالیٰ نے اس کی عطاء کا خصوصیت سے ذکر فرمایا کہ ارشاد ہوا ولقد اتینک سبعا من المثانی والقران العظیم اگرچہ قرآن پاک میں یہ سورۃ بھی تھی' مگر اس کا ذکر مستقل طور پر فرمایا' لمعات' مرقات' اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کی بعض سورتیں بعض سے اعلیٰ و افضل ہیں اس کی تحقیق پہلے کی جا چکی ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ مَقَابِرَ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِيْ يُقْرَاُ فِيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۲۰۱۵) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ ا۔شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورہ بقر پڑھی جائے ۲۔(مسلم)

(۲۰۱۵) ا۔ یعنی گھروں میں مردے دفن نہ کرو کہ یہ تو خصوصیت انبیاء ہے یا اپنے گھروں کو ذکر اللہ سے خالی نہ رکھو جیسے قبرستان خالی ہوتا ہے ایسے گھر قبرستان ہیں اور وہاں کے باشندے مردے دوسرے معنے زیادہ موزوں ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے خیال رہے کہ مومن مردے اپنی قبروں میں ذکر اللہ کرتے ہیں، مگر وہ ذکر ہم نہیں سنتے، ہم کو قبرستان سنسان معلوم ہوتا ہے، اسی لئے یہ ارشاد ہوا، لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں ۲۔ یعنی شیاطین کا سرگروہ ابلیس اس گھر سے دور رہتا ہے یا سورہ بقر پڑھتے وقت قرین شیطان دور رہتا ہے اگرچہ بعد میں آجائے یا اس گھر کے باشندوں کو وہ جنت سے بہکا نہیں سکتا، انہیں بے دین بے ایمان نہیں بنا سکتا انشاء اللہ لہذا حدیث واضح ہے خیال رہے کہ شیطان کو دفع کرنے کی یہ تمام تدابیر ہیں نفس لمارہ ان سے نہیں مرتا اس کی موت اس کی مخالفت سے ہے اسی لئے اگرچہ رمضان میں شیطان قید ہوتا ہے مگر لوگ گناہ کرتے ہیں نفس لمارہ موجود ہے۔ یعنی ہمیشہ تلاوت کیا کرو، اور اس موقعہ کو غنیمت جانو قرآن کریم کی تلاوت مستقل عبادت ہے معنے سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں مرکب دوائیں معجونیں مفید ہیں ان کے اجزاء معلوم ہوں یا نہ ہوں۔

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اقْرَءُوا الْقُرْاٰنَ فَاِنَّهٗ يَاْتِیْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شَفِيْعًا لِّاَصْحَابِهٖ اِقْرَءُوا الزَّهْرَاوَيْنِ الْبَقَرَةَ وَسُوْرَةَ اٰلِ عِمْرَانَ فَاِنَّهُمَا تَاْتِيَانِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَاَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ اَوْ كَاَنَّهُمَا غَيَايَتَانِ اَوْ فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ تُحَاجَّانِ عَنْ اَصْحَابِهِمَا اِقْرَءُوْا سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ فَاِنَّ اَخْذَهَا بَرَكَةٌ وَّتَرْكَهَا حَسْرَةٌ وَّلَا يَسْتَطِيْعُهَا الْبَطَلَةُ
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۰۱۶) روایت ہے حضرت ابو امامہ سے فرماتے میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قرآن پڑھا کرو ا۔ کہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کا سفارشی آئے گا ۲۔ دو چمکدار سورتیں یعنی بقرہ و آل عمران پڑھا کرو ۳۔ یہ دونوں قیامت کے دن یوں آئیں گی جیسے بادل کے ٹکڑے یا سائبان یا صف بستہ چڑیوں کی ٹولیاں ہیں ۴۔ اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے جھگڑیں گی ۵۔ سورہ بقر پڑھا کرو اس کا پڑھنا برکت ہے اور اس کا چھوڑنا حسرت ۶۔ جسے جھٹلانے والے جھٹلا نہیں سکتے ۷۔ (مسلم)

(۲۰۱۶) ا۔ گنہگاروں کی مغفرت کی سفارش کرے گا نیک کاروں کی بلندی درجات کی صحابہ سے مراد قرآن کی تلاوت کرنے والے اس کو سیکھنے سکھانے، اس پر عمل کرنے والے سب ہی مراد ہوتے ہیں مگر یہاں تلاوت کرنے والے مراد ہیں جیسا کہ اس مضمون سے ظاہر ہے ۲۔ مرقات نے فرمایا کہ یہ دونوں سورتیں باقی سورتوں میں ایسی ہیں، جیسے تاروں میں، چاند اس لئے انہیں زہراوین یعنی چمکدار سورتیں فرمایا گیا ورنہ سارا قرآن نور ہے لہذا حدیث واضح ہے ۳۔ یہ تین تشبیہیں تین قسم کے تلاوت کرنے والوں کے لحاظ سے ہیں، جیسا قاری کا اخلاص کل قیامت میں، ویسا ہی ان کا سایہ بہت مخلص کے لئے یہ سورتیں ابر رحمت بن کر سایہ بھی کریں گی اور روشنی بھی دیں گی، درمیانی اخلاص والے کے لئے سائبان و شامیانہ کی طرح اور معمولی اخلاص والے کے لئے پرندوں کی جماعت کی طرح یہ شک راوی کو نہیں ہے جیسا کہ بعض شارحین نے سمجھا، نیز یہاں ثواب تلاوت مراد نہیں بلکہ خود یہ سورتیں کل ان شکلوں میں ہوں گی یہاں کے عرض اور اعمال، وہاں جسم و جوہر ہوں گے آج ہم خواب میں آئندہ حالات کو جسمانی شکل میں دیکھتے ہیں، بادشاہ مصر نے آئندہ قحط کے سات سال گایوں اور بالیوں کی شکل میں دیکھے تھے ۵۔ یا تو اس کے دشمنوں سے جھگڑا کریں گی یا عذاب کے فرشتوں سے جھگڑ کر اسے چھڑائیں گی یا خود رب تعالیٰ سے جھگڑ جھگڑ کر اسے بخشوائیں گی مگر یہ جھگڑا ناز کا

marfat.com

ہوگا نہ کہ مقابلہ کا آج پیارا بیٹا اپنے باپ سے جھگڑ کر دوسروں کی سفارش کرتا ہے' لہٰذا حدیث واضح ہے کوئی اعتراض نہیں ۶۔ یعنی قیامت میں ان سورتوں کے پڑھنے والے کا ثواب دیکھ کر نہ پڑھنے والے کف افسوس ملیں گے جنتی لوگ تمنا کریں گے کہ کاش ہم نے دنیا میں ایک سانس بھی بغیر ذکر اللہ کے نہ لی ہوتی ۷۔ اس جملہ کے کئی معنے ہیں' ایک یہ کہ منافقین ریاء کار یہ سورتیں یاد نہ کر سکیں گے ان کی تلاوت نہ کر سکیں گے یا انہیں یہ دونوں سورتیں بہت دراز اور گراں معلوم ہوں گی مخلصین پر آسان ہوں گی' دوسرے یہ کہ جادوگر وغیرہ ان سورتوں کا اثر اپنے جادو کے زور سے زائل نہیں کر سکتے اور ان کی تلاوت کرنے والے کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تیسرے یہ کہ ان کی صداقت اس قدر ظاہر ہے کہ انہیں جھوٹے لوگ جھٹلا نہیں سکتے۔

وَعَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يُؤْتٰى بِالْقُرْاٰنِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَهْلِهِ الَّذِيْنَ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ بِهٖ تَقْدُمُهٗ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَاٰلُ عِمْرَانَ كَاَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ اَوْ ظُلَّتَانِ سَوْدَاوَانِ بَيْنَهُمَا شَرْقٌ اَوْ كَاَنَّهُمَا فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ تُحَاجَّانِ عَنْ صَاحِبِهِمَا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۰۱۷) روایت ہے حضرت نواس ابن سمعان سے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قیامت کے دن قرآن اور قرآن والے جو اس پر عمل کرتے تھے یوں بلائے جائیں گے ۱۔ کہ سورہ بقرہ آل عمران آگے آگے ہوں گی گویا سفید بادل ہیں یا کالے شامیانے ۲۔ جن کے درمیان کچھ فاصلہ ہوگا ۳۔ گویا وہ صف بستہ پرندوں کی دو ٹولیاں اپنے عاملوں کی طرف سے جھگڑتی ہوں گی ۴۔ (مسلم)

(۲۰۱۷) ۱۔ عزت عظمت کے ساتھ وفد کی شکل میں بارگاہ الٰہی میں پیشی کے لئے لائے جائیں گے رب تعالیٰ فرماتا ہے یوم نحشر المتقین الی الرحمٰن وفدا ونسوق المجرمین الی جہنم وردا ۲۔ یعنی یہ سورتیں بعض بڑے مخلصین کے لئے سفید بادل کی طرح اور ان سے کم درجہ والوں کے لئے سیاہ شامیانہ کی طرح اوپر سایہ کئے ہوں گی' جن سے یہ لوگ گرمی محشر سے محفوظ ہوں گے یہ بادل و شامیانے ان لوگوں کے ساتھ چلتے ہوں گے تمام محشر والے انہیں دیکھتے ہی پہچان لیں گے کہ یہ حضرات قرآن پاک کی تلاوت کرنے والے اور اس پر عمل کرنے والے ہیں' اب جو کہے کہ قیامت میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو مومن و کافر کی بھی پہچان نہ ہوگی وہ جھوٹا ہے ۳۔ عربی میں شرق بکری کے کان کی پھٹن کو کہتے ہیں' یہاں اس سے ان دونوں سورتوں کے درمیان فاصلہ مراد ہے' یہ فاصلہ بسم اللہ شریف کا ہوگا' یہاں بھی بسم اللہ ہی دو سورتوں میں فاصلہ و فرق کرتی ہے بعض نے فرمایا کہ شرق بمعنی نور و چمک ہے یعنی ان دونوں سورتوں کے درمیان روشنی ہوگی مقصد یہ ہے کہ سورتیں خود گھرے بادل کی طرح ہوں گی مگر ان سے اندھیرا نہ ہوگا بلکہ محشر کی جگمگاہٹ ان کے نیچے ہی محسوس ہوگی یہ چمک سورج وغیرہ کی نہ ہوگی' نور الٰہی کی ہوگی رب تعالیٰ فرماتا ہے واشرقت الارض بنور ربہا ۴۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے جھگڑ جھگڑ کر اپنے قاری عاملین و عالمین کو بخشوائیں گی' پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ جھگڑا مقابلہ کا نہ ہوگا بلکہ ناز و انداز کا ہوگا رب تعالیٰ ہم کو بھی ان سورتوں کی شفاعت نصیب کرے آمین۔

وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا الْمُنْذِرِ اَتَدْرِيْ اَيُّ اٰيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى مَعَكَ اَعْظَمُ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

(۲۰۱۸) روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اے ابو المنذر کیا جانتے ہو کہ تمہارے پاس کتاب اللہ کی کونسی شاندار آیت ہے ۱۔ میں نے عرض

marfat.com

اَعْلَمُ قَالَ يَا اَبَا الْمُنْذِرِ اَتَدْرِىْ اَىُّ اٰيَةٍ مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى مَعَكَ اَعْظَمُ قُلْتُ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَىُّ الْقَيُّوْمُ قَالَ فَضَرَبَ فِىْ صَدْرِىْ وَقَالَ لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ يَا اَبَا الْمُنْذِرِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

کیا اللہ رسول ہی جانیں فرمایا اے ابوالمنذر کیا جانتے ہو تمہارے پاس کتاب اللہ کی کونسی شاندار آیت ہے ۲؎ میں نے عرض کیا اللہ **لا الہ الا ھو الحی القیوم** ۳؎ تو حضور نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا تمہیں علم مبارک ہو ۴؎ اے ابوالمنذر (مسلم)

(۲۰۱۸) ۱؎ حضرت ابی ابن کعب اور آپ کے تین چچازاد بھائی اس زمانہ میں پورے قرآن کریم کے حافظ تھے سوال یہ ہے کہ اے ابی ابن کعب بتاؤ جو قرآن کریم تم نے سارا حفظ کیا ہے اس میں بہت شاندار آیت کونسی ہے (مرقات) اس زمانہ میں قرآن کریم کی تلاوت اور اس کا حفظ بقدر نزول ہوتا تھا ۲؎ اعظم سے مراد اخروی ثواب اور دنیاوی فوائد میں زیادہ ہے' یہ زیادتی اضافی ہے' لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ کسی حدیث میں کسی آیت کو اعظم فرمایا اور دوسری حدیث میں دوسری آیت کو ۳؎ پہلی بار نہ بتانے اور پھر بتادینے کی شارحین نے بہت وجوہ بیان کی ہیں فقیر کی نظر میں قوی وجہ یہ ہے کہ ان دو سوالوں کے درمیان کے وقفہ میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے دل میں جواب بطور فیضان القاء فرمادیا پھر پوچھا تو آپ نے وہ ہی القاء کیا ہوا جواب عرض کردیا حضرات صوفیاء کبھی نظر سے کبھی سینہ پر ہاتھ رکھ کر کبھی مرید کو سامنے بٹھا کر کبھی کوئی بات پوچھ کر فیض دیتے ہیں' ان طریقوں کی اصل یہ حدیث ہے (از لمعات و اشعہ) حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ابی ابن کعب کو نظر بھر کر دیکھا جس سے ان کے سینہ میں علوم کے دریا بہ گئے ۴؎ یہ فرمان ہمارے عرض کئے ہوئے مطلب کی تائید ہے یعنی اے ابی تمہیں یہ علم لدنی مبارک ہو' کہ بغیر کتابیں پڑھے داتا کی دین اور رہبر کامل کی ایک نگاہ کرم سے تمہیں سب کچھ مل گیا۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ وَكَّلَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَكٰوةِ رَمَضَانَ فَاَتَانِىْ اٰتٍ فَجَعَلَ يَحْثُوْا مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُهٗ وَقُلْتُ لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّىْ مُحْتَاجٌ وَّعَلَىَّ عِيَالٌ وَّلِىْ حَاجَةٌ شَدِيْدَةٌ قَالَ فَخَلَّيْتُ عَنْهُ فَاَصْبَحْتُ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ اَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ شَكَا حَاجَةً شَدِيْدَةً وَّعِيَالًا فَرَحِمْتُهٗ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهٗ قَالَ اَمَا اِنَّهٗ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُوْدُ فَعَرَفْتُ اَنَّهٗ سَيَعُوْدُ لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ سَيَعُوْدُ فَرَصَدْتُّهٗ فَجَآءَ يَحْثُوْا مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُهٗ فَقُلْتُ لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَعْنِىْ فَاِنِّىْ مُحْتَاجٌ

(۲۰۱۹) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے فطرہ کی حفاظت پر مقرر فرمایا ۱؎ تو ایک شخص آیا غلے سے لپ بھرنے لگا ۲؎ میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا میں تجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چلوں گا ۳؎ وہ بولا میں محتاج ہوں میرے بال بچے ہیں اور مجھے سخت حاجت ہے ۴؎ فرماتے ہیں میں نے اسے چھوڑ دیا ۵؎ جب صبح ہوئی تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہ آج رات تمہارے قیدی کا کیا بنا ۶؎ میں نے عرض کیا یارسول اللہ اس نے سخت حاجت اور بال بچوں کا عذر کیا اس پر میں نے رحم کیا تو اس کو رہا کردیا ۷؎ فرمایا وہ تم سے جھوٹ بول گیا اور وہ پھر لوٹے گا ۸؎ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی وجہ سے یقین ہوگیا کہ وہ لوٹ کر آئے گا میں اس کی تاک میں رہا ۹؎ وہ پھر آیا اور غلے کے لپ

marfat.com

وَعَلَيَّ عِيَالٌ لَا أَعُوْدُ فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ
فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ أَسِيْرُكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ
شَكَا حَاجَةً شَدِيْدَةً وَعِيَالًا فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ
سَبِيْلَهُ فَقَالَ أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُوْدُ فَعَرَفْتُ
أَنَّهُ سَيَعُوْدُ لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنَّهُ سَيَعُوْدُ فَرَصَدْتُهُ فَجَاءَ يَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ
فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰذَا آخِرُ ثَلَاثِ مَرَّاتٍ إِنَّكَ تَزْعُمُ
لَا تَعُوْدُ ثُمَّ تَعُوْدُ قَالَ دَعْنِيْ أُعَلِّمْكَ كَلِمَاتٍ
يَنْفَعُكَ اللهُ بِهَا إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ
آيَةَ الْكُرْسِيِّ اَللهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ حَتّٰى تَخْتِمَ
الْآيَةَ فَإِنَّكَ لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللهِ حَافِظٌ وَلَا يَقْرَبُكَ
شَيْطَانٌ حَتّٰى تُصْبِحَ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ
لِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا فَعَلَ أَسِيْرُكَ
قُلْتُ زَعَمَ أَنَّهُ يُعَلِّمُنِيْ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُنِيْ
اللهُ بِهَا قَالَ أَمَا إِنَّهُ صَدَقَكَ وَهُوَ
كَذُوْبٌ وَتَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُنْذُ ثَلَاثِ لَيَالٍ
قُلْتُ لَا قَالَ ذَاكَ شَيْطَانٌ.

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

بھرنے لگا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا اب کے تو تجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ضرور لے چلوں گا وہ بولا مجھے چھوڑ دیجئے میں محتاج ہوں اور مجھ پر بال بچوں کا بہت بوجھ ہے میں اب نہ آؤں گا مجھے رحم آگیا اسے رہا کر دیا ۱۰؎ جب صبح ہوئی تو مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو ہریرہ تمہارے قیدی کا کیا بنا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس نے سخت محتاجی اور بال بچوں کا عذر کیا مجھے اس پر رحم آگیا اسے رہا کر دیا ۱۱؎ فرمایا وہ تم سے جھوٹ بول گیا اور وہ پھر آئے گا مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فرمانے سے وہ پھر آئے گا یقین ہو گیا کہ وہ ضرور آئے گا میں گھات میں رہا وہ آیا غلے سے لپیں بھرنے لگا میں نے اسے پکڑ لیا تو کہا کہ اب تجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ضرور لے چلوں گا یہ آخر تیسری بار ہے کہ تو کہہ جاتا ہے کہ نہ آئے گا پھر آجاتا ہے ۱۲؎ وہ بولا مجھے چھوڑ دیجئے میں آپ کو چند ایسے کلمات سکھائے دیتا ہوں کہ اللہ ان کی برکت سے آپ کو نفع دے گا ۱۳؎ جب آپ بستر میں جائیں ۱۴؎ تو آیۃ الکرسی **اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم** آخری آیت تک پڑھ لیں تو اللہ کی طرف سے حافظ رہے گا ۱۵؎ اور صبح تک شیطان آپ کے قریب نہ پھٹکے گا ۱۶؎ میں نے اسے چھوڑ دیا ۱۷؎ جب صبح ہوئی تو مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا بنا تمہارے قیدی کا میں نے عرض کیا اس نے کہا کہ مجھے ایسے کلمات سکھائے گا جن سے اللہ مجھے نفع دے گا حضور نے فرمایا وہ ہے تو جھوٹا مگر تم سے سچ بول گیا ۱۸؎ کیا جانتے ہو کہ تم تین دن سے کس سے گفتگو کر رہے ہو میں نے کہا نہیں فرمایا یہ شیطان ہے ۱۹؎ (بخاری)

(۲۰۱۹) ۱؎ یعنی صحابہ کرام جو اپنے فطرے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر کر جاتے تھے تا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم خود فقراء میں تقسیم فرمادیں تا کہ آپ کے ہاتھ کی برکت سے رب تعالیٰ قبول فرمالے اس جمع شدہ فطروں کی حفاظت اس دفعہ حضرت ابو ہریرہ کے سپرد ہوئی ۲؎ یعنی فطرے کا گندم چرانے اور لے جانے لگا میں نے اسے یہ حرکت کرتے دیکھ لیا' خیال

رہے کہ ابلیس اور اس کی ذریت دانہ، غذائیں پھل، مٹھائیاں سب کچھ کھاتے ہیں، ساتھ ہی کوئلہ وغیرہ بھی کھاتے ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص بغیر بسم اللہ پڑھے کھائے تو شیطان کھانے میں شریک ہو جاتا ہے لہٰذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ ابلیس کے کو کھانے کی کیا حاجت اس سے معلوم ہوا کہ شیطان چوری کرتا ہے، اس لئے آیۃ الکرسی وغیرہ مال پر دم کردی جائے تا کہ جن وانس کی چوری سے محفوظ رہے ۳۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اولیاء اللہ خصوصاً صحابہ کرام شیطان کو دیکھ سکتے ہیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے فیض کی برکت سے ان کی آنکھوں سے غیبی حجاب اٹھ جاتے ہیں، ان حضرات نے تو بارہا فرشتوں کو دیکھا جن کی کیا حقیقت ہے، دوسرے یہ کہ شیطان ان کی گرفت سے چھوٹ نہیں سکتا، وہ لوگ نورانی ہیں، نور کی طاقت نار سے زیادہ ہے جن کا ہاتھ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہو اس کی گرفت سے کون چھوٹے تیسرے یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے شیطان گھبراتا ہے، وہاں حاضری کی ہمت نہیں کرتا خیال رہے کہ قرآن کریم شیاطین کے متعلق فرماتا ہے انه یرلکم هو وقبیله من حیث لا ترونهم کہ وہ اور اس کی ذریت تو تم کو دیکھتے ہیں مگر تم ان کو نہیں دیکھتے، آیت کا منشاء یہ ہے کہ تم ان جنات کو ان کی اصلی شکل میں نہیں دیکھ سکتے، لیکن جب وہ شکل انسانی میں ہوں، تو انہیں دیکھا جا سکتا ہے لہٰذا یہ حدیث قرآن کے خلاف نہیں، مرقات، یا آیت میں عام انسانوں کا ذکر ہے اور یہاں اللہ کے خاص بندوں کا تذکرہ ہے۔ اوائے قرض وغیرہ معلوم ہوا کہ شیطان جھوٹ بولتا ہے، وہ نہ محتاج ہے، نہ اس کے بال بچوں کو فاقہ ہے، دفینے، کانیں اس کی نگاہ میں ہیں سفلی عمل کرنے والوں کو وہ روزانہ مال پہنچاتا ہے جسے ناجائز دست غیب کہا جاتا ہے جائز دست غیب رب تعالیٰ کی رحمت ہے، ناجائز دست غیب حرام ۵۔ یا اس لئے چھوڑ دیا کہ ابھی اس نے چوری نہیں کی تھی ارادہ ہی کیا تھا یا چوری تو کرلی تھی مگر چوری حاکم کے پاس پہنچنے سے پہلے حق العبد رہتی ہے اور وہاں پہنچ کر حق اللہ بن جاتی ہے پہلی صورت میں بندہ اس سے مال چھین کر اسے چھوڑ سکتا ہے دوسری صورت میں بندہ معاف نہیں کر سکتا، ہاتھ ہی کٹیں گے یا اس لئے کہ اگر زکوٰۃ و خیرات سے فقیر چوری کرے تو ہاتھ نہ کٹیں گے۔ کیونکہ اس مال میں اس کا بھی حق ہے جیسے بیوی بخیل خاوند کے مال سے اپنے حق کے بقدر چوری کرے تو مجرم نہیں کہ اس نے چوری نہیں کی بلکہ اپنا حق لیا بہر حال حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ انہیں چور کو چھوڑ دینے کا کیا حق تھا ۶۔ یعنی جب میں نماز فجر کے لئے حاضر بارگاہ ہوا تو بغیر میرے کچھ عرض کئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ سوال فرمایا معلوم ہوا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی نگاہ ہر ظاہر و چھپی چیزیں دیکھتی ہے، کوئی چیز ان سے مخفی نہیں وہ تو قبر کے اندر کے عذاب اور دلوں کے حال سے خبردار ہیں۔ مصرع

چشم تو بینند ہ ما فی الصدور

(اقبال)

۷۔ اس جملہ میں فقیر کی عرض کی ہوئی توجیہ کی تائید ہوئی کہ حضرت ابو ہریرہ کو اس پر رحم کرنے کا بھی حق تھا اور چھوڑ دینے کا بھی اسی لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ پر عتاب نہ فرمایا کہ ابو ہریرہ تمہیں چھوڑ دینے کا کیا حق تھا ۸۔ اس سے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا علم غیب ثابت ہوا معلوم ہوا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو آئندہ ہونے والے واقعات کا رب تعالیٰ نے علم

marfat.com

بخشا جو آئندہ ہونے والا ہے وہ بتا رہے ہیں۔ شعر:۔

☆ خدا مطلع ساخت برجملہ غیب ☆ علی کل شئی خبیر آمدی ☆

۹۔ یعنی آج شب کو میں خوب چوکنا رہا سویا نہیں، غافل نہ رہا، اسے پکڑنا بھی تھا اور اس کا تماشا بھی دیکھنا تھا ۱۰۔ حضرت ابوہریرہ نے اس کا یہ قول کہ اب نہ آوٴں گا اس کی توبہ سمجھا اس لئے چھوڑ دیا اسے سچا نہ سمجھا کیونکہ اس کا جھوٹا ہونا تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے معلوم ہو چکا تھا یہ رحمت اس کی توبہ پر ہے نہ کہ اسے غریب سمجھ کر اس بار بھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ پر عتاب نہ فرمایا لہٰذا حدیث بالکل واضح ہے کوئی اعتراض نہیں یا آپ نے خیال فرمایا کہ یہ جھوٹ سے توبہ کر چکا ہے اور اب سچ بول رہا ہے پہلے جھوٹا تھا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے گزشتہ جھوٹ کی خبر دی تھی اور اب سچ بول رہا ہے ۱۱۔ اس رحم کی وجہ ابھی عرض کر دی گئی اس چھوڑ دینے میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان پاک کی مخالفت نہیں ہے کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں آئندہ چھوڑ دینے سے منع نہ کیا تھا ۱۲۔ خیال رہے کہ شیطان نے صرف ایک دفعہ یعنی دوسری بار میں ہی کہا تھا کہ میں اب نہ آوٴں گا مگر حضرت ابوہریرہ فرما رہے ہیں کہ تو کہہ جاتا ہے میں نہ آوٴں گا اس لئے شارحین نے فرمایا کہ یہاں تزعم مضارع ہے مگر بمعنی ماضی ہے یعنی تو کہہ گیا تھا اب نہ آوٴں گا اور پھر آگیا یا حکمی و حقیقی دونوں طرح کہہ جانا مراد ہے یعنی تو پہلی بار میں حکماً اور دوسری بار میں حقیقتاً کہہ گیا تھا کہ اب نہ آوٴں گا لہٰذا یہ حدیث واضح ہے ۱۳۔ یعنی میں آپ پر ایک عمل مجرب بتا کر احسان کرتا ہوں آپ اس کے عوض مجھ پر یہ احسان کر دیں کہ مجھے چھوڑ دیں کیونکہ احسان کا بدلہ احسان ہوتا ہے ابلیس کی اس خوشامد سے معلوم ہوا کہ وہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہوئے بہت گھبراتا ہے ورنہ وہ حاضر ہو جانے پر راضی ہو جاتا اب جس کے دل میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی ہیبت نہ ہو وہ شیطان سے بدتر ہے شیطان یا تو خدا سے ڈرتا ہے کہ کہتا ہے انی اخاف اللہ رب العلمین یا جناب مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے مسلمان کے دل میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بہت ہی ہیبت چاہیے ڈاکٹر اقبال یوں دعا کرتے ہیں شعر:۔

☆ مکن رسوا بروئے خواجہ مارا ☆ حساب من زچشم اونہاں گیر ☆

۱۴۔ یعنی سونے کے لئے لیٹیں بستر پر یا فرش خاک پر یا تخت پر، بستر کا ذکر عرف کی بناء پر ہے اور سونا خواہ دن میں ہو یا رات میں ۱۵۔ یعنی خود رب تعالیٰ یا اس کا مقرر کردہ، فرشتہ آپ کے جان و مال کی حفاظت کرے گا کہ گھر تو گر جانے آگ لگ جانے، غیرہ سے محفوظ رہے گا اور مال چوری وغیرہ سے امان میں رہے گا جیسا کہ دوسری احادیث میں وارد ہے، یہ عمل بہت ہی مجرب ہے ۱۶۔ یعنی دینی یا دنیاوی نقصان پہنچانے کے لئے شیطان ابلیس آپ کے قریب نہ آسکے گا، مطلقاً قریب آنے کی نفی نہیں، لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں رہا کہ بارہا دیکھا گیا ہے کہ ہم آیۃ الکرسی پڑھ کر سوتے ہیں پھر بھی احتلام ہو جاتا ہے اور احتلام شیطان سے ہوتا ہے ہاں آیۃ الکرسی کی برکت سے شیطان نماز قضا نہ کرا سکے گا کہ یہ دینی نقصان ہے یوں ہی اس کی برکت سے اولاً تو گھر میں چور سانپ وغیرہ آئیں گے نہیں اگر اتفاقاً آگئے تو شیطان اسے اس موقعہ پر غافل نہ کر سکے گا کہ اس میں دنیاوی نقصان ہے، انشاء اللہ آنکھ کھل جائے گی اور یہ شخص ان کے شر سے محفوظ رہے گا ۱۷۔ اس بار رحم کھا کر نہ چھوڑا بلکہ اس کے احسان کے عوض، اور اس چھوڑ

marfat.com

دینے میں بھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت نہ تھی کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہ کیا تھا۱۸۔
اس فرمان عالی سے چند مسئلے معلوم ہوئے' ایک یہ کہ شیطان قرآن شریف سے بھی واقف ہے اور آیات قرآنیہ کے احکام و اسرار و اشارات سے بھی خبردار ہے' امام فخرالدین رازی نے فرمایا کہ شیطان ہر دین کے اچھے برے اعمال سے تفصیل وار واقف ہے' اور ہر شخص کی نیت و ارادہ پر مطلع ہے' اس کے بغیر وہ خلق کو بہکا نہیں سکتا' جب اس بہکانے والے کے علم کا یہ حال ہے تو خلق کے ہادی صلے اللہ علیہ وسلم کے علم کا کیا پوچھنا' دوا کی طاقت بیماری سے زیادہ چاہیے قرآن کریم فرماتا ہے انه یرلکم هو وقبیله من حیث لا ترونهم شیطان اور اس کی ذریت تم سب کو دیکھتے ہیں مگر تم انہیں نہیں دیکھتے یعنی وہ حاضر ناظر ہے' کیوں' لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے' تو جس کے ذمہ خلق کی ہدایت ہے وہ بھی حاضر و ناظر ہیں صلے اللہ علیہ وسلم' دوسرے یہ کہ شیطان کافر بھی کبھی سچ بول دیتا ہے تیسرے یہ کہ مومن کو چاہیے جہاں سے اسے علم ملے لے لے' ہاں بے دین کو استاد دین کا نہ بنائے' یہاں حضرت ابوہریرہ نے شیطان کو استاد نہ بنایا' جیسے قابیل کو کوے نے طریقہ' دفن سکھایا' مگر کوا ان کا استاد نہ تھا' خیال رہے کہ کافر و بے دین کی اچھی بات پر جلد اعتماد نہ کرے ممکن ہے وہ شہد میں زہر دے رہا ہوں' یہاں جناب ابوہریرہ نے شیطان کی جب مانی' جبکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی تائید و تصدیق فرمادی' چوتھے یہ کہ آیۃ الکرسی دفع شیطان کے لئے اکسیر ہے خود شیطان اس کی خبر دے گیا کہ میرے بھاگنے کا ذریعہ آیۃ الکرسی ہے بھگانے والے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی تائید فرمادی' اور بھاگنے والے مردود نے بھی اس کی خبر دے دی' پانچویں یہ کہ کافر کی سچی بات کی مسلمان تصدیق و تائید کرسکتا ہے ۱۹۔ یعنی ابلیس تھا جو اس مال میں برکت "مٹانے آیا تھا' ورنہ اسے چوری کرنے کی کیا ضرورت تھی' یہ حدیث تسخیر جنات کی اصل ہے' بعض عامل حضرات جنات کو اپنے عمل سے قید کردیتے ہیں' بالکل حق ہے دلیل یہ حدیث ہے' فقیر کی اس مذکور شرح سے حسب ذیل اعتراضات اٹھ گئے' اول یہ کہ حضرت ابوہریرہ کو شیطان نظر کیسے آگیا' قرآن پاک فرماتا ہے کہ تم اسے نہیں دیکھ سکتے' دوسرے یہ کہ حضرت ابوہریرہ کی گرفت میں شیطان کیونکر آگیا' وہ ہوا یا آگ کے شعلہ کی طرح ہے جسے پکڑا نہیں جاسکتا تیسرے یہ کہ شیطان کو چوری کی کیا ضرورت ہے چوتھے یہ کہ حضرت ابوہریرہ کو اسے پکڑ کر چھوڑ دینے کا کیا حق تھا' پانچویں یہ کہ جب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا تھا کہ وہ جھوٹا ہے' اور پھر آئے گا' تو جناب ابوہریرہ نے اس کی بات کا اعتبار کیوں کیا' چھٹے یہ کہ شیطان کو کیا خبر کہ قرآن کریم کی کس آیت میں کیا تاثیر ہے ساتویں یہ کہ اس سے لازم آیا کہ شیطان حضرت ابوہریرہ کا استاد ہو۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَيْنَمَا جِبْرَئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَاعِدٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ نَقِيْضًا مِنْ فَوْقِهِ فَرَفَعَ رَاْسَهُ فَقَالَ هٰذَا بَابٌ مِّنَ السَّمَاءِ فُتِحَ الْيَوْمَ لَمْ يُفْتَحْ قَطُّ اِلَّا الْيَوْمَ فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَكٌ فَقَالَ هٰذَا مَلَكٌ نَزَلَ اِلَى الْاَرْضِ لَمْ يَنْزِلْ قَطُّ اِلَّا الْيَوْمَ فَسَلَّمَ فَقَالَ

(۲۰۲۰) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے تو آپ نے اوپر سے آواز سنی ۱؎ تو آپ نے سر مبارک اٹھایا حضرت جبرئیل نے عرض کیا یہ آسمان کا وہ دروازہ کھولا گیا ہے جو آج کے سوا کبھی نہ کھولا گیا ۲؎ اس سے ایک فرشتہ اترا جبرئیل بولے یہ وہ فرشتہ زمین پر اترا ہے جو آج کے سواء کبھی نہ اترا ۳؎ اس نے

أَبْشِرْ بِنُوْرَيْنِ اُوْتِيْتَهُمَا لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ فَاتِحَةُ الْكِتَابِ وَخَوَاتِيْمُ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ لَنْ تَقْرَأَ بِحَرْفٍ مِّنْهُمَا اِلَّا اُعْطِيْتَهُ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

سلام کیا پھر بولا آپ خوش و خرم ہوں ان دو نوروں سے جو آپ کو دیئے گئے ۴؎ آپ سے پہلے کسی کو نہ دیئے گئے ۵؎ سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقر کی آخری آیتیں ۶؎ ان دونوں کا ایک حرف بھی آپ نہ پڑھیں گے مگر آپ کو اس کا اجر ملے گا ۷؎ (مسلم)

(۲۰۲۰) ۱؎ سمع کا فاعل حضرت جبریل علیہ السلام ہیں یا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بعض شارحین نے فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام ہیں کیونکہ اگلی ضمیریں بھی انہیں کی طرف راجع ہیں نقیض نقض سے بنا، بمعنی ٹوٹنا چونکہ لکڑی وغیرہ کے ٹوٹنے کے وقت سخت آواز پیدا ہوتی ہے اس لئے اب ہر سخت آواز کو نقیض کہہ دیتے ہیں ۲؎ خیال رہے کہ آسمان کے بے شمار دروازے ہیں، جن سے مختلف چیزیں آتی جاتی ہیں، بعض دروازوں سے رزق آتے ہیں بعض سے عذاب بعض سے دعائیں و توبہ جاتی ہیں بعض سے خاص فرشتے اترتے ہیں، ایک دروازہ وہ بھی ہے جو صرف معراج کی رات حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے کھولا گیا، آج کا یہ دروازہ اس فرشتے کے لئے کھولا گیا تھا اس سے پہلے نہ یہ فرشتہ کبھی زمین پر آیا تھا اور نہ یہ دروازہ کبھی کھلا تھا ۳؎ یعنی نہ کسی کام کے لئے یہ زمین پر آیا نہ کسی پیغمبر کو کوئی پیغام سنانے کے لئے یہ فرشتہ صرف آج ہی آیا، اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی خدمت میں آیا ہے اس فرشتہ کا نزول حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی کرامت و عزت کے اظہار کے لئے ہے ورنہ یہ پیغام تو حضرت جبریل بھی عرض کر سکتے تھے ۴؎ چونکہ یہ دونوں سورتیں دنیا میں سیدھے راستہ کی ہادی ہیں اور پلصراط پر روشنی جس کے ذریعہ ان کی تلاوت کرنے والا آسانی سے اسے طے کر لے گا، اس لئے انہیں نور فرمایا خیال رہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم خود نور ہیں پھر آپ پر یہ نور اترے تو بفضلہ تعالیٰ نور علے نور ہوئے ۵؎ یعنی آپ سے پہلے نبیوں میں سے کسی کو ایسی شاندار آیات و سورتیں نہ ملیں توریت انجیل وغیرہ میں ایسی شان کی آیت نہیں، یوں تو سارا قرآن شریف ہی ان کتب سے افضل ہے مگر یہ آیات بہت ہی افضل ۶؎ یعنی سورۃ بقر کا آخری رکوع للہ ما فی السموت سے علے القوم الکفرین تک ۷؎ یعنی ان آیات کے ہر حرف کی تلاوت پر آپ کو اور آپ کے صدقہ سے آپ کی امت کو خصوصی ثواب ملے گا علاوہ تلاوت کے ثواب کے کہ وہ ثواب تو قرآن شریف کے تمام حروف پر ہے (اشعہ) یا حرف سے مراد آیت ہے یعنی ان میں جو آیات دعا ہیں، ان میں سے ہر آیت قبول ہوگی، اور اس آیت کی دعا انشاء اللہ منظور ہوگی، مرقات، ان دونوں جگہ میں بہت شاندار دعائیں ہیں۔

وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاٰيَتَانِ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ مَنْ قَرَاَ بِهِمَا فِيْ لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۰۲۱) روایت ہے حضرت ابو مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بقرہ کی آخری دو آیتیں ایسی ہیں کہ جو انہیں رات میں پڑھے تو وہ اسے کافی ہیں ۱؎ (مسلم بخاری)

(۲۰۲۱) ۱؎ یعنی دکھ درد رنج و غم میں کافی ہیں کہ ان کا تلاوت کرنے والا انشاء اللہ دکھ درد سے محفوظ رہتا ہے، اور اگر اتفاقاً کبھی آبھی جائیں تو اللہ مشکل حل کر دیتا ہے یا تمام ورد وظیفوں کی طرف سے کافی ہیں، یا نماز تہجد میں، جو ان آیتوں کی تلاوت کیا کرے، تو بہت سی تلاوت سے کافی ہیں نماز تہجد میں اس کی تلاوت ضرور کی جائے کہ بہت ہی مفید ہے ایک رکعت میں یہ آیات پڑھے،

marfat.com

دوسری میں ان فی خلق السموت والارض سے لے کر تخلف المیعاد تک انشاء اللہ ان سے حضور قلبی بھی نصیب ہوگا اور بہت فیضان بھی میسر ہوگا' اگر شروع رات میں بھی پڑھ لی جائیں' اور تہجد میں بھی بہت مفید ہے۔

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَفِظَ عَشْرَ اٰيَاتٍ مِّنْ اَوَّلِ سُوْرَةِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنَ الدَّجَّالِ. (۲۰۲۲) روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شروع سورہ کہف کی دس آیتوں پر پابندی کرے۱ے وہ دجال سے بچ جائے گا۲ے۔ (مسلم)

(۲۰۲۲) ۱ے اس طرح کہ روزانہ ان کی تلاوت کرلیا کرے یا ہر جمعہ کو بعض لوگ ہر جمعہ کو سورہ کہف کی تلاوت کرتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے ۲ے ظاہر یہ ہے کہ دجال سے مراد وہی بڑا دجال ہے جو قریب قیامت نکلے گا اس کا فتنہ اتنا سخت ہوگا کہ ہر نبی نے اپنی امت کو اس سے ڈرایا یعنی اگر اس کی تلاوت کرنے والے کے زمانہ میں دجال ظاہر ہوا تو انشاء اللہ اس کے فتنے سے یہ محفوظ رہے گا اور ہو سکتا ہے کہ دجال سے مراد تمام فتنہ گر بے دین لوگ مراد ہوں جیسا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد تیس دجال پیدا ہوں گے جو نبوت کا دعویٰ کریں گے ان آیات کی برکت سے یہ شخص ہر بے دین فتنہ گر کے شر سے بچا رہے گا سورہ کہف میں اصحاب کہف کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کافر بادشاہ کے شر سے محفوظ رکھا ان کی آیات پڑھنے والے پر انشاء اللہ وہی فیضان ہوتا ہے بعض روایات میں تین آیات ارشاد ہوئیں مگر دس میں تین بھی داخل ہیں لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَعْجِزُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّقْرَاَ فِیْ لَيْلَةٍ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ قَالُوْا وَكَيْفَ يَقْرَاُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ قَالَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ يَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَرَوَاهُ الْبُخَارِیُّ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ. (۲۰۲۳) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم اس سے عاجز ہو کہ ہر رات تہائی قرآن پڑھ لیا کرو لوگ بولے کیسے تہائی قرآن پڑھا جا سکتا ہے۱ے فرمایا قل ہو اللہ احد تہائی قرآن کے برابر ہے۲ے۔ مسلم۔ بخاری میں حضرت ابوسعید سے یہ روایت ہے

(۲۰۲۳) ۱ے یعنی روزانہ دس پاروں کی تلاوت مشکل ہے' ایک دو دن تو ہمت کر کے پڑھا جا سکتا ہے ۲ے شارحین نے اس جملہ کے بہت معنے کئے ہیں' بہترین معنے یہ ہیں کہ ایک بار قل ہو اللہ احد پڑھنے کا ثواب دس پارے تلاوت کرنے کے برابر ہے' لہٰذا تین بار تلاوت کرلینے سے سارا قرآن شریف پڑھ لینے کا ثواب ہے ختم شریف وغیرہ میں تمام سورتیں ایک ایک بار پڑھی جاتی ہیں' مگر سورہ اخلاص تین بار' اس عمل کی اصل یہ ہی حدیث ہے خیال رہے کہ قرآن کریم میں تین قسم کے مضامین ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات' قصے' احکام' اور سورہ اخلاص میں ذات و صفات الٰہی کا مکمل ذکر ہے' اس لئے یہ سورۃ قرآن کریم کے تہائی کا ثواب رکھتی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ حمد کی آیات دیگر آیات سے افضل ہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا عَلٰى سَرِيَّةٍ وَّكَانَ يَقْرَاُ لِاَصْحَابِهٖ فِیْ صَلٰوتِهِمْ فَيَخْتِمُ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ فَلَمَّا رَجَعُوْا ذَكَرُوْا ذٰلِكَ (۲۰۲۴) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو لشکر کا سردار بنا کر بھیجا وہ اپنے ساتھیوں کی امامت نماز کرتا تھا۱ے تو ہمیشہ قل ہو اللہ احد پر قرات ختم کرتا

لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَلُوْهُ لِاَيِّ شَيْءٍ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فَسَاَلُوْهُ فَقَالَ لِاَنَّهَا صِفَةُ الرَّحْمٰنِ وَ اَنَا اُحِبُّ اَنْ اَقْرَاَهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبِرُوْهُ اَنَّ اللهَ يُحِبُّهُ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

تھا۲۔ جب صحابہ لوٹے تو یہ ماجرا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا حضور انور نے فرمایا ان سے پوچھو ایسا کیوں کرتے تھے ۳۔ ان سے پوچھا وہ بولے اسلئے کہ رحمٰن کی صفت ہے مجھے اسکا پڑھنا بڑا پسند ہے ۴۔ تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے خبردیدو کہ اللہ اس سے محبت کرتا ہے ۵۔ (مسلم بخاری)

(۲۰۲۴) ا۔ کیونکہ امامت کا حق سلطان اسلام یا سردار قوم کو ہے جب کہ وہ علم شریعت رکھتے ہوں' چونکہ یہ اس فوج کے کمانڈر تھے اس لئے ان کے امام بھی رہے ۲۔ یعنی ہر نماز کی آخری رکعت میں اور جماعت کی دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد قل ھو اللہ احد پڑھا کرتے تھے قرات ختم کرنے کے بعد کے یہ ہی معنے ہیں' یہ مطلب نہیں کہ ہر رکعت میں اور سورت پڑھ کر قل ھواللہ احد پڑھتے تھے کہ یہ تو مکروہ ہے ۳۔ یا تو حکایۃ "کہا گیا یا شکایۃ" کیونکہ صحابہ کرام نماز میں کوئی سورت مقرر نہ کرتے تھے' فرائض میں یہ مکروہ بھی ہے ہاں نوافل میں سورتوں کا تقرر جائز ہے مثلاً کوئی شخص ہمیشہ تہجد میں قل ھو اللہ ہی پڑھا کرے' اس سے معلوم ہوا کہ شاگرد کی شکایت استاد سے مرید کی شکایت پیر سے حتی کہ اپنے امام کی شکایت سلطان اسلام سے کرسکتے ہیں' یہ غیبت نہیں بلکہ اصلاح ہے ۴۔ محض نماز کو مختصر کرنے کے لئے قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے یا اس لئے کہ انہیں دوسری سورتیں کم یاد ہیں یا کسی اور وجہ سے معلوم ہوا کہ فریقین کا بیان لے کر حاکم کو فیصلہ کرنا چاہیے فتوے اور ہے فیصلہ کچھ اور فتوے صرف ایک فریق کے بیان پر دیا جاسکتا ہے دیکھو داؤد علیہ السلام نے بکریوں والے فرشتوں میں سے ایک کا بیان سن کر فتوے دیدیا تھا یہ حدیث تعلیم فیصلہ کے لئے ہے ۵۔ یعنی مجھے اللہ تعالیٰ سے محبت ہے اور عاشق کو اپنے محبوب کا ذکر پیارا ہوتا ہے اور وہ اس کا ذکر اکثر کرتا ہے اس لئے میں بھی نماز میں اکثر یہ سورت پڑھا کرتا ہوں' ورنہ مجھے اور سورتیں بھی یاد ہیں ۶۔ یا تو اس سورۃ سے محبت کرنے کی بناء پر' یا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کی بناء پر اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی آیات ذات و صفات الٰہی سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ کے محبوب بن جانے کا ذریعہ ہے ایسے ہی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت بلکہ ان کی اطاعت خدا کی محبوبیت کا ذریعہ ہے' رب تعالیٰ فرماتا ہے فرمایا ہے فاتبعونی یحببکم اللہ یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب بندوں کے ایسے حالات سے خبردار ہیں جن کی خود ہمیں بھی خبر نہیں' محبوب خدا یا مردود بارگاہ ہونا ایک ایسی چھپی ہوئی حالت ہے جو کسی دلیل یا علامت سے معلوم نہیں ہوسکتی مگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اس پر بھی خبردار ہیں اس ایک جملہ میں اس کے تقوی پر استقامت ایمان پر خاتمہ' قبر و حشر میں نجات' جنت میں داخلہ' سب کی خبردے دی گئی' ظاہر یہ ہے کہ ان صحابی کو ہمیشہ نماز میں سورہ اخلاص پڑھنے کی اجازت دے دی گئی' یہ اجازت ان کی خصوصیات سے ہے دوسروں کے لئے یہ عمل مکروہ ہے' اسی لئے دوسرے صحابہ نے یہ خوشخبری سن کر خود یہ عمل شروع نہ کردیا' لہٰذا یہ حدیث فقہی مسئلہ کے خلاف نہیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنِّيْ اُحِبُّ هٰذِهِ السُّوْرَةَ قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ قَالَ اِنَّ

(۲۰۲۵) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا ا۔ یا رسول اللہ میں اس سورۃ قل ھو اللہ احد

marfat.com

حُبُّكَ اِيَّاهَا اَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَى الْبُخَارِيُّ مَعْنَاهُ)

سے بڑی محبت کرتا ہوں سرکار نے فرمایا تیری یہ محبت تجھے جنت میں پہنچادیگی ۲؎ (ترمذی) اور بخاری نے اسکے معنے کی روایت کی ۳؎۔

(۲۰۲۵) ا؎ اس عرض کرنے والے کا نام کلثوم یا کرزم ہے' پہلا قول زیادہ قوی ہے (مرقات) ۲؎ سبحان اللہ کیسا مختصر اور جامع جواب ہے یعنی تو اس سورت سے محبت کی بنا پر اللہ کا پیارا بن جائیگا' اور اللہ کے پیارے کی جگہ جنت ہی تو ہے' بعض لوگ سورہ الم نشرح' والضحی اور سورہ فتح و احزاب سے بڑی محبت کرتے ہیں اس لئے کہ یہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت کی سورتیں ہیں' ان کی یہ محبت بھی انشاء اللہ جنتی ہونے کا ذریعہ ہے ۳؎ یہ مصنف پر اعتراض ہے کہ اس نے پہلی فصل میں ترمذی کی حدیث نقل کی' حالانکہ بخاری میں اس کی مثل موجود تھی چنانچہ بخاری نے حضرت انس سے تعلیقًا ایک بڑا واقعہ روایت کیا کہ ایک انصاری مسجد قباء شریف میں امام تھے وہ ہر رکعت میں الحمد پڑھ کر پہلے سورہ اخلاص پڑھتے پھر دوسری سورت اس پر مقتدیوں نے اعتراض کیا' انہوں نے فرمایا کہ میں امامت چھوڑ دوں گا' مگر سورہ اخلاص پڑھنا نہیں چھوڑونگا' چونکہ وہ افضل صحابہ میں سے تھے اس لئے لوگ ان کی امامت کو غنیمت جانتے تھے' ایک بار نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مسجد قباء کی زیارت کے لئے تشریف لائے' تب یہ مقدمہ بارگاہ عالی میں پیش کیا گیا' جس پر سرکار نے ان امام کا بیان لے کر یہ فیصلہ دیا' مرقات۔ اس حدیث کو بزاز اور بیہقی نے بھی روایت کیا۔

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَمْ تَرَ اٰيَاتٍ اُنْزِلَتِ اللَّيْلَةَ لَمْ يُرَ مِثْلُهُنَّ قَطُّ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۰۲۶) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم دیکھتے نہیں کہ آج رات وہ آیتیں اتری ہیں جنکی مثل دیکھی نہ گئیں ا؎ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ۲؎ مسلم

(۲۰۲۶) ا؎ الم تد میں عام مسلمانوں سے خطاب ہے اور یہ فرمان اظہار تعجب یا ان سورتوں کی اہمیت دکھانے کے لئے ہے یعنی اور پناہ لینے کے متعلق جتنی آیتیں ہیں ان سب میں یہ سورتیں افضل ہیں' لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ قل ھو اللہ احد تو ان سورتوں میں بھی افضل ہے ۲؎ دو مسئلے معلوم ہوئے' ایک یہ کہ بسم اللہ سورت کا جزء نہیں کہ یہاں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ کا ذکر نہ فرمایا قل اعوذ سے سورت کی ابتداء بتائی نیز پہلی وحی اقرا باسم ربک ہے' بسم اللہ وہاں بھی نہیں ہے' دوسرے یہ کہ یہ دونوں سورتیں قرآن میں ہیں' اسی پر امت کا اجماع ہے' لہٰذا جو انہیں قرآن نہ مانے وہ کافر ہے' وہ جو کہا گیا ہے کہ حضرت ابن مسعود اور ابی ابن کعب نے انہیں قرآن نہ مانا غلط ہے ان بزرگوں پر تہمت ہے' مرقات

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ كَفَّيْهِ ثُمَّ نَفَثَ فِيْهِمَا فَقَرَاَ فِيْهِمَا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهٖ يَبْدَاُ بِهِمَا عَلٰى رَاْسِهٖ

(۲۰۲۷) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہر رات میں جب اپنے بستر پر تشریف لیجاتے ا؎ تو اپنے ہاتھ جمع کر کے ان میں پھونکتے ۲؎ جن میں قل ھو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور اعوذ برب الناس پڑھتے ۳؎ پھر جسم کے جس حصہ تک ہو سکتا وہ ہاتھ پھیرتے ۴؎ اپنے سر مبارک اور

وَوَجْهِهٖ وَمَا اَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهٖ يَفْعَلُ ذٰلِكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ لَمَّا اُسْرِيَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَابِ الْمِعْرَاجِ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى

چہرے پاک کے سامنے والے حصہ سے شروع فرماتے یہ تین بار کرتے تھے ۵۔ مسلم بخاری اور حضرت ابن مسعود کی یہ حدیث کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی الخ انشاء اللہ باب المعراج میں بیان کریں گے ۶۔

(۲۰۲۷) ا۔ ہر رات کے فرمانے سے معلوم ہوا کہ یہ عمل دن کے قیلولہ میں نہ کرتے تھے' صرف رات کو سوتے وقت کرتے تھے' بستر سے مراد خوابگاہ ہے لہذا اگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سفر میں جنگل میں بھی رات کو سوتے تو یہ عمل کرکے سوتے ۲۔ نفخ اور نفث دونوں کے معنے ہیں پھونکنا مگر نفخ میں محض سانس نکالنا ہوتا ہے اور نفث میں سانس کے ساتھ کچھ لعاب دہن بھی شامل ہوتا ہے ۳۔ یہاں فقراء کی ف ایسی ہے جیسے رب تعالیٰ کا فرمان واذا قرات القران فاستعذ باللّٰہ یا جیسے اذاقمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم یعنی جب بستر پر لیٹتے اور دم کرنا چاہتے تو یہ سورتیں پڑھتے یہ مطلب نہیں کہ دم تو پہلے کرلیتے اور سورتیں بعد میں پڑھتے لہذا ہمارا ترجمہ درست ہے' ف کے خلاف نہیں' بعض نسخوں میں ونفث واو سے ہے' تب تو بالکل واضح ہے ۴۔ تا کہ قرآن کی برکت کے ساتھ اپنے سانس اور ہاتھ شریف کی برکتیں بھی شامل ہو جائیں' اس سے بزرگوں کا دم درود یا مرض کی جگہ ہاتھ رکھ کر یا ہاتھ پھیر کر دم کرنا ثابت ہوا ۵۔ ہم کو بھی اس پر عمل کرنا چاہیے اس سے آفات سے حفاظت رہتی ہے ۶۔ یعنی وہ حدیث مصابیح میں یہاں تھی مگر ہم اسے باب المعراج میں بیان کریں گے کیونکہ وہ اس باب سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثَةٌ تَحْتَ الْعَرْشِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الْقُرْاٰنُ يُحَاجُّ الْعِبَادَ لَهٗ ظَهْرٌ وَّبَطْنٌ وَّ الْاَمَانَةُ وَالرَّحِمُ تُنَادِيْ اَلَا مَنْ وَصَلَنِيْ وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَنِيْ قَطَعَهُ اللّٰهُ.

(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۲۰۲۸) روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن تین چیزیں عرش کے نیچے ہونگی ا۔ ایک قرآن کریم جو بندوں کی طرف سے جھگڑے گا ۲۔ قرآن کا ایک ظاہر ہے ایک باطن ۳۔ دوسری امانت ۴۔ تیسری رحم ۵۔ جو پکاریگا کہ جس نے مجھے جوڑا اللہ اسے اپنے سے ملائے گا اور جس نے مجھے توڑا اللہ اسے اپنے سے دور کرے گا ۶۔ شرح سنہ

(۲۰۲۸) ا۔ یعنی ان تین چیزوں کو بہت ہی عزت و قرب الٰہی عطا فرمایا جائے گا کہ خاص عرش اعظم کے نیچے انہیں جگہ دی جائے گی جیسے وزیر کی نشست بادشاہ کے بہت قریب ہوتی ہے' اور ان کے طفیل ان کے عاملوں کو بھی عزت و قرب نصیب ہوگا' اللہ تعالیٰ ان کا اجر ضائع نہ کرے گا ۲۔ بندوں سے مراد قرآن کریم کی تلاوت اور اس پر عمل کرنے والے مسلمان ہیں' اور جھگڑنے سے مراد جھگڑ جھگڑ کر ان کی شفاعت کرنا ہے' یعنی قرآن شریف اپنے تلاوت کرنے والوں اور اپنے عاملین کی شفاعت رب تعالیٰ سے جھگڑ جھگڑ کر کرے گا' یہ جھگڑا مقابلہ کا نہیں بلکہ ناز کا ہوگا ۳۔ یعنی قرآن پاک کے بعض معنی ظاہر ہیں جو عام مسلمان سمجھ لیتے ہیں۔ بعض

marfat.com

مخفی جو واجب التاویل ہیں' جن تک علماء کی رسائی ہے' یا تلاوت قرآن پاک کا ایک ظاہر ہے' یعنی الفاظ کا زبان سے پڑھنا اور ایک بطن یعنی اس میں غور و تدبر کرنا یا شرعی احکام قرآن کا ظاہر ہے' اور طریقت کے اسرار اس کا باطن جیسے بدن انسان ہمارا ظاہر ہے اور روح انسان ہمارا باطن مطلب یہ ہے ۴ کہ قرآن کی شفاعت بقدر تعلق ہوگی ظاہر قرآن والوں کی شفاعت اور قسم کی کرے گا اور باطن قرآن سے تعلق رکھنے والوں کی شفاعت اور قسم کی کرے گا ۴۔ امانت سے مراد خلق و خالق کے حقوق ہیں جو ہمارے ذمہ واجب الادا ہیں' رب تعالٰی فرماتا ہے انا عرضنا الا مانة علی السمٰوٰت والارض الخ یہاں امانت کے یہ معنے بھی کیے گئے ہیں' یا امانت سے مراد عشق الٰہی اور عشق رسول ہے کہ قرآن کو عشق سے بہت تعلق ہے ۵۔ رحم سے مراد انسانوں کے آپس کی قرابت داریاں ہیں چونکہ ان قرابت داریوں کا تعلق عورت کے رحم سے ہے اس لئے ان قرابتوں کو رحم فرمایا جاتا ہے چونکہ اہل قرابت کے حقوق ادا کرنا بہت ضروری ہیں' رب تعالٰی فرماتا ہے' وات ذا القربیٰ حقه الخ اس لئے یہ بھی وہاں ہو گا' خیال رہے کہ دنیا کے اعراض کل قیامت میں جواہر ہوں گے' ان اعمال کی شکل و صورت ہوگی' یہ بات بھی کریں گے جیسے یہاں خواب میں اعراض اجسام نظر آتے ہیں ۶۔ یعنی دنیا میں جس نے اپنے اہل قرابت کے حقوق ادا کئے تھے آج اسے قرب الٰہی اور رحمت الٰہی نصیب ہوں گے' اور جس نے دنیا میں اپنے اہل قرابت کے حقوق ادا نہ کئے ان سے تعلق نہ رکھا' آج وہ خدا کی رحمت سے محروم رہے گا رحم کا یہ پکارنا رب تعالٰی کے حکم سے ہو گا جیسے حکام کے چپڑاسی کچہری کے دروازے پر اعلانات کرتے ہیں' خیال رہے کہ بندے پر تین قسم کے حق ہیں' اللہ تعالٰی کے' عام انسانوں کے اور خاص قرابت والوں کے قرآن پاک کا تعلق حقوق اللہ سے ہے' امانت کا تعلق عام لوگوں سے اور رحم کا تعلق اپنے عزیزوں و قرابت داروں سے اس لئے یہ تین ہی عرش اعظم کے نیچے ہوں گے کامیاب بندہ وہ ہے جو ان سب حقوق کو ادا کر کے جائے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ
اِقْرَأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا
فَاِنَّ مَنْزِلَكَ عِنْدَ اٰخِرِ اٰيَةٍ تَقْرَأُهَا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ
التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ

(۲۰۲۹) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ قرآن والے سے کہا جائے گا ۱۔ پڑھ اور چڑھ ۲۔ اور یوں ہی آہستگی سے تلاوت کر جیسے دنیا میں کرتا تھا آج تیرا ٹھکانہ و مقام وہاں ہے جہاں تو آخری آیت پڑھے ۳۔ احمد' ترمذی' ابوداؤد' نسائی

(۲۰۲۹) ۱۔ قرآن والے سے مراد وہ مسلمان ہے جو ہمیشہ تلاوت کرتا ہو' اور اس پر عامل ہو' وہ شخص نہیں جو قرآن پڑھتا ہو' اور قرآن اس پر لعنت کرتا ہو کہ یہ تلاوت تو عذاب الٰہی کا باعث ہے' بعض آریہ اور عیسائی بھی قرآن پاک پر اعتراضات کرنے کے لئے قرآن پاک پڑھتے بلکہ حفظ تک کر لیتے ہیں' پنڈت کالی چرن چودہ پاروں کا حافظ ہوا' مرقات ۲۔ جنت کے درجات اوپر تلے ہیں جس قدر درجے کی بلندی' اسی قدر بہتر' انشاء اللہ اس دن تلاوت قرآن مومن کے لئے پروں کا کام دے گی یا اس سے مراتب قرب الٰہی میں ترقی کرنا مراد ہے' یعنی تلاوت کرتا جا اور مجھ سے قریب تر ہوتا جا ۳۔ یعنی جہاں تیرا پڑھنا ختم' وہاں تیرا چڑھنا ختم' وہاں اسی قدر تلاوت کر سکے گا جس قدر تلاوت دنیا میں کرتا تھا اور جس طرح آہستہ یا جلدی یہاں تلاوت کرتا تھا اسی طرح وہاں کرے گا اس سے چند مسائل معلوم ہوئے' ایک یہ کہ جنت کے چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ درجے ہیں کیونکہ قرآن کریم کی آیات اتنی ہی ہیں اور ہر آیت

marfat.com

پر ایک درجہ ملتا ہے' اگر درجے اس سے کم ہوں' تو یہ حساب کیسے درست ہو' اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان' مرقات' دوسرے یہ کہ جنت میں کوئی عبادت نہ ہوگی سوائے تلاوت قرآن کے' مگر یہ تلاوت لذت اور ترقی درجات کے لئے ہوگی جیسے فرشتوں کی تسبیح تیسرے یہ کہ دنیا میں تلاوت قرآن کریم کا عادی بعد موت انشاء اللہ حافظ قرآن ہو جائے گا ورنہ یہ محض وہاں بغیر قرآن دیکھے سارا قرآن کیسے پڑھتا' چوتھے یہ کہ بغیر ترجمہ سمجھے بھی تلاوت بہت مفید ہے کہ یہاں تلاوت کو مطلق رکھا گیا' یہاں مرقات نے فرمایا کہ قرآن میں تفکر کرنا محض تلاوت سے افضل ہے' اسی لئے حضرت صدیق اکبر حفاظ صحابہ سے افضل ہوئے جنت میں ساری امت سے اونچے درجہ میں وہ ہی ہونگے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الَّذِيْ لَيْسَ فِيْ جَوْفِهٖ شَيْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ كَالْبَيْتِ الْخَرِبِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ۔

(۲۰۳۰) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کے سینے میں قرآن نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے ا۔ ترمذی' دارمی' اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔

(۲۰۳۰) ا۔ جوف کے حقیقی معنے ہیں پیٹ' اسی لئے معتل العین کو اجوف یعنی خالی پیٹ والا کہتے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے ماجعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ مگر یہاں جوف سے مراد دل یا سینہ ہے گھر کی آبادی انسان و سامان سے ہے دل کی آبادی قرآن سے باطن یعنی روح کی آبادی ایمان سے تو جسے قرآن بالکل یاد نہ ہو یا اگرچہ یاد تو ہو مگر کبھی اس کی تلاوت نہ کرے یا اس کے خلاف عمل کرے اس کا دل ایسا ہی ویران ہے جیسے انسان و سامان سے خالی گھر۔ شعر:

☆ آباد وہ ہی دل ہے کہ جس میں تمہاری یاد ہے ☆ جو یاد سے غافل ہوا ویران ہے برباد ہے ☆

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْاٰنُ عَنْ ذِكْرِيْ وَمَسْئَلَتِيْ اَعْطَيْتُهٗ اَفْضَلَ مَا اُعْطِي السَّائِلِيْنَ وَفَضْلُ كَلَامِ اللّٰهِ عَلٰى سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ اللّٰهِ عَلٰى خَلْقِهٖ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ۔

(۲۰۳۱) روایت ہے حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے جسے قرآن مجید میرے دوسرے ذکر اور مجھ سے مانگنے سے روک دے ا۔ اسے میں مانگنے والوں سے زیادہ دونگا ۲۔ اور اللہ تعالیٰ کے کلام کی فضیلت تمام کلاموں پر ویسی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی عظمت اپنی خلق پر ۳۔ ترمذی دارمی' بیہقی شعب الایمان ۴۔ اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے'

(۲۰۳۱) ا۔ قرآن سے مراد حفظ قرآن یا تلاوت قرآن یا تفکر و تدبر فی القرآن ہے۔ یعنی جو حافظ یا قاری قرآن یا تجوید یاد کرنے میں یا عالم دین قرآن کریم سے مسائل مستنبط کرنے میں اتنا مشغول رہے کہ اسے دیگر وظیفے دعاؤں کا وقت ہی نہ ملے' اسی طرح جو معلم تعلیم علوم قرآن کی مشغولیت کی وجہ سے درود وظیفے دعائیں نہ کرسکے یہاں دعاؤں وظیفوں سے مراد وہ دعائیں وظیفے ہیں' جو قرآن مجید کے علاوہ ہیں' ورنہ قرآن شریف میں خود بہت دعائیں وظیفے ہیں ۲۔ اعلیٰ متکلم کا صیغہ ہے اسی لئے سائلین منصوب آیا' خیال رہے کہ رب تعالیٰ سے دعائیں مانگنا صراحتہً" اور صاف صاف بھیک مانگنا ہے مگر تلاوت قرآن یا تعلیم قرآن بالواسطہ بھیک

marfat.com

ہے جیسے ہمارے دروازہ پر بھکاری کھڑے ہو کر ہماری تعریفیں کرتے ہیں کہ آپ بڑے سخی داتا ہیں یوں ہی درود شریف درپردہ دعا ہے بھکاری غنی کے بال بچوں کو دعائیں دے کر درپردہ بھیک مانگتے ہیں بچے جیتے رہیں جان مال کی خیر ہو، ہم بھی رب تعالیٰ کے محبوب کو دعائیں دے کر اس سے بھیک مانگتے ہیں اسی لئے درود شریف کے متعلق بھی مشکوۃ شریف میں گزر چکا کہ جو شخص درود شریف میں مشغولیت کی وجہ سے دعا نہ مانگ سکے اس کے تمام ضروریات خود ہی پورے ہونگے، دکھ، درد، رنج، غم خود بخود ہی دفع ہوتے رہیں گے ۳؎۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ جملہ بھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا ہی فرمان عالی ہے یعنی کلام کی شان متکلم کی شان کے بقدر ہوتی ہے، ایک بات فقیر بے نوا کہے اس پر کوئی دھیان بھی نہیں دیتا وہ ہی بات بادشاہ کہے تو دنیا میں دھوم مچ جاتی ہے چونکہ کلام اللہ رب تعالیٰ کا کلام ہے، اس لئے تمام مخلوق کے کلام سے یقیناً افضل ہے، اسی طرح حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بعد خدا تمام خلق سے افضل ہیں، تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث تمام خلق کے کلاموں سے بعد قرآن افضل ہونگی ۴؎۔ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں سوائے عطیہ عوفی کے کہ ان میں کچھ ضعف ہے، مگر فضائل اعمال میں ضعیف حدیث بھی معتبر ہے خصوصاً جبکہ دوسری روایتوں یا قرآنی آیتوں سے اسے قوت پہنچ جائے اس حدیث کو دوسری اسنادوں سے قوت حاصل ہے اس لئے اسے ترمذی نے حسن فرمایا۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهٗ بِهٖ حَسَنَةٌ وَّالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا لَا اَقُوْلُ الٓمّٓ حَرْفٌ اَلِفٌ حَرْفٌ وَّلَامٌ حَرْفٌ وَّمِيْمٌ حَرْفٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ اِسْنَادًا۔

(۲۰۳۲) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو کتاب اللہ قرآن کریم کا ایک حرف پڑھے ۱؎ تو اسے ایک نیکی اور نیکی کا دس گنا ۲؎ میں نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے ۳؎ بلکہ الف ایک حرف ہے لام ایک حرف اور میم ایک حرف ۴؎ ترمذی، دارمی، ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث اسناد سے حسن بھی ہے صحیح بھی غریب بھی

(۲۰۳۲) ۱؎ ظاہر یہ ہے کہ یہاں حرف سے مراد وہ حرف ہے جو جدا جدا پڑھا جائے لہذا الم تین حرف ہیں چنانچہ الف ایک حرف لام ایک حرف اور میم ایک حرف، مرقات، مگر قوی تر یہ ہے کہ حرف سے مراد مطلقاً حرف ہے علیحدگی کے قابل ہوں یا نہ ہوں کیونکہ حدیث پاک میں کوئی قید نہیں، لہذا قرآن کریم میں لفظ اللہ پڑھنے سے چالیس نیکیاں ملیں گی خیال رہے کہ قرآن پاک میں خبیث چیزوں کے نام بھی ہیں جیسے ابی لہب، ابلیس، شیطان، خنزیر وغیرہ مگر ان ناموں کی تلاوت پر بھی ثواب اسی حساب سے ہوگا کہ یہ حروف یا ان کے ترجے برے نہیں، بلکہ ان کے مصداق خبیث ہیں یہ تحقیق خیال میں رکھی جائے ۲؎۔ اس فرمان میں اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے کہ من جاء بالحسنة فله عشر امثالها یہ تو ادنیٰ ثواب ہے، آگے رب تعالیٰ کا فضل ہماری شمار سے باہر ہے واللہ یضٰعف لمن یشاء مرقات میں فرمایا کہ یہ ثواب تو عام تلاوتوں کا ہے، مکہ معظمہ و مدینہ میں تلاوت کا ثواب اس حدیث سے معلوم کرو کہ مکہ معظمہ میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ ہے اور مدینہ پاک میں پچاس ہزار ۳؎۔ چونکہ عربی میں حرف، حرف معانی، حرف مبانی، ہجاء حرف ہجا، اور جملہ مفیدہ، مطلقاً کلمہ سب کو ہی کہا جاتا ہے، اسی لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے خود یہ تفسیر فرمائی ۴؎۔ الف، لام، میم کو حرف فرمانا مجازاً" ہے ورنہ یہ حرفوں کے نام یعنی اسمائے حروف ہیں۔ اس میں لطیف اشارہ اس

marfat.com

طرف ہے کہ الف میں تین حرف ہیں "ا ل ف" مگر اس کو ہم ایک حرف ہی مانتے ہیں کہ قرآنی تلاوت میں یہ ایک حرف ہو کر آتا ہے۔ اگرچہ اس کے اجزا تین ہیں بعض شارحین نے کہا کہ الم ترکیف میں الم کی تیس نیکیاں ہیں اور الم ذٰلک الکتب میں الم کی نوے نیکیاں ہیں، کیونکہ اس میں حرف نو ہیں اسمائے حروف اگرچہ تین ہیں مگر یہ قول اس حدیث کے خلاف ہے کیونکہ مکتوبی یعنی لکھے ہوئے حرف مراد ہیں نہ کہ مقروئی یعنی پڑھے ہوئے حرف اور مکتوبی حرف سورہ فیل و بقرہ میں یکساں ہیں۔

وَعَنِ الْحَارِثِ قَالَ مَرَرْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَإِذَا النَّاسُ يَخُوضُونَ فِي الْأَحَادِيثِ فَدَخَلْتُ عَلَى عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ أَوَقَدْ فَعَلُوهَا قُلْتُ نَعَمْ قَالَ أَمَا إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَلَا إِنَّهَا سَتَكُونُ فِتْنَةٌ قُلْتُ مَا الْمَخْرَجُ مِنْهَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ كِتَابُ اللّٰهِ فِيهِ نَبَأُ مَا قَبْلَكُمْ وَخَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ وَحُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ هُوَ الْفَصْلُ لَيْسَ بِالْهَزْلِ مَنْ تَرَكَهُ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَهُ اللّٰهُ وَمَنِ ابْتَغَى الْهُدَى فِي غَيْرِهِ أَضَلَّهُ اللّٰهُ وَهُوَ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِينُ وَهُوَ الذِّكْرُ الْحَكِيمُ وَهُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ هُوَ الَّذِي لَا تَزِيغُ بِهِ الْأَهْوَاءُ وَلَا تَلْتَبِسُ بِهِ الْأَلْسِنَةُ وَلَا يَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ وَلَا يَخْلَقُ عَنْ كَثْرَةِ الرَّدِّ وَلَا يَنْقَضِي عَجَائِبُهُ هُوَ الَّذِي لَمْ تَنْتَهِ الْجِنُّ إِذْ سَمِعَتْهُ حَتَّى قَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ مَنْ قَالَ بِهِ صَدَقَ وَمَنْ عَمِلَ بِهِ أُجِرَ وَمَنْ حَكَمَ بِهِ عَدَلَ وَمَنْ دَعَا إِلَيْهِ هُدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيثٌ إِسْنَادُهُ مَجْهُولٌ وَفِي الْحَارِثِ مَقَالٌ)

(۲۰۴۳) روایت ہے حضرت حارث سے فرماتے ہیں میں مسجد میں گزرا تو لوگ بات چیت میں مشغول تھے ا۔ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا ۲۔ میں نے آپ کو اس کی خبر دی تو فرمایا کیا لوگ یہ حرکت کرنے لگے میں بولا ہاں فرمایا آگاہ رہو میں نے رسول اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ عنقریب فتنے ہونگے ۳۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ان سے رہائی کی سبیل کیا ہے ۴۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کی کتاب ۵۔ جس میں تمہارے اگلوں کی خبریں اور پچھلوں کی خبریں اور تمہارے آپس کے فیصلے ہیں قرآن فیصلہ کن ہے ۶۔ وہ غیر درست نہیں ہے جو ظالم اسے چھوڑ دیگا اللہ اس کے ٹکڑے اڑا دیگا ۷۔ اور جو اسکے غیر میں ہدایت ڈھونڈے گا اللہ اسے گمراہ کر دیگا ۸۔ وہ اللہ کی مضبوط رسی ہے اور وہ حکمت والا ذکر ہے، وہ سیدھا راستہ ہے ۹۔ قرآن وہ ہے جسکی برکت سے خیالات بگڑتے نہیں ۱۰۔ اور جس سے دوسری زبانیں مشتبہ نہیں ہوتیں ۱۱۔ جس سے علماء سیر نہیں ہوتے ۱۲۔ جو زیادہ دہرانے سے پرانا نہیں پڑتا ۱۳۔ جس کے عجائبات ختم نہیں ہوتے ۱۴۔ قرآن ہی وہ ہے کہ جب اسے جنات نے سنا تو یہ کہے بغیر نہ رہ سکے کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے جو صلاحیت کی رہبری کرتا ہے تو ہم اس پر ایمان لے آئے ۱۵۔ جو قرآن کا قائل ہو وہ سچا ہے جس نے اس پر عمل کیا ثواب پائے گا اور جو اس پر فیصلہ کرے گا منصف ہو گا اور جو اسکی طرف بلائے گا وہ سیدھی راہ کی طرف بلائے گا ۱۶۔ ترمذی، دارمی، اور ترمذی نے فرمایا اس حدیث کی اسناد مجہول ہے اور حارث میں کچھ گفتگو ہوئی ہے ۱۷۔

marfat.com

(۲۰۳۳) ا۔ احادیث سے مراد دنیاوی باتیں ہیں جو مسجد میں حرام ہیں اگرچہ جائز باتیں ہی ہوں وہاں غیبت و جھوٹ وغیرہ حرام گفتگو تو اور سخت حرام ہے 'احادیث سے مراد احادیث نبویہ نہیں جیسا کہ بعض جاہلوں نے سمجھا۔ مسجد میں حدیث شریف وفقہ وغیرہ دینی علوم کا درس بہترین عبادت ہے 'اصحاب صفہ مسجد نبوی میں رہتے تھے اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے سارے دینی علوم سیکھتے تھے ' یہ حارث تابعی ہیں ' حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خدام خاص میں سے ہیں ۲۔ اگرچہ اس وقت اور صحابہ بھی موجود تھے 'مگر آپ خصوصیت سے حضرت علی کے پاس گئے کہ حضرت علی دروازہ شہر نبوت ہیں انا مدینۃ العلم وعلی بابھا یہ حدیث اگرچہ اسناد مقررہ سے ضعیف ہے مگر متن حدیث صحیح ہے ' مرقات ۳۔ ظاہر یہ ہے کہ یہاں فتنوں سے مراد وہ لڑائیاں اور جھگڑے ہیں جو صحابہ میں رونما ہوئے اور مسجدوں میں دیناوی باتیں کرنا ان فتنوں کے ظہور کی علامت ہے یعنی اب وہ فتنے قریب آگئے کیونکہ مسجد میں دیناوی باتیں ہونے لگیں ' بعض نے اس سے مراد آگ کا یا دجال کا نکلنا مراد لیا مگر پہلے معنے زیادہ موزوں ہیں خیال رہے کہ فتنہ عام مصیبت یا آزمائش کو کہتے ہیں ۴۔ یعنی ایسا کون سا کام کیا جائے جس سے ان فتنوں سے مسلمان بچا رہے ۴۔ قرآن کریم پر عمل یا اس کی تلاوت میں مشغولیت ' معلوم ہوا کہ بعض نیکیوں کی برکت سے انسان دنیاوی آفات سے محفوظ رہتا ہے ' درود شریف کی کثرت موت و زندگی کے فتنوں سے محفوظ رکھتی ہے بفضلہ تعالیٰ ۵۔ یعنی قرآن شریف ایسی جامع کتاب ہے کہ اس میں گزشتہ امتوں کے واقعات آئندہ تاقیامت بلکہ جنت و دوزخ کے حالات بھی ہیں اور عبادات و معاملات و سیاسیات بھی ہیں ۶۔ یہ جملہ یا خبر ہے یا بددعا یعنی جو شخص قرآن کے خلاف چلے خدا اس کے ٹکڑے اڑا دے گا یا جو اس کے علاوہ دوسری راہ اختیار کرے گا خدا تعالیٰ اسے برباد کردے گا یعنی وہ کافر ہو جائے گا خیال رہے کہ قرآن شریف کو ناحق جان کر اسے چھوڑ دینا کفر ہے ' اور اس کو حق جان کر عمل نہ کرنا فسق اور مجبوراً اس پر عمل نہ کر سکنا معذوری ہے۔ جس پر پکڑ نہیں یہاں پہلی صورت مراد ہے لہٰذا حدیث بالکل واضح ہے ۷۔ غیر قرآن سے مراد علوم عقلیہ یا کفار کی پیروی ہے حدیث و فقہ غیر قرآن نہیں کہ یہ دونوں قرآن کریم کی شرحیں ہیں جیسے صرف و نحو قرآن پاک کے لئے ممد و معاون ہیں لہٰذا اس حدیث سے چکڑالوی دلیل نہیں پکڑ سکتے ۹۔ یہ تمام چیزیں قرآن کریم کے اوصاف بھی ہیں اور اس کے نام بھی قرآن پاک میں خود یہ نام موجود ہیں رسی کے ذریعہ بکھروں کو جمع کیا جاتا ہے رسی کے ذریعہ کنوؤں سے گروی کو اوپر نکالا جاتا ہے قرآن کریم میں یہ ساری صفات موجود ہیں رب تعالیٰ نے فرمایا واعتصموا بحبل اللہ جمیعا وہاں حبل اللہ سے مراد قرآن پاک ہے یا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم یا دونوں ذکر کے معنے عزت 'شہرت 'نصیحت تذکرہ ہیں قرآن کریم میں یہ سارے صفات موجود ہیں کہ اسی قرآن کی وجہ سے اہل عرب کی دنیا میں شہرت و عزت ہو گئی اس میں ہر قسم کی نصیحتیں اور ہر قسم کے تذکرے ہیں یہ خدا تعالیٰ تک پہنچانے والا سیدھا راستہ ہے جو اسے چھوڑ دے ' وہ رب تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا ۱۰۔ یعنی جو قرآن کریم سے صحیح طور پر استدلال کرے گا ' وہ اپنے خیالات کو بگڑنے سے محفوظ رکھے گا ' اگر کوئی اس سے غلط استدلال ہی کرے اور گمراہ ہو جائے ' تو قرآن کریم کا قصور نہیں بلکہ اس کے استدلال کا قصور ہے ' قرآن کریم کو حدیث و فقہ کی روشنی میں سمجھو لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا نیز اس حدیث سے موجود زمانہ کے چکڑالوی دلیل نہیں پکڑ سکتے کہ وہ قرآن کریم کو صحیح طور سے سمجھتے ہی نہیں بعض شارحین نے اس جملہ کے معنے یہ کئے ہیں کہ قرآن کریم کو گمراہ لوگ بدل نہیں سکتے ' یہ اسی طرح محفوظ رہے گا کیوں نہ ہو کہ رب تعالیٰ اس کا حافظ ہے فرماتا ہے انا نحن نزلنا الذکر وانالہ لحفظون اس صورت میں بہ کی ب تعدیہ ہے تاریخ شاہد ہے کہ قرآن کریم بدلنے کی بہت کوششیں کی گئیں 'مگر

marfat.com

بدلنے والے مٹ گئے قرآن کریم نہ بدل سکا ۱۱۔ یعنی قرآن مجید کی عبارت دوسرے کلاموں سے ایسی ممتاز ہے کہ دوسرا عربی کلام خواہ کتنا ہی فصیح و بلیغ ہو اس سے خلط نہیں ہو سکتا مخلوق کا کلام خالق کے کلام سے مشتبہ نہیں ہو سکتا' یا اس جملہ کے معنی یہ ہیں کہ یہ کلام مسلمانوں کی زبان پر گراں نہیں پڑتا' آسانی سے پڑھ لیا جاتا ہے بلکہ حفظ کرلیا ہی جاتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے ولقد یسرنا القران للذکر ۱۲۔ یعنی قرآن کریم کے اسرار و نکات کبھی ختم نہیں ہوتے' علماء جب بھی غور کرتے ہیں' اس سے نئے مسائل و اسرار معلوم کرتے ہیں' قرآن کریم کی کنہ تک کوئی نہیں پہنچتا' یہ ان موتیوں کا وہ سمندر ہے جس کے موتی کبھی ختم نہیں ہوتے ۱۳۔ یہ قرآن کریم کا کھلا معجزہ ہے کہ بغیر معنے سمجھے بھی اس کا پڑھنا اور سننا لذت دیتا ہے اور عمر بھر پڑھو ہر بار نیا لطف دیتا ہے اس سے دل اکتاتا نہیں دوسرے کلام کتنے ہی اعلےٰ ہوں مگر چند بار پڑھ لینے کے بعد دل اکتا جاتا ہے ۱۴۔ یہ جملہ پہلے جملوں کی یا تو شرح ہے یا دلیل یعنی اس سے علماء سیر نہیں ہوتے' بار بار پڑھنے سے یہ پرانا نہیں پڑتا کیونکہ اس کے عجیب مضامین کبھی ختم نہیں ہوتے ہر بار عجیب لطف دیتا ہے ۱۵۔ یہ نصیبین کے جنات کا واقعہ ہے جو قرآن شریف نے سورہ جن میں بیان فرمایا کہ جنات کے ایک گروہ نے سوق عکاظ میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے قرآن کریم سنا تو اپنی قوم میں جا کر یہ گفتگو کی ۱۶۔ یہ تمام خوبیاں قرآن کریم سے وہ حاصل کر سکتا ہے جو اسے محض اپنی رائے سے نہ سمجھے بلکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے سمجھے' ورنہ آج ہر بے دین قرآن کریم ہی کا نام لے کر لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے ۱۷۔ اس حدیث کی اسناد میں ایک راوی حارث ابن عورت وہ اگرچہ حضرت علی کے ساتھ رہے ہیں اور ان سے چار حدیثیں بھی روایت کی ہیں مگر اسے نسائی نے کہا یہ قوی نہیں' شعبی نے کہا یہ جھوٹا تھا' مگر ابوداؤد نے فرمایا یہ بڑا فقیہ علم فرائض کا بڑا عالم اور بہت نسب دان تھا' بہر حال اگرچہ الفاظ حدیث میں کچھ ضعف ہو مگر معنے حدیث بالکل صحیح ہیں نیز فضائل میں حدیث ضعیف بھی قبول (مرقات لمعات)۔

وَعَنْ مُعَاذِ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ وَعَمِلَ بِمَا فِيْهِ اُلْبِسَ وَالِدَاهُ تَاجًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ضَوْءُهٗ اَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِيْ بُيُوْتِ الدُّنْيَا لَوْ كَانَتْ فِيْكُمْ فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِيْ عَمِلَ بِهٰذَا (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

(۲۰۳۴) روایت ہے حضرت معاذ جہنی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو قرآن پڑھے اور اس کے احکام پر عمل کرے ۱۔ تو قیامت کے دن اسکے ماں باپ کو ایسا تاج پہنایا جائے گا ۲۔ جس کی روشنی سورج کی روشنی سے اچھی ہو گی جو دنیا میں تمہارے گھروں کو منور کرتی ہے ۳۔ تو اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جو اس پر عامل ہو ۴۔ (احمد' ابوداود)

(۲۰۳۴) ۱۔ ظاہر یہ ہے کہ یہاں قرآن پڑھنے سے مراد روزانہ اس کی تلاوت کرنا ہو اور ہو سکتا ہے کہ قرآن پڑھنے سے مراد علوم قرآن سیکھنا ہو یعنی عالم باعمل کا ثواب وہ ہے جو آگے مذکور ہے ۲۔ یعنی عالم باعمل کے مومن ماں باپ کا درجہ یہ ہو گا' خواہ انہوں نے اسے اپنی کوشش سے پڑھایا ہو یا نہیں کیونکہ حدیث مطلق ہے پڑھانے کی قید نہیں ۳۔ یعنی اگر سورج زمین پر ہو تا تو بتاؤ اس کی چمک دمک روشنی تمہارے گھروں میں کتنی ہوتی' اس سے زیادہ اس تاج کے موتی چمکتے ہوں گے ۴۔ یعنی پھر عالم باعمل کے متعلق سوچو کہ اس کا درجہ قیامت میں کیا ہو گا' وہ تو ہمارے خیال سے وراء ہے۔

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ

(۲۰۳۵) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں میں

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَوْ جُعِلَ الْقُرْاٰنُ فِیْ اِھَابٍ ثُمَّ اُلْقِیَ فِی النَّارِ مَا احْتَرَقَ (رَوَاہُ الدَّارِمِیُّ)

نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اگر قرآن کھال میں رکھ کر آگ میں ڈالا جائے تو وہ نہ جلے۱ے داری

(۲۰۳۵) ۱ے اس حدیث پاک کی بہت شرحیں کی گئی ہیں، قوی تر شرح یہ ہے کہ آگ سے مراد دوزخ کی آگ ہے مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کی عظمت یہ ہے کہ اگر بالفرض کسی کھال میں رکھ کر اسے دوزخ میں ڈالو تو نہ قرآن پاک کا کاغذ جلے نہ وہ کھال تو جس مومن کے دل میں اور دماغ میں قرآن پاک کے مضامین ہوں جسم پر قرآنی عمل ہو وہ دوزخ میں کیسے جل سکے گا بعض نے فرمایا کہ قرآن کریم کا یہ معجزہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ظاہر تھا جیسے حضرت جابر کے ہاں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے کپڑے کے دسترخوان سے ہاتھ و منہ پونچھ لئے تھے تو وہ آگ میں نہ جلتا تھا، مولانا فرماتے ہیں، شعر:۔

☆ گفت روزے مصطفٰے دست و دہاں۔ پس بمالید اندریں دستارخواں
اے دل ترسندہ از نار و عذاب۔ باچنیں دست و دہاں کن انتساب ☆

بعض نے فرمایا کہ یہ کلام فرض و تقدیر پر ہے یعنی قرآن پاک کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ آگ میں اس کا تھیلہ بھی نہ جلے جیسے رب تعالٰی کا فرمان کہ لو انزلنا ھذا القران علی جبل لرایتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ حضرت ابولبابہ سے روایت ہے فرماتے ہیں قرآنی سورتیں حفظ کرو کہ جس دل میں قرآن ہوگا اسے آگ سے عذاب نہ دیا جائیگا لمعات و مرقات، خیال رہے کہ قرآن پاک کے یہ تمام فوائد مومن کے لئے ہیں، اگر سارا قرآن حفظ کرلیں کفار تو بھی دوزخی ہیں، رام چندر دہلوی کو چودہ پارے حفظ تھے، بے جان جسم کو کوئی دوا مفید نہیں بے ایمان دل کو کوئی عمل فائدہ مند نہیں۔

وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَظْهَرَہٗ فَاَحَلَّ حَلَالَہٗ وَحَرَّمَ حَرَامَہٗ اَدْخَلَہُ اللّٰہُ الْجَنَّۃَ وَشَفَّعَہٗ فِیْ عَشْرَۃٍ مِّنْ اَھْلِ بَیْتِہٖ کُلُّھُمْ قَدْ وَجَبَتْ لَہُ النَّارُ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَالدَّارِمِیُّ۔ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ وَحَفْصُ بْنُ سُلَیْمَانَ الرَّاوِیُّ لَیْسَ ھُوَ بِالْقَوِیِّ یُضَعَّفُ فِی الْحَدِیْثِ۔

(۲۰۳۶) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو قرآن پڑھے پھر اسے یاد رکھے ۱ے اس کے حلال کو حلال اس کے حرام کو حرام جانے ۲ے اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا اور اس کے گھر والوں میں سے ایسے دس آدمیوں میں اس کی شفاعت قبول فرمائے گا جن کے لئے دوزخ ضروری ہو چکی ۳ے احمد ترمذی، ابن ماجہ دارمی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور حفص ابن سلیمان راوی قوی نہیں انہیں حدیث میں ضعیف مانا گیا ہے ۴ے

(۲۰۳۶) ۱ے استظہار کے معنے ہیں مدد لینا یعنی قرآن میں اپنے دل سے مدد لے کہ اسے یاد رکھے، ہر وقت اس کا خیال و لحاظ رکھے ۲ے یعنی صرف تلاوت و حفظ پر قناعت نہ کرے بلکہ اس کے عقائد کو مانے احکام پر عمل کرے لہذا اس میں حافظ و عالم باعمل دونوں داخل ہیں، ۳ے ایسے باعمل عامل کو قرآن پاک سے دو عظیم الشان فائدے حاصل ہوں گے، ایک یہ کہ اول ہی سے جنت میں داخل کیا جائے گا، دوسرے یہ کہ اس کے اہل قرابت میں سے دس دوزخی مسلمانوں کو اس کی شفاعت سے بخشا جائے گا معلوم ہوا کہ

marfat.com

شفاعت بلندی درجات کی نہ ہوگی بلکہ معافی سئیات کی بھی ہوگی'اور علماء حافظ'شہدا'وغیرہم کی شفاعت برحق ہے خیال رہے کہ شفاعت کبرے کا سہرا صرف حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے سر ہے شفاعت صغرے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام بھی کریں گے شفاعت کی تحقیق و تقسیم ہماری تفسیر نعیمی جلد سوم میں ملاحظہ فرمایئے ۴۔ یہ حدیث غریب بھی ہے'اور حفص ابن سلیمان راوی کی وجہ سے اس کی یہ اسناد جس میں یہ راوی ہے ضعیف بھی ہے مگر ہم پہلے عرض کرچکے ہیں کہ فضائل میں حدیث ضعیف بھی قبول ہے'

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ كَيْفَ تَقْرَاُ فِي الصَّلٰوةِ فَقَرَاَ اُمَّ الْقُرْاٰنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا اُنْزِلَتْ فِي التَّوْرٰىةِ وَلَا فِي الْاِنْجِيْلِ وَلَا فِي الزَّبُوْرِ وَلَا فِي الْفُرْقَانِ مِثْلُهَا وَاِنَّهَا سَبْعٌ مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِيْمُ الَّذِيْ اُعْطِيْتُهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَى الدَّارِمِيُّ مِنْ قَوْلِهٖ مَا اُنْزِلَتْ وَلَمْ يَذْكُرْ اُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ ۔

(۲۰۳۷) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابی ابن کعب سے فرمایا تم نماز میں قرآن کیسے پڑھتے ہو ۱۔ تو انہوں نے الحمد شریف پڑھی ۲۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی قسم جسکے قبضے میں میری جان ہے اس جیسی سورت نہ توریت میں اتری نہ انجیل میں اور نہ زبور میں اور نہ قرآن میں ۳۔ اور یہ سات مکرر آیتیں اور قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا ہوئے ۴۔ ترمذی اور دارمی نے ماانزلت کی روایت کی اور ابی ابن کعب کا واقعہ ذکر نہ کیا ۵۔ ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن وصحیح ہے

(۲۰۳۷) ۱۔ یعنی نماز کی ہر رکعت میں کونسی سورۃ پڑھتے ہو'اور کیسے پڑھتے ہو'مجھے پڑھ کر سناؤ معلوم ہوا کہ شاگردوں کا امتحان لینا سنت ہے'فقیر کی اس شرح سے حدیث پر یہ اعتراض نہ ہوا کہ حضرت ابی کا جواب سرکار کے سوال کے مطابق نہیں کیونکہ یہاں قراءت طریقہ قرات اور مقروسب کے متعلق تھا اس لئے جواب میں حضرت ابی کا سورہ فاتحہ پڑھ کر سنادینا ہر سوال کا جواب ہوگیا ۲۔ سورہ فاتحہ کے بہت سے نام ہیں جن میں سے ایک نام ام القرآن بھی ہے'کہ یہ سورۃ سارے قرآن کے سارے مضامین کو اپنے میں ایسے لئے ہوئے ہے جیسے ماں بچے کو اپنے پیٹ یا گود میں لئے ہوتی ہے اس کی تحقیق ہماری کتاب تفسیر نعیمی پارہ اول میں ملاحظہ فرمایئے اس سے معلوم ہوا کہ شاگرد کا استاد کو پڑھا ہوا سبق سنانا سنت صحابہ ہے ۳۔ یعنی ایسے فضائل و فوائد والی جامع سورۃ کسی اور آسمانی کتاب میں تو کیا ہوتی خود قرآن کریم میں بھی نہیں ہے سورۃ فاتحہ کے فضائل و فوائد بے شمار ہیں'اسی لئے یہ نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے اس کے فضائل و فوائد کی کچھ تفصیل ہماری تفسیر نعیمی پارہ اول میں ملاحظہ کیجئے'یہ سورۃ شفاء ہے'امان ہے مومن کی حرز جان ہے ۴۔ یعنی قرآن مجید میں ارشاد ہوا سبعا من المثانی اس سے مراد سورۃ فاتحہ ہے'اس میں سات آیتیں ہیں' اور ہر رکعت میں بار بار پڑھی جاتی ہیں'نیز اس کا نزول ہجرت سے پہلے بھی ہوا اور بعد بھی اس لئے یہ سبع مثانی ہے یعنی سات مکرر آیتیں اور یہ قرآن عظیم بھی ہے کیونکہ قرآن کریم کی ہر آیت قرآن ہے جیسے پانی کا ہر قطرہ پانی ہے لہذا اس آیت کریمہ میں یہ دونوں وصف سورۃ فاتحہ کے ہیں ۵۔ یعنی دارمی کی روایت میں حضرت ابی ابن کعب کا یہ واقعہ مذکور نہیں صرف فضائل مذکور ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

(۲۰۳۸) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے

marfat.com

وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا الْقُرْاٰنَ فَاقْرَءُوْهُ فَاِنَّ مَثَلَ الْقُرْاٰنِ لِمَنْ تَعَلَّمَ فَقَرَاَ وَقَامَ بِهٖ كَمَثَلِ جِرَابٍ مَحْشُوٍّ مِسْكًا تَفُوْحُ رِيْحُهٗ كُلَّ مَكَانٍ وَمَثَلُ مَنْ تَعَلَّمَهٗ فَرَقَدَ وَهُوَ فِيْ جَوْفِهٖ كَمَثَلِ جِرَابٍ اُوْكِيَ عَلٰى مِسْكٍ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

اللہ علیہ وسلم نے قرآن سیکھو ا۔ پھر اسے پڑھا کرو ۲۔ کیونکہ جو قرآن سیکھے اور اسکی قرات کرے اور اس پر عمل کرے اس کی مثال اس تھیلے کی سی ہے۔ جس میں مشک بھرا ہو جسکی خوشبو ہر جگہ مہک رہی ہو ۳۔ اور جو اسے سیکھے پھر سویا رہے ۴۔ اسطرح کہ اسکے سینے میں قرآن ہو وہ اس تھیلے کی طرح ہے جو مشک پر سربند کر دیا گیا ہو ۵۔ ترمذی' نسائی' ابن ماجہ

(۲۰۳۸) ا۔ ظاہر یہ ہے کہ قرآن سیکھنے سے مراد عام ہے۔ جس میں قرآن کے الفاظ' معانی' احکام سیکھنا سب ہی شامل ہے' فقہاء فرماتے ہیں حفظ قرآن فرض کفایہ ہے' مختلف بستیوں میں اتنے حافظ ضرور رہیں جن سے قرآن کریم کا تواتر قائم رہے اور کوئی بے دین قرآن میں تبدیلی نہ کر سکے' لہٰذا اگر لوگ حفظ قرآن چھوڑ دیں تو سب گنہگار ہیں' اور اگر اتنے لوگ حفظ کر لیں تو سب کا فرض ادا ہو گیا علم قرآن کا بھی یہ ہی حال ہے' اور بقدر جواز نماز قرآن حفظ کرنا فرض عین ہے جیسے بقدر ضرورت مسائل یاد کرنا سیکھنا فرض عین ہے' اور پورا عالم دین بننا فرض کفایہ ۲۔ یعنی قرآن شریف یاد کرنے اور سیکھنے کے بعد اسکا دور نہ چھوڑ دو اور اپنے حافظہ پر اعتماد نہ کرو یہ بہت جلد ذہن سے اتر جاتا ہے' یا مطلب یہ ہے کہ قرات قرآن یعنی تجوید سیکھو کہ بقدر جواز نماز تجوید سیکھنا بھی فرض عین ہے اور پورا قاری بننا فرض کفایہ اسی لئے عرس' ختم' میلاد' اور گیارھویں شریف وغیرہ میں قرآنی رکوع پنج آیات پڑھتے ہیں تا کہ لوگوں میں قرات کا چرچا رہے' یہ چیزیں خصوصاً تراویح کی نماز بقائے قرآن کا بڑا ذریعہ ہیں ۳۔ لہٰذا ایسے عالم و قاری کا سینہ گویا تھیلا ہے اور اس میں قرآن شریف گویا تھیلے میں بھرا ہوا مشک ہے اور اس قاری کا تلاوت کرنا اس مشک کی مہک ہے۔ جس سے سننے والے فائدہ اٹھاتے ہیں ہر جگہ سے مراد قرآن سننے والے ہیں اور جو قرآنی علم کی اشاعت کر جائے اس کی مہک سے قیامت تک کے مسلمان فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں رب تعالٰی خدمت قرآن کی توفیق بخشے ۴۔ کہ اس کی تلاوت نہ کیا کرے یا اس پر عمل نہ کیا کرے ۵۔ اس بند تھیلے میں اگرچہ مشک تو ہے' اور اسی مشک کی وجہ سے تھیلہ قیمتی بھی ہے مگر لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے ایسے ہی یہ شخص اللہ کے نزدیک قیمتی ہے حافظ قرآن یا عالم قرآن ہونے کی وجہ سے مگر لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے بلکہ خود بھی فائدہ نہیں اٹھاتا کسی پنجابی شاعر نے کیا اچھا کہا۔ **شعر:۔**

☆ علم ودھیرا پڑھ لیا عمل نہ کیے نیک ☆ آئی گھٹا اتر گئی بوند پئی نہ ایک ☆

☆ احمد یار احمق ہوئیوں علم ودھیرا پڑھ کے ☆ پڑھے لکھے تے مان نہ کریوں پھٹ جاندا اودھ کڑھ کے ☆

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَاَ حٰمٓ الْمُؤْمِنَ اِلٰى اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ وَاٰيَةَ الْكُرْسِيِّ حِيْنَ يُصْبِحُ حُفِظَ بِهِمَا حَتّٰى يُمْسِيَ وَمَنْ قَرَاَ بِهِمَا حِيْنَ يُمْسِيْ حُفِظَ بِهِمَا حَتّٰى يُصْبِحَ ۔

(۲۰۳۹) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو شخص صبح کے وقت سورہ حم مومن' الیه المصیر تک ا۔ اور آیتہ الکرسی پڑھ لیا کرے تو شام تک اس کی حفاظت کی جائیگی ۲۔ اور جو ان دونوں کو شام کے وقت پڑھ لیا کرے تو صبح تک

marfat.com

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

اسکی حفاظت ہو گی ۳؎۔ ترمذی دارمی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے ۴؎۔

(۲۰۳۹) ۱؎ یعنی سورہ مومن کی پہلی آیت حٰم تنزیل الکتب من اللّٰہ العزیز العلیم' غافر الذنب وقابل التوب شدید العقاب ذی الطول لا الٰہ الا ھو الیہ المصیر تک پڑھے اور سورہ مومن کی یہ آیت بعد میں یا اس کے برعکس' مرقات وغیرہ' تو شام تک وہ اللہ کی امان وحفظ میں رہے گا کہ شیطان' جادو اور دوسری دنیاوی آفتیں اس تک انشاء اللہ نہ پہنچ سکیں گی ۳؎۔ یعنی بعد نماز مغرب یہ آیتیں پڑھ لیا کرے تو صبح تک اللہ کی حفظ وامن میں رہے گا' خیال رہے کہ بغیر نماز کوئی وظیفہ یا عمل مفید نہیں تمام وردو ظیفوں کے لئے پابندی نماز ضروری ہے ۴؎۔ یہ حدیث احمد و ابن حبان نے بھی روایت کی۔

وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ كِتَابًا قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِاَلْفَيْ عَامٍ اَنْزَلَ مِنْهُ اٰيَتَيْنِ خَتَمَ بِهِمَا سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ وَلَا تُقْرَاٰنِ فِيْ دَارٍ ثَلٰثَ لَيَالٍ فَيَقْرَبُهَا الشَّيْطٰنُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔

(۲۰۴۰) روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی نے زمین و آسمان کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے ایک کتاب لکھی ۱؎ جس میں سے دو آیتیں وہ اتاریں جن پر سورہ بقرہ ختم فرمائی ۲؎۔ یہ ناممکن ہے کہ کسی گھر میں یہ آیتیں برابر تین شب پڑھی جائیں پھر شیطان اسکے پاس بھی پھٹکے ۳؎۔ ترمذی' دارمی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے ۴؎۔

(۲۰۴۰) ۱؎ دو ہزار برس سے مراد اس قدر مدت کہ اگر سورج ہوتا تو اسی مدت کے دو ہزار برس بن جاتے ورنہ اس وقت سورج نہ تھا نہ دن رات' پھر دن مہینے ہفتے اور سال کیسے بن سکتے ہیں' لکھنے سے مراد فرشتوں کو لکھنے کا حکم دینا ہے خاص خدام کا کام گویا سلطان ہی کا کام ہے خیال رہے کہ مخلوق کی تقدیریں آسمان و زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پہلے لکھی گئیں' مگر یہ تحریر دو ہزار برس پہلے ہوئی' لہٰذا یہ حدیث پچاس ہزار برس کی روایت کے خلاف نہیں کہ وہاں لوح محفوظ میں تقدیروں کی تحریر مراد ہے' اور یہاں قرآن کریم کی تحریر مراد اور ہو سکتا ہے کہ یہاں دو ہزار برس سے تحدید مراد نہ ہو بلکہ مطلق زیادتی بیان کرنا مقصود ہو (مرقات) ۲؎۔ یہ دو آیتیں امن الرسول سے آخر سورہ بقر تک ہیں اگرچہ سارا قرآن شریف ہی لوح محفوظ میں تھا اور وہاں سے ہی نازل ہوا مگر ان آیتوں میں وہ خصوصیت ہے جس کا ذکر آگے ہو رہا ہے اس لئے ان کا ذکر خصوصیت سے فرمایا ۳؎۔ جب ان آیتوں کی برکت سے وہ گھر وہ عمارت وہ جگہ شیطان سے محفوظ ہو جاتی ہے جہاں تین دن یہ آیات پڑھ لی جائیں تو جس زبان میں یہ آیتیں رہیں انشاء اللہ وہ بھی شیطان سے محفوظ رہیں گے' ان جیسی تمام احادیث میں شیطان سے مراد ابلیس ہوتا ہے ورنہ قرین شیطان اور نفس امارہ تو بہرحال انسان کے ساتھ رہتے ہیں ان موذیوں سے بچنے کی کوئی تدبیر نہیں جسے اللہ بچائے وہ ہی بچے ۴؎۔ اس حدیث کو نسائی' ابن حبان اور حاکم نے اپنی مستدرک میں بھی روایت کیا (مرقات)

وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَاَ ثَلٰثَ اٰيَاتٍ مِّنْ اَوَّلِ

(۲۰۴۱) روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو سورہ کہف شروع سے تین

marfat.com

الْكَهْفِ عُصِمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

آیتیں پڑھا کرے وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا ا۔ ترمذی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے

(۲۰۴۱) ا۔ اس کی شرح پہلے گزر چکی کہ چونکہ سورہ کہف میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو دقیانوس بادشاہ کے ظلم وستم سے بچالیا اور وہ بادشاہ ان بزرگوں کو دین حق سے نہ ہٹاسکا اب اس ذکر میں تاثیر ہے کہ روزانہ یا ہر جمعہ کو ان آیات کا پڑھنے والا دجال کے شر سے محفوظ رہے گا کہ اگر اس کی زندگی میں دجال آجائے تو اسے ایمان سے نہ ہٹاسکے گا بزرگوں کے ذکر میں بھی تاثیر ہوتی ہے۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاً تو پوری سورۃ کہف میں یہ تاثیر رکھ تھی' پھر اس کی دس اگلی آیتوں میں یہ تاثیر بخش دی پھر اس کی تین آیتوں میں یہ ہی تاثیر رکھ دی گئی رب تعالیٰ کی عطائیں مختلف رہیں لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں پوری سورہ کہف یا اس کی دس آیتوں کی یہ تاثیر مذکور ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ قَلْبًا وَقَلْبُ الْقُرْاٰنِ يٰسٓ وَمَنْ قَرَاَ يٰسٓ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِقِرَاءَتِهَا قِرَاءَةَ الْقُرْاٰنِ عَشْرَ مَرَّاتٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔

(۲۰۴۲) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر چیز کا ایک دل ہے اور قرآن کا دل سورہ **یٰس** ہے ا۔ جو سورہ **یٰس** پڑھے تو اللہ اسے اس کی تلاوت کی برکت سے دس بار قرآن ختم کرنیکا ثواب دیگا ۲۔ ترمذی ودارمی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے ۳۔

(۲۰۴۲) ا۔ جیسے دل سے اصل زندگی وابستہ ہے کہ اگر یہ ٹھیک ہے تو جاندار جاندار ہے اس کو ٹھیس لگتے ہی بے جان ہوجاتا ہے ایسے ہی قرآن کریم کا اصل مقصود سورہ یٰس سے وابستہ ہے' یہ سورۃ پورے قرآن شریف کا گویا خلاصہ ہے کہ اس میں قیامت کے حالات کا مکمل بیان ہے' اس کی تلاوت سے دل زندہ' ایمان تازہ روح شاداں و فرحاں ہوتے ہیں' قریب موت اس کی تلاوت سے جان کنی آسان ہوتی ہے' امام غزالی فرماتے ہیں کہ ایمان کا دل ہے قیامت کے حالات کو ماننا اور حالات قیامت جس تفصیل سے سورہ یٰس میں مذکور ہیں دوسری سورت میں مذکور نہیں اس لئے اسے قرآن کا دل فرمایا ۲۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگرچہ سارا قرآن شریف ہی کلام الٰہی ہے مگر اس کی سورتوں کی تاثیریں مختلف ہیں ایک بار سورہ یٰس کی تلاوت دس قرآن کا ثواب رکھتی ہے یہ اس کی بے مثال خصوصیت ہے خیال رہے کہ دس ختم قرآن کا ثواب ملنا اور ہے اور حقیقتاً دس قرآن کریم ختم کرنا کچھ اور طبیب کہتے ہیں کہ ایک منقی گرم کرکے کھانے میں ایک روٹی کی طاقت ہے' مگر پیٹ بھرے گا روٹی ہی کھانے سے ختم قرآن ہوگا تیسوں پارے پڑھنے سے ۳۔ اس لئے کہ اس کی اسناد میں ہارون ابن محمد ہیں جو محدثین کے نزدیک بہت قوی نہیں

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَرَاَ طٰهٰ وَيٰسٓ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِاَلْفِ عَامٍ فَلَمَّا سَمِعَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ الْقُرْاٰنَ قَالَتْ طُوْبٰى لِاُمَّةٍ يُّنْزَلُ هٰذَا عَلَيْهَا وَطُوْبٰى لِاَجْوَافٍ تَحْمِلُ هٰذَا وَطُوْبٰى لِاَلْسِنَةٍ تَتَكَلَّمُ بِهٰذَا۔

(۲۰۴۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ طٰہٰ اور **یٰس** زمین و آسمان پیدا فرمانے سے ایک ہزار سال پہلے پڑھی ا۔ جب فرشتوں نے قرآن سنا تو بولے خیر و خوبی ہے اس امت کو جس پر یہ اترے گی اور خوبی ہے ان سینوں کو جو اسے اٹھائیں گے اور خوبی

marfat.com

(رَوَاہُ الدَّارِمِیُّ) ہے ان زبانوں کو جو اسے پڑھیں گی ۲؎ دارمی

(۲۰۴۳) ۱؎ حدیث بالکل ظاہر معنی پر ہے واقعی رب تعالٰی نے یہ سورتیں پڑھیں' فرشتوں نے بلاواسطہ سنیں اب رب تعالٰی کی تلاوت کی نوعیت ہماری عقل سے وراء ہے اس طرح قرات کی جو اس کی شان کے لائق ہے' مرقات نے فرمایا کہ یٰس اور طٰہٰ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے نام شریف ہیں' چونکہ ان سورتوں کی ابتداء حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے نام سے ہوئی اس لئے یہ سورتیں بہت عظمت والی ہیں' اسی وجہ سے رب تعالٰی نے فرشتوں کو سنائیں معلوم ہوا کہ نعت کی سورتیں' آیتیں رب تعالٰی کو بڑی پیاری ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کی پیدائش زمین و آسمان کی پیدائش سے پہلے ہے ۲؎ طوبیٰ جنت کا ایک درخت بھی ہے. جس کی شاخیں جنت کے ہر محل میں ہیں اور بمعنی خوش خبری بھی یہاں خصوصی خوشخبری ہے یہ لوگ بڑے خوش نصیب ہیں۔

وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَاَ حٰمٓ الدُّخَانَ فِیْ لَیْلَۃٍ اَصْبَحَ یَسْتَغْفِرُ لَہٗ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَکٍ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ وَعُمَرُ بْنُ اَبِیْ خَثْعَمٍ الرَّاوِیْ یُضَعَّفُ وَقَالَ مُحَمَّدٌ یَعْنِی الْبُخَارِیَّ ھُوَ مُنْکَرُ الْحَدِیْثِ۔

(۲۰۴۴) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو رات میں سورہ حم الدخان پڑھے وہ اس طرح سویرا کرے گا کہ اس کیلئے ستر ہزار فرشتے دعائے مغفرت کریں گے ۱؎ ترمذی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور عمر ابن خثعم راوی ضعیف مانے گئے ہیں امام محمد بخاری نے فرمایا وہ منکر الحدیث ہے ۲؎.

(۲۰۴۴) ۱؎ یعنی اس کی تلاوت کے وقت سے صبح تک اتنے فرشتے اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہیں گے' خیال رہے کہ اس دعا سے خصوصی دعا مراد ہے' ورنہ حاملین عرش اور دوسرے فرشتے ہمیشہ ہی مومنوں کے لئے دعائیں کرتے رہتے ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے' الذین یحملون العرش ومن حولہ یسبحون بحمد ربھم ویستغفرون للذی امنوا ربنا وسعت کل شی رحمۃ وعلما لہٰذا یہ حدیث اس قرآنی آیت کے خلاف نہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورۃ دخان پڑھنا ان معصوموں کی معصوم زبان سے دعائیں لینے کا ذریعہ ہے ۲؎ امام عسقلانی نے شرح نخبۃ الفکر میں فرمایا کہ محدثین کی اصطلاح میں منکر الحدیث کہنا ضعیف کہنے سے زیادہ سخت ہے یعنی عمر ابن خثعم کو دوسرے محدثین نے تو ضعیف فرمایا مگر امام بخاری نے اسے منکر فرمایا یعنی ضعیف سے بھی سخت تر' خیال رہے کہ یہ حدیث فضائل اعمال کی ہے فضائل میں حدیث ضعیف قبول ہے۔

وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَاَ حٰمٓ الدُّخَانَ فِیْ لَیْلَۃِ الْجُمُعَۃِ غُفِرَ لَہٗ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ وَھِشَامٌ اَبُو الْمِقْدَامِ الرَّاوِیْ یُضَعَّفُ

(۲۰۴۵) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو جمعہ کی رات حم الدخان پڑھے اس کی بخشش ہوگی ۱؎ ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے ضعیف ہے اور ہشام ابو مقدام راوی کو ضعیف کہا گیا ہے ۲؎

(۲۰۴۵) ۱؎ اس سے معلوم ہوا کہ سورہ دخان دوسری راتوں میں پڑھنا تو اچھا ہے کہ اس کے ذریعہ ہزارہا فرشتوں کی دعائیں ملتی ہیں لیکن شب جمعہ میں اس کی تلاوت بہت ہی بہتر ہے کہ اس سے فرشتوں کی دعائیں بھی ملتی ہیں اور رب تعالٰی کی مغفرت بھی گویا

marfat.com

اس رات کی تلاوت سے دو نعمتیں ملتی ہیں ۲۔ یہ نہ معلوم کہ ان کے ضعف کی وجہ کیا ہے' احناف کے ہاں جرح مجهول معتبر نہیں

وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ الْمُسَبِّحَاتِ قَبْلَ أَنْ يَّرْقُدَ يَقُوْلُ إِنَّ فِيْهِنَّ آيَةً خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ آيَةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوُدَ وَرَوَاهُ الدَّارِمِيُّ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ مُرْسَلًا وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ ۔

(۲۰۴۶) روایت ہے حضرت عرباض ابن ساریہ سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے تسبیح والی آیتیں پڑھا کرتے تھے ا۔ فرماتے تھے ان میں ایک آیت ہزار آیتوں سے بہتر ہے ۲۔ ترمذی و ابوداود دارمی نے یہ حدیث خالد ابن معدان سے مرسلاً روایت کی ۳۔ اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے غریب ہے ۴۔

(۲۰۴۶) ا۔ یعنی جن سورتوں کے اول میں سبح یا یسبح یا سبح اسم ربک یا سبحن ہے وہ سورتیں پڑھتے تھے یہ سورتیں کل سات ہیں سورہ اسراء' حدید۔ حشر' صف' جمعہ' تغابن' اعلےٰ' مرقات۔ ظاہر یہ ہے کہ سرکار یہ پوری سورتیں نہ پڑھتے ہونگے' کہ یہ تو بہت زیادہ ہیں' بلکہ ان کی چیدہ چیدہ آیات تلاوت فرماتے ہونگے ۲۔ ان الفاظ سے یہ پتہ نہ لگا کہ وہ کونسی ہے بعض نے فرمایا کہ وہ آیت لو انزلنا ھذا القران۔ الایہ ہے بعض نے فرمایا کہ وہ آیت ہر سورۃ کی شروع کی آیت ہے جس میں سبح یا یسبح ہے مگر حق یہ ہے کہ وہ آیت رب تعالٰی کے اسم اعظم یا شب قدر کی طرح صیغہ راز میں رکھی گئی ہے مرقات نے فرمایا کہ یہاں فیھن سے مراد جمیعھن ہے یعنی ان تمام سورتوں میں ایک ایک آیت ایسی ہے جو ہزار آیتوں سے افضل و بہتر ہے ۳۔ کیونکہ خالد ابن معدان شامی ہیں' تابعی ہیں' فرماتے ہیں کہ میں نے ستر صحابہ سے ملاقات کی ہے ہم نے پہلے عرض کیا کہ ثقہ تابعی کا ارسال معتبر ہے اور ان سے مرسل حدیث حجت ہے کہ وہ تابعی خود تو ثقہ ہے اور صحابہ سارے ہی عادل ہیں ۴۔ اسے نسائی نے حضرت عرباض ابن ساریہ سے مرفوعاً اور معاویہ ابن صالح سے موقوفاً روایت کیا۔

وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ سُوْرَةً فِي الْقُرْاٰنِ ثَلٰثُوْنَ آيَةً شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتّٰى غُفِرَ لَهٗ وَهِيَ تَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ ۔

(۲۰۴۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی ایک تیس آیتوں والی سورۃ نے ا۔ ایک شخص کی یہاں تک شفاعت کی کہ اسکی بخشش ہو گئی وہ سورۃ تبارک الذی بیدہ الملک ہے ۲۔ احمد' ترمذی' ابوداود نسائی' ابن ماجہ ۳۔

(۲۰۴۷) ا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بسم اللہ شریف سورۃ کا جزء نہیں ورنہ سورہ ملک کی آیتیں ۳۱ ہو جاتیں کیونکہ سورہ ملک کی بسم اللہ کے علاوہ تیس آیتیں ہیں ۲۔ یعنی ایک شخص سورۃ ملک کا ورد رکھتا تھا اس سے بہت محبت کرتا تھا اس کے مرنے کے بعد اس سورہ نے اس کی سفارش کی تو اس کی شفاعت کی برکت سے وہ شخص عذاب قبر سے محفوظ رہا لہٰذا یہاں شفعت . بمعنی ماضی ہی ہے معلوم ہوا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو اس عالم کی ہر بات ہر واقعہ کی تفصیلی خبر ملتی رہتی ہے یا خود ملاحظہ فرماتے رہتے ہیں' لمعات نے فرمایا کہ شفعت . بمعنی مستقبل بھی ہو سکتا ہے' یعنی سورہ ملک اپنے عاملوں کی شفاعت کرے گی اور اس کی شفاعت کی برکت سے عامل کی بخشش ہوگی۔ اس صورت میں یہ فرمان ترغیب کے لئے ہے تا کہ لوگ اس کی تلاوت کیا کریں اس کی شفاعت

marfat.com

کی امید رکھیں۔ ۳؎ اسے ابن حبان اور حاکم نے بھی روایت کیا حاکم کی روایت میں یوں ہے کہ فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بہتر ہوتا کہ یہ سورۃ ہر مسلمان کے دل میں ہوتی۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ ضَرَبَ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِبَاءَهُ عَلٰى قَبْرٍ وَهُوَ لَا يَحْسِبُ أَنَّهُ قَبْرٌ فَإِذَا فِيْهِ إِنْسَانٌ يَقْرَأُ سُوْرَةَ تَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ حَتّٰى خَتَمَهَا فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ الْمَانِعَةُ هِيَ الْمُنْجِيَةُ تُنْجِيْهِ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔

(۲۰۴۸) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی نے ایک قبر پر خیمہ ڈال لیا انہیں خبر نہ تھی کہ یہاں قبر ہے ۱؎ پتہ لگا کہ اس میں ایک شخص سورۃ تبارک الذی بیدہ الملک پڑھ رہا ہے حتی کہ اس نے ختم کرلی ۲؎ وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس واقعہ کی خبر دی ۳؎ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سورۃ روکنے والی ہے ۴؎ نجات دینے والی ہے جو اللہ کے عذاب سے نجات دیگی ۵؎ ترمذی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے

(۲۰۴۸) ۱؎ اگر قبر کی خبر ہوتی تو وہاں ہرگز خیمہ نہ ڈالتے کیونکہ قبر پر بیٹھنا لیٹنا اس پر چلنا پھرنا ممنوع ہے ۲؎ مرقات نے یہاں فرمایا کہ بعض مردے قبر میں بھی بعض وہ نیکیاں کرتے رہتے ہیں جو زندگی میں کرتے تھے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا، صوفیاء فرماتے ہیں کہ جس حال میں جیو گے اسی میں مرو گے اور جس حال میں مرو گے اسی میں اٹھو گے، اس لئے کوشش کرو کہ زندگی اچھے اعمال میں گزارو بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت بلال اذان دیتے ہوئے قبر سے اٹھیں گے ان کا ماخذ غالبًا ان جیسی روایات ہیں، انشاء اللہ نعت خواں مسلمان قبر میں بھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت ہی پڑھیں گے رب تعالٰی قبول فرمائے ان صحابی کا یہ تلاوت سن لینا ان کی کرامت ہے ورنہ ہم لوگ نہیں سنا کرتے ۳؎ اور تعجب کا اظہار کیا کہ مردہ بھی تلاوت قرآن کر رہا تھا ۴؎ یعنی تلاوت کرنے والے کو زندگی میں گناہوں سے، موت کے وقت خرابی خاتمہ سے قبر میں عذاب و تنگی گور سے آخرت میں دہشت و سخت عذاب سے بچاتی ہے ۵؎ یعنی عذاب قبر و حشر سے بچائے گی خلاصہ جواب یہ ہوا کہ یہ شخص اپنی زندگی میں اس سورۃ کی تلاوت کرتا تھا اب قبر میں بھی تلاوت کر رہا ہے اور اس سے مذکورہ بالا فائدے حاصل کر چکا ہے، اب بھی کر رہا ہے، آئندہ بھی کریگا۔

وَعَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَنَامُ حَتّٰى يَقْرَأَ الٓمّٓ تَنْزِيْلُ وَتَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ وَكَذَا فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَفِي الْمَصَابِيْحِ غَرِيْبٌ۔

(۲۰۴۹) روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نہ سوتے حتی کہ پڑھ لیتے الم تنزیل اور تبارک الذی بیدہ الملک ۱؎ احمد، ترمذی، دارمی، اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے یوں ہی شرح سنہ میں ہے اور مصابیح میں ہے کہ غریب ہے ۲؎

(۲۰۴۹) ۱؎ یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بعد نماز عشاء اور سونے سے پہلے یہ دونوں سورتیں ہمیشہ پڑھا کرتے تھے، خواہ مسجد ہی میں یا بستر پر پہنچ کر، معلوم ہوا کہ شب کو یہ سورتیں پڑھنا سنت ہے اور اس میں بہت فوائد ہیں ۲؎ خیال رہے کہ حدیث کی

marfat.com

غرابت اس کے صحیح ہونے کے مخالف نہیں ایک ہی حدیث صحیح بھی ہوتی ہے' غریب بھی لہٰذا ترمذی کا اسے صحیح کہنا اور مصابیح کا غریب فرمانا دونوں درست ہیں' یہ حدیث نسائی' ابن ابی شیبہ اور حاکم نے بھی حضرت جابر سے روایت کی۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا زُلْزِلَتْ تَعْدِلُ نِصْفَ الْقُرْاٰنِ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ وَقُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ تَعْدِلُ رُبُعَ الْقُرْاٰنِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

(۲۰۵۰) روایت ہے حضرت ابن عباس وانس ابن مالک سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اذا زلزلت آدھے قرآن کے برابر ہے ۱؎ اور قل ھو اللہ احد تہائی قرآن کے برابر ۲؎ اور قل یا ایہا الکافرون چوتھائی قرآن کے برابر ۳؎ ترمذی

(۲۰۵۰) ۱؎ یعنی سورہ اذا زلزلت کی تلاوت میں پندرہ پارے تلاوت کرنے کا ثواب ہے' یا چونکہ قرآن کریم میں معاش و معاد دونوں کا ذکر ہے' اور اذا زلزلت میں معاد کا ذکر ہے' یعنی قیامت اور وہاں کے حالات کا لہٰذا اس کا مضمون مضامین قرآن پاک کا نصف ہے ۲؎ اس کی شرح اور وجہ پہلے عرض کی گئی ہے اسی باب میں ۳؎ کیونکہ قرآن مجید میں اصل مضامین چار ہیں' شرک اور بدعقیدگیوں سے دوری توحید و رسالت اور تمام عقائد اسلامیہ کا اقرار' احکام قصص' سورہ کافرون میں شرک سے بیزاری کا کامل طور پر ذکر ہے' لہٰذا قرآن کا چوتھائی مضمون اس سورۃ میں ہے' اس لئے یہ سورۃ چار بار پڑھنے سے پورے قرآن کریم کی تلاوت کا ثواب ملتا ہے' لمعات و اشعہ وغیرہ' جو کوئی سوتے وقت یہ سورۃ پڑھ لیا کرے' تو انشاء اللہ اسے ایمان پر خاتمہ نصیب ہو گا فقیر بفضل رب قدیر اس پر عامل ہے' اور حسن خاتمہ کی رب تعالیٰ سے امید رکھتا ہے اللہ نصیب کرے۔

وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ فَقَرَاَ ثَلٰثَ اٰيَاتٍ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْحَشْرِ وَكَّلَ اللّٰهُ بِهٖ سَبْعِيْنَ اَلْفَ مَلَكٍ يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ حَتّٰى يُمْسِيَ وَاِنْ مَاتَ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مَاتَ شَهِيْدًا وَمَنْ قَالَهَا حِيْنَ يُمْسِيْ كَانَ بِتِلْكَ الْمَنْزِلَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ۔

(۲۰۵۱) روایت ہے حضرت معقل ابن یسار سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور نے فرمایا جو صبح کے وقت تین بار یہ کہہ لے کہ میں سننے والے جاننے والے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں ۱؎ مردود شیطان سے ۲؎ پھر سورۃ حشر کی آخری تین آیتیں پڑھ لے ۳؎ تو اللہ اس پر ستر ہزار فرشتے مقرر فرمائیگا جو شام تک اسے دعائیں دیں گے اور یہ اس دن مرجائے تو شہید مریگا ۴؎ اور جو یہ چیزیں شام کے وقت پڑھ لے تو اسی درجہ میں ہو گا ۵؎ ترمذی دارمی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۲۰۵۱) ۱؎ یعنی میری بات سننے والے' میرا درد دل جاننے والے رب کی پناہ مانگتا ہوں خیال رہے کہ اعوذ جملہ خبریہ ہے ، معنی انشاء یعنی اے اللہ مجھے اپنی پناہ میں لے لے ۲؎ تاکہ دن بھر وہ مردود مجھے بہکا نہ سکے' عبادتوں میں دھیان نہ بٹا سکے' چونکہ سویرا زندگی کی دکان کھلنے کا وقت ہے اس لئے خصوصیت سے اسی وقت یہ دعا پڑھوائی گئی ۳؎ ھو اللہ الذی سے آخر سورۃ وھو العزیز الحکیم تک یہ آیات خالص حمد کی ہیں ۴؎ یہاں فرشتوں کی دعا سے ان کی خصوصی دعائیں مراد ہیں' ورنہ فرشتے عمومی دعائے مغفرت تو ہر مسلمان کے لئے کرتے رہتے ہیں جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا اور شہید سے مراد شہادت حکمی ہے کہ بندہ اگرچہ اپنے بستر پر

marfat.com

مرے مگر قیامت میں اس کا شمار ان شہداء میں ہو جو راہ خدا میں مارے گئے ۵۔ لغت میں صباح آدھی رات سے زوال تک کو کہتے ہیں اور مساء زوال سے اول نصف رات تک کو مگر اوراد و ظائف میں صبح صادق سے سورج نکلنے سے کچھ بعد تک ہے اور شام اس کے مقابل یعنی سورج چھپنے سے کچھ رات گئے تک یعنی وقت عشاء آنے سے پہلے (از مرقات) اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے صبح و شام کی نہایت نفیس تحقیق اپنی کتاب الوظیفۃ الکریمہ میں فرمائی ہے ناظرین اس کا مطالعہ ضرور کریں۔

وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ كُلَّ يَوْمٍ مِائَتَيْ مَرَّةٍ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ مُحِيَ عَنْهُ ذُنُوْبُ خَمْسِيْنَ سَنَةً اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ عَلَيْهِ دَيْنٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ خَمْسِيْنَ مَرَّةً وَلَمْ يَذْكُرْ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ عَلَيْهِ دَيْنٌ۔

(۲۰۵۲) روایت ہے حضرت انس سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور نے فرمایا جو روزانہ دو سو بار قل ھو اللہ احد پڑھ لیا کرے ا۔ تو اسکے پچاس سال کے گناہ مٹا دیئے جائیں گے ۲۔ سوائے قرض کے ۳۔ ترمذی دارمی اور ایک روایت میں پچاس بار ہے اور قرض نہ ہونے کا ذکر نہیں

(۲۰۵۲) ا۔ یعنی دن و رات کے کسی حصہ میں پوری سورہ اخلاص دو سو بار پڑھا کرے' بہتر یہ ہے کہ ایک دم ہی پڑھے اور اگر مختلف مجلسوں میں پڑھے تو بھی اجر مذکور کی امید ہے ۲۔ یعنی عمر بھر یہ پڑھتا رہے' تو انشاء اللہ پچاس سال کے گناہ صغیرہ معاف ہونگے اور اگر اتنے گناہ نہ ہوں تو درجے بلند ہونگے' کیونکہ جن اعمال سے گنہگاروں کے عفو سئیات ہوتی ہے نیک کاروں کے لئے رفع درجات یہ قانون کرم ہے لہذا احدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ پھر تو نیک لوگ یہ عمل نہ کیا کریں ۳۔ کہ قرض تو حق العبد ہے بغیر ادا کئے یا قرض خواہ کے بغیر معاف کئے ساقط نہیں ہوتا سارے حقوق العباد کا یہ ہی حال ہے

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَرَادَ اَنْ يَّنَامَ عَلٰى فِرَاشِهٖ فَنَامَ عَلٰى يَمِيْنِهٖ ثُمَّ قَرَأَ مِائَةَ مَرَّةٍ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ يَقُوْلُ لَهُ الرَّبُّ يَا عَبْدِيْ اُدْخُلْ عَلٰى يَمِيْنِكَ الْجَنَّةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ۔

(۲۰۵۳) روایت ہے انہی سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور انور نے فرمایا جو اپنے بستر پر سونا چاہے ا۔ تو داہنی کروٹ پر لیٹے ۲۔ پھر سو بار قل ھو اللہ احد پڑھ لے ۳۔ تو جب قیامت کا دن ہو گا رب تعالیٰ فرمائے گا اے میرے بندے اپنی داہنی طرف سے جنت میں جا ۴۔ ترمذی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے ۵۔

(۲۰۵۳) ا۔ بستر کا ذکر اتفاقی ہے اگر کوئی زمین پر بھی لیٹے تو یہ پڑھ لے مگر لیٹنا سونے کے لئے ہو ویسے لیٹنے کا حکم نہیں اس لئے اس سید الفصحاء صلے اللہ علیہ وسلم نے سونے کے ارادے کا ذکر فرمایا ۲۔ اس طرح کہ قبلہ کو رخ ہو اور داہنی ہتھیلی داہنے رخسار کے نیچے رکھے کہ سنت اسی طرح لیٹنا ہے پھر بائیں کروٹ لے کر سو جائے' غرضیکہ بستر کا رخ قبر کا سا ہو ۳۔ فقط لفظ قل ھو اللہ احد نہیں بلکہ پوری سورۃ مع بسم اللہ کے ہر بار' اگرچہ یہ عمل ہے تو مشکل' مگر بہت مفید ہے ۴۔ یعنی چونکہ تو میرے محبوب کی سنت پر عمل کرتے ہوئے داہنی کروٹ لیٹتا تھا اور میری حمد والی سورۃ پڑھ کر سوتا تھا اس کے انعام میں آج تو جنت کے داہنے باغ میں داخل ہو جا وہ تیرا مقام ہے خیال رہے کہ جنتی لوگ تین قسم کے ہونگے' مقربین حضرات علیین والے ہیں' ابرار یہ یمین والے ہیں' گنہگار جن کی شفاعت کی بنا پر مغفرت ہو چکی یہ یسار والے ہیں رب تعالیٰ نے فرمایا ہے منھم ظالم لنفسه ومنھم مقتصد ومنھم

marfat.com

سابق بالخیرات اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت کا داہنا حصہ بائیں سے افضل ہے اور یہ کہ عرش کی داہنی طرف والے بائیں سمت والوں سے بہتر ۵۔ علماء فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اگرچہ درجہ صحیح کو نہ پہنچی مگر اس پر عمر میں کم از کم ایک بار ضرور عمل کرے کہ اس کے عامل کو بڑی بشارت ہے' فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بھی قبول ہے' مرقات'

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا یَقْرَاُ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ فَقَالَ وَجَبَتْ قُلْتُ وَمَا وَجَبَتْ قَالَ الْجَنَّۃُ ۱۔

(رَوَاہُ مَالِکٌ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ)

(۲۰۵۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو قل ھو اللہ احد پڑھتے سنا تو فرمایا واجب ہوگئی میں نے عرض کیا کیا واجب ہوگئی فرمایا جنت ۱۔ (مالک' ترمذی' نسائی)

(۲۰۵۴) ۱۔ یعنی اس سورۃ شریف کی تلاوت کی برکت سے اس کے لئے جنت واجب و لازم ہوگئی خیال رہے کہ نیک اعمال جنت حاصل ہونے کے اسباب' میں علت تامہ نہیں بڑے بڑے نیک لوگ پھسل جاتے ہیں مگر یہ شخص حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی اس بشارت کی وجہ سے جنتی یقیناً ہوگیا کہ آپ کی زبان رب تعالٰی کا قلم ہے' اس شخص کا جنتی ہو جانا قطعی ہوگیا۔

وَعَنْ فَرْوَۃَ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّہٗ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ عَلِّمْنِیْ شَیْئًا اَقُوْلُہٗ اِذَا اَوَیْتُ اِلٰی فِرَاشِیْ فَقَالَ اقْرَاْ قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ فَاِنَّھَا بَرَآءَۃٌ مِّنَ الشِّرْکِ

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِیُّ)

(۲۰۵۵) روایت ہے' حضرت فروہ بن نوفل سے وہ اپنے والد سے راوی ۱۔ کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے ایسی چیز سکھایئے جو میں بستر پر دراز ہوتے وقت پڑھ لیا کروں تب فرمایا قل یاایہا الکافرون پڑھ لیا کرو ۲۔ کہ یہ شرک سے بیزاری ہے' ۳۔ (ترمذی' ابوداود' دارمی)

(۲۰۵۵) ۱۔ فروہ کی صحابیت میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ آپ صحابی نہیں بلکہ تابعی ہیں' مگر آپ کے والد نوفل صحابی ہیں (اشعہ) ۲۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ قل ھو اللہ احد پڑھتے ہی سو جاؤ یعنی پھر کوئی دنیاوی بات نہ کرو اور اگر کرنا پڑ جائے تو دوبارہ پڑھ لو ۳۔ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ اس کا عامل انشاء اللہ ایمان پر ہی مرے گا علماء نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔

وَعَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ بَیْنَا اَنَا اَسِیْرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ الْجُحْفَۃِ وَالْاَبْوَآءِ اِذْ غَشِیَتْنَا رِیْحٌ وَظُلْمَۃٌ شَدِیْدَۃٌ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَعَوَّذُ بِاَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَاَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ وَیَقُوْلُ یَا عُقْبَۃُ تَعَوَّذْ بِھِمَا فَمَا تَعَوَّذَ مُتَعَوِّذٌ بِمِثْلِھِمَا۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۲۰۵۶) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جحفہ اور ابواء کے درمیان سفر کر رہا تھا ۱۔ کہ اچانک ہمیں آندھی اور سخت تاریکی نے گھیر لیا ۲۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تعوذ فرمانے لگے اعوذ برب الفلق سے اعوذ برب الناس اور فرمانے لگے اے عقبہ ان دونوں سورتوں سے تعوذ کیا کرو کہ کسی پناہ لینے والے نے ان جیسی سے تعوذ نہ کیا ۳۔ (ابوداؤد)

(۲۰۵۶) ۱۔ جحفہ اور ابواء دونوں مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے درمیان دو مقامات ہیں' ابواء تو وہ ہی جگہ ہے جہاں حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ تعالٰی عنہا کی وفات شریف ہوئی' جحفہ شام' مصر اور مغرب والوں کا میقات ہے جہاں سے یہاں کے حجاج احرام

marfat.com

باندھتے ہیں اسی جگہ کے متعلق حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی کہ خدایا مدینہ کی وبا جحفہ کی طرف منتقل فرمادے چنانچہ وہاں بیماریاں خصوصاً بخار بہت زیادہ ہے' حتی کہ اگر پرندہ بھی وہاں سے گزرے تو اسے بھی بخار آجاتا ہے یہ جگہ رابغ کے پاس ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ اب اسی جحفہ کا نام رابغ ہے' جحفہ اور ابواء کے درمیان بیس میل کا فاصلہ ہے' (لمعات و مرقاۃ) ۲۔ یعنی کالی آندھی آگئی اور ہم اس میں گھر گئے سفر میں ایسی صورت بہت تکلیف دہ ہوتی ہے ۳۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں سورتیں صرف جادو کے لئے ہی نہیں بلکہ دوسری آفتوں میں بھی کام آتی ہیں اگر ان کا تعویذ لکھ کر ساتھ رکھا جائے تو بھی امان ملتی ہے قرآنی آیات سے تعویذ جائز ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ خُبَيْبٍ قَالَ خَرَجْنَا فِي لَيْلَةِ مَطَرٍ وَّظُلْمَةٍ شَدِيْدَةٍ نَطْلُبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَادْرَكْنَاهُ فَقَالَ قُلْ قُلْتُ مَا اَقُوْلُ قَالَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ حِيْنَ تُصْبِحُ وَحِيْنَ تُمْسِيْ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ تَكْفِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ۔

(۲۰۵۷) روایت ہے' حضرت عبداللہ ابن حبیب سے فرماتے ہیں کہ ہم ایک بارشی اور سخت اندھیری رات میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈنے نکلے ا۔ تو ہم نے حضور کو پالیا حضور نے فرمایا کہو میں بولا کیا کہوں فرمایا صبح و شام کے وقت قل ھو اللہ احد اور فلق و ناس تین تین بار پڑھ لیا کرو ۲۔ یہ تمہیں ہر چیز سے کافی ہوں گی ۳۔ (ترمذی' ابوداود' نسائی)۔

(۲۰۵۷) ا۔ یعنی ہم حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم تو آگے بڑھ گئے ہم لوگ پیچھے رہ گئے تو ہم نے رفتار تیز کردی تا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے مل جائیں' چنانچہ ہم اپنے مطلوب و محبوب تک پہنچ گئے اور اپنے مدعا کو پالیا ۲۔ ہمارے سلسلہ میں ایک عمل ہے کہ بعد نماز فجر و مغرب حسب ذیل سورتیں پڑھ لیا کرے سورہ حشر کا آخری رکوع اذا زلزلت الارض' قل یایھا الکفرون قل ھو اللّٰہ احد تین بار فلق' ناس' ہمیشہ اس پر عمل کرے انشاء اللہ دنیاوی مصیبتوں سے محفوظ رہے گا اور ایمان پر خاتمہ نصیب ہو گا اور مرتے وقت اپنی جنت کی جگہ خواب میں دیکھ لے گا اور قریب موت اسے خواب میں اطلاع دے دی جائے گی کہ تیرا وقت قریب ہے تیاری کرلے فقیر نے یہ عمل اپنے بزرگوں سے پایا ہے اور بحمدہ تعالٰی اس پر عامل ہے اس کے نتائج کی اپنے رب سے امید رکھتا ہے اللہ نصیب کرے ۳۔ یعنی تجھ سے ہر آفت کے ٹالنے اور ہر مصیبت کو دفع کرنے میں کافی ہوں گی' یا تجھے ہر ورد' وظیفے سے غنی کردیں گی کہ ان کے ہوتے تجھے دفع ضرر کے لئے اور کوئی وظیفہ کرنا نہ پڑے گا اس دوسرے معنے کی تفسیر وہ حدیث ہے کہ ان سورتوں سے بہتر کوئی تعویذ نہیں یہ بہترین تعویذ و امان ہے۔

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَقْرَاُ سُوْرَةَ هُوْدٍ اَوْ سُوْرَةَ يُوْسُفَ قَالَ لَنْ تَقْرَاَ شَيْئًا اَبْلَغَ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ)

(۲۰۵۸) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں سورہ ہود یا سورہ یوسف پڑھا کروں ا۔ فرمایا تم قل اعوذ برب الفلق سے بڑھ کر کوئی ایسی سورت نہیں پڑھ سکتے جو آسان تر اور رب کے نزدیک تمامتر ہو ۲۔ (احمد' نسائی' دارمی)

(۲۰۵۸) ا۔ اقراء سے ہمزہ استفہامیہ دور کردیا گیا ہے یعنی کیا میں آفات سے بچنے اور مصیبتوں کے دفع کرنے کے لئے سورہ

marfat.com

یوسف و ہود کا ورد رکھوں' لمعات و مرقات۔ غرضیکہ یہاں تلاوت کی اجازت نہیں چاہ رہے ہیں بلکہ تعوذ کی اجازت حاصل کرنا چاہتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ورد وظیفوں میں شیخ کی اجازت چاہیے ورنہ ثواب تو مل جائے گا مگر اثر نہ ہوگا یہ حدیث اجازت شیخ کی اصل ہے ۲۔ یعنی سورۃ فلق پڑھنے میں نہایت آسان ہے کہ مختصری سورۃ ہے اور بلائیں دفع کرنے میں تیر بہدف اور جامع ہے کیونکہ اس میں ہر مخلوق کی شر سے پناہ مانگ لی گئی ہے اور وظیفوں و دعاؤں میں جامع وظیفے و دعائیں بہتر ہیں مرقات نے فرمایا کہ ممکن ہے اس سے دو سورتیں فلق و ناس مراد ہوں' یعنی ایک کا ذکر فرما کر دونوں کی اجازت دی ہو کیونکہ سورۃ ناس سورۃ فلق کی ساتھی ہے واللہ اعلم۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْرِبُوا الْقُرْاٰنَ وَاتَّبِعُوْا غَرَائِبَهٗ وَغَرَائِبُهٗ فَرَائِضُهٗ وَحُدُوْدُهٗ۔

(۲۰۵۹) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو خوب ظاہر کرو ا۔ اور قرآن کے عجائبات کی پیروی کرو اس کے عجائب اس کے فرائض اور اس کے اسرار ہیں ۲۔

(۲۰۵۹) ا۔ اے عالمو قرآن کریم کی لوگوں میں خوب اشاعت کرو اسے چھپا نہ رکھو جیسے یہود و نصاریٰ نے اصل توریت و انجیل چھپا دی سورج چھپنے کے لئے نہیں نکلتا چمکنے کے لئے نکلتا ہے قرآن کو چمکنے دو بلکہ خود بھی چمکاؤ' اعراب کے معنے ہیں ظاہر کرنا عربی میں حرکات یعنی زیر' زبر' پیش کو اسی لئے اعراب کہتے ہیں کہ اس سے کلمات کی فاعلیت' مفعولیت وغیرہ ظاہر ہو کر عبارت کے معنے ظاہر ہو جاتے ہیں ۲۔ یعنی غرائب سے مراد قرآنی متشابہات نہیں کیونکہ ان کی تاویلیں کرنا منع بلکہ مراد قرآنی احکام ہیں' جو بہت انوکھے اور نرالے ہیں یا فرائض سے مراد کرنے والے کاموں کے احکام ہیں اور حدود سے مراد نہ کرنے والی چیزیں یا فرائض سے مراد وراثت کے حصے ہیں اور حدود سے مراد باقی دیگر احکام ہیں یا فرائض سے مراد عام فہم معنے و احکام ہیں اور حدود سے مراد قرآنی اسرار ہیں یعنی قرآنی احکام اس کے معجزات اس کے وعدے وعید ہیں طلباء و عوام پر ظاہر کرو طلباء پر مدرسوں میں عوام پر مجلسوں اور وعظوں میں قرآن کا ایک ظاہر ہے ایک باطن جیسے انسان کا ظاہر بدن ہے اور باطن قلب و روح' فرائض میں ظاہر کی طرف اشارہ ہے' حدود میں باطن کی طرف اس سے معلوم ہوا کہ قرآن شریف کے لئے علم نحو' صرف لغت بلاغت وغیرہ سیکھنا ضروری ہے کہ ان علموں کے بغیر قرآن کے ہر صفات ظاہر نہ ہو سکتے ہیں نہ کئے جا سکتے ہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ فِی الصَّلٰوةِ اَفْضَلُ مِنْ قِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ فِیْ غَیْرِ الصَّلٰوةِ وَقِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ فِیْ غَیْرِ الصَّلٰوةِ اَفْضَلُ مِنَ التَّسْبِیْحِ وَالتَّكْبِیْرِ وَالتَّسْبِیْحُ اَفْضَلُ مِنَ الصَّدَقَةِ وَالصَّدَقَةُ اَفْضَلُ مِنَ الصَّوْمِ وَالصَّوْمُ جُنَّةٌ مِّنَ النَّارِ۔

(۲۰۶۰) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز میں قرآن پڑھنا بیرون نماز کی تلاوت سے افضل ہے ا۔ اور بیرون نماز قرآن شریف پڑھنا تسبیح و تکبیر پڑھنے سے بہتر ہے ۲۔ اور تسبیح پڑھنا۔ خیرات سے بہتر ہے ۳۔ اور خیرات روزے سے افضل ہے ۴۔ اور روزہ آگ سے ڈھال ہے ۵۔

marfat.com

(۲۰۶۰) ا۔ کیونکہ نماز میں تلاوت سے دو عبادتوں کا اجتماع ہے اور ایک عبادت سے دو افضل ہیں' نیز نماز میں جو یکسوئی ہوتی ہے وہ بیرون نماز میسر نہیں ہوتی' نیز نماز میں جو قرب الٰہی نصیب ہوتا ہے وہ بیرون نماز نصیب نہیں ہوتا اس سے معلوم ہوا کہ دو عبادتوں کا اجتماع افضل ہے لہٰذا فاتحہ ختم وغیرہ بہترین چیز ہے کہ ان میں تلاوت و خیرات کا اجتماع ہوتا ہے یعنی یہ دو عبادتوں کا مجموعہ ہیں ۲۔ کیونکہ تسبیح و تہلیل قرآن کا جزء ہیں' اور تلاوت میں کل قرآن ہے' اور جزء سے کل افضل نیز قرآن میں وظیفہ بھی ہے اور رب تعالٰی کے احکام بھی علماء فرماتے ہیں کہ سجدہ و رکوع و تشہد سے قیام افضل ہے کیونکہ قیام میں تلاوت قرآن ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے شیخ نے فرمایا کہ بیرون نماز تلاوت نماز کی تسبیح و تہلیل سے بھی افضل ہے۔ ۳۔ یعنی اس خیرات سے بہتر ہے جو ذکر اللہ سے خالی ہو وجہ ظاہر ہے کہ صدقہ ہے ہمارا کام' تسبیح و تہلیل میں ہے رب کا نام ہمارے کام سے رب کا نام افضل ہے' چاہیے کہ خیرات کے وقت اللہ کا ذکر بھی کیا جائے ۴۔ اس وجہ سے کہ صدقہ میں مال راہ خدا میں خرچ کرنا ہے اور روزے میں مال نفس کے لئے روکنا اور بچانا ہے کہ روزہ میں دوپہر کا کھانا بچ جاتا ہے اور مال بچانے سے خرچ کرنا راہ خدا میں بہتر بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ روزہ وہ بہتر جس میں بچا ہوا مال خیرات کر دیا جائے یعنی جب نفلی روزہ رکھے تو دوپہر کا کھانا خیرات کر دے تا کہ روزہ خیرات جمع ہو جائیں بلکہ روزہ میں ذکر اللہ زیادہ کرے تا کہ روزہ و تسبیح و تہلیل کا اجتماع نصیب ہو یا یہ وجہ ہے کہ روزہ میں صرف روزہ دار کا نفع ہے اور صدقہ میں دینے والے کا بھی اور فقیر کا بھی بھلا' اور لازم عبادت سے متعدی عبادت بہتر ہے' خیال رہے کہ یہ فضیلت جزوی ہے ورنہ کلیۃً روزہ خیرات سے بہتر ہے لہٰذا یہ حدیث روزہ کے فضائل کی احادیث کے خلاف نہیں ۵۔ جب روزہ جو ان تمام عبادات میں سے آخر درجہ کی عبادت ہے اس کا یہ فائدہ ہے تو سوچ لو کہ اس سے اوپر والی عبادتوں کا کیا فائدہ ہو گا وہ ہمارے خیال وہم سے وراء ہے۔

وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَوْسٍ الثَّقَفِيِّ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِرَاءَةُ الرَّجُلِ الْقُرْاٰنَ فِيْ غَيْرِ الْمُصْحَفِ اَلْفُ دَرَجَةٍ وَقِرَاءَتُهٗ فِي الْمُصْحَفِ تُضَعَّفُ عَلٰى ذٰلِكَ اِلٰى اَلْفَيْ دَرَجَةٍ

(۲۰۶۱) روایت ہے حضرت عثمان ابن عبداللہ ابن اوس ثقفی سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو بغیر قرآن کریم دیکھے تلاوت کرنا ہزار درجہ ہے ا۔ اور قرآن میں دیکھ کر تلاوت کرنا اس پر دو ہزار درجہ افضل ہے ۲۔

(۲۰۶۱) ا۔ یعنی حفظ تلاوت قرآن کا ثواب دیگر عبادت سے ہزار گنا زیادہ ہے' اس کی وجہ پہلے بیان ہو چکی ۲۔ یعنی قرآن کریم میں دیکھ کر تلاوت کرنے کا ثواب دوسری عبادات سے دو ہزار گنا زیادہ یا حفظ تلاوت سے دو ہزار حصہ زیادہ ہے کیونکہ قرآن کریم دیکھنا بھی عبادت ہے اور اس کی تلاوت بھی عبادت تو دیکھ کر پڑھنے والا دوہری عبادت کرتا ہے اور حفظ تلاوت کرنے والا ایک عبادت کرتا ہے خیال رہے کہ چند چیزوں کا دیکھنا عبادت ہے قرآن کریم کعبہ معظمہ' عالم دین کا چہرہ ماں باپ کو شفقت کی نظر سے دیکھنا اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا تو بڑی ہی عبادت ہے کہ اس سے مومن صحابی بن جاتا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَاُ كَمَا يَصْدَاُ

(۲۰۶۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ دل ایسے زنگ آلود ہوتے رہتے

marfat.com

الْحَدِيدُ إِذَا أَصَابَهُ الْمَاءُ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا جِلَاؤُهَا قَالَ كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةُ الْقُرْآنِ رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْأَحَادِيثَ الْأَرْبَعَةَ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ.

ہیں جیسے لوہا پانی لگنے سے زنگ آلود ہو جاتا ہے ا۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ان دلوں کی صیقل کیا ہے ۲۔ فرمایا موت کی زیادہ یاد ۳۔ اور قرآن کریم کی تلاوت ۴۔ ان چاروں حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا۔

(۲۰۶۲) ا۔ یعنی گناہوں دنیاوی الجھنوں میں مشغولیت ذکر محبوب سے غفلت وغیرہ دل کے زنگ کا سبب ہے یہ زنگ کبھی معمولی ہوتی ہے جو معمولی کوشش سے جاتی رہتی ہے اور کبھی بہت سخت کہ بہت کوشش کے بعد دور ہوتی ہے اور کبھی ناقابل دفع جیسے رین اور ختم کہا جاتا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے **كلا بل ران علىٰ قلوبهم ما كانوا يكسبون** خیال رہے کہ یہاں **هذه القلوب** سے مراد عام انسانوں کے دل ہیں' انبیائے کرام اور خاص اولیاء اللہ کے دل اس سے مستثنٰی ہیں جو ہمیشہ حفاظت الٰہی میں رہتے ہیں ان کے لئے ذکر موت اور تلاوت قرآن زیادتی نورانیت کے سبب ہیں ۲۔ یعنی ہر چیز کی صفائی کے آلات الگ الگ ہیں اور ہر ایک کی پالش جداگانہ ہے تو دلوں کی پالش و صفائی کس چیز سے ہوگی۔ ۳۔ کیونکہ موت کو یاد کرنے میں دل دنیا سے سرد ہو جاتا ہے' آخرت کی طرف راغب ہو کر گناہوں سے متنفر اور نیکیوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے جو شخص روزانہ موت کو یاد کر لیا کرے اس کو درجہ شہادت ملے گا اگرچہ طبعی موت سے مرے' شامی' اسی لئے زیارت قبور سنت ہے تا کہ اس سے اپنی موت یاد آتی رہے موت خاموش واعظ ہے ۴۔ کیونکہ قرآن گویا اپنے روحانی دیس کا خط ہے جو ہم پردیسیوں کو وہاں کی یاد دلاتا ہے اس دیس کی یاد اس جسمانی عارضی دیس سے دل سرد کر دیتی ہے' یہ بولتا ہوا واعظ ہے اس سے معلوم ہوا کہ یاد موت کی کثرت دل کا زنگ دور کرتی ہے اور تلاوت مطلقاً خواہ زیادہ ہو یا کم یہ اثر کرتی ہے۔

وَعَنْ أَيْفَعَ بْنِ عَبْدِ الْكَلَاعِيِّ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ سُورَةِ الْقُرْآنِ أَعْظَمُ قَالَ قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ قَالَ فَأَيُّ آيَةٍ فِي الْقُرْآنِ أَعْظَمُ قَالَ آيَةُ الْكُرْسِيِّ اللهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ قَالَ فَأَيُّ آيَةٍ يَا نَبِيَّ اللهِ تُحِبُّ أَنْ تُصِيبَكَ وَأُمَّتَكَ قَالَ خَاتِمَةُ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فَإِنَّهَا مِنْ خَزَائِنِ رَحْمَةِ اللهِ تَعَالٰى مِنْ تَحْتِ عَرْشِهِ أَعْطَاهَا هٰذِهِ الْأُمَّةَ لَمْ تَتْرُكْ خَيْرًا مِنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ.

(رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

(۲۰۶۳) روایت ہے حضرت ایفع ابن عبد الکلاعی سے ا۔ فرماتے ہیں ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ قرآن کریم کی کونسی سورۃ بہت بڑی ہے فرمایا **قل هو الله احد** ۲۔ عرض کیا پھر قرآن کریم کی کونسی آیت بہت بڑی ہے ۳۔ فرمایا آیۃ الکرسی یعنی **الله لا اله الا هو الحى القيوم** ۴۔ عرض کیا یا نبی اللہ کس آیت کے متعلق آپ چاہتے ہیں کہ اس کی برکت آپ کو اور آپ کی امت کو پہنچے ۵۔ فرمایا سورہ بقر کی آخری آیات ۶۔ کہ وہ اللہ تعالٰی کی رحمت کے عرشی خزانے ہیں جو اللہ نے اس امت کو بخشے ۷۔ ان آیتوں نے دنیا و آخرت کی کوئی بھلائی ایسی نہ چھوڑی جو اپنے میں لے نہ لی ہو ۸۔ (دارمی)

(۲۰۶۳) ا۔ آپ کا نام ایفع ابن ناکو رکلاعی ہے ذوالکلاع یمن کا مشہور قبیلہ ہے' شیخ نے فرمایا کہ آپ صحابی ہیں مگر مرقات نے فرمایا کہ آپ تابعی ہیں کیونکہ آپ یمن سے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے لئے روانہ ہوئے' راستہ میں تھے کہ حضور

marfat.com

انور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی ۲۔ کیونکہ اس سورت میں رب تعالٰی کی توحید کا نہایت جامع اور مکمل بیان ہے اور کلام کی عظمت اس کے مضمون کی عظمت سے ہوتی ہے لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ارشاد ہوا کہ سورۃ فاتحہ بڑی اعظم سورۃ ہے' کہ وہاں اعظمیت اور لحاظ سے ہے کہ وہ بہت سے مضامین کی جامع ہے اور یہاں اعظمیت دوسری حیثیت سے غالبًا یہاں سوال بھی اسی اعظمیت کا تھا' لہذا جواب سوال کے مطابق ہے ۳۔ جس میں رب کی ذات و صفات کا مکمل و جامع بیان ہو' پہلے سورۃ کے متعلق سوال تھا اب آیت کے متعلق سوال ہے ۴۔ آخر آیت وھو العلی العظیم تک آیۃ الکرسی بہت ہی نافع آیت ہے اس کے فضائل حد و عد سے باہر ہیں ۵۔ یہاں برکت سے مراد دائمی ثواب و فائدہ ہے جو کبھی ختم نہ ہو برکت بدل بنا ۔ بمعنی بیٹھ جانا نہ ہٹنا ۶۔ امن الرسول سے آخر تک اور بہتر یہ ہے کہ للہ ما فی السمٰوت سے آخر تک پڑھا کرے ان خزانوں کا نزول عرش سے ہوا اور اس امت کے سواء کسی امت کو اس جیسی عظیم الشان نعمت نہ ملی ۸۔ کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالٰی کی توحید' ملکیت عامہ' غفاری' ستاری وغیرہ صفات کا بھی اعلیٰ بیان ہے' اور جامع دعائیں بھی ہیں' اور رب تعالٰی کو بندے کا مانگنا بہت محبوب ہے' یہ آیت عموماً اور تہجد کی نماز میں خصوصاً پڑھنا چاہیے اس کے بڑے فائدے دیکھے گئے ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ فَاتِحَةِ الْكِتٰبِ شِفَآءٌ مِّنْ كُلِّ دَآءٍ ۲ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

(۲۰۶۴) روایت ہے عبدالملک ابن عمیر سے مرسلاً ۱۔ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ سورہ فاتحہ میں ہر بیماری کی دوا ہے ۲۔ (دارمی بیہقی) شعب الایمان

(۲۰۶۴) ۱۔ یہ حدیث مرسل اس لئے ہے کہ عبدالملک ابن عمیر تابعی ہیں' امام شعبی کے بعد کوفے کے قاضی رہے' بڑے عالم و متقی' وہ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صحابی کا ذکر نہ کیا اسی کا نام ارسال ہے ۲۔ جسمانی خیالی اور روحانی تمام بیماریوں کی شفاء مطلق ہے۔ بہت بیماریوں میں مختلف طریقوں سے استعمال کی جاتی ہے اور بہت مفید ہوتی ہے تجربہ ہے ایمان و یقین شرط ہے۔

وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ مَنْ قَرَاَ اٰخِرَ اٰلِ عِمْرَانَ فِيْ لَيْلَةٍ كُتِبَ لَهٗ قِيَامُ لَيْلَةٍ.

(۲۰۶۵) روایت ہے حضرت عثمان ابن عفان سے فرمایا جو رات کو آل عمران کی آخری آیات پڑھے اس کے لئے تمام رات عبادت کا ثواب لکھا جائے گا۱۔

(۲۰۶۵) ۱۔ یہ حدیث اگرچہ حضرت عثمان پر موقوف ہے مگر مرفوع کے حکم میں ہے' کیونکہ قرآنی سورتوں کے فضائل عقل سے نہیں معلوم ہو سکتے صرف حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان شریف سے ہی معلوم ہو سکتے ہیں آخر آل عمران سے مراد آیت ان فی خلق السموت والارض سے آخر تک ہے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم یہ آیات تہجد کے لئے اٹھتے وقت بھی پڑھتے تھے' آسمان کے تاروں کو ملاحظہ فرماتے جاتے اور آیات پڑھتے جاتے تھے بہتر یہ ہے کہ تہجد کے وقت اٹھنے پر بھی پڑھے اور نماز تہجد میں بھی مطلب یہ ہے کہ جو کوئی یہ آیتیں رات کے کسی حصہ میں پڑھے خصوصاً تہجد میں پڑھے تو اسے تمام رات نوافل پڑھنے کا ثواب ملے گا' سبحان اللہ رب تعالٰی کی عطا ہمارے خیال سے وراء ہے۔

وَعَنْ مَكْحُوْلٍ قَالَ مَنْ قَرَاَ سُوْرَةَ اٰلِ عِمْرَانَ

(۲۰۶۶) روایت ہے حضرت مکحول سے فرماتے ہیں جو جمعہ کے

marfat.com

يَوْمَ الْجُمُعَةِ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلٰٓئِكَةُ اِلَى اللَّيْلِ ۔
(رَوَاهُمَا الدَّارِمِيُّ)

دن سورۃ آل عمران پڑھے تو رات تک فرشتے اسے دعائیں کرتے رہتے ہیں ا۔ (داری)

(۲۰۶۶) ا۔ یعنی حضرت مکحول شامی جو مشہور تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ جو جمعہ کے دن میں پوری سورہ آل عمران پڑھ لے' وہ فرشتوں کی دعاؤں کا مستحق ہے دعاؤں سے مراد خاص دعائیں کیونکہ ان کی عام دعائیں تو ہر مسلمان کے لئے وقف ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ہے' یہ اگرچہ حضرت مکحول کا قول ہے مگر حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔

وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ خَتَمَ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ بِاٰيَتَيْنِ اُعْطِيْتُهُمَا مِنْ كَنْزِهِ الَّذِيْ تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَعَلَّمُوْهُنَّ وَعَلِّمُوْهُنَّ نِسَآءَكُمْ فَاِنَّهَا صَلٰوةٌ وَّ قُرْبَانٌ وَّ دُعَآءٌ۔ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ مُرْسَلًا)

(۲۰۶۷) روایت ہے حضرت جبیر ابن نفیر سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالٰی نے سورۃ بقرہ کو ان دو آیتوں پر ختم فرمایا ہے ا۔ جو مجھے اس کے عرشی خزانہ سے عطا ہوئیں لہذا انہیں سیکھو اور اپنی عورتوں کو سکھاؤ ۲۔ کہ یہ نماز اور باعث قرب الٰہی و دعا ہیں ۳۔ (داری) مرسلا ۴۔

(۲۰۶۷) ا۔ یعنی امن الرسول سے آخر سورۃ تک کی دو آیتیں عرشی خزانوں میں سے ہیں' خزانوں سے مراد رحمت کے معنوی خزانہ ہیں ۲۔ یعنی ان دونوں آیتوں کا ایک ایک کلمہ سیکھو اور سکھاؤ اسی لئے هن جمع مونث ارشاد ہوا ورنہ دو آیتوں کے لئے ضمیر تثنیہ آنی چاہیے تھی' رب تعالٰی فرماتا ہے هذان خصمان اختصمو اور فرماتا ہے وان طائفتان من المؤمنين اقتتلوا الخ عورتوں کا ذکر خصوصیت سے اس لئے فرمایا کہ بمقابلہ مردوں کے عورتیں گناہ زیادہ کرلیتی ہیں' اس لئے یہ دوزخی زیادہ ہیں یعنی یہ دو آیتیں اپنے سارے گھر والوں کو سکھاؤ کہ ان کے سکھانے سے چھوٹے بچے جلد سیکھ جائیں گے کہ بچوں کا پہلا مکتب ماں کی گود ہے ۳۔ صلوٰۃ سے مراد یا تو استغفار ہے جیسے ان الله وملئكته يصلون على النبى میں فرشتوں کی صلوٰۃ سے مراد ہے استغفار یا یہ مطلب ہے کہ نماز میں تلاوت کی جانے والی آیتیں ہیں' مطلب یہ ہے کہ نماز یا خارج نماز ان آیات کے پڑھنے میں بہت فائدے ہیں' ان میں دعاء بھی ہے قربت الٰہی بھی' استغفار بھی اور ان سے نماز بھی ہوتی ہے کہ ان میں غفرانک بھی ہے اور والیک المصیر بھی یا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے قرب کا ذریعہ ہے' ایسی جامعیت دوسری آیات میں کم ہے معلوم ہوا کہ آیات کے فضائل کبھی ان کے مضامین کی اہمیت کی وجہ سے بھی ہوتے ہیں ۴۔ کیونکہ جبیر ابن نفیر تابعی ہیں انہوں نے فرمایا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد کیا صحابی کا ذکر نہ آیا' حاکم نے حضرت ابوذر سے مرفوعاً" روایت کی تھوڑے فرق سے۔ مرقاۃ

وَعَنْ كَعْبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اقْرَءُوْا سُوْرَةَ هُوْدٍ يَوْمَ الْجُمُعَةِ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

(۲۰۶۸) روایت ہے حضرت کعب سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن سورہ ہود پڑھا کرو ا۔ (داری)

(۲۰۶۸) ا۔ ہود منصرف بھی ہے اور غیر منصرف بھی اور جمعہ میم کے پیش سے بھی ہے اور سکون سے بھی مگر قرآن کریم میں میم کے پیش سے ہے' اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن سورہ ہود پڑھنا بہت برکتوں کا باعث ہے جیسے اسی دن سورہ کہف کی تلاوت دفع بلاء کے لئے ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۲۰۶۹) روایت ہے حضرت ابو سعید سے کہ نبی کریم صلے اللہ

marfat.com

قَالَ مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْكَهْفِ فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ أَضَاءَ لَهُ النُّوْرُ مَا بَيْنَ الْجُمُعَتَيْنِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيْرِ

علیہ وسلم نے فرمایا جو جمعہ کے دن میں سورہ کہف پڑھے تو اس کا نور ایمانی دو جمعوں کے درمیان چمکتا ہے ا۔ (بیہقی دعوات الکبیر) ۲۔

(۲۰۶۹) ا۔ یہ چمک اس کے چہرہ پر ہوگی یا دل میں زندگی میں یا قبر میں یا قیامت کے دن اور دو جمعوں کے درمیان سے مراد اتنی مدت اور اتنا وقت ہے جو شخص ہر جمعہ کو یہ پڑھ لیا کرے تو انشاء اللہ ہمیشہ ہی منور ہے یہ سورۃ فتنہ دجال سے امان بھی ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا بلکہ یہ نور ہی دجال کی آفت سے بچنے کا ذریعہ ہو گا انشاء اللہ ۲۔ یہ حدیث مختلف طریقوں اور مختلف عبارتوں سے حاکم، دارمی، نسائی، طبرانی، بزاز نے بھی روایت کی۔

وَعَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ قَالَ اقْرَءُوا الْمُنْجِيَةَ وَهِيَ الٓمّٓ تَنْزِيْلُ فَإِنَّهُ بَلَغَنِيْ أَنَّ رَجُلًا كَانَ يَقْرَأُهَا مَا يَقْرَأُ شَيْئًا غَيْرَهَا وَكَانَ كَثِيْرَ الْخَطَايَا فَنَشَرَتْ جَنَاحَهَا عَلَيْهِ قَالَتْ رَبِّ اغْفِرْ لَهُ فَإِنَّهُ كَانَ يُكْثِرُ قِرَاءَتِيْ فَشَفَّعَهَا الرَّبُّ تَعَالٰى فِيْهِ وَقَالَ اكْتُبُوْا لَهُ بِكُلِّ خَطِيْئَةٍ حَسَنَةً وَارْفَعُوْا لَهُ دَرَجَةً وَقَالَ أَيْضًا إِنَّهَا تُجَادِلُ عَنْ صَاحِبِهَا فِي الْقَبْرِ تَقُوْلُ اللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ مِنْ كِتَابِكَ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ وَإِنْ لَمْ أَكُنْ مِنْ كِتَابِكَ فَامْحُنِيْ عَنْهُ وَإِنَّهَا تَكُوْنُ كَالطَّيْرِ تَجْعَلُ جَنَاحَهَا عَلَيْهِ فَتَشْفَعُ لَهُ فَتَمْنَعُهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَقَالَ فِيْ تَبَارَكَ مِثْلَهُ وَكَانَ خَالِدٌ لَا يَبِيْتُ حَتّٰى يَقْرَأَهُمَا وَقَالَ طَاؤُسٌ فُضِّلَتَا عَلٰى كُلِّ سُوْرَةٍ فِي الْقُرْاٰنِ بِسِتِّيْنَ حَسَنَةً۔

(رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

(۲۰۷۰) روایت ہے حضرت خالد ابن معدان سے ا۔ کہ انہوں نے فرمایا نجات دینے والی سورۃ پڑھا کرو جو الم تنزیل ہے ۲۔ مجھے خبر ملی ہے کہ ایک شخص یہ ہی سورۃ پڑھتا تھا اس کے سواء کچھ نہ پڑھتا تھا ۳۔ اور وہ تھا بڑا گنہگار تو اس سورۃ نے اس کے اوپر اپنے پر پھیلا دیئے بولی یا رب اسے بخش دے ۴۔ کیونکہ یہ میری بہت تلاوت کرتا تھا رب تعالیٰ نے اس کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی ۵۔ اور فرمایا اس کے لئے ہر گناہ کے عوض نیکی لکھو اور درجہ بلند کرو ۶۔ راوی نے یہ بھی فرمایا کہ یہ سورۃ اپنے پڑھنے والے کی طرف سے قبر میں جھگڑے گی کہے گی الٰہی اگر میں تیری کتاب سے ہوں تو اس کے حق میں میری شفاعت قبول کرے۔ اور اگر میں تیری کتاب سے نہیں ہوں تو مجھے اس سے مٹا دے ۸۔ اور وہ پرندے کی طرح ہو جائے گی کہ اس پر اپنے پر پھیلا دے گی ۹۔ اس کی شفاعت قبول کی جائے گی اور یہ اسے عذاب قبر سے بچا لے گی اور سورہ ملک کے بارے میں اسی طرح فرمایا ۱۰۔ اور حضرت خالد اسے بغیر پڑھے نہ سوتے تھے حضرت طاؤس نے فرمایا یہ دونوں سورتیں قران کی تمام سورتوں پر ساٹھ گنا بزرگی رکھتی ہیں ۱۱۔ (دارمی)

(۲۰۷۰) ا۔ آپ مشہور تابعی ہیں ستر صحابہ سے آپ کی ملاقات ہے ثقہ ہیں عالم ہیں (اشعہ) ۲۔ یہ سورۃ دنیاوی آفات عذاب قبر و حشر سے نجات کا ذریعہ ہے اس لئے اسے منجیہ کہتے ہیں جب قرآنی سورۃ کو منجیہ کہنا درست ہے، تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی منجی یعنی نجات دہندہ کہا جا سکتا ہے ۳۔ یعنی صرف اس سورۃ کا وظیفہ کرتا تھا، اس کے سوائے اس کا کوئی ورد وظیفہ نہ تھا ۴۔ یعنی جب وہ قبر میں گیا تو یہ سورت پرندے کی شکل میں نمودار ہوئی اور اس پر اپنے پروں کا سایہ کر لیا تاکہ اس شخص پر

عذاب نہ آسکے ظاہر یہ ہے کہ یہ خبر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو دی ہو بعض صحابہ سے بعض گناہ سرزد ہوئے ہیں مگر ان میں فاسق کوئی نہیں گناہ اور ہے فسق کچھ اور ۵۔ یعنی اس شفاعت کی برکت سے عذاب قبر دفع ہی ہو گیا۔ اولاً تو اس نے عذاب قبر سے بچایا پھر دفع کیا ۶۔ یعنی اس کے نامہ اعمال سے سارے گناہ مٹادو' اور ہر گناہ پر نیکی کا ثواب دو یہ مطلب نہیں ہے کہ گناہ ہٹا کر یہ لکھ دو کہ اس نے نیکیاں کیں کہ یہ تو جھوٹ ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے فاولئک یبدل اللہ سیئاتہم حسنٰت بادشاہ خوش ہوتے ہیں تو گالی پر انعام دے دیتے ہیں گاہے بدشنام خلعت دہند' لہٰذا حدیث واضح ہے خیال رہے کہ خطیئتہ سے مراد حقوق اللہ کے گناہ صغیرہ ہیں نہ کہ حقوق العباد' لہٰذا اس سے یہ لازم نہیں کہ الم تنزیل پڑھنے والا لوگوں کے مال مارے چوری ڈکیتی کرتا رہے اور اس کو ان جرموں پر ثواب ملے ۷۔ اور اس کی قبر میں وسعت' نور کردے' اور اسے سوالات نکیرین میں کامیاب فرمادے' کیونکہ یہ مجھے بہت تلاوت کرتا تھا آج اس کا پھل اسے دے ۸۔ یعنی مجھے لوح محفوظ سے مٹادے یا قرآنی اوراق سے یا اس کے سینے سے نکال دے' یہ ناز کی عرض و معروض ہے جیسے ناز پروردہ غلام اپنے آقا سے کہے کہ اگر میں تیرا غلام ہوں' تو میری بات مان ورنہ مجھے فروخت فرمادے' یا بیٹا باپ سے عرض کرے' کہ اگر میں آپ کا فرزند ہوں تو میرے حق کا لحاظ فرمادیں' اگر نہیں ہوں تو مجھے اپنے گھر سے باہر نکال دیجئے' لہٰذا یہ اگر مگر شک و تردد کے لئے نہیں ۹۔ یعنی جیسے مرغی یا چڑیا اپنے بچوں کو اپنے پروں میں لے لیتی ہے جس سے بچوں تک باہر کی تکلیف نہیں پہنچنے پاتی' ایسے ہی یہ سورۃ اپنے عامل کو قبر و قیامت میں اپنے پروں میں لے لے گی جس سے اس شخص تک گرمی' وحشت' دہشت وغیرہ نہ پہنچ سکے گی ۱۰۔ حضرت خالد ابن معدان نے سورہ ملک کے فضائل بھی تقریباً ایسے ہی بیان کیے ۱۱۔ یعنی بعض خصوصی فائدوں میں دوسری تمام سورتوں سے ساٹھ گنا زیادہ ہیں' یا بعض حالات میں' ان کی تلاوت دوسری سورتوں کی تلاوت سے ساٹھ گنا زیادہ مفید ہو جیسے نماز وتر میں سبح اسم ربک الاعلیٰ اور قل یایھا الکفرون اور قل ھو اللہ احد پڑھنا بہتر ہے' اور جمعہ کی فجر میں سورۃ سجدہ اور سورہ دھر کی تلاوت افضل ہے' لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص کے فضائل تو بہت ہیں۔

وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ قَالَ بَلَغَنِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَاَ یٰسٓ فِیْ صَدْرِ النَّهَارِ قُضِیَتْ حَوَائِجُهٗ. (رَوَاهُ الدَّارِمِیُّ مُرْسَلًا)

(۲۰۷۱) روایت ہے حضرت عطاء ابن ابی رباح سے ۱۔ فرماتے ہیں مجھے خبر ملی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شروع دن میں سورہ یٰسین پڑھ لے اس کی تمام ضرورتیں پوری ہوں گی ۲۔ (دارمی مرسلاً)

(۲۰۷۱) ۱۔ آپ جلیل القدر تابعی بے مثل عالم اور بے نظیر فقیہ تھے' امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے عطاء سے بڑا تو کیا ان جیسا عالم و فقیہ نہ دیکھا' سیاہ رنگ' ایک آنکھ' چپٹی ناک' ایک ہاتھ شل تھا' پاؤں سے لنگڑے تھے' آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے' اٹھاسی سال عمر پائی ۱۱۵ھ میں وفات ہوئی' امام احمد ابن حنبل فرماتے ہیں اگر علم نسب یا دوسری خصوصیات سے ملتا' تو عطاء کو نہ ملتا' کہ ان میں کوئی ظاہر خصوصیت نہ تھی مگر علم کے خزانے ان کے سینے میں تھے پاک ہے وہ جس کی عطاء کسی کے کمال پر موقوف نہیں شعر:۔

☆ داد حق را قابلیت شرط نیست ☆ بلکہ شرط قابلیت داد اوست ☆

آپ نے حضرت ابن عباس' ابو ہریرہ' ابو سعید خدری' جابر' ابن عمر' عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے احادیث لیں اور ان سے

marfat.com

فیوض حاصل کئے ۲؎ بعض بزرگ نماز فجر کے بعد سورہ یٰسین کی تلاوت کرتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث ہے' یہ عمل نہایت مجرب ہے اس کا عامل انشاء اللہ کبھی فقروفاقہ یا دیگر آفات میں نہ پھنسے گا' دفع حاجات کے لئے یہ سورۃ اکسیر ہے۔

وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ الْمُزَنِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَاَ يٰسٓ ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰى غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ فَاقْرَءُوْهَا عِنْدَ مَوْتَاكُمْ. (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۲۰۷۲) روایت ہے حضرت معقل ابن یسار مزنی سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو رضائے الٰہی کے لئے سورہ یٰسین پڑھے اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے ا؎ لہٰذا اسے مرنے والے کے پاس پڑھا کرو ۲؎ (بیہقی شعب الایمان)

(۲۰۷۲) ا؎ یہ سورۃ یٰسین کا اخروی فائدہ ہے یعنی اس کی تلاوت کرنے والا دنیاوی آفات سے محفوظ رہے گا اور اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے انشاء اللہ کبیرہ گناہ بھی (مرقات) ۲؎ ظاہر یہ ہے کہ یہاں موتی سے مراد وہ ہے جس کی جان نکل رہی ہو' قریب الموت ہو' ایسی حالت میں سورۃ یٰسین تلاوت کرنے کا عام رواج ہے اس کی اصل یہ حدیث ہے' چونکہ اس سورۃ سے مشکل بھی حل ہوتی ہے اور گناہ بھی معاف' اس لئے اس وقت سورۃ یٰسین پڑھنا نہایت مناسب ہے' اور ہو سکتا ہے کہ موتی سے مراد میت ہی ہو' یعنی قبر پر یا دفن سے پہلے سورہ یٰسین پڑھا کرو پہلے معنے زیادہ موزوں ہیں (لمعات و مرقات)

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ سَنَامًا وَاِنَّ سَنَامَ الْقُرْاٰنِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَاِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ لُبَابًا وَّاِنَّ لُبَابَ الْقُرْاٰنِ الْمُفَصَّلُ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ.

(۲۰۷۳) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے انہوں نے فرمایا کہ ہر چیز کی ایک بلندی ہے اور قرآن کی بلندی سورہ بقر ہے ا؎ اور ہر چیز کا ایک خلاصہ ہے اور قرآن کا خلاصہ مفصل ہے ۲؎ (دارمی)

(۲۰۷۳) ا؎ یعنی اونٹ کا حسن اونچے کوہان سے ہے مسجد کا حسن اونچے میناروں سے ہے اور قرآن کا حسن سورہ بقرہ سے ہے' کہ اکثر احکام شرعیہ اسی سورۃ میں ہیں' اور آیات جہاد بھی اسی سورۃ میں ہیں' اور جہاد سے اسلام و قرآن سب ہی کی بقاء ہے' نیز یہ سورۃ تمام سورتوں سے بڑی ہے۔ ۲؎ سورہ حجرات سے والناس تک کو مفصل کہتے ہیں' اس کے تین حصے ہیں حجرات سے بروج تک طوال مفصل ہے اور بروج سے لم یکن تک اوساط اور لم یکن سے والناس تک قصار' مرقات نے فرمایا کہ بقیہ قرآن کے مضامین توریت و انجیل کے مضامین کے مشابہ ہیں' مگر مفصل کے مضمون بے مثال ہیں' ایسے ہی مفصل میں اکثر ان مضامین کی تفصیل کر دی گئی ہے' جو بقیہ قرآن میں اجمالاً" مذکور ہوئے' اس لئے اسے خلاصہ قرآن فرمایا گیا۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِكُلِّ شَيْءٍ عَرُوْسٌ وَعَرُوْسُ الْقُرْاٰنِ الرَّحْمٰنُ.

(۲۰۷۴) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ہر چیز کی ایک زینت ہے اور قرآن کی زینت سورہ رحمٰن ہے ا؎

(۲۰۷۴) ا؎ چند وجہ سے سورہ رحمان کو قرآن کی دلہن' زینت' فرمایا گیا اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا ذکر ہے' اور ذات و صفات پر اعتقاد ایمان کی زینت ہے اس سورۃ میں جنت کی حوروں ان کے حسن و جمال' ان کے زیورات کا ذکر ہے' یہ چیزیں جنت کی زینت ہیں' اس سورۃ میں آیت کریمہ فبای الاء ربکما تکذبٰن ستائیس جگہ ارشاد ہوا اس سے سورۃ کی زینت زیادہ ہو

marfat.com

گئی' خیال رہے کہ عربی میں عروس دولہا کو بھی کہتے ہیں اور دلہن کو بھی یہ عرس سے بنا ہے · بمعنی شادی بارات چونکہ دولہا دلہن کو نہایت آراستہ پیراستہ کیا جاتا ہے اس لئے پھر یہ لفظ · بمعنی زینت و زیبائش استعمال ہونے لگا' یہاں اسی مجازی معنے میں ارشاد ہوا ہے' جنت میں رب تعالیٰ سورہ رحمان کی تلاوت فرمائے گا جنتی سنیں گے' اس سننے سے جو لذت و سرور حاصل ہو گا' وہ بیان بلکہ گمان سے وراء' آج اچھے قاری کی تلاوت سن کر لوگ لوٹ پوٹ ہو جاتے ہیں' تو رب تعالیٰ کی تلاوت کیسی ہو گی۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْوَاقِعَةِ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ لَمْ تُصِبْهُ فَاقَةٌ اَبَدًا وَكَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ يَاْمُرُ بَنَاتَهٗ يَقْرَأْنَ بِهَا فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ۔ (رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۲۰۷۵) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو ہر رات سورہ واقعہ پڑھا کرے تو اسے فاقہ کبھی نہ ہو گا ا۔ حضرت ابن مسعود اپنی لڑکیوں کو حکم دیتے تھے کہ ہر رات یہ پڑھا کریں ۲۔ یہ دونوں حدیثیں' بیہقی شعب الایمان میں مروی ہیں۔

(۲۰۷۵) ا۔ بعض شارحین نے اس حدیث کی تاویلیں کی ہیں کہ اسے فاقہ میں بے صبری نہ ہو گی یا اسے توکل نصیب ہو گا یا اسے ولی فاقہ یعنی عبادت سے غفلت نہ ہو گی' مگر حق یہ ہے کہ حدیث ظاہر پر ہے سورہ واقعہ ہر رات پڑھنے والا فقر و فاقہ سے محفوظ رہتا ہے' یہ عمل بہت مجرب ہے' اللہ تعالیٰ نے بعض سورتوں' آیتوں میں دنیاوی فائدے بھی رکھے ہیں تاکہ لوگوں کو تلاوت قرآن کی رغبت ہو مختلف آیتوں میں مختلف دنیاوی تاثیریں بھی رکھی گئی ہیں' (لمعات) ۲۔ تاکہ تلاوت کا ثواب بھی پائیں اور فقر و فاقہ سے محفوظ بھی رہیں معلوم ہوا کہ دنیاوی نفع و اثر کے لئے بھی قرآن پاک پڑھنا جائز ہے' ہاں ناجائز مقاصد کے لئے قرآن کریم پڑھنا یا کوئی عمل کرنا جرم ہے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم قرآنی آیات اور دوسری دعائیں بیماروں پر استعمال فرماتے تھے شفا کے لئے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ هٰذِهِ السُّوْرَةَ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۲۰۷۶) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس سورۃ سے محبت کرتے تھے سبح اسم ربک الاعلیٰ ا۔ احمد

(۲۰۷۶) ا۔ چنانچہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم وتر کی پہلی رکعت میں یہ ہی سورۃ پڑھتے تھے' ویسے بھی اس کی تلاوت زیادہ کرتے تھے اس لئے کہ اس سورۃ میں حضرت ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام اور ان کے صحیفوں کا بھی ذکر ہے' اور مشکلات آسان کرنے کا بھی وعدہ ہے' جیسے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورہ فتح دنیا و ما فیہا سے زیادہ پیاری ہے کہ اس میں فتح مکہ کا وعدہ ہے' مغفرت کی بشارت ہے' مرقات میں اس جگہ فرمایا کہ انسان اپنے اوقات کے تین حصے کرے ایک حصہ میں اپنے نفس کا حساب لے کہ میں نے آج کتنے جرم کئے اور کیوں کئے دوسرے حصہ میں اللہ تعالیٰ کی صنعتوں میں غور کرے' تیسرے حصے میں تلاش معاش کرے اس سورۃ میں یہ تینوں چیزیں صراحۃً "یا اشارۃً" مذکور ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ اَتٰى رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَقْرِئْنِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

(۲۰۷۷) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں ایک شخص نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو ابولا یا

marfat.com

فَقَالَ اِقْرَءْ ثَلٰثًا مِنْ ذَوَاتِ الٓرٰ فَقَالَ كَبُرَتْ سِنِّيْ وَاشْتَدَّ قَلْبِيْ وَغَلُظَ لِسَانِيْ قَالَ فَاقْرَأْ ثَلٰثًا مِنْ حٰمٓ فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهٖ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَقْرِئْنِيْ سُوْرَةً جَامِعَةً فَاَقْرَاَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا زُلْزِلَتْ حَتّٰى فَرَغَ مِنْهَا فَقَالَ الرَّجُلُ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا اَزِيْدُ عَلَيْهِ اَبَدًا ثُمَّ اَدْبَرَ الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْلَحَ الرُّوَيْجِلُ مَرَّتَيْنِ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاؤدَ)

رسول اللہ مجھے قرآن سکھایئے ا۔ فرمایا الر والی تین سورتیں پڑھا کرو ۲۔ عرض کیا میری عمر بہت ہو چکی دل سخت اور زبان موٹی ہو چکی ۳۔ فرمایا تو حم والی تین سورتیں پڑھا کرو ۴۔ تو اس نے پھر وہ ہی عذر کیا پھر وہ بولا یا رسول اللہ مجھے کوئی جامع سورۃ سکھایئے ۵۔ تو اسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سورہ اذا زلزلت پڑھائی حتیٰ کہ اس سے فارغ ہو گئے ۶۔ وہ شخص بولا اس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اس پر کبھی کچھ زیادتی نہ کروں گا ۷۔ اس نے پیٹھ پھیری تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دوبار فرمایا یہ شخص کامیاب بامراد ہو گیا ۸۔ (احمد ' ابو داؤد)

(۲۰۷۷) ا۔ یعنی تلاوت قرآن کی اجازت دیجئے یا قرآنی ورد وظیفے بتایئے جو میں پڑھا کروں' یہ مطلب نہیں کہ مجھے قرآنی الفاظ کے ہجے یا رواں کرنا سکھایئے جیسا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے جواب سے معلوم ہو رہا ہے ۲۔ یعنی جن سورتوں کے اول میں 'الف' 'لام' 'را' ہے ان میں سے تین سورتیں روزانہ پڑھ لیا کرو' بہت فوائد دیکھو گے ۳۔ یعنی یہ سورتیں ہیں لمبی اور بڑھاپے کی وجہ سے میرا دل قابو میں ہے نہ زبان' زیادہ لمبے ورد نہیں پڑھ سکتا بہت زیادہ تلاوت نہیں کر سکتا ہوں ۴۔ یعنی اگر الر والی دراز سورتیں روزانہ نہیں پڑھ سکتے' تو حم والی سورتیں پڑھ لیا کرو کہ یہ ان سے چھوٹی ہیں ۵۔ یعنی ایسی سورۃ بتایئے' جو پڑھنے میں آسان ہو' الفاظ میں مختصر ہو' فوائد میں جامع ہو کہ بڑی بڑی سورتوں کے فضائل و فوائد رکھتی ہو' جامع سے یہ ہی مراد ہے ۶۔ یعنی اس سے یہ سورت سنی اور سن کر اس کے ورد کی اجازت دے دی حضرات صوفیاء دلائل الخیرات شریف وغیرہ وظیفے مریدوں کو سکھاتے ہیں' پھر ان سے سنتے ہیں' پھر ان کی اجازت دیتے ہیں جس سے ان کی تاثیر بہت زیادہ ہو جاتی ہے' اس سننے اور اجازت دینے کی اصل یہ حدیث بھی ہے کہ اس شخص نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے اذا زلزلت کے عمل کی اجازت لی' حضور علیہ السلام نے اسے اجازت مرحمت فرمائی کلام کے اثر کے ساتھ زبان کی تاثیر بھی چاہیے' کارتوس کی طاقت کے ساتھ رائفل کی قوت بھی ضروری ہے ۷۔ یعنی صرف اسی سورت کا وظیفہ کیا کروں گا اگرچہ تلاوت سارے قرآن شریف کی کیا کروں گا یہ مطلب نہیں کہ سوائے اسی سورۃ کے اور کوئی آیت یا سورۃ کبھی نہ پڑھوں گا کہ یہ تو غلط ہے' نماز میں الحمد شریف پڑھنا واجب ہے اور اس کے بعد سورتیں بدل کر پڑھنا بھی ضروری ہے' اس سے معلوم ہوا کہ مرید شیخ کے بتائے ہوئے ورد وظیفے میں نہ تو زیادتی کمی کرے نہ تبدیلی کرے ورنہ اثر نہ ہو گا ۸۔ سورۃ اذا زلزلت فضائل و فوائد کے لحاظ سے بھی جامع ہے' اور احکام' مسائل شریعت و طریقت میں جامع ہے' اس کی ایک آیت میں دونوں جہاں جمع ہیں فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو جامعہ فاذہ فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ہر شخص کے آئندہ کے عمل اور اس کے خاتمہ کو جانتے ہیں' حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہاں اس شخص کے متعلق دو خبریں دیں' ایک یہ کہ اسے اس عمل کے نبھانے کی توفیق ملے گی' دوسرے یہ کہ اس کا انجام بخیر ہو گا' کیونکہ کامیابی انہیں چیزوں پر موقوف ہے۔

marfat.com

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا يَسْتَطِيْعُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّقْرَاَ اَلْفَ اٰيَةٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ قَالُوْا وَمَنْ يَّسْتَطِيْعُ اَنْ يَّقْرَاَ اَلْفَ اٰيَةٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ قَالَ اَمَا يَسْتَطِيْعُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّقْرَاَ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۲۰۷۸) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا تمہارا کوئی یہ نہیں کر سکتا کہ روزانہ ہزار آیتیں پڑھ لیا کرے لوگ بولے روزانہ ہزار آیتیں کون پڑھ سکتا ہے ۱؎ فرمایا کیا کوئی یہ نہیں کر سکتا' الھکم التکاثر پڑھ لیا کرے ۲؎ بیہقی شعب الایمان

(۲۰۷۸) ۱؎ یعنی ایک دو دن تو آدمی تمام کام بند کر کے ایک ہزار آیتیں پڑھ سکتا ہے روزانہ نہیں پڑھ سکتا' ورنہ دوسرے کاموں کے لئے وقت نہ ملے گا ہم لوگ کاروبار بھی کرتے ہیں ۲؎ کہ اس کی تلاوت میں ایک ہزار آیتوں کی تلاوت و عمل کا ثواب ہے' قرآن کریم میں چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ ۶۶۶۶ آیتیں ہیں' کسر کو نکالو تو چھ ہزار آیات رہتی ہیں' اور مقاصد قرآن چھ ہیں جن میں سے ایک ہے آخرت کی پہچان یہ سورہ تکاثر میں موجود ہے' اس لئے یہ سورۃ گویا قرآن کریم کا تقریباً چھٹا حصہ ہے' اس میں غور کرنے سے دنیا سے بے رغبتی ہوتی ہے آخرت میں رغبت' جس سے نفس گناہوں سے متنفر اور نیکیوں میں راغب ہوتا ہے۔

وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ مُرْسَلًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَاَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ عَشْرَ مَرَّاتٍ بُنِيَ لَهٗ بِهَا قَصْرٌ فِي الْجَنَّةِ وَمَنْ قَرَاَ عِشْرِيْنَ مَرَّةً بُنِيَ لَهٗ بِهَا قَصْرَانِ فِي الْجَنَّةِ وَمَنْ قَرَاَ عِشْرِيْنَ مَرَّةً بُنِيَ لَهٗ بِهَا قَصْرَانِ فِي الْجَنَّةِ وَمَنْ قَرَاَهَا ثَلٰثِيْنَ مَرَّةً بُنِيَ لَهٗ بِهَا ثَلٰثَةُ قُصُوْرٍ فِي الْجَنَّةِ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذًا لَّنُكْثِرَنَّ قُصُوْرَنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ اَوْسَعُ مِنْ ذٰلِكَ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

(۲۰۷۹) روایت ہے حضرت سعید ابن مسیب سے ارسالاً وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا جو قل ھو اللہ احد دس بار پڑھے اللہ اس کے لئے جنت میں محل تیار کرے گا اور جو بیس بار پڑھے اللہ اس کی برکت سے جنت میں دو محل بنائے گا اور جو اسے تیس بار پڑھے اللہ اس کی برکت سے جنت میں تین محل تیار کرے گا ۱؎ حضرت عمر ابن الخطاب نے عرض کیا یا رسول اللہ تب تو اللہ کی قسم ہم اپنے محل بہت بنوالیں گے ۲؎ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اس سے بھی زیادہ وسعت والا ہے ۳؎ دارمی

(۲۰۷۹) ۱؎ خلاصہ یہ ہے کہ ہر دس بار پر ایک بے مثل محل کا عطیہ ہے' یہ تکرار اس لئے مذکور ہوئی کہ کوئی شخص یہ نہ خیال کر لے کہ محل کی عطا صرف پہلے دس بار پر تو ہے' بعد میں نہیں' وسعت عطا ظاہر فرمانے کے لئے ارشاد فرمایا کہ جتنے وہاں کے پڑھو گے اتنے ہی محل پاؤ گے ۲؎ یہ عرض معروض تعجب کے طور پر ہے کہ اگر رب کی عطا کا یہ حال ہے تو ہم میں سے ہر شخص خوب تلاوت سورہ اخلاص کیا کرے گا اور خوب محل بنوائے گا ۳؎ یعنی اے عمر تم اس عطاء پر تعجب نہ کرو' رب کی جنت بہت وسیع ہے اور اس کی عطاء بہت زیادہ اگر تمام انسان ایمان لاکر ہزارہا بار روزانہ سورہ اخلاص کی تلاوت کیا کریں تو ہر ایک کو اسی حساب سے جنتی محل عطا فرمائے گا اور اس کے خزانوں میں کچھ بھی کمی نہ ہوگی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم رب تعالٰی کی عطا کے مظہر اتم ہیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض موقعہ پر معمولی خدمت پر جنت بخش دی شعر:-

☆ جھولیاں کھولے ہوئے یونہی نہ دوڑے آتے ☆ ہم کو معلوم ہے دولت تری عادت تیری ☆

وَعَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

(۲۰۸۰) روایت ہے حضرت حسن سے ۱؎ ارسالاً کہ نبی کریم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ فِي لَيْلَةٍ مِائَةَ آيَةٍ لَمْ يُحَاجَّهُ الْقُرْآنُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ وَمَنْ قَرَأَ فِي لَيْلَةٍ مِائَتَيْ آيَةٍ كُتِبَ لَهُ قُنُوتُ لَيْلَةٍ وَمَنْ قَرَأَ فِي لَيْلَةٍ خَمْسَ مِائَةٍ إِلَى الْأَلْفِ أَصْبَحَ وَلَهُ قِنْطَارٌ مِنَ الْأَجْرِ قَالُوا وَمَا الْقِنْطَارُ قَالَ اثْنَا عَشَرَ أَلْفًا۔
(رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایک رات میں سو آیتیں پڑھے تو قرآن شریف اس رات کے متعلق اس سے خصومت نہ کرے گا ۲۔ اور جو رات میں دو سو آیتیں پڑھے تو اس کے لئے تمام رات کی عبادت لکھی جائے گی اور جو رات میں پانچ سو سے ہزار آیتوں تک پڑھے تو اسے صبح ہونے پر ثواب کا ڈھیر ملے گا عرض کیا ڈھیر کتنا فرمایا بارہ ہزار ۳۔ (دارمی)

(۲۰۸۰) ۱۔ محدثین جب حسن مطلق بولتے ہیں' تو حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ مراد ہوتے ہیں جو جلیل القدر تابعی ہیں ۲۔ قیامت میں قرآن شریف کی ایک شکل وصورت ہوگی وہ اپنے عاملوں کی شفاعت اور غافلوں کی شکایت کرے گا قرآن کریم کی دو شکایتیں ہوں گی ایک تو اس کے خلاف عمل کرنے والے کی' دوسرے اس حافظ کی جو قرآن کریم کا دور نہ کرے حتی کہ اسے بھول جائے' یہاں دوسری شکایت کا ذکر ہے یعنی جو حافظ ہر شب سو آیتیں تلاوت کرلیا کرے تو قرآن کریم اس حافظ کی یہ شکایت نہ کرے گا' لہذا حدیث بالکل واضح ہے۔ بلاوجہ کسی تاویل کی ضرورت نہیں' قرآن سے یہ ہی قرآن مراد ہے جو ہم پڑھا کرتے ہیں اور شکایت سے ظاہری شکایت ہی مراد ہے ۳۔ بارہ ہزار درہم یا دینار' یا بارہ ہزار اوقیہ خیرات کرنے کا ثواب ملے گا' اور ایک اوقیہ آسمان وزمین کی وسعت سے زیادہ وسیع' غرضیکہ رب تعالٰی کی عطا ہمارے فہم وسمجھ سے وراء ہے' (مرقات وغیرہ) عربی میں قنطار بہت مال کو کہتے ہیں رب تعالٰی نے فرمایا وان اتیتم احدٰھن قنطارا

بَابٌ
باب آداب تلاوت

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

۱۔ مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں صرف باب ہے یعنی قرآن کریم کے متعلق متفرق مسائل کا باب' اور بعض نسخوں میں باب اداب التلاوۃ ہے' اور بعض نسخوں میں ہے باب اداب التلاوۃ ودرس القرآن (اشعہ)

عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَاهَدُوا الْقُرْآنَ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَهُوَ أَشَدُّ تَفَصِّيًا مِنَ الْإِبِلِ فِي عُقُلِهَا۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۰۸۱) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی نگرانی رکھو ۱۔ اس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ قرآن رسی میں بندھے اونٹ سے زیادہ بھاگ جانے والا ہے ۲۔ مسلم بخاری'

(۲۰۸۱) ۱۔ تعاہد عہد سے بنا۔ بمعنی حفاظت ونگرانی' مضبوط وعدے کو بھی اسی لئے عہد کہتے ہیں کہ اس کی حفاظت کی جاتی ہے' قرآن شریف کی نگرانی کرنے سے مراد ہے اس کا دور کرتے رہنا' اس کی تلاوت کی عادت ڈالنا' خصوصاً حافظ صاحبان کے لئے

marfat.com

ظاہر یہ ہے کہ قرآن سے مراد الفاظ قرآن، معانی قرآن علوم قرآن اور مسائل قرآن سب ہی ہے یعنی حفاظ اپنے حفظ کی، قاری صاحبان تجوید کی، علماء علوم قرآنیہ کی تجدید و تکرار کرتے رہیں، ورنہ بھول جانے کا اندیشہ ہے ۲؎ عقل عین و قاف کے پیش سے ہے عقال کی جمع۔ بمعنی رسی جس سے جانور باندھا جاوے، یہاں فی۔ بمعنی من ہے یعنی جیسے لونٹ کو باندھنے کے باوجود اس سے غافل نہیں ہوتے، اسی طرح قرآن شریف حفظ کرنے کے باوجود اپنی یاد پر اعتماد نہ کرو، یہ بہت جلد بھول جاتا ہے، کیوں نہ ہو کہ کلام الٰہی قدیم اور ہم حادث ہم کو اس سے نسبت ہی کیا ہے، یہ رب تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ ہم اسے سیکھ لیتے ہیں، اور یہ ہمارے ذہنوں میں سما جاتا ہے تو ہماری ذرا سی غفلت اور لاپرواہی سے یہ نعمت ہم سے جاتی رہے گی، پان والے ہمیشہ پان کے ڈھیر کو لوٹتے پلٹتے رہتے ہیں، تو قرآن والے ہمیشہ اس کی لوٹ وپلٹ رکھیں

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِئْسَ مَا لِاَحَدِهِمْ اَنْ يَّقُوْلَ نَسِيْتُ اٰيَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ بَلْ نُسِّيَ وَاسْتَذْكِرُوا الْقُرْاٰنَ فَاِنَّهٗ اَشَدُّ تَفَصِّيًا مِّنْ صُدُوْرِ الرِّجَالِ مِنَ النَّعَمِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَزَادَ مُسْلِمٌ بِعُقُلِهَا)

(۲۰۸۲) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی کا یہ کہنا برا ہے کہ میں فلاں آیت بھول گیا بلکہ وہ بھلا دیا گیا ۱؎ اور قرآن یاد کرتے رہو کیونکہ قرآن لوگوں کے سینوں سے وحشی جانور سے بھی زیادہ بھاگ جانے والا ہے ۲؎ مسلم بخاری، اور مسلم نے یہ زیادہ کیا کہ اپنی رسی سے۔

(۲۰۸۲) ۱؎ یعنی کسی شخص کو قرآن شریف یا کوئی یاد کی ہوئی سورۃ یا آیت یاد نہ رہے، تو یہ نہ کہے کہ میں بھول گیا، کیونکہ اس میں اپنے گناہ کا اعلان ہے، اور قرآن شریف کی بے ادبی، اس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ میں نے قرآن شریف سے لاپرواہی برتی کہ اسے چھوڑ دیا، اسی لئے بھول گیا، یہ عیب کفار کا ہے اتتک ایتنا فنسیتها وکذلک الیوم تنسٰی بلکہ یوں کہے کہ مجھ رب تعالیٰ کی طرف سے بھلا دیا گیا، اس کلام میں اظہار حسرت ہے یعنی ہائے افسوس میں اس نعمت سے محروم کردیا گیا، رب تعالیٰ فرماتا ہے ما ننسخ من ایة اوننسهانات بخیر منها بجائے اعلان گناہ کے اظہار حسرت کرے، کہ اعلان گناہ بھی گناہ ہے اور اظہار حسرت ثواب، خیال رہے کہ یہ حکم استحبابی ہے، لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا رجل اوتی اٰیة فنسیها یا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی کو ایک آیت کی تلاوت کرتے سنا تو فرمایا لقد اذکرنی ایة کنت اسقطتها اس جملہ کی اور کئی شرحیں کی گئی ہیں مگر یہ شرح بہترین ہے ۲؎ یعنی جیسے شکاری جانور کا وطن جنگل ہے، وہ تمہاری قید میں جب تک ہی رہے گا جب تک کہ تم اس کی نگرانی رکھو، یوں ہی قرآن کریم کا وطن عالم بالا ہے وہ تمہارے ذہنوں میں جب تک ہی محفوظ رہے گا جب تک کہ تم اس کی نگہبانی کرتے رہو ورنہ چڑیا اس پنجرے سے اڑ جائے گی، یہ تجربہ بھی ہے کہ بڑے سے بڑا حافظ یا عالم اگر کچھ دن یہ مشغلہ نہ رکھے تو بھول جاتا ہے اسی لئے علامہ شامی نے فرمایا کہ قاضی کو کچھ روز بعد کتب بینی کے لئے چھٹی دی جائے تا کہ علم قرآن شریف بھول نہ جائے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْاٰنِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْاِبِلِ الْمُعَقَّلَةِ اِنْ عَاهَدَ عَلَيْهَا اَمْسَكَهَا وَاِنْ اَطْلَقَهَا ذَهَبَتْ.

(۲۰۸۳) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن والے کی مثال بندھے اونٹ والے کی سی ہے اگر اس کی نگہبانی کرے گا تو اسے روک لے گا اور اگر چھوڑ

marfat.com

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) دے گا۔ تو بھاگ جائے گا۱۔(مسلم بخاری)

(۲۰۸۳) ۱۔ یعنی اونٹ تو مضبوط رسی سے کھونٹے پر رہتا ہے‘ اور قرآن شریف ہمیشہ دور کرنے اور تکرار کرتے رہنے سے ذہن میں ٹھہرتا ہے‘ پھر جیسے اونٹ اگر ٹھہر جائے تو بڑے فائدے پہنچاتا ہے سواری‘ باربرداری‘ گوشت‘ دودھ‘ نسل‘ اون وغیرہ سب ہی دیتا ہے ایسے ہی قرآن اگر ذہن میں ٹھہر جائے تو ایمان‘ عرفان رضائے رحمان وغیرہ سب کچھ اسی سے میسر ہوتے ہیں

وَعَنْ جُنْدَبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْرَءُوا الْقُرْاٰنَ مَا ائْتَلَفَتْ عَلَيْهِ قُلُوْبُكُمْ فَاِذَا اخْتَلَفْتُمْ فَقُوْمُوْا عَنْهُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۰۸۴) روایت ہے حضرت جندب ابن عبداللہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب تک تمہارا دل لگے قرآن پڑھتے رہو۱۔ پھر جب ادھر ادھر ہونے لگو تو اس سے اٹھ جاؤ ۲۔(مسلم بخاری)

(۲۰۸۴) ۱۔ یہ قاعدہ ان خوش نصیب لوگوں کے لئے ہے جن کو قرآن شریف کی تلاوت میں لذت اور حضور قلب میسر ہوتا ہے‘ اور کبھی زیادہ تلاوت کی وجہ سے دل اکتا جاتا ہے وہ دل لگنے تک پڑھتے رہیں مگر وہ شخص جس کا دل تلاوت میں لگتا ہی نہ ہو وہ دل کو مجبور کرکے تلاوت کرے دل نہ لگنے کے عذر سے تلاوت چھوڑ نہ دے پہلے کچھ دن دل پر جبر کرنا پڑے گا پھر انشاء اللہ دل لگنے لگے گا جیسا کہ تجربہ ہے ۲۔ یعنی کچھ دیر کے لئے تلاوت بند کردو حتی کہ وہ حالت جاتی رہے تمام عبادات کا یہی حال ہے کہ دل لگا کر ادا کرو۔

وَعَنْ قَتَادَةَ قَالَ سُئِلَ اَنَسٌ كَيْفَ كَانَتْ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَتْ مَدًّا مَدًّا ثُمَّ قَرَاَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ يَمُدُّ بِبِسْمِ اللّٰهِ وَيَمُدُّ بِالرَّحْمٰنِ وَيَمُدُّ بِالرَّحِيْمِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۲۰۸۵) روایت ہے حضرت قتادہ سے فرماتے ہیں حضرت انس سے پوچھا گیا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کیسی تھی ۱۔ تو فرمایا مد سے تھی کھینچ کر پھر آپ نے پڑھا بسم اللہ الرحمن الرحیم کہ بسم اللہ کو کھینچتے تھے پھر رحمان کو اور رحیم کو کھینچتے تھے ۲۔(بخاری)

(۲۰۸۵) ۱۔ یعنی کیا حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم آہستہ تلاوت فرماتے تھے ٹھہر ٹھہر کر یا جلدی اور تیزی سے‘ تاکہ ہم بھی اسی طرح تلاوت کیا کریں‘ معلوم ہوا کہ تلاوت قرآن کریم میں بھی سنت کا لحاظ رکھے‘ کوشش کرے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح تلاوت کرے کیونکہ طریقہ تلاوت بھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو رب تعالیٰ نے سکھایا ہے‘ رب تعالیٰ فرماتا ہے ان علینا جمعه وقرانه ۲۔ یہاں مد سے مراد اصلی و طبعی مد ہے‘ کہ اگر الف‘ ی‘ واو ساکن کو قدرے کھینچ کر نہ پڑھا جائے تو یہ حروف ادا نہیں ہوتے بلکہ زبر‘ زیر‘ پیش بن جاتے ہیں اسے مد اصلی کہتے ہیں‘ ایک مد فرعی ہوتا ہے۔ جس کے سبب دو ہیں یا تو ان ہی حروف یعنی الف‘ ی‘ و کے بعد ہمزہ آجائے یا حرف ساکن خواہ مشدد ہو یا غیر مشدد‘ تو انہیں کھینچ کر پڑھنا پڑتا ہے جیسے لام‘ میم‘ نون کے الف‘ ی واؤ یا دواب یا ضالین کے آ‘ یا اسرائیل کا الف ہمزہ خواہ ایک ہی کلمہ میں ان حروف کے بعد واقع ہو جیسے السماء السوء جای یا دوسرے کلمہ میں جیسے ماانزل قالوا امنا وغیرہ مد کی پوری تحقیق کتب تجوید میں ملاحظہ فرمایئے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ مَا اَذِنَ لِنَبِيٍّ

(۲۰۸۶) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو جتنا

marfat.com

حَسَنِ الصَّوْتِ بِالْقُرْاٰنِ يَجْهَرُ بِهٖ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

خوش الحانی سے تلاوت قرآن کا حکم دیا اتنا کسی اور چیز کا نہ دیا ا۔ (مسلم بخاری)

(۲۰۸۶) ا۔ ظاہر یہ ہے کہ یہاں نبی سے مراد تمام انبیائے کرام ہیں اور قرآن سے مراد تمام آسمانی کتابیں اور صحیفے ہیں یعنی اللہ تعالٰی نے اپنے نبیوں کو جس قدر تاکیدی حکم اس کا دیا کہ اپنی کتب آسمانی خوش الحانی سے پڑھیں اتنا تاکیدی حکم اور دوسری چیزوں کا نہ دیا اور ممکن ہے کہ نبی سے مراد حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ہوں اور قرآن سے مراد یہ ہی قرآن شریف ہو یعنی اللہ تعالٰی نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو جیسا تاکیدی حکم یہ دیا کہ قرآن کریم خوش الحانی سے تلاوت کریں اتنا تاکیدی حکم دوسرا نہ دیا کیونکہ خوش الحانی قرآن کریم کی زینت ہے جس سے قرآن کا حسن اور بھی بڑھ جاتا ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ مَا اَذِنَ لِنَبِيٍّ يَتَغَنّٰى بِالْقُرْاٰنِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۰۸۷) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ نے کسی چیز کا اتنا حکم نہ دیا جتنا نبی کو خوش الحانی سے قرآن پڑھنے کا حکم دیا ا۔

(۲۰۸۷) ا۔ اس کی شرح ابھی اوپر والی حدیث میں گزر گئی تغنی بالقرآن کے معنے انشاء اللہ ابھی اگلی حدیث میں عرض کئے جائیں گے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۲۰۸۸) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو قرآن خوش الحانی سے نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ا۔ (بخاری)

(۲۰۸۸) ا۔ یتغن یا تو غناء سے بنا ہے ٭ معنی خوش الحانی اور اچھے لہجے سے پڑھایا غنا سے بنا ٭ معنی بے پرواہی بے نیازی یعنی جو شخص قرآن شریف خوش الحانی سے نہ پڑھے وہ ہمارے طریقہ سے خارج ہے معلوم ہوا کہ بری آواز والا بھی بقدر طاقت عمدگی سے قرآن شریف پڑھے کہ خوش آواز ہی قرآن کریم کا زیور ہے جس سے تلاوت میں کشش پیدا ہوتی ہے لوگوں کے دل مائل ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ تبلیغ کا ذریعہ ہے یا جسے اللہ قرآن کا علم دے اور وہ لوگوں سے بے نیاز نہ ہو جائے بلکہ اپنے کو ان کا محتاج سمجھے وہ ہمارے طریقہ یا ہماری جماعت سے خارج ہے عالم صرف اللہ رسول کا محتاج ہے اور باقی مخلوق عالم دین کی حاجت مند ہے' اس لئے معلوم ہوا کہ قرآن پڑھ کر بھیک مانگنا یا علماء کا مالداروں کے دروازوں پر ذلت سے جانا ممنوع ہے' اللہ تعالٰی علمائے دین کو کفایت بھی دے قناعت بھی (از لمعات)

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ اِقْرَأْ عَلَيَّ قُلْتُ اَقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ اُنْزِلَ قَالَ اِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَهٗ مِنْ غَيْرِيْ فَقَرَأْتُ سُوْرَةَ النِّسَآءِ حَتّٰى اَتَيْتُ اِلٰى هٰذِهِ الْاٰيَةِ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ

(۲۰۸۹) روایت ہے حضرت عبد اللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جبکہ آپ منبر پر تھے میرے سامنے تلاوت کرو ا۔ میں نے عرض کیا کہ میں آپ کے سامنے کیا پڑھوں آپ پر ہی تو قرآن اترا ہے ۲۔ فرمایا میں چاہتا ہوں کہ دوسرے سے سنوں ۳۔ میں نے سورہ نساء پڑھی حتی کہ میں اس

marfat.com

أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيدًا قَالَ حَسْبُكَ الْآنَ فَالْتَفَتُّ إِلَيْهِ فَإِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

آیت پر پہنچ گیا کہ کیا ہوگا جب ہم ہر امت سے گواہ لائیں گے اور آپ کو ان سب پر گواہ بنائیں گے ۴۔ فرمایا اب بس کرو میں نے آپ کو دیکھا تو آپ کی آنکھیں اشک بار تھیں ۵۔ (مسلم بخاری)

(۲۰۸۹) ا۔ یعنی تم قرآن پڑھو میں سنو شعر:۔

☆ خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں ☆ گفتہ آید در حدیث دیگراں ☆

معلوم ہوا کہ قرآن شریف پڑھنا' پڑھوانا' سننا' سنانا سب عبادت اور سنت رسول ہے' حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ پڑھوانا نہ تو تعلیم کے لئے تھا نہ اصلاح کے لئے بلکہ صرف سننے کے لئے تھا ۲۔ یعنی حضور آپ کو تو حضرت جبریل قرآن سناتے ہیں تو میری کیا حقیقت ہے' یا قرآن کریم حکمت ہے حضور حکیم ہیں' جنہیں اللہ عزیز حکیم نے سکھایا' حکمت حکیم کے منہ سے سجتی ہے' میرا حضور کے سامنے پڑھنے کا حوصلہ نہیں پڑتا ۳۔ کیونکہ قرآن پڑھنا بھی عبادت ہے اور دوسرے سے پڑھوا کر سننا بھی پہلی عبادت تو ہم کرتے رہتے ہیں' آج چاہتے ہیں کہ دوسری عبادت بھی ادا کریں' عرب شریف میں اب بھی دستور ہے کہ جہاں چند احباب جمع ہوتے ہیں تو وہاں ایک دوسرے سے قرآن شریف سنتے ہیں' یہ اس حدیث پر عمل ہے۔ ۴۔ یعنی اے محبوب قیامت کے دن ان کفار کا کیا بنے گا۔ جب کہ ان کے انبیاء ان کے خلاف گواہی دیں گے اور اے محبوب تم ان تمام انبیاء کی تائیدی گواہی دو گے کہ مولیٰ یہ سارے انبیاء سچے ہیں ان کی قوموں نے واقعی بہت سرکشی کی تھی اپنے نبیوں کی بات نہ مانی تھی' اس آیت کریمہ کی نفیس تفسیر ہماری کتاب شان حبیب الرحمان اور تفسیر نعیمی میں ملاحظہ کرو۔ ۵۔ یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی یا تو ہیبت الٰہی سے قیامت کے اس مقدمہ کے تصور سے یا اپنی امت پر رحمت کی وجہ سے' مرقات نے فرمایا کہ اس آیت پر بعض لوگ بے ہوش ہو گئے اور بعض حضرات مر بھی گئے' معلوم ہوا کہ قرآن شریف پڑھ کر یا سن کر رونا سنت ہے بشرطیکہ بناوٹ سے نہ ہو' بیہقی شریف میں ہے کہ قرآن کریم غم و رنج لئے ہوئے آیا ہے' اس لئے تم اس کی تلاوت پر روؤ (مرقاۃ)

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ قَالَ آللّٰهُ سَمَّانِي لَكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَقَدْ ذُكِرْتُ عِنْدَ رَبِّ الْعٰلَمِينَ قَالَ نَعَمْ فَذَرَفَتْ عَيْنَاهُ وَفِي رِوَايَةٍ إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا قَالَ وَسَمَّانِي قَالَ نَعَمْ فَبَكٰى (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۰۹۰) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابی ابن کعب سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہارے سامنے قرآن پڑھوں ا۔ عرض کیا کہ اللہ نے میرا نام لیا فرمایا ہاں عرض کیا کیا رب العلمین کی بارگاہ میں میرا ذکر ہوا ۲۔ فرمایا ہاں تو آپ کی آنکھوں سے اشک رواں ہو گئے ۳۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ مجھے اللہ نے حکم دیا کہ تم پر لم یکن الذین کفروا تلاوت کروں عرض کیا کیا رب تعالیٰ نے میرا نام لیا فرمایا ہاں ۴۔ (مسلم بخاری)

(۲۰۹۰) ا۔ اس طرح کہ قرآن کریم کی بعض آیتیں یا سورتیں خصوصیت سے تم کو سناؤں اگرچہ عموماً ہر مسلمان کو سنانا احکام بتانا

marfat.com

ہمارا تبلیغی فریضہ ہے' معلوم ہوا کہ کسی خاص شخص کو قرآن پاک سنانا بھی سنت ہے ۲۔ یہ سوال تعجب کے لئے ہے کہ کیا مجھ جیسے عاجز مسلمان کا نام بھی رب تعالیٰ نے آپ کے سامنے عزت کے ساتھ لیا' کیا میں ایسا خوش نصیب انسان ہوں سوال کے بہت مقصد ہوتے ہیں ایک تعجب بھی ہے ۳۔ یہ رونا انتہائی خوشی کا تھا اور اس اندیشہ کی بناپر تھا کہ میں عاجز انسان اتنی بڑی نعمت کا شکریہ کس طرح ادا کر سکوں گا حضرت ابی ابن کعب نے قرآن سیکھنے میں بڑی محنت کی تھی حتی کہ آپ تمام صحابہ میں بڑے پائے کے قاری تھے اسی بناء پر رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محبوب چونکہ دنیا ان سے قرات سیکھے گی لہٰذا آپ خصوصیت سے انہیں قرات سنائیں آپ میرے شاگرد اعلیٰ ہیں یہ آپ کے شاگرد رشید ہوں ۴۔ خصوصیت سے یہ سورۃ تلاوت فرمانے کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ حضرت ابی ابن کعب علمائے یہود سے تھے اور اس سورۃ میں علمائے اہل کتاب کا ذکر ہے اس کے سننے سے ان کا ایمان اور بھی قوی ہو گا' اس حدیث سے حضرت ابی ابن کعب کی عظمت کا پتہ لگا یہ بھی معلوم ہوا کہ افضل مفضول کو مفضول افضل کو قرآن کریم سکھائے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّسَافَرَ بِالْقُرْاٰنِ اِلٰى اَرْضِ الْعَدُوِّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِىْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ لَا تُسَافِرُوْا بِالْقُرْاٰنِ فَاِنِّىْ لَا اٰمَنُ اَنْ يَّنَالَهُ الْعَدُوُّ۔

(۲۰۹۱) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دشمن کی زمین میں قرآن کے ساتھ سفر کرنے سے منع فرمایا ا۔ (مسلم بخاری اور مسلم کی روایت میں یوں ہے کہ قرآن لے کر سفر نہ کرو کہ مجھے اطمینان نہیں کہ اسے دشمن لے لے ۲۔

(۲۰۹۱) ا۔ ظاہر یہ ہے کہ قرآن شریف سے مراد یہ ہی لکھا ہوا قرآن مجید ہے' اور دشمن سے مراد کفار حربی ہیں اور جانے سے مراد وہ جانا ہے جس میں کفار سے قرآن کریم کی بے حرمتی کا اندیشہ قوی ہو لہٰذا اگر لشکر اسلام قرآن شریف لے کر دار الحرب میں جائے یا اکیلا مسلمان کفار کی امن لے کر وہاں جائے یا جو مسلمان کفار کی رعایا بن کر ان کے ملک میں رہتے ہوں اور ان کے پاس قرآن شریف ہو تو کوئی مضائقہ نہیں کہ ان صورتوں میں قرآن کی بے حرمتی کا قوی اندیشہ نہیں' لہٰذا اب قرآن کریم کے پارسل کفار کے ملک میں بھیجنے یا خود کفار کے ہاتھ قرآن پاک فروخت کرنا یا کفار کے خط میں قرآنی آیت لکھنا یا انہیں قرآن سنانا سب کچھ جائز ہے کہ یہ تبلیغ ہے' بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں قرآن سے مراد حافظ قران ہیں یا وہ صحیفے جن میں زمانہ صحابہ میں قرآنی آیات لکھی ہوئی تھیں۔ مقصد یہ ہے کہ آج کل حافظ قراء اکیلے دشمن کے ملک میں نہ جائیں کہ اگر یہ شہید کردیئے گئے تو قرآن مجید ضائع ہو جائے گا یا یہ صحیفے لے کر دشمن کے ملک میں اکیلے نہ جاؤ کہ اگر یہ برباد ہو گئے تو قرآن کریم کا بہت حصہ جاتے رہنے کا اندیشہ ہے' لمعات و مرقات نے فرمایا کہ اس میں غیبی خبر ہے' کہ آئندہ قرآن کریم کتابی شکل میں جمع ہو گا کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن کریم کتابی شکل میں نہ تھا۔ ۲۔ اور لیکر اس کی توہین کرے یا تم کو واپس نہ دے یا اسے پھاڑ دے یا جلا دے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِىْ — دوسری فصل

عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِىِّ قَالَ جَلَسْتُ فِىْ عِصَابَةٍ

(۲۰۹۲) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں کہ

marfat.com

مِنْ ضُعَفَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ وَاِنَّ بَعْضَهُمْ لَيَسْتَتِرُ بِبَعْضٍ مِنَ الْعُرْيِ وَقَارِئٌ يَقْرَأُ عَلَيْنَا اِذْ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عَلَيْنَا فَلَمَّا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَكَتَ الْقَارِئُ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مَا كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ قُلْنَا كُنَّا نَسْتَمِعُ اِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ مِنْ اُمَّتِيْ مَنْ اُمِرْتُ اَنْ اَصْبِرَ نَفْسِيْ مَعَهُمْ قَالَ فَجَلَسَ وَسْطَنَا لِيَعْدِلَ بِنَفْسِهٖ فِيْنَا ثُمَّ قَالَ بِيَدِهٖ هٰكَذَا فَتَحَلَّقُوْا وَبَرَزَتْ وُجُوْهُهُمْ فَقَالَ اَبْشِرُوْا يَا مَعْشَرَ صَعَالِيْكِ الْمُهَاجِرِيْنَ بِالنُّوْرِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ اَغْنِيَاءِ النَّاسِ بِنِصْفِ يَوْمٍ وَّذٰلِكَ خَمْسُ مِائَةِ سَنَةٍ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

میں کمزور مہاجروں کی جماعت میں بیٹھا تھا۱۔ وہ حضرات برہنگی کے باعث بعض بعض کی آڑ لیتے تھے ۲۔ ایک قاری ہم پر تلاوت کر رہے تھے ۳۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہم کھڑے ہو گئے جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف فرمائے ہوئے تو قاری خاموش ہو گئے حضور نے سلام کیا۴۔ پھر حضور نے فرمایا تم کیا کر رہے تھے ۵۔ ہم نے عرض کیا ہم اللہ کی کتاب بغور سن رہے تھے ۶۔ فرمایا شکر ہے اس خدا کا جس نے میری امت میں وہ لوگ پیدا کیے جن کے ساتھ رہنے کا مجھے حکم دیا گیا پھر ہمارے درمیان ۷۔ تشریف فرما ہو گئے تا کہ اپنے کو ہمارے برابر رکھیں ۸۔ پھر ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ یوں ہو جاؤ لوگ حلقہ بن گئے کہ سب کے چہرے حضور کے سامنے ہو گئے ۹۔ فرمایا اے فقراء مہاجرین کی جماعت تمہیں قیامت کے دن کے مکمل نور کی بشارت ہو ۱۰۔ تم جنت میں مالداروں سے آدھا دن پہلے جاؤ گے یہ آدھا دن پانچ سو سال ہیں ۱۱۔ (ابوداؤد)

(۲۰۹۴) ا۔ یعنی صفہ والے صحابہ کے ساتھ جو تقریباً ستر تھے جنہوں نے اپنے کو علم دین سیکھنے کے لئے وقف کردیا تھا۲۔ یعنی ان کی غریبی و افلاس کا یہ حال تھا کہ بعض کے جسم پر بقدر تن پوشی بھی پورا کپڑا نہ تھا تو وہ دوسرے کی آڑ میں بیٹھا تھا کہ کچھ ستر پوشی ہو جائے اللہ اکبر شعر؎

☆ یہ وہ تھے جن سے حق کا بول بالا ہونے والا تھا ☆ یہ وہ تھے جن سے دنیا میں اجالا ہونے والا تھا ☆

۳۔ یعنی اس جماعت میں ایک قاری تلاوت قرآن کر رہے تھے باقی تمام سن رہے تھے سب یک دم نہ پڑھتے تھے کہ یہ ممنوع ہے ۴۔ یعنی جب قاری خاموش ہو گیا' تب آپ نے سلام کیا' اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے' ایک یہ کہ کسی دینی بزرگ کی تشریف آوری پر تلاوت بند کر دینا' ان کے احترام کے لئے خاموش ہو جانا بالکل جائز بلکہ سنت صحابہ ہے' بلکہ قرآن مجید بند کر کے اس کی تعظیم کو کھڑا ہو جانا بھی درست ہے صحابہ کرام نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا ادب عین نماز میں کیا ہے کہ حضرت صدیق اکبر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر مصلے امامت سے پیچھے ہٹ کر مقتدی بن گئے' دوسرے یہ کہ آنے والا بحالت تلاوت سلام یا کلام نہ کرے جب تلاوت بند ہو جائے تب سلام کرے' تیسرے یہ کہ اگر آتے وقت سلام کا موقعہ نہ ہو تو بعد بھی آمد کا سلام کرنا جائز ہے ۵۔ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ سوال اگلی خوشخبری کی تمہید ہے' ورنہ سرکار نے ان کی تلاوت سن لی تھی اور ان کی حالت دیکھ لی تھی' جیسے رب تعالٰی نے موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام سے پوچھا کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے ۶۔ برکت اور لذت ایمانی کے لئے تلاوت قرآن بہترین مشغلہ ہے' اللہ نصیب کرے' اس سے انسان دنیا کے سارے غم بھول جاتا ہے یہ ہی تاثیر

marfat.com

حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک پڑھنے لکھنے اس کی شرح کرنے میں ہے فقیر کا تجربہ ہے ۷۔ یعنی میری امت و صحابہ میں ایسے فقراء و مساکین پیدا کیے جو رب تعالیٰ پر متوکل قرآن کے حامل ہیں اور مجھے حکم دیا کہ محبوب تم ان ہی غریبوں میں رہو کہ واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغدوۃ والعشی الایہ خیال رہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اب بھی ان ہی مساکین کے سینوں میں رہتے ہیں اگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈنا ہے تو ان سینوں میں تلاش کرو ان کے سینے رحمت کے گنجینے ہیں مدینے ہیں ۸۔ یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اس مجلس میں ہم میں اس طرح بیٹھ گئے کہ ہم سب قرب میں یکساں ہو گئے نہ اونچی نشست پر جلوہ فرما ہوئے نہ ہم سے علیحدہ ہم فقراء کے زمرہ میں ہم مساکین کے حلقہ میں ایسے بیٹھ گئے جیسے تاروں کے درمیان چاند قربان اس حلقہ پر یہ حلقہ ملائکہ سے افضل تھا ۹۔ تاکہ سب پر حضور کی نظر رحمت یکساں پڑے یہ رب تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل تھا ولا تعد عیناک عنھم شعر:۔

جو ہم واں ہوتے خاک گلشن لیٹ کے قدموں سے لیتے اترن ☆ مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

عام مجلسوں میں حلقہ بنانا افضل ہے، نماز و جہاد میں صف بنانا بہتر ۱۰۔ معلوم ہوا کہ قیامت کے دن فقراء مسلمین کا نور مسلمان مالداروں سے زیادہ ہو گا کیونکہ صبر کا نور شکر کے نور سے قوی تر ہے، جیسے چاند کے نور سے سورج کا نور قوی ہے ۱۱۔ یعنی قیامت کا دن ایک ہزار سال کا اس کا آدھا پانچ سو سال ہو گا مالداروں کو حساب دینے میں دیر لگے گی، مگر ان فقراء سے وہ لوگ مراد ہیں جو صابر متقی ہوں، اسی وجہ سے ارشاد ہے کہ فقیر صابر، غنی شاکر سے افضل ہے، یہ گفتگو ایک درجہ کے فقراء و اغنیاء میں ہے، ورنہ غیر صحابی فقیر صحابی کے قدم کی خاک کو نہیں پہنچ سکتا، یوں ہی خلفائے راشدین تک ان کے ماتحت حضرات نہیں پہنچ سکتے لہذا عثمان و زبیر ابن عوام وغیرہم بہت اونچی شان والے ہیں کہ یہ حضرات بے حساب جنتی ہیں نہ ان کا حساب ہو گا نہ انہیں دیر لگے گی۔ خیال رہے کہ قیامت کا دن ہے تو ایک ہزار سال کا، مگر کفار کو پچاس ہزار سال کا محسوس ہو گا اور بعض خاص مومنین کو چار رکعت نماز کی بقدر۔

وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِكُمْ ۱ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِىُّ)

(۲۰۹۳) روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کو اپنی آوازوں سے زینت دو ۱(احمد، ابن ماجہ، دارمی) ۲۔

(۲۰۹۳) ۱۔ یعنی خوش الحانی اور بہترین لہجے غمگین آواز سے تلاوت کرو اور ہر حرف کو اس کے مخرج سے صحیح ادا کرو مگر گا کر تلاوت کرنا جس سے مد شد میں فرق آجائے حرام ہے ۲۔ اسے نسائی، ابن حبان حاکم نے بھی روایت کیا، ان میں یہ بھی ہے کہ اچھی آواز قرآن کا زیور ہے۔ حکایت:۔ ایک بار حضرت عبداللہ ابن مسعود کسی مجلس پر گزرے جہاں ایک گویا بہت اچھی آواز سے گا رہا تھا آپ نے فرمایا کاش یہ آواز قرآن شریف پر استعمال ہوتی یہ خبر گویے کو پہنچی اس نے سچی توبہ کی اور حضرت ابن مسعود کے ساتھ رہنے لگا حتی کہ قرآن کریم کا عالم و قاری ہو گیا (مرقات)

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنِ امْرِئٍ يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ ثُمَّ

(۲۰۹۴) روایت ہے حضرت سعد ابن عبادہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا کوئی نہیں جو قرآن پڑھ کر بھلا

marfat.com

يَنْسَاهُ اِلَّا لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَجْذَمَ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالدَّارِمِيُّ)

دے مگر وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے کوڑھی ہو کر ملے گا۱۔ (ابوداؤد' دارمی)

(۲۰۹۴) ۱۔ اس حدیث کی بہت شرحیں کی گئیں جن میں قوی تر یہ ہے کہ جو شخص قرآن شریف پورا یا اس کی کوئی سورۃ حفظ کرے' پھر اس کا دور چھوڑ دے' جس سے وہ بھول جائے' تو یہ شخص قیامت میں کوڑھی اٹھے گا' اس کی کوڑھ اس کے اس جرم کی علامت ہوگی' جس سے سب لوگ پہچان لیں گے' بعض نے فرمایا کہ اجذم سے مراد دانت گرا ہوا ہے' بعض کا خیال ہے کہ اجذم سے مراد مقطوع الدلیل ہے جو رب تعالیٰ کے سامنے بول نہ سکے وغیرہ مگر پہلی تفسیر اعلیٰ ہے۔

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَفْقَهْ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فِيْ اَقَلَّ مِنْ ثَلٰثٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالدَّارِمِيُّ

(۲۰۹۵) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تین دن سے کم میں قرآن کریم ختم کرے وہ سمجھے گا نہیں۱۔ (ترمذی' ابوداؤد' دارمی)

(۲۰۹۵) ۱۔ یعنی جو شخص ہمیشہ تین دن سے کم میں ختم قرآن کیا کرے' وہ جلدی تلاوت کی وجہ سے نہ تو الفاظ قرآن صحیح طور پر سمجھ سکے گا' اور نہ اس کے ظاہری معنے میں غور کر سکے گا' خیال رہے کہ یہ حکم عام مسلمانوں کے لئے ہے کہ وہ اگر بہت جلدی تلاوت کریں' تو زبان لپٹ جاتی ہے حرف صحیح ادا نہیں ہوتے خواص کا حکم اور ہے خود حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم تہجد کی ایک ایک رکعت میں پانچ پانچ چھ چھ پارے پڑھ لیتے تھے' حضرت عثمان غنی نے ایک رات میں ختم قرآن کیا ہے' داؤد علیہ السلام چند منٹ میں زبور ختم کر لیتے تھے' حضرت علی گھوڑا کسنے سے پہلے ختم قرآن کر لیتے تھے' مرقات نے' فرمایا کہ شیخ موسیٰ سدوانی شیخ ابومدین کے اصحاب میں سے تھے ایک دن و رات میں ستر ہزار ختم کر لیتے تھے ایک دفعہ انہوں نے کعبہ معظمہ میں سنگ اسود چوم کر دروازہ کعبہ پر پہنچ کر ختم قرآن فرمالیا اور لوگوں نے ایک ایک حرف سنا' ارواح ثلثہ میں مولوی اشرف علی صاحب نے اس کی تصدیق کی کہ مولوی محمد اسماعیل خاں دہلوی نے ایک بار نماز عصر کے بعد سے نماز مغرب تک پورا قرآن ختم کیا کہ ہر حرف الگ الگ سنا گیا' لہٰذا اس حدیث کی بنا پر نہ تو مروجہ شبینوں کو حرام کہا جا سکتا ہے اور نہ امام اعظم ابوحنیفہ اور ان صحابہ کرام پر اعتراض کیا جا سکتا ہے جو ایک دن و رات میں پورا ختم کر لیتے تھے کہ یہ حکم عوام مسلمانوں کے لئے ہے جو اس قدر جلد قرآن شریف پڑھنے میں درست نہ پڑھ سکیں' ختم قران میں عام بزرگوں کے طریقے مختلف رہے ہیں' بعض ایک ماہ میں ایک ختم کرتے تھے بعض ایک ہفتہ میں ایک ختم فمی بشوق کی منزلوں کے لحاظ سے پہلی منزل سورہ فاتحہ پر شروع ہوتی تھی' دوسری مائدہ پر تیسری یونس پر چوتھی بنی اسرائیل پر پانچویں شعراء پر چھٹی والصّٰفّٰت پر' ساتویں سورۃ ق پر بعض حضرات تین دن میں۔

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْجَاهِرُ بِالْقُرْاٰنِ كَالْجَاهِرِ بِالصَّدَقَةِ وَالْمُسِرُّ بِالْقُرْاٰنِ كَالْمُسِرِّ بِالصَّدَقَةِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ) (وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ)

(۲۰۹۶) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے علانیہ قران پڑھنے والا علانیہ صدقہ دینے والے کی طرح ہے اور آہستہ قرآن پڑھنے والا خفیہ صدقہ دینے والے کی طرح ہے۱۔ (ترمذی' ابوداؤد' نسائی) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن بھی ہے غریب بھی۔

marfat.com

(۲۰۹۶) ا۔ یعنی دونوں طرح تلاوت جائز اور باعث ثواب ہے' جیسے دونوں طرح کا صدقہ خفیہ و علانیہ باعث ثواب ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے ان تبدوا الصدقت فنعما ھی مگر بعض حالات میں بلند تلاوت افضل ہے کہ اس سے دل بیدار ہوتا ہے' دوسروں کو تلاوت کا شوق پیدا ہوتا ہے' نیند بھاگتی ہے شیطان دفع ہوتا ہے رحمان راضی ہوتا ہے' اور بعض حالات میں آہستہ تلاوت افضل ہے جبکہ تلاوت میں ریا کا اندیشہ ہو' یا کسی نمازی وغیرہ کو تکلیف ہو (مرقات و شامی) یہ اختلاف احکام ان تلاوتوں میں ہے جن میں جہر یا اخفاء واجب نہ ہو' ورنہ نماز ظہر و عصر میں اخفاء اور فجر وغیرہ میں جہر واجب ہے (لمعات و اشعہ)

وَعَنْ صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اٰمَنَ بِالْقُرْاٰنِ مَنِ اسْتَحَلَّ مَحَارِمَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِالْقَوِيِّ۔

(۲۰۹۷) روایت ہے حضرت صہیب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ شخص قرآن پر ایمان ہی نہ لایا جو اس کے محرمات کو حلال جانے ا۔ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا اس حدیث کی اسناد قوی نہیں ۲۔

(۲۰۹۷) ا۔ یعنی تلاوت قرآن جب مفید ہے' جب کہ اس کے احکام پر ایمان ہو ایمان کے بغیر نہ تلاوت مفید ہے نہ قرآن ساتھ رکھنا' اگرچہ سارے ہی محرمات کو حرام ماننا ضروری ہے' مگر چونکہ قرآن کریم بہت عظمت والا ہے' اس لئے خصوصیت سے اسی کا ہی ذکر فرمایا حلال و حرام پر ایمان نہ لانے والا کافر ہے پھر تلاوت کا ثواب کیسے پائے' غذا' دوا' زندہ کو مفید ہے نہ کہ مردے کو ۲۔ اگرچہ حدیث بعض راویوں کی وجہ سے قوی نہ ہو' مگر قرآن مجید اس کی تائید فرمارہا ہے' فرمایا ہے' الذین ضل سعیھم فی الحیوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا

وَعَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ يَعْلَى بْنِ مَمْلَكٍ اَنَّهٗ سَاَلَ اُمَّ سَلَمَةَ عَنْ قِرَاءَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا هِيَ تَنْعَتُ قِرَاءَةً مُفَسَّرَةً حَرْفًا حَرْفًا۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِيُّ)

(۲۰۹۸) ا۔ روایت ہے حضرت لیث ابن سعد سے وہ ابو ملیکہ سے وہ یعلیٰ ابن مملک سے راوی ا۔ کہ انہوں نے حضرت ام سلمہ سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قرات قرآن کی متعلق پوچھا تو آپ حضور کی قراۃ اس طرح بتانے لگیں کہ ایک ایک حرف الگ الگ ۲۔ (ترمذی' ابوداؤد' نسائی)

(۲۰۹۸) ا۔ لیث ابن سعد مشہور تابعی فقیہ ہیں' مصر کے امام ہیں' اور ابن ابی ملیکہ تابعی ہیں مکہ معظمہ کے قاضی تھے حضرت ابن زبیر کی طرف سے' آپ نے تیس صحابہ سے ملاقات کی ہے' یعلی ابن مملک بھی تابعین میں سے ہیں' ۲۔ یعنی حضرت ام سلمہ نے خود قرات کرکے سنائی تو اس قرات شریف میں دو خوبیاں تھیں ایک تو نہایت ترتیل کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر تھی' دوسرے ہر حرف اپنے مخرج سے صحیح ادا ہوتا تھا معلوم ہوا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بڑی قاریہ تھیں' ورنہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی قراۃ کی نقل نہ کرسکتیں' حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ مجھے ترتیل سے ایک سورۃ تلاوت کرنا بغیر ترتیل کے سارا قرآن پڑھنے سے زیادہ پسند ہے' زیادہ حسن اچھا ہے' ایک موتی' ہزار ہا روپیہ سے بہتر ہوتا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

(۲۰۹۹) روایت ہے حضرت ابن جریج سے وہ ابن ابو ملیکہ سے وہ حضرت ام سلمہ سے راوی فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ

marfat.com

وَسَلَّمَ يُقَطِّعُ قِرَاءَتَهُ يَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ثُمَّ يَقِفُ ثُمَّ يَقُوْلُ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ثُمَّ يَقِفُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ لَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِمُتَّصِلٍ لِاَنَّ اللَّيْثَ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ يَعْلَى بْنِ مَمْلَكٍ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ وَحَدِيْثُ اللَّيْثِ اَصَحُّ۔

وسلم ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرتے تھے ۱؎ اس طرح کہ پڑھتے الحمد للہ رب العلمین پھر ٹھہر جاتے پھر پڑھتے الرحمٰن الرحیم پھر ٹھہر جاتے ۲؎ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا اس حدیث کی اسناد مسلسل نہیں کیونکہ یہ حدیث لیث نے ابن ابی ملیکہ سے انہوں نے یعلیٰ ابن مملک سے انہوں نے ام سلمہ سے روایت کی لیث کی حدیث زیادہ صحیح ہے ۳؎

(۲۰۹۹) ۱؎ یعنی ہر آیت پر ٹھہر کر سانس توڑ دیتے تھے، پھر دوسری آیت تلاوت فرماتے تھے، سکتہ اور وقف میں یہ ہی فرق ہے، کہ وقف میں سانس توڑ دی جاتی ہے، پھر ٹھہرا جاتا ہے مگر سکتہ میں ٹھہرتے تو ہیں سانس نہیں توڑتے ۲؎ قراء کہتے ہیں کہ وقف تین قسم کا ہے۔ وقف حسن وقف کافی، وقف تام، الرحمٰن الرحیم پر وقف کافی ہے وقف حسن نہیں، بہتر یہ ہے کہ ملک یوم الدین پر وقف کرے اسی طرح رب العلمین پر وقف تام تو ہے حسن نہیں، وقف حسن یہ ہے کہ الحمد سے شروع کرکے یوم الدین پر ٹھہرے، ہمارے ہاں لوگ رب العلمین پر وقف کو سخت برا جانتے ہیں یہ بھی درست نہیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے ہاں یہ کہو کہ بہتر نہیں ۳؎ کیونکہ ابن ابی ملیکہ نے حضرت ام سلمہ سے ملاقات نہیں کی، لہذا درمیان میں کوئی راوی چھوٹ گئے حدیث منقطع ہے، ۴؎ خلاصہ یہ ہے کہ ابن ابی ملیکہ سے لیث ابن سعد نے بھی روایت کی ہے اور جریج نے بھی، مگر لیث ابن سعد کی روایت صحیح تر ہے کہ اس میں کوئی راوی چھوٹا نہیں، ام سلمہ سے پہلے یعلی ابن مملک کا ذکر ہے اور جریج کی روایت میں راوی چھوٹ گیا ہے، یہ منقطع ہے، لیث ابن سعد بہت ثقہ تھے، انہوں نے ابن ابی ملیکہ، عطاء زہری سے روایات لیں، اور ان سے بہت محدثین نے، انہیں بیس ہزار دینار کی سالانہ آمدنی تھی، مگر ان پر کبھی زکوٰۃ واجب نہ ہوئی، نیز اس حدیث کا متن بلاغت ولہجہ کے بھی خلاف ہے کہ الرحمٰن الرحیم پر وقف بہتر نہیں (مرقات وغیرہ)

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَفِيْنَا الْاَعْرَابِيُّ وَالْعَجَمِيُّ فَقَالَ اقْرَءُوْا فَكُلٌّ حَسَنٌ وَسَيَجِيْءُ اَقْوَامٌ يُقِيْمُوْنَهٗ كَمَا يُقَامُ الْقِدْحُ يَتَعَجَّلُوْنَهٗ وَلَا يَتَاَجَّلُوْنَهٗ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۲۱۰۰) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم پر تشریف لائے جب ہم قرآن پڑھ رہے تھے عربی اور عجمی سب ہی تھے ۱؎ فرمایا پڑھے جاؤ سب ٹھیک ہو ۲؎ کچھ قومیں ایسی ہونگی جو تلاوت کو ایسے درست کریں گی جیسے تیر سیدھا کیا جاتا ہے ۳؎ دنیا میں اجرت لیں گے آخرت کے لئے نہ رکھیں گے ۴؎ (ابوداؤد، بیہقی، شعب الایمان)

(۲۱۰۰) ۱؎ یعنی اس مجلس میں شہری صحابہ بھی تھے اور دیہات کے باشندے بھی عربی واعرابی میں یہ ہی فرق ہے کہ عربی عام ہے

marfat.com

اعرابی خاص اہل دیہات اور عربی بھی تھے بیرون عرب کے بھی کہ بلال حبشہ کے تھے، سلمان فارس کے صہیب روم کے رضی اللہ عنہم غرض کہ شعر:۔

☆ لگایا تھا مالی نے اک باغ ایسا ☆ نہ تھا جس میں چھوٹا بڑا کوئی پودا ☆

۲۔ یعنی قرآن شریف عجمی، عربی، شہری، بدوی سب کے لئے آیا ہے، سب ہی تلاوت کیا کرو عجمی یہ خیال نہ کریں کہ چونکہ ہمارا لہجہ عرب کا سا نہیں ہو سکتا لہذا ہم تلاوت ہی چھوڑ دیں، جو لہجہ بن پڑے اس میں پڑھو، ہاں صحیح پڑھو لہجے کا اعتبار نہیں صحت کا اعتبار ہے اور اخلاص کا ثواب شعر:۔

☆ ما دروں را ننگریم وقال را ☆ ما بروں را ننگریم وحال را ☆

۷۔ یعنی آخر زمانہ میں محض ریاء و نمود کے لئے قرآن کا لہجہ درست کرنے میں بہت تکلفات کریں گے مگر ثواب سے محروم رہیں گے اس کی وجہ آگے آرہی ہے ۳۔ یعنی ان کی یہ تمام محنتیں صرف لہجہ حسین کرنے کے لئے ہوں گی، تاکہ دنیادار پسند کریں، واہ واہ ہو، پیسے خوب ملیں، اخلاص نہ ہو گا پھر ثواب کیسے پائیں، جان کی قیمت ہوتی ہے نہ کہ محض قالب کی، ہر عبادت کا یہی حال ہے اللہ تعالیٰ اخلاص نصیب کرے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ ناراضی ان کی محنت پر نہیں بلکہ ریاء و نمود پر ہے

وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْرَءُوا الْقُرْاٰنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ وَاَصْوَاتِهَا وَاِيَّاكُمْ وَلُحُوْنَ اَهْلِ الْعِشْقِ وَلُحُوْنَ اَهْلِ الْكِتَابَيْنِ وَسَيَجِيْءُ بَعْدِيْ قَوْمٌ يُرَجِّعُوْنَ بِالْقُرْاٰنِ تَرْجِيْعَ الْغِنَاءِ وَالنَّوْحِ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ مَفْتُوْنَةٌ قُلُوْبُهُمْ وَقُلُوْبُ الَّذِيْنَ يُعْجِبُهُمْ شَاْنُهُمْ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَرَزِيْنٌ فِيْ كِتَابِهٖ.

(۲۱۰۱) روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید عربی لہجوں اور عربی آوازوں سے پڑھو۱۔ عشق والوں کی راگنیوں اور توریت و انجیل والوں کے لہجوں سے بچو ۲۔ ہمارے بعد وہ قومیں آئیں گی جو قرآن میں ایسی گلے بازیاں کریں گے جیسے گانے اور نوحے میں ۳۔ قرآن ان کے گلے سے نیچے نہ اترے گا ۴۔ انکے اور انہیں پسند کرنے والوں کے دل فتنہ میں مبتلا ہوں گے ۵۔ (بیہقی شعب الایمان) اور رزین نے اپنی کتاب میں

(۲۱۰۱) ۱۔ اہل عرب کی تلاوت میں صرف آواز کی عمدگی، مخارج کی صحت، اداء الفاظ کی نفاست ہوتی ہے تکلف اور موسیقی کے طریقوں سے خالی، چونکہ قرآن شریف عربی ہے اسے عربی طریقے سے پڑھو، لحن کے معنے ہیں خوش و طرب اور آواز کی لچک و لہر ۲۔ یعنی نہ تو قرآن گیت کے نغموں سے گاؤ جیسے عشاق گویے ٹھمری، دادرے وغیرہ گاتے ہیں، اور نہ ایسے تکلفات سے پڑھو جیسے یہود و نصاریٰ توریت و انجیل پڑھتے ہیں جس سے اصل عبارت بگڑ جاتی ہے جہاں مدنہ ہو وہاں پیدا ہو جاتا ہے جہاں شد ہو وہاں نہیں رہتا، الف زبر بن جاتا ہے زبر الف وغیرہ، فقیر نے بعض قوالوں کو قرآنی آیات طبلے سارنگی پر نغموں سے گاتے سنا کہ ان کے گیتوں میں آئتیں ہیں انہیں باجوں پر گاتے ہیں ۳۔ یعنی قرآن میں گلے بازیاں، راگ، راگنی و آوازیں بھرانے سے کام لیں گے اسے گیت یا قوالی کا شعر بنا دیا کریں گے، جیسا کہ آج دیکھا جا رہا ہے اس غیب دان نبی نے پہلے ہی اس کی خبر دے دی تھی ۴۔ یعنی صرف زبان پر قرآن کے الفاظ ہونگے دل پر قرآن کا کوئی اثر نہ ہو گا ایمان میں تازگی نہ پیدا ہو گی نہ انکے نہ سامعین کے کیونکہ جو منہ سے نکلتا ہے

marfat.com

وہ کان پر گرتا ہے جو دماغ سے نکلتا ہے وہ دماغ پر گرتا ہے جو دل سے نکلتا ہے وہ دل پر گرتا ہے ۵۔ یعنی خود ان کے اور سامعین کے دل اس تلاوت سے فائدہ نہ اٹھائیں گے بلکہ الٹا نقصان

وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ حَسِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِکُمْ فَاِنَّ الصَّوْتَ الْحَسَنَ یَزِیْدُ الْقُرْاٰنَ حُسْنًا۔ (رَوَاہُ الدَّارِمِیُّ)

(۲۱۰۲) روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قرآن کو اپنی آوازوں سے زینت دو کیونکہ اچھی آواز قرآن کا حسن بڑھادیتی ہے ا۔ دارمی

(۲۱۰۲) ا۔ اس کی شرح پہلے گزر چکی کہ ہر شخص کی آواز اس کے لحاظ سے ہوگی' ایک ہی شخص اپنی آواز بری بھی نکال سکتا ہے اور کچھ اچھی بھی تو قرآن کی تلاوت میں اچھی آواز استعمال کرو یہ مطلب نہیں کہ جس کی آواز اچھی نہ ہو وہ تلاوت قرآن ہی نہ کرے' حضرت بلال اسی موٹی آواز سے ہی اذان و تلاوت کرتے تھے رب تعالٰی کو وہ ہی پیاری تھی کہ وہاں دل کی آواز سنی جاتی ہے۔ شعر۔

☆ گفت ہا تف بازاز بانگ بلال ☆ خوش شدے بر عرش رب ذوالجلال ☆

مطلب یہ ہے کہ حتی الامکان خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھو تا کہ سننے والوں کو قرآن کی طرف میلان ہو یہ نہ ہو کہ شعر۔

☆ گر تو قرآن بدیں نمط خوانی ☆ میبری رونق مسلمانی ☆

یا اس اچھی آواز کا مطلب وہ ہے جو اگلی حدیث میں آرہا ہے یعنی دروالی آواز جو درددل کا پتہ دے' خشوع و خضوع ظاہر کرے

وَعَنْ طَاؤُسٍ مُرْسَلًا قَالَ سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ النَّاسِ اَحْسَنُ صَوْتًا لِلْقُرْاٰنِ وَاَحْسَنُ قِرَاءَۃً قَالَ مَنْ اِذَا سَمِعْتَہٗ یَقْرَاُ اُرِیْتَ اَنَّہٗ یَخْشَی اللّٰہَ قَالَ طَاؤُسٌ وَکَانَ طَلْقٌ کَذٰلِکَ۔ (رَوَاہُ الدَّارِمِیُّ)

(۲۱۰۳) روایت ہے حضرت طاؤس سے ارسالاً فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کون شخص قرآن میں خوش آواز اور اچھی قرات والا ہے ا۔ فرمایا وہ جسے تم جب قرآن پڑھتے سنو تو محسوس کرو کہ وہ اللہ سے ڈر رہا ہے ۲۔ طاؤس فرماتے ہیں کہ طلق ایسے ہی تھے ۳۔ دارمی

(۲۱۰۳) ا۔ سبحان اللہ کیا پیارا سوال ہے مقصد یہ ہے کہ لوگ اچھی آواز تو سریلی رسیلی آواز کو سمجھتے ہیں اور نغمہ والی تلاوت کو اچھی تلاوت سمجھتے ہیں' سرکار نے جو اچھی آواز میں تلاوت قرآن کا حکم دیا ہے کیا اس سے بھی یہ ہی مراد ہے یا کچھ اور ۲۔ یہ حدیث تمام ان احادیث کی شرح ہے جس میں اچھی آواز اچھی تلاوت کا حکم دیا گیا یعنی درد دل والی اداء اور خوف خدا والی قرات اچھی ہے نفس آواز باریک ہو یا موٹی بعض بزرگوں کو دیکھا گیا کہ ان کی آواز موٹی تھی مگر ان کی تلاوت سے خود ان کے اور سننے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے' دل کانپ جاتے تھے' اللہ تعالٰی ایسی تلاوت نصیب کرے آمین ۳۔ یعنی طلق ابن علی ابن عمرو نخعی یمامی اسی طرح تلاوت کرتے تھے کہ خدا یاد آجاتا تھا' آپ قیس ابن طلق یمانی کے والد ہیں مشہور صحابی ہیں حضرت طاؤس نے ان سے ملاقات کی ہے

وَعَنْ عُبَیْدَۃَ الْمُلَیْکِیِّ وَکَانَتْ لَہٗ صُحْبَۃٌ

(۲۱۰۴) روایت ہے حضرت عبیدہ ملیکی سے ان کو جناب مصطفٰے

marfat.com

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَهْلَ الْقُرْاٰنِ لَا تَتَوَسَّدُوا الْقُرْاٰنَ وَاتْلُوْهُ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ مِنْ اٰنَآءِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَاَفْشُوْهُ وَتَغَنَّوْهُ وَتَدَبَّرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ وَلَا تَعْجَلُوْا ثَوَابَهٗ فَاِنَّ لَهٗ ثَوَابًا۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

کی صحبت میسر تھی ا۔ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اے قرآن والو ۲۔ قرآن کو تکیہ نہ بناؤ ۳۔ اور دن رات اس کی تلاوت کرو جیسا کہ تلاوت کا حق ہے ۴۔ اور قرآن کا اعلان کرو اسے خوش آوازی سے پڑھو اسکے معنے میں غور کرو تاکہ تم کامیاب ہو ۵۔ اور اس کا ثواب جلدی نہ مانگو کہ اس کا بہت ثواب ہے ۶۔

بیہقی شعب الایمان

(۲۱۰۴) ا۔ یہ جملہ معترضہ ہے اور امام بیہقی کا قول ہے، یعنی عبیدہ ملیکی صحابی ہیں کہ انہیں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت میسر ہے خیال رہے کہ صحابی بننے کے لئے ایک آن کی صحبت یا ایک نظر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا کافی ہے مگر تابعیت کے لئے صحابی کے ساتھ رہنا فیضان صحبت حاصل کرنا ضروری ہے ۲۔ اصطلاح میں اہل قرآن ہر قرآن کے ماننے والے پڑھنے والے اس پر عمل کرنے والے کو کہتے ہیں، اور اہل حدیث وہ خاص جماعت ہے جو اپنی زندگی علم حدیث حاصل کرنے اور سکھانے میں گزار دے یعنی محدث، نہ تو اہل قرآن سے چکڑالوی منکر حدیث مراد ہوتے ہیں نہ لفظ اہل حدیث سے موجودہ وہابی منکر فقہ مراد ہوتے ہیں یعنی اے قرآن ماننے والے مسلمانو ۳۔ یعنی قرآن شریف پر سر رکھ کر نہ لیٹو کہ یہ بے ادبی ہے قرآن سے بے فکر نہ ہو جاؤ کہ اس کی تلاوت میں سستی کرو، اس پر عمل نہ کرو دوسرے معنی قوی ہیں، جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے ۴۔ اس جملہ میں دو حکم ہیں ہمیشہ قرآن پڑھنا اور درست پڑھنا، قرآن کا حق تلاوت یہ ہے کہ اس کی تلاوت صحیح طریقہ سے کرے اور اس پر عمل کرے رضائے الٰہی کے لئے پڑھے نہ کہ محض لوگوں کو خوش کرنے کے لئے رب تعالٰی فرماتا ہے ان الذین یتلون کتاب اللہ واقاموا الصلوٰۃ الآیہ یہاں مرقات نے فرمایا کہ قرآن کریم پر تکیہ لگانا اس کی طرف پاؤں پھیلانا اس پر کوئی اور کتاب رکھنا اس کی طرف پیٹھ کرنا اسے پھینکنا وغیرہ سخت منع ہے قرآن کریم کو چومنا سر پر رکھنا مستحب ہے اس سے فال نکالنا حرام ہے ۵۔ تغنوا کے دو معنے پہلے عرض کئے جاچکے ہیں یعنی قرآن کریم خوش الحانی سے پڑھو اور قرآن کے ذریعہ لوگوں سے غنی و بے نیاز ہو جاؤ گانے کے معنی میں نہیں کہ قرآن شریف گا کر پڑھنا حرام ہے تدبر قرآن علماء کا اور ہے بے علم لوگوں کا کچھ اور علماء تو اس کے معانی و احکام میں غور کریں عوام یہ سمجھ کر پڑھیں کہ یہ وہ الفاظ ہیں جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ نے پڑھے تھے اللہ اکبر ہمارے کہاں نصیب کہ وہ الفاظ ہماری زبان پر بھی آئیں ۶۔ یعنی تلاوت قرآن، تعلیم قرآن، تجوید قرآن کا ثواب آخرت میں ملے گا جو تمہارے علم و فہم سے وراء ہے تم صرف یہاں ہی اس کا ثواب نہ لو یعنی دنیا کو اسی کا مقصد نہ بنالو۔

بَابٌ — اختلاف قرات کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

یعنی قرات قرآن کے متعلق متفرق مضامین کا باب بعض نسخوں میں یوں ہے باب فی اختلاف القران وجمع القران یعنی

marfat.com

قرآن شریف کی مختلف قراتوں اور جمع قرآن کا باب جمع قرآن سے مراد یکجا کتابی شکل میں جمع کرنا ہے

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ عَلٰى غَيْرِ مَا أَقْرَؤُهَا وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْرَأَنِيْهَا فَكِدْتُ أَنْ أَعْجَلَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَمْهَلْتُهُ حَتّٰى انْصَرَفَ ثُمَّ لَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهٖ فَجِئْتُ بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ عَلٰى غَيْرِ مَا أَقْرَأْتَنِيْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَأْ فَقَرَأَ الْقِرَاءَةَ الَّتِيْ سَمِعْتُهُ يَقْرَأُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰكَذَا أُنْزِلَتْ ثُمَّ قَالَ لِيَ اقْرَأْ فَقَرَأْتُ فَقَالَ هٰكَذَا أُنْزِلَتْ إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ۔

(۲۱۰۵) روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے فرماتے ہیں میں نے ہشام ابن حکیم ابن حزام کو سنا۱ کہ وہ سورہ فرقان اس کے خلاف پڑھ رہے ہیں جو میں پڑھتا تھا اور مجھے یہ سورۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی تھی ۲۔ قریب تھا کہ میں ان پر جلدی کر بیٹھوں مگر میں نے انہیں مہلت دی حتیٰ کہ فارغ ہو گئے پھر میں نے انہیں ان ہی کی چادر میں لپیٹ لیا ۳۔ پھر انہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لایا اور عرض کیا یارسول اللہ میں نے انہیں سنا کہ سورہ فرقان اس کے علاوہ پڑھ رہے ہیں جو مجھے حضور نے پڑھائی ہے ۴۔ تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں چھوڑ دو ۵۔ ہشام پڑھو انہوں نے وہ ہی قرات تلاوت کی جو میں نے انہیں تلاوت کرتے سنی تھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوں ہی اتری ہے پھر مجھ سے فرمایا پڑھو میں نے پڑھی فرمایا یوں بھی اتری ہے یہ قرآن سات قرات پر اترا ہے جس طرح آسان ہو تلاوت کر لیا کرو ۶۔ (مسلم بخاری) اور لفظ مسلم کے ہیں ۷۔

(۲۱۰۵) ۱۔ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ حکیم ابن حزام قرشی ہیں حضرت ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ کے بھتیجے ہیں فتح مکہ کے دن ایمان لائے آپ کے ساری اولاد صحابی ہے ان میں سے ہشام بھی ہیں ۲۔ یعنی مجھے اپنی قرات کے صحیح ہونے کا یقین تھا کیونکہ میں نے کسی اور سے نہ سیکھی تھی خود حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے سیکھی تھی اس لئے مجھے شبہ ہوا کہ ہشام دیدہ و دانستہ قرآن غلط پڑھ رہے ہیں ۳۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ دین میں کسی کی رعایت نہیں عزیز قریبی ہو یا اجنبی معمولی آدمی ہو یا بڑا دوسرے یہ کہ تلاوت قرآن کا بڑا احترام ہے کسی شخص کو دوران تلاوت میں اس سے لڑنا جھگڑنا نہیں چاہیے نہ اس کی تلاوت میں رکاوٹ ڈالئے دیکھو حضرت عمر قرآن کریم کے الفاظ میں فرق دیکھ کر طیش میں آگئے مگر تلاوت ختم ہونے پر حضرت ہشام کو گویا گرفتار کر لیا نہ رعایت نہ قرابت کی تلاوت ۴۔ اس لئے میں انہیں گرفتار کر کے آپ کی خدمت میں لایا ہوں تا کہ آپ اس سے منع فرمادیں اور گزشتہ قصور پر سزادیں معلوم ہوا کہ حتیٰ الامکان کسی ملزم کو خود سزا نہ دو حاکم سے فیصلہ کراؤ ۵۔ چونکہ حضرت عمر کا یہ طیش نفس کے لئے نہ تھا اللہ کے لئے تھا، نیز حضرت عمر مثل استاد کے تھے اور حضرت ہشام مثل شاگرد کے اس لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ تو حضرت عمر پر عتاب فرمایا اور نہ انہیں حضرت ہشام سے معافی مانگنے کا حکم دیا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون کی بے قصور داڑھی سر کے بال پکڑ لئے انہیں کھینچا کیونکہ ماں باپ استاد شیخ اگر غلط فہمی سے کسی کو سزا ناجائز طور پر بھی دیدیں تب بھی مجرم نہیں ۶۔ محدثین فرماتے ہیں کہ قرآن شریف لغت قریش میں نازل ہوا مگر چونکہ عرب کے بہت سے قبیلے

marfat.com

تھے جن کی زبانیں مختلف تھیں ہر قبیلہ کی زبان گراں معلوم ہوتی تھی اپنی زبان آسان تھی اور زمانہ بالکل نیا تھا اندیشہ تھا کہ دوسرے قبیلے تلاوت قرآن چھوڑ دیں گے اسی لئے سات بلکہ سات سے بھی زیادہ طریقوں سے تلاوت کی اجازت دے دی گئی تھی، یہاں سات سے مراد بیان زیادتی ہے نہ کہ خاص یہ عدد اور حرف سے مراد طریقہ تلاوت ہے خواہ خود حرف کی ذات میں فرق ہو جیسے ننشزھا زا سے اور ننشرھا راء مہملہ سے یا صفات حرف میں فرق ہو جیسے مالک یوم الدین اور ملک یوم الدین خواہ طریقہ ادا میں فرق ہو جیسے ادغام، اظہار تفخیم، ترقیق، امالہ، مد، قصر، تلیین وغیرہ مگر ان اختلاف کی وجہ سے معانی نہ بدلیں گے قرآن کریم کی سات قرائتیں تو متواتر ہیں اور چودہ شاذ، متواتر قراتوں کی تلاوت کرے شاذ کی نہ کرے جیسے فصیام ثلثلہ ایام متوالیات یا جیسے وصلوۃ والوسطی صلوۃ العصر وغیرہ اب ہماری قرات ابو حفص عن عاصم والی ہے قاریوں کو چاہیے کہ اس کی قراۃ کیا کریں، ورنہ عوام میں فتنہ پھیلے گا اور لوگ ان قراتوں کا انکار ہی کر دیں گے ۷۔ بعض محدثین نے فرمایا کہ یہ حدیث متواتر ہے اکیس صحابہ سے مروی ہے شاید متواتر سے مراد متواتر المعنی ہو۔(مرقاۃ)

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا قَرَأَ وَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ خِلَافَهَا فَجِئْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَعَرَفْتُ فِيْ وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ فَقَالَ كِلَاكُمَا مُحْسِنٌ فَلَا تَخْتَلِفُوْا فَاِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ اخْتَلَفُوْا فَهَلَكُوْا. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۲۱۰۶) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں میں نے ایک شخص کو تلاوت کرتے سنا اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اسکے خلاف تلاوت کرتے سنا تھا تو میں انہیں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو خدمت میں لایا اور یہ سب بتایا تو میں نے حضور انور کے چہرہ منور میں ناراضی دیکھی ۱۔ فرمایا تم دونوں ٹھیک ہو ۲۔ آپس میں جھگڑو مت کیونکہ تم سے پہلے لوگ جھگڑے تو ہلاک ہو گئے ۳۔

(بخاری)

(۲۱۰۶) ۱۔ یہ ناراضی قرآن شریف میں اختلاف کی وجہ سے ہے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو خطرہ تھا کہ کہیں مسلمان کتاب اللہ میں یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف نہ کرنے لگیں ۲۔ یعنی تم نے جو سنا وہ ٹھیک سنا اور انہوں نے جو پڑھا درست پڑھا تمہارا سننا ان کا پڑھنا دونوں ٹھیک ہیں چونکہ تمہیں یہ خبر نہ تھی کہ قرآن کریم کی قرات مختلف طریقوں سے جائز ہے اس لئے تم یہ انکار کر بیٹھے تمہیں ان صحابی سے اچھا گمان کرنا چاہیے تھا انہیں میرے پاس لانا نہ چاہیے تھا ۳۔ اس طرح کہ یہود نے توریت کے اور عیسائیوں نے انجیل کے مختلف نسخے بنا دیئے اور ہر جماعت نے دوسرے نسخے کا انکار کر دیا اور کلام الٰہی کا انکار کفر ہے۔

وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَدَخَلَ رَجُلٌ يُصَلِّيْ فَقَرَأَ قِرَاءَةً اَنْكَرْتُهَا عَلَيْهِ ثُمَّ دَخَلَ اٰخَرُ فَقَرَأَ سِوٰى قِرَاءَةِ صَاحِبِهٖ فَلَمَّا قَضَيْنَا الصَّلٰوةَ دَخَلْنَا جَمِيْعًا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنَّ هٰذَا قَرَأَ قِرَاءَةً اَنْكَرْتُهَا عَلَيْهِ وَدَخَلَ اٰخَرُ فَقَرَأَ سِوٰى قِرَاءَةِ صَاحِبِهٖ

(۲۱۰۷) روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے فرماتے ہیں، میں مسجد میں تھا کہ ایک شخص آکر نماز پڑھنے لگا اسنے ایسی قرات کی جسکا میں نے انکار کیا ۱۔ پھر دوسرا شخص آیا تو اس نے بھی اس پہلے والے کی قراۃ کے سواء اور قرات کی ۲۔ جب ہم نماز پڑھ چکے اور ہم سب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ۳۔ تو میں نے عرض کیا کہ ان صاحب نے ایسی قرات کی ہے جس کا میں

marfat.com

فَاَمَرَهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَاٰ فَحَسَّنَ شَانَهُمَا فَسُقِطَ فِيْ نَفْسِيْ مِنَ التَّكْذِيْبِ وَلَا اِذْ كُنْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَدْ غَشِيَنِيْ ضَرَبَ فِيْ صَدْرِيْ فَفِضْتُ عَرَقًا وَّكَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلَى اللّٰهِ فَرَقًا فَقَالَ لِيْ يَا اُبَيُّ اُرْسِلَ اِلَيَّ اَنْ اَقْرَاَ الْقُرْاٰنَ عَلٰى حَرْفٍ فَرَدَدْتُ اِلَيْهِ اَنْ هَوِّنْ عَلٰى اُمَّتِيْ فَرَدَّ اِلَيَّ الثَّانِيَةَ اقْرَاْهُ عَلٰى حَرْفَيْنِ فَرَدَدْتُ اِلَيْهِ اَنْ هَوِّنْ عَلٰى اُمَّتِيْ فَرَدَّ اِلَيَّ الثَّالِثَةَ اقْرَاْهُ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ وَّلَكَ بِكُلِّ رَدَّةٍ رَدَدْتُكَهَا مَسْاَلَةٌ تَسْاَلُنِيْهَا فَقُلْتُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّتِيْ وَاَخَّرْتُ الثَّالِثَةَ لِيَوْمٍ يَرْغَبُ اِلَيَّ الْخَلْقُ كُلُّهُمْ حَتّٰى اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

انکاری ہوں اور دوسرے صاحب آئے تو انہوں نے انکے سوا اور ہی قرات کی تب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو حکم دیا انہوں نے قرات کی ۴ تو حضور نے انکی تعریف کی اس سے میرے دل میں کچھ تردد پیدا ہوا ۵ جو زمانہ جاہلیت میں نہ ہوا تھا ۶ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر چھایا ہوا تردد ملاحظہ کیا تو میرے سینے پر دست اقدس مارا کہ میں پسینے سے نچڑ گیا اور ڈر سے میں ایسا ہو گیا گویا رب کو دیکھ رہا ہوں ۷ مجھ سے فرمایا اے ابی قرآن مجھ پر ایک قرات میں بھیجا گیا تھا میں نے رب کی بارگاہ میں رجوع کیا کہ الٰہی میری امت پر آسانی کر رب نے مجھے دوبارہ جواب دیا کہ دو قراتوں پر پڑھ سکتے ہو پھر میں نے رب کی طرف رجوع کیا کہ میری امت پر آسانی فرما رب نے تبارہ جواب دیا کہ سات قراتوں پر تلاوت کر سکتے ہو ۸ اور اے محبوب تمہیں ہر بار عرض کے عوض ایک خصوصی دعا بخشتے ہیں جو تم ہم سے مانگ لینا ۹ میں نے عرض کیا الٰہی میری امت بخش دے الٰہی میری امت بخش دے ۱۰ اور میں نے تیسری دعا اس دن کے لئے بچا رکھی ہے جب ساری خلقت حتی کہ ابراہیم علیہ السلام بھی میرے در پر شفاعت کیلئے آئیں گے ۱۱ مسلم

(۲۲۰۷) ۱ غالباً یہ قراۃ نماز سے خارج ہو گی یعنی انہوں نے نماز سے فارغ ہو کر قرآن کریم تلاوت کی اس تلاوت میں یہ واقعہ پیش آیا انکار کی وجہ یہ ہوئی کہ حضرت ابی نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے اور طرح تلاوت سیکھی تھی اور یہ دوسری طرح تھی ان کے علم میں یہ بات نہ تھی کہ تلاوت قرآن مختلف طرح سے درست ہے یہاں انکار سے مراد دلی انکار ہے یعنی میں نے دل میں ان پر اعتراض کیا ۲ یعنی ان دوسرے صاحب کی قرات میری قرات کے بھی خلاف تھی اور اس پہلے شخص کی قراۃ کے بھی خلاف' اس سے میرا تعجب و انکار اور بڑھ گیا ۳ مرقات نے فرمایا غالباً یہ نماز چاشت تھی جو آگے پیچھے ان بزرگوں نے پڑھی' مسجد نبوی میں ان سب کا اجتماع ہو گیا فرض نماز ہوتی تو ایک ساتھ جماعت سے پڑھی جاتی لہٰذا حدیث بالکل ظاہر ہے' بعد نماز یہ حضرات حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی حجرے میں حاضر ہوئے جہاں اس وقت حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم جلوہ گر تھے ۴ وہ ہی قراتیں کی جو میں نے ان دونوں سے سنی تھیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے دونوں کی ان مختلف قراتوں کو صحیح فرمایا کہ تم بھی ٹھیک پڑھتے ہو اور تم بھی ۵ ظاہر یہ ہے کہ نسقط معروف ہے اس لئے اس کے یہ معنی کئے گئے اور تکذیب سے مراد ہے اس کے کلام الٰہی ہونے کا انکار کہ اگر یہ کلام ربانی ہوتا تو ایک ہی طرح ہوتا چند طرح کیسا' خیال رہے کہ بے اختیاری برے خیال کو وسوسہ کہتے ہیں اس پر نہ

marfat.com

عذاب ہے نہ سزا یہ وسوسہ ہی تھا اس لئے حضرت ابی پر نہ فتویٰ کفر لگ سکتا ہے نہ فتویٰ فسق' اس لئے ہسقط فرمایا یعنی غیر اختیاری طور پر دل میں بدگمانی سی پیدا ہوئی ۶۔ یعنی آج کا یہ انکار غیر اختیاری اتنا قوی تھا کہ اس سے پہلے حالت کفر میں اس قسم کا اتنا سخت انکار میرے دل میں نہ آیا تھا خیال رہے کہ اس انکار کو اتنا سخت کہنا اس لئے ہے کہ پہلے تو وہ مسلمان تھے ہی نہیں اس وقت انکار کرنا اتنا بڑا جرم نہ تھا اب ہو چکے تھے مسلمان اور مسلمان ہو کر انکار بڑا جرم ہے خلاصہ یہ ہے کہ اتنا خطرناک انکار زمانہ کفر میں میرے دل میں نہ آیا تھا اس انکار کو خطرناک جاننا کمال ایمان کی دلیل ہے اور یہ ندامت بہترین عبادت۔ ہو سکتا ہے کہ پوشیدہ ہو اور من اتمکذیب کی تعلیلیہ یعنی اس غیر اختیاری تکذیب کی وجہ سے مجھے اتنی شرمندگی ہوئی اور میرے دل میں ایسی ندامت واقع ہوئی کہ ایسی ندامت اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی تھی نہ کفر میں نہ اسلام میں اس صورت میں معنی بالکل واضح ہیں ۹۔ اس واقعہ میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے تین معجزے ظاہر ہوئے ایک یہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی ندامت و شرمندگی معلوم فرمالینا دوسرے دست اقدس رکھ کر اس انکار اور ندامت کو ختم فرمادینا' تیسرے حضرت ابی ابن کعب کو احسان کے اعلیٰ درجہ پر پہنچادینا کہ حضرت ابی کو یہ محسوس ہونے لگا کہ میں رب کو دیکھ رہا ہوا اس وقت جو فیضان ہوا ہو گا وہ بیان سے باہر ہے حضرت ابی کو پسینہ آجانا قوت فیض کی بنا پر تھا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو جاڑوں کے موسم میں وحی نازل ہونے پر پسینہ آجاتا تھا بعض مشائخ اپنے مریدین کو ان کے سینے پر ہاتھ مار کر فیض دیتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے ۱۰۔ سرکار عالی کا یہ ارشاد فرمانا جنانی تسکین عطا فرمانے کے بعد لسانی تسکین ہے حضرت ابی کو اطمینان تو پہلے ہی ہو چکا تھا مگر وہ بیان میں نہ آسکتا تھا اب کلاماً ارشاد فرمایا جس کی تبلیغ بھی ہو سکتی ہے گویا پہلے طریقت سکھائی پھر شریعت بتائی ۱۱۔ یعنی اے محبوب ہم تو پہلے ہی جانتے تھے کہ قرآن کریم کی قرا‌ئتیں سات ہوں گی مگر ہمارا منشاء یہ تھا کہ یہ آسانی تمہاری طلب پر دیں تا کہ ہماری یہ نعمت امت کو تمہاری طفیل ملے جیسے پچاس نمازوں کی پانچ رہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عرض اور تمہاری کوشش سے اور ہم کو تمہاری یہ عرض و معروض ایسی پیاری معلوم ہوئیں کہ ہم تمہیں ہر عرض پر ایک انعام خاص بخشتے ہیں کہ تم نے تین بار عرض کیا ہم تمہیں تین خصوصی دعائیں دیتے ہیں جو مانگو سو پاؤ ۱۲۔ اس رحمت والے داتا کے قربان اس کی دین کے صدقے اس وقت حضور اپنے اور اپنی اولاد کے لئے جو چاہتے مانگ لیتے مگر امت کو یاد فرمایا خیال رہے کہ پہلی بخشش سے کبیرہ گناہوں کی بخشش مراد ہے اور دوسری بخشش سے صغیرہ گناہوں کی مغفرت مقصود یعنی الٰہی میری امت کے چھوٹے بڑے سارے گناہ بخش دے چونکہ یہ بخششیں صرف مجرم مسلمانوں کے لئے ہی ہو سکتی ہیں اس لئے اپنی امت کا ذکر کیا ۱۳۔ یعنی تیسری دعا قیامت کے لئے اٹھا رکھی ہے اس دعا کا فائدہ کفار' مسلمان' گنہگار' نیک کار انبیائے کرام' اولیائے عظام سب ہی اٹھائیں گے کہ اس دعا سے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم شفاعت کبریٰ کا دروازہ کھولیں گے اس کی برکت سے کفار کو میدان محشر سے نجات ہم گنہگاروں کو دوزخ سے نجات' نیک کاروں کو رفع درجات میسر ہونگے اور سب کے لئے عرض حاجات کا دروازہ کھل جائے گا اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے نام کی دھوم مچ جائے گی۔ شعر:۔

☆ گرتے ہوؤں کو مژدہ سجدے میں گرے ہوئے ☆ رو رو کے شفاعت کی تمہید اٹھائی ہے ☆

اللھم صل وبارک علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم۔

(۲۱۰۸) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَقْرَاَنِيْ جِبْرَئِيْلُ عَلٰى حَرْفٍ

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جبریل نے ایک قرات پر

marfat.com

فَرَاجَعْتُهُ فَلَمْ أَزَلْ أَسْتَزِيْدُهُ وَيَزِيْدُنِيْ حَتّٰى انْتَهٰى إِلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ بَلَغَنِيْ أَنَّ تِلْكَ السَّبْعَةَ الْأَحْرُفَ إِنَّمَا هِيَ فِي الْأَمْرِ تَكُوْنُ وَاحِدًا لَا تَخْتَلِفُ فِيْ حَلَالٍ وَّلَا حَرَامٍ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

قرآن پیش کیا تھا مگر میں نے انہیں واپس بھیجا میں رب سے زیادہ مانگتا رہا رب مجھے زیادہ دیتا رہا حتی کہ سات قراتوں تک پہنچ گیا۱؎ ابن شہاب فرماتے ہیں مجھے خبر ملی ہے کہ یہ سات قرائتیں حقیقتًا ایک ہی ہیں جو حلال و حرام میں مختلف نہیں ۲؎ مسلم بخاری

(۲۱۰۸) ۱؎ یعنی پہلی ایک قرات تو رب تعالٰی کی طرف سے میری بغیر طلب ملی' بقیہ چھ قرائتیں میری طلب پر عطا ہوئیں' یہ قرآنی آیات بلکہ اسلامی احکام کا حال ہے کہ بعض تو خود رب تعالٰی نے عطا فرمائیں اور بعض حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی طلب و خواہش پر دی گئیں رب تعالٰی فرماتا ہے قد نرٰی تقلب وجھک فی السماء الایہ معلوم ہوا کہ تبدیلی قبلہ کا حکم اور اس کی آیت حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی خواہش کی بناء پر ہے اس خواہش میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت کا اظہار ہے ۲؎ ابن شہاب یعنی امام زہری کا مقصد یہ ہے کہ یہاں سبعۃ احرف سے مراد احکام قرآنی نہیں ہیں جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا وہ بولے کہ قصے' مثالیں' امر' نہی' حلال' حرام' محکم' متشابہ وغیرہ مضامین جو قرآن کریم میں وارد ہوئے یہاں وہ مراد ہیں' امام زہری فرماتے ہیں نہیں یہ مراد نہیں بلکہ سات قرائتیں مراد ہیں کہ ان قراتوں میں صرف حروف کی ہیئتوں میں فرق ہوتا ہے معانی و احکام وغیرہ میں فرق نہیں ہوتا علماء اصول نے فرمایا کہ قرآن میں مطلق مقید' عام' خاص' نص' قول' ناسخ' منسوخ' مجمل مفسر وغیرہ ہیں نحویوں نے کہا کہ اس میں ذکر' حذف' تقدیم' تاخیر' استعارہ' تکرار' کنایہ' حقیقت و مجاز وغیرہ ہیں صوفیاء نے فرمایا کہ قران میں زہد و قناعت' یقین' حرف' خدمت' حیاء' کرم' مجاہدہ' مراقبہ' خوف' امید' رضاء' شکر و صبر محبت شوق' مشاہدہ وغیرہ ہیں' یہاں وہ مراد ہے' مگر امام زہری کا قول قوی ہے کہ یہاں سات قرائتیں مراد ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ لَقِيَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِبْرَئِيْلَ فَقَالَ يَا جِبْرَئِيْلُ إِنِّيْ بُعِثْتُ إِلٰى أُمَّةٍ أُمِّيِّيْنَ مِنْهُمُ الْعَجُوْزُ وَالشَّيْخُ الْكَبِيْرُ وَالْغُلَامُ وَالْجَارِيَةُ وَالرَّجُلُ الَّذِيْ لَمْ يَقْرَأْ كِتَابًا قَطُّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ الْقُرْاٰنَ أُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِأَحْمَدَ وَأَبِيْ دَاوُدَ قَالَ لَيْسَ مِنْهَا إِلَّا شَافٍ كَافٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلنَّسَائِيِّ قَالَ إِنَّ جِبْرَئِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ أَتَيَانِيْ فَقَعَدَ جِبْرَئِيْلُ عَنْ يَمِيْنِيْ وَمِيْكَائِيْلُ عَنْ يَسَارِيْ فَقَالَ جِبْرَئِيْلُ اقْرَأِ الْقُرْاٰنَ

(۲۱۰۹) روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جبریل امین نے ملاقات کی تو حضور نے فرمایا اے جبریل میں بے پڑھی جماعت کی طرف بھیجا گیا ہوں جن میں بوڑھی عورتیں بڑے بوڑھے بچے بچیاں اور وہ لوگ بھی جنہوں نے کبھی کوئی کتاب نہ پڑھی ۲؎ انہوں نے عرض کیا اے محمد یہ قرآن سات قراتوں پر اتارا گیا ہے ۲؎ ترمذی) اور احمد و ابوداود کی روایت میں یوں ہے ان قراتوں میں سے ہر قرات شافی کافی ہے ۳؎ اور نسائی کی روایت میں ہے کہ فرمایا حضور انور نے جبریل و میکائیل میرے پاس آئے جبریل تو میری داہنی جانب بیٹھ گئے اور میکائیل

marfat.com

عَلٰى حَرْفٍ فَقَالَ مِيْكَائِيْلُ اسْتَزِدْهُ حَتّٰى بَلَغَ سَبْعَةَ أَحْرُفٍ فَكُلُّ حَرْفٍ شَافٍ كَافٍ۔

میری بائیں طرف ہے جبریل بولے قرآن ایک قراۃ پر تلاوت کیجئے حضرت میکائیل نے کہا یارسول اللہ زیادتی کا مطالبہ فرماؤ۵۔ حتی کہ سات قراتوں تک پہنچ گئے ہر قرات شافی کافی ہے ۶۔

(۲۱۰۹) ا۔ خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم تاقیامت لوگوں کے لئے آیا اور ان میں سب لائق وفائق ہی نہ ہوں گے بلکہ ہر قسم کے لوگ ہوں گے تو اگر اس کی قرات صرف ایک رہی تو بہت لوگوں کو دشواری ہوگی کہ بعض لوگوں کی زبان پر امالہ آسان ہوتا ہے بعض کی زبان پر تحقیق سہل اس لئے اس میں نرمی ہونی چاہیے جبریل امین سے یہ فرمانا درحقیقت رب تعالٰی سے عرض کیا کیونکہ حضرت جبریل محب و محبوب کے درمیان وسیلہ ہیں جیسے ہمارا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنے درد کہنا درحقیقت حق تعالٰی سے عرض کرنا ہے معلوم ہوا کہ رب کے مقبول بندوں سے عرض مدعا کرنا درحقیقت رب تعالٰی ہی کو کہنا ہے۔ بنی اسرائیل کو جو کچھ رب سے کہنا ہوتا تھا وہ موسیٰ علیہ السلام سے ہی عرض کرتے تھے' وسیلہ کا ثبوت ہوا۔ ۲۔ یعنی قرآن کریم سات لغتوں میں نازل ہوا جس کو جو لغت آسان ہو اس میں قرات کرلے اس کی مفصل شرح پہلے ہوچکی ہے ۳۔ یعنی ان سات قراتوں میں سے جو قرات پڑھ لی جائے وہ مومن کے لئے باعث شفا ہے' اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر کافی دلیل ہے یا دنیا میں شافی ہے آخرت میں ثواب کے لئے کافی ہر قرات کا ثواب یکساں' کیونکہ صرف الفاظ اور طریقہ ادا میں کچھ فرق ہے معنے یکساں ہیں ۴۔ سبحان اللہ فرشتے نورانی اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نور' نوروں نے نور کو گھیر لیا اور مجمع نور علے نور ہوگیا وحی حضرت جبریل لائے اور حضرت میکائیل صرف قدم بوسی کے لئے حاضر ہوئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مختلف فرشتے مختلف مقاصد لے کر حاضری دیتے تھے کوئی وحی دینے کو کوئی فیض لینے کو۔ ۵۔ جبریل امین سے' اور وہ عرض کریں رب العالمین سے' تاکہ آپ کی امت کو یہ فیض اور یہ آسانی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے توسل سے اور ان فرشتوں کے ذریعہ سے میسر ہو' خیال رہے کہ حضرت جبریل کا عرض کرنا کہ ایک قرات پر تلاوت قرآن کیجئے رب تعالٰی کی طرف سے تھا' اور حضرت میکائیل کی یہ عرض بھی حقیقتاً رب تعالٰی ہی کی طرف سے ہے کہ یہ عرض ان کے دل میں ڈال دی اس کی حکمتیں ہم ابھی کچھ پہلے عرض کرچکے ہیں ۶۔ اس طرح کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر جبریل امین بارگاہ رب العالمین میں حاضر ہوئے اور دو قراتوں کی اجازت لائے پھر دوبارہ فرمان عالی پاکر پھر وہاں پہنچے اور تین قراتوں کی اجازت لائے غرضکہ محب و محبوب کے درمیان سات چکر لگائے جیسے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں نمازیں کم کرانے کو حضرت کلیم اور بارگاہ رب العالمین کے درمیان دس دفعہ گردش فرمائی تھی یہ منظر بھی عجیب ہوتا ہے۔

وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّهٗ مَرَّ عَلٰى قَاصٍّ يَقْرَأُ ثُمَّ يَسْأَلُ فَاسْتَرْجَعَ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَلْيَسْأَلِ اللّٰهَ بِهٖ فَإِنَّهٗ سَيَجِيْءُ أَقْوَامٌ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ يَسْأَلُوْنَ بِهِ النَّاسَ۔

(۲۱۱۰) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے کہ وہ ایک قصہ خواں پر گزرے جو قرآن پڑھتا اور لوگوں سے مانگتا تھا ا۔ آپ نے اناللہ پڑھی پھر فرمایا ۲۔ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو قرآن پڑھے تو اس کے ذریعہ صرف اللہ سے مانگے عنقریب ایسی قومیں ہوں گی جو قرآن پڑھیں

marfat.com

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ) گی اسکے ذریعہ لوگوں سے مانگیں گی (احمد، ترمذی) ۳۔

(۲۱۰) ا۔ محدثین کی اصطلاح میں قاص پیشہ ور واعظ کو کہتے ہیں جو اپنی تقریر میں احکام شرعیہ بیان نہ کرے صرف شعر اشعار قصے کہانیاں سنا کر لوگوں کو خوش کرنیکی کوشش کرے اگرچہ قرآن شریف ہی کے قصے سنائے مگر احکام سے خالی جیسے آجکل کے عام بے علم واعظین یہ سب قاص ہیں واعظ نہیں کہ واعظ تو نصیحت کرنیوالے کو کہتے ہیں وہ نصیحت نہیں کرتا صرف پیسے مانگتا ہے حاجت مند کسی کو نصیحت نہیں کر سکتا ۲۔ اس گناہ و بدعت و علامت قیامت کو دیکھ کر آپکو سخت صدمہ ہوا اظہار رنج کیلئے آپ نے انا اللہ پڑھی ۳۔ یا تو اس طرح کہ دوران تلاوت میں جب آیت رحمت پر گزرے تو اسکے حصول کی دعا مانگ لے اور جب آیت عذاب تلاوت کرے تو اس سے پناہ مانگ لے یا اس طرح کہ تلاوت سے فارغ ہو کر دعا مانگے، معلوم ہوا کہ تلاوت سے فراغت پر خصوصاً ختم قرآن کے موقعہ پر دعا ضرور مانگی جائے

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ يَتَاَكَّلُ بِهِ النَّاسَ جَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَوَجْهُهُ عَظْمٌ لَيْسَ عَلَيْهِ لَحْمٌ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۲۱۱) روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو قرآن پڑھے اسکے ذریعہ لوگوں سے کھائے ا۔ وہ قیامت کے دن یوں آئے گا کہ اسکے منہ میں ہڈیاں ہوں گی ۲۔ گوشت نہ ہوگا ۳۔ (بیہقی) شعب الایمان

(۲۱۱) ا۔ جیسا آج کل دیکھا جارہا ہے کہ بعض بھکاری مسجدوں میں بلکہ گلی کوچوں میں تلاوت کرتے پھرتے ہیں اور ہاتھ پھیلایا ہوتا ہے یہ حرام ہے کہ اس میں قرآن کریم کی توہین ہے، خیال رہے کہ طلباء سے ختم قرآن شریف کرا کر ان کی دعوت بھی کی جاتی ہے اور کچھ نقدی بھی دی جاتی ہے یا علمائے دین سے جلسوں میں وعظ کرا کر کرایہ و نذرانے دیئے جاتے ہیں یہ تمام صورتیں اس حکم سے خارج ہیں کہ وہاں ختم اور وعظ فی سبیل اللہ ہے اور ان کی خدمت فی سبیل اللہ جیسے مدرسین دینیہ کر تنخواہیں یا خلفائے اسلامیہ کے بھاری بھاری وظیفے نیز دم و تعویذ کی اجرت بھی اس سے خارج ہے کہ وہ تو علاج کی ہے نہ کہ تلاوت قرآن کی خلفائے راشدین نے خلافت پر تنخواہ لی اور صحابہ نے سورت فاتحہ پڑھ کر مار گزیدہ پر دم کیا اجرت میں تیس بکریاں لیں جن کا گوشت حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی ملاحظہ فرمایا جیسا کہ اسی مشکوۃ شریف کتاب الاجارہ میں انشاء اللہ آئے گا ۲۔ اس طرح کہ بھکاری چند لقمے حاصل کرنے کے لئے دروازہ پر بجائے صدا دینے کے قرآن کریم پڑھے تا کہ لوگ کچھ دیدیں اسے قرآن پڑھانے والوں کی اجرت مدرسین و علماء کی تنخواہوں سے کوئی تعلق نہیں جیسا کہ روش حدیث سے ظاہر ہے۔ ۳۔ یعنی ان کے چہروں پر ذلت و خواری چھائی ہوگی جیسے آج بھی بعض لوگوں کو دیکھتے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ فقیر بھکاری ہے، خیال رہے کہ امت محمدیہ کے چھپے عیب اللہ تعالیٰ بھی چھپائے گا شان ستاری کی جلوہ گری ہوگی، مگر جو عیب خود ان لوگوں نے ہی علانیہ کئے ہوں وہ وہاں پر بھی علانیہ طور پر ظاہر ہوں گے، لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ یہ بھکاری تو امت مصطفوی میں سے تھا پھر اس کا یہ عیب کیوں ظاہر فرمایا گیا کیونکہ یہ اظہار تو خود وہ ہی کر چکا ہے رب تعالیٰ کسی کا پردہ فاش نہیں کرے گا۔

marfat.com

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَعْرِفُ فَصْلَ السُّوْرَةِ حَتّٰى يَنْزِلَ عَلَيْهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ)

(۲۱۱۲) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سورتوں میں فاصلہ نہ پہچانتے تھے حتی کہ آپ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اتری تھی ا۔ ابوداؤد

(۲۱۱۲) ا۔ یہ حدیث مذہب حنفی کی قوی دلیل ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہر سورت کا جزء نہیں ہے بلکہ سورتوں کے درمیان فیصلہ کیلئے نازل فرمائی گئی ہے اسی لئے امام جہری نمازوں میں بسم اللہ بلند آواز سے نہیں پڑھتا' اور جب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلی سورۃ یعنی اقراباسم ربک اتری تو بسم اللہ نہ اتری کہ یہ نزول میں پہلی سورت تھی یہاں فصل کرنیکی ضرورت نہ تھی اور اس لئے بسم اللہ دوسری آیتوں سے ملاکر نہیں لکھی جاتی بلکہ علیحدہ سطر میں لکھی جاتی ہے اور اس لئے سورۃ توبہ میں بسم اللہ نہ لکھی گئی کیونکہ وہاں بسم اللہ کی جگہ معلوم نہ ہو سکی سورۃ توبہ کا علیحدہ سورت ہونا مشکوک تھا اس لئے وہاں سورۃ کا نام تو لکھ دیا گیا بسم اللہ نہ لکھی گئی بعض علماء نے فرمایا کہ بسم اللہ رحمت کی آیت ہے' اور سورۃ توبہ عذاب و قہر کی سورۃ ہے اس لئے قہر کی سورت میں رحمت کی آیت مناسب نہیں (مرقات لمعات مع اضافہ)

وَعَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ كُنَّا بِحِمْصَ فَقَرَأَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ سُوْرَةَ يُوْسُفَ فَقَالَ رَجُلٌ مَا هٰكَذَا اُنْزِلَتْ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَاللّٰهِ لَقَرَأْتُهَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَحْسَنْتَ فَبَيْنَا هُوَ يُكَلِّمُهُ اِذْ وَجَدَ مِنْهُ رِيْحَ الْخَمْرِ فَقَالَ اَتَشْرَبُ الْخَمْرَ وَتُكَذِّبُ بِالْكِتَابِ فَضَرَبَهُ الْحَدَّ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۱۱۳) روایت ہے حضرت علقمہ سے فرماتے ہیں ہم حمص میں تھے حضرت ابن مسعود نے سورۃ یوسف پڑھی تو ایک شخص بولا یہ اس طرح نہیں اتری حضرت عبداللہ نے فرمایا اللہ کی قسم میں نے یہ سورۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں پڑھی تو حضور نے فرمایا ٹھیک پڑھی ا۔ جبکہ وہ شخص باتیں کر رہا تھا کہ اس سے شراب کی بو محسوس کی تو عبداللہ نے فرمایا تو شراب پیتا ہے اور قرآن کو جھٹلاتا ہے پھر اسے حد لگائی ۲۔ (مسلم بخاری)

(۲۱۱۳) ا۔ یعنی تو تو کہتا ہے کہ سورۃ یوسف اس طرح نازل نہیں ہوئی اور خود صاحب قرآن صلے اللہ علیہ وسلم نے میری یہ ہی سورۃ سنی اور تصدیق و تحسین فرمائی تھی' یہ فخریہ نہ کہا تھا' بلکہ نعمت الٰہی کے اظہار کے لئے فرمایا ۲۔ اسی کوڑے شراب پینے کی سزا اس سے چند مسئلے ثابت ہوئے ایک یہ کہ شراب کی بو منہ سے پائی جائے' تو اس سے شراب پینے کا ثبوت ہو جائے گا مجرم اقرار کرے یا نہ کرے' گواہی قائم ہو یا نہ ہو' مگر شرط یہ ہے کہ بو یقیناً شراب ہی کی ہو کھٹے سیب یا بہی کی نہ ہو' یہ ہی احناف کا مذہب ہے' دوسرے یہ کہ شراب کی بو پائے جانے یا شراب کی قے کرنے پر بھی حد شراب یعنی شرب کی سزا دی جاسکتی ہے' تیسرے یہ کہ نشہ والے کا ارتداد معتبر نہیں کہ وہ اپنے ہوش میں نہیں ہوتا' دیکھو قرآن شریف کا یا اس کی متواتر قرات یعنی طریقہ ادا کا انکار کفر ہے' مگر حضرت ابن مسعود نے اسے مرتد قرار نہ دیا' بلکہ شرابی قرار دیا ورنہ آپ یا تو اسے قتل کراتے' ورنہ تجدید ایمان و تجدید نکاح کا حکم دیتے ایک بار حضرت حمزہ نے نشہ کی حالت میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم و دیگر صحابہ سے کہہ دیا تھا ھل انتم الا عبید لابی یہ گفتگو کفر تھی' مگر انہیں کافر نہ کہا گیا فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر میت سے بحالت نزع روح کفریہ بات سنی جائے تو اسے کافر نہ مانا جائیگا' اس کی نماز جنازہ و دفن کیا جائیگا کہ اس وقت ہوش ٹھکانے نہیں ہوتے بے ہوشی میں کہہ رہا ہے بعض صوفیاء سے سکر کی

marfat.com

حالت میں کلمہ کفر ثابت ہیں جیسے انا الحق یا سبحانی ما اعظم شانی وہ معذور ہیں کہ مدہوش ہیں' نیند کا بھی یہ ہی حال ہے

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ اَرْسَلَ اِلَيَّ اَبُوْ بَكْرٍ مَقْتَلَ اَهْلِ الْيَمَامَةِ فَاِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عِنْدَهٗ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اِنَّ عُمَرَ اَتَانِيْ فَقَالَ اِنَّ الْقَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّ يَوْمَ الْيَمَامَةِ بِقُرَّآءِ الْقُرْاٰنِ وَاِنِّيْ اَخْشٰى اَنِ اسْتَحَرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّآءِ بِالْمَوَاطِنِ فَيَذْهَبَ كَثِيْرٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ وَاِنِّيْ اَرٰى اَنْ تَاْمُرَ بِجَمْعِ الْقُرْاٰنِ قُلْتُ لِعُمَرَ كَيْفَ تَفْعَلُ شَيْئًا لَّمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ هٰذَا وَاللّٰهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَاجِعُنِيْ حَتّٰى شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرِيْ لِذٰلِكَ وَرَاَيْتُ فِيْ ذٰلِكَ الَّذِيْ رَاٰى عُمَرُ قَالَ زَيْدٌ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ لَا نَتَّهِمُكَ وَقَدْ كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَتَبَّعِ الْقُرْاٰنَ فَاجْمَعْهُ فَوَاللّٰهِ لَوْ كَلَّفُوْنِيْ نَقْلَ جَبَلٍ مِّنَ الْجِبَالِ مَا كَانَ اَثْقَلَ عَلَيَّ مِمَّا اَمَرَنِيْ بِهٖ مِنْ جَمْعِ الْقُرْاٰنِ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ تَفْعَلُوْنَ شَيْئًا لَّمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هُوَ وَاللّٰهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ اَبُوْ بَكْرٍ يُرَاجِعُنِيْ حَتّٰى شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرِيْ لِلَّذِيْ شَرَحَ لَهٗ صَدْرَ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ فَتَتَبَّعْتُ الْقُرْاٰنَ اَجْمَعُهٗ مِنَ الْعُسُبِ وَاللِّخَافِ وَصُدُوْرِ الرِّجَالِ حَتّٰى وَجَدْتُّ اٰخِرَ سُوْرَةِ التَّوْبَةِ مَعَ اَبِيْ خُزَيْمَةَ الْاَنْصَارِيِّ لَمْ اَجِدْهَا مَعَ اَحَدٍ غَيْرِهٖ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ حَتّٰى خَاتِمَةِ بَرَآءَةَ فَكَانَتِ الصُّحُفُ عِنْدَ اَبِيْ بَكْرٍ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ثُمَّ عِنْدَ عُمَرَ حَيٰوتَهٗ ثُمَّ عِنْدَ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ

(۲۱۱۴) روایت ہے حضرت زید ابن ثابت سے فرماتے ہیں مجھے ابوبکر صدیق نے جنگ یمامہ کے موقعہ پر بلایا ا۔ تو حضرت عمر ابن خطاب آپ کے پاس تھے ابوبکر صدیق نے فرمایا کہ جناب عمر میرے پاس آئے تو بولے کہ یمامہ کے دن قرآن کے قاری بہت شہید ہو گئے میں ڈرتا ہوں کہ اگر اور چند جنگوں میں قاری شہید ہوتے رہے تو بہت سا قرآن ضائع ہو جائے گا ۲۔ لہٰذا میری رائے یہ ہے آپ قرآن جمع کرنے کا حکم دیدیں ۳۔ میں نے عمر سے کہا تم وہ کام کیسے کر سکتے ہو جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ۴۔ فرماتے ہیں کہ تب حضرت عمر نے کہا رب کی قسم یہ کام اچھا ہے حضرت عمر بار بار یہ کہتے رہے حتی کہ اللہ نے اس کام کے لئے میرا سینہ کشادہ کر دیا ۵۔ اور میں نے حضرت عمر کی رائے میں مصلحت دیکھی حضرت زید کہتے ہیں کہ جناب ابوبکر نے فرمایا تم جوان ہو عقلمند ہو ہمیں تم پر بداعتمادی نہیں ۶۔ اور تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی لکھتے رہے ہو ۷۔ لہٰذا تم ہی قرآن تلاش کرو اور اسے جمع کر دو ۸۔ اللہ کی قسم اگر وہ مجھے پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ کے ہٹا دینے کا حکم دیتے وہ مجھ پر اتنا گراں نہ ہوتا جتنا قرآن جمع کرنے کا حکم مجھ پر بھاری پڑا ۹۔ فرماتے ہیں میں نے کہا آپ وہ کام کیوں کرتے ہیں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا حضرت صدیق نے فرمایا خدا کی قسم یہ کام بہت اچھا ہے ۱۰۔ پھر حضرت صدیق بار بار مجھے یہ فرماتے رہے حتی کہ اللہ نے میرا سینہ بھی اس کے لئے کھول دیا جس کے لئے حضرت صدیق و فاروق کا سینہ کھولا ۱۱۔ پھر میں نے قرآن کی تلاش شروع کی کہ اسے خرمے کی شاخوں' پتھروں اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرنے لگا ۱۲۔ حتی کہ سورۃ توبہ کا آخری حصہ حضرت ابو خزیمہ انصاری کے پاس پایا انکے سواء کسی کے پاس نہ ملا ۱۳۔ یعنی لقد جاء کم رسول سے ختم سورۃ برائت تک ۱۴۔ پھر یہ

marfat.com

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ) ہو راق حضرت ابو بکر کے پاس رہے حتی کہ رب نے انہیں وفات دیدی پھر تاحین حیات حضرت عمر کے پاس پھر حضرت حفصہ بنت عمر کے پاس ۱۵۔(بخاری)۱۶۔

(۱۲۱۴) ا۔ یمامہ ایک سرسبز شہر ہے جو مدینہ منورہ سے سولہ منزل پر واقع ہے یمامہ عورت کے نام پر رکھا گیا' وہاں قبیلہ بنی حنیفہ کے ایک شخص مسیلمہ نے دعویٰ نبوت کیا اس پر بہت لوگ ایمان لے آئے ان مرتدین سے حضرت ابو بکر صدیق نے جہاد کیا بڑے گھسان کا رن پڑا بارہ سو مسلمان شہید ہوئے جن میں سات سو حافظ قرآن و قاری صحابہ بھی تھے قرآن کریم کی حفاظت خطرہ میں پڑ گئی حضرت خالد ابن ولید اسلامی سپہ سلار تھے' آخر حضرت وحشی نے مسیلمہ کو ہلاک کیا یہ کہہ کر کہ یہ حضرت حمزہ کے خون کا کفارہ ہے خولہ بنت جعفر حنفیہ اسی جنگ میں گرفتار آئیں جو حضرت علی مرتضیٰ کو دی گئیں جن سے محمد ابن حنفیہ پیدا ہوئے اس جنگ کی خبر قرآن کریم نے یوں دی ستدعون الی قوم اولی باس شدید ۲۔ کیونکہ ابھی تک قران کریم نہ تو جمع ہوا ہے نہ کتابی شکل میں باقاعدہ لکھا گیا ہے صرف سینوں میں ہے اگر یہ سینے ہی ختم ہو گئے تو قرآن بھی ختم ہو جائیگا ۳۔ اے عمر فاروق اللہ تمہیں ہم سب کی طرف سے جزاء خیر دے تم ہی نے قرآن جمع کرا لیا اور تم ہی نے حفاظت قرآن کا ذریعہ قائم کیا یعنی باقاعدہ تراویح کی جماعت میں ختم قرآن ہو تا' اگر تراویح نہ ہوتی' تو حفظ قرآن کا رواج بھی ختم ہو چکا ہو تا تمہارے احسان سے مسلمان تاقیامت سبکدوش نہیں ہو سکتے' اللہ تمہاری قبر انور نور سے بھردے رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۴۔ یعنی جمع قرآن بدعت ہے اور ہر بدعت بری ہوتی ہے' لہذا یہ کام بھی برا ہو گا اس سے معلوم ہوا کہ ہر وہ کام جو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں نہ ہو وہ بدعت ہے اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کی باقاعدہ جماعت قائم کر کے فرمایا نعمت البدعۃ ھذہ یہ بری اچھی بدعت ہے یعنی سنت صحابہ شرعی بدعت ہے خیال رہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ حیات میں قرآنی آیات کی ترتیب تو دے دی تھی کہ ہر آیت کے نزول پر فرمادیتے تھے کہ اسے فلاں سورۃ میں فلاں آیت کے بعد رکھو یہ ترتیب لوح محفوظ کی ترتیب کے موافق تھی مگر قرآن جمع نہ فرمایا تھا کیونکہ جمع ممکن نہ تھا آخر حیات شریف تک تو مختلف سورتوں کی مختلف آیتیں آتی رہی ہیں جمع قرآن کی یہ سعادت تو حضرت ابو بکر و عمر و عثمان غنی کے نصیب میں تھی ۵۔ اور میں نے بھی یہ سمجھ لیا کہ ہر بدعت بری نہیں ہوتی بلکہ بعض بدعتیں اچھی بھی ہوتی ہیں حتی کہ بدعت حسنہ مستحب کبھی واجب اور کبھی فرض بھی ہوتی ہے' اس وقت جمع قرآن بدعت تھا مگر فرض تھا' اس سے بدعت حسنہ کا قوی ثبوت ہوا ۶۔ مجھے یقین ہو گیا کہ اس وقت جمع قرآن نہ کرنا یہ اس کے ضائع ہونے کا سبب ہو گا یہاں مرقات نے فرمایا کہ جمع قرآن بدعت تھا مگر خیر تبیین بدعت ۷۔ یعنی جمع قرآن میں قوت کی بھی ضرورت ہے اور علم و حفظ اور دیانتداری کی بھی تم میں خدا کے فضل سے یہ سارے اوصاف جمع ہیں ۸۔ یعنی اکثر کتابت وحی تم نے کی ہے' مرقات نے فرمایا کہ کاتبین وحی چوبیس صحابہ تھے جس میں خلفائے راشدین بھی ہیں ہم نے اپنی کتاب' امیر معاویہ میں بحوالہ صواعق محرقہ وغیرہ لکھا ہے کہ کاتبین وحی تیرہ ہیں' یعنی زیادہ تر لکھنے والے' خلفاء راشدین' عامر ابن فہیرہ' عبد اللہ ابن ارقم' ابی ابن کعب' ثابت ابن قیس' خالد ابن سعید ابن عاص' حنظلہ ابن ربیع سلمی ہے' زید ابن ثابت' معاویہ' ابن سفیان' شرحبیل ابن حسنہ ۹۔ یعنی یہ کام قریباً سارے صحابہ کریں گے' مگر اس کے منتظم تم ہو گے' لہذا اس جملہ پر یہ اعتراض نہیں کہ پھر تو قرآن کریم متواتر نہ رہا ایک زید ابن ثابت کی روایت سے شروع ہوا ۱۰۔ یا تو اس لئے کہ جمع قرآن کو میں نے بدعت جانا اور ناجائز سمجھا اس لئے کہ پہاڑ کا منتقل کرنا

marfat.com

جسمانی مشقت سے ہے اور جمع قرآن میں جسمانی اور روحانی دونوں مشقتیں ہیں یا اس لئے کہ پہاڑ ٹال دینے میں کوئی ذمہ داری نہیں اور جمع قرآن میں قیامت تک مسلمانوں کے ایمان و اعمال کی حفاظت کی ذمہ داری ہے کہ اگر ایک آیت میں ذرا سی بھی غلطی ہوگئی تو کسی کے نہ ایمان کی خیر ہے نہ اعمال کی ۱۱۔ یعنی اگرچہ قرآن جمع کرنا بدعت ہے مگر اچھی بدعت ہے خیال رہے کہ ایجادات صحابہ کو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے سنت فرمایا ہے علیکم بسنتی وسنته الخلفاء الراشدین لغوی معنے سے یعنی طریقہ و مسلک' رب تعالٰی نے فرمایا ہے سنة من قد ارسلنا قبلك من رسلنا اور میں بھی سمجھ گیا کہ ہر بدعت بری نہیں ہوتی بعض بدعتیں اچھی بھی ہوتی ہیں جمع قرآن مجید ہے تو بدعت مگر اچھی ہے ۱۲۔ خیال رہے کہ چار صحابہ کو قرآن کریم مکمل حفظ تھا' ابی ابن کعب' زید ابن ثابت' معاذ ابن جبل' ابو الدرداء رضی اللہ عنہم' مگر حضرت زید نے صرف اپنی یاد پر جمع نہ فرمایا بلکہ تمام صحابہ سے ہر آیت کی تائید حاصل کی چنانچہ مختلف آیتیں مختلف صحابہ سے مختلف طرح ملیں کسی کو صرف یاد تھیں کسی کے پاس یاد کے علاوہ پتوں' پتھروں وغیرہ پر لکھی ہوئی بھی تھیں' حضرت زید بن ثابت نے ان تمام چیزوں کو جمع کیا' پھر اپنی یاد سے مقابلہ کیا پھر انہیں مختلف اوراق میں پرچوں کی شکل میں یکجا کر کے انہیں دھاگہ سے باندھ کر ایک تھیلہ میں محفوظ کر لیا صدیق اکبر کے زمانہ میں جمع قرآن کی یہ نوعیت ہوئی کہ آیات قرآنیہ متفرق تھیں ایک دھاگہ اور ایک تھیلہ میں جمع ہوگئیں' حضرت عثمان غنی کے زمانہ میں یہ تمام پرزے اور ورق ایک کتابی شکل میں جمع کر کے ان کی مختلف نقلیں کرا کر ہر طرف بھیجی گئیں کتابی شکل میں قرآن کا آنا عہد عثمان میں ہوا' اس لئے حضرت عثمان کو جامع قرآن کہا جاتا ہے خلاصہ یہ کہ جمع قرآن تین بار ہوا ایک بار تو عہد نبوی میں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے لوگوں نے اپنے ذہن میں ترتیب دے لیں' پھر عہد صدیقی میں' کہ مختلف اوراق ایک دھاگہ ایک تھیلہ میں جمع ہوگئے پھر عہد عثمانی میں قرآن شریف کتابی شکل میں آگیا' لمعات و مرقات' اس تقریر سے تمام شبہات دفع ہوگئے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے خود جمع قرآن کیوں نہ کیا' یہ کہ جب جامع قرآن ابوبکر صدیق ہیں' تو عثمان غنی کو جامع قرآن کیوں کہا جاتا ہے یہ کہ پھر تو قرآنی آیات متواتر نہ رہیں بعض مشکوک ہوگئیں جو محض اوراق یا پتوں یا پتھروں سے لی گئیں وغیرہ ۱۳۔ یعنی یہ آیت ابو خزیمہ انصاری کے سواء کسی کے پاس لکھی ہوئی محفوظ نہ تھی یاد مجھے بھی تھی اور دوسرے صحابہ کو بھی مگر میں نے صرف اپنی یاد پر آیات جمع نہ کیں لہٰذا اس سے لازم یہ نہیں کہ یہ آیت متواتر نہ تھی ۱۴۔ براءۃ سورۃ توبہ کا نام ہے کیونکہ اس کے اول میں ہے براءۃ من اللہ یعنی سورۃ توبہ کی آخری آیت لقد جاءکم سے رب العرش العظیم تک صرف ابو خزیمہ انصاری کے پاس لکھی ہوئی ملی' مرقات نے فرمایا کہ الفاظ قرآن دلیل قطعی سے ثابت ہیں اور طریقہ کتابت دلیل ظنی سے ۱۵۔ چونکہ صدیق اکبر کی حیات شریف میں ہی حضرت عمر خلیفہ ہوگئے تھے' اس لئے اوراق آیات کا یہ تھیلہ عمر فاروق کو خود صدیق اکبر ہی نے عطاء فرمادیا تھا اور حضرت فاروق کی زندگی میں خلیفہ مقرر نہ ہوا تھا بعد میں چناؤ ہونا تھا' اس لئے یہ اوراق جناب عمر کی صاحبزادی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ام المؤمنین حفصہ کے پاس امانۃً محفوظ رہے جو پھر حضرت عثمان نے ان سے منگالئے جس کا ذکر اگلی حدیث میں آرہا ہے ۱۶۔ یہاں مرقاۃ نے حدیث حسن نقل کی کہ حضرت علی فرماتے ہیں کہ مسلمانوں پر احسان عظیم فرمانے والے ابوبکر صدیق ہیں اللہ ان پر رحمتوں کی بارش کرے کہ مسلمانوں کو قران جمع کر کے دے گئے وہ جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علی نے خفیہ قرآن جمع کیا وہ روافض کی گھڑی ہوئی ہے ورنہ وہ ضرور اس قرآن کی اشاعت کرتے قرآن تو اشاعت کے لئے آیا نہ کہ غار میں چھپانے کے لئے رب تعالٰی فرماتا ہے' ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینٰت والھدی من بعد ما بینه للناس

marfat.com

فی الکتب اولئک یلعنهم الله ویلعنهم اللعنون یعنی قرآن چھپانے والے پر اللہ کی اور سب خلق کی لعنت ہے۔

وعن انس بن مالك ان حذيفة بن اليمان قدم على عثمان وكان يغازي اهل الشام في فتح ارمينية واذربيجان مع اهل العراق فافزع حذيفة اختلافهم في القراءة فقال حذيفة لعثمان يا امير المؤمنين ادرك هذه الامة قبل ان يختلفوا في الكتاب اختلاف اليهود والنصارى فارسل عثمان الى حفصة ان ارسلي الينا بالصحف ننسخها في المصاحف ثم نردها اليك فارسلت بها حفصة الى عثمان فامر زيد بن ثابت وعبد الله بن الزبير وسعيد بن العاص وعبد الله بن الحارث بن هشام فنسخوها في المصاحف وقال عثمان للرهط القرشيين الثلثة اذا اختلفتم انتم وزيد بن ثابت في شيء من القران فاكتبوه بلسان قريش فانما نزل بلسانهم ففعلوا حتى اذا نسخوا الصحف في المصاحف رد عثمان الصحف الى حفصة وارسل الى كل افق بمصحف مما نسخوا وامر بما سواه من القران في كل صحيفة او مصحف ان يحرق قال ابن شهاب فاخبرني خارجة بن زيد بن ثابت انه سمع زيد بن ثابت قال فقدت اية من الاحزاب حين نسخنا المصحف قد كنت اسمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرا بها فالتمسناها فوجدناها مع خزيمة بن ثابت الانصاري من المؤمنين رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه فالحقناها

(۲۱۱۵) روایت ہے حضرت انس ابن مالک سے کہ حضرت حذیفہ ابن یمان جناب عثمان کی خدمت میں آئے جبکہ آپ فتح ارمینیہ میں شام والوں اور فتح آذربیجان میں عراق والوں سے جہاد کر رہے تھے حضرت حذیفہ کو لوگوں کی قراءت قرآن کے اختلاف نے گھبرا دیا تھا۱۔ چنانچہ حضرت حذیفہ نے حضرت عثمان سے عرض کیا اے امیر المؤمنین اس امت کی اس سے پہلے مدد کیجئے جبکہ وہ یہود و نصاریٰ کی طرح کتاب اللہ میں اختلاف کر بیٹھیں ۲۔ تب جناب عثمان نے بی بی حفصہ کو پیغام بھیجا کہ ہمارے پاس وہ اوراق بھیج دو تاکہ ہم انہیں صحیفوں میں نقل کریں ۳۔ پھر تمہیں واپس کر دیں گے ۴۔ حضرت حفصہ نے وہ صحیفے جناب عثمان کو بھیج دیئے آپ نے حضرت زید ابن ثابت عبداللہ ابن زبیر سعید ابن عاص عبداللہ ابن حارث ابن ہشام کو حکم دیا ۵۔ انہوں نے اسے مختلف صحیفوں میں نقل کیا ۶۔ اور حضرت عثمان نے قریشی جماعت سے فرمایا جو تین صاحب تھے ۷۔ کہ جب تم اور زید ابن ثابت قرآن کی کسی آیت میں اختلاف کرو ۸۔ تو اسے زبان قریش ہی میں لکھنا کیونکہ قرآن زبان قریش میں اترا ہے ۹۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا حتی کہ جب یہ صحیفے دیگر مصاحف میں نقل کر لئے تو حضرت عثمان نے یہ اوراق بی بی حفصہ کو واپس کر دیئے اور ان نقل شدہ میں سے ہر طرف ایک نسخہ بھیج دیا ۱۰۔ اور ان کے سواء بقیہ اور نسخوں کو جلا دینے کا حکم دیدیا ۱۱۔ ابن شہاب فرماتے ہیں کہ مجھے خارجہ ابن زید ابن ثابت نے خبر دی ۱۲۔ کہ انہوں نے حضرت زید ابن ثابت کو فرماتے سنا کہ میں نے سورہ احزاب کی ایک آیت قرآن نقل کرتے وقت گم پائی جو میں رسول اللہ صلے

marfat.com

فِیْ سُوْرَتِہَا فِی الْمُصْحَفِ۔

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے ہوئے سنا کرتا تھا ۱۳۔ ہم نے اسے بہت تلاش کیا تو اسے خزیمہ ابن ثابت انصاری کے پاس پایا ۱۴۔ یعنی یہ آیت کہ مومنوں میں بعض وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ سے کئے ہوئے عہد کو سچ کر دکھایا چنانچہ ہم نے اسے قرآن شریف میں اس سورت سے ملا دیا (بخاری) ۱۵۔

(۲۱۱۵) ا۔ بلاد الغرب میں آذربیجان مشہور شہر ہے اور اسی شہر کے نام سے علاقہ کو بھی آذربیجان کہا جاتا ہے اس علاقہ میں آرمینیہ مشہور شہر ہے عہد عثمانی میں یہ علاقہ فتح ہوا اس جہاد میں شام و عراق کے غازی جمع تھے' یہ حضرات قرآن کریم مختلف طرح پڑھتے تھے اور ہر ایک کہتا تھا کہ میرا قرآن صحیح دوسرے کا غلط ہے یہ اختلاف یا تو مختلف قراتوں کی بناء پر تھا جو زمانہ نبوی میں مروج ہو چکی تھیں یا اس لئے کہ بعض صحابہ کے پاس قرآنی آیتوں کے ساتھ کچھ تفسیری نوٹ تھے جو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائے تھے وہ اسے قرآن سمجھے بیٹھے تھے اور قرآن کی طرح ان کی بھی تلاوت کر لیتے تھے ۲۔ یعنی اے امیر المومنین ابھی تو عہد صحابہ ہے اگر اس وقت سے قرآن میں اختلاف پیدا ہو گیا تو آگے چل کر سینکڑوں قسم کے قرآن جمع ہو جائیں گے جس کی وجہ سے مسلمانوں میں تفرقہ پیدا ہو گا ہر فرقہ کہے گا کہ میرا قرآن درست ہے دوسرے کا غلط جیسا کہ آج توریت و انجیل کے نسخوں کا حال ہے ۳۔ حضرت عثمان غنی نے پہلے تو پچاس ہزار مسلمانوں کو جمع فرما کر ان سے مشورہ کیا سب نے بالاتفاق جمع قرآن کی رائے دیدی پھر آپ نے حضرت ام المومنین حفصہ بنت عمر فاروق سے جمع شدہ تھیلا منگایا یہاں مصحف سے مراد وہ اوراق ہیں جو حضرت صدیق اکبر جمع فرما کر دھاگے سے باندھ کر یکجا کر گئے تھے اور مصاحف سے مراد قرآن کریم کے مکمل نسخے ہیں جو کتابی شکل میں ہوں لہذا حدیث واضح ہے ۴۔ کیونکہ حضرت حفصہ کے پاس قرآن بصیغہ امانت تھا نہ کہ یہ اوراق' قرآن مجید نقل کر کے اوراق انہیں بھیج دیئے گئے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضرت حفصہ کو وہ اوراق واپس کیوں کئے گئے ۵۔ یعنی قرآن کے جمع کے لئے یہ چار حضرات منتخب ہوئے جن میں سے حضرت زید ابن ثابت تو انصاری تھے باقی تین حضرات مہاجر قرشی تھے ۶۔ چار یا سات نسخے قرآن کریم کے جمع کئے جن میں سے ایک نسخہ یہاں مدینہ پاک میں رکھا گیا باقی تمام اطراف میں بھیج دیئے گئے ۷۔ جن کے نام ابھی ابھی ذکر کئے گئے عبداللہ ابن زبیر' سعید ابن عاص' عبداللہ ابن حارث ۸۔ اس طرح کہ تمہاری قراۃ کچھ اور طرح ہو' اور حضرت زید ابن ثابت کی قراۃ دوسری طرح اس اختلاف کی وجہ وہ ہے جو پہلے گزر چکی کہ زمانہ نبوی میں تلاوت قرآن مختلف قراتوں سے ہوتی تھی ۹۔ یعنی نزول قرآن تو قریشی زبان میں ہوا پھر آسانی کے لئے دیگر لوگوں کو اپنی لغتوں میں تلاوت کی اجازت دی گئی تھی اس وقت کے لحاظ سے جیسے نزول تو ہوا مالک یوم الدین مگر اجازت دی گئی ملک یوم الدین پڑھنے کی بھی یا نزول تو ہوا ننشزھا ز نقطے والی سے مگر اجازت دی گئی ننشرھا پڑھنے کی بھی راء مہملہ سے خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے صرف جمع قرآن کا اہتمام فرمایا لغت قریش پر ہو یا دوسری لغت پر' مگر حضرت عثمان نے جمع بھی کیا اور دوسری قراتوں سے چھانٹ بھی دیا جمع صدیقی اور جمع عثمانی میں ایک فرق یہ بھی ہے' حضرت حفصہ سے اوراق قرآن منگانے کا منشاء یہ تھا کہ کوئی آیتہ رہ نہ جائے نہ یہ کہ بعینہ نقل کر دی جائے' لہذا اس واقعہ پر اعتراض نہیں ۱۰۔ چنانچہ قرآن کریم کے سات نسخے نقل کئے گئے جن میں سے ایک مدینہ پاک میں رکھا گیا اور ایک کوفہ' ایک بصرہ

marfat.com

ایک شام' ایک بحرین اور ایک مکہ معظمہ کو بھیجے ۱۱؎ یحرق ح مہملہ سے ہے۔ بمعنی جلادینا' بعض نسخوں میں یخرق خ منقوطہ سے ہے۔ بمعنی پھاڑ ڈالنا یعنی اس کے علاوہ قرآن کے دوسرے اوراق کے جلاڈالنے کا حکم دیا یا پھاڑ دینے کا مگر یحرق حاء مہملہ سے زیادہ مشہور ہے خیال رہے کہ بعض صحابہ کے پاس کچھ اوراق تھے جن میں وہ آیات بھی تھیں جو منسوخ التلاوت ہو چکی تھیں مگر انہیں نسخ کی خبر نہ ہوئی تھی' اور بعض تفسیری نوٹ بھی تھے جو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے آیت کے ساتھ بطور تفسیر ارشاد فرمائے تھے یہ حضرات ان سب کو قرآن ہی سمجھے ہوئے تھے جیسے حضرت ابی ابن کعب' یا ابن مسعود کے مصاحف' اگر وہ اوراق باقی رہ جاتے تو مسلمانوں میں بڑا فتنہ پھیلتا' ہر فرقہ کہتا کہ یہ قرآن درست دوسرا غلط اس لئے باقی تمام نسخے جلوا دیئے گئے' بعض بے وقوف کہتے ہیں کہ فضائل علی و اہل بیت کی آیات جلادی گئیں اور اب یہ موجودہ قرآن ناقص ہے مگر یہ محض غلط ہے ورنہ حضرت علی مرتضی اس وقت خاموش نہ بیٹھتے قرآن کی حفاظت کے لئے اپنی جان قربان کردیتے کم از کم اپنے دور خلافت میں اس اصلی قرآن کو جاری کرتے اور اس قرآن سے نماز وغیرہ کبھی ادا نہ کرتے' یہ بھی خیال رہے کہ اس وقت ان نسخوں کا جلاڈالنا ہی بہتر بلکہ ضروری تھا کہ اگر وہ دفن ہوتے' تو بعد میں پھر نکال لئے جاتے' اور ان کی اشاعت سے فساد پھیلتا اور اتنے اوراق دھونا دشوار بھی تھا اور خطرناک بھی' ورنہ بیکار قرآن کے اوراق کا دفن کردینا' بہتر ہے' یا اگر قلمی ورق ہو تو اسے دھو کر پی لینا افضل ہے کہ یہ پانی ہر مرض کی شفا ہے مرقاۃ ۱۲؎ ابن شہاب امام زہری کی کنیت ہے' اور خارجہ زید ابن ثابت کے بیٹے ہیں' مدینہ منورہ کے بڑے علماء میں سے تھے تا۔جی ہیں انہوں نے اپنے والد زید ابن ثابت سے یہ سنا ۱۳؎ یعنی جب ہم نے صحیفہ صدیقی سے صحف عثمانیہ میں قرآن شریف نقل کیا تو اس صحیفہ میں یہ آیت نہ ملی غالب یہ ہے کہ وہ پرچہ اس عرصہ میں گم ہو گیا ہو گا یا گل گیا ہو گا ورنہ حضرت صدیق اکبر کے زمانہ میں ساری آیتیں مع ساری قراتوں کے جمع ہو چکی تھیں' ان بزرگوں کو یہ آیت بخوبی یاد تھی مگر کوشش یہ کی گئی کہ کہیں سے یہ آیت لکھی ہوئی بھی مل جائے اور ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ عہد صدیقی میں جمع قرآن کے وقت کا ہو ۱۴؎ یعنی لکھی ہوئی صرف حضرت خزیمہ انصاری کے پاس تھی باقی دوسرے لوگوں کو یاد ضرور تھی حضرت خزیمہ کی کنیت ابو عمارہ ہے' اوسی ہیں' بدری ہیں' بدر اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھ تھے اسی جنگ میں شہید ہوئے رضی اللہ عنہ ۱۵؎ اس طرح کہ یہ آیت سورہ احزاب میں اپنی جگہ پر رکھ دی گئی' مرقات نے فرمایا کہ غالب یہ ہے کہ یہ واقعہ پہلی جمع کے وقت ہوا یعنی زمانہ صدیقی اس وقت سورہ توبہ کی آیت لقد جاء کم رسول کا بھی یہی معاملہ ہوا تھا ورنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ زمانہ صدیقی میں تمام قرآن جمع ہو جائے اور پھر یہ آیت اس میں نہ ہو' یہ جمع ۲۵ھ میں ہوا مرقات نے فرمایا کہ عہد صدیقی کا جمع کیا ہوا قرآن مروان ابن حکم کے زمانہ میں جلادیا گیا حضرت حفصہ کی وفات کے بعد اشعۃ اللمعات میں شیخ نے فرمایا کہ حضرت علی نے بھی نزول کے مطابق قرآنی آیات جمع فرمائی تھیں مگر فتنہ کے خوف سے اس قرآن کی اشاعت نہ کی بلکہ اسے تلف کردیا تاکہ مسلمانوں میں دو قرآن نہ ہو جائیں کہ یہ سخت فتنہ کا باعث ہو گا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قُلْتُ لِعُثْمَانَ مَا حَمَلَكُمْ عَلَىٰ أَنْ عَمَدْتُمْ إِلَى الْأَنْفَالِ وَهِيَ مِنَ الْمَثَانِي وَإِلَىٰ بَرَاءَةٍ وَهِيَ مِنَ الْمِئِينَ فَقَرَنْتُمْ بَيْنَهُمَا وَلَمْ تَكْتُبُوا سَطْرَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَوَضَعْتُمُوهَا فِي السَّبْعِ

(۲۱۱۶) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں میں نے حضرت عثمان سے پوچھا کہ تمہارے لئے اس کا کیا سبب ہوا کہ تم نے سورہ انفال کو جو مثانی میں سے ہے سورۃ براءۃ سے ملادیا جو مئین میں سے ہے ۱؎ اور بیچ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ لکھی ۲؎ اور تم

marfat.com

الطُّوَلِ مَا حَمَلَكُمْ عَلٰى ذٰلِكَ قَالَ عُثْمَانُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا يَأْتِيْ عَلَيْهِ الزَّمَانُ وَهُوَ يَنْزِلُ عَلَيْهِ السُّوَرُ ذَوَاتُ الْعَدَدِ وَكَانَ اِذَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ شَيْءٌ دَعَا بَعْضَ مَنْ كَانَ يَكْتُبُ فَيَقُوْلُ ضَعُوْا هٰؤُلَآءِ الْاٰيَاتِ فِي السُّوْرَةِ الَّتِيْ يُذْكَرُ فِيْهَا كَذَا وَكَذَا فَاِذَا نَزَلَتْ عَلَيْهِ الْاٰيَةُ فَيَقُوْلُ ضَعُوْا هٰذِهِ الْاٰيَةَ فِي السُّوْرَةِ الَّتِيْ يُذْكَرُ فِيْهَا كَذَا وَكَذَا وَكَانَتِ الْاَنْفَالُ مِنْ اَوَائِلِ مَا نَزَلَتْ بِالْمَدِيْنَةِ وَكَانَتْ بَرَآءَةٌ مِّنْ اٰخِرِ الْقُرْاٰنِ نُزُوْلًا وَكَانَتْ قِصَّتُهَا شَبِيْهَةً بِقِصَّتِهَا فَقُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُبَيِّنْ لَنَا اَنَّهَا مِنْهَا فَمِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ قَرَنْتُ بَيْنَهُمَا وَلَمْ اَكْتُبْ سَطْرَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَوَضَعْتُهَا فِي السَّبْعِ الطُّوَلِ ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ)

نے اسے سات بڑی سورتوں میں رکھ دیا اس کی وجہ کیا ہوئی ۳؎ تو حضرت عثمان نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر زمانہ گزرتا رہتا تھا کہ آپ پر متعدد سورتیں نازل ہوتی رہتی تھیں ۴؎ اور جب بھی آپ پر کوئی آیت اترتی تو بعض کاتبین وحی کو بلاتے اور فرماتے کہ یہ آیتیں اس سورۃ میں رکھو جن میں فلاں فلاں چیزوں کا ذکر ہے ۵؎ پھر جب آپ پر کوئی آیت نازل ہوتی تو فرماتے کہ اس آیت کو اس سورۃ میں رکھو جس میں ایسا ایسا ذکر ہے ۶؎ اور سورہ انفال ان سورتوں میں سے ہے جو مدینہ پاک میں پہلے نازل ہوئیں اور سورہ برات نزول میں آخر قرآن ہے ۷؎ اور اس کا قصہ سورہ انفال کے قصے سے مشابہ تھا ۸؎ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور یہ صراحۃً بیان نہ فرمایا کہ یہ سورہ انفال کا جزء ہے ۹؎ اس لئے میں نے انہیں ملا تو دیا مگر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی سطر نہ لکھی اور میں نے اسے سات لمبی سورتوں میں رکھا ۱۰؎ (احمد، ترمذی، ابوداؤد) ۱۱؎

(۲۱۲۶) ۱؎ قرآن کریم کی تقسیم یوں ہے کہ اول قرآن کا نام مثانی ہے اس کے بعد مئین، پھر تواں یا توابع پھر مفصل سورہ حجرات سے آخر قرآن کا نام مفصل ہے، مثانی سورت فاتحہ کا نام بھی ہے اور سارے قرآن کریم کا بھی، اور اس کی اگلی سات سورتوں کا بھی، حضرت ابن عباس نے حضرت عثمان سے دو سوال کئے ایک یہ کہ سورۃ انفال تمہارے جمع کے مطابق مثانی حصے کی سورۃ ہے، اور سورۃ توبہ مئین حصہ کی سورت آپ حضرات نے ان دونوں سورتوں کو ملا کیوں دیا، نیز سورہ انفال چھوٹی سورۃ ہے کہ پچھتر آیتوں کی ہے، اور سورہ توبہ بہت بڑی کہ اس کی ایک سو انتیس آیتیں ہیں، چنانچہ مثانی سورتیں بڑی ہیں اور مائین چھوٹی، مگر آپ نے چھوٹی سورت کو مثانی میں داخل کیا اور بڑی یعنی توبہ کو مئین میں، چاہیے تھا اس کے برعکس ہوتا ۲؎ یہ دوسرا سوال ہے یعنی تمام سورتوں کو بسم اللہ سے شروع کیا جاتا ہے، مگر تم نے سورہ توبہ کے اول بسم اللہ نہ لکھی، خلاصہ یہ ہے کہ سورۃ کا سورت سے فصل دو چیزوں سے ہوتا ہے ایک سورۃ کا نام آیتوں، رکوعوں کی تعداد کا ذکر اور دوسرے بسم اللہ آپ نے ان دو سورتوں انفال و توبہ کے درمیان ایک فصل تو رکھا مگر دوسرا فصل بسم اللہ والا نہ کیا اس کی کیا وجہ ہے سبحان اللہ دونوں سوال بہت ہی اہم ہیں۔ ۳؎ یعنی سورۃ انفال کو جس کی آیتیں سو سے کم بھی ہیں مثانی میں رکھا حالانکہ مثانی سورتوں کی آیتیں تو مئین سے بھی زیادہ ہونی چاہئیں خیال رہے کہ مئین سورتوں کی آیتیں سو سے زیادہ ہیں اس لئے انہیں مئین کہتے ہیں اور مثانی کی آیتیں تو مئین سے بھی زیادہ ہیں خلاصہ یہ ہے کہ سورہ توبہ پہلے چاہیے تھی کہ بڑی ہے اور سورہ انفال بعد کہ یہ چھوٹی ہے ۴؎ یعنی کبھی تو عرصہ تک حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم پر کوئی

marfat.com

وحی نہ آتی تھی اور کبھی مسلسل سورتیں آتی رہتی تھیں پھر آیات کے نزول کا یہ حال تھا کہ کبھی کسی سورۃ کی کوئی آیت آگئی اور کبھی دوسری سورۃ کی کوئی آیت سورتوں کے نزول کا بھی یہ ہی حال تھا کہ کبھی پچھلی سورۃ پہلے آگئی اور کبھی اگلی سورۃ پیچھے نازل ہو گئی کیونکہ سورتوں آیتوں کا نزول حسب ضرورت ہوتا تھا یہ ترتیب نزول کے مطابق نہیں بلکہ لوح محفوظ کی ترتیب کے لحاظ سے ہے' یہ کلام جواب کے علاوہ ہے ۵۔ یعنی جب کوئی آیت نازل ہوتی' تو فرمادیتے کہ یہ آیت فلاں سورۃ کی فلاں آیت کے بعد رکھو معلوم ہوا کہ ترتیب آیات' توقیفی چیز ہے جس میں عقل کو دخل نہیں' اسی لئے خود حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے حکم اپنے اہتمام سے ترتیب دلائی' کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی نظر لوح محفوظ پر تھی' دیکھتے تھے کہ وہاں کون سی آیت کس جگہ ہے' ادھر دیکھ کر ادھر ترتیب دیتے تھے ۶۔ یہ دونوں جملے مکرر معلوم ہوتے ہیں مگر ان میں فرق یہ ہے کہ وہاں شئی فرمایا گیا جس سے چند آیتوں کا مجموعہ مراد ہے اور یہاں آیۃ ارشاد ہوا یعنی ایک آیت مطلب یہ ہوا کہ اگر چند آیتیں ایک دم آتیں تو ان میں بھی سرکار خود ہی ترتیب دیتے تھے' اور اگر صرف ایک آیت آتی تب بھی ترتیب دیتے خیال رہے کہ آیتوں کی ترتیب تو بالاتفاق توقیفی ہے جس میں عقل کو دخل نہیں مگر سورتوں کی ترتیب میں اختلاف ہے بعض نے کہا وہ بھی توقیفی ہے بعض کے ہاں نہیں (مرقات) ۷۔ یعنی سورۃ انفال و برائت دونوں مدنی ہیں اس لئے انہیں ایک ساتھ رکھا گیا' پھر سورہ انفال پہلے اتری' اس لئے اسے آگے رکھا گیا' اور سورہ براءۃ بعد آئی اس لئے اسے پیچھے رکھا گیا یہ وجہ جمع و ترتیب کی ہوئی ۸۔ یعنی سورہ انفال و براءۃ کا مضمون یکساں ہے کہ سورۃ انفال میں اکثر دین کی سربلندی کفر کی نگونساری کا ذکر ہے اور سورہ براءۃ میں زیادہ تر منافقوں کی رسوائی ان کی پردہ دری و عتاب کا ذکر ہے جو دین کی بلندی کا نتیجہ ہے' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ایک ہی سورت ہیں۔ ۹۔ یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بسم اللہ کے نزول سے معلوم فرماتے تھے' کہ یہ آیات مستقل علیحدہ سورۃ ہیں یہ ہی ہم کو بتادیتے تھے مگر سورہ براءۃ کے متعلق حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر نہ دی کہ یہاں بسم اللہ آگئی ہے یہ سورۃ انفال سے علیحدہ سورت ہے ۱۰۔ خلاصہ جواب یہ ہوا کہ ان دونوں سورتوں کا مدنی ہونا دونوں کے مضامین کا بہت مناسب ہونا درمیان میں بسم اللہ نہ آنا ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں سورتیں ایک ہی سورۃ ہیں اس لئے درمیان میں بسم اللہ نہ لکھی گئی مگر دونوں کے نزول میں اتنا فاصلہ ہونا کہ سورہ انفال شروع ہجرت میں نازل ہوئی اور سورت توبہ آخر میں' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ الگ الگ دو سورتیں ہیں' اس لئے میں نے ان کی علیحدگی کی ایک علامت تو رکھ دی یعنی درمیان میں لمباخط سورۃ کا نام اس کی آیتوں رکوعوں کا ذکر' اور دوسری علامت نہ رکھی یعنی بسم اللہ' پتہ لگا کہ جمع قرآن میں بہت ہی احتیاط سے کام لیا گیا ہے' حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ بسم اللہ رحمت کی آیت ہے اور سورہ توبہ کفار سے امان اٹھانے' عذاب آنے کی آیت ہے اسی لئے رحمت کی آیت اس کے اول میں نہ لکھی گئی۔ مرقات و لمعات۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سورتوں کی ترتیب محض توقیفی نہیں اس میں کچھ عقل کو بھی دخل ہے۔ ۱۱۔ اس سوال و جواب سے معلوم ہوا کہ جمع صدیقی کتابی شکل میں ہوا دوسرے یہ کہ جمع صدیقی میں تمام قرائتیں موجود تھیں' مگر جمع عثمانی میں صرف ایک قراۃ رکھی گئی کیونکہ مختلف قراتوں کی اب ضرورت نہ رہی تھی لوگ اس قرات کے عادی ہو چکے تھے اور اس جمع میں وہ ہی قرات رکھی گئی جو جبریل امین لائے تھے باقی قراتوں کی لوگوں کو اجازت دیدی گئی تھی' ضرورۃ" کہ اپنی زبان میں قرآن پڑھ لیں' ان قبیلوں کی زبانوں میں کچھ الفاظ میں معمولی فرق تھا جیسے ملک مالک ننشر اور ننشز راء مہملہ وراء معجمہ سے۔

marfat.com

كِتَابُ الدَّعَوَاتِ
دعاؤں کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

دعوات دعوت کی جمع ہے۔ بمعنی دعا چھوٹے کا اپنے بڑے سے اظہار عجز کے ساتھ مانگنا دعا کہلاتا ہے چونکہ دعائیں صدہا قسم کی ہیں اس لئے دعوات جمع بولا' دعا مانگنا بھی ایک عبادت ہے بلکہ عبادات کا مغز ہے' حدیث' بعض علماء دعا کو افضل کہتے ہیں بعض رضاء بالقضاء کو' مگر بہتر یہ ہے کہ زبان سے دعا مانگے اور دل میں رضاء رکھے کہ اگر دعا قبول نہ ہو تو ملول نہ ہو' اس صورت میں دعا و رضا دونوں پر عمل ہو گا' بعض حضرات فرماتے ہیں کہ عمومی حالات میں دعا مانگنا بہتر ہے کہ اس میں بندگی کا اظہار ہے' اسی لئے تمام انبیاء خصوصاً حضور سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم نے دعائیں مانگی ہیں مگر بوقت امتحان رضا بالقضاء افضل ہے اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نار نمرود میں جاتے وقت دعا نہ مانگی بلکہ حضرت جبریل کے عرض کرنے پر فرمایا کفانی عن سوالی علمه بحالی لہٰذا دونوں قسم کے واقعات آپس میں متعارض نہیں' (از لمعات مع زیادۃ)' دعا و ترک دعا کی اور بھی توجیہیں کی گئی ہیں مگر یہ توجیہ بہت بہتر ہے احوال مختلف ہیں' جیسی حالت ویسا عمل

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِکُلِّ نَبِیٍّ دَعْوَةٌ مُّسْتَجَابَةٌ فَتَعَجَّلَ کُلُّ نَبِیٍّ دَعْوَتَهٗ وَاِنِّیْ اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِیْ شَفَاعَةً لِّاُمَّتِیْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ فَهِیَ نَائِلَةٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مَنْ مَّاتَ مِنْ اُمَّتِیْ لَا یُشْرِکُ بِاللّٰهِ شَیْئًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَلِلْبُخَارِیِّ اَقْصَرُ مِنْهُ۔

(۲۱۱۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر نبی کی ایک دعا خصوصاً قبول ہوتی ہے تو ہر نبی نے اپنی وہ دعا یہاں استعمال کرلی ا۔ اور میں نے اپنی دعا روز قیامت کے لئے بچا رکھی اپنی امت کی شفاعت کے واسطے چنانچہ میری وہ دعا انشاء اللہ میرے ہر اس امتی کو پہنچے گی جو اس طرح مرے کہ رب تعالٰی کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو ۲۔ (مسلم اور بخاری میں کچھ مختصر ہے۔

(۲۱۱۷) ا۔ یعنی یوں تو انبیاء کرام کی قریباً ساری دعائیں ہی قبول ہیں' مگر رب تعالٰی کی طرف سے ہر نبی کو ایک خصوصی دعا عطا ہوتی ہے جس کے متعلق رب تعالٰی کا حتمی وعدہ ہوتا ہے کہ ہم ضرور قبول کریں گے تمام نبیوں نے اپنی اپنی دعائیں دنیا میں استعمال فرمالیں کسی بزرگ نے ہلاکت کفار کے لئے جیسے حضرت نوح' صالح' لوط و ہود' علیهم الصلوة والتسلیمات اور بعض انبیائے کرام نے کسی اور مقصد کے لئے استعمال فرمالیں جیسے حضرت ابراہیم' اسماعیل یعقوب و یوسف علیهم الصلوة والسلام' کسی بزرگ نے اپنی دعا کسی مقصد میں استعمال فرمالی یہ بہت وسیع مضمون ہے (اشعۃ اللمعات) ۲۔ یعنی میں نے اپنی وہ دعا یہاں استعمال نہ کی بلکہ قیامت کے لئے اٹھا رکھی ہے اس سے اپنی امت کی شفاعت کروں گا اور اسی کا فائدہ ہر وہ شخص اٹھائے گا جسے ایمان پر خاتمہ نصیب ہو خیال رہے کہ ایسے موقع پر شرک نہ کرنے سے مراد کفر نہ کرنا ہے جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے ان اللہ لا یغفر ان یشرک به الخ لہٰذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت مرزائیوں' چکڑالویوں وغیرہ مرتدین کو پہنچے گی کہ یہ لوگ مشرک تو نہیں۔

marfat.com

وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اتَّخَذْتُ عِنْدَکَ عَھْدًا لَّنْ تُخْلِفَنِیْہِ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ فَاَیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ اٰذَیْتُہٗ شَتَمْتُہٗ لَعَنْتُہٗ جَلَدْتُّہٗ فَاجْعَلْھَا لَہٗ صَلٰوۃً وَّ زَکٰوۃً وَّقُرْبَۃً تُقَرِّبُہٗ بِھَا اِلَیْکَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۲۱۱۸) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے الٰہی میں نے تجھ سے ایک عہد لے لیا ہے تو ہرگز اس کے خلاف نہ کرے گا۱ کہ میں بشر ہوں لہٰذا جس مسلمان کو میں ایذاء دے دوں اسے برا کہہ دوں بددعا کردوں کوڑا ماروں تو تو اس کے لئے رحمت و پاکی اور قربت بنا کہ جس کے ذریعہ اسے قیامت کے دن اپنے سے قریب فرما۲ مسلم بخاری

(۲۱۱۸) ۱ ظاہر یہ ہے کہ عہد سے مراد دعا ہے اور یہ کلام اخبار نہیں بلکہ انشاء ہے یعنی اے مولیٰ میں تجھ سے دعا کرتا ہوں مجھے یقین ہے کہ تو میری دعا رد نہ فرمائے گا کیونکہ نبی کی دعا رد نہیں ہوتی ان کی دعا مثل عہد الٰہی کے ہے جس کے خلاف کا احتمال نہیں۔ مرقات ۲ یعنی چونکہ تو نے مجھ میں بشریت بھی ودیعت رکھی ہے اور بشریت کے لئے غصہ بھی لازم ہے اگر میں کسی وقت غصہ میں کسی کو زبانی یا بدنی تکلیف پہنچادوں تو میری بددعا یا میری مار کو اس شخص کے لئے رحمت بنادے یا میری بددعاء کو الٹی کر کے لگا اس فرمان پاک سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی بددعاؤں کو جو کسی امتی کے لئے ہو جائیں خود دعا بنادیا کہ عرض کیا خدایا وہ بددعائیں میری قبول نہ فرما بلکہ ان کے برعکس کردے' دوسرے یہ کہ نبی اگر کسی پر بلاوجہ سختی فرمادیں برا کہدیں' ماردیں' تو ان پر قصاص نہیں دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام کی داڑھی بھی پکڑلی اور بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا بھی' مگر قصاص نہیں دیا تیسرے یہ کہ حضرت امیر معاویہ کو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ ان کا پیٹ نہ بھرے یہ بددعا یقیناً ان کو دعا ہو کر لگی کہ غریب تھے پھر اتنے بڑے مالدار ہوئے کہ امام حسن و حسین اور حضرت علی کے بھائی عقیل کو لاکھوں روپے نذرانے دیتے رہتے تھے' دیکھو ہماری کتاب امیر معاویہ خیال رہے کہ ان تمام سے وہ بددعائیں و سزائیں مراد ہیں جو غیر مستحق کو دی جائیں' اور ممکن ہے کہ عام بددعائیں و سزائیں مراد ہوں' مستحق کو دی جائیں یا غیر مستحق کو' بشرطیکہ وہ مسلمان ہوں (اشعہ) یہاں مرقات نے فرمایا کہ ایک بار حضرت عائشہ صدیقہ نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز بہت اصرار سے مانگی اور سرکار کا دامن پیچھے سے پکڑ کر کھینچا کہ مجھے وہ چیز دے کر جایئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلا کہ تمہارے ہاتھ ٹوٹ جائیں' حضرت ام المومنین غمگین بیٹھ گئیں' تب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی بعض سے فرمادیا عقرٰی حلقٰی بعض کو فرمایا رغم انف ابی ذر

وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَا اَحَدُکُمْ فَلَا یَقُلْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ اِنْ شِئْتَ ارْحَمْنِیْ اِنْ شِئْتَ ارْزُقْنِیْ اِنْ شِئْتَ وَلْیَعْزِمْ مَسْئَلَتَہٗ اِنَّہٗ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ وَلَا مُکْرِہَ لَہٗ۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

(۲۱۱۹) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی دعا مانگے تو یوں نہ کہے الٰہی اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم کر اگر تو چاہے تو مجھے روزی دے۱ بلکہ پورے عزم سے دعا مانگے کیونکہ رب تعالٰی جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اسے کوئی مجبور نہیں کرسکتا۲ (بخاری)

(۲۱۱۹) ۱ کیونکہ ان الفاظ سے کچھ بے رغبتی سی ظاہر ہوتی ہے مطلب یہ نکل آتا ہے کہ مجھے اس چیز کی ضرورت تو نہیں لیکن

marfat.com

اگر تو چاہتا ہے تو دے دے وہاں دل کی رغبت دیکھی جاتی ہے ۲۔ یعنی تم دل کے یقین سے دعا کرو اور عرض کرو کہ مجھے ضرور یہ عطا فرمادے رہی عطا وہ تو بہرحال اس کے کرم پر موقوف ہی ہے تم خود تو یقین قبول رکھو۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَا اَحَدُكُمْ فَلَا يَقُلِ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ اِنْ شِئْتَ وَلٰكِنْ لِيَعْزِمْ وَلْيُعَظِّمِ الرَّغْبَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَتَعَاظَمُهٗ شَيْءٌ اَعْطَاهُ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۱۲۰) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی دعا مانگے تو یوں نہ کہے الٰہی اگر چاہے تو مجھے بخش دے لیکن عزم کرے اور خوب رغبت ظاہر کرے ا۔ کیونکہ رب تعالٰی کے نزدیک کوئی چیز بڑی نہیں جو چاہے دیدے ۲۔ (مسلم)

(۲۱۲۰) ا۔ مثلاً کہے کہ خدایا یہ چیز مجھے ضرور دیدے مجھے اس کی ضرورت ہے میں تو تیرے دروازے سے لے کر ہی اٹھوں گا بتا تیرے سواء میرا دروازہ اور کونسا ہے وغیرہ وغیرہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے یوں ہی مانگو شعر:

☆ اگر میرا نیم ازور٠ من ہمساور دیگر ☆ کراخوانم٬ کجانا لم اغثنی یارسول اللہ ☆

۲۔ یعنی جو چیز ہمارے لئے مشکل سے مشکل ہے وہ رب تعالٰی کو آسان سے آسان ہے٬ اگر تمام جہان کی ساری تمنائیں پوری کر دے تو یہ تمام اس کے سمندر کرم کا ایک قطرہ بلکہ اس سے بھی کم اس کے کن فرمادینے میں ہمارا بیڑا پار ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَا لَمْ يَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْ قَطِيْعَةِ رَحِمٍ مَا لَمْ يَسْتَعْجِلْ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْاِسْتِعْجَالُ قَالَ يَقُوْلُ قَدْ دَعَوْتُ وَقَدْ دَعَوْتُ فَلَمْ اَرَ يُسْتَجَابُ لِيْ فَيَسْتَحْسِرُ عِنْدَ ذٰلِكَ وَيَدَعُ الدُّعَاءَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۱۲۱) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بندے کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک کہ گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ مانگے ا۔ جب تک کہ جلد بازی سے کام نہ لے عرض کیا گیا یا رسول اللہ جلد بازی کیا ہے فرمایا یہ کہ کہے میں نے دعا مانگی اور مانگی مگر مجھے امید نہیں کہ قبول ہو لہٰذا اس پر دل تنگ ہو جائے اور دعا مانگنا چھوڑ دے ۲۔ (مسلم)

(۲۱۲۱) ا۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کی دعا نہ مانگے کہ خدایا مجھے شراب پینا نصیب کر یا فلاں کو قتل کر دینے کا موقع دے٬ نیز جن رشتوں کے جوڑنے کا حکم ہے ان کے توڑنے کی دعا نہ کرے کہ خدایا مجھے میرے باپ سے دور رکھ یہاں مرقات نے فرمایا کہ ناممکن چیزوں کی دعا مانگنا بھی منع ہے٬ جیسے خدا مجھے دنیا میں ان آنکھوں سے اپنا دیدار کرادے یا فلاں مسلمان کو ہمیشہ دوزخ میں رکھ یا فلاں کافر کو بخش دے اسی لئے کفار و مرتدین کو مرحوم مغفور یا رحمتہ اللہ علیہ کہنا جرم ہے٬ مطلب حدیث کا یہ ہے کہ قبولیت دعا کی ایک شرط یہ ہے کہ ناجائز چیزوں کی دعا نہ کرے ورنہ قبول نہ ہوگی ۲۔ یعنی قبول دعا کی دوسری شرط یہ ہے کہ اگر قبول دعا میں دیر لگے تو نہ دل تنگ ہو نہ رب تعالٰی کی رحمت سے مایوس٬ دیکھو حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی دعا کہ خدایا فرعون کو ہلاک کر دے چالیس سال کے بعد قبول ہوئی یعنی قبول کا اظہار اتنے عرصہ بعد ہوا٬ یعقوب علیہ لسلام فراق یوسف علیہ السلام میں چالیس یا اسی سال تک روئے مگر رب تعالٰی کی رحمت سے مایوس نہ ہوئے بلکہ اپنے بچوں سے فرمایا ولا تایئسو من روح اللہ اے بچو اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو غرضیکہ ہر کام کا ایک وقت ہے٬ دعا مانگے جائے٬ مانگنا بندے کا کام ہے دینا رب تعالٰی کا کام اپنے کام کو اس

marfat.com

کے کام پر موقوف نہ کیجئے شعر:۔

☆ حافظ وظیفہ تو دعا کردن است وبس ☆ دربند آں مباش کہ شنید یا نہ شنید ☆

قبول دعا کی بہت قسمیں ہیں' مدعا مل جانا' دعا کی برکت سے کوئی آفت ٹل جانا دعا کا ثواب مل جانا' درجات بلند ہو جانا جو کچھ ہو جائے ہمارا مدعا حاصل ہے۔

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَعْوَۃُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِاَخِیْہِ بِظَھْرِ الْغَیْبِ مُسْتَجَابَۃٌ عِنْدَ رَاْسِہٖ مَلَکٌ مُّوَکَّلٌ کُلَّمَا دَعَا لِاَخِیْہِ بِخَیْرٍ قَالَ الْمَلَکُ الْمُوَکَّلُ بِہٖ اٰمِیْنَ وَلَکَ بِمِثْلٍ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۲۱۴۲) روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کی اپنے مسلمان بھائی کے لئے اس کی پس پشت دعا ضرور قبول ہے ا۔ اس کے سر کے پاس فرشتہ مقرر ہوتا ہے ۲۔ کہ وہ جب اپنے بھائی کے لئے دعا خیر کرتا ہے تو مقرر فرشتہ کہتا ہے آمین اور تجھے بھی اس جیسا ملے ۳۔ (مسلم)

(۲۱۴۲) ا۔ کسی کے سامنے اس کے لئے دعا کرنے میں چاپلوسی' خوشامد' ریاء وغیرہ کا احتمال ہے مگر پس پشت دعا میں یہ کوئی احتمال نہیں' اس میں اخلاص ہی ہو گا اسی لئے پس پشت کی قید لگائی' اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان بھائی کی خدمت بہترین عبادت ہے اور اس کی خیر خواہی بہترین عمل ۲۔ یہ فرشتہ کوئی اور فرشتہ ہے جس کے ذمہ یہ ہی خدمت کہ ایسی دعاؤں پر آمین کہا کرے' محافظ یا کاتب اعمال فرشتہ نہیں وہ فرشتے تو داہنے بائیں ہروقت رہتے ہیں ۳۔ یعنی تم مسلمان بھائی کے لئے دعا کرو تو فرشتہ تمہارے لئے دعا کرے گا اگر تم نے فرشتہ کی دعا لینا ہے تو دوسروں کو دعا دو بعض بزرگ جب کوئی دعا کرنا چاہتے ہیں تو پہلے دوسروں کے لئے دعا کرتے ہیں اور اپنے لئے بھی جمع کے صیغہ سے دعا کرتے ہیں' ان عملوں کا ماخذ یہ حدیث ہے یہ عمل بھی ہے کہ پہلے اپنے لئے دعا کرلے پھر دوسرے کے لئے رب اغفرلی ولوالدی

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَدْعُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ وَلَا تَدْعُوْا عَلٰی اَوْلَادِکُمْ وَلَا تَدْعُوْا عَلٰی اَمْوَالِکُمْ لَا تُوَافِقُوْا مِنَ اللّٰہِ سَاعَۃً یُّسْئَلُ فِیْھَا عَطَاءٌ فَیَسْتَجِیْبُ لَکُمْ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَذُکِرَ حَدِیْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ اِتَّقِ دَعْوَۃَ الْمَظْلُوْمِ فِیْ کِتَابِ الزَّکٰوۃِ۔

(۲۱۴۳) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ اپنی جانوں پر بددعا کرو اور نہ اپنی اولاد پر اور نہ اپنے مالوں پر ا۔ ایسا نہ ہو کہ اتفاقاً" وہ ایسی گھڑی ہو جس میں اللہ سے جو مانگا جائے وہ ملے اور تمہاری یہ ہی دعا قبول ہو جائے ۲۔ (مسلم) اور حضرت ابن عباس کی یہ حدیث کہ مظلوم کی بددعا سے بچو کتاب الزکوۃ میں ذکر کی جاچکی۔

(۲۱۴۳) ا۔ دعا کے بعد اگر علیٰ آئے تو وہ دعا ۔ بمعنی بددعا ہوتی ہے' اور اگر لام آئے تو ۔ بمعنی دعائے خیر یہاں علیٰ ہے' مطلب یہ ہے کہ غصے یا جوش میں اپنی جان' اولاد کو نہ کوسو' مال' جانور' غلام کی ہلاکت کی دعا نہ کر بیٹھو' اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو ان بددعاؤں کے عادی ہو چکے ہیں' بات' بات میں کہتے ہیں' میں مرجاؤں تو مٹ جائے' تجھے سانپ کاٹے' تجھے گولی لگے' معاذ اللہ اور اگر کوئی ایسا حادثہ ہو جائے تو پھر سر پکڑ کر روتے ہیں ۲۔ اس سے معلوم ہوا کہ قبولیت کی گھڑی صرف جمعہ یا شب قدر یا آخری رات

marfat.com

ہی میں نہیں ہے لو روقت میں بھی ہوتی ہے، مگر کبھی کبھی تو ہر ساعت میں احتمال ہے کہ وہ قبولیت کی ہو، اس لئے ہمیشہ اچھی دعائیں ہی مانگے، کبھی بددعا منہ سے نہ نکالے خیال رہے کہ لعان میں ایسے ہی مباہلہ میں اپنے کو بددعا دینا اظہار حق کے لئے ہوتا ہے وہ محض بددعا نہیں ہوتی وہاں یہ کہا جاتا ہے کہ اگر میں حق پر نہ ہوں تو ہلاک ہو جاؤں لہذا یہ حدیث آیت لعان اور آیت مباہلہ کے خلاف نہیں، وہ آیات اپنی جگہ حق ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلدُّعَاءُ ھُوَ الْعِبَادَۃُ ثُمَّ قَرَأَ وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ۔ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ)

(۲۱۲۴) روایت ہے حضرت نعمان بن بشیر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ دعا ہی عبادت ہے ا۔ پھر یہ آیت تلاوت کی کہ تمہارا رب فرماتا ہے مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا ۲۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

(۲۱۲۴) ا۔ الدعاء میں الف لام عہدی ہے یعنی اللہ سے دعا کرنا بھی عبادت ہے کہ اس میں اپنی بندگی اور رب تعالٰی کی ربوبیت کا اقرار و اظہار ہے، یہ ہی عبادت ہے۔ لہذا اس پر بھی ثواب ملے گا، لہذا اس کا مطلب یہ نہیں کہ کسی بندے سے کچھ مانگنا گویا اس کی عبادت ہے یہ شرک ہے، لہذا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے مانگنا، حاکم سے حکیم سے مالداروں سے کچھ مانگنا نہ یہ اصطلاحی دعا ہے اور نہ کفر و شرک، بندے بندوں سے دارو دعا مانگا ہی کرتے ہیں غرضیکہ دعاء شرعی اور ہے اور دعائے لغوی کچھ اور جیسے صلوٰۃ شرعی اور ہے یعنی نماز صلوۃ لغوی کچھ اور نزول رحمت، دعائے رحمت وغیرہ، رب تعالٰی فرماتا ہے اقیموا الصلوۃ یہاں صلوٰۃ شرعی مراد ہے اور صلوا علیہ میں صلوۃ لغوی مراد یا یوں کہو کہ اللہ کے بندوں سے دعا مانگنا رب تعالٰی کی عبادت ہے نہ کہ ان بندوں کی، جیسے کعبہ کی طرف سجدہ کرنا رب تعالٰی کی عبادت ہے نہ کہ کعبہ کی بہرحال یہ حدیث وہابیوں کی دلیل نہیں ہو سکتی ۲۔ یہ آیت شہادت کے طور پر پیش فرمائی کہ جیسے رب تعالٰی نے نماز روزے کا حکم دیا ہے ویسے ہی دعا کا حکم دیا ہے، اور اس پر قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ قبولیت دعا کی تین صورتیں ہیں، مدعی پورا کر دینا، کوئی آفت ٹال دینا، درجات بڑھا دینا وغیرہ اس کے بعد رب تعالٰی فرما رہا ہے ان الذین یستکبرون عن عبادتی دعا کے بعد عبادت کا ذکر فرمانے سے معلوم ہوا کہ دعا عبادت ہے خیال رہے کہ دعا مانگنا اکثر مستحب ہے واجب نہیں لہذا آیت کی یہ وعید اس کے لئے ہے جو تکبر سے دعا نہ مانگے، کہ یہ تو کفر ہے (لمعات)

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ

(۲۱۲۵) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ دعا عبادت کا مغز ہے ا۔ ترمذی

(۲۱۲۵) ا۔ یعنی دعا عبادت کا رکن اعلٰی ہے جیسے مغز کے بغیر ہڈی کی، گودے کے بغیر چھلکے کی کوئی قدر نہیں ایسے ہی دعا سے خالی عبادت کی کوئی قدر نہیں، رب تعالٰی مانگنے کو پسند فرماتا ہے جیسے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الحج عرفۃ حج عرفہ کا نام ہے یعنی عرفات کا قیام حج کا رکن اعلٰی ہے عبادت نام ہے اپنی انتہائی عاجزی رب تعالٰی کی انتہائی عظمت کے اظہار کا دعا میں یہ دونوں چیزیں اعلٰی طریقہ سے موجود ہیں کہ اس میں بندہ اقرار کرتا ہے کہ میں کچھ نہیں، تو کریم ہے غنی ہے اس لئے میں تیرے دروازہ پر

marfat.com

ہاتھ پھیلائے آیا ہوں

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ شَیْءٌ اَکْرَمَ عَلَی اللّٰهِ مِنَ الدُّعَآءِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ۔

(۲۱۲۶) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے ہاں دعا سے بڑھ کر کوئی چیز گرامی نہیں ا۔ ترمذی' ابن ماجہ اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(۲۱۲۶) ا۔ رب خود فرماتا ہے قل مایعباؤبکم ربی لولا دعاؤکم اگر تمہاری دعائیں نہ ہوں تو رب تعالٰی تمہاری پرواہ بھی نہ کرے معلوم ہوا کہ اگر ہماری بارگاہ الٰہی میں کچھ قدر و منزلت ہے تو دعاؤں کی برکت سے ہے' دعامیں ساری عبادات بھی شامل ہیں کہ وہ بھی بالواسطہ دعائیں ہیں لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں ان اکرمکم عند اللہ اتقکم کہ دعا بھی تقوٰی کا رکن ہے۔

وَعَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَرُدُّ الْقَضَآءَ اِلَّا الدُّعَآءُ وَلَا یَزِیْدُ فِی الْعُمُرِ اِلَّا الْبِرُّ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۲۱۲۷) روایت ہے حضرت سلمان فارسی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قضاء کو دعا کے سواء کوئی چیز نہیں لوٹاتی ا۔ اور نیک سلوک کے سواء کوئی چیز عمر نہیں بڑھاتی ۲۔ (ترمذی)

(۲۱۲۷) ا۔ یعنی دعا کی برکت سے آتی بلا ٹل جاتی ہے دعائے درویشاں رد بلا' قضاء سے مراد تقدیر معلق ہے یا معلق مشابہ بامبرم کہ ان دونوں میں تبدیلی ترمیمی ہوتی رہتی ہے تقدیر مبرم کسی طرح نہیں ٹلتی' لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں اذا جاء اجلہم لا یستاخرون ساعة ولا یستقدمون کہا جاتا ہے کہ بخار آگیا تھا دوا سے اتر گیا دوا نے تقدیر مبرم کو نہیں بدل دیا بلکہ اس کے اثر سے چڑھا ہوا بخار اتر گیا تقدیر میں یہ لکھا تھا کہ اسے بخار آئے گا اگر فلاں دوا کرے تو اتر جائے گا اس کے اور بھی معنے کئے گئے ہیں مگر یہ توجیہ بہتر ہے ۲۔ یعنی لوگوں سے خصوصاً ماں باپ اور اہل قرابت سے اچھا سلوک کرنا عمر بڑھا دیتا ہے اس کی بھی وہ صورت ہے جو ابھی عرض کی گئی ہے رب تعالٰی فرماتا ہے وما یعمر من معمر ولا ینقص من عمرہ الا فی کتاب معلوم ہوا کہ عمر میں زیادتی کمی ہوتی ہے۔ اور فرماتا ہے یمحوا اللہ مایشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب معلوم ہوا کہ تقدیر میں محو و اثبات ہوتا ہے' خلاصہ یہ ہے کہ ایک ہے اللہ کا علم' ایک ہے اللہ تعالٰی کے فرشتوں کو اعلام تحریر سے ہو یا بغیر تحریر' ان دونوں کا نام تقدیر ہی ہے' مگر پہلی تقدیر میں تبدیلی قطعاً" ناممکن ہے دوسری تقدیر میں تبدیلی ممکن بلکہ واقع ہے اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب تفسیر نعیمی جلد سوم میں ملاحظہ کیجئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر آدم علیہ السلام کی دعا سے ساٹھ سال سے سو سال ہو گئی۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الدُّعَآءَ یَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ یَنْزِلْ فَعَلَیْکُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِالدُّعَآءِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ۔

(۲۱۲۸) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ دعا نازل شدہ آفت میں بھی نافع ہے اور اس بلا میں بھی جو نہ اتری ہو ۲۔ تو اے اللہ کے بندو دعا کو مضبوط پکڑو ۳۔ ترمذی' اور احمد بروایت معاذ ابن جبل اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

marfat.com

(۲۲۲۸) ۱ـ یعنی دعا کے دو فائدے ہیں ایک یہ کہ اس کی برکت سے آئی بلا ٹل جاتی ہے دوسرے یہ کہ آنے والی بلا رک جاتی ہے' لہٰذا فقط بلا آنے پر ہی دعا نہ کرو بلکہ ہر وقت دعا مانگو شائد کوئی بلا آنے والی ہو کہ اس دعا سے رک جائے' اس کا مطلب وہ ہی ہے جو ابھی بیان ہوا کہ یہ سب تقدیر معلق کے متعلق ہے ۲ـ اس طرح کہ حال میں دعائیں مانگو' دعا کے لئے بلاء آنے کا انتظار نہ کرو کہ جب آفت آئے گی تو دعا مانگ لیں گے امام غزالی فرماتے ہیں کہ جیسے ڈھال سلاح یعنی ہتھیار کا وار روک لیتی ہے اور جیسے پانی لگی پیاس بجھا دیتا ہے یعنی ڈھال اور پانی ان کے اسباب ہیں ایسے ہی دعا آئی ہوئی بلا کا وار روک لیتی ہے اور لگی آگ بجھا دیتی ہے' اسباب بھی رب تعالٰی کی طرف سے ہیں اور مسببات بھی رب تعالٰی فرماتا ہے ولیاخذوا حذرھم واسلحتھم یعنی جنگ میں اپنا بچاؤ اور ہتھیار لے کر جاؤ لہٰذا دنیا میں بھی انسان دعاؤں کا بچاؤ اور نیک اعمال کے ہتھیار لے کر رہے' ورنہ آفات کچل دیں گی۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَحَدٍ یَّدْعُوْا بِدُعَاءٍ اِلَّا اٰتَاہُ اللّٰہُ مَا سَاَلَ اَوْ کَفَّ عَنْہُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَہٗ مَا لَمْ یَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْ قَطِیْعَۃِ رَحِمٍ. رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ

(۲۲۲۹) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کوئی دعا مانگے تو ضرور اللہ تعالٰی اس کی منہ مانگی مراد دیتا ہے یا اس جیسی کوئی آفت دور کر دیتا ہے ۱ـ جب تک کہ گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے ۲ـ (ترمذی)

(۲۲۲۹) ۱ـ یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے کہ ادعونی استجب لکم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری قبول کروں گا اس حدیث نے بتایا کہ قبولیت دعا کی چند صورتیں ہیں' ایک منہ مانگی مراد مل جانا' دوسرے اس جیسی آفت ٹل جانا مثلاً کسی کے ہاں سو روپیہ کی چوری ہونی تھی' اس نے اللہ سے دعا مانگی کہ خدایا مجھے سو روپیہ دے اسے سو روپے تو نہ ملے مگر اتنی چوری ٹل گئی' بہر حال دعا رائیگاں نہ گئی لہٰذا مانگی مراد نہ ملنے پر دل تنگ نہ ہو بعض مرادیں نہ ملنا ہمارے لئے بہتر ہوتا ہے ۲ـ یہ قبول دعا کی شرط ہے کہ انسان بری چیز کی دعا نہ مانگے کہ وہ قبول نہیں اور نہ اس دعا کی یہ تاثیریں ہیں خیال رہے کہ کبھی بندہ بری بات بھی مانگ لیتا ہے اور پالیتا ہے' مگر یہ اس کی دعا کی قبولیت نہیں بلکہ ہونا ایسا ہی تھا اتفاقاً اس نے مانگ بھی لیا' نیز اس دعا پر ثواب کوئی نہیں بلکہ گناہ ہے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَلُوا اللّٰہَ مِنْ فَضْلِہٖ فَاِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ اَنْ یُّسْاَلَ وَاَفْضَلُ الْعِبَادَۃِ اِنْتِظَارُ الْفَرَجِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ.

(۲۲۳۰) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالٰی سے اس کا فضل مانگو ۱ـ کہ اللہ تعالٰی مانگنے کو پسند فرماتا ہے ۲ـ اور بہترین عبادت کشائش کا انتظار ہے ۳ـ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۲۲۳۰) ۱ـ یعنی اس کا عدل نہ مانگو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے عدل وہ ہے جو کام کے عوض دیا جائے فضل وہ ہے جو بلا معاوضہ محض مہربانی سے دیا جائے اگر رب تعالٰی عدل فرمائے تو ہم گنہگار بڑی سزا کے مستحق ہیں فضل فرمائے اور بخش دے تو اس کی مہربانی ہے من فرما کر یہ بتلایا کہ اس کا بعض فضل مانگو نہ کہ سارا کیونکہ اس کا فضل غیر متناہی ہے اور تمہاری جھولی متناہی' پیالی والا سارا سمندر سمیٹنے کی کوشش نہ کرے ۲ـ عجیب بارگاہ بے نیاز ہے دوسرے سخی مانگنے والوں سے گھبرا جاتے ہیں رب تعالٰی وہ کریم ہے کہ مانگنے والوں سے خوش ہوتا ہے' ہر دل کے ساتھ اس کا نیا راز ہے اور اس کے دروازے پر ہر بھکاری کا نیا ناز و انداز شعر:۔

☆ اے کہ باہر دل ترا رازے دگر ☆ ہر گدار بردرت نازے دگر ☆

۳۔ یعنی گرفتار بلا شکایتیں نہ کرتا پھرے بلکہ اس کی مہربانی کا انتظار رکھے' وہاں آس والے کی آس توڑی نہیں جاتی' خیال رہے کہ کسی سے دوا یا دعا کی درخواست کرنا شکایت نہیں اور نہ یہ اس انتظار کے خلاف ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَسْاَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۲۱۳۱) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو اللہ تعالٰی سے نہ مانگے تو اللہ اس پر ناراض ہوتا ہے ۱۔ (ترمذی)

(۲۱۳۱) ۱۔ یعنی جو شخص غرور و تکبر اور اپنے کو رب تعالٰی سے بے نیاز سمجھ کر دعا نہ مانگے وہ غضب و لعنت کا مستحق ہے' ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں جاتے وقت دعا نہ مانگی کیونکہ وہ سمجھے کہ یہ میرے امتحان کا وقت ہے شاید دعا کرنا بے صبری میں شمار ہو' فرمایا حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جسے اللہ ذکر یا درود شریف کی کثرت دعا سے روک دے تو اسے دعائیں مانگنے والوں سے زیادہ ملے گا یہ حدیث ان دونوں کے خلاف نہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فُتِحَ لَهٗ مِنْكُمْ بَابُ الدُّعَاءِ فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ الرَّحْمَةِ وَمَا سُئِلَ اللّٰهُ شَيْئًا يُعْطٰى اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ اَنْ يُّسْاَلَ الْعَافِيَةَ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۲۱۳۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے جس کے لئے دعا کا دروازہ کھولا جائے تو اس کے لئے رحمت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے ۱۔ عافیت سے بڑھ کر کوئی کیسی چیز اللہ سے نہ مانگی گئی ہو جو اسے زیادہ پیاری ہو ۲۔ (ترمذی)

(۲۱۳۲) ۱۔ یعنی جسے ہر وقت ہر حال میں دعائیں مانگنے کی توفیق ملے تو یہ اس کی علامت ہے کہ اس کے لئے رب تعالٰی نے رحمت کے دروازے کھول دیئے ہیں' اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ دعا کی طرف دل کا راغب ہونا پھر دعا کے لئے اچھے الفاظ مل جانا رب تعالٰی ہی کے کرم سے ہے جب وہ کچھ دینا چاہتا ہے تو ہمیں مانگنے کی توفیق بخشتا ہے شعر:

☆ مری طلب بھی تمہارے کرم کا صدقہ ہے ☆ قدم یہ اٹھتے نہیں ہیں اٹھائے جاتے ہیں ☆

۲۔ لمعات نے فرمایا کہ عافیت کے معنے سلامتی ہیں' یہاں کامل سلامتی مراد ہے' یعنی زندگی موت' قبر حشر کی تمام ظاہری باطنی چھوٹی بڑی آفتوں سے سلامتی و حفاظت ظاہر یات ہے کہ یہ دعاء جامع الدعاء ہے مرقات نے فرمایا کہ رب تعالٰی نے مصیبتیں پیدا ہی اس لئے کی ہیں تا کہ بندہ ان سے سلامتی کی دعائیں مانگے' صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ عافیت اسی میں ہے جس میں رب راضی ہے' لہذا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا خیبر میں زہر کھالینا فاروق اعظم کا مصلائے مصطفٰی پر خنجر کھا کر شہید ہونا' عثمان غنی کا قرآن پڑھتے ہوئے ذبح ہو جانا' حسین علیہ السلام کا بے آب دانہ مثل پروانہ' شمع مصطفوی پر نثار ہو جانا عافیت ہی تھا' لہذا رب تعالٰی سے وہ عافیت مانگو جو اس کے علم میں ہمارے لئے عافیت ہے نہ وہ جو ہمارے علم میں ہمارے لئے عافیت ہو حضرت عباس نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کوئی بہترین دعا سکھایئے فرمایا چچا جان' اللہ سے دین و دنیا کی عافیت مانگو۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّسْتَجِيْبَ اللّٰهُ لَهٗ

(۲۱۳۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو چاہے کہ مصیبتوں کے وقت

marfat.com

عِنْدَ الشَّدَائِدِ فَلْيُكْثِرِ الدُّعَاءَ فِي الرَّخَاءِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

اللہ اس کی دعا قبول کرے تو وہ آرام کے زمانہ میں دعائیں زیادہ مانگا کرے ۱؎ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

(۲۲۳۳) ۱؎ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ صرف مصیبت میں دعا مانگنا اور راحت میں رب سے غافل ہو جانا خود غرضی ہے اور ہر وقت دعا مانگنا عبدیت ہے رب کو خود غرضی ناپسند ہے عبدیت پسند خود فرماتا ہے واذا انعمنا علی الانسان اعرض ونا بجانبه واذا مسه الشر فذو دعاء عریض ایسے خود غرض کا حشر یہ ہوتا ہے کہ رب تعالٰی فرماتا ہے اس پر مصیبت رہنے دو تا کہ اسی بہانے میرے دروازے پر حاضر رہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُدْعُوا اللّٰهَ وَاَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْاِجَابَةِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَجِيْبُ دُعَاءً مِّنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاهٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

(۲۲۳۴) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ سے دعا کرو قبولیت کا یقین رکھتے ہوئے ۱؎ اور جان رکھو کہ اللہ غافل و لاپرواہ کی دعا قبول نہیں فرماتا ۲؎ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۲۲۳۴) ۱؎ یعنی دعا کرتے وقت یہ یقین کرلو کہ رب تعالٰی اپنے کرم سے میری یہ دعا ضرور قبول کرے گا اس میں لطیف اشارۃ اس جانب بھی ہے کہ دعا کے وقت تمام شرائط قبول اور آداب دعا پورے کرو جس سے تمہارے دل کو قبولیت کا یقین خود بخود ہو جائے' پھر ساتھ ہی اس کے کرم سے امید رکھو اللہ تعالٰی آس والوں کو ناامید نہیں فرماتا اس کا نام ہے رجاء السائلین از مرقات و لمعات ۲؎ قبولیت دعا کی بہت سی شرطیں ہیں' جن میں سے بڑی اہم شرط دل لگنا ہے اسی لئے خصوصیت سے اس کا ذکر فرمایا گیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر دعا مانگنے کے وقت دل اور طرف ہو منہ اور طرف ہاتھ رب تعالٰی کی بارگاہ میں پھیلے ہوں' خیال بازار وغیرہ میں ہو تو دعا قبول نہیں ہوتی' قبولیت دعا اس شرط سے ہے کہ ہاتھ' زبان' دل' دھیان سب کا مرکز ایک ہو یعنی بارگاہ الٰہی۔

وَعَنْ مَالِكِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَاَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْاَلُوْهُ بِبُطُوْنِ اَكُفِّكُمْ وَلَا تَسْاَلُوْهُ بِظُهُوْرِهَا وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَلُوا اللّٰهَ بِبُطُوْنِ اَكُفِّكُمْ وَلَا تَسْاَلُوْهُ بِظُهُوْرِهَا فَاِذَا فَرَغْتُمْ فَامْسَحُوْا بِهَا وُجُوْهَكُمْ

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۲۲۳۵) روایت ہے حضرت مالک ابن یسار سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب تم اللہ سے دعا مانگو تو ہتھیلیوں سے مانگو ہاتھوں کی پشت سے نہ مانگو ۱؎ اور حضرت ابن عباس کی روایت میں یوں ہے کہ اللہ سے دعا کرو ہتھیلیاں پھیلا کر نہ ہاتھ کی پشت سے پھر جب فارغ ہو جاؤ تو منہ پر ہاتھ پھیرلو ۲؎

(ابوداؤد)

(۲۲۳۵) ۱؎ یعنی دعا کے وقت ہتھیلیاں آسمان کی طرف پھیلاؤ اور ہاتھوں کی پیٹھ زمین کی طرف رکھو کیونکہ مانگنے والا داتا کے سامنے لینے کے لئے ہتھیلی ہی پھیلاتا ہے نیز اس میں اظہار عجز زیادہ ہے ہاں جن دعاؤں میں کچھ مانگا جائے کسی آفت سے بچا جائے وہاں سنت یہ ہے کہ پہلے تو ہتھیلیاں پھیلاؤ اور پھر آسمان کی طرف ہاتھوں کی پیٹھیں کردو' نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نماز استسقاء کے بعد ایسے ہی دعا مانگتے تھے اس ہاتھ پلٹنے میں اشارۃ "یہ عرض کرنا ہے کہ مولا دنیا کا حال بدل دے' خشکی ہے تری کردے' قحط ہے فراخی کردے' گرانی ہے ارزانی کردے ۲؎ کیونکہ پھیلے ہوئے ہاتھوں پر اللہ کی رحمت اترتی ہے ان ہاتھوں کے منہ پر پھیرلینے سے

marfat.com

رحمت منہ پر پہنچ جاتی ہے‘ یہ عملی سنت بھی ہے اتباع سنت میں برکت ہے‘ مرقاۃ ہاں بعض علماء نے فرمایا کہ کھانے کے بعد جو دعا مانگی جاتی ہے اگر مجمع میں کھانا کھایا جائے تو اس دعا میں ہاتھ نہ اٹھائے تا کہ ان لوگوں کو شرمندگی نہ ہو جو ابھی تک فارغ نہ ہوئے۔ حصن حصین شریف میں ہے کہ ہاتھ اٹھانا آداب دعا سے ہے جن احادیث میں ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سوائے استسقاء کے اور دعاؤں میں ہاتھ نہ اٹھاتے تھے وہاں زیادہ اونچے ہاتھ اٹھانا مراد ہے یعنی نماز استسقاء میں ہاتھ سر مبارک سے اونچے اٹھاتے تھے باقی دعاؤں میں سینے کے مقابل‘ لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔

وَعَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَبَّكُمْ حَيِيٌّ كَرِيْمٌ يَسْتَحْيِيْ مِنْ عَبْدِهٖ اِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ اِلَيْهِ اَنْ يَّرُدَّهُمَا صِفْرًا ۱۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الدعوات الكبير

(۲۱۳۶) روایت ہے حضرت سلمان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارا رب حیاء والا ہے کرم والا ہے اس سے حیاء فرماتا ہے کہ بندہ اس کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھائے وہ انہیں خالی لوٹا دے ا۔(ترمذی‘ ابوداؤد‘ بیہقی)

(۲۱۳۶) ا۔ اس میں ہاتھ پھیلانے کی حکمت کا بیان ہے انشاء اللہ پھیلے ہوئے ہاتھ رب کی بارگاہ سے خالی نہیں لوٹیں گے خیال رہے کہ رب تعالیٰ حیاء شرم وغیرہ کے ظاہری معنے سے پاک ہے اس کے لئے ان چیزوں کا نتیجہ مراد ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ایسا کرتا نہیں کہ بندے کے پھیلے ہوئے ہاتھوں کو خالی پھیرے اس کے معنے ہم عرض کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مانگنے والے کو ضرور دیتا ہے خواہ اس طرح کہ اس کی مراد پوری کردے یا اس طرح کہ اس کی کوئی آفت ٹال دے یا اس طرح کہ درجات بلند کردے‘ لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بہت دفعہ ہاتھ پھیلا کر دعائیں کی جاتی ہیں اور مراد نہیں ملتی۔

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ لَمْ يَحُطَّهُمَا حَتّٰى يَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَهٗ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۲۱۳۷) روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب دعا میں اپنے ہاتھ اٹھاتے تو بغیر منہ پر پھیرے ہاتھ نہ گراتے ا۔(ترمذی)

(۲۱۳۷) ا۔ دعا میں آسمان کی طرف ہاتھ اٹھانے کی وجہ یہ ہے کہ آسمان دعا کا قبلہ ہے اور رزق و رحمت کے آنے کی جگہ یہ وجہ نہیں کہ رب تعالیٰ آسمان میں رہتا ہے جیسے تنخواہ لینے والے خزانے پر جمع ہو جاتے ہیں خزانے میں ان کی تنخواہیں ہیں نہ کہ خود بادشاہ۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَحِبُّ الْجَوَامِعَ مِنَ الدُّعَاءِ وَيَدَعُ مَا سِوٰى ذٰلِكَ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۲۱۳۸) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جامع دعائیں پسند فرماتے تھے اور اس کے ماسواء دعائیں چھوڑ دیتے تھے ا۔(ابوداؤد)

(۲۱۳۸) ا۔ جامع دعا وہ کہلاتی ہے جس کے الفاظ تھوڑے ہوں‘ معانی زیادہ‘ جیسے ربنا اتنا فی الدنیا حسنة آلایہ اور جیسے اللھم انی اسئلک العفو والعافیة فی الدین والدنیا والاخرة یہاں عمومی حالات مراد ہیں یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم عام طور پر جامع دعائیں مانگتے تھے‘ خاص موقعوں پر خاص دعائیں بھی مانگی ہیں جیسے استسقاء میں بارش کی دعا وغیرہ لہٰذا یہ حدیث ان روایات کے خلاف نہیں۔

marfat.com

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَسْرَعَ الدُّعَاءِ اِجَابَةً دَعْوَةُ غَائِبٍ لِغَائِبٍ . (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

(۲۱۳۹) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت جلد قبول ہونے والی دعا غائب کی غائب کے لئے ہے ا۔ (ترمذی' ابوداؤد)

(۲۱۳۹) ا۔ یعنی جب کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے اس کی غیر موجودگی میں دعائے خیر کرے تو بہت جلد قبول ہوتی ہے اس کی وجہ ظاہر ہے کہ یہ شخص مسلمان بھائی کا خیر خواہ بھی ہے اور مخلص بھی' سامنے دعا کرنے میں ریاء دکھلاوے و خوشامد کا احتمال ہو سکتا ہے۔

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ اسْتَاْذَنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعُمْرَةِ فَاَذِنَ لِيْ وَقَالَ اَشْرِكْنَا يَا اُخَيَّ فِيْ دُعَائِكَ وَلَا تَنْسَنَا فَقَالَ كَلِمَةً مَا يَسُرُّنِيْ اَنَّ لِيْ بِهَا الدُّنْيَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَانْتَهَتْ رِوَايَتُهٗ عِنْدَ قَوْلِهٖ وَلَا تَنْسَنَا.

(۲۱۴۰) روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کے لئے جانے کی اجازت مانگی ا۔ تو مجھے اجازت دی اور فرمایا اے میرے بھائی ۲۔ ہمیں بھی اپنی دعا میں یاد رکھنا ہمیں بھول نہ جانا ۳۔ حضور نے یہ ایسی بات فرمائی کہ مجھے اس کے عوض ساری دنیا مل جانا پسند نہیں ۴۔ (ابوداؤد' ترمذی) اور ترمذی کی روایت اس قول پر ختم ہو گئی کہ ہمیں بھول نہ جانا۔

(۲۱۴۰) ا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام سے پہلے عمرہ کی نذر مانی تھی جو پوری نہ کر سکے تھے کہ مسلمان ہو گئے پھر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا تو فرمایا نذر پوری کرو تب آپ عمرہ کے لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے روانہ ہوئے ۲۔ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت عمر کو بھائی فرمایا یہ انتہائی کرم کریمانہ ہے' جیسے سلطان اپنی رعایا سے کہے میں تمہارا خادم ہوں' مگر کسی مسلمان کا حق نہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہے' رب فرماتا ہے لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا آلایہ اسی لئے کبھی صحابہ کرام نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہہ کر نہ پکارا' روایت حدیث میں تمام صحابہ یہ ہی کہتے تھے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۳۔ یعنی مکہ معظمہ پہنچ کر ہر مقبول دعا میں اپنے ساتھ میرے لئے بھی دعا کرنا معلوم ہوا کہ حاجی سے دعا کرانا اور وہاں پہنچ کر دعا کرنے کے لئے کہنا سنت ہے صوفیائے کرام اس جملہ کے معنے یہ کرتے ہیں کہ اے عمر ہر دعا میں ہم پر درود شریف پڑھنا ہمارے درود کو نہ بھولنا تا کہ اس کی برکت سے تمہاری دعائیں قبول ہوں حضور کے لئے اعلیٰ درجہ کی دعا آپ پر درود شریف پڑھنا ہے صلے اللہ علیہ وسلم کریم کے پیاروں کو دعائیں دینا درحقیقت اس سے مانگنے کی تدبیر ہے ہمارا بھکاری ہمارے دروازہ پر آکر ہمارے جان و مال اولاد کو دعائیں دیتا ہے ہم سے بھیک پاتا ہے' ہم بھی رب تعالیٰ کے محبوب کو دعائیں دیں رب تعالیٰ سے بھیک لیں ۴۔ حضرت عمر کا یہ فرمان فخریہ نہیں بلکہ شکریہ کے طور پر ہے یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھائی کے خطاب سے نوازا' معلوم ہوا کہ میں دنیا و آخرت میں صحیح مومن ہوں پھر مجھے حکم دعا کہ حضور کو دعائیں دوں' معلوم ہوا کہ میرا منہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا کے لائق ہے' پھر فرمایا مجھے بھولنا نہیں' معلوم ہوا کہ میرا دل کا شانہ یار بننے کے لائق ہے' یہ ایسی بشارتیں ہیں کہ تمام دنیا کی نعمتیں ان پر قربان ہیں۔

marfat.com

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمُ الصَّائِمُ حِیْنَ یُفْطِرُ وَالْاِمَامُ الْعَادِلُ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ یَرْفَعُهَا اللّٰهُ فَوْقَ الْغَمَامِ وَتُفْتَحُ لَهَا اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَیَقُوْلُ الرَّبُّ وَعِزَّتِیْ لَاَنْصُرَنَّكَ وَلَوْ بَعْدَ حِیْنٍ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۲۱۴۱) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تین شخصوں کی دعا رد نہیں ہوتی ا۔ روزہ دار کی جب افطار کر رہا ہو ۲۔ انصاف والے حاکم کی ۳۔ اور مظلوم کی دعا کو تو اللہ تعالٰی بادلوں کے اوپر اٹھا لیتا ہے ۴۔ اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور رب تعالٰی فرماتا ہے مجھے اپنی عزت کی قسم میں تیری ضرور مدد کروں گا اگرچہ کچھ دیر بعد سہی ۵۔ (ترمذی)

(۲۱۴۱) ا۔ شخصوں سے مراد مسلمان ہیں مرد ہوں یا عورت کفار اس میں داخل نہیں، دعا رد نہ ہونے کا وہ مطلب ہے جو پہلے عرض کیا جا چکا ہے عطائے مدعیٰ، رد بلا، رفع درجات ۲۔ کیونکہ یہ عبادت سے فراغت کا وقت ہے بعد عبادت دعائیں قبول ہوتی ہیں اسی لئے نماز، حج، زکوٰۃ سے فراغت پر دعائیں کرنا چاہیے، معلوم ہوا کہ بعد نماز جنازہ بھی دعا کی جائے کہ وہ بھی رب کی عبادت ہے اور عبادت کے بعد دعا قبول ہے ۳۔ مرقات نے فرمایا کہ مسلمان حاکم کا ایک گھڑی عدل و انصاف کرنا ساٹھ برس کی عبادت سے افضل ہے کہ اس عدل سے خلق خدا کا نظام قائم ہے ۴۔ مرقات نے فرمایا کہ مظلوم جانور بلکہ مظلوم کافر و فاسق کی بھی دعا قبول ہوتی ہے، اگرچہ مسلمان مظلوم کی دعا زیادہ قبول ہے کیونکہ مظلوم مضطر و بے قرار ہوتا ہے اور بے قرار کی دعا عرش پر قرار کرتی ہے رب فرماتا ہے ام من یجیب المضطر اذا دعاہ دعا کو بادلوں پر اٹھانے اس کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جانے کا مطلب بہت جلد سننا اور اس کی دعا کی عزت افزائی اور اہمیت کا اظہار فرمانا ۵۔ حین عربی میں مطلقاً وقت کو کہتے ہیں مگر اکثر کم سے کم چھ ماہ اور زیادہ چالیس سال پر بولتے ہیں مطلب یہ ہے کہ میں حلیم ہوں، لہٰذا ظالم کو جلد نہیں پکڑتا، اسے توبہ اور مظلوم سے معافی مانگنے کا وقت دیتا ہوں، اگر وہ اس مہلت سے فائدہ نہ اٹھائے تو پکڑتا ہوں

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثُ دَعَوَاتٍ مُّسْتَجَابَاتٌ لَا شَكَّ فِیْهِنَّ دَعْوَةُ الْوَالِدِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۲۱۴۲) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تین دعائیں بلاشبہ مقبول ہیں ا۔ باپ کی دعا ۲۔ مسافر کی دعا ۳۔ اور مظلوم کی دعا (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

(۲۱۴۲) ا۔ خیال رہے کہ پہلی حدیث میں تین دعا کرنے والوں کا ذکر تھا، اور یہاں تین دعاؤں کا تذکرہ ہے، یعنی یہ تین دعائیں بذات خود قابل قبول ہیں اور اپنے فاعلوں کی برکت سے بھی لائق قبول، اسی لئے وہاں عدل اور روزے کا ذکر فرمایا جس میں فاعل بہ تکلف مشقت اٹھاتا ہے یہاں مسافر اور باپ کا ذکر ہے جس میں تکلف و مشقت نہیں (مرقات) ۲۔ اولاد کے حق میں باپ کی دعا قبول ہے اور بددعا بھی مگر چونکہ باپ اکثر دعائیں ہی دیتا ہے اس لئے دعاء کا ذکر فرمایا، والد سے مراد ماں باپ دونوں ہیں دادا بھی اس میں داخل ہے، کہ بالواسطہ وہ بھی والد ہے ماں کی دعا بہت زیادہ قبول ہوتی ہے ۳۔ یوں تو مسافر کی بحالت سفر تمام دعائیں ہی قبول ہیں مگر اپنے محسن کے لئے دعا اور اپنے ستانے والے پر بددعا بہت قبول ہے (مرقات) اسی طرح مظلوم کی بددعا قبول، مگر ستانے والے کے لئے بددعا، اور امداد کرنے والے یا بچانے والے کے لئے دعاء بہت قبول ہے۔

marfat.com

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْاَلُ اَحَدُکُمْ رَبَّہٗ حَاجَتَہٗ کُلَّھَا حَتّٰی یَسْاَلَ شِسْعَ نَعْلِہٖ اِذَا انْقَطَعَ زَادَ فِیْ رِوَایَۃٍ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِیِّ مُرْسَلًا حَتّٰی یَسْاَلَہُ الْمِلْحَ وَحَتّٰی یَسْاَلَہٗ شِسْعَہٗ اِذَا انْقَطَعَ۔

رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ

(۲۱۴۳) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر شخص اپنے رب سے اپنی ساری حاجتیں مانگے حتیٰ کہ جب جوتا کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اس سے مانگے ا۔ ایک روایت میں ثابت بنانی سے مرسلاً "یہ زیادتی بھی ہے کہ رب سے نمک تک مانگے اور جب تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ تک مانگے ۲۔ (ترمذی)

(۲۱۴۳) ا۔ یعنی بندہ یہ خیال نہ کرے کہ اتنے بڑے آستانہ سے چھوٹی چیز کیا مانگوں کوئی بڑی حاجت مانگوں گا' نہیں ہر حاجت مانگو چھوٹی ہو یا بڑی' اگر اس سے بڑی چیزیں مانگی جائے' تو بتاؤ چھوٹی حاجتوں کے لئے کون سا دروازہ ہے' غلام اپنے آقا سے ہر چیز مانگا ہی کرتے ہیں دیکھو موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے رب تعالیٰ سے مدین پہنچ کر روٹی کا ٹکڑا مانگا کہ عرض کیا رب لما انزلت الی من خیر فقیر ۲۔ یعنی ایک ہانڈی کا نمک جو چند تولے ہوتا ہے' ایسے ہی ایک جوتی کا تسمہ جو کوڑی دو کوڑی کا ہوتا ہے' وہ بھی رب تعالیٰ ہی سے مانگو۔

وَعَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ فِی الدُّعَآءِ حَتّٰی یُرٰی بَیَاضُ اِبْطَیْہِ۔

(۲۱۴۴) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دعا میں ہاتھ اتنے اٹھاتے تھے کہ آپ کی بغل شریف کی سفیدی دیکھی جاتی ا۔

(۲۱۴۴) ا۔ یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سر سے اونچے ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے' حتیٰ کہ اگر قمیض مبارک نہ پہنے ہوتے تو بغل شریف کی سفیدی نظر آجاتی' خیال رہے کہ اس قدر اونچے ہاتھ اٹھانا یا تو نماز استسقاء میں ہوتا تھا یا کبھی کبھی بیان جواز کے لئے اور موقعوں پر بھی' ورنہ عام دعاؤں میں سینے یا کندھے تک ہاتھ اٹھاتے تھے' لہٰذا یہ حدیث کندھوں یا سینہ تک ہاتھ اٹھانے کے خلاف نہیں' ورنہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بغیر قمیض کے نماز پڑھتے تھے کہ یہ تو سخت مکروہ ہے' آج کل بعض لوگ بغیر قمیض نماز پڑھتے ہیں اور اس حدیث کو آڑ بناتے ہیں مگر غلط ننگے کندھے نماز پڑھنے کی ممانعت باب الستر میں گزر گئی۔

وَعَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کَانَ یَجْعَلُ اِصْبَعَیْہِ حِذَآءَ مَنْکِبَیْہِ وَیَدْعُوْا۔

(۲۱۴۵) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ حضور دعا کے وقت اپنی انگلیاں کندھوں کے مقابل کرتے تھے ا۔

(۲۱۴۵) ا۔ یعنی پہلے آپ ہاتھ شریف اتنے اٹھاتے کہ ہاتھوں کی انگلیاں کندھوں کے مقابل ہو جائیں پھر دعا مانگتے تھے' یہ اکثری

marfat.com

حالات کا ذکر ہے' اور پہلی حدیث میں بعض مخصوص حال کا ذکر تھا۔

وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا دَعَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ مَسَحَ وَجْهَهُ بِيَدَيْهِ رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْأَحَادِيثَ الثَّلٰثَةَ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيرِ.

(۲۱۳۶) روایت ہے حضرت سائب ابن یزید سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب دعا مانگتے تو ہاتھ شریف اٹھاتے پھر ہاتھ منہ پر پھیر لیتے ا۔ ان تینوں حدیثوں کو بیہقی نے دعوات کبیر میں نقل کیا۔

(۲۱۳۶) ا۔ یعنی جن دعاؤں میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ہاتھ اٹھاتے تھے ان میں ہاتھ منہ پر پھیر لیتے تھے' اور جن میں ہاتھ نہ اٹھاتے تھے جیسے نماز طواف' کھانے کے بعد کی دعائیں ان میں ہاتھ منہ پر بھی نہ پھیرتے تھے' لہذا اذا دعا کان کا ظرف ہے نہ کہ خبر اس کی خبر تو مسح ہے' ہے لہذا حدیث صاف ہے۔

وَعَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ الْمَسْأَلَةُ أَنْ تَرْفَعَ يَدَيْكَ حَذْوَ مَنْكِبَيْكَ أَوْ نَحْوَهُمَا وَالْإِسْتِغْفَارُ أَنْ تُشِيرَ بِإِصْبَعٍ وَاحِدَةٍ وَالْإِبْتِهَالُ أَنْ تَمُدَّ يَدَيْكَ جَمِيعًا وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ وَالْإِبْتِهَالُ هٰكَذَا وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَجَعَلَ ظُهُورَهُمَا مِمَّا يَلِي وَجْهَهُ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(۲۱۴۷) روایت ہے حضرت عکرمہ سے وہ حضرات ابن عباس سے راوی کہ آپ نے فرمایا طریقہ دعا یہ ہے کہ اپنے ہاتھ کندھوں کے مقابل یا ان تک اٹھاؤ ا۔ اور طریقہ استغفار یہ ہے کہ ایک انگلی سے اشارہ کرو ۲۔ اور عاجزی زاری کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ خوب پھیلا دو ۳۔ اور ایک روایت میں فرمایا کہ زاری یوں ہے اور اپنے ہاتھ اٹھائے ہاتھوں کی پیٹھ چہرہ انور کے سامنے کی ۴۔ (ابوداؤد)

(۲۱۴۷) ا۔ یعنی عام دعاؤں میں ہاتھ سینے تک اٹھانا سنت ہے' کہ عادۃً "بھکاری مانگتے وقت داتا کے سامنے یہاں تک ہی ہاتھ اٹھاتے اور پھیلاتے ہیں' لمعات ۲۔ یعنی استغفار پڑھتے وقت اپنی کلمہ کی انگلی اپنے نفس کی طرف کرکے عرض کرے کہ یا اللہ یہ نفس امارہ مجرم ہے اور یہ بندہ گنہگار حاضر ہے بخش دے ۳۔ ابتہال کے معنے ہیں اظہار عجز اور انتہائی خشوع' اسی سے ہے مباہلہ' یہاں اس سے مراد دفع بلا کی دعا ہے جیسے استسقاء میں قحط کے دفع ہونے کی دعا مانگی جاتی ہے ایسی دعاؤں میں ہاتھ سر سے اوپر اٹھانے چاہئیں ۴۔ یعنی ہاتھ پورے اٹھادیے جائیں حتی کہ ہاتھوں کی پیٹھ چہرے کی طرف ہو جائے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ يَقُولُ إِنَّ رَفْعَكُمْ أَيْدِيَكُمْ بِدْعَةٌ مَا زَادَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى هٰذَا يَعْنِي إِلَى الصَّدْرِ. (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

(۲۱۴۸) روایت ہے ابن عمر سے وہ فرماتے ہیں کہ تمہارا زیادہ ہاتھ اٹھانا بدعت ہے ا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے زیادہ نہ اٹھائے یعنی سینہ تک ۲۔ (احمد)

(۲۱۴۸) ا۔ یعنی اے لوگو تمہارا ہر دعا میں سر سے اونچے ہاتھ اٹھانا اور دعاؤں میں فرق نہ کرنا کہ کس دعا میں اتنے اونچے ہاتھ اٹھائے جائیں یہ خلاف سنت ہے' اسے چھوڑ دینا چاہیے خیال رہے کہ بدعت کے ایک معنے تو ہیں نیا کام یعنی جو کام حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ایجاد ہو' اس بدعت کی دو قسمیں ہیں' بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ۔ جس کی پوری بحث باب الاعتصام میں گزر چکی' جمع قرآن کے وقت بعض صحابہ نے حضرت ابوبکر صدیق سے عرض کیا تھا کہ آپ وہ کام کیوں کر رہے ہیں جو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا یعنی یہ بدعت ہے تو حضرت صدیق نے فرمایا کہ واللہ ھو خیر رب کی قسم یہ اچھا کام ہے' یعنی بدعت حسنہ ہے'

marfat.com

دوسرے خلاف سنت کام' یہ بدعت ہمیشہ سینہ اور بری ہی ہو گی' یہاں دوسرے معنے مراد ہیں کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے تو عموماً" سینہ تک ہاتھ اٹھائے اور تم عموماً" سر سے اونچے اٹھاتے ہو تو اس سنت کو چھوڑتے ہو' اس سے باز آجاؤ ۲۔ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ اس سے عام دعائیں مراد ہیں مطلب یہ ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم عمومی دعاؤں میں کبھی ہاتھ کم اٹھاتے تھے کبھی زیادہ' مگر زیادتی سینہ سے اوپر نہ ہوئی' لہذا یہ حدیث گزشتہ ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں کبھی سر سے اونچے ہاتھ اٹھانے کا ثبوت ہے۔

وَعَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَكَرَ أَحَدًا فَدَعَا لَهٗ بَدَأَ بِنَفْسِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ۔

(۲۱۴۹) روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی کا ذکر کر کے اسے دعا دیتے تو اپنی ذات سے دعا شروع کرتے ا۔ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن' غریب' صحیح ہے۔

(۲۱۴۹) ا۔ اس میں امت کو تعلیم ہے کہ تم جب کسی کے لئے دعا کرو تو پہلے اپنے لئے کرو پھر اس کے لئے صرف دوسرے کے لئے دعا کرنے میں اپنے استغنا اور بے نیازی کا شبہ ہوتا ہے' مگر یہ قاعدہ بھی اکثریہ تھا کلیہ نہ تھا لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں وارد ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رحمہ اللہ اللہ اس پر رحم کرے یا فرماتے اللھم صل علی ابی اوفی وغیرہ۔

وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَدْعُوْ بِدَعْوَةٍ لَيْسَ فِيْهَا إِثْمٌ وَلَا قَطِيْعَةُ رَحِمٍ إِلَّا أَعْطَاهُ اللّٰهُ بِهَا إِحْدٰى ثَلٰثٍ إِمَّا أَنْ يُّعَجِّلَ لَهٗ دَعْوَتَهٗ وَإِمَّا أَنْ يَّدَّخِرَهَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ وَإِمَّا أَنْ يَّصْرِفَ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهَا قَالُوْا إِذًا نُكْثِرُ قَالَ اللّٰهُ أَكْثَرُ۔

(رَوَاهُ أَحْمَدُ)

(۲۱۵۰) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا کوئی مسلمان نہیں جو کوئی ایسی دعا مانگے جس میں نہ گناہ ہو نہ قطع رحمی ا۔ مگر اللہ تعالیٰ اسے تین میں سے ایک ضرور دیتا ہے یا تو اس کی دعا یہاں ہی قبول کر لیتا ہے ۲۔ یا آخرت میں اس کے لئے ذخیرہ کر دیتا ہے ۳۔ یا اس جیسی مصیبت ٹال دیتا ہے ۴۔ صحابہ نے عرض کیا تب تو ہم خوب زیادہ دعائیں کریں گے فرمایا رب کی عطا بہت زیادہ ہے ۵۔ (احمد)

(۲۱۵۰) ا۔ یعنی اس دعا میں نہ تو لازم گناہ ہو نہ متعدی' مثلاً کہے کہ فلاں اجنبیہ سے وصال نصیب کر یا مجھے دولت دے تا کہ میں اپنے عزیزوں کو اپنا غلام بنا کر رکھوں کہ ایسی دعائیں ممنوع ہیں ۲۔ کہ اس کی منہ مانگی مراد جلد یا کچھ دیر سے دے دیتا ہے ۳۔ کہ دنیا میں تو اس کی مراد پوری نہیں کرتا مگر آخرت میں اس کے عوض اس کے گناہ معاف فرما دے گا اس کے درجے بلند کر دے گا ۴۔ معلوم ہوا کہ دعا سے رد بلا ہوتا ہے اس لئے مراد پوری نہ ہونے پر ملول نہ ہونا چاہیے ۵۔ کہ اگر سارا جہاں ہمیشہ دعائیں مانگے تو رب تعالیٰ کے ہاں سے محروم نہ ہوں گے مگر شعر:۔

☆ جو مانگنے کا طریقہ ہے اس طرح مانگو ☆ در کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا ☆

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

(۲۱۵۱) روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی کریم صلے اللہ

marfat.com

وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسُ دَعَوَاتٍ يُسْتَجَابُ لَهُنَّ دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ حَتّٰى يَنْتَصِرَ وَدَعْوَةُ الْحَاجِّ حَتّٰى يَصْدُرَ وَدَعْوَةُ الْمُجَاهِدِ حَتّٰى يَقْعُدَ وَدَعْوَةُ الْمَرِيضِ حَتّٰى يَبْرَأَ وَدَعْوَةُ الْاَخِ لِاَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ ثُمَّ قَالَ وَاَسْرَعُ هٰذِهِ الدَّعَوَاتِ اِجَابَةً دَعْوَةُ الْاَخِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيرِ

علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں پانچ دعائیں بہت قبول کی جاتی ہیں مظلوم کی دعا حتی کہ بدلہ لے لے ۱؎ حاجی کی دعا حتی کہ لوٹ آئے ۲؎ غازی کی دعا حتی کہ جنگ بند ہو جائے ۳؎ بیمار کی دعا حتی کہ تندرست ہو جائے مسلمان بھائی کی پس پشت دعا پھر فرمایا ان سب میں مسلمان بھائی کی دعا پس پشت زیادہ قبول ہوتی ہے ۴؎ یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے دعوات کبیر میں روایت کیں۔

(۲۱۵۱) ۱؎ زبان سے یا ہاتھ سے یا حاکم کے ہاں فریاد کرکے جس سے اس کی مظلومیت ختم ہو جائے ۲؎ خواہ حج اکبر یعنی حج کرے یا حج اصغر یعنی عمرہ کرے دونوں کی دعائیں اپنے وطن آنے تک قبول ہیں اس لئے حجاج سے دعائیں کراتے ہیں ۳؎ یا یہ غازی اپنے گھر لوٹ آئے مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں حتیٰ یقعد ہے یعنی مجاہد جہاد سے بیٹھ رہے یعنی یا تو فراغت جہاد کی وجہ سے یا درمیان جہاد اپنے گھر آجائے ۴؎ کیونکہ اس دعا میں خلوص بہت ہوتا ہے، نیز یہ شخص دوسروں کے لئے مفید ہے۔

بَابُ ذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَالتَّقَرُّبِ اِلَيْهِ

باب اللہ عزوجل کا ذکر اور اس سے قرب حاصل کرنا

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

ذکر کے چند معنے ہیں، یاد کرنا، یاد رکھنا، اس کا چرچا کرنا خیر خواہی عزت و شرف وغیرہ قرآن کریم میں ذکر ان تمام معنوں میں وارد ہوا یہاں ذکر کے پہلے تین معنے ہو سکتے ہیں یعنی اللہ کو یاد کرنا اسے یاد رکھنا اس کا چرچا کرنا اس کا نام جپنا ذکر اللہ تین قسم کا ہے، ذکر لسانی، ذکر جنانی ذکر ارکانی، ہر عضو کا ذکر علیحدہ ہے آنکھ کا ذکر ہے خوف خدا میں رونا کان کا ذکر ہے اس کا نام سننا وغیرہ ذکر اللہ بالواسطہ بھی ہوتا ہے اور بلاواسطہ بھی، اللہ تعالٰی کی ذات و صفات کا تذکرہ یا انہیں سوچنا بلاواسطہ ذکر اللہ ہے، اس کے محبوبوں کا محبت سے چرچا کرنا اس کے دشمنوں کا برائی سے ذکر کرنا سب بالواسطہ اللہ کا ذکر ہیں، دیکھو سارا قرآن ذکر اللہ ہے مگر اس میں کہیں تو خدا کی ذات و صفات مذکور ہیں، کہیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و محامد کہیں کفار کے تذکرے ذکر اللہ بہترین عبادت ہے اسی لئے رب تعالٰی نے اور اس کے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا تاکیدی حکم دیا رب تعالٰی فرماتا ہے فاذکرونی اذکرکم تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا مولانا فرماتے ہیں۔ شعر:۔

☆ گر تو خواہی زیستن با آبرو ☆ ذکر او کن ذکر او کن ذکر او ☆

☆ ہر گدا را ذکر او سلطاں کند ☆ ذکر او بس زیور ایماں بود ☆

marfat.com

☆ ہر کہ دیوانہ بود در ذکر حق ☆ زیر پائش عرش و کرسی نہ طبق ☆

حضرات نقشبندیہ کے ہاں ذکر خفی افضل ہے دوسرے سلسلوں میں ذکر بالجہر بہتر، فریقین کے دلائل ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ کیجئے تقرب الی اللہ سے مراد مکانی قرب نہیں کہ رب تعالٰی مکان و جگہ سے پاک ہے بلکہ قبولیت کا قرب مراد ہے مردود دور ہے محبوب در حضور۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَاَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَقْعُدُ قَوْمٌ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا حَفَّتْھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَغَشِیَتْھُمُ الرَّحْمَۃُ وَنَزَلَتْ عَلَیْھِمُ السَّکِیْنَۃُ وَذَکَرَھُمُ اللّٰہُ فِیْمَنْ عِنْدَہٗ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۲۱۵۲) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسی کوئی جماعت نہیں جو اللہ کے ذکر کے لئے بیٹھے ا۔ مگر انہیں فرشتے گھیر لیتے ہیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے ۲۔ ان پر سکینہ اترتا ہے ۳۔ اور اپنے پاس والے فرشتوں میں اللہ ان کا ذکر کرتا ہے ۴۔ (مسلم)

(۲۱۵۲) ا۔ ظاہر یہ ہے کہ بیٹھنے سے مراد کھڑے ہونے کے مقابل ہے، لہٰذا اس جملہ سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ذکر اللہ بیٹھ کر کرنا افضل ہے کہ اس میں سکون زیادہ ہوتا ہے دوسرے یہ کہ ذکر اللہ جماعت میں کرنا افضل ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے ممکن ہے کہ بیٹھنے سے مراد ہمیشہ ذکر اللہ کرنا ہو نیکی ہمیشہ کرنا افضل ہے ۲۔ یہاں فرشتوں سے مراد وہ فرشتے ہیں جو زمین کا چکر لگاتے رہتے ہیں، ذکر الٰہی کے حلقے ڈھونڈھتے پھرتے ہیں اور رحمت سے مراد خاص رحمت الٰہی ہے جو ذاکرین کیلئے مخصوص ہے لہٰذا اس جملہ پر یہ اعتراض نہیں کہ فرشتے تو انسان کو ہر وقت ہی گھیرے رہتے ہیں کیونکہ ہر وقت ساتھ رہنے والے فرشتے حافظین ہیں ۳۔ سکینہ کی شرح باب فضائل القرآن میں گزر چکی کہ یا تو اس سے مراد خاص ملائکہ ہیں یا دل کا نور یا دلی چین و سکون ہے اللہ کے ذکر سے دل کو چین نصیب ہوتا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب اور فرماتا ہے ھو الذی انزل السکینۃ فی قلوب المؤمنین ۴۔ یعنی اللہ تعالٰی کے ملائکہ مقربین ہیں جو ہمیشہ اس کے پاس رہتے ہیں انتظام عالم کے لئے نہیں آتے اور ارواح انبیاء علیہم السلام و اولیاء عظام میں لوگوں کا ذکر فخر سے عزت و عظمت سے کرتے ہیں (مرقاۃ) یہ حدیث اس آیت کی شرح ہے فاذکرونی اذکرکم پھر جس طرح بندہ رب کو یاد کرتا ہے اسی طرح رب بندے کو مثلاً بندہ کہتا ہے کہ مولیٰ میں گنہگار ہوں رب فرماتا ہے بندے مت گھبرا میں غفار ہوں وغیرہ

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسِیْرُ فِیْ طَرِیْقِ مَکَّۃَ فَمَرَّ عَلٰی جَبَلٍ یُقَالُ لَہٗ جُمْدَانُ فَقَالَ سِیْرُوْا ھٰذَا جُمْدَانُ سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ قَالُوْا وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ الذَّاکِرُوْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذَّاکِرَاتُ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۲۱۵۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکہ کے راستہ میں جا رہے تھے کہ ایک پہاڑ پر گزرے جسے جمدان کہا جاتا ہے ا۔ تو صحابہ سے فرمایا چلو یہ جمدان ہے ۲۔ سبقت لے گئے جدا رہنے والے ۳۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ الگ رہنے والے کون لوگ ہیں ۴۔ فرمایا اللہ کی بہت یاد کرنیوالے مرد و عورت ۵۔ (مسلم)

(۲۱۵۳) ا۔ یہ پہاڑ مدینہ منورہ کے قریب ہے مکہ معظمہ کے راستے پر یہاں سے مدینہ منورہ پیدل ایک رات کے فاصلے پر ہے، طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا کہ ایک دوسرے کو نام بنام پکار کر پوچھتے ہیں کہ کیا تجھ پر کوئی اللہ کا ذاکر گزرا؟ اگر کوئی

marfat.com

پہاڑ کہتا ہے کہ ہاں مجھ پر گزرا تو سب کہتے ہیں مبارک ہو عوارف المعارف میں حضرت انس سے روایت ہے کہ روزانہ صبح و شام زمین کے بعض حصے بعض سے پوچھتے ہیں کہ کیا تجھ پر کوئی بندہ ایسا گزرا یا بیٹھا جو اللہ کا ذکر کر رہا ہو' اگر کوئی طبقہ کہتا ہے کہ ہاں مجھ پر گزرا ہے تو دوسرے طبقے کہتے ہیں تو ہم سب سے افضل ہے' مرقات' ۲۔ یعنی اے جماعت صحابہ یہ جمدان پہاڑ ہے یہاں اللہ کا ذکر کرتے چلو تاکہ کل قیامت میں تمہارا گواہ ہو ۳۔ مفرِدون تفرید سے ہے۔ بمعنی الگ کرنا' جدا رکھنا یعنی جنہوں نے اپنے کو دنیاوی الجھنوں' اغیار کی مجلس سے الگ رکھا یا جنہوں نے تمام ذکروں سے اللہ کے ذکر کو چھانٹ لیا' جس میں وہ ہر وقت لگے رہتے ہیں ۴۔ یہ ماسوال احوال کے لئے ہے نہ کہ سوال ذات کے لئے جیسے فرعون نے موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا تھا وما رب العلمین یعنی اللہ تعالیٰ کے صفات کیا ہیں اسی لئے یہاں من نہ بولا اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے جواب بھی وہ عنایت فرمایا جو سوال کے مطابق ہے ۵۔ چونکہ اللہ کے ذاکر مرد زیادہ ہیں عورتیں کم' اس لئے مردوں کا ذکر پہلے ہوا عورتوں کا بعد میں مرقات نے فرمایا کہ' اللہ کا بہت ذکر کرنے والا وہ ہے جو کسی حال میں رب کو نہ بھولے خلوص سے اس کی عبادت کرے خلقت سے مستغنی رہے فکر و شکر میں حریص ہو جو خدا سے غافل کرے اس سے دور رہے اللہ کے ذکر میں ایسی لذت پائے جو کسی اور چیز میں نہ پائے رب تعالیٰ فرماتا ہے وتبتل الیہ تبتیلا یعنی تمام غیر اللہ سے کٹ کر رب کے ہو جاؤ۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۲۱۵۴) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکی مثال جو رب کا ذکر کرے اور جو نہ کرے زندہ و مردہ کی سی ہے ۱۔ مسلم بخاری ۲۔

(۲۱۵۴) ۱۔ یعنی جیسے زندہ کا جسم روح سے آباد ہے مردہ کا غیر آباد' ایسے ہی ذاکر کا دل ذکر سے آباد ہے غافل کا دل ویران یا جیسے شہروں کی آبادی زندوں سے ہے مردوں سے نہیں ایسے ہی آخرت کی آبادی ذاکرین سے ہے غافلین سے نہیں' یا جیسے زندہ دوسروں کو نفع و نقصان پہنچا سکتا ہے مردہ نہیں' ایسے اللہ کے ذاکر سے نفع و نقصان خلق حاصل کرتی ہے غافل سے نہیں یا جیسے مردے کو کوئی دوا یا غذا مفید نہیں ایسے ہی غافل کو کوئی عمل مفید نہیں اللہ کا ذکر کرو پھر دوسرے اعمال' ذاکر مر کر بھی جیتا ہے غافل زندہ رہ کر بھی مردہ ہے' مرقات نے فرمایا کہ اس میں اشارۃً" ارشاد ہوا کہ حی لایموت کا ذکر ذاکر کو حیات غیر فانیہ بخش دیتا ہے اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں چلے جاتے ہیں مرقاۃ ۲۔ مسلم شریف میں ہے کہ جو گھر اللہ کے ذکر سے آباد ہو وہ زندہ ہے اور جو گھر اس کے ذکر سے خالی ہو وہ مردہ ہے گھر سے مراد مومن کا دل ہے کہ وہ اللہ کا گھر ہے مبارک ہے وہ جو اس گھر کو آباد رکھے منحوس ہے وہ جو اسے ویران کردے۔ شعر:۔

☆ آباد وہ ہی دل ہے جس میں تمہاری یاد ہے ☆ جو یاد سے غافل ہوا ویران ہے برباد ہے' ☆

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَہٗ اِذَا ذَکَرَنِیْ فَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ ذَکَرْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاٍ

(۲۱۵۵) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوتا ہوں جو مجھ سے رکھے ۱۔ جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں ۲۔ اگر بندہ مجھے اپنے

marfat.com

ذَكَرْتُهٗ فِيْ مَلَاٍ خَيْرٍ مِّنْهُمْ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اکیلے ہی یاد کرتا ہوں اور اگر مجھے مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں اسے بہتر مجمع میں یاد کرتا ہوں ۳۔ مسلم بخاری۔

(۲۱۵۵) ا۔ یہاں عبد سے مراد بندہ مومن ہے اور ظن . بمعنی یقین بھی آتا ہے جیسے یظنون انهم ملقوربهم اور . بمعنی گمان نیک بھی جیسے ظن المومنون والمؤمنٰت بانفسهم خیرا اور . بمعنی بد گمانی بھی جیسے ان بعض الظن اثم یہاں دونوں معنے درست ہیں یعنی بندہ میرے متعلق جیسا یقین رکھے گا میں ویسا ہی معاملہ اس سے کروں گا یا بندہ میرے متعلق جیسا گمان کرے گا میں ویسا ہی کروں گا مطلب یہ ہے کہ اگر بندہ قبولیت کی امید یا یقین پر دعا و عبادت کریگا تو میں اسکی دعا و عبادت ضرور قبول کروں گا اور اگر رد کا یقین یا گمان کرے گا تو رد ہی کروں گا مقصد یہ ہے کہ اعمال بھی کرو اور قبول کی امید بھی رکھو عمل نہ کر کے بخشش کی امید رکھنا ظن نہیں بلکہ نفس کا دھوکا و غرور ہے ظن و غرور میں فرق چاہیے جو بو کر گندم کاٹنے کی امید ٹھنڈا لوہا کاٹنا بیکار ہے۔ مولانا فرماتے ہیں شعر:

☆ از مکافات عمل غافل مشو ☆ گندم از گندم بروید جو ز جو ☆

بعض لوگ امید دھوکے میں فرق نہیں کرتے، وہ اس حدیث سے دھوکا کھاتے ہیں، حدیث واضح ہے ۲۔ رحمت و کرم، توفیق و مہربانی خیال رہے کہ بندہ رب سے ذکر اللہ کرتے وقت بہت قریب ہوتا ہے، جو ہر وقت ذکر کرے وہ ہر وقت رب سے قریب ہے ۵۔ بہتر مجمع سے مراد ارواح انبیاء و اولیاء ہیں لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں، اور ہو سکتا ہے اس مجمع سے مراد مقرب فرشتوں کا مجمع ہو چونکہ بعض لحاظ سے فرشتے انسان سے افضل ہیں کہ ہم انسان نیک و بد ہر طرح کے کام کر لیتے ہیں، فرشتے صرف نیک کام ہی کرتے ہیں اسی لئے انہیں خیرا منهم کہا گیا، حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ انسان فرشتے سے افضل ہے پھر یہاں فرشتوں کو انسان سے افضل کیوں فرمایا گیا مسئلہ: ماہیت انسان ماہیت فرشتہ سے افضل ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے ولقد کرمنا بنی ادم اسی لئے انسان کو اشرف المخلوقات کہا جاتا ہے رہے افراد اس میں تفصیل یہ ہے کہ خاص انسان جیسے انبیاء و اولیاء خاص و عام تمام فرشتوں سے افضل ہیں مگر عام مسلمان سے خاص فرشتے افضل، رہے کفار وہ تو گدھے کتے سے بھی بد تر ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے اولئک هم شر البریة اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر افضل ہے کہ آہستہ ذکر وہاں بھی خفیہ ہی ہوتا ہے اور مجمع لگا کر اونچا ذکر کرنے والوں کا وہاں بھی علانیہ ذکر ہی ہوتا ہے جسے فرشتے و انبیاء و اولیاء سنتے ہیں ذکر بالجہر والوں کی یہ حدیث قوی دلیل ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَاَزِيْدُ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَجَزَآءُ سَيِّئَةٍ مِّثْلُهَا اَوْ اَغْفِرُ وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّيْ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّيْ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا وَمَنْ

(۲۱۵۶) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے جو ایک نیکی کرے اسے دس گنا ثواب ہے اور زیادہ بھی دوں گا ا۔ اور جو ایک گناہ کرے تو ایک برائی کا بدلہ اس کے برابر ہی ہے یا اسے بخش دوں ۲۔ اور جو مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اس کے ایک گز نزدیک ہو جاتا ہوں اور جو مجھ سے ایک گز نزدیک ہوتا ہے تو میں اس

اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُہٗ ھَرْوَلَۃً وَمَنْ لَقِیَنِیْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطِیْئَۃً لَا یُشْرِكُ بِیْ شَیْئًا لَقِیْتُہٗ بِمِثْلِھَا مَغْفِرَۃً۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

سے ایک باع قریب ہو جاتا ہوں ۳؎ جو میرے پاس چلتا ہوا آتا ہے میں اس کی طرف دوڑتا ہوں ۴؎ اور جو کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرائے پھر زمین بھر گناہ لیکر مجھ سے ملے تو میں اتنی ہی بخشش کے ساتھ اس سے ملوں گا ۵؎۔ (مسلم)

(۲۱۵۶) ۱؎ یعنی نیکی کرنے والے مسلمان کو ایک کا دس تو قانونًا" وعدلا" دیا جائے گا اور اس کے علاوہ فضل و کرم سے بطور انعام عطا ہو گا ہمارے گمان و وہم سے وراء ہے خیال رہے کہ ایک کا دس گنا عام حالات میں ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے من جاء بالحسنة فله عشر امثالها اور کبھی زمانہ جگہ کی خصوصیت سے ایک نیکی کا عوض سات سو یا پچاس ہزار بلکہ ایک لاکھ تک ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے کمثل حبة انبتت سبع سنابل فی کل سنبلة مائة حبة والله یضعف لمن یشاء یہ صرف نیکی کا عوض نہیں بلکہ اس وقت یا جگہ کی خصوصیت بھی ہے لہذا نہ تو گزشتہ مذکورہ آیتیں آپس میں متعارض ہیں اور نہ یہ حدیث دوسری احادیث کے خلاف جن میں فرمایا گیا کہ مدینہ پاک کی ایک نیکی کا ثواب پچاس ہزار ہے یا مکہ مکرمہ کی ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ ۲؎ یہاں بھی من سے مراد مومن ہے اور عام گناہ مراد ہیں عام حالات میں مومن کے ایک گناہ کا عوض ایک ہی ہے یا وہ بھی بخشش دیا جائے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ مکہ معظمہ کا ایک گناہ ایک لاکھ ہے ۳؎ جب انسان دونوں ہاتھ سیدھے کرکے پھیلائے تو داہنے ہاتھ کی انگلی سے بائیں ہاتھ کی انگلی تک کو باع کہتے ہیں یہ کلام تمثیلی طور پر ہے مطلب یہ ہے کہ اگر تم اخلاص کے ساتھ تھوڑے عمل کے ذریعے قرب الٰہی حاصل کرو تو رب تعالیٰ اپنے کرم سے بہت زیادہ رحمت کے ساتھ تم سے قریب ہو گا لہذا عمل کئے جاؤ تھوڑا بہت نہ دیکھو ۴؎ یہ کلام بطور مثال سمجھانے کیلئے ہے مطلب یہ ہے کہ تمہاری طلب سے ہماری رحمت سبقت لے گئی ہے اگر ایسے معمولی اعمال کرو جن سے بدیر ہم تک پہنچ سکو تو ہم تم کو اپنے کرم سے بہت جلد اپنے دامن رحمت میں لے لیں گے اگر رب تعالیٰ سے قرب ہماری کوشش سے ہوتا تو قیامت تک ہم اس تک نہ پہنچ سکتے اس تک رسائی اس کی رحمت سے ہے ۵؎ یہاں شرک سے مراد کفر ہے اور بخشش سے مراد مطلقًا بخشش ہے جلد ہو یا دیر سے یعنی مسلمان کتنا ہی گنہگار ہو اس کی بخشش ضرور ہو گی خواہ پہلے ہی سے ہو جائے یا کچھ سزا دے کر اور ظاہر ہے کہ بخشش بقدر گناہ ہو گی ایک گناہ کی بخشش بھی ایک اور لاکھوں گناہوں کی بخشش بھی لاکھوں مقصد یہ ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا گنہگار بھی رحمت الٰہی سے ناامید نہ ہو بلکہ بخشش کی امید پر توبہ کرلے یہ مقصد نہیں کہ بخشش حاصل کرنے کے لئے خوب گناہ کرے کہ یہ تو خدا پر امن ہے اور امن کفر ہے لہذا یہ حدیث گناہوں کی آزادی دینے کے لئے نہیں بلکہ توبہ کی دعوت دینے کے لئے ہے رب فرماتا ہے لا تقنطوا من رحمة الله خیال رکھو کہ رب تعالیٰ کی رحمت بھی وسیع ہے اور اس کا عذاب بھی سخت ہے نہ معلوم رحمت کے پہنچے عذاب کے پکڑے لہذا امید و خوف دونوں رکھو اس معجون مرکب کا نام ایمان ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَالَ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ

(۲۱۵۷) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے میں اسے اعلان جنگ دیتا ہوں ۲؎

عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْهِ وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اَحْبَبْتُهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ فَکُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا وَاِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّهٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَ نِیْ لَاُعِیْذَنَّهٗ وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَیْءٍ اَنَا فَاعِلُهٗ تَرَدُّدِیْ عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ یَکْرَهُ الْمَوْتَ وَاَنَا اَکْرَهُ مَسَاءَتَهٗ وَلَا بُدَّ لَهٗ مِنْهُ

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

اور میرے کسی بندہ کا بمقابلہ فرائض عبادتوں کے دوسرے ذریعہ سے مجھ سے قریب ہونا مجھے زیادہ پسند نہیں ۳۔ اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ سے قریب ہوتا رہتا ہے حتی کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں ۴۔ پھر جب اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اسکے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے ۵۔ اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو اسے دیتا ہوں اور اگر میری پناہ لیتا ہے تو اسے پناہ دیتا ہوں ۶۔ اور جو مجھے کرنا ہوتا ہے اس میں کبھی میں تردد نہیں کرتا جیسے کہ میں اس مومن کی جان نکالنے میں توقف کرتا ہوں جو موت سے گھبراتا ہے اور میں اسے ناخوش کرنا پسند نہیں کرتا ادھر موت بھی اس کے لئے ضروری ہے ۷۔ (بخاری)

(۲۱۵۷) ۱۔ ولی اللہ وہ بندہ ہے جس کا اللہ تعالٰی ولی وارث ہو گیا کہ اسے ایک آن کے لئے بھی اس کے نفس کے حوالے نہیں کرتا بلکہ خود اس سے نیک کام لیتا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے وھو یتولی الصلحین اور وہ بندہ ہے جو خود رب تعالٰی کی عبادت کا متولی ہو جائے، پہلی قسم کے ولی کا نام مجذوب یا مراد ہے اور دوسرے کا نام سالک یا مرید ہے وہاں ہر مراد مرید ہے اور ہر مرید مراد فرق صرف ابتداء میں ہے یہ مقام قال سے وراء ہے دجال سے معلوم ہو سکتا ہے ۲۔ یعنی جو میرے ایک ولی کا دشمن ہے وہ مجھ سے جنگ کرنے کو تیار ہو جائے خدا کی پناہ' یہ کلمہ انتہائی غضب کا ہے صرف دو گناہوں پر بندے کو رب تعالٰی کی طرف سے اعلان جنگ دیا گیا ہے ایک سود خوار دوسرے دشمن اولیاء رب تعالٰی فرماتا ہے فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ علماء فرماتے ہیں کہ ولی کا دشمن کافر ہے اور اس کے کفر پر مرنے کا اندیشہ ہے' (مرقات) خیال رہے کہ ایک ہے ولی اللہ سے اس لئے عداوت و عناد کہ ولی اللہ ہے' یہ تو کفر ہے اسی کا یہاں ذکر ہے' اور ایک ہے کسی ولی سے اختلاف رائے یہ نہ کفر ہے نہ فسق لہٰذا اس حدیث کی بناء پر یوسف علیہ السلام کے بھائی اور وہ صحابہ جن کی آپس میں لڑائیاں رہیں ان کو برا نہیں کہا جا سکتا کہ وہاں اختلاف رائے تھا عناد نہ تھا عناد و اختلاف میں بڑا فرق ہے' اس کے لئے ہماری کتاب امیر معاویہ دیکھو حتی کہ حضرت سارا کو اس بنا پر برا نہیں کہا جا سکتا کہ انہوں نے حضرت ہاجرہ و اسمٰعیل علیہما السلام کی مخالفت کی' اس لئے یہاں عادیٰ فرمایا خالف نہ فرمایا اور لی ولیا فرمایا ولی اللہ نہ فرمایا۔ ۳۔ یعنی مجھ تک پہنچنے کے بہت ذریعہ ہیں' مگر ان تمام ذرائع سے زیادہ محبوب ذریعہ ادائے فرائض ہے اسی لئے صوفیاء فرماتے ہیں کہ فرائض کے بغیر نوافل قبول نہیں ہوتے ان کا ماخذ یہ حدیث ہے افسوس ان لوگوں پر جو فرض عبادات میں سستی کریں اور نوافل پر زور دیں اور ہزار افسوس ان پر جو بھنگ' چرس حرام گانے بجانے کو خدا رسی کا ذریعہ سمجھیں نماز روزے کے قریب نہ جائیں ۴۔ یعنی بندہ مسلمان فرض عبادات کے ساتھ نوافل بھی ادا کرتا رہتا ہے حتی کہ وہ میرا پیارا ہو جاتا ہے کیونکہ وہ فرائض و نوافل کا جامع ہوتا ہے

marfat.com

(مرقات) اس کا مطلب یہ نہیں کہ فرائض چھوڑ کر نوافل ادا کرے محبت سے مراد کامل محبت ہے ۵۔ اس عبارت کا یہ مطلب نہیں کہ خدا تعالیٰ ولی میں حلول کر جاتا ہے جیسے کوئلہ میں آگ یا پھول میں رنگ و بو کہ خدا تعالیٰ حلول سے پاک ہے اور یہ عقیدہ کفر ہے بلکہ اس کے چند مطلب ہیں' ایک یہ کہ ولی اللہ کے یہ اعضاء گناہ کے لائق نہیں رہتے ہمیشہ ان سے ٹھیک کام ہی سرزد ہوتے ہیں اس پر عبادات آسان ہوتی ہیں گویا ساری عبادتیں اس سے میں کرا رہا ہوں یا یہ کہ پھر وہ بندہ ان اعضاء کو دنیا کے لئے استعمال نہیں کرتا صرف میرے لئے استعمال کرتا ہے ہر چیز میں مجھے دیکھتا ہے ہر آواز میں میری آواز سنتا ہے یا یہ کہ وہ بندہ فنافی اللہ ہو جاتا ہے جس سے خدائی طاقتیں اس کے اعضاء میں کام کرتی ہیں اور وہ ایسے کام کر لیتا ہے جو عقل سے وراء ہیں حضرت یعقوب علیہ السلام نے کنعان میں بیٹھے ہوئے مصر سے چلی ہوئی قمیص یوسفی کی خوشبو سونگھ لی' حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل کے فاصلہ سے چیونٹی کی آواز سن لی حضرت آصف بن برخیا نے پلک جھپکنے سے پہلے یمن سے تخت بلقیس لاکر شام میں حاضر کر دیا حضرت عمر نے مدینہ منورہ سے خطبہ پڑھتے ہوئے نہاوند تک اپنی آواز پہنچادی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کے واقعات بچشم ملاحظہ فرمالئے یہ سب اسی طاقت کے کرشمے ہیں آج نار کی طاقت سے ریڈیو' تار' وائرلیس' ٹیلی ویژن عجیب کرشمے دکھا رہے ہیں تو نور کی طاقت کا کیا پوچھنا اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو طاقت اولیاء کے منکر ہیں' بعض صوفیاء جوش میں سبحانی ما اعظم شانی کہہ گئے بعض نے کہا مافی جبتی الا اللہ یہ سب اسی فنا کے آثار تھے' مولانا فرماتے ہیں شعر:۔

☆ چوں روا باشد انا اللہ از درخت ☆ کے روانہ بود کہ گوید نیک بخت ☆

۶۔ یعنی وہ بندہ مقبول الدعاء بن جاتا ہے کہ مجھ سے خیر مانگے یا شر سے پناہ میں اس کی ضرور سنتا ہوں معلوم ہوا کہ اولیاء رب تعالیٰ کی پناہ میں رہتے ہیں تو جو شخص ان سے دعا کرائے اس کی قبول ہو گی اور جو ان کی پناہ میں آئے وہ رب کی پناہ میں آجائے گا' مولانا جامی فرماتے ہیں شعر:۔

☆ یا رسول اللہ بدرگاہت پناہ آوردہ ام ☆ ہمچو کاہے آمدم کوہے گناہ آوردہ ام ☆

۷۔ سبحان اللہ کیا ناز و انداز والا کلام ہے یعنی میں رب ہوں اور اپنے کسی فیصلہ میں کبھی نہ توقف کرتا ہوں نہ تامل' جو چاہوں حکم کروں' مگر ایک موقعہ پر ہم توقف و تامل فرماتے ہیں وہ یہ کہ کسی ولی کا وقت موت آجائے اور وہ ولی ابھی مرنا نہ چاہے' تو ہم اسے فوراً نہیں مار دیتے بلکہ اسے اولاً" موت کی طرف مائل کر دیتے ہیں جنت اور وہاں کی نعمتیں اسے دکھا دیتے ہیں' اور بیماریاں' پریشانیاں اس پر نازل کر دیتے ہیں جس سے اس کا دل دنیا سے متنفر ہو جاتا ہے اور آخرت کا مشتاق پھر وہ خود آنا چاہتا ہے اور خوش خوش ہنستا ہوا ہمارے پاس آتا ہے' یہاں تردد کے معنے حیرانی پریشانی نہیں کہ وہ بے علمی سے ہوتی ہے رب تعالیٰ اس سے پاک ہے' بلکہ مطلب وہ ہے جو فقیر نے عرض کیا موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا واقعہ اس حدیث کی تفسیر ہے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ انبیائے کرام کو موت و زندگی کا اختیار دیا جاتا ہے وہ حضرات اپنے اختیار سے خوشی خوشی موت قبول کرتے ہیں اور یار خنداں رود بجانب یار کا ظہور ہوتا ہے ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں شعر:۔

☆ نشان مرد مومن با تو گویم ☆ چوں قضاء آید تبسم برلب اوست ☆

غرضیکہ ہماری موت تو چھوٹنے کا دن ہے اور اولیاء انبیاء کی وفات پیاروں سے ملنے کا دن اسی لئے ان کی موت کے دن کو عرس یعنی شادی کا دن کہا جاتا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ' مشیت' رضا' کراہت میں بہت فرق ہے بعض چیزیں رب

marfat.com

تعالٰی کو ناپسند ہیں مگر ان کا ارادہ ہے بعض چیزیں پسند ہیں مگر ان کا ارادہ نہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً يَطُوْفُوْنَ فِي الطُّرُقِ يَلْتَمِسُوْنَ اَهْلَ الذِّكْرِ فَاِذَا وَجَدُوْا قَوْمًا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ تَنَادَوْا هَلُمُّوْا اِلٰى حَاجَتِكُمْ قَالَ فَيَحُفُّوْنَهُمْ بِاَجْنِحَتِهِمْ اِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا قَالَ فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِهِمْ مَا يَقُوْلُ عِبَادِيْ قَالَ يَقُوْلُوْنَ يُسَبِّحُوْنَكَ وَيُكَبِّرُوْنَكَ وَيَحْمَدُوْنَكَ وَيُمَجِّدُوْنَكَ قَالَ فَيَقُوْلُ هَلْ رَاَوْنِيْ قَالَ فَيَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰهِ مَا رَاَوْكَ قَالَ فَيَقُوْلُ كَيْفَ لَوْ رَاَوْنِيْ قَالَ فَيَقُوْلُوْنَ لَوْ رَاَوْكَ كَانُوْا اَشَدَّ لَكَ عِبَادَةً وَّاَشَدَّ لَكَ تَمْجِيْدًا وَّاَكْثَرَ لَكَ تَسْبِيْحًا قَالَ فَيَقُوْلُ فَمَا يَسْأَلُوْنَ قَالُوْا يَسْأَلُوْنَكَ الْجَنَّةَ قَالَ يَقُوْلُ وَهَلْ رَاَوْهَا فَيَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ مَا رَاَوْهَا قَالَ يَقُوْلُ فَكَيْفَ لَوْ رَاَوْهَا قَالَ يَقُوْلُوْنَ لَوْ اَنَّهُمْ رَاَوْهَا كَانُوْا اَشَدَّ عَلَيْهَا حِرْصًا وَّاَشَدَّ لَهَا طَلَبًا وَّاَعْظَمَ فِيْهَا رَغْبَةً قَالَ فَمِمَّ يَتَعَوَّذُوْنَ قَالَ يَقُوْلُوْنَ مِنَ النَّارِ قَالَ يَقُوْلُ فَهَلْ رَاَوْهَا قَالَ يَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ مَا رَاَوْهَا قَالَ يَقُوْلُ فَكَيْفَ لَوْ رَاَوْهَا قَالَ يَقُوْلُوْنَ لَوْ رَاَوْهَا كَانُوْا اَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا وَّاَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً قَالَ فَيَقُوْلُ فَاُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ قَالَ يَقُوْلُ مَلَكٌ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ فِيْهِمْ فُلَانٌ لَيْسَ مِنْهُمْ اِنَّمَا جَآءَ لِحَاجَةٍ قَالَ هُمُ الْجُلَسَآءُ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِيْ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ قَالَ اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّارَةً فُضُلًا يَبْتَغُوْنَ مَجَالِسَ الذِّكْرِ فَاِذَا وَجَدُوْا مَجْلِسًا فِيْهِ ذِكْرٌ قَعَدُوْا مَعَهُمْ وَحَفَّ بَعْضُهُمْ بَعْضًا بِاَجْنِحَتِهِمْ حَتّٰى يَمْلَؤُوْا مَا بَيْنَهُمْ

(۲۱۵۸) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کے کچھ فرشتے راستوں میں ذکر اللہ والوں کی تلاش میں گھومتے رہتے ہیں ا۔ پھر جب کسی قوم کو اللہ کا ذکر کرتے پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ اپنے مقصد کی طرف آؤ ۲۔ چنانچہ وہ فرشتے ان ذاکرین کو اپنے پروں میں ڈھانپ لیتے ہیں آسمان دنیا تک ہو جاتے ہیں ۳۔ حضور نے فرمایا کہ رب تعالٰی تو علیم و خبیر ہے مگر ان سے پوچھتا ہے کہ میرے وہ بندے کیا کہتے تھے ۴۔ فرمایا عرض کرتے ہیں کہ تیری تسبیح و تکبیر تیری حمد اور تیری بزرگیاں بیان کر رہے تھے ۵۔ فرمایا رب تعالٰی فرماتا ہے کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے فرمایا وہ عرض کرتے ہیں تیری قسم انہوں نے تجھے کبھی نہیں دیکھا ۶۔ فرمایا رب تعالٰی فرماتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو کیا ہو فرمایا وہ عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ تجھے دیکھ لیں تو تیری بہت عبادت کریں اور تیری بہت بڑائی بولیں اور تیری بہت ہی تسبیح کریں ۷۔ فرمایا رب تعالٰی فرماتا ہے وہ مانگتے کیا تھے عرض کرتے ہیں تجھ سے جنت مانگ رہے تھے فرمایا رب تعالٰی فرماتا ہے کیا انہوں نے جنت دیکھی ہے۔ عرض کرتے ہیں یا رب تیری قسم نہیں دیکھی ۸۔ فرمایا رب تعالٰی فرماتا ہے کہ اگر وہ جنت دیکھ لیں تو کیا ہو فرمایا وہ عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ جنت دیکھ لیں تو اس کے بہت حریص اور بہت طلبگار اور اس میں بہت راغب ہو جائیں ۹۔ فرماتا ہے کہ وہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے فرمایا وہ عرض کرتے ہیں آگ سے ۱۰۔ فرمایا رب تعالٰی فرماتا ہے تو کیا انہوں نے آگ دیکھی ہے فرمایا عرض کرتے ہیں یا رب تیری قسم نہیں دیکھی فرمایا رب فرماتا ہے اگر وہ لوگ دیکھ لیں تو کیا ہو فرمایا عرض کرتے ہیں اگر وہ لوگ دیکھ لیں تو اس سے بہت بھاگیں اس سے بہت ڈریں ۱۱۔ فرمایا پھر رب فرماتا ہے میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بخش دیا ۱۲۔

marfat.com

وَبَيْنَ السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَإِذَا تَفَرَّقُوا عَرَجُوا وَصَعِدُوا إِلَى السَّمَاءِ. قَالَ فَيَسْأَلُهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ أَعْلَمُ مِنْ أَيْنَ جِئْتُمْ فَيَقُولُونَ جِئْنَا مِنْ عِنْدِ عِبَادِكَ فِي الْأَرْضِ يُسَبِّحُونَكَ وَيُكَبِّرُونَكَ وَيُهَلِّلُونَكَ وَيُحَمِّدُونَكَ وَيَسْأَلُونَكَ قَالَ وَمَاذَا يَسْأَلُونِي قَالُوا يَسْأَلُونَكَ جَنَّتَكَ قَالَ وَهَلْ رَأَوْا جَنَّتِي قَالُوا لَا أَيْ رَبِّ قَالَ وَكَيْفَ لَوْ رَأَوْا جَنَّتِي قَالُوا وَيَسْتَجِيرُونَكَ قَالَ وَمِمَّا يَسْتَجِيرُونِي قَالُوا مِنْ نَارِكَ قَالَ وَهَلْ رَأَوْا نَارِي قَالُوا لَا قَالَ فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْا نَارِي قَالُوا يَسْتَغْفِرُونَكَ قَالَ فَيَقُولُ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ فَأَعْطَيْتُهُمْ مَا سَأَلُوا وَأَجَرْتُهُمْ مِمَّا اسْتَجَارُوا قَالَ يَقُولُونَ رَبِّ فِيهِمْ فُلَانٌ عَبْدٌ خَطَّاءٌ إِنَّمَا مَرَّ فَجَلَسَ مَعَهُمْ قَالَ فَيَقُولُ وَلَهُ غَفَرْتُ هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقَى بِهِمْ جَلِيسُهُمْ.

فرمایا کہ ان فرشتوں میں سے ایک عرض کرتا ہے کہ ان میں فلاں بھی تھا جو ذکر والوں سے نہ تھا۔ وہ تو کسی کام کے لئے آیا تھا ۱۳۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے ذاکرین ایسے ہم نشین ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھ جانے والا بھی محروم نہیں رہتا ۱۴۔ بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے کہ حضور نے فرمایا کہ اللہ کے کچھ فالتو فرشتے چلنے پھرنے گھومنے والے ہیں جو ذکر کی مجلسیں ڈھونڈتے رہتے ہیں ۱۵۔ جب کوئی ایسی مجلس پائیں جہاں ذکر ہو تو ذاکرین کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں ۱۶۔ اور بعض بعض کو اپنے پروں سے گھیر لیتے ہیں ۱۷۔ حتی کہ ان لوگوں اور آسمان دنیا کے درمیان فضا بھر دیتے ہیں ۱۸۔ پھر جب لوگ بکھر جاتے ہیں ۱۹۔ تو وہ فرشتے آسمان پر پہنچ جاتے ہیں ۲۰۔ فرمایا کہ رب تعالیٰ علیم و خبیر ہے مگر ان سے پوچھتا ہے کہاں سے آرہے ہو تو وہ عرض کرتے ہیں۔ ہم تیرے ان بندوں کے پاس سے آرہے ہیں جو زمین میں تیری تسبیح، تکبیر، تہلیل کر رہے تھے ۲۱۔ اور تیری حمد و ثنا کرتے تھے تجھ سے دعائیں مانگ رہے تھے رب فرماتا ہے وہ مجھ سے مانگتے کیا تھے عرض کرتے ہیں تیری جنت مانگتے تھے ۲۲۔ فرماتا ہے کیا انہوں نے میری جنت دیکھی ہے عرض کرتے ہیں یا رب نہیں فرماتا ہے اگر وہ میری جنت دیکھ لیں تو کیا ہو عرض کرتے ہیں مولا تیری پناہ مانگ رہے تھے فرماتا ہے کس چیز سے میری پناہ مانگتے تھے عرض کرتے ہیں تیری آگ سے فرماتا ہے کیا انہوں نے میری آگ دیکھی ہے عرض کرتے ہیں نہیں فرماتا ہے اگر میری آگ دیکھ لیں تو کیا ہو ۲۳۔ عرض کرتے ہیں تجھ سے معافی مانگ رہے تھے فرمایا رب فرماتا ہے میں نے انہیں بخش دیا جو مانگتے ہیں انہیں دیدیا اور جس سے پناہ مانگتے ہیں میں نے اس سے انہیں بچا لیا ۲۴۔ فرمایا فرشتے عرض کرتے ہیں یا رب ان میں فلاں بندہ بڑا گنہگار تھا ۲۵۔ وہ ان پر گزرتے ہوئے ان کے ساتھ بیٹھ گیا تھا فرمایا رب فرماتا ہے میں نے اسے بھی بخش دیا وہ ایسی قوم ہے جن کا ہم نشین بھی بدنصیب نہیں

marfat.com

ہوتا ہے۔

(۲۱۵۸) ا۔ یہاں فرشتوں سے وہ فرشتے مراد ہیں جو ذکر اللہ سننے پر مقرر ہیں راستوں سے مسلمانوں خصوصاً ذاکرین کے راستے مراد ہیں یعنی یہ فرشتے ذاکرین کے راستوں میں چکر لگاتے رہتے ہیں تا کہ ان کی زیارت کریں اور ان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر سنیں یعنی وقت سے پہلے وہ حضرات مجلس ذکر کے اردگرد گھومتے رہتے ہیں یہ مطلب نہیں کہ انہیں ذاکرین اور ان کے محلوں کی خبر نہیں بے خبری میں ڈھونڈتے پھرتے ہیں ۲۔ آؤ دوڑو' ان ذاکرین کی زیارت کرو ان کی زبان سے اللہ رسول کا ذکر سنو معلوم ہوا کہ دوسروں سے رسول کا ذکر سننا بھی محبوب ہے' اور محفل میلاد شریف گیارھویں شریف وغیرہ میں رحمت کے فرشتے شرکت کرتے ہیں کہ یہ بھی اللہ رسول کے ذکر کی مجلسیں ہیں شعر:۔

☆ فرشتے محفل میلاد میں رحمت کے آتے ہیں ☆ رسول اللہ خود اس بزم میں تشریف لاتے ہیں ☆

اس شعر کے پہلے مصرع کی اصل یہ حدیث ہے دوسرے مصرع کی اصل آئندہ احادیث میں آئے گی ۳۔ یعنی یہ فرشتے پرے بنا کر ان مجلس والوں پر اس طرح چھا جاتے ہیں جیسے رحمت کے بادل زمین پر اور یہ پرے آسمان تک پہنچتے ہیں کہ نیچے ایک پرہ اس کے اوپر دوسرا اس پر تیسرا ۴۔ مجلس ختم ہونے پر لوگ تو اپنے گھروں کو لوٹ جاتے ہیں اور یہ فرشتے بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو جاتے ہیں تب رب تعالیٰ ان سے یہ سوال فرماتا ہے مگر یہ سوال رب کی بے علمی سے نہیں بلکہ فرشتوں کو اگلے مضمون پر گواہ بنانے کے لئے ہوتا ہے ۵۔ یا تو بلاواسطہ یا بالواسطہ اس طرح کہ تیرے محبوبوں کا عظمت سے ذکر کر رہے تھے اور تیرے دشمنوں کا حقارت سے تذکرہ کرتے تھے جیسا کہ شروع باب میں عرض کیا گیا ۶۔ بغیر دیکھے تیرے عاشق ہیں اللہ تعالیٰ محبوب حقیقی ہے کہ بغیر دیکھے دلوں میں اس کا عشق ہے اس کا پر تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ہیں کہ آج ان کا دیکھنے والا کوئی نہیں عاشق جانباز کروڑوں ۷۔ یہ دونوں سوال تعجب کے اظہار کے لئے ہیں کہ جب میرے بندے مجھے بغیر دیکھے صرف میرے اوصاف سن کر میری ایسی والہانہ عبادت کر رہے ہیں تو اگر مجھے دیکھ لیں تو ان کی محبت و عبادت کا کیا حال ہو اس میں اشارۃً فرمایا جارہا ہے کہ اے فرشتو تم نے تو کہا تھا انسان خونریز فاسد ہوگا دیکھو انہی انسانوں میں ایسے نمازی ذاکر بھی تو ہیں جن سے سارا عالم چھپا ہوا ہے اور عالم شہادت یعنی دنیا کے ہزار ہا جنجالوں میں گرفتار ہیں مگر پھر بھی رب کے ذاکر و پرستار ہیں' معلوم ہوا کہ ایمان بالغیب رب تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے ۸۔ صرف سن کر اس پر ایمان لائے اور اس کے طلبگار ہو گئے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جنت پیدا ہو چکی ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ بعد قیامت پیدا ہوگی غلط کہتے ہیں اس کی مکمل بحث ہماری تفسیر نعیمی جلد اول اور اسرار الاحکام میں ملاحظہ فرمایئے اس سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ سے جنت مانگنا برا نہیں' ہاں صرف جنت حاصل کرنے کے لئے عبادت کرنا برا ہے عبادت تو صرف رضائے الٰہی کے لئے چاہیے جنت اس کے فضل سے ملے گی ۹۔ یعنی پھر تو یہ لوگ جنت کی طلب میں تارک الدنیا ہو بیٹھیں زن و فرزند کو بھول بیٹھیں کیونکہ معائنہ خبر سے زیادہ قوی ہے معلوم ہوا کہ انسانوں سے جنت چھپانے میں ہزارہا حکمتیں ہیں اگر جنت دکھادی جاتی تو کوئی شخص کوئی دنیاوی کام نہ کرتا ۱۰۔ یعنی دوزخ کی آگ سے خیال رہے کہ فرشتے یہ نہیں کہتے کہ دوزخ سے پناہ مانگ رہے تھے کیونکہ دوزخ میں داخلہ تو قیامت کے بعد ہوگا مگر آگ کا عذاب مرتے ہی شروع ہو جاتا ہے' اس لئے آگ کے عذاب سے پناہ مانگنا چاہیے قرآن کریم نے جو جامع دعا ہم کو سکھائی ہے اس کے آخر میں ہے وقنا عذاب النار نیز دوزخ کے ٹھنڈے طبقوں میں بھی آگ ہی کا عذاب ہے گرم طبقوں میں آگ کے قرب سے عذاب ہے' ٹھنڈے طبقوں میں آگ کی دوری سے عذاب جیسے دنیا میں گرم سرد موسموں میں

سورج کی دوری و نزدیکی سے سردی گرمی ہوتی ہے ۱۱۔ اس طرح کہ پھر تو دوزخ کے خوف سے دنیا میں عیش و آرام بھول جائیں، ہمیشہ روتے رہیں کبھی نہ ہنسیں معلوم ہوا کہ اگر وہ عالم ظاہر کردیا جائے تو یہ عالم تباہ ہو جائے اگر رب تعالیٰ کا نظارہ یہاں ہو جائے تو کوئی کافر نہ رہے **شعر**:۔

☆ کفرواسلام کے جھگڑے ترے چھپنے سے بڑھے ☆ تو اگر پردہ اٹھا دے تو تو ہی تو ہو جائے ☆

۱۲۔ گزشتہ ساری گفتگو اسی آخری جملہ کے لئے تھی کہ فرشتوں کو ان ذاکر مومنوں کی بخشش پر گواہ بنانا تھا خیال رہے کہ رب تعالیٰ نے یہ نہ فرمایا کہ ان کے گناہ بخشتا ہوں کہ اس میں شبہ ہوتا کہ شاید پچھلے گناہ بخشے گئے بلکہ فرمایا انہیں بخشتا ہوں یعنی آئندہ گناہوں سے بچنے کی توفیق دوں گا اور اگر کبھی ان سے کوئی گناہ ہو بھی جائے گا تو اس کی بخشش کا آج فیصلہ کئے دیتا ہوں گناہ بخشا اور ہے گنہگار کو بخشا کچھ اور یہاں گنہگار کو بخشا گیا ہے۔ ۱۳۔ یعنی ذکر اللہ سننے نہ آیا تھا بلکہ کسی کام کو جارہا تھا، راستہ میں یہ مجلس نظر پڑی، تو کچھ دیر کے لئے بیٹھ گیا یا کھڑے کھڑے کچھ ذکر سن لیا یہ عرض و معروض اس کو بخشوانے کے لئے ہے معلوم ہوا کہ فرشتے ذاکرین کے بڑے خیر خواہ ہیں ہم کو بھی چاہیے کہ ان کے لئے دعائے خیر کیا کریں، دلائل الخیرات میں بعض دعائیں فرشتوں کے لئے بھی آتی ہیں، ہمیں ان سے کام پڑتا ہے ان سے تعلق رکھنا چاہیے ۱۴۔ یعنی ان مجلس والوں کو تو ذکر کی وجہ سے بخش دیا اور اس گزرنے والے کو ان اچھوں کی صحبت کی برکت سے بخش دیا صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ نیک صحبت ساری عبادات سے افضل ہے دیکھو صحابہ کرام سارے جہان کے اولیاء سے افضل ہیں، کیوں، اس لئے کہ صحبت یافتہ جناب مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں، اصحاب کہف کا کتا بھی بہتر ہو گیا اولیاء کی صحبت کی برکت سے، مرقات نے فرمایا کہ اللہ کی صحبت اختیار کرو، اگر نہ ہو سکے تو اللہ کے پاس رہنے والوں کی صحبت کرو مولانا فرماتے ہیں **شعر**:۔

☆ ہرکہ خواہد ہم نشینی باخدا ☆ اونشیند در حضور اولیاء ☆

۱۵۔ یعنی ان فرشتوں کے ذمہ سوائے اس گھومنے پھرنے کے اور کوئی ڈیوٹی نہیں بعض صوفیاء ہمیشہ سفر میں رہتے ہیں جہاں عرس وغیرہ مجلس ذکر ہوتی ہیں شرکت کرتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے، (مرقات) فضل بعض نسخوں میں ف کے پیش ض کے فتح سے ہے یعنی دوسرے فرشتوں سے افضل ۱۶۔ اس طرح کہ اس ٹوٹی چٹائی پھٹے فرش پر بیٹھ جاتے ہیں جہاں ذاکرین بیٹھے ہیں کوئی اعلیٰ جگہ نہیں ڈھونڈتے تاکہ انہیں فیض دیں اور ان سے فیض لیں ۱۷۔ یعنی بعض فرشتے ان بعض انسانوں کو یا بعض فرشتے بعض فرشتوں کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں کہ نیچے والے اوپر والوں کے پروں کے سایہ میں ہو جاتے ہیں ۱۸۔ معلوم ہوا کہ ذاکرین کی آواز آسمان تک پہنچتی ہے کہ وہاں تک کے فرشتے سنتے ہیں جب بجلی کے ذریعہ آج انسانی آواز ہزارہا میل تک پہنچتی ہے، تو نورانی آواز کہاں تک پہنچے گی ۱۹۔ اس طرح کہ مجلس ختم ہو جاتی ہے اور لوگ اپنے اپنے گھروں یا کاموں کو چلے جاتے ہیں ۲۰۔ کیونکہ یہ فرشتے تو صرف مجلسی ذکر سننے آتے ہیں، اکیلوں کا ذکر سننا ان کا کام نہیں، اس کے لئے دوسرے فرشتے ہیں اس سے بھی معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر ذکر خفی سے افضل ہے یہ حدیث حضرات قادریہ چشتیہ کی دلیل ہے حضرات نقشبندیہ کی دلائل دوسری احادیث و آیات ہیں۔ ۲۱۔ وہ فرشتے ان بندوں کے نام اور جگہ کا پورا پتہ عرض کرتے ہیں، سبحان اللہ ان لوگوں اور اس جگہ کے بھاگ جاگ جاتے ہیں کہ ذکر الٰہی کی برکت سے معصوموں کی زبان پر بارگاہ الٰہی میں ان کے نام آجاتے ہیں، مبارک ہیں، دینی مدرسے اور خانقاہیں جہاں ہمیشہ ہی اللہ کا ذکر رہتا ہے۔ **شعر**:۔

marfat.com

☆ زہے مسجد و مکتب و خانقاہ ☆ کہ در وے بود قیل و قال محمد ☆

۲۲۔ خیال رہے کہ جنت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف بھی ہوتی ہے جیسے یہاں ہے کیونکہ رب تعالیٰ جنت کا خالق اور حقیقی مالک ہے اور کبھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوتی ہے کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بعطائے الٰہی جنت کے مالک ہیں' رب تعالیٰ فرماتا ہے انا اعطینٰک الکوثر اور کبھی مسلمانوں کی طرف کیونکہ یہ لوگ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے صدقہ سے اس کے مستحق ہیں انہی کی خاطر بنائی گئی ہے۔ شعر:۔

☆ مسلمانوں کو کوئی خلد سے روکے تو کیوں روکے ☆ یہ امت ہے محمد کی وہ جنت ہے محمد کی ☆

۲۳۔ مسلم بخاری کی روایتوں میں فرق یہ ہوا کہ بخاری کی روایت میں تعجب کا اظہار بھی مذکور ہے اور فرشتوں کا جواب بھی مگر مسلم کی روایت میں فرشتوں کا جواب مذکور نہیں صرف اظہار تعجب کا ہی ذکر ہے فرشتے جواب دیتے ہیں مگر یہاں اس کا ذکر نہیں ۲۴۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان ایسے موقعوں پر خصوصیت سے آخرت کی نعمتیں مانگیں صرف دنیا مانگنا اچھا نہیں آخرت مانگو دنیا انشاء اللہ خود بخود مل جائے گی پھول چے انشاء اللہ خود مل جائیں گے گلدستہ میں پھول بغیر پتہ کے نہیں ہوتے ۲۵۔ معلوم ہوا کہ فرشتے ہر بندے کو بھی پہچانتے ہیں اور ہر شخص کے تمام نیک و بد اعمال کی پوری پوری خبر رکھتے ہیں اور ہر شخص کے ہر ارادے سے باخبر ہیں ورنہ انہیں کیا خبر ہوتی کہ یہ بندہ کون ہے نیک ہے یا بد ہے یہاں کس ارادہ سے آیا ہے جب ان فرشتوں کا یہ حال ہے تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے علم کا کیا پوچھنا۔ ۲۶۔ جب عام ذاکروں کی مجلس کی یہ برکت ہے تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت پاک کیسی با برکت ہوگی' ان کا نام لیوا کبھی بدنصیب نہیں ہوتا۔ شعر:۔

☆ سلام اس پر کہ جسکے ذکر سے سیری نہیں ہوتی ☆ سلام اس پر کہ جسکی بزم میں قسمت نہیں سوتی ☆

دیکھو ایک گنہگار ان ذاکرین کی مجلس میں ایک آن کے لئے آیا تو بخشا گیا' تو جو حضرات سایہ کی طرح حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ان کی مغفرت میں شک کیسا ان کے متعلق رب تعالیٰ نے اعلان فرمادیا وکلا وعد اللہ الحسنٰی

وَعَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ الرَّبِيْعِ الْأُسَيْدِيِّ قَالَ لَقِيَنِيْ أَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ كَيْفَ أَنْتَ يَا حَنْظَلَةُ قُلْتُ نَافَقَ حَنْظَلَةُ قَالَ سُبْحَانَ اللهِ مَا تَقُوْلُ قُلْتُ نَكُوْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَأَنَّا رَأْيُ عَيْنٍ فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالْأَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ نَسِيْنَا كَثِيْرًا قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ فَوَاللهِ إِنَّا لَنَلْقٰى مِثْلَ هٰذَا فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَأَبُوْ بَكْرٍ حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

(۲۱۵۹) روایت ہے حضرت حنظلہ ابن ربیع اسیدی سے ا؎ فرماتے ہیں مجھے حضرت ابوبکر صدیق ملے پوچھا حنظلہ کیسے ہو میں بولا کہ حنظلہ تو منافق ہوگیا۲؎ فرمایا سبحان اللہ کیا کہہ رہے ہو۳؎ میں بولا ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں حضور جنت و دوزخ کا ذکر ہمیں سناتے ہیں گویا وہ دونوں ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں ۴؎ پھر جب ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ہٹتے ہیں تو بیوی بچوں مال و اسباب میں گھل مل کر بہت سا بھول جاتے ہیں ۵؎ حضرت ابوبکر بولے اللہ کی قسم ہم سب ہی کو یہ درپیش رہتا ہے ۶؎ پھر میں اور حضرت ابوبکر صدیق چلے' حتی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں پہنچے۔ میں نے

marfat.com

وَسَلَّمَ وَمَا ذَاكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ نَكُوْنُ عِنْدَكَ تُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَاَنَّا رَاْيُ عَيْنٍ فَاِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِكَ عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ نَسِيْنَا كَثِيْرًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ تَدُوْمُوْنَ عَلٰى مَا تَكُوْنُوْنَ عِنْدِيْ وَفِي الذِّكْرِ لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ عَلٰى فُرُشِكُمْ وَفِيْ طُرُقِكُمْ وَلٰكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَّسَاعَةً ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

عرض کیا یا رسول اللہ حنظلہ تو منافق ہو گیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قصہ کیا ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں آپ ہمیں جنت و دوزخ کا ذکریوں سناتے ہیں گویا وہ ہماری آنکھوں کے آگے ہیں ۷۔ جب آپ کے پاس سے ہم نکلتے ہیں تو بیوی بچوں مال و اسباب میں مشغول ہو جاتے ہیں بہت کچھ بھول جاتے ہیں ۸۔ تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جو تمہارا حال میرے پاس ہوتا ہے اگر اس پر ہمیشہ رہو ۹۔ تو فرشتے تمہارے بستروں پر تمہارے راستوں میں تم سے مصافحہ کیا کریں ۱۰۔ لیکن اے حنظلہ وقتاً فوقتاً دو گھڑی تین بار فرمایا ۱۱ مسلم

(۲۱۵۹) ا۔ یہ حنظلہ غسیل الملائکہ نہیں ہیں، بلکہ دوسرے صحابی ہیں، جو کاتب وحی تھے اسید ابن عمرو ابن تمیم کی اولاد سے ہیں، بڑی عمر پائی حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں آپ کی وفات ہوئی ۲۔ یعنی میری حالت منافقوں کی سی ہوئی کہ اس میں یکسانیت نہیں یہاں نفاق سے اعتقادی نفاق مراد نہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے ورنہ اس کلام میں اپنے کفر یا نفاق کا اقرار ہے آپ کا یہ قول انتہائی خوف خدا پر مبنی ہے، اقرار کفر تو کفر ہے، مگر اقرار گناہ جو خوف سے خدا سے ہو عین تقویٰ ہے حضرت یونس علیہ السلام نے عرض کیا تھا انی کنت من الظلمین حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا ربنا ظلمنا انفسنا جیسے ان بزرگوں کو ظالم نہیں کہا جا سکتا، ایسے ہی ان صحابی کو اس کلام کی بنا پر عاصی یا منافق نہیں کہا جا سکتا لہٰذا یہ حدیث روافض کی دلیل نہیں بن سکتی ۳۔ تم سے نفاق کو کیا نسبت تم صحابی رسول ہو کاتب وحی ہو اپنے کلام کا مطلب خود بیان کرو ۴۔ یعنی اس وقت ہم کو خوف و امید اس درجہ کی ہوتی ہے گویا ہم جنت دوزخ دیکھ کر اس سے ڈر رہے ہیں اور اسے چاہ رہے ہیں معلوم ہوا کہ صحابہ کو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں عین الیقین نصیب ہو جاتا تھا نہ معلوم حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ان کی نمازیں کیسی ہوتی ہوں گی، اللہ تعالیٰ ان کی تجلی کچھ ہم کو بھی نصیب کرے ۵۔ ضیعات ضیعۃ کی جمع ہے ضیعہ وہ چیز ہے جس سے روزی وابستہ ہو اکثر زمین، باغات کھیتی باڑی کو ضیعہ کہا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ ہم پر گھر پہنچ کر کچھ غفلت طاری ہو جاتی ہے، دل کا حال وہ نہیں رہتا جو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس پاک میں ہوتا ہے، دل کا یکساں حال نہ رہنا ہی حال کی منافقت ہے ۶۔ یعنی یہ اختلاف حال صرف تمہارا ہی نہیں بلکہ ہم تمام صحابہ کا ہے، تو کیا ہم سب منافق ہو گئے یہ کیسے ہو سکتا ہے چلو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھیں ۔ ۷۔ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے بیان کا معجزہ تھا کہ آپ کے بیان سے عالم غیب گویا عالم شہادت بن جاتا تھا بعض علماء کی تقریر میں سامعین کو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے واقعہ سامنے ہو رہا ہے، بارہا ذکر معراج، ذکر ہجرت وغیرہ میں ایسا دیکھا گیا ہے یہ بیان و اخلاص کا کمال ہے ۸۔ بھول جانے سے مراد ہے توجہ تام نہ رہنا نہ کہ حفظ کا مقابل، لہٰذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ جب صحابہ کا حافظہ اتنا کمزور تھا کہ فوراً حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھول جاتے تھے تو ان سے روایت حدیث کیونکر درست ہوئی ۹۔ وفی

marfat.com

الذکر کا واؤ عاطفہ ہے اور یہ جملہ ما کا بیان ہے اور ذکر سے مراد مشاہدہ و توجہ تام یعنی تمہارے قلب کا جو حال میری مجلس میں ہوتا ہے اور جو کشف و مشاہدہ تیقظ و بیداری یہاں ہوتی ہے' اگر ایسی ہی ہر وقت رہے ۱۰۔ یعنی تو فرشتے تم سے علانیہ طور پر ملاقاتیں مصافحے کیا کریں ورنہ صحابہ کرام سے فرشتے مصافحے بھی کرتے تھے اور ملاقاتیں بھی مگر دوسری شکلوں میں ۱۱۔ یعنی زندگی کی بعض گھڑیاں دینی انہماک کے لئے رہیں اور بعض گھڑیاں دنیاوی کاروبار کے لئے تاکہ دونوں جہاں آباد و قائم رہیں' ایک ہندی شاعر نے کیا خوب کہا شعر:۔

☆ تو دنیا میں ایسا ہو رہ جوں مرغابی ساگر میں ☆ ڈگر پہ اپنے ایسے جانا جوں چت ناری گاگر میں ☆

مرغابی دریا میں آکر تیرنے والا جانور بن جاتی ہے اور ہوا میں پہنچ کر پرندہ' پہاڑی عورت دو گھڑے سر پر ایک گھڑا بغل میں لئے دوسرا ہاتھ میں لٹکائے اپنی سہیلیوں سے باتیں کرتی راستہ طے کر لیتی ہے' بیک وقت راستہ پر بھی نظر رکھتی ہے اور گھڑوں کا دھیان بھی اور سہیلی کی طرف توجہ بھی' ایسے ہی مسلمان مسجد میں پہنچ کر فرشتہ صفت بن جائے' بازار میں جاکر اعلیٰ درجہ کا تاجر' دنیا و دین دونوں کو سنبھالے' خالق و مخلوق سب کے حقوق ادا کرتا ہوا زندگی کا راستہ طے کرے' سبحان اللہ کیا نفیس تعلیم ہے صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں کی ہر ساعت اللہ کے ذکر میں گزرتی ہے کہ دنیاوی کاروبار انہیں ذکر اللہ سے غافل نہیں کرتے اور بعض لوگوں کے ہاں تقسیم ہوتی ہے کہ بعض گھڑیاں رب تعالٰی کے ذکر میں اور بعض گھڑیاں دنیاوی مشغلہ میں' صحابہ کرام میں بھی انہیں دو قسم کے حضرات تھے حضرت حنظلہ دوسری جماعت سے تھے اس لئے ان سے یہ فرمایا گیا' اسی لئے حضرت حنظلہ سے خطاب فرمایا' صدیق اکبر سے خطاب نہ فرمایا کہ حضرت صدیق پہلی جماعت سے تھے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِخَیْرِ اَعْمَالِکُمْ وَاَزْکَاهَا عِنْدَ مَلِیْکِکُمْ وَاَرْفَعِهَا فِیْ دَرَجَاتِکُمْ وَخَیْرٍ لَّکُمْ مِّنْ اِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ وَخَیْرٍ لَّکُمْ مِّنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّکُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَهُمْ وَیَضْرِبُوْا اَعْنَاقَکُمْ قَالُوْا بَلٰی قَالَ ذِکْرُ اللّٰهِ رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ اِلَّا اَنَّ مَالِکًا وَقَفَهٗ عَلٰی اَبِی الدَّرْدَآءِ۔

دوسری فصل

(۲۲۶۰) روایت ہے حضرت ابی الدرداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا میں تمہیں ایسے بہترین اعمال نہ بتادوں جو رب کے نزدیک بہت ستھرے اور تمہارے درجے بہت بلند کرنے والے اور تمہارے لئے سونا چاندی خیرات کرنے سے بہتر ہوں ۱۔ اور تمہارے لئے اس سے بھی بہتر ہو کہ تم دشمن سے جہاد کرو کہ تم انکی گردنیں مارو اور وہ تمہیں شہید کریں صحابہ نے عرض کیا ہاں فرمایا وہ عمل اللہ کا ذکر ہے ۲۔ مالک' احمد' ترمذی' ابن ماجہ مگر مالک نے یہ حدیث حضرت ابو الدرداء پر موقوف کی ۳۔

(۲۲۶۰) ۱۔ یعنی بدنی و مالی عبادات سے افضل ہوں ۲۔ اگر یہاں ذکر اللہ سے مراد زبانی ذکر ہے تو اس کی افضلیت کی وجہ یہ ہے کہ ذکر اللہ بلاواسطہ رب تعالٰی تک پہنچتا ہے اور دوسری عبادتیں بالواسطہ' اور ظاہر ہے کہ بلاواسطہ پہنچانے والا بالواسطہ سے افضل ہے' اور اگر ذکر سے مراد قلبی و دلی ذکر اللہ ہے' تو ظاہر ہے کہ یہ ذکر دلی عبادت ہے اور دوسری عبادات بدنی عبادات اور دل بادشاہ ہے

marfat.com

اعضاء اس کی رعایا بادشاہ کا عمل بھی رعایا کے اعمال سے افضل ہے' اسی لئے رب تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر اللہ کے بڑے درجے بیان فرمائے کہ فرمایا فاذکرونی اذکرکم تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا حدیث قدسی ہے انا جلیس من نکرنی میں اپنے ذاکر کا ہم نشین ہوں' اس سے معلوم ہوا کہ بعض آسان عمل مشکل عملوں سے درجہ میں بڑھ جاتے ہیں دیکھو ذکر اللہ آسان ہے اور جہاد دشوار مگر ثواب میں ذکر اللہ بڑھ گیا مگر یہ اس جہاد کا ذکر ہے جو اللہ کی یاد سے خالی ہو لیکن اگر ہاتھ میں تلوار اور زبان پر ذکر یار ہو تو سبحان اللہ سب سے بہتر شیخ نے فرمایا کہ بعض لازم عمل متعدی عمل سے بہتر ہو جاتے ہیں جیسا یہاں ہوا صوفیاء فرماتے ہیں کہ جہاد میں کافروں کو مارا جاتا ہے اور ذکر اللہ میں نفس و شیطان کو اسی لئے ذکر اللہ جہاد اکبر ہے کہ اس میں دل کا تزکیہ ہے پھر ذکروں میں بعض ذکر دوسرے ذکروں سے افضل ہیں جیسے تلاوت قرآن شریف و درود شریف دوسرے اذکار سے بہتر ہیں ۳؎ یعنی مئوطا امام مالک میں تو یہ حدیث موقوف ہے' اور باقی محدثین کے ہاں مرفوع اسے حاکم نے بھی مستدرک میں مرفوعاً ہی نقل فرمایا۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ فَقَالَ طُوْبٰى لِمَنْ طَالَ عُمْرُهٗ وَحَسُنَ عَمَلُهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ قَالَ اَنْ تُفَارِقَ الدُّنْيَا وَلِسَانُكَ رَطْبٌ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ)

(۲۲۶۱) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن بسر سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ ایک بدوی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا کون شخص اچھا ہے فرمایا مژدہ ہو اسے جس کی عمر لمبی ہو اور اعمال اچھے ہوں ۲؎ عرض کیا یارسول اللہ کونسا عمل افضل ہے فرمایا کہ تم دنیا کو اس حال میں چھوڑو کہ تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو ۳؎ (احمد' ترمذی)

(۲۲۶۱) ۱؎ آپ خود اور آپ کے والد بسر آپ کے بھائی عطیہ' آپ کی بہن صماء تمام صحابہ ہیں یہ حضرات ایک ساتھ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے' حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھانا کھلایا اور ان کے لئے دعاء خیر فرمائی شام میں سب سے آخر صحابی آپ ہی ہیں (واشعہ) ۲؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ فرمان خبر ہے اور طوبیٰ سے مراد مژدہ و خوشخبری ہے بعض نے فرمایا کہ یہ کلام دعائیہ ہے اور طوبیٰ سے مراد جنت کا مشہور درخت طوبیٰ ہے یعنی جس کی عمر دراز اور اعمال نیک ہوں' خدا کرے اسے طوبیٰ درخت ملے مگر یہ خلاف ظاہر ہے (مرقات) ۳؎ دنیا چھوڑنے سے مراد مرنا ہے یعنی جب تمہیں موت آئے تو تمہاری زبان اللہ کے ذکر میں چل رہی ہو' یا ابھی ابھی چل چکی ہو لہذا اس میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جنکی زبان مرتے وقت بند ہوتی ہیں مگر بند ہوتے وقت ذکر اللہ پر بند ہوئی تھی تر سے مطلب یہ ہے کہ اللہ کا نام بہ آسانی اس کی زبان پر جاری ہو تر لکڑی کو آگ نہیں جلاتی اور تر زبان کو دوزخ کی آگ نہ جلائیگی انشاء اللہ۔ حق تعالیٰ ایسی موت نصیب کرے' بعض علماء نے فرمایا کہ ذکر قلبی سے ذکر زبانی بہتر ہے انکی دلیل یہ حدیث بھی ہے' ذکر زبانی نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے جسکے فرشتے گواہ ہوتے ہیں اور ذکر قلبی کی نہ تحریر ہوتی ہے نہ گواہی مرقات نے یہاں فرمایا کہ طبرانی میں مرفوعاً حدیث نقل فرمائی کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر خشک و تر چیزوں کے پاس ذکر اللہ کرو تاکہ یہ چیزیں تمہارے ایمان کی گواہ ہوں

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا

(۲۲۶۲) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب تم جنت کی کیاریوں سے گزرو تو کچھ

marfat.com

قَالُوْا وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ قَالَ حِلَقُ الذِّكْرِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

چر لیا کرو ا۔ لوگوں نے پوچھا جنت کی کیاریاں کیا ہیں فرمایا ذکر کے حلقے ۲۔ ترمذی

(۲۲۴۲) ا۔ معلوم ہوا کہ ذکر اللہ غذاء روحانی ہے اور ذکر کے حلقے روحانی سبزہ زار جب انسان باغ کھیت سے گزرتا ہے تو کچھ کھاتا ہے لہذا جب ذکر اللہ پر گزرے تو کچھ ذکر کرلے یا سن لے ۲۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ذکر الٰہی کے جلسوں میں جانا وہاں شرکت کرنا بہت بہتر ہے' لہذا میلاد شریف' درس قرآن گیارھویں پاک اور عرس بزرگان میں شرکت افضل' دوسرے یہ کہ ذکر اللہ کے لئے حلقے بنا کر بیٹھنا افضل ہے' نماز میں صف بستہ کھڑے ہو کہ فرشتے صف بستہ حاضر رہتے ہیں اور ذکر اللہ کے حلقے باندھو کہ جنتی لوگ حلقے بنا کر بیٹھا کریں گے رب تعالٰی فرماتا ہے ویطاف علیھم بانیتہ من فضتہ واکواب تیسرے یہ کہ اکیلے ذکر سے جماعت میں ذکر کرنا اور سننا افضل ہے اس سے ذکر بالجہر کا ثبوت ہوا' اگر مجمع کے ذکر میں ایک کا بھی قبول ہوا تو سب کا قبول ہو گا

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ فِيْهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ وَمَنِ اضْطَجَعَ مَضْجَعًا لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيْهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ۔ (رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ)

(۲۲۴۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو کسی مجلس میں بیٹھے جس میں اللہ کا ذکر نہ کرے تو وہ اسکے لئے اللہ کی طرف سے حسرت و خسارہ ہوگی اور جو کسی خوابگاہ میں لیٹے کہ اسمیں اللہ کا ذکر نہ کرے تو یہ بھی اس پر اللہ کی طرف سے ندامت ہوگی ا۔ ابوداؤد

(۲۲۴۳) ا۔ اس حدیث میں مجلس سے مراد ہر جائز مجلس ہے جو کہ گندگی وغیرہ سے خالی ہو لہذا قضائے حاجت کی مجلس' اسی طرح شراب خوروں کی مجلس اس سے مستثنیٰ ہے ان موقعوں پر خدا تعالٰی کا نام لینا بے ادبی ہے' مطلب یہ ہے کہ جب کسی دینی یا دنیاوی مجلس میں بیٹھو اور جب بھی سونے کے لئے بستر پر دراز ہو تو اللہ کا ذکر ضرور کرلو ورنہ کل قیامت میں ان اوقات کے ضائع ہو جانے پر کف افسوس ملو گے بعض لوگ ہر وقت درود شریف پڑھتے رہتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث ہے' مومن کی کوئی حالت ذکر اللہ سے خالی نہ چاہیے

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ قَوْمٍ يَقُوْمُوْنَ مِنْ مَجْلِسٍ لَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ فِيْهِ إِلَّا قَامُوْا عَنْ مِثْلِ جِيْفَةِ حِمَارٍ وَكَانَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً۔ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُوْ دَاوُدَ)

(۲۲۴۴) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسی کوئی قوم یا جماعت نہیں جو کسی مجلس سے بغیر اللہ کا ذکر کئے اٹھ جائے مگر وہ مردار گدھے کی مثل سے اٹھتے ہیں ا۔ اور یہ ان پر حسرت ہوتی ہے۔ (احمد' ابوداؤد)

(۲۲۴۴) ا۔ یعنی گویا یہ غافل لوگ مردار گدھا کھا کر اٹھے جو پلید بھی ہے اور حقیر بھی اور اپنی زندگی میں حماقت میں مشہور بھی ہے' اور شیطان کا مظہر بھی' کہ اس کے بولنے پر لاحول پڑھی جاتی ہے' غرضیکہ اللہ کے ذکر سے خالی مجلسیں مردار گدھے کی طرح ہیں اور ان میں شرکت کرنے والے اس مردار کے کھانے والے ہیں' الحمدللہ مومن کی کوئی مجلس اللہ کے ذکر سے خالی نہیں ہوتی' وعدے پر انشاء اللہ کہتا ہے چھینک پر الحمدللہ' جمائی پر لاحول ولاقوۃ الا باللہ' غم کی خبر پر اناللہ غرضیکہ بات بات پر اللہ تعالٰی کا نام لیتا ہے' درود ہو اس دافع شر جن وانس پر صلوٰۃ ہو اس فخر امامت پر جس نے ہماری زندگی سنبھال دی اور ہماری مجلسیں اللہ کے ذکر سے آباد

marfat.com

کردیں صلے اللہ علیہ وسلم

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْهِ وَلَمْ يُصَلُّوْا عَلٰى نَبِيِّهِمْ اِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تِرَةً فَاِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ وَاِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُمْ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۲۲۶۵) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہیں بیٹھی کوئی قوم کسی مجلس میں نہ تو اللہ کا ذکر کرے اور نہ اپنے نبی پر درود پڑھے۱؎ مگر یہ مجلس ان پر حسرت ہو گی اگر رب چاہے انہیں اس پر عذاب دے اور اگر چاہے بخش دے ۲؎ ترمذی

(۲۲۶۵) ۱؎ اگرچہ ذکر اللہ میں درود شریف بھی داخل تھا، مگر چونکہ درود شریف ذکر اللہ کی بہترین قسم ہے اس لئے اس کا ذکر خصوصیت سے کیا گیا، کیونکہ درود پاک میں اللہ کا نام بھی ہے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا چرچہ بھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کی آل اولاد کو دعائیں بھی ۲؎ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ عموماً مجلسوں میں جھوٹ غیبت وغیرہ گناہ ہو جاتے ہیں، اگر ان میں حمد و صلوٰۃ وغیرہ بھی ہوتی رہے تو اس کی برکت سے یہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اگر مجلس ان خیر ذکروں سے خالی ہو تو گناہ تو پایا گیا، کفارہ نہ ادا ہوا لہذا اب پکڑ اور سزا کا سخت اندیشہ ہے، مرقات نے فرمایا کہ اس جملہ میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے ولوانہم اذ ظلموا انفسہم الآیہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی معافی گناہ کا ذریعہ ہے اس جملہ سے اشارۃً یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مجلس میں اللہ رسول کا ذکر ہو تو اس کے گناہ یقیناً بخشے جائیں گے رب تعالٰی کا وعدہ ہے۔

وَعَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ كَلَامِ ابْنِ اٰدَمَ عَلَيْهِ لَا لَهُ اِلَّا اَمْرٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَهْيٌ عَنْ مُنْكَرٍ اَوْ ذِكْرُ اللّٰهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔

(۲۲۶۶) روایت ہے حضرت ام حبیبہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انسان کا ہر کلام اس پر وبال ہے مفید نہیں ۱؎ سوائے اچھی باتوں کے حکم یا بری باتوں سے منع کرنے کے یا اللہ کے ذکر کے ۲؎۔ ترمذی، ابن ماجہ، اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے

(۲۲۶۶) ۱؎ کیونکہ ہمارے کلام یا تو گناہ ہوتے ہیں جن کا مضر ہونا ظاہر ہے یا عبث و بے فائدہ جو لہو و لعب میں داخل ہیں یہ بھی وبال ہوئے اور جائز کلام بھی جب فائدہ اور ثواب سے خالی ہوئے، تو آخرت میں ہم کو وبال محسوس ہوں گے، جیسے سفر میں غیر ضروری سامان لہذا حدیث بالکل واضح ہے خیال رہے کہ کل قیامت میں عبث کام ہم پر سوار ہونگے اور نیک کاموں پر ہم سوار ہونگے، لہذا عبث بھی وبال ہے ۲؎ کہ یہ تینوں نیکیاں وبال نہیں بلکہ نیک اعمال ہیں، پہلی دو نیکیاں متعدی ہیں اور آخری تیسری نیکی لازم اگرچہ تبلیغ بھی اللہ کا ذکر ہی ہے مگر وہ بالواسطہ ذکر ہے اور یہاں بلاواسطہ ذکر مراد ہے، اس لئے اس کا ذکر علیحدہ فرمایا، ذکر اللہ میں سارے اذکار الٰہی داخل ہیں تلاوت قرآن ہو یا درود شریف یا کوئی اور ذکر خیر (مرقات)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُكْثِرُوا الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ فَاِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ قَسْوَةٌ لِلْقَلْبِ وَاِنَّ

(۲۲۶۷) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ذکر اللہ کے بغیر زیادہ باتیں نہ کرو ۱؎ کیونکہ بغیر ذکر اللہ زیادہ باتیں دل کی سختی ہے ۲؎ اور لوگوں میں

marfat.com

اَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللّٰهِ الْقَلْبُ الْقَاسِيْ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ) سب سے زیادہ اللہ سے دور سخت دل والا ہے ۳۔ ترمذی

(۲۲۶۷) ا۔ یہاں زیادہ باتوں سے مراد بیکار باتیں ہیں جن کا کوئی فائدہ نہ ہو لہٰذا تجارتی باتیں گھریلو مفید باتیں جتنی بھی ہوں زیادہ باتوں میں شامل نہیں ۲۔ سختی دل کا انجام یہ ہوتا ہے کہ اس میں وعظ نصیحت اثر نہیں کرتا کبھی انسان اپنے گزشتہ گناہوں پر روتا نہیں آیات الٰہیہ میں غور نہیں کرتا اللہ تعالٰی محفوظ رکھے زیادہ کلام اور بہت ہنسنا دل کو سخت کرتا ہے اور زیادہ ذکر اللہ یا اللہ والوں کی صحبت موت کی یاد آخرت کا دھیان قبرستان کی زیارت دل میں نرمی پیدا کرتی ہے ۳۔ یہاں دل سے مراد دل والا ہے یعنی سخت دل والا آدمی دنیا میں بھی اللہ سے دور ہے اور آخرت میں بھی اسی لئے اللہ تعالٰی نے قرآن کریم میں سختی دل کی بہت برائیاں بیان فرمائی ہیں فرماتا ہے ثم قست قلوبکم من بعد ذلک فهی کالحجارۃ اور فرماتا ہے الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبهم لذکر اللہ جب تک لوہا سخت ہے کچھ نہیں بن سکتا ہے مگر جب نرم ہو گیا تو اسے جس طرح چاہو ڈھال لو' اور جو چاہو اس کا بنالو' یوں ہی سخت دل نہ مومن بن سکے نہ عارف نہ متقی نہ پرہیزگار مگر دل نرم ہو کر ولی غوث و قطب سب کچھ بن جاتا ہے' لوہا نرم کرنے کے لئے یہ آگ چاہیے اور دل نرم کرنے کے لئے عشق کی آگ درکار ہے رب تعالٰی نصیب کرے پھر فقط عشق کی آگ کافی نہیں' بلکہ ساتھ میں کسی کاریگر کے ہتھوڑے کی چوٹ بھی ضروری ہے' مصرع:۔ چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی' غرضیکہ دل کے لئے آگ عشق تو نرم کرنے والی چیز ہے صحبت نیک عمدہ سانچہ ہے' نگاہ مرد کامل کاریگر کا ہنر ہے ان تین چیزوں سے قلب کچھ کار آمد بنتا ہے۔

وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ فَقَالَ بَعْضُ اَصْحَابِهٖ نَزَلَتْ فِي الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ لَوْ عَلِمْنَا اَيُّ الْمَالِ خَيْرٌ فَنَتَّخِذَهٗ فَقَالَ اَفْضَلُهٗ لِسَانٌ ذَاكِرٌ وَقَلْبٌ شَاكِرٌ وَزَوْجَةٌ مُؤْمِنَةٌ تُعِيْنُهٗ عَلٰى اِيْمَانِهٖ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

(۲۲۶۸) روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں جب یہ آیت اتری کہ جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں الخ تو ہم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں تھے بعض صحابہ نے فرمایا کہ سونے چاندی کے متعلق تو یہ آیت نازل ہو گئی ا۔ اگر ہمیں پتہ لگ جاتا کہ کونسا مال اچھا ہے تو ہم وہ ہی جمع کرتے ۲۔ حضور نے فرمایا بہترین مال ذاکر زبان شاکر دل اور مومنہ بیوی ہے جو ایمان میں اس کی مدد کرے ۳۔ احمد' ترمذی' ابن ماجہ)

(۲۲۶۸) ا۔ یعنی اس آیت سے ہمیں معلوم ہو گیا کہ سونا چاندی جمع کرنا دوزخ کا ذریعہ ہے اور ان چیزوں کے بغیر دنیاوی کام چلتا نہیں اب کیا کریں ۲۔ اور ضرورت کے وقت اسی سے کام نکالتے کہ دینلوی ضروریات بغیر مال پوری نہیں ہوتیں' یہ حضرات غالباً یہ سمجھے تھے کہ مطلقاً سونا چاندی جمع کرنا حرام ہے' حالانکہ آیت میں زکوٰۃ نہ دینے والوں کا ذکر ہے انہی کی برائی بیان ہو رہی ہے ۳۔ یہ جواب حکیمانہ ہے کہ سائلین نے تو مال کے متعلق سوال کیا تھا مگر جواب میں وہ چیز ارشاد ہوئی جو مال سے بھی زیادہ مفید ہے کیونکہ مال سے جسم کا نفع ہے اور ان چیزوں سے روح و ایمان کو فائدہ خیال رہے کہ ایمان سے مراد دینی کام ہیں یعنی وہ بیوی جو مرد کو زنا' چوری' بدکاری' جوے وغیرہ سے بچائے' نماز و روزے کا پابند بنادے' وہ بیوی بھی اللہ کی رحمت ہے۔

marfat.com

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ خَرَجَ مُعٰوِیَۃُ عَلٰی حَلْقَۃٍ فِی الْمَسْجِدِ فَقَالَ مَا اَجْلَسَکُمْ قَالُوْا جَلَسْنَا نَذْکُرُ اللّٰہَ قَالَ آللّٰہِ مَا اَجْلَسَکُمْ اِلَّا ذٰلِکَ قَالُوْا اللّٰہِ مَا اَجْلَسَنَا غَیْرُہٗ قَالَ اَمَا اِنِّیْ لَمْ اَسْتَحْلِفْکُمْ تُھْمَۃً لَّکُمْ وَمَا کَانَ اَحَدٌ بِمَنْزِلَتِیْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَقَلَّ عَنْہُ حَدِیْثًا مِّنِّیْ وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلٰی حَلْقَۃٍ مِّنْ اَصْحَابِہٖ فَقَالَ مَا اَجْلَسَکُمْ ھٰھُنَا قَالُوْا جَلَسْنَا نَذْکُرُ اللّٰہَ وَنَحْمَدُہٗ عَلٰی مَا ھَدَانَا لِلْاِسْلَامِ وَمَنَّ بِہٖ عَلَیْنَا قَالَ آللّٰہِ مَا اَجْلَسَکُمْ اِلَّا ذٰلِکَ قَالُوْا آللّٰہِ مَا اَجْلَسَنَا اِلَّا ذٰلِکَ قَالَ اَمَا اِنِّیْ لَمْ اَسْتَحْلِفْکُمْ تُھْمَۃً لَّکُمْ وَلٰکِنَّہٗ اَتَانِیْ جِبْرَئِیْلُ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یُبَاھِیْ بِکُمُ الْمَلٰٓئِکَۃَ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

تیسری فصل

(۲۲۶۹) روایت ہے حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ مسجد میں ایک حلقہ پر گزرے ۱؎ پوچھا تمہیں یہاں کس چیز نے بٹھایا ہے وہ بولے ہم اللہ کا ذکر کرنے بیٹھے ہیں ۲؎ فرمایا کیا خدا کی قسم تمہیں اسی چیز نے بٹھایا ہے بولے اللہ کی قسم ہمیں اس کے سوا کسی اور چیز نے نہ بٹھایا ۳؎ فرمایا میں نے تم پر تہمت کی بنا پر تم سے قسم نہ لی ۴؎ ایسا کوئی نہیں جسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مجھ جیسا قرب ہو ۵؎ پھر وہ آپ سے احادیث مقابلہ کرے کم روایت کرے ایک بار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ایک حلقہ پر تشریف لائے تو پوچھا تمہیں یہاں کس چیز نے بٹھایا وہ بولے ہم اللہ کا ذکر کرنے بیٹھے ہیں اسکا شکر کررہے ہیں کہ اس نے ہمیں اسلام کی ہدایت دی ہم پر بڑا احسان کیا ۶؎ فرمایا کیا خدا کی قسم تمہیں صرف اس چیز نے بٹھایا ہے وہ بولے اللہ کی قسم ہم کو اسکے سواء کسی اور چیز نے نہ بٹھایا فرمایا میں نے تم پر تہمت رکھتے ہوئے تم سے قسم نہ لی ۷؎ لیکن میرے پاس جبریل آئے انہوں نے مجھے بتایا کہ اللہ تم سے فرشتوں پر فخر کررہا ہے ۸؎ مسلم

(۲۲۶۹) ۱؎ کچھ لوگ مسجد نبوی یا کسی اور مسجد میں ذکر اللہ کے لئے حلقہ بنائے بیٹھے تھے، نماز کے انتظار میں نہ بیٹھے تھے، کیونکہ اس وقت صف بستہ بیٹھنا چاہیے حلقہ بنانا منع ہے، لہذا یہ حدیث حلقہ بنانے کی ممانعت کی حدیث کے خلاف نہیں ۲؎ اس طرح کہ ایک صاحب ذکر خیر کررہے ہیں اور باقی حضرات سن رہے ہیں گویا مجلس وعظ کی مجلس ہے یا باری باری سے ہر شخص ذکر اللہ کررہا ہے یا سب مل کر کلمہ طیبہ وغیرہ پڑھ رہے ہیں ۳؎ پہلا اللہ اصل میں ءاللہ تھا ہمزہ استفہامیہ، واؤ قسمیہ، واؤ کو الف سے بدل دیا گیا، اور لفظ اللہ کو جر ہے بعض نسخوں میں زبر بھی ہے اس کی دوسری توجیہ ہے یعنی کیا خدا کی قسم تم لوگ صرف ذکر کے لئے ہی بیٹھے ہو دوسرے اللہ کی اصل عبارت یہ ہے اوی یا نعم نقسم باللّٰہ ۴؎ یعنی میں نے آپ حضرات کو جھوٹا سمجھ کر قسم نہ لی ہے آپ حضرات صحابہ ہیں صحابہ سب عادل ہیں بلکہ ادائے سنت کے لئے یہ قسم لی ہے ۵؎ کیونکہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سالا بھی ہوں کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا بھائی ہوں اور کاتب وحی بھی ہوں اسی لئے مولانا روم نے حضرت امیر معاویہ کو مسلمانوں کا ماموں فرمایا مگر روایت حدیث بہت کم کرتا ہوں احتیاط کے لئے دیکھو حضرت ابوبکر صدیق عمر بھر حضور انور صلے اللہ علیہ

marfat.com

وسلم کے ساتھ رہے مگر آپ نے روایت حدیث بہت کم فرمائیں' اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حضرت امیر معاویہ کو حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق سے بھی زیادہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے قرب رہا ہو' بلکہ آپ جن لوگوں سے خطاب کر رہے ہیں یا جو آپ کے زمانہ میں صحابہ موجود تھے ان کے مقابلہ میں اپنی جزوی فضیلت قرب بیان فرمارہے ہیں خیال رہے کہ جن صحابہ نے حدیث کی روایت بالمعنی جائز سمجھی تھی وہ احادیث زیادہ روایت کرتے تھے اور جن کے نزدیک روایت بالمعنی جائز نہ تھی وہ بہت کم روایت کرتے تھے حضرت امیر معاویہ دوسری جماعت سے ہیں ۶۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی کی سب سے بڑی نعمت ہدایت ایمان ہے' اور سب سے بڑا احسان حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا دامن پاک ہاتھ آجانا ہے' خود فرماتا ہے بل اللہ یمن علیکم ان ھدلکم للایمان اور فرماتا ہے لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا ایمان اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے سواء کسی اور نعمت پر رب تعالٰی نے لفظ منّ ارشاد نہیں فرمایا شعر:-

☆ رب اعلٰی کی نعمت پر اعلٰی درود ☆ حق تعالٰی کی منت پہ لاکھوں سلام ☆

یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے شکریہ کے لئے مجلسیں کرنا حلقے بنا کر بیٹھنا سنت صحابہ ہے یہ حدیث مجلس' میلاد شریف کی اصل ہے ۷۔ کیونکہ ہر مومن پر عموماً اور صحابہ کرام پر خصوصاً بدگمانی کرنا جائز نہیں' بلکہ یہ قسم نہیں تمہاری عظمت و عزت کے اظہار کے لئے ہے ۸۔ اس طرح کہ فرشتوں سے فرمارہا ہے میرے ان بندوں کو دیکھو کہ نفس و شیطان کے تسلط میں ہیں' دنیاوی رکاوٹیں موجود ہیں' شہوت و غضب رکھتے ہیں اتنی رکاوٹیں ہوتے ہوئے سب پر لات مار کر میرا ذکر کر رہے ہیں' یقیناً تمہارے ذکر سے میرا یہ ذکر افضل ہے' چونکہ فرشتوں ہی نے انسان کی شکایت کی تھی کہ وہ خون ریز و فسادی ہو گا اس لئے انہی کو یہ سنایا جارہا ہے کہ دیکھو اگر انسان میں فسادی ہیں تو ایسے نمازی و غازی بھی ہیں جو نفس و شیطان و طغیان و کفار سب سے ہی جہاد کرتے رہتے ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ شَرَائِعَ الْاِسْلَامِ قَدْ كَثُرَتْ عَلَيَّ فَاَخْبِرْنِيْ بِشَيْءٍ اَتَشَبَّثُ بِهٖ قَالَ لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَ قَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ .

(۲۱۷۰) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن بسر سے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اسلام کے احکام شرعیہ بہت ہیں ۱۔ مجھے کوئی ایک بات ایسی بتادیں جسے میں مضبوط تھام لوں فرمایا تمہاری زبان اللہ کے ذکر میں تر رہے ۲۔ ترمذی' ابن ماجہ' ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے ۳۔

(۲۱۷۰) ۱۔ جو تفصیل وار مجھے یاد نہیں ہو سکتے وہ مجھ پر غالب ہیں' معلوم ہوا کہ مکمل عالم بننا فرض نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے' ورنہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم انہیں تمام مسائل سیکھنے کا حکم دیتے ۲۔ غالباً سائل کا سوال نوافل کے متعلق تھا' اس لئے انہیں یہ جواب دیا گیا' مقصد یہ ہے کہ ہر وقت زبان پر کوئی ذکر اللہ جاری رہے نہ معلوم موت کب آجائے' جب بھی ملک الموت تمہاری جان نکالنے آئیں تو تمہیں غافل نہ پائیں' اللہ تعالٰی ایسی زندگی نصیب کرے' رطب فرما کر اشارۃً بتایا کہ جیسے تر لکڑی آگ میں نہیں جلتی ایسے ہی اللہ کا ذکر زبان کی تری ہے جس سے بندہ دوزخ میں نہ جل سکے گا ۳۔ یہ حدیث ابن حبان' ابن ابی شیبہ اور حاکم نے بھی روایت کی۔

marfat.com

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ اَیُّ الْعِبَادِ اَفْضَلُ وَاَرْفَعُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ الذَّاكِرُوْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذَّاكِرَاتُ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمِنَ الْغَازِیْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ لَوْ ضَرَبَ بِسَيْفِهٖ فِی الْكُفَّارِ وَالْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰی يَنْكَسِرَ وَيَخْتَضِبَ دَمًا فَاِنَّ الذَّاكِرَ لِلّٰهِ اَفْضَلُ مِنْهُ دَرَجَةً رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔

(۲۱۷۱) روایت ہے حضرت ابو سعید سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کون بندے اللہ کے نزدیک افضل اور قیامت کے دن بلند درجے والے ہیں ا۔ فرمایا اللہ کا بہت ذکر کرنے والے، اور بہت ذکر کرنے والی عورتیں ۲۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ اللہ کی راہ کا غازی کون ہے ۳۔ فرمایا اگر غازی مشرکین اور کفار پر تلوار اتنی چلائے کہ تلوار ٹوٹ جائے اور خون میں رنگ جائے ۴۔ تب بھی اللہ کا ذکر کرنے والا اس سے درجہ میں زیادہ ہو گا ۵۔ (احمد و ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۲۱۷۱) ا۔ سبحان اللہ کیسا پیارا اور جامع سوال ہے کہ ایسا بندہ کون ہے جس کا ثواب بھی زیادہ ہو اور قرب الٰہی بھی زیادہ خیال رہے کہ ثواب اور ہے قرب و درجہ کچھ اور اگر بادشاہ کسی موقع پر ایک سپاہی کو لاکھ روپیہ انعام دیدے اور روزیر کو کچھ نہ دے اس وقت اگرچہ انعام سپاہی نے پایا مگر درجہ وزیر ہی کا زیادہ ہے۔ ۲۔ ذکر سے مراد زبان و دل کے سارے ہی ذکر ہیں خصوصاً وہ ذکر جو احادیث شریفہ میں مذکور ہیں کہ وہ دوسرے ذکروں سے بہتر ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ذکر اللہ زیادتی ثواب کا بھی ذریعہ ہے اور زیادتی قرب الٰہی کا بھی وسیلہ، دین و دنیا کی نعمتیں ذکر اللہ سے ملتی ہیں، زیادتی ذکر سے مراد ہے کہ اس کے اکثر اوقات ذکر میں گھرے ہوں دوسرے مشغلوں کے لئے بہت کم وقت بچے (مرقات و لمعات) ۳۔ بعض غازی غنیمت کے لئے بعض ملک جیتنے کی غرض سے بعض اپنی شجاعت دکھانے بعض اسلام پھیلانے کے لئے کفار پر جہاد کرتے ہیں ان سب میں فی سبیل اللہ غازی کون ہے ۴۔ اس طرح کہ غازی اپنے خون میں لتھڑ جائے یعنی شہید ہو جائے، خلاصہ یہ کہ یہ شخص غازی بھی درجہ اول کا ہو اور شہید بھی اعلیٰ مرتبہ کا ۵۔ اس کی وجہ ظاہر کہ ذکر مقصودی عبادت ہے اور جہاد غیر مقصودی عبادت کیونکہ جہاد اللہ کا ذکر پھیلانے ہی کے لئے تو ہوتا ہے، نیز جہاد ہے غازی کا کام اور ذکر اللہ میں ہے اللہ کا نام یقیناً رب تعالیٰ کا نام ہمارے کام سے بہتر ہے نیز جہاد کی جزا ہے جنت اور ذکر اللہ کی جزاء ہے ذکر عبدہ رب تعالیٰ فرماتا ہے فاذکرونی اذکرکم کہ یہاں درجہ سے مراد جنسی درجہ ہے نہ کہ شخصی درجہ یعنی ذاکر مجاہد سے بدرجہا بہتر ہے اشارۃ" یہ بھی فرمایا گیا کہ بوقت جہاد غازی اللہ کا ذکر کرتا رہے کوئی نماز حتی المقدور نہ چھوڑے ہاتھ میں تلوار زبان پر ذکر یار ہو پھر سبحان اللہ کیا پوچھنا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّيْطَانُ جَاثِمٌ عَلٰی قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ فَاِذَا ذَكَرَ اللّٰهَ خَنَسَ وَاِذَا غَفَلَ وَسْوَسَ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ تَعْلِيْقًا)

(۲۱۷۲) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شیطان انسان کے دل پر چمٹا رہتا ہے ا۔ جب انسان اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ہٹ جاتا ہے اور جب انسان غافل ہوتا ہے تو وہ وسوسے ڈالتا ہے ۲۔ بخاری تعلیقاً

(۲۱۷۲) ا۔ ظاہر یہ ہے کہ شیطان سے مراد قرین شیطان ہے۔ ہر انسان کے ساتھ الگ الگ ایک شیطان رہتا ہے ابلیس مراد نہیں، وہ تو ان تمام شیاطین کا منتظم ہے یعنی شیطان کی منزل انسان کا دل ہے جہاں وہ ایسا چمٹا رہتا ہے، جیسے شہد سے مکھی خیال رہے

marfat.com

کہ غافل کے دل پر شیطان کی منزل ہے' اور کافر کے دل میں شیطان کا گھر ہے' اس جگہ ابن آدم سے مراد غافل مسلمان ہے نہ کہ کافر جیساکہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے ۲۔ اس سے معلوم ہوا کہ وسوسہ سے غفلت نہیں آتی بلکہ غفلت سے وسوسے آتے ہیں' لہٰذا ذکر اللہ وسوسوں کا علاج ہے یہاں ذکر سے مراد مسلمان کا ذکر اللہ ہے نہ کہ کافر کا کافر کے دل میں سے شیطان تو ایمان سے نکلے گا' بغیر ایمان اگر سارا قرآن بھی پڑھ لے شیطان نہ نکلے گا' کیونکہ مسافر کو منزل سے ہٹانا آسان ہے مگر کسی کو اس کے گھر سے نکالنا مشکل' خلاصہ یہ ہے کہ مومن کا دل مالامال گھر ہے شیطان چور ہے غفلت تاریکی ہے اور ذکر اللہ نور و روشنی' جو ہمیشہ اندھیرے میں آتا ہے' اجیالا ہوتے ہی بھاگ جاتا ہے' مومن کو چاہیے کہ اپنے دل کے گھر میں ذکر اللہ کا اجالا رکھے تا کہ اس چور سے امن رہے' یوں تو ہر ذکر اللہ دفع وسوسہ کے لئے مفید ہے' مگر لاحول شریف اور اذان دفع شیطان کے لئے اکسیر ہے' اسی لئے بعد دفن قبر پر اذان کہی جاتی ہے کہ مردے سے شیطان دور رہے اور اسے وسوسہ نہ دے تا کہ مردہ امتحان میں کامیاب ہو۔

وَعَنْ مَالِكٍ قَالَ بَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ ذَاكِرُ اللهِ فِي الْغَافِلِينَ كَالْمُقَاتِلِ خَلْفَ الْفَارِّينَ وَذَاكِرُ اللهِ فِي الْغَافِلِينَ كَغُصْنٍ أَخْضَرَ فِي شَجَرٍ يَابِسٍ وَفِي رِوَايَةٍ مِثْلُ الشَّجَرَةِ الْخَضْرَاءِ فِي وَسَطِ الشَّجَرِ وَذَاكِرُ اللهِ فِي الْغَافِلِينَ مِثْلُ مِصْبَاحٍ فِي بَيْتٍ مُظْلِمٍ وَذَاكِرُ اللهِ فِي الْغَافِلِينَ يُرِيهِ اللهُ مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَهُوَ حَيٌّ وَذَاكِرُ اللهِ فِي الْغَافِلِينَ يُغْفَرُ لَهُ بِعَدَدِ كُلِّ فَصِيحٍ وَأَعْجَمَ وَالْفَصِيحُ بَنُو آدَمَ وَالْأَعْجَمُ الْبَهَائِمُ۔ (رَوَاهُ رَزِينٌ)

(۲۱۷۳) روایت ہے حضرت مالک سے فرماتے ہیں مجھے خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے ا۔ غافلوں میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے بھاگ جانے والوں میں مجاہد ۲۔ اور غافلوں میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے خشک درخت میں ہری شاخ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جیسے درختوں میں سبز درخت ۳۔ اور غافلوں میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے اندھیرے گھر میں چراغ ۴۔ اور غافلوں میں اللہ کا ذکر کرنے والے کو رب تعالیٰ زندگی ہی میں اس کو جنت کا گھر دکھا دیتا ہے ۵۔ اور غافلوں میں اللہ کا ذکر کرنے والے کی تمام بولنے والوں اور گونگوں کی بقدر بخشش ہوتی ہے بولنے والے انسان ہیں اور گونگے جانور ۶۔ (رزین)

(۲۱۷۳) ا۔ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ تبع تابعی ہیں لہٰذا اس حدیث میں اول کے دو راوی چھوٹ گئے تابعی اور صحابی مگر کوئی حرج نہیں امام مالک جیسے محدث کی ایسی احادیث مقبول ہیں جب امام بخاری کی تعلیق معتبر ہے' تو امام مالک کی تعلیق بدرجہ اتم معتبر ہے ۲۔ کہ جب سارے غازی کفار کے مقابلہ سے بھاگ جائیں اور ایک غازی اپنی جگہ ڈٹا رہے حتیٰ کہ مارتے مارتے خود شہید ہو جائے وہ بڑے درجہ والا ہے ایسے ہی غافل مسلمان بھگوڑے غازی ہیں ان میں اکیلا یہ ذاکر بڑا بہادر مجاہد ہے ذاکرین میں ذکر اللہ کرنا آسان ہے مگر جب ماحول گندہ ہو پھر صاف رہنا بہت مشکل ہے ۳۔ جیسے باغبان کے دل میں اس ہری شاخ و ہرے درخت کی بڑی قدر ہے ایسے ہی رب تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسے ذاکر کی بڑی منزلت ۴۔ یا خواب میں یا جاگتے ہوئے' جیسے بعض صحابہ نے جہاد میں شہادت سے پہلے جنت دیکھ لی اور لوگوں کو خبر دی یا بوقت جانکنی کہ ملک الموت پہلے اسے اس کا جنتی گھر دکھاتے ہیں پھر جان نکالتے ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے تتنزل علیهم الملائکة الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة التی کنتم توعدون یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے' خیال رہے کہ ذاکروں کو مرتے وقت جنت دکھائی جاتی ہے' اور عاشقوں کو نزع میں محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کا جمال دکھاتے

marfat.com

ہیں جس سے میت شدت نزع بالکل محسوس نہیں کرتا جیسے مصری عورتوں کو جمال یوسفی دیکھ کر ہاتھ کٹنے کا درد محسوس نہ ہوا ۱۲۔ کیونکہ ذکر اللہ کی برکت سے انسانوں کو عذاب سے امن ملتی ہے اور جانوروں کو بھی، لہذا ذاکر سے سب ہی فائدہ اٹھاتے ہیں، اس لئے ان سب کی بقدر اسے ثواب ملتا ہے۔

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ مَا عَمِلَ الْعَبْدُ عَمَلًا اَنْجٰی لَہٗ مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ۔ (رَوَاہُ مَالِکٌ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ)

(۲۱۷۴) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں بندے نے بڑا کوئی ایسا عمل نہ کیا جو ذکر اللہ سے بڑھ کر عذاب الٰہی سے نجات دے ۱۔ (مالک، ترمذی، ابن ماجہ) ۲۔

(۲۱۷۴) ۱۔ معلوم ہوا کہ ذکر اللہ دفع عذاب کے لئے اکسیر ہے، اسی لئے بعد موت میت کو زیادہ تر ختم شریف وغیرہ کا ثواب پہنچاتے ہیں کہ اگر میت عذاب میں ہو تو اس ذکر کی برکت سے نجات پاجائے ذکر اللہ یہاں مطلق فرمایا گیا، خواہ انسان خود کرے یا کوئی دوسرا ذکر کرکے اسے بخشے حدیث شریف میں ہے کہ اگر بارہ ہزار بار کلمہ طیبہ پڑھ کر کسی کو بخشا جائے تو اسے عذاب سے رہائی ملتی ہے اسے مولوی محمد قاسم صاحب دیوبندی نے بھی اپنی کتاب تحذیر الناس میں نقل فرمایا ہم بھی پہلے بحوالہ مرقات عرض کرچکے ہیں کہ حدیث اگرچہ موقوف ہے مگر مرفوع کے حکم میں ہے جیسا کہ محدثین کا قاعدہ ہے ۲۔ یہ حدیث احمد طبرانی، ابن ابی شیبہ نے مرفوعاً" روایت کی۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ اَنَا مَعَ عَبْدِیْ اِذَا ذَکَرَنِیْ وَتَحَرَّکَتْ بِیْ شَفَتَاہُ۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

(۲۱۷۵) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے میں اپنے بندے کے ساتھ رہتا ہوں جبکہ وہ میرا ذکر کرتا ہے اور میرے نام سے اس کے ہونٹ ہلتے ہیں ۱۔ (بخاری)

(۲۱۷۵) ۱۔ یعنی جب تک بندہ میرا ذکر کرتا رہتا ہے میں رحمت کرم سے محبت سے توفیق خیر سے اس کے ساتھ رہتا ہوں خیال رہے کہ خدا تعالٰی ربوبیت سے ہر بندے کے ساتھ ہے قہر و غضب سے بے دینوں کے ساتھ ہے رحمت عامہ سے ہر مومن کے ساتھ ہے رحمت خاصہ سے ہر ذاکر کے ساتھ ہے اور اپنے نور و تجلی سے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ ہونے میں بہت وسعت ہے یہ ہمراہیاں قرآن کریم کی مختلف آیتوں میں مذکور ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذاکرین کے پاس رہنا خدا تعالٰی کے پاس رہنا ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ لِکُلِّ شَیْءٍ صَقَالَۃٌ وَصَقَالَۃُ الْقُلُوْبِ ذِکْرُ اللّٰہِ وَمَا مِنْ شَیْءٍ اَنْجٰی مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ قَالُوْا وَلَا الْجِہَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَالَ وَلَا اَنْ یَّضْرِبَ بِسَیْفِہٖ حَتّٰی یَنْقَطِعَ رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِی الدَّعَوَاتِ الْکَبِیْرِ۔

(۲۱۷۶) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور فرماتے تھے کہ ہر چیز کی میقل ہے اور دلوں کی میقل اللہ کا ذکر ہے ۱۔ اور کوئی چیز ذکر اللہ سے بڑھ کر عذاب الٰہی سے نجات نہیں دیتی صحابہ نے عرض کیا کہ نہ اللہ کی راہ میں جہاد فرمایا بلکہ نہ یہ کہ غازی اپنی تلوار سے کفار کو مارے حتی کہ تلوار ٹوٹ جائے ۲۔ (بیہقی دعوات کبیر)

marfat.com

(۲۱۷۶) اے دنیاوی الجھنیں اور گناہ آئینہ دل کو میلا کرتے رہتے ہیں اور ذکر اللہ اس میل کو دور کرکے اس آئینہ کو شفاف بناتا رہتا ہے اگر انسان گناہ نہ کرے اور پھر ذکر اللہ کرے تو دل پر ایسی پالش ہوتی ہے کہ سارا عالم اس دل میں نظر آتا ہے جیسے کہ گھر کا سارا سامان دیوار میں لگے ہوئے شفاف آئینہ میں پھر بندہ عالم کے ہر ذرہ کو کف دست کی طرح دیکھتا ہے حضور غوث پاک فرماتے ہیں شعر:۔

☆ نظرت الی بلاد اللہ جمعا ☆ کخردلۃ علی حکم اتصال ☆

قرآن کریم فرمارہا ہے کہ آصف بن برخیا نے شام سے بیٹھے ہوئے تخت بلقیس کو جو یمن میں تھا دیکھ بھی لیا اور اٹھا بھی لائے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے نہاوند کی جنگ کو دیکھ بھی لیا اور حضرت ساریہ کو نقشہ جنگ سمجھا بھی دیا' یہ سب صفائی دل کے کرشمے ہیں ہر چیز کی صفائی علیحدہ ہے کپڑے کی صفائی صابن سے لوہے کی صیقل سے اور دل کی صفائی ذکر اللہ سے ۲۔ یعنی تم تو صرف جہاد کو کہہ رہے ہو' اگر مجاہد اول درجے کا غازی بھی ہو شہید بھی ذاکر اللہ کے درجے کو نہیں پہنچتا اس کی وجہ پہلے بیان کی جاچکی ہے' یہاں ینقطع کا فاعل یا تو تلوار ہے یا غازی یعنی تلوار ٹوٹ جائے یا غازی کی زندگی کا تار ٹوٹ جائے ذکر اللہ کے جو معنے عرض کئے گئے ہیں وہ یاد رکھنا کہ' اللہ کا ذکر یہ بھی ذکر اللہ اس کے محبوب بندوں کا عظمت سے ذکر' یہ بھی ذکر اللہ ہے' اس کے دشمنوں کا برائی سے ذکر یہ بھی ذکر اللہ ہے' لہذا ہر وقت درود شریف پڑھنے والا بھی اسی میں شامل ہے' درس قرآن کریم' تعلیم حدیث وفقہ سب اس میں داخل

كِتَابُ أَسْمَاءِ اللهِ تَعَالٰى

اللہ تعالٰی کے ناموں کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

اللہ تعالٰی کے بہت نام ہیں جن میں سے ایک نام ذاتی ہے اللہ' باقی نام صفاتی' صفاتی نام تین قسم کے ہیں صفت سلبی پر دلالت کرنے والے جیسے سبحان قدوس' اولی وغیرہ صفت ثبوتیہ حقیقیہ پر دال جیسے علیم' قادر' یا ثبوتیہ اضافیہ پر دال جیسے حمید' ملیک' مالک الملک وغیرہ یا صفت فعلیہ پر دال جیسے رازق خالق وغیرہ حق یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کے نام توقیفی ہیں کہ شریعت نے جو بتائے ان ہی ناموں سے پکارا جائے' اپنی طرف سے نام ایجاد نہ کئے جائیں اگرچہ ترجمہ ان کا صحیح ہو لہذا رب کو عالم کہہ سکتے ہیں عاقل نہیں کہہ سکتے' اسے جواد کہیں گے نہ کہ سخی حکیم کہیں گے نہ کہ طبیب' خدا رب کا نام نہیں بلکہ ایک صفت یعنی مالک کا ترجمہ ہے جیسے پروردگار' پالنہار بخشنے والا وغیرہ' خدا تعالٰی کے بعض نام مخلوق پر بھی بولے جاتے ہیں جیسے رءوف رحیم اللہ کا نام بھی ہے اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی' مگر مخلوق کے لئے ان ناموں کے اور معنے ہوں گے' جب کسی صفت الٰہی کی تجلی بندے پر پڑتی ہے تو اس وقت اس پر وہ نام بولا جاتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى تِسْعَةً وَّ تِسْعِيْنَ اِسْمًا مِائَةً اِلَّا وَاحِدَةً مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ

(۲۱۷۷) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی کے ننانوے نام ہیں یعنی ایک کم سو۱ جو ان ناموں کی محافظت کرے جنت میں جائے گا

marfat.com

وَفِيْ رِوَايَةٍ وَهُوَ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۲؎ اور ایک روایت یہ ہے کہ اللہ تعالٰی طاق ہے طاق کو پسند کرتا ہے ۳؎ (مسلم بخاری)

(۲۱۷۷) ۱؎ حق تعالٰی کے دو سو ایک نام دلائل الخیرات شریف میں بیان ہوئے ہیں، اور مدارج النبوت میں شیخ نے رب تعالٰی کے ایک ہزار نام گنائے، یہاں تو ننانوے نام وہ گنائے گئے جن کا یاد کرنا جنتی ہونے کا ذریعہ ہے کل نام یہ نہیں ہیں، ان ناموں میں سے بعض ذاتی ہیں بعض صفاتی بعض افعالی، لہذا اس حدیث پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ حق تعالٰی کے نام ننانوے سے زیادہ ہیں، اور نہ یہ کہ رب کی صفات کمالیہ تو آٹھ ہیں پھر صفاتی نام زیادہ کیوں ہوئے ۲؎ یعنی جو مسلمان یہ نام یاد کرے اور روزانہ ان کا ورد کیا کرے، وہ انشاء اللہ اول ہی سے جنت میں جائے گا ۳؎ یعنی حق تعالٰی ذات و صفات میں وحدہ لاشریک ہے، وہ ان اعمال کو پسند فرماتا ہے جن میں اخلاص ہو، شرک کا شائبہ نہ ہو، اور اس بندے کو پسند فرماتا ہے جو دنیا سے کٹ کر اس کا ہو رہے، غرضیکہ دوسرے وتر میں بہت احتمالات ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ اِسْمًا مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ الْغَفَّارُ الْقَهَّارُ الْوَهَّابُ الرَّزَّاقُ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الْخَافِضُ الرَّافِعُ الْمُعِزُّ الْمُذِلُّ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ الْحَكَمُ الْعَدْلُ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ الْحَلِيْمُ الْعَظِيْمُ الْغَفُوْرُ الشَّكُوْرُ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ الْحَفِيْظُ الْمُقِيْتُ الْحَسِيْبُ الْجَلِيْلُ الْكَرِيْمُ الرَّقِيْبُ الْمُجِيْبُ الْوَاسِعُ الْحَكِيْمُ الْوَدُوْدُ الْمَجِيْدُ الْبَاعِثُ الشَّهِيْدُ الْحَقُّ الْوَكِيْلُ الْقَوِيُّ الْمَتِيْنُ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ الْمُحْصِيْ الْمُبْدِئُ الْمُعِيْدُ الْمُحْيِيْ الْمُمِيْتُ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ الْوَاجِدُ الْمَاجِدُ الْوَاحِدُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الْقَادِرُ الْمُقْتَدِرُ الْمُقَدِّمُ الْمُؤَخِّرُ الْاَوَّلُ الْاٰخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ

(۲۱۷۸) روایت حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی کے ننانوے نام ہیں جو ان کی حفاظت کرے گا ۱؎ جنت میں جائے گا وہ اللہ وہ ہے کہ اس کے سواء کوئی معبود نہیں مہربان ہے رحم والا ہے ۲؎ بادشاہ ہے پاک ہے عیوب سے سلامت ہے ۳؎ امن دینے والا ہے نگہبان ہے غالب ہے ۴؎ بدلہ کرنے والا ہے بلند ہے ۵؎ پیدا کرنے والا ایجاد فرمانے والا صورت دینے والا ۶؎ گناہ بخشنے والا ۷؎ غالب ہے دین ہار ہے ۸؎ روزی رساں ہے ۹؎ کھولنے والا علم والا ۱۰؎ تنگی و فراخی دینے والا ۱۱؎ نیچا اونچا کرنے والا ۱۲؎ عزت و ذلت دینے والا ۱۳؎ سننے دیکھنے والا ۱۴؎ حکومت و انصاف والا ۱۵؎ مہربانی کرنے والا خبر رکھنے والا ۱۶؎ حلم و عظمت والا ۱۷؎ بخشنے والا قدردان ۱۸؎ بلندی و بزرگی والا ۱۹؎ حفاظت فرمانے والا قوت دینے والا ۲۰؎ حساب لینے والا جلالت و بخشش والا نگہبان ۲۱؎ دعائیں قبول کرنے والا فراخی دینے والا ۲۲؎ حکمت والا بزرگی والا اٹھانے والا ۲۳؎ حاضر ۲۴؎ دائم کارساز ۲۵؎ قوت و استواری والا ۲۶؎ مددگار لائق تعریف ۲۷؎ سب

marfat.com

الْوَالِیُ الْمُتَعَالِی الْبَرُّ التَّوَّابُ الْمُنْتَقِمُ الْعَفُوُّ الرَّءُوفُ مَالِكُ الْمُلْكِ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ الْمُقْسِطُ الْجَامِعُ الْغَنِیُّ الْمُغْنِی الْمَانِعُ الضَّارُّ النَّافِعُ النُّورُ الْهَادِی الْبَدِیعُ الْبَاقِی، الْوَارِثُ الرَّشِیدُ الصَّبُورُ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالْبَیْهَقِیُّ فِی الدَّعَوَاتِ الْکَبِیرِ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیثٌ غَرِیبٌ۔

کو جاننے والا شروع کرنے والا لوٹانے والا ۲۸۔ زندگی و موت بخشنے والا ۲۹۔ زندہ ہمیشہ قائم رکھنے والا ۳۰۔ وجود ہستی والا بزرگی والا ۳۱۔ ایک اکیلا ۳۲۔ لائق بھروسہ ۳۲۔ قدرت و قوت اقتدار والا ۳۳۔ آگے پیچھے کرنیوالا ۳۴۔ سب سے پہلے سب سے آخر ۳۵۔ کھلا چھپا ۳۶۔ مددگار عظمت والا احسان فرمانے والا ۳۷۔ توبہ قبول کرنے والا بدلہ لینے والا معافی دینے والا ۳۸۔ رافت والا ملک کا مالک ۳۹۔ غضب و کرم والا ۴۰۔ انصاف والا جمع فرمانے والا بے پرواہ اور بے پرواہ کرنے والا ۴۱۔ دینے والا نہ دینے والا نفع نقصان کا مالک ۴۲۔ روشن کرنے والا ہدایت دینے والا ۴۳۔ بے مثال ہمیشہ باقی وارث ۴۴۔ ہدایت دینے والا صبر والا ۴۵۔ (ترمذی) بیہقی دعوات کبیر ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے ۴۶۔

(۲۱۷۸) ۱۔ چونکہ رب تعالٰی کے صفات و افعال بہت ہیں اس لئے اس کے نام بھی بہت ہیں، نیز اس کے بندوں کی حاجتیں بہت ہیں لہذا رب کے نام بھی بہت کہ بندہ جو حاجت لے کر آئے اسی نام سے اسے پکارے بیمار پکارے یا شافی الامراض گنہگار پکارے یا غفار، بدکار پکارے یا ستار وغیرہ، خیال رہے کہ جتنے نام رب کے ہیں اتنے ہی نام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بھی ہیں جیساکہ کتب تصوف دیکھنے والوں پر ظاہر ہے ۲۔ ان ناموں میں رب تعالٰی کے بہت سے مشہور نام نہیں آئے جیسے قدیم، وتر، شدید، کافی، رب اکرم، اعلیٰ، اکرم الاکرمین ذو العرش المجید، فعال لما یرید، مالک یوم الدین رفیع الدرجات، ذو القوۃ المتین، ذو العرش، احسن الخالقین وغیرہ وغیرہ اس سے معلوم ہوا کہ رب تعالٰی کے کل نام یہ نہیں ہیں جیساکہ پہلے عرض کیا گیا، رحمٰن کے معنے ہیں دنیا میں تمام بندوں پر رحم فرمانے والا اور رحیم کے معنی ہیں آخرت میں صرف مسلمانوں پر رحم فرمانے والا، چونکہ دنیا آخرت سے پہلے ہے اس لئے رحمٰن کا ذکر رحیم سے پہلے ہوا اکثر علماء نے لا الہ الا ھو کو اسم اعظم مانا ہے ۳۔ دنیا کے بادشاہ تھوڑی زمین کے تھوڑے زمانہ میں بادشاہ ہوتے ہیں رب تعالٰی بذات خود ہمیشہ سے بادشاہ ہے سارے عالموں کا مالک حقیقی ہے قدوس کے معنے ہیں امکان و حدوث سے پاک کسی کے وہم و خیال میں آنے سے پاک، سلام کے معنے ہیں عیوب سے پاک، غرضیکہ رب تعالٰی ذاتی و صفاتی عیوب سے ہر طرح پاک ہے لہذا قدوس اور سلام میں بڑا فرق ہے یا سلام کے معنے ہیں مخلوق میں سے اہل ایمان کو سلامتی و امن بخشنے والا ۴۔ مومن کے معنے ہیں مخلوق کے لئے امن و امان کے سامان پیدا فرمانے والا جسم کے لئے ہزارہا بلائیں ہیں، ہر بلا سے حفاظت و امن کا ذریعہ الگ ہے روح کے لئے بھی لاکھوں آفات ہیں ان کی امان کے لئے ایمان تقویٰ، عرفان پیدا فرمانے والا مہیمن کے معنے ہیں خلق کے اعمال، ارزاق، احوال کا حافظ عزیز وہ غالب ہے جس کے آستانہ تک کسی کی رسائی بغیر اس کی کرم فرمائی کے نہ ہو سکے اس معنے سے رب تعالٰی کے سوا کوئی غالب نہیں۔ ۵۔ جبار جبر سے بنا، بمعنی ٹوٹے کو جوڑنا کسی کا حال درست کرنا، اسی سے ہے جبر نقصان، یعنی رب تعالٰی بندے کی برائیوں کا بدلہ بھلائیوں سے کرنے والا، ان کے ٹوٹے دلوں، شکستہ حالوں کو اپنے فضل و کرم سے جوڑنے

marfat.com

والا متکبر تکبر سے بنا جس کا مادہ ہے کبر' تکبر کے معنے ہیں انتہائی بڑائی یعنی مخلوق کے خیال و گمان سے وراء شعر:-

☆ اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم ☆ واز ہرچہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم ☆

بندہ متکبر وہ کہلاتا ہے جو بڑا نہ ہو' اور اپنے کو بڑا جانے یعنی شیخی خور ۶۔ یہ تینوں لفظ قریب المعنی ہیں خالق کے معنے ہیں اندازہ لگانے والا باری کے معنے ہیں نیست کو ہست کرنے والا جو کچھ نہ ہو اسے سب کچھ کر دینے والا' مصور کے معنے ہیں ہر چیز کو اس کے لائق صورت نقش عطا فرمانے والا لہٰذا خلق پہلے ہے پھر برء پھر تصویر حضرت عیسٰی علیہ السلام نے فرمایا تھا واخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر رب تعالٰی نے فرمایا ہے وتخلقون افکا اور فرماتا ہے فتبٰرک اللہ احسن الخلقین تمام آیتوں میں خلق بمعنی اندازہ کرنا ہے ۷۔ غفار غفر سے بنا بمعنی چھپانا' غفار کے معنے ہیں دنیا میں بندے کے گناہ چھپانے والا اور آخرت میں معاف فرمانے والا' معافی بھی چھپانے ہی کی ایک قسم ہے' خیال رہے کہ غفار بھی مبالغہ کا صیغہ ہے اور غفور بھی اور یہ دونوں رب تعالٰی کے نام ہیں' مگر غفار میں مقدار کے لحاظ سے مبالغہ ہے اور غفور میں کیفیت کے لحاظ سے مبالغہ' کروڑوں گناہوں کو چھپانے و بخشنے والا اور ہر طرح چھپانے بخشنے والا ۸۔ قہار قہر سے بنا بمعنی جائز غلبہ' ناجائز دباؤ کو ظلم کہا جاتا ہے' قہار مبالغہ ہے یعنی رب تعالٰی ایسا عظیم الشان غالب ہے کہ بڑی سے بڑی مخلوق اس کے دربار میں عاجز و سرنگوں ہے وہاب ہبہ سے بنا جس کے معنے ہیں بغیر عوض و بغیر غرض و لالچ دینا' وہاب مبالغہ ہے یعنی رب تعالٰی ہر مخلوق کو ہر چھوٹی بڑی نعمت بغیر معاوضہ بغیر کسی طمع ہر وقت دیتا ہے معطی عام ہے وہاب خاص' رب کی عطا بالواسطہ بھی ہے اور بلاواسطہ بھی فرماتا ہے وما بکم من نعمۃ فمن اللہ لہٰذا ہمیں بذریعہ انبیاء' اولیاء' یا بذریعہ اغنیاء کچھ ملنا اس کی وہابیت کے خلاف نہیں ۹۔ رزاق رزق سے بنا بمعنی حصہ رب تعالٰی فرماتا ہے وتجعلون رزقکم انکم تکذبون رزاق کے معنی ہیں ہر ایک کا حصہ پیدا فرمانے والا اور اس کے مستحق کو پہنچانے والا' رزق دو قسم کا ہے' رزق صوری جس کا تعلق جسم سے ہے اور رزق معنوی جس کا تعلق روح و دل سے ہے روٹی پانی' دوا جسمانی روزی ہے' ایمان عرفان قرآن وغیرہ روحانی روزی جیسے جسمانی روزی میں لوگ مختلف ہیں' کسی کو زیادہ ملی' کسی کو کم' ایسے ہی روحانی روزی میں لوگ مختلف ہیں ۱۰۔ یعنی اپنی رحمت کے دروازے اپنی مخلوق پر کھولنے والا اور ہر مستحق کا حال و استحقاق خوب جاننے والا علام علم کا مبالغہ ہے اور علیم بھی مگر ان میں وہ ہی فرق ہے جو غفار و غفور میں عرض کیا گیا' غفار کا تعلق علیم سے بہت نفیس ہے' جو رب تعالٰی کے علیم و خبیر ہونے پر دھیان رکھے وہ گناہ پر دلیری نہ کر سکے گا۔ ۱۱۔ اس طرح کہ جس بندے کا رزق حسی یا معنوی جب چاہتا ہے کم کر دیتا ہے اور جب چاہتا ہے زیادہ کر دیتا ہے بڑے ہنر مند کبھی فقیر ہو جاتے ہیں اور بڑے بے ہنر کبھی امیر ہو جاتے ہیں قبض و بسط ہر چیز میں ہوتا رہتا ہے' انبیاء' و اولیاء کبھی عالم کی خبر رکھتے ہیں' کبھی اپنی بھی خبر نہیں پاتے شعر:-

☆ بگفت احوال آں برق جہاں است ☆ دمے بیدار دیگر دم نہاں است ☆

☆ گہے برطارم اعلٰی نشینم ☆ گہے بر پشت پائے خود نہ بینم ☆

۱۲۔ کافروں کو ذلت سے نیچا اور مومنوں کو عزت سے اونچا دشمنوں کو بدبختی سے نیچا' دوستوں کو خوش نصیبی سے اونچا کرنے والا' یا غافلوں کو نفس میں پھنسا کر نیچا' عاشقوں کو اپنی محبت کے اعلٰے علیین میں پہنچا کر اونچا فرمانے والا' بندے کو چاہیے کہ اپنے کسی حال پر بھروسہ نہ کرے' ڈور رب کے ہاتھ میں' مخلوق پتنگ کی طرح اس کے قبضے میں ہے ۱۳۔ یعنی اپنے دوستوں کو دنیا میں گناہوں سے بچا کر نیکیوں کی توفیق دے کر پھر ان کی مغفرت فرما کر پھر انہیں دار کرامت تک پہنچا کر' پھر انہیں اپنا دیدار دکھا کر عزت دینے والا اور

marfat.com

اپنے دشمنوں کو دنیا میں توفیق خیر سے محروم رکھ کر اپنی معرفت سے ناآشنا کر کے آخرت میں دار عقوبت میں داخل کر کے پھر اپنی لعنت کا طوق گلے میں ڈال کر ذلت و خواری دینے والا حقیقی عزت و ذلت یہ ہے ۱۴۔ یعنی ہر ایک کی ہر طرح ہر وقت زبان و دل خطرات کی آواز سننے والا ہر حال دیکھنے والا' مگر کان و آنکھ سے وراء کہ کان و آنکھ بدلتے رہتے ہیں پھر ان کی طاقتیں محدود ہیں' رب تعالٰی بدلنے اور محدود ہونے سے پاک ہے' خیال رہے کہ یہ صفتیں صفت علم کے علاوہ ہیں ۱۵۔ ایسا حاکم کہ اس کے حکم کی کہیں اپیل نہیں اس کے فیصلہ میں خطا و غلطی کا احتمال نہیں ایسا عادل کہ کسی پر کسی طرح ظلم نہیں' خیال رہے کہ رب تعالٰی کے حکم دو قسم کے ہیں تکوینی و تشریعی' تکوینی احکام میں ہم مجبور ہیں' تشریعی احکام میں ہم باختیار اس لئے تکوینی پر سزا و جزا نہیں' تشریعی احکام پر سب کچھ ہے۔ اور عدل مصدر ہے۔ بمعنی عادل یہ عدل ظلم کا مقابل ہے نہ کہ رحم کا' اللہ تعالٰی کفار پر عدل فرمائے گا' مومن گنہگار پر عدل نہ کرے گا بلکہ فضل و کرم کرے گا' لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب وہ عادل ہے تو رحیم کیسے ہوا ۱۶۔ لطیف کے بہت معنے ہیں اس کی ذات فہم و ادراک سے وراء' مولانا فرماتے ہیں **شعر:۔**

☆ یا خفی الذات محسوس العطاء ☆ انت کالماء و نحن کالوحی ☆

☆ انت کالریح و نحن کالغبار ☆ یختفی الریح وعنبراء جهاد ☆

ایسی مہربانیاں فرمانے والا جو ہماری عقل سے وراء ہیں **شعر:۔**

☆ جھولیاں سب کی بھرتی رہتی ہیں ☆ دینے والا نظر نہیں آتا ☆

ایسی نعمتیں دینے والا جو بندے کو دونوں جہان میں کام آئیں' یا لطیف و باریک چیزوں کا دیکھنے جاننے والا چیز کے معنے ہیں ہر وقت ہر ظاہر و باطن پر اطلاع رکھنے والا بلکہ ہماری پیدائش سے پہلے ہمارے ہر حال سے خبردار ۱۷۔ حلم کے معنے ہیں آہستگی و بردباری' یعنی رب تعالٰی مستحق سزا کو جلدی نہیں پکڑتا' توبہ کی مہلت دیتا ہے یا دنیا میں بروں پر بھی کرم و مہربانی فرماتا ہے' عظیم عظمت سے بنا بمعنی بڑائی' بڑائی جسمانی بھی ہوتی ہے اور رتبے و عزت کی بھی یہاں عظمت و عزت کی بڑائی مراد ہے یعنی ایسی عظمت والا کہ کسی کا گمان و وہم وہاں کام نہ کر سکے **شعر:۔**

☆ تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا ☆ پہچان گیا میں تری پہچان یہی ہے ☆

۱۸۔ غفار کے معنے بھی ہیں بخشنے والا اور غفور کے معنے بھی ہیں بخشنے والا بہت سے گناہوں کو بخشنے والا غفار' ہمیشہ بڑے گناہوں کو بخشنے والا غفور یعنی غفار میں مقدار کا مبالغہ ہے اور غفور میں کیفیت کا مبالغہ **شعر:۔**

☆ گنہ رضا کا حساب کیا وہ اگرچہ لاکھوں سے ہیں سوا ☆ مگر اے غفور ترے عفو کا حساب ہے نہ شمار ہے ☆

شکر جب بندے کی صفت ہو تو اس کے معنے ہیں انعام پا کر منعم کی حمد و ثنا بجالانا اور جب رب تعالٰی کی صفت ہو تو معنے ہوتے ہیں تھوڑے عمل پر بہت فضل فرمانا جس کا ترجمہ قدردان بہت مناسب ہے کہ وہ کریم نہ بندہ کے لائق جزاء دیتا ہے نہ اس کے کام کے لائق بلکہ اپنی شان کے لائق دیتا ہے ایک نیکی پر ہزاروں جزائیں ایک نماز پر وضو کرنے کی جزاء علیحدہ مسجد کے ہر قدم کی جزاء علیحدہ پھر مسجد میں آ کر انتظار نماز کی جزاء علیحدہ پھر نماز میں قیام کی جزا علیحدہ رکوع کی سجود کی قرات و تسبیح کی جزاء علیحدہ بعد نماز دعا مانگنے کی جزائیں علیحدہ علیحدہ غرض اس کی عطا کا شمار نہیں' ہر عبادت کا یہ ہی حال ہے اے شکور اس بندہ گنہگار کی یہ محنت قبول فرما اور اسے صدقہ جاریہ بنا آمین بجاہ حبیبک الکریم ۱۹۔ بلندی صفائی رکھنے والا علی اور بلندی ذات والا کبیر' صوفیاء' فرماتے ہیں کہ علی وہ جس

marfat.com

کے صفات تک عقل نہ پہنچ سکے، کبیر وہ جس کے تصور ذات سے ذہن عاجز ہو علی کا مقابل حقیر ہے کبیر کا مقابل صغیر حق تعالیٰ کا رتبہ سب سے اونچا سارے رتبہ والے اس سے نیچے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم پر اپنی تمام صفات کی عموماً اور ان دو صفتوں کی خصوصاً تجلی ڈالی ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات ہمارے وہم گمان سے وراء ہیں شعر:۔

☆ اللہ اللہ آپ کا رتبہ صلی اللہ علیہ وسلم ☆ پڑھتی ہے دنیا رتبے کا خطبہ صلی اللہ علیہ وسلم ☆

۲۰۔ کہ تمام عالم اور عالم کی چیزوں کا بربادی سے محفوظ رہنا اس کی حفاظت کے باعث ہے ہمارے مزاج میں چار دشمنوں کو جمع فرمادیا پھر ان میں سے ہر ایک محفوظ، یہ ہے اس کی شان حفیظی مقیت قوت سے بنا۔ بمعنی روزی یعنی جسمانی جنانی روحانی روزیاں پیدا فرمانے والا اور ہر ایک کو اس کے لائق روزی دینے والا کہ چیونٹی کو کن، ہاتھی کو من دیتا ہے، رزق و قوت میں فرق ہے، اسی طرح رزاق اور مقیت میں فرق ہے ۲۱۔ حسیب۔ بمعنی کافی بھی ہے یعنی اللہ ہر بندے کو ہر طرح کافی بھی ہے اسی واسطے بندے کہتے ہیں حسبی اللہ، رب تعالیٰ فرماتا ہے ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ یا۔ بمعنی حساب لینے والا کہ ساری خلق کا حساب چار گھنٹے میں لے لوں گا ان اللہ سریع الحساب یا دنیا میں ہر بندے کو حساب سے روزی دے رہا ہے، جلیل کے معنے ہیں صفات جلالیہ سے موصوف یعنی بزرگی، جلالت و قدر والا، امام غزالی نے فرمایا کبیر کمال ذاتی اور جلیل کمال صفاتی پر دال ہے کریم وہ ہے جو مجرم پر قادر ہو کر معافی دیدے وعدہ کرے پورا کرے اور امید سے زیادہ دے اور اپنے پناہ لینے والے کو ضائع نہ کرے، تمام وسیلوں سے بے نیاز ہو، غرضیکہ ایک لفظ کریم محامد کا مجموعہ ہے، رقیب وہ حافظ جس کی حفاظت سے کوئی چیز ایک لحہ کے لئے باہر نہ ہو سکے، رقابت میں علم و حفظ ہے لزوم ہے ۲۲۔ مجیب کے معنے ہیں پکارنے والے کو جواب دینے والا یا مانگنے والوں کی دعائیں، آرزوئیں پوری کرنے والا بلکہ ہماری پیدائش سے پہلے ہماری ضروریات پوری فرمانے والا شعر:۔

☆ ما نہ بودیم و تقاضائے ما نبود ☆ لطف تو ناگفتہ ما مے شنود ☆

واسع وسعت سے بنا۔ بمعنی فراخی یا احاطہ رب ایسا واسع ہے کہ اس کا علم اس کی قدرت، رحمت، حکمت اس کی عطا فرش کو گھیرے ہے وسع کرسیہ السموت والارض کرسی کی نہایت نفیس تفسیر ہماری تفسیر نعیمی میں ملاحظہ کیجئے آیت الکرسی کے ماتحت ۲۳۔ حکیم حکم سے ہے یا حکمت سے یعنی ہر چیز پر اعلیٰ حاکم کہ اس کے فیصلہ پر کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں یا اس کا ہر کام حکمت سے ہے کوئی چیز عبث نہیں بنائی، ودود، ود سے بنا۔ بمعنی صحیح مُحبت یعنی اپنے دوستوں سے ان کے اچھے اعمال سے محبت فرمانے والا، اپنے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا کو پسند فرمانے والا مجید مجد سے بنا۔ بمعنی بزرگی یعنی ایسی بزرگی والا کہ اس کی بزرگی تک کسی کے وہم کی رسائی نہیں یا ہر طرح بزرگ کہ اس کی ذات و صفات و افعال سب بزرگ۔ باعث بعث سے بنا۔ بمعنی اٹھانا یعنی سوتوں کو نیند سے مردوں کو قبروں سے مردہ دلوں کو علم سے اٹھانے والا، غرضیکہ باعث میں بہت وسعت ہے ۲۴۔ شہید شہادت سے بنا یا شہود سے یعنی رب تعالیٰ بندے کے ہر عمل کا گواہ ہے کہ وہ ہر وقت ہر عمل کو مشاہدہ کر رہا ہے یا ہر جگہ حاضر ہے مومنوں کے ایمان میں حاضر، عارفوں کی جان میں حاضر، خیال رہے کہ رب تعالیٰ کا نام شہید ہے حاضر نہیں کیونکہ رب کی ذات جسمانی یا مکانی حضور سے پاک ہے اور اس کا علم و قدرت و رحمت ہر جگہ موجود ہے حضور و شہود میں بڑا فرق ہے رب کی ذات ہر جگہ میں نہیں کہ مکان سے پاک و منزہ ہے ۲۵۔ حق باطل کا مقابل ہے، باطل، بمعنی معدوم ہے تو حق۔ بمعنی ثابت و موجود، رب تعالیٰ ایسا موجود ہے کہ اس کے وجود کو فنا نہیں اور تمام موجودات اس کے کرم سے موجود ہیں، جیسے تمام دھوپیں اور سایے آفتاب کے فیض سے ہیں، رب تعالیٰ گویا سورج

marfat.com

ہے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم گویا دیوار ساری خلق اس دیوار' کا سایہ کہ اگر درمیان سے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات ہٹ جائے تو رب ہی رب ہو خلقت ختم ہو جائے مصرع اصل سے ہے ظل بندہاتم پہ کروڑوں درود ۲۶۔ امام غزالی نے فرمایا کہ قوت کے معنے ہیں کامل قدرت اور متانت کے معنے ہیں اس قدرت کی پختگی و مضبوطی' رب تعالٰی فرماتا ہے ذوالقوۃ المتین یعنی وہ مضبوط قدرت و طاقت والا ہے' حول' قوت' قدرت میں بڑا فرق ہے' جسے مرقات نے اس جگہ بہت تفصیل سے بیان کیا ۲۷۔ ولی یا تو ولی سے ہے۔ بمعنی قرب یا ولایۃ سے۔ بمعنی والی ہونا یا مددگار ہونا یعنی اللہ تعالٰی اپنے دوستوں کی ان کے دشمنوں کے مقابل مدد فرمانے والا ہے یا ان کا والی وارث و متولی امور ہے فرماتا ہے واللّٰہ ولی المتقین اور فرماتا ہے اللّٰہ ولی الذین امنوا یا اللہ تعالٰی اپنے دوستوں سے قریب ہے حمید حمد سے بنا۔ بمعنی اسم فاعل یا۔ بمعنی اسم مفعول یعنی اللہ تعالٰی اپنے محبوبوں کی حمد فرماتا ہے اسی لئے اس کا نام حامد ہے اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا نام محمد' خیال رہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا نام محمد ہے یعنی بہت ہی حمد کئے ہوئے اور رب کا نام ہے محمود یعنی حمد کیا ہوا کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم تو اللہ کے محمد ہیں اور اللہ تعالٰی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا محمود اور ظاہر ہے کہ اللہ کی حمد بہت اعلٰی اس لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی محمودیت بہت اکمل ۲۸۔ محصی احصاء سے بنا۔ بمعنی شمار کرنا اور گننا یعنی اللہ تعالٰی ایسا علیم ہے کہ سب کو تفصیلی عدد وار جانتا ہے اس کا علم گول مول اجمالی نہیں جیسے عظیم الشان مجمع دیکھ کر ہم کو مجمع کا اجمالی علم ہو جاتا ہے کہ دس ہزار آدمی ہیں مگر ان کی تفصیلی نہیں ہوتی بلکہ اس کا علم تفصیلی ہے' اس نے خلق کو پہلے پیدا کیا لہٰذا وہ مبدی ہے وہ قیامت میں سب کو دوبارہ اٹھائے گا وہ معید ہے یا اس نے ہم کو پہلے مٹی سے بنا یا لہٰذا وہ مبدی ہے اور وہ ہی ہم کو موت دے کر پھر مٹی ہی میں لوٹا دیتا ہے لہٰذا وہ معید ہے خیال رہے کہ مردہ خواہ دفن ہو یا جلا دیا جائے یا اسے جانور کھا جائے آخر کار بنتا مٹی ہی ہے کہ جل کر راکھ بنا' یا جانور کے پیٹ میں پاخانہ بنا' پھر وہ راکھ یا پاخانہ مٹی بن گئی رب تعالٰی نے فرمایا منھا خلقنکم وفیھا نعیدکم بالکل حق ہے ۲۸۔ کہ جسموں کو جان سے اور جان کو ایمان سے جنان کو عرفان سے' انسان کو علم و معرفت رحمان سے زمین کو سبزوں سے زندگی بخشتا ہے' پھر کفار کو کفر سے غافلوں کو غفلت سے موت دیتا ہے ۲۹۔ یعنی وہ خود زندہ و قائم ہے' دوسروں کو زندہ و قائم رکھتا ہے کہ تمام کی بقاء اسی سے ہے اگر اس سے نسبت نہ رہے تو کوئی کچھ نہ رہے صوفیاء کی اصطلاح میں ولایت کا ایک درجہ بھی قیومیت کہلاتا ہے جس پر پہنچ کر بندہ قیوم کہلاتا ہے وہاں قیوم کے معنے ہیں باعث قیام عالم لفظ قیوم ایک ہے مگر رب تعالٰی کے لئے ایک معنی میں اور بندے کے لئے دوسرے معنے میں جیسے حیی' سمیع' بصیر' اللہ تعالٰی کی بھی صفت ہے اور اس کے بندوں کی بھی مگر مختلف معنے سے' اسی لئے اولیاء اللہ کو قیوم اول' قیوم ثانی وغیرہ کہا جاتا ہے ۳۰۔ کہ وہ ہی واجب الوجود ہے سب اسی کے موجود کرنے سے موجود ہیں حقیقی بزرگی اسی کی ہے اور سب اس کے بنانے سے بزرگ بنے' واحد۔ بمعنی کامل وجود و ہستی والا ۳۱۔ واحد۔ بمعنی ایک اور احد۔ بمعنی اکیلا و یگانہ یعنی ذاتاً' بھی ایک کہ اس کے سوا دوسرا رب نہیں صفاتاً' بھی ایک کہ اس جیسا کوئی نہیں' افعالاً' بھی ایک کہ اس جیسا کوئی جمیل افعال والا نہیں' لہٰذا واحد اور احد میں تکرار نہیں ۳۲۔ صمد کے بہت معنے ہیں وہ مالک جہاں سرداری و مالکیت ختم ہے وہ بے خوف جسے کسی کا ڈر نہیں' حاجت و آفت سے منزہ و بری' وہ باقی جسے فنا نہیں وہ مولے جس پر سارے بندے بھروسہ و توکل کریں صمود سے مشتق۔ بمعنی مقصود و ارادہ یعنی لائق توکل و بھروسہ اسی کی ذات ہے شیخ نے فرمایا کہ اس اسم کی تجلی جس پر پڑ جائے وہ کونین سے بے نیاز ہو جاتا ہے دیکھو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے علم و ایمان و عرفان کسی سے حاصل نہ کیا' سب ملے سب کچھ حضور سے　　حضور نے اپنے پروردگار سے

صلے اللہ علیہ وسلم یہ ہے صمد کی تجلی ۳۳۔ قادر و مقتدر دونوں قدرت سے بنے‘ مگر مقتدر میں مبالغہ ہے قادر جو مختار ہو چاہے کرے یا نہ کرے دے یا نہ دے مقتدر وہ کہ اپنے کسی کام میں کسی کی مدد کا حاجت مند نہ ہو ۳۴۔ یا ذاتاً" آگے پیچھے کرنے والا جیسے اسباب کو آگے کر دیا یا مسببات کو پیچھے ماں باپ کو آگے‘ اولاد کو پیچھے فرمادیا‘ یا صفاتاً" کہ انبیاء و اولیاء کو درجے و مراتب میں سب سے آگے فرمادیا۔ یا دوسروں کو ان کے پیچھے لگادیا‘ یا ہمارے حضور کو آگے بھی کر دیا کہ حضور ہی کا نور سب سے پہلے پیدا ہوا صلے اللہ علیہ وسلم اور پیچھے بھی فرمادیا کہ آپ کا ظہور پیچھے ہوا (ﷺ) اس آگے پیچھے کے لذیذ معانی ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں ملاحظہ فرمایئے ۳۵۔ اس طرح کہ ہمیشہ سے ہے جس کی ابتداء نہیں‘ لہٰذا وہ آگے ہے اور ہمیشہ تک رہے گا جس کی انتہاء نہیں‘ لہٰذا وہ سب سے پیچھے بھی ہے‘ یا وجود میں اول ہے سلوک میں آخر یا سب کی ابتداء بھی اسی سے ہے لہٰذا اول ہے‘ اور سب کی انتہاء بھی اس پر لہٰذا وہ آخر سب اسی کی طرف لوٹیں گے شعر۔

☆ نہ گل چمن میں رہیگا نہ گل میں بو باقی ☆ مٹیں گے سارے بجھی پر رہیگا تو باقی ☆

۳۶۔ صفات‘ رحمت‘ عطا سے سب پر کھلا ذات سب سے چھپی شعر۔

☆ بے حجابی میں یہ کہ ہر ذرہ میں جلوہ آشکار ☆ اس پہ یہ پردہ کہ صورت آج تک نادیدہ ہے ☆
☆ یار تیرے حسن کو تشبیہ دوں کس چیز سے ☆ ایک تو ہی دیدہ ہے تیرے سوا نادیدہ ہے ☆

۳۷۔ یعنی سب کا والی وارث‘ سب کے خیال و وہم سے بالا تمام عیوب سے منزہ سب پر احسان فرمانے والا کہ جسے جو دیا اپنے کرم سے دیا نہ کہ اس کے استحقاق سے بڑے بڑے گنہگاروں کی توبہ قبول فرما کر انہیں بخشنے والا بار بار توبہ کی توفیق دینے والا بلکہ گنہگاروں کو پکار پکار کر بلانے والا کہ لا تقنطوا من رحمة اللهؕ ان الله يغفر الذنوب جميعا جب وہ توبہ کی توفیق دیتا ہے تو بندہ توبہ کرتا ہے فرماتا ہے ثم تاب عليهم ليتوبوا توبہ بندے کی بھی صفت ہے۔ بمعنی گناہوں سے رجوع کرنا اور رب کی صفت ہے۔ بمعنی ارادہ عذاب سے رجوع فرمالینا۔ ۳۸۔ یعنی کفار غدار سے بدلہ لینے والا‘ مومن گنہگار کو معافی دینے والا‘ وہ عدل ہے یہ فضل‘ غفور سے عفو سے زیادہ مبالغہ ہے کہ غفر کے معنے ہیں چھپانا‘ عفو کے معنے ہیں مٹانا‘ غفور عیبی کے عیب چھپانے والا عفو عیبوں کو مٹانے والا ۳۹۔ رؤف رافت سے بنا۔ بمعنی بے حد رحمت جس کی انتہاء نہ ہو بعض عشاق نے فرمایا کہ بندے کی حاجت کی بنا پر احسان کرنا رحمت ہے اور اپنی عادت کی بنا پر احسان فرمانا رافت‘ ملک ظاہر خلق ہے اور ملکوت باطنی خلق‘ اللہ تعالیٰ ہمارے جسموں کا مالک ہماری روح کا مالک‘ لہٰذا وہ مالک الملک بھی اور مالک ملکوت بھی ۴۰۔ ذوالجلال رب کی صفت ذاتیہ ہے اور اکرام اس کی صفت فعلیہ یعنی جلال اس کی ذات میں ہے اور اکرام مخلوق پر ہے بعض نے فرمایا کہ یہ اسم اعظم ہے ۴۱۔ قسط کے معنے ظلم بھی ہیں‘ رب تعالیٰ فرماتا ہے واما القسطون فکانو الجهنم حطبا اور۔ بمعنی عدل و انصاف بھی رب تعالیٰ فرماتا ہے واقيموا الوزن بالقسط مگر جب یہ باب افعال میں آئے تو عدل و انصاف ہی کے معنے میں ہوتا ہے یعنی عدل قائم کرنا‘ یا ظلم زائل کرنا مقسط کے معنے ہوئے مظلوموں سے ظالموں کا ظلم دور فرمانے والا رب تعالیٰ فرماتا ہے ان الله يحب المقسطين جامع کے معنے خود تمام صفات کمالیہ کا جامع ہے کہ تمام خوبیاں اس میں جمع ہیں یا تمام بکھری خلق کو قیامت میں جمع فرمائے گا رب تعالیٰ فرماتا ہے انک جامع الناس ليوم لا ريب فيه یا تمام بکھرے انسانوں کو بذریعہ اسلام‘ قرآن‘ ایمان میں جمع فرمانے والا خود نما ہے کہ اسے کسی کی حاجت نہیں اور اور مغنی بھی ہے کہ

marfat.com

جسے چاہے اپنے ماسواء سے غنی و بے نیاز کردے اور اسے رب کے سواء کسی کی حاجت نہ رہے ۴۲؎۔ یعنی جسے جو چاہے دے جسے جو چاہے نہ دے' بے پرواہ جو ہوا' یا لائق کو دینے والا نالائق کو نہ دینے والا' یا اسباب خیر دینے والا' اور اسباب شر نہ دینے والا کہ بندہ مانگتا ہے مگر وہ اپنے کرم سے نہیں دیتا اور نفع و نقصان سب اسی کی ملک ہے کسی کو نفع دیتا ہے تاکہ وہ شاکر بن کر قرب حاصل کرے کسی کو نقصان دیتا ہے کہ وہ صبر کرکے قریب ہو ۴۳؎۔ نور وہ جو بذات خود ظاہر ہو اور دوسروں کو ظاہر کرے رب تعالٰی خود نور ہے کہ ظاہر بھی ہے اور اس نے اپنے محبوبوں کو خلق پر ظاہر بھی کردیا' یا رب تعالٰی نور بخشنے والا ہے اپنے محبوبوں کو نور بنانے والا ہے فرماتا ہے اللہ نور السموت والارض اور فرماتا ہے قد جاءکم من اللہ نور ہدایت کے معنے راہ دکھانا بھی ہیں اور مقصود پر پہنچانا بھی اللہ تعالٰی دونوں معنے سے ہادی ہے ۴۴؎۔ بدیع کے معنے ہیں خود بے مثال کہ کوئی ذات صفات میں اس کا مثل نہیں' فرماتا ہے لیس کمثلہ شئی یا بغیر مثال عالم بنانے والا یعنی موجد فرماتا ہے بدیع السموت والارض یا اپنے بندوں میں سے بعض کو بے مثال کرنے والا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو بے مثال پیدا فرمایا باقی کے معنے ہیں دائم الوجود کہ کبھی فنا نہ ہو وارث کے معنے ہیں بندوں کو فنا کے بعد باقی رہنے والا' جب کوئی دعویدار نہ رہے' تو بھی وہ رہے' فرماتا ہے انا نحن نرث الارض ومن علیھا وراثت کے دوسرے معنے سے رب تعالٰی پاک ہے یعنی مخلوق کے بعد مالک ہو پہلے نہ ہو معاذ اللہ ۴۵؎۔ رشید وہادی دونوں کے معنے ہیں ہدایت دینے والا' مگر ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ الٰہی فطری ہدایت کو رشد کہتے ہیں اور اختیاری ہدایت کو ہدایت' سارے انسان بلکہ تمام جانور کھانے اور نہ کھانے کی چیزوں کو پہنچانتے ہیں یہ رشد ہے' اور بذریعہ انبیائے کرام بعض کو ایمان ملتا ہے یہ رب کی ہدایت ہے رشد کا مقابل غوایۃ ہے' اور ہدایت کا مقابل ضلالت ہے رشید' غوی اور مہتدی' ضال آپس میں مقابل ہیں' صبور صبر سے بنا' بمعنی روکنا' ٹھہرنا' اگر یہ بندے کی صفت ہو تو اس کے معنے ہوتے ہیں گھبراہٹ سے اپنے کو روکنا اگر رب تعالٰی کی صفت ہو تو معنے ہوتے ہیں مجرموں کے عذاب میں جلدی نہ فرمانا وقت سے پہلے کوئی کام نہ کرنا صبور وہ جو جلدی نہیں مگر دیر سے سزا دے حلیم وہ جو کبھی سزا نہ دے رب تعالٰی کفار کے لئے صبور ہے اور گنہگار مومن کے لئے حلیم ہے کریم ہے' رحیم ہے ۴۶؎۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ تمام اسماء الہیہ آیات و دیگر احادیث میں بھی آئے ہیں مگر صبور اس روایت کے سواء نہ کسی حدیث میں نہ آیت میں ہاں ایک حدیث میں یہ ہے ما احد اصبر علی اذی یسمعہ من اللہ

وَعَنْ بُرَيْدَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ بِاَنَّكَ اَنْتَ اللهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِىْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ فَقَالَ دَعَا اللهَ بِاسْمِهِ الْاَعْظَمِ الَّذِىْ اِذَا سُئِلَ بِهٖ اَعْطٰى وَاِذَا دُعِىَ بِهٖ اَجَابَ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَاَبُوْدَاؤدَ)

(۲۱۷۹) روایت ہے حضرت بریدہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ کہتے سنا کہ الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں اس لئے کہ تو معبود ہے تیرے سواء کوئی معبود نہیں ایک ہے لائق بھروسہ ہے جس نے نہ جنا اور نہ جنا گیا اور نہ کوئی اس کا ہمسر۱؎ تو حضور انور نے فرمایا اس نے اللہ کے اسم اعظم کے ساتھ دعا کی ہے ۲؎ جب اسم اعظم سے مانگا جائے تو دیتا ہے اور جب اس نام سے دعا کی جائے تو قبول کرتا ہے ۳؎ (ترمذی' ابوداؤد)

(۲۱۷۹) ۱؎ یعنی مولا تیرے ناموں کے توسل وسیلہ سے تجھ سے دعا مانگ رہا ہوں' ان ناموں کے صدقہ سے میری سن لے یہ

marfat.com

دعامانگنے والے حضرت ابو موسیٰ اشعری تھے' اس سے معلوم ہوا کہ وسیلہ کے ساتھ دعا کرنا بہتر ہے وسیلہ خواہ اسمائے الہیہ کا ہو خواہ اس کے کسی محبوب بندے کا ۲؎ بعض علماء نے فرمایا کہ اللہ اسم اعظم ہے کیونکہ یہ اسم ذات ہے جو سوائے خدا تعالٰی کے کسی پر نہیں بولا جاتا بعض نے فرمایا کہ لا الہ الا انت اسم اعظم ہے' بعض کے خیال میں رب تعالٰی کے بعض نام بعض کے مقابلہ میں اسم اعظم ہیں جیسے رحمٰن بمقابلہ رحیم کے اسم اعظم ہے ۳؎ اس حدیث سے چند مسائل معلوم ہوئے' ایک یہ کہ دعا میں اللھم کہنا بہت بہتر ہے کہ اللہ اسم ذات ہے اور میم میں تمام ان ناموں کی طرف اشارہ ہے جن کے اول میں میم ہے جیسے ملک' مالک' منان' وغیرہ دوسرے یہ کہ دعائے آداب سے یہ ہے کہ پہلے حمد الٰہی کرے' پھر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف' پھر اپنے گناہوں کا اعتراف' پھر عرض حاجات' تیسرے یہ کہ اللہ یا اللھم یا لا الہ الا انت اسم اعظم ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ وَرَجُلٌ يُّصَلِّيْ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ بِاَنَّ لَكَ الْحَمْدَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ اَسْئَلُكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا اللّٰهَ بِاسْمِهِ الْاَعْظَمِ الَّذِيْ اِذَا دُعِيَ بِهٖ اَجَابَ وَاِذَا سُئِلَ بِهٖ اَعْطٰى۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ۔

(۲۱۸۰) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھا تھا ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اس نے کہا الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں کیونکہ تیری ہی تعریف ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو مہربان نعمتیں دینے والا ہے ۱؎ آسمان و زمین کا موجد ہے اے جلالت و کرم والے اے زندہ اے قائم رکھنے والے میں تجھ سے مانگتا ہوں ۲؎ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے رب کے نام کے ساتھ دعا مانگی کہ جب اس نام سے دعا مانگی جائے تو قبول فرماتا ہے اور جب اس نام سے کچھ مانگا جائے تو دیتا ہے ۳؎ ترمذی' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ ۴؎

(۲۱۸۰) ۱؎ حنان کے معنے بہت مہربان' منان کے معنے ہیں بہت احسان کرنے والا' اس میں اشارۃً عرض کیا گیا کہ تو نے جسے دیا اس کے استحقاق سے نہ دیا اپنے کرم سے دیا خیال رہے کہ بندے کا بندے کو احسان جتانا اگر طعنہ زنی کے لئے ہو تو برا ہے اگر مطیع کرنے کے لئے ہو تو اچھا' اللہ تعالٰی یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت جگہ اپنی نعمتوں کے احسان جتائے ہیں تا کہ بندے اس کی اطاعت کریں اس کا احسان ماننا بھی اسی کا کرم ہے منان کے ایک معنے یہ بھی ہیں یعنی احسان جتانے والا ۲؎ تیرے سواء کسی سے نہیں مانگتا کہ تو ہی میرا رب ہے میں تیرا ہی بندہ ہوں خیال رہے کہ انبیاء' اولیاء' اغنیاء اطباء سے کچھ مانگنا بالواسطہ رب تعالٰی ہی سے مانگنا ہے صحابہ کرام نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے جنت مانگی ہے ۳؎ ان دونوں حدیثوں میں اللہم اور لا الہ الا انت مشترکہ طور پر موجود ہیں' اسی لئے بعض علماء نے فرمایا کہ ان دونوں میں کوئی نام اسم اعظم ہے بعض نے فرمایا کہ جمعہ کی ساعت قبولیت دعا اور شب قدر کی طرح اسم اعظم بھی مخفی ہے تا کہ بندے اس کی تلاش میں رہیں' یہ تلاش بھی عبادت ہے ۴؎ اسے احمد ابن حبان' حاکم' ابن ابی شیبہ نے کچھ فرق سے روایت فرمایا (مرقات)

وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِسْمُ اللّٰهِ الْاَعْظَمُ فِيْ هَاتَيْنِ

(۲۱۸۱) روایت ہے حضرت اسماء بنت یزید سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے تمہارا

marfat.com

الْاٰیَتَیْنِ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ وَفَاتِحَةِ اٰلِ عِمْرَانَ الٓمّٓ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ۔

معبود ایک معبود ہے جس کے سواء کوئی معبود نہیں رحم والا مہربان ہے اور سورہ آل عمران کے شروع میں الم اللہ وہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں زندہ قائم رکھنے والا۱۔ ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ' دارمی

(۲۱۸۱) ۱۔ اس حدیث کی بناء پر بعض علماء نے فرمایا کہ رب تعالٰی کا اسم اعظم لا الہ الا ھو ہے کیونکہ ان دونوں آیتوں میں یہ ہی مشترک ہے امام فخرالدین رازی نے فرمایا کہ اسم اعظم الحی القیوم ہے امام جزری نے فرمایا کہ اسم اعظم لا الہ الا ھو الحی القیوم ہے حاکم نے حضرت عبداللہ ابن عباس و ابوالدرداء رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ اسم اعظم رب ہے' حضرت امام زین العابدین نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ اسم اعظم اللہ الذی لا الہ الا ھو رب العرش العظیم ہے بعض نے فرمایا کلمہ طیبہ اسم اعظم ہے غرضکہ اسم اعظم میں بہت روایات ہیں جنہیں امام جلال الدین سیوطی نے اپنے رسالہ میں اور مولانا علی قاری نے مرقات میں جمع فرمایا خیال رہے کہ اللہ تعالٰی کے سارے ہی نام عظیم ہیں کوئی ناقص نہیں' مگر بعض نام اعظم یعنی بہت بڑے ثواب و تاثیر والے ہیں بعض صوفیاء نے فرمایا کہ جو نام خلوص دل اور عشق و محبت سے لیا جائے وہی اسم اعظم ہے یہ ہی امام جعفر صادق کا قول ہے۔

وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَعْوَةُ ذِی النُّوْنِ اِذْ دَعَا رَبَّهٗ وَهُوَ فِیْ بَطْنِ الْحُوْتِ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ لَمْ یَدْعُ بِهَا رَجُلٌ مُّسْلِمٌ فِیْ شَیْءٍ اِلَّا اسْتَجَابَ لَهٗ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ

(۲۱۸۲) روایت ہے حضرت سعد سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مچھلی والے پیغمبر کی دعا جب انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں اپنے رب سے کی۱ یہ ہے' تیرے سواء کوئی معبود نہیں تو پاک ہے میں ظالموں سے ہوں ۲۔ کوئی مسلمان آدمی کسی حاجت میں یہ دعا نہ مانگے گا مگر قبول ہو گی ۳۔ (احمد' ترمذی)

(۲۱۸۲) ۱۔ ذوالنون حضرت یونس علیہ السلام کا لقب ہے کیونکہ آپ کچھ روز مچھلی کے پیٹ میں رہے تھے' مگر اس کی غذا بن کر نہیں کہ نبی کا جسم تو قبر کی مٹی بھی نہیں کھاتی' چہ جائیکہ مچھلی کھائے بلکہ امانت الٰہی بن کر اسی لئے قرآن کریم نے فرمایا فالتقمہ الحوت انہیں مچھلی نے نگل لیا جیسے موتی کو نگل لیتی ہے یہ نہ فرمایا کہ مچھلی نے انہیں کھالیا علماء فرماتے ہیں کہ اس مچھلی کا پیٹ عرش اعظم سے افضل ہے کہ ایک پیغمبر کا کچھ دن تجلی گاہ رہا جب مچھلی کا پیٹ عرش اعظم سے افضل ہو گیا' تو حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا کا وہ شکم پاک جس میں سید الانبیاء نو ماہ تک جلوہ افروز رہے۔ وہ تو عرش سے کہیں افضل ہے اس کی تحقیق ہماری تفسیر نعیمی جلد اول میں ملاحظہ فرمایئے' قیمتی موتی قیمتی ڈبی میں رکھا جاتا ہے ۲۔ اس سے بھی اشارۃً معلوم ہوا کہ لا الہ الا انت اسم اعظم ہے اور یہ دعا حضرات یونس علیہ السلام کو رب تعالٰی کی طرف سے القاہوئی' اسی دعا کی برکت سے آئی آفتیں ٹل جاتی ہیں' اڑی مشکلیں حل ہو جاتی ہیں خیال رہے کہ ظلم کے تین معنے ہیں' کفر و شرک رب تعالٰی فرماتا ہے ان الشرک لظلم عظیم گناہ' خطا' بھول چوک یہاں تیسرے معنے مراد ہیں' کیونکہ حضرت انبیاء بد عقیدگی و بد عملی سے معصوم و محفوظ ہیں' نیز حضرت یونس علیہ السلام سے اس موقعہ پر صرف خطاء ہی سرزد ہوئی تھی جیسا کہ ان کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رب تعالٰی نے آپ کو مقام نینویٰ موصل کا نبی کیا

marfat.com

جب قوم نے آپ کی اطاعت نہ کی' تو آپ نے بحکم پروردگار انہیں خبردی کہ تین دن بعد تم پر عذاب آجائے گا اور آپ نینوئی سے جو موصل کا ایک شہر ہے بغیر حکم الٰہی آئے روانہ ہو گئے' یہ سمجھ کر کہ عذاب کی جگہ سے پیغمبر کو چلا جانا چاہیے پھر عذاب کا بادل نینوئی پر چھا گیا' وہاں کے باشندوں نے سچی توبہ کرلی اور آیا ہوا عذاب ٹل گیا تین دن کے بعد آپ نے دور سے اس شہر کو دیکھا تو آباد تھا آپ شہر میں اس لئے نہ آئے کہ میں نے تو انہیں عذاب کی خبردی تھی اور عذاب آیا نہیں اب میری وہاں بڑی بے عزتی ہو گی اور دوسری جگہ چلے گئے' جاتے ہوئے دریا سامنے آیا کشتی میں بیٹھے' درمیان سمندر میں کشتی ٹھہر گئی' ملاحوں نے کہا کہ شاید اس کشتی میں کوئی بھاگا ہوا غلام ہے جس سے کشتی آگے نہیں چلتی آپ نے فرمایا وہ میں ہی ہوں اور دریا میں چھلانگ لگادی ایک مچھلی منہ پھاڑے بیٹھی تھی وہ آپ کو نگل گئی اور دریائے نیل پھر دجلہ میں ہوتی ہوئی شام کے علاقہ میں جانکلی وہاں دریا نے آپ کو زمین پر اگل دیا پھر کدو کی بیل نے آپ پر سایہ کیا ہرنی آپ کو دودھ پلاتی رہی مرقات وغیرہ' ۳۔ کیونکہ رب تعالٰی کا وعدہ ہے کہ فرمایا فاستجبنا له نجينه من الغم وكذلک ننجی المومنين یعنی اس دعا کی برکت سے ہم نے انہیں بھی غم سے نجات دی اور تاقیامت مسلمانوں کو بھی اس کی برکت سے نجات دیا کریں گے (مرقات) معلوم ہوا کہ بزرگوں کی زبان سے نکلی ہوئی دعا بہت تاثیر والی ہوتی ہے کیوں نہ ہو' کہ الفاظ دعا گولی' زبان رائفل' جب دونوں قوتیں جمع ہو جائیں تو شکار یقینی ہے۔

الفصل الثالث

وعن بريدة قال دخلت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم المسجد عشاء فاذا رجل يقرأ ويرفع صوته فقلت يا رسول الله أتقول هذا مراء قال بل مؤمن منيب قال وأبو موسى الأشعري يقرأ ويرفع صوته فجعل رسول الله صلى الله عليه وسلم يتسمع لقراءته ثم جلس أبو موسى يدعو فقال اللهم إني أشهد أنك أنت الله لا إله إلا أنت أحدا صمدا لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا أحد فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لقد سأل الله باسمه الذي إذا سئل به أعطى وإذا دعي به أجاب قلت يا رسول الله أخبره بما سمعت منك قال نعم فأخبرته بقول رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال لي أنت اليوم لي أخ صديق حدثتني بحديث رسول الله صلى الله

تیسری فصل

(۲۱۸۳) روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کے وقت مسجد میں گیا تو وہاں ایک شخص بلند آواز سے تلاوت کر رہا تھا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا حضور فرماتے ہیں کہ یہ ریاکار ہے ا۔ فرمایا بلکہ رجوع الی اللہ والا بندہ ہے ۲۔ فرمایا اور ابو موسیٰ اشعری خوب بلند آواز سے تلاوت کر رہے تھے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کی قرات غور سے سننے لگے ۳۔ پھر ابو موسیٰ بیٹھ کر دعا مانگنے لگے یوں کہا الٰہی میں گواہ ہوں کہ تو اللہ ہے تیرے سواء کوئی معبود نہیں اکیلا ہے لائق بھروسہ ہے ۴۔ جس کا کوئی ہمسر نہیں تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہوں نے اللہ کے اس نام سے دعا مانگی کہ جب اس نام سے کچھ مانگا جائے تو رب دیتا ہے جب اس نام سے دعا کی جائے تو قبول کرتا ہے ۵۔ میں نے عرض کیا میں انہیں وہ بتادوں جو میں نے آپ سے سنا فرمایا ہاں میں نے انہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے

marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رَوَاهُ رَزِيْنٌ)

فرمان کی خبر دی انہوں نے مجھ سے فرمایا تم آج سے میرے بھائی' دوست ہو کیونکہ تم نے مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث پنچائی ۶۔ (رزین)

(۲۱۸۳) ا۔ یعنی یا رسول اللہ یہ شخص آپ کی مسجد شریف میں چیخ کر ذکر و تلاوت کر رہا ہے' کیا حضور عالی فتویٰ دیتے ہیں کہ یہ ریاکار ہے' اگر مخلص ہوتا' تو اسے اسقدر چیخنے کی ضرورت تھی یہ لوگوں کو دکھا سنا رہا ہے ۲۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ کسی پر بدگمانی بلاوجہ نہ کرنی چاہیے مومن کا ہر عمل حتی الامکان اخلاص پر محمول کرنا چاہیے دوسرے یہ کہ ذکر بالجہر سنت صحابہ ہے اسے حرام کہنا سخت غلطی ہے ۳۔ یعنی یہ صاحب حضرت ابو موسیٰ اشعری تھے آپ بڑے ہی خوش الحان تھے حضرت بریدہ آپ کو پہچان نہ سکے اس لئے آپ پر ریاکار ہونے کا احتمال کیا ورنہ آپ جلیل القدر صحابی ہیں آپ پر ریاکاری کا الزام بہت بعید ہے (مرقات) حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم آپ کی قرات سے بہت ہی خوش ہوتے تھے ۴۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم خوش الحانی سے پڑھنا چاہیے یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسرے کی تلاوت سننا سنت ہے' یہ بھی معلوم ہوا کہ تلاوت کے بعد دعا مانگنا سنت صحابہ ہے' یہ بھی معلوم ہوا کہ دعا سے پہلے رب تعالیٰ کے اچھے اچھے نام لینا' اور ان کے وسیلہ سے دعا کرنا سنت ہے ۵۔ یعنی ان ناموں میں رب تعالیٰ کا اسم اعظم ہے' اور اسم اعظم کی یہ تاثیر ہے کہ اس کی برکت سے دعائیں قبول ہوتی ہیں رب تعالیٰ کی جناب سے بھیک ملتی ہے' اس بنا پر بعض نے فرمایا کہ لا الہ الا انت اسم اعظم ہے' کیونکہ اس میں یہ نام شریف موجود ہے ۶۔ یعنی چونکہ تم نے مجھے میرے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک پنچائی' لہٰذا تم آج سے میرے محسن بھائی ہو اور چونکہ تم نے مجھے ایک خوشخبری بھی سنائی لہٰذا آج سے تم میرے دلی دوست بھی ہو' اس سے معلوم ہوا کہ محدثین و فقہاء سے محبت کرنا چاہیے' کیونکہ یہ حضرات ہمارے محسن ہیں کہ ہم تک حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان پنچاتے ہیں یہ سنت ہے' بڑے بدنصیب ہیں وہ جو محدثین یا علماء سے نفرت یا عداوت رکھیں۔

بَابُ ثَوَابِ التَّسْبِيْحِ وَالتَّحْمِيْدِ وَالتَّهْلِيْلِ وَالتَّكْبِيْرِ

سبحان اللہ' الحمد للہ' لا الہ الا اللہ' اللہ اکبر کہنے کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

یہ تعمیم کے بعد تخصیص ہے کیونکہ پہلے باب میں ذکر اللہ کے فضائل بیان ہوئے' ذکر اللہ میں یہ تسبیح وغیرہ بھی داخل تھی' مگر چونکہ دیگر اذکار سے یہ ذکر افضل ہیں' اسی لئے ان کے ثواب کے لئے علیحدہ باب باندھا خیال رہے کہ تسبیح کے معنے ہیں اللہ تعالیٰ کو تمام نقصان و عیوب سے پاک جاننا یا پاک بیان کرنا' اسمائے الہیہ ورد کرنے والے پر اس نام کی تجلی وارد ہوتی ہے' تو جو سبحان اللہ کا ورد کیا کرے تو انشاء اللہ خود یہ بندہ برائیوں سے پاک ہو جائے گا' تسبیح بہت اعلیٰ ذکر ہے اسی لئے نماز شروع کرتے ہیں سبحنک

marfat.com

اللہم سے رکوع' سبحان ربی العظیم سجدہ میں سبحن ربی الاعلی خبر عجیب پر سبحن اللہ کہتے ہیں۔

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الْكَلَامِ اَرْبَعٌ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَفِي رِوَايَةٍ اَحَبُّ الْكَلَامِ اِلَى اللّٰهِ اَرْبَعٌ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ لَا يَضُرُّكَ بِاَيِّهِنَّ بَدَاْتَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۱۸۴) روایت ہے حضرت سمرہ بن جندب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے افضل کلمات چار ہیں ۱؎ سبحان اللہ' الحمد للہ' لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر ۲؎ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ اللہ کو پیارے کلمات چار ہیں سبحان اللہ' الحمد للہ لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر جس کلمہ سے ابتداء کرو مضر نہیں ۳؎۔ (مسلم)

(۲۱۸۴) ۱؎ یعنی انسانی کلمات یا دوسرے ورد و ظیفوں سے یہ چار کلمے بہت ثواب کا باعث ہیں' کیونکہ ان کلمات میں رب تعالیٰ کی بے شمار حمدیں مذکور ہیں' سبحان اللہ کے معنے ہیں میں اللہ تعالیٰ کو سارے عیوب سے پاک مانتا ہوں' الحمد للہ کے معنی ہوئے تمام ہی تعریفیں رب تعالیٰ کی ہیں کہ وہ تمام صفات کمالیہ کا جامع ہے لا الہ الخ وہ کلمہ ہے جسے پڑھ کر بندہ مسلمان بنتا ہے اور اللہ اکبر میں اس کی کبریائی اور تمام مخلوق سے بڑے ہونے کا اعتراف ہے' لہذا یہ کلمات رب تعالیٰ کی جامع صفات ہیں' اب حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ سب سے افضل تو قرآن شریف ہے پھر یہ کلمات کیسے افضل ہو گئے' خیال رہے کہ یہ چاروں کلمات قرآن شریف میں موجود ہیں لگلے تین تو صراحتہ'' چوتھا کلمہ اشارۃ'' و معنے'' دوسری روایت میں ہے کہ یہ کلمات باقیات صالحات سے ہیں' یہ بھی خیال رہے کہ ان کلمات کو کلام فرمانا لغتہ'' ہے نہ کہ اصطلاحا'' لہذا اگر کوئی شخص کلام نہ کرنے کی قسم کھائے' وہ ان کلمات کے پڑھنے سے حانث نہ ہو گا' کہ قسم میں کلام سے مراد انسان کا کلام ہے جسے اصطلاح میں کلام کہا جاتا ہے ۲؎ اللہ اکبر کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری حمد و ثنا بلکہ ہمارے خیال و وہم سے بڑا ہے' حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے لا احصی ثناء علیک میں تیری ثنا کماحقہ نہیں کر سکتا ۳؎ مرقات میں فرمایا کہ یہ ترتیب عزیمت ہے' اس کے خلاف رخصت یعنی بہتر یہ ہے کہ اس ترتیب سے ان کا ورد کرے' اگر اس کے خلاف بھی کیا تو حرج نہیں۔

وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ اَقُوْلَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۱۸۵) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرا سبحان اللہ' الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ' اللہ اکبر کہنا مجھے اس سب سے پیارا ہے جس پر سورج طلوع ہوا ۱؎۔ (مسلم)

(۲۱۸۵) ۱؎ یعنی یہ کلمات مجھے ساری دنیا سے پیارے ہیں کیونکہ دنیا فانی ہے اور ان کا ثواب باقی' نیز دنیا رب تعالیٰ سے غافل کرنے والی ہے اور یہ سب رب تعالیٰ کی یاد دلانے والے' خیال رہے کہ ما طلعت علیه الشمس سے مراد ساری دنیا ہے زمین یا زمین کی چیزیں ہوں یا آسمان اور آسمان کی چیزیں' رہا قرآن و حدیث ہماری عبادات وغیرہ یہ اس سے علیحدہ ہیں کہ یہ چیزیں اگرچہ دنیا میں ہیں مگر دنیا نہیں نہ ان میں دنیا ہے' لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ یہ کلمات اور ان کے پڑھنے پر بھی تو سورج طلوع ہوتا ہے' اور یہ بھی تو دنیا میں ہیں' صوفیاء فرماتے ہیں کہ دل دنیا میں رکھو مگر دل میں دنیا نہ رکھو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے' کشتی دریا میں رہے تو خیر

marfat.com

ہے لیکن اگر دریا کشتی میں آجائے تو ہلاکت ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ فِیْ یَوْمٍ مِائَۃَ مَرَّۃٍ حُطَّتْ خَطَایَاہُ وَاِنْ کَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۲۱۸۶) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو دن میں سو بار سبحان اللہ وبحمدہ پڑھے ا۔ تو اس کی تمام خطائیں بخش دی جائیں گی اگرچہ کف دریا یعنی سمندر کے جھاگ برابر ہوں ۲۔ (مسلم بخاری)

(۲۱۸۶) ا۔ خواہ بیک وقت یا مختلف اوقات میں صبح کے وقت پڑھے یا شام کو یا کسی اور وقت میں' غرضیکہ کوئی پابندی نہیں' اگرچہ بہتر یہ ہے کہ صبح یا شام پڑھے جیسا کہ دوسری روایات میں ہے ۲۔ یعنی بے حد و بے شمار مگر خطاؤں سے مراد گناہ صغیرہ ہیں جو حقوق اللہ کے متعلق ہوں' حقوق شرعیہ اور حقوق العباد اس سے علیحدہ ہیں' لہذا فوت شدہ نماز روزے' بندوں کے قرض اس وظیفہ سے معاف نہ ہو جائیں گے وہ تو ادا ہی کرنے ہوں گے' لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِیْنَ یُصْبِحُ وَحِیْنَ یُمْسِیْ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ مِائَۃَ مَرَّۃٍ لَمْ یَاْتِ اَحَدٌ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ بِاَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِہٖ اِلَّا اَحَدٌ قَالَ مِثْلَ مَا قَالَ اَوْ زَادَ عَلَیْہِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۲۱۸۷) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو صبح و شام کے وقت سبحان اللہ وبحمدہ سو بار پڑھ لیا کرے ا۔ تو قیامت کے دن کوئی شخص اس سے بہتر عمل نہ لائے گا اس کے سوا جو اس طرح یا اس سے زیادہ پڑھا کرے ۲۔ (مسلم بخاری)

(۲۱۸۷) ا۔ یا اس طرح کہ کچھ تو صبح کے وقت پڑھ لیا کرے کچھ شام کے وقت یا اس طرح کہ صبح کو سو بار پڑھے اور شام کو بھی یعنی روزانہ دو سو بار' یہ ہی بہتر ہے' صبح سے مراد پو پھٹنے سے زوال تک کا وقت ہے' اور شام سے مراد زوال سے لے کر صبح صادق تک ہے' صوفیاء کی اصطلاح میں شام و سویرے کے یہ ہی معنے ہوتے ہیں' مگر عاملین کا طریقہ یہ ہے کہ بعد نماز فجر اور بعد نماز مغرب یہ پڑھا کرتے ہیں' لہذا یہ ہی افضل ہے ۲۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن نہ تو کوئی اس کے برابر نیکیاں لاسکے گا نہ اس سے زیادہ' ہاں جو کوئی اس کے برابر یہ کلمات پڑھ لیا کرے' وہ تو اس کے برابر نیکیاں لائے گا یا جو اس شخص سے زیادہ یہ کلمات پڑھ لیا کرے وہ اس سے زیادہ نیکیاں لائے گا' مثلاً یہ شخص روزانہ دو سو بار یہ کلمات پڑھتا ہے اور دوسرا چار سو بار پڑھ لیا کرے یا یہاں یہ لفظ او بمعنی واؤ ہے یعنی جو شخص اس شخص کے برابر بھی پڑھے اور اس سے زیادہ بھی' لہذا حدیث پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ برابر پڑھنے والا اس شخص سے بڑھ کیوں گیا' اور نہ یہ اعتراض ہے' کہ وظیفوں کی تعداد میں زیادتی کمی نہ چاہیے جس قدر منقول ہوں اتنی ہی بار پڑھے جائیں' جیسے فرض نماز کی رکعات اور زکوٰۃ کی مقدار' خیال رہے کہ اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ جو پابندی سے یہ پڑھ لیا کرے' اسے اللہ تعالٰی اس قدر نیکیوں کی توفیق بخشے گا کہ قیامت میں وہ دوسرے سے زیادہ نیکیاں لے کر آئے گا' یہ مطلب نہیں کہ صرف یہ کلمات پڑھنے والا حاجیوں' نمازیوں' شہیدوں' علماء مجتہدین' محدثین سے بڑھ جائے گا لہذا حدیث واضح ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

(۲۱۸۸) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے

marfat.com

وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اللہ علیہ وسلم نے دو کلمے زبان پر ہلکے ہیں ترازو میں بھارے رحمٰن کو پیارے ہیں ا۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم ۲۔(مسلم بخاری)

(۲۱۸۸) ا۔ سبحان اللہ کیسی پیاری فصیح و بلیغ زبان ہے اس پیارے محبوب کی صلے اللہ علیہ وسلم خفیفتان ثقلیان یعنی بھارے ہلکے اس میں تضادین کا اجتماع ہے لسان و میزان میں متناسبین کا اجتماع ہے کیونکہ لسان انسانی زبان کو بھی کہتے ہیں اور ترازو کی زبان کو بھی' جو ہاتھ کی مٹھی میں بوقت تولنے کے رہتی ہے' حلیبستان و رحمٰن اس میں ایسی مناسبت ہے کہ سبحان اللہ' محبت و رحمت میں بہت ہی تعلق ہے یعنی یہ دونوں کلمے پڑھنے میں زبان پر بہت آسان ہیں' مگر کل قیامت میں ان کا وزن بہت زیادہ ہو گا کیونکہ ہمارے کلام سے رب تعالیٰ کا نام وزنی ہے' پھر خوبی یہ کہ رب تعالیٰ کو یہ کلمات بڑے پیارے ہیں' تو جو ان کا ذکر کرے گا وہ بھی پیارا ہو گا اس کی زبان پیاری ہو گی ۲۔ یہ دو کلمے رب تعالیٰ کی دونوں قسم کی حمدوں کو علیٰ وجہ الکمال جامع ہیں' عیوب سے پاکی کا مکمل بیان سبحان اللہ میں ہے اور صفات کملیہ سے موصوف ہونے کا کامل بیان وبحمدہ میں ہے' اسی لئے یہ کلمات بہت جامع ہیں اور رب تعالیٰ کو پیارے ہیں۔

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَكْسِبَ كُلَّ يَوْمٍ أَلْفَ حَسَنَةٍ فَسَأَلَهُ سَائِلٌ مِنْ جُلَسَائِهٖ كَيْفَ يَكْسِبُ أَحَدُنَا أَلْفَ حَسَنَةٍ قَالَ يُسَبِّحُ مِائَةَ تَسْبِيحَةٍ فَيُكْتَبُ لَهٗ أَلْفُ حَسَنَةٍ أَوْ يُحَطُّ عَنْهُ أَلْفُ خَطِيئَةٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي كِتَابِهٖ فِي جَمِيعِ الرِّوَايَاتِ عَنْ مُوسَى الْجُهَنِيِّ أَوْ يُحَطُّ قَالَ أَبُو بَكْرٍ الْبَرْقَانِيُّ وَرَوَاهُ شُعْبَةُ وَأَبُو عَوَانَةَ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنْ مُوسَى فَقَالُوا وَيُحَطُّ بِغَيْرِ أَلِفٍ هٰكَذَا فِي كِتَابِ الْحُمَيْدِيِّ۔

(۲۱۸۹) روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے تو حضور نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی اس سے عاجز ہے کہ روزانہ ایک ہزار نیکیاں کر لیا کرے ہم نشینوں میں سے کسی نے پوچھا کہ کوئی روزانہ ہزار نیکیاں کیسے کر سکتا ہے ا۔ فرمایا ایک سو دفعہ سبحان اللہ پڑھ لیا کرے اس کے لئے ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کی ہزار خطائیں معاف کی جائیں گی ۲۔ (مسلم) اس کتاب مسلم میں ابو موسیٰ جھنی سے تمام روایات میں یوں ہے کہ یا معاف کی جائیں گی ۳۔ ابو بکر برقانی فرماتے ہیں ۴۔ کہ اسے شعبہ و ابو عوانہ اور یحییٰ ابن سعید قطان نے حضرت موسیٰ سے روایت کی ان سب نے ویحط فرمایا الف کے بغیر و کتاب حمیدی میں اسی طرح ہے ۵۔

(۲۱۸۹) ا۔ یعنی مسلسل روزانہ ایک ہزار نیکیاں کرتے رہنا طاقت انسانی سے باہر ہے' یہ عام انسانوں کا حال ہے' ورنہ بعض مخصوص بندے تو ہر سانس میں نیکی کرتے ہیں ۲۔ ظاہر یہ ہے کہ یہاں او بمعنی واؤ ہے یعنی سو بار سبحان اللہ پڑھ لینے سے پڑھنے والوں کو ہزار نیکیاں بھی ملیں گی اور اس سے ہزار گناہ بھی معاف ہوں گے اور اگر او اپنے ہی معنی میں ہو' تو مطلب یہ ہو گا کہ یہ رب تعالیٰ کے کرم پر موقوف ہے چاہے تو اسے ہزار نیکیاں دے' چاہے اس کے ہزار گناہ معاف کر دے' خطیئتہ سے معلوم ہوا کہ گناہ صغیرہ معاف ہوں گے' حقوق العباد اور گناہ کبیرہ کی معافی اس سے نہ ہو گی ۳۔ یعنی مسلم شریف میں حضرت موسیٰ جھنی سے

marfat.com

بہت سی روایات منقول ہیں ان سب میں او ہے، یہ موسیٰ جہنی ابن عبداللہ ہیں، قبیلہ جہنیہ سے ہیں، کوفی ہیں، انہوں نے حضرت مجاہد، مصعب ابن سعد سے روایات لیں، اور ان سے شعبہ، یحییٰ ابن سعید قطان نے احادیث نقل کیں ۴۔ آپ ابوبکر احمد ابن محمد خوارزمی برقانی ہیں، برقان خوارزم کی ایک بستی کا نام ہے۔ ۵۔ یعنی ان روایات میں او نہیں بلکہ واؤ ہے یعنی اس کو ہزار نیکیاں بھی ملتی ہیں، اور اس کے ہزار گناہ بھی معاف ہوتے ہیں لیکن اگر پہلی روایت میں او بمعنی واؤ ہو یا یہاں واؤ تنویع یعنی بیان نوعیت کے لئے ہو تو دونوں روایتوں میں کوئی فرق نہیں، اور ہو سکتا ہے کہ پہلی روایت میں رب تعالیٰ کے قانون کا ذکر ہو اور اس روایت میں اس کے فضل و کرم کا رب تعالیٰ فرماتا ہے من جاء بالحسنة فله عشر امثالها دوسرے مقام پر فرماتا ہے والله يضعف لمن يشاء

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْكَلَامِ اَفْضَلُ قَالَ مَا اصْطَفَى اللّٰهُ لِمَلٰٓئِكَتِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۱۹۰) روایت ہے، حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کونسا کلام افضل ہے فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے لئے منتخب فرمایا سبحان اللہ و بحمدہ ا۔ (مسلم)

(۲۱۹۰) ا۔ یعنی سارے فرشتے ہمیشہ یہ پڑھا کرتے سبحان الله وبحمده اسی لئے فرشتوں نے عرض کیا تھا نحن نسبح بحمدك ونقدس لك فرشتوں کا ہمیشہ یہ پڑھنا اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے ہے نہ کہ اپنی رائے سے قرآن کریم میں ہے۔ لا علم لنا الا ما علمتنا یعنی یہ کلمات بہت افضل ہیں، کیونکہ یہ فرشتوں کا ذکر ہے، اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ان فرشتوں کی عبادات کو بھی جانتے ہیں اور ان کے حالات سے بھی خبردار ہیں جو آسمانوں میں رہتے ہیں عرشی ہوں یا کرسی والے لہذا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو فرش والے انسانوں کے اعمال کی بھی یقیناً خبر ہے ۲۔ دوسرے یہ کہ جو درود وظیفے بزرگوں سے منقول ہوں، دوسرے وظیفوں سے افضل ہیں دیکھو فرشتوں کے وظیفے افضل قرار دیا گیا ایک اعتبار سے فرشتے عام انسانوں سے افضل ہیں، اگرچہ انسانیت ماہیتہ فرشتہ سے افضل ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے ولقد كرمنا بني ادم

وَعَنْ جُوَيْرِيَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا بُكْرَةً حِيْنَ صَلَّى الصُّبْحَ وَهِیَ فِیْ مَسْجِدِهَا ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ اَنْ اَضْحٰى وَهِیَ جَالِسَةٌ قَالَ مَا زِلْتِ عَلَى الْحَالِ الَّتِیْ فَارَقْتُكِ عَلَيْهَا قَالَتْ نَعَمْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ اَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُ الْيَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۱۹۱) روایت ہے حضرت جویریہ سے ا۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے جبکہ نماز فجر پڑھی وہ اپنی مسجد میں تھیں ۲۔ پھر دوپہر کے بعد واپس ہوئے وہ وہاں ہی بیٹھی تھیں ۳۔ فرمایا کیا تم اسی طرح بیٹھی ہو جیسے میں تمہیں چھوڑ گیا تھا عرض کیا ہاں ۴۔ تب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تمہارے پیچھے چار کلمے تین دفعہ پڑھ لئے ۵۔ اگر انہیں تمہارے تمام وظیفوں سے تولا جائے جو تم نے سارے دن میں پڑھے تو ان پر بھاری ہو جائیں ۶۔ سبحان الله وبحمده عدد خلقه ورضا نفسه وزنة عرشه ومداد كلماته ۷۔ (مسلم)

(۲۱۹۱) ا۔ حضرت جویریہ بنت حارث حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں مسلمانوں کی والدہ، آپ کا نام برہ تھا نبی

marfat.com

کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بدل کر جویریہ رکھا آپ ۵ھ میں غزوہ مریسیع میں گرفتار ہو کر حضرت ثابت ابن قیس کے حصہ میں آئیں انہوں نے آپ کو مکاتب کر دیا ان کا بدل کتابت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ادا کیا اور انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح کیا ۶۵ سال عمر شریف ہوئی ربیع الاول ۵۶ھ میں وفات پائی رضی اللہ عنہا ۲۔ یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بعد نماز فجر آپ کے دولت خانہ سے باہر تشریف لے گئے اس وقت آپ اپنے مصلے پر بیٹھی ہوئی ذکر اللہ و وظیفہ پڑھ رہی تھیں، مسجد سے مراد مصلے ہے یعنی سجدہ گاہ یا وہ جگہ جو گھر میں نماز کے لئے خاص کر لی جائے۔ ۳۔ یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نماز چاشت کے وقت (دوپہر کو) آپ کے پاس واپس آئے تو انہیں اسی مصلے پر اسی طرح بیٹھے دیکھا اللہ اکبر یہ ہے ازواج پاک کا شوق عبادت ۴۔ خیال رہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم پر اپنی نیکیاں ظاہر کرنا ریا نہیں بلکہ ذریعہ قبولیت ہے، اسی طرح حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنے گناہ عرض کرنا پردہ دری نہیں بلکہ معافی کا ذریعہ ہے ۵۔ یعنی ہم نے تمہارے پاس سے جانے کے بعد یہ وظیفہ پڑھ لیا جو عمل میں بہت ہلکا اور آسان ہے ۶۔ یعنی اگر کل قیامت میں رب تعالٰی میزان کے ایک پلے میں تمہارا آج کا سارے دن کا یہ وظیفہ رکھے اور دوسرے پلے میں ہمارے یہ کلمات رکھے تو ثواب میں یہ کلمات بڑھ جائیں گے ۸۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں رب تعالٰی کی ایسی تسبیح کرتا ہوں جو تمام مخلوق کے برابر ہو، اس کی رضاء کا باعث ہو اس کے عرش کی زینت ہو، اور کلمات الٰہیہ کی جو روشنائی ہے اس کے برابر ہو ان جامع الفاظ میں ساری چیزیں آگئیں کوئی چیز باقی نہ رہی، لہٰذا یہ جامع وظیفہ ہے، اس لئے اس کا اجر بھی زیادہ ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ فِیْ یَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ كَانَتْ لَهٗ عَدْلَ عَشْرِ رِقَابٍ وَكُتِبَتْ لَهٗ مِائَةُ حَسَنَةٍ وَمُحِیَتْ عَنْهُ مِائَةُ سَیِّئَةٍ وَكَانَتْ لَهٗ حِرْزًا مِّنَ الشَّیْطٰنِ یَوْمَهٗ ذٰلِكَ حَتّٰى یُمْسِیَ وَلَمْ یَاْتِ اَحَدٌ بِاَفْضَلَ مِمَّا جَآءَ بِهٖٓ اِلَّا رَجُلٌ عَمِلَ اَكْثَرَ مِنْهُ.

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۲۱۹۲) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو ایک دن میں سو بار یہ کہہ لے اے اللہ کے اکیلے کے سواء کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اسی کی تعریف ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے اس کے لئے دس غلام آزاد کرنے کے برابر ہو گا ۲۔ اور اس کے لئے سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کے سو گناہ معاف کئے جائیں گے اور اس دن، دن بھر اس کی شیطان سے حفاظت ہو گی حتی کہ شام پالے ۳۔ اور کوئی شخص اس سے بہتر افضل عمل نہ کر سکے گا اس کے سوا جو اس سے زیادہ یہ پڑھ لے ۴۔ (مسلم بخاری)

(۲۱۹۲) ا۔ خواہ ایک دم ایک ہی مجلس میں سو بار کہے یا مختلف اوقات اور مختلف مجلسوں میں غرضیکہ چوبیس گھنٹے میں یہ شمار پوری کرے (مرقات) ۲۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ یہ وہ کلمہ توحید ہے جس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے مثل کلمة طیبة کشجرة طیبة اصلها ثابت وفرعها فی السماء ۳۔ اس سے اشارۃً معلوم ہو رہا ہے کہ اگر بندہ رات میں یہ پڑھ لیا کرے، تو صبح تک شیطان سے محفوظ رہے مگر چونکہ بندہ دن میں جاگتا ہے اور جاگتے ہی میں شیطان زیادہ گناہ کراتا ہے اس لئے دن کا ذکر فرمایا، اگرچہ یہ کلمات ایک دم یا علیحدہ علیحدہ ہر وقت پڑھنا درست ہے لیکن صبح کے وقت ایک دم پڑھنا افضل ہے تا کہ دن بھر شیطان سے محفوظ

marfat.com

رہے‘ یہ تاثیر تو سوبار پڑھنے کی ہے اگر اس سے زیادہ پڑھے تو زیادہ فائدہ ہوگا‘ غرضیکہ یہ عمل بہت ہی پر تاثیر ہے (مرقات) ۴؎ اس کی شرح پہلے گزر چکی ہے یعنی کوئی وردو وظیفہ پڑھنے والا نہ اس جیسا وظیفہ پڑھ سکے گا نہ اس جیسا ثواب وظیفہ پا سکے گا یہ فضیلت دیگر وظیفوں سے ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَجْهَرُوْنَ بِالتَّكْبِيْرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ ارْبَعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اِنَّكُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا اِنَّكُمْ تَدْعُوْنَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا وَهُوَ مَعَكُمْ وَالَّذِيْ تَدْعُوْنَهٗ اَقْرَبُ اِلٰى اَحَدِكُمْ مِنْ عُنُقِ رَاحِلَتِهٖ قَالَ اَبُوْ مُوْسٰى وَاَنَا خَلْفَهٗ اَقُوْلُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فِيْ نَفْسِيْ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى كَنْزٍ مِّنْ كُنُوْزِ الْجَنَّةِ فَقُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۱۹۳) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے تو لوگ بلند آواز سے تکبیر کہنے لگے ۱؎ اس پر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو اپنی جانوں پر نرمی کرو ۲؎ تم لوگ نہ بہرے کو پکارتے ہو نہ غائب کو تم تو سمیع بصیر کو پکار رہے ہو ۳؎ جو تمہارے ساتھ ہے جسے تم پکار رہے ہو وہ تم میں سے ہر ایک کی سواری کی گردن سے بھی زیادہ قریب ہے‘ ۴؎ ابو موسیٰ فرماتے ہیں کہ میں حضور انور کے پیچھے تھا اپنے دل میں کہہ رہا تھا لاحول ولا قوۃ الا باللہ تو حضور نے فرمایا اے عبداللہ ابن قیس کیا میں تم کو جنت کے خزانوں میں ایک خزانہ پر رہبری نہ کردوں میں نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ فرمایا لاحول ولا قوۃ الا باللہ ہے ۵؎ (مسلم بخاری)

(۲۱۹۳) ۱؎ اس طرح کہ جوش کے ساتھ تکبیر کے نعرے لگانے لگے نعرہ تکبیر اللہ اکبر یہ نعرے برکت کیلئے تھے نہ کہ کسی خوشی کی وجہ سے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے یہ سفر غزوہ خیبر کا تھا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم مع صحابہ کرام کے خیبر فتح فرمانے تشریف لے جارہے تھے‘ جیسا کہ دوسرے مقامات پر اس کی تصریح ہے ۲؎ یہاں شیخ نے لمعات اور اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ اس نعرہ تکبیر سے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا اس لئے نہ تھا کہ ذکر بالجہر منع ہے بلکہ اس لئے تھا کہ صحابہ پر سفر کرتے ہوئے یہ نعرے تکلیف کا باعث تھے‘ اسی لئے فرمایا اپنی جانوں پر نرمی کرو‘ ورنہ بہت موقعہ پر صحابہ کرام بلکہ خود حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم خوب بلند آواز سے ذکر الٰہی کرتے تھے‘ چنانچہ جماعت کی نماز کے بعد چیخ کر ذکر کرتے تھے‘ صحابہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے وعظ کے دوران نعرہ تکبیر لگاتے تھے نیز اس سفر میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارادہ یہ تھا کہ خیبر پر ہم اچانک جاپڑیں‘ لوگوں کو اس حملہ کی خبر بھی نہ ہوسکے‘ تاکہ کفار تیاری نہ کرسکیں اور بہت کم خون خرابہ ہو اور خیبر فتح ہوجائے اس نعرہ سے یہ مقصد فوت ہوجاتا‘ بہرحال ذکر بالجہر منع کرنیوالوں کی یہ حدیث دلیل نہیں بن سکتی ذکر بالجہر کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ فرمایئے ۳؎ یہاں ذکر بالجہر مفید نہیں‘ رب تعالیٰ تو آہستہ ذکر بھی سنتا ہے‘ بلکہ تمہیں نقصان وہ ہے کہ تم اس وقت ذکر سے تھک جاؤ گے اور تمہارا دشمن تمہاری آمد پر مطلع ہوجائے گا اس لئے آہستہ ذکر کرو ۴؎ اس سے معلوم ہوا کہ اس لئے چیخ کر اللہ کا ذکر کرنا کہ خدا تعالیٰ آہستہ ذکر سن نہیں سکتا منع ہے بلکہ بدعقیدگی ہے ذکر بالجہر تو اپنے نفس اور دوسرے غافلوں کو جگانے شیطان کو بھگانے در و دیوار کو اپنے ایمان کا گواہ بنانے کے لئے ہوتا ہے‘ مگر اس موقعہ پر مضر ہے‘ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کے

marfat.com

ہماری شہ رگ سے زیادہ قریب ہونے کے معنی یہ ہے کہ اس کا علم' قدرت' رحمت قریب ورنہ حق تعالٰی قرب مکانی سے پاک ہے اس کی تفسیر وہ آیت ہے ان رحمة الله قريب من المحسنين ۵۔ یعنی تم جو اپنے دل میں لاحول شریف پڑھ رہے ہو ہم اس پر مطلع ہیں' اس کے فضائل سے تم کو اطلاع دیتے ہیں' خیال رہے کہ لاحول شریف میں انسان اپنی انتہائی بے بسی کا اقرار اور رب تعالٰی کی انتہائی قدرت کا اعتراف کرتا ہے' یہ ہی بندگی کا مدار ہے' اسی لئے یہ جنت کا خزانہ ہے حول کے معنی ہیں ظاہری طاقت' قوۃ کے معنی ہیں باطنی قدرت' یا حول سے مراد ہے دفع شر کا حیلہ' اور قوت سے مراد ہے خیر حاصل کرنے کا ذریعہ یعنی بندے میں بغیر رب تعالٰی کی مدد کے نہ ظاہری طاقت ہے نہ اندرونی قوت اس کے بغیر کرم بندہ نہ گناہوں سے بچ سکتا ہے نہ نیکیاں کر سکتا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی دین اس کے کرم سے بندہ میں ظاہری باطنی طاقتیں آسکتی ہیں' جیسا کہ اولیاء و انبیاء کے کرامات و معجزات سے معلوم ہوتا ہے حضرت سلیمان نے تین میل سے دور چیونٹی کی آواز سن کر سمجھ لی حضرت آصف بن برخیا پل بھر میں یمن سے تخت بلقیس لے آئے یہ ربانی طاقتیں رحمانی عطا سے تھیں بجلی کے بلب پنکھے مشین وغیرہ بغیر پاور محض بیکار ہیں پاور آجائے تو بہت طاقتور ہو جاتے ہیں بجلی کا تار آدمی کیا ہاتھی کو ہلاک کر دیتا ہے قرآن کریم میں جو من دن الله کی برائیاں آتی ہیں یہ وہی ہیں جو خدا سے الگ اور دور ہیں رب تعالٰی نے فرمایا ووجد من دونهم امراتين تذودن یعنی موسیٰ علیہ السلام نے مردوں سے الگ دور دو عورتوں کو دیکھا جو اپنے جانور پکڑے کھڑی تھیں دیکھوں دون کے معنی الگ یا دور ہیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کلموں کو خزانہ اسی لئے فرمایا کہ یہ کلمے جنتی نعمتوں کے خزانے ملنے کے سبب ہیں یا اللہ تعالٰی نے دوسری قوموں سے یہ کلمات ایسے چھپائے تھے' جیسے خزانے غیروں سے چھپائے جاتے ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَ بِحَمْدِهٖ غُرِسَتْ لَهٗ نَخْلَةٌ فِي الْجَنَّةِ ۱۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۲۱۹۴) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو سبحان الله العظيم وبحمده پڑھے اس کے لئے جنت میں درخت بویا جائیگا ۱۔ (ترمذی)

(۲۱۹۴) ۱۔ جنت کی بعض زمین تو میوے پھولوں کے درختوں سے بھری ہے بعض زمین خالی' اس خالی زمین میں ہمارے نیک اعمال مثل درختوں کے نمودار ہوتے ہیں یہاں اس خالی زمین کا ذکر ہے جنت میں باغات تو ہیں مگر کھیت نہیں' کیونکہ کھیت میں دانے ہوتے ہیں جو غذا کے کام آتے ہیں وہاں نہ بھوک ہے نہ غذا کی ضرورت' باغوں میں پھل پھول ہوتے ہیں جن سے لذت لی جاتی ہے تمام درختوں میں کھجور کا درخت بہت ہی مفید و لذیذ ہے اسلئے لاحول شریف سے درخت کھجور ہوتا ہے

وَعَنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ صَبَاحٍ يُّصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ اِلَّا مُنَادٍ يُّنَادِيْ سَبِّحُوا الْمَلِكَ الْقُدُّوْسَ ۱۔

(۲۱۹۵) روایت ہے حضرت زبیر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسی کوئی صبح نہیں جسے بندے پائیں مگر ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ پاک بادشاہ کی تسبیح پڑھ لو ۱۔ (ترمذی)

(۲۱۹۵) ۱۔ یعنی ہر صبح کو فرشتہ یہ آواز دیتا ہے کہ اس وقت تسبیح پڑھو یا آج دن بھر پڑھتے رہنا' چونکہ صبح کے وقت ہر مخلوق تسبیح

marfat.com

کرتی ہے' اسلئے خصوصیت سے انسانوں میں یہ اعلان ہوتا ہے کہ تم اشرف الخلوق ہو دوسری مخلوق سے پیچھے نہ رہو' نیز چونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ نداء ہم تک پہنچادی' اسلئے فرشتہ کا پکارنا رائیگاں نہ گیا' لہٰذا احادیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب ہم فرشتے کی آواز سنتے ہی نہیں تو اس کے پکارنے سے کیا فائدہ بادشاہ کے فرمان عوام تک اخبارات' حکام وغیرہ کے ذریعے پہنچا کرتے ہیں' تسبیح کرنے سے مراد یا تو مطلقاً کوئی سی تسبیح پڑھ لینا ہے یا یہ پڑھنا ہے سبحان الملک القدوس یا یہ پڑھنا ہے سبوح قدوس ربنا ورب الملائکۃ والروح یا یہ پڑھنا ہے سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم (مرقات)

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَفْضَلُ الدُّعَآءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

(۲۱۹۶) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بزرگ ترین ذکر لا الہ الا اللہ ہے ا۔ اور بزرگ ترین دعا الحمد للہ ہے (ترمذی و ابن ماجہ)

(۲۱۹۶) ا۔ لا الہ الا اللہ سے مراد پورا کلمہ شریف ہے یعنی مع محمد رسول اللہ کے' ورنہ صرف لا الہ الا اللہ تو بہت سے موحد کفار بلکہ ابلیس بھی پڑھتا ہے' وہ مشرک ہے موحد نہیں' جس چیز سے مومن بنتے ہیں وہ ہے محمد رسول اللہ چونکہ کلمہ شریف سے کفر کی گندگی دور ہوتی ہے' اسے پڑھ کر کافر مومن ہوتا ہے' اس سے دل کی زنگ دور ہوتی ہے' اس سے غفلت جاتی ہے' دل میں بیداری آتی ہے' یہ حمد الٰہی و نعت مصطفوی کا مجموعہ ہے' اس لئے یہ افضل الذکر ہوا صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ صفائی دل کے لئے کلمہ طیبہ اکسیر ہے ا۔ دعا میں کریم کی تعریف اور اپنی عرض حاجت ہوتی ہے الحمد للہ میں یہ دونوں چیزیں موجود' اسی لئے الحمد کو بہترین دعا فرمایا گیا جب مسکین سخی کے دروازے پر کھڑے ہو کر اس کی تعریف کرنے لگے تو سمجھو کچھ مانگ رہا ہے' یوں ہی جب ہم فقیر رب کریم کے دروازے پر اس کی حمد و ثنا کریں' تو درپردہ اس سے مانگتے ہی ہیں سورہ فاتحہ کو ام القرآن کہتے ہیں' کیونکہ یہ الحمد للہ سے شروع ہوتی ہے

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَمْدُ رَأْسُ الشُّكْرِ مَا شَكَرَ اللّٰهَ عَبْدٌ لَا يَحْمَدُهُ ۔

(۲۱۹۷) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حمد شکر کا سر ہے ا۔ جس بندے نے خدا کی حمد نہ کی اس نے رب کا شکر ہی نہ کیا ۲۔

(۲۱۹۷) ا۔ لہٰذا جو شکر حمد کے بغیر ہو وہ شکر صحیح نہیں' جیسے بغیر سر کے جسم در حقیقت جسم ہی نہیں ۲۔ بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ شکر کی اصل جگہ دل و اعضاء ظاہری ہیں دل سے رب کی نعمتوں کا اقرار اعضاء سے عبادت شکر ہے اور حمد کی اصل جگہ زبان ہے' اور دل وغیرہ لوگوں سے مخفی ہیں' زبان لوگوں پر ظاہر اور شکر میں اظہار اصل مقصود ہے اسی لئے حمد کو شکر کا سر قرار دیا گیا کہ مقصد شکر حمد سے ادا ہوتا ہے (مرقات) سبحان اللہ نہایت نفیس تحقیق ہے' رب تعالٰی فرماتا ہے واما بنعمۃ ربک فحدث اپنے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو' یہ ہے کامل شکر' اور چرچا زبان سے ہوتا ہے

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَنْ يُّدْعٰى اِلَى الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الَّذِيْنَ يَحْمَدُوْنَ اللّٰهَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ

(۲۱۹۸) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جنہیں قیامت کے دن سب سے پہلے جنت کی طرف بلایا جائیگا وہ ہونگے جو خوشی و غم میں اللہ کی حمد

رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

کرتے ہیں ا۔ یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیں

(۲۱۹۸) ا۔ اس طرح کہ ہر حال میں رب کی حمد کرتے رہتے ہیں' تبدیلی حالات ان کو نہیں بدلتی' راضی برضا رہتے ہیں' چونکہ یہ لوگ رب سے راضی رہے لہٰذا رب بھی ان سے راضی رہا' وہ رب کے تھوڑے رزق سے راضی' تو رب ان کی تھوڑی عبادت سے راضی وہ رب کے بھیجے ہوئے رنج و غم پر راضی تو رب ان سے گناہ سرزد ہونے پر بھی راضی فرماتا ہے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ اللہ تعالیٰ یہ درجہ نصیب کرے

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا رَبِّ عَلِّمْنِيْ شَيْئًا ۱ اَذْكُرُكَ بِهٖ اَوْ اَدْعُوْكَ بِهٖ فَقَالَ يَا مُوْسٰى قُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقَالَ يَا رَبِّ كُلُّ عِبَادِكَ يَقُوْلُ هٰذَا اِنَّمَا اُرِيْدُ شَيْئًا تَخُصُّنِيْ بِهٖ ۲ قَالَ يَا مُوْسٰى لَوْ اَنَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ وَعَامِرَهُنَّ غَيْرِيْ وَالْاَرَضِيْنَ السَّبْعَ وُضِعْنَ فِيْ كِفَّةٍ ۳ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فِيْ كِفَّةٍ لَمَالَتْ بِهِنَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۴.

(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۲۱۹۹) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا تھا یا رب مجھے وہ چیز سکھا جس سے تجھے یاد کیا کروں جس کے ذریعے تجھ سے دعا کروں ا۔ رب نے فرمایا اے موسیٰ کہو لا الہ الا اللہ پھر عرض کیا یا رب یہ تو تیرے سارے بندے ہی کہتے ہیں میں تو کوئی ایسی خاص چیز چاہتا ہوں جس سے تو مجھے خاص کرے ۲۔ فرمایا اے موسیٰ اگر ساتوں آسمان اور میرے سواء ان کی آبادی اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھی جائیں ۳۔ اور لا الہ الا اللہ دوسرے پلڑے میں تو ان سب پر لا الہ الا اللہ بھاری ہو گا ۴۔ (شرح سنہ)

(۲۱۹۹) ا۔ یعنی اے مولیٰ مجھے خصوصی ذکر و دعا بذریعہ وحی یا الہام سکھا عمومی ذکر و دعائیں تو تو نے مجھے بہت عطا فرمائی ہیں' لہٰذا حدیث پر یہ سوال نہیں ہو سکتا کہ کیا اب تک موسیٰ علیہ السلام کو ذکر و دعا بھی معلوم نہ تھی' اس کی تائید اگلے مضمون سے ہو رہی ہے ۲۔ چونکہ فطرت بشری ہے کہ عام نعمت کے مقابلہ میں خاص نعمت سے زیادہ خوش ہوتے ہیں اگرچہ عام نعمت کا نفع زیادہ ہی ہو دیکھو ہوا' پانی' نمک وغیرہ کے مقابل سونے چاندی جواہر سے زیادہ خوش ہوتے ہیں نماز پنج گانہ سے زیادہ نماز عید کی خوشی مناتے ہیں' اسی لئے آپ نے یہ سوال فرمایا لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کلمہ سے خوش نہ ہوئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ سوال موسیٰ علیہ السلام کے دل میں خود ہی ڈالا تھا تا کہ اس کے جواب سے لوگوں کو کلمہ طیبہ کے مسائل کا پتہ چلے خیال رہے کہ یہاں لا الہ الا اللہ سے مراد صرف یہ ہی الفاظ ہیں کیونکہ شریعت موسوی میں کلمہ میں محمد رسول اللہ داخل نہ ہوا تھا یہ جزء تو دین محمدی کی خصوصیات سے ہے ۳۔ خلاصہ جواب یہ ہے کہ اے موسیٰ تم کوئی خاص عمل و وظیفہ ایسا چاہتے ہو جو لا الہ الا اللہ سے افضل ہو' ایسا کوئی وظیفہ نہیں' تمام سے بہتر افضل یہ ہی کلمہ ہے ساتوں زمین و آسمان اور ان کے باشندوں میں انسان حیوانات اور ان کے سارے عمل داخل ہیں لہٰذا وظیفے' اوراد' عبادات سب سے کلمہ طیبہ افضل ہوا' کیونکہ رب کا نام مخلوق سے افضل و بہتر ہے ہاں اس کلمہ سے مختلف لوگ مختلف فائدے اٹھاتے ہیں جہاں تک اس کی فہم و عمل زیادہ وہاں تک اس کا فیض زیادہ

marfat.com

ہمارے کلمہ پڑھنے سے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنا کہیں افضل و بہتر ہے یہ ہی حال ساری عبادات کا ہے (از مرقات) ۲؎ یعنی اس کلمہ کا مضمون اور اس کا ثواب تمام مخلوق سے زیادہ وزنی ہے بشرطیکہ اخلاص سے پڑھا جائے ورنہ منافقین بھی کلمہ پڑھتے تھے‘اب بھی مشرکین کلمہ پڑھ لیتے ہیں ان کے کلمہ کا نہ وزن ہے نہ ثواب‘وزن صرف الفاظ کا نہیں‘اس کا مضمون کیا ہے‘ اللہ تعالٰی کی وحدانیت‘یہ تمام صفات الٰہیہ سے اعلیٰ صفت ہے وہ یقیناً ساری خلق سے اعلیٰ ہے فقیر کی اس تقریر سے یہ اعتراض اٹھ گیا کہ انبیائے کرام خصوصاً حضور سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم تو اشرف الخلق افضل الخلق ہیں‘اور یہ الفاظ لا الہ الا اللہ بھی خلق میں داخل ہیں‘تو نبی ان سے بھی افضل ہونے چاہئیں‘کیونکہ یہ الفاظ خلق ہیں مگر ان کا مضمون یعنی رب کی وحدانیت خلق نہیں رب کی صفت ہے‘جیسے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم قرآن کے الفاظ سے افضل ہیں مگر قرآن کلام الٰہی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے افضل ہے کہ وہ صفت الٰہی ہے اسی طرح الفاظ قران حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے تابع ہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم عربی ہیں تو قرآن بھی عربی‘جب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم مکی تھے تو آیات قرآنیہ مکیہ ہوئیں جب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم مدنی ہوگئے تو آیات قرآنیہ بھی مدنیہ ہوگئیں مگر مضمون قرآن کی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اتباع کرتے ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَّاَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ صَدَّقَهٗ رَبُّهٗ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا وَاَنَا اَکْبَرُ وَاِذَا قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ یَقُوْلُ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا وَحْدِیْ لَا شَرِیْكَ لِیْ وَاِذَا قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا لِیَ الْمُلْكُ وَلِیَ الْحَمْدُ وَاِذَا قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِیْ وَکَانَ یَقُوْلُ مَنْ قَالَهَا فِیْ مَرَضِهٖ ثُمَّ مَاتَ لَمْ تَطْعَمْهُ النَّارُ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۲۲۰۰) روایت ہے حضرت ابو سعید و حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو کہتا ہے لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر تو رب تعالٰی اس کی تصدیق کرتا ہے کہتا ہے کہ واقعی میرے سواء کوئی معبود نہیں اور میں بہت بڑا ہوں ۱؎ اور جب بندہ کہتا ہے کہ اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں تو رب فرماتا ہے واقعی میرے سواء کوئی معبود نہیں میں اکیلا ہوں میرا کوئی شریک نہیں ۲؎ اور جب بندہ کہتا ہے اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں اسی کا ملک ہے اسی کی تعریف ہے تو رب فرماتا ہے واقعی میرے سواء کوئی معبود نہیں میرا ہی ملک ہے میری ہی تعریف ہے ۳؎ جب بندہ کہتا ہے اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں اللہ کے بغیر نہ طاقت ہے نہ قوت تو رب فرماتا ہے واقعی میرے سواء کوئی معبود نہیں میرے بغیر نہ قوت ہے نہ طاقت ۴؎ حضور فرماتے تھے کہ جو یہ کلمات اپنے مرض میں کہے پھر مرجائے تو اسے آگ نہ جلائے گی ۵؎ (ترمذی‘ابن ماجہ)

(۲۲۰۰) ۱؎ یعنی رب تعالٰی فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میرا فلاں بندہ یہ پڑھ رہا ہے اور وہ سچا ہے سچ کہہ رہا ہے‘سبحان اللہ بندے کی خوش نصیبی ہے کہ اس کی تھوڑی سی لب کی حرکت سے اس کا ذکر بارگاہ رب العالمین میں فرشتوں کے سامنے آجائے اور ساتھ میں خود رب تعالٰی تصدیق بھی فرمادے ۲؎ یعنی یہ بندہ وہ گواہی دے رہا ہے جس کی میں اور میرے فرشتے اور میری تمام خلق گواہی

marfat.com

دیتے ہیں خیال رہے کہ ساری نیکیاں صرف بندے کرتے ہیں مگر گواہی توحید، حضور پر درود (صلی اللہ علیہ وسلم) حضور انور صلے اللہ علیہ والہ وسلم کی عزت افزائی، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی میلاد خوانی وہ اعمال ہیں جو رب تعالیٰ فرشتوں اور تمام مخلوق کے عمل ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی اللہ تعالیٰ نے کسی نیکی کے حکم میں اپنا اور اپنے فرشتوں کا ذکر نہ فرمایا سواء درود شریف کے سبحان اللہ کلمہ توحید ایسی پاکیزہ نعمت ہے کہ رب تعالیٰ بھی اس میں شرکت فرماتا ہے ۳۔ ملک وملکوت کا فرق پہلے بیان ہو چکا ہے، "ملک تو مجازاً" بادشاہ کا بھی ہو جاتے ہیں مگر ملکوت وہ چیز ہے جو رب تعالیٰ کے سوا کسی کے قبضہ میں نہیں یہاں لہ الملک میں حصر حقیقت کے لحاظ سے ہے یعنی حقیقتاً ملک تیرا ہی ہے عارضی طور پر مجازاً" جسے ملک ملا وہ میری عطاء سے ملا شعر:

☆ در حقیقت مالک ہر شئے خدا ست ☆ ایں امانت چند روزہ نزدما است ☆

۴۔ حول وقوت کے نفس فرق ابھی کچھ پہلے بیان ہو چکے اور لاحول شریف کے فوائد عرض کیے جا چکے بندہ رب سے کٹ کر کچھ نہیں نہ اس میں حول رہتی ہے نہ قوت مگر رب سے واصل ہو کر سب کچھ بن جاتا ہے کہ اس میں حول بھی آجاتی ہے اور قوت بھی قطرہ دریا سے الگ ہو تو کچھ نہیں مگر دریا میں جاتے ہی اس میں روانی، طغیانی، فراوانی سب کچھ آجاتی ہے الا باللہ میں ب الصاق کی ہے یعنی اللہ سے مل کر بندے میں حول وقوت سب کچھ آجاتی ہے ۵۔ یعنی اسے قبر حشر اور حشر سے فارغ ہونے کے بعد کبھی آگ کا عذاب نہ ہو گا، اور جب وہ پل صراط سے گزر گیا تو آگ کا اس پر اثر نہ ہو گا سبحان اللہ یہ کلمات ایسا روحانی مصالحہ ہیں جس کے لگ جانے سے جہنم کی آگ اثر نہیں کرتی۔

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ اَنَّهٗ دَخَلَ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی امْرَاَةٍ وَبَیْنَ یَدَیْهَا نَوًی اَوْ حَصًی تُسَبِّحُ بِهٖ فَقَالَ اَلَا اُخْبِرُكِ بِمَا هُوَ اَیْسَرُ عَلَیْكِ مِنْ هٰذَا اَوْ اَفْضَلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی السَّمَآءِ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی الْاَرْضِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا بَیْنَ ذٰلِكَ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ مِثْلَ ذٰلِكَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مِثْلَ ذٰلِكَ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِثْلَ ذٰلِكَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مِثْلَ ذٰلِكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ.

(۲۲۰۱) روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے کہ وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک بی بی کے پاس گئے ا۔ جن کے سامنے گٹھلیاں یا کنکریاں تھیں جن پر وہ تسبیح پڑھ رہی تھیں ۲۔ تب حضور انور نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جو تم پر اس سے آسان بھی ہو اور بہتر بھی ۳۔ اللہ کی پاکی بولتا ہوں اس کی برابر جسے آسمان میں پیدا فرمایا اور اللہ کی پاکی بولتا ہوں اس کی برابر جسے زمین میں پیدا فرمایا اور اللہ کی پاکی بولتا ہوں اسکی برابر جو انکے درمیان ہے ۴۔ اور اللہ کی پاکی بولتا ہوں اسکی برابر جسے وہ پیدا فرمانیوالا ہے اور اللہ بہت بڑا ہے (اسی قدر) تمام تعریفیں اللہ کی ہیں (اسی قدر) اور اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں (اسی قدر) اور اللہ کے بغیر نہ قوت (اسی قدر) ۵۔ (ترمذی، ابوداؤد)

(۲۲۰۱) ا۔ یہ بی بی صاحبہ یا تو حضرت سعد کی محرمات میں سے ہیں اور یا یہ واقعہ پردہ فرض ہونے سے پہلے کا ہے یا جانے سے مراد صرف ان کے پاس پہنچنا ہے نہ کہ انہیں بے پردہ دیکھنا شیخ نے لمعات اور اشعہ میں فرمایا کہ یہ بی بی صاحبہ جناب ام المومنین جویریہ تھیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۲۔ یعنی تسبیحیں ان دانوں پر شمار کر رہی تھیں یہ حدیث مروجہ دھاگہ والی تسبیح کی اصل ہے کہ بکھرے

marfat.com

دانوں لور دھاگے میں پروئے ہوئے دانوں میں کوئی فرق نہیں حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ تسبیح کبھی استعمال نہ کی' آپ ہمیشہ بطریق عقد انامل انگلیوں پر شمار فرماتے تھے' مگر ایک صحابیہ کو یہ کرتے دیکھا منع نہ فرمایا لہٰذا تسبیح صحابی کی سنت عملی ہے' اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت سکوتی مرقات نے فرمایا جن لوگوں نے اس تسبیح کو بدعت کہا غلط کہا مشائخ فرماتے ہیں کہ تسبیح شیطان پر کوڑہ ہے حضرت جنید ولایت کی انتہاء پر پہنچ کر بھی تسبیح پڑھا کرتے تھے' کسی نے اس کی وجہ پوچھی جواب دیا کہ اسی کے ذریعہ ہم خدا تک پہنچے ہیں اسے ہم کیسے چھوڑیں (مرقات) بعض بزرگ ختم آیت کریمہ کے لئے تھیلوں اور بوریوں میں بادام یا گٹھلیاں جمع کر رکھتے ہیں ان کی اصل بھی یہ حدیث ہے ۳؎ یہ او بمعنی واو ہے مطلب یہ ہے کہ اس دعا میں تمہارا وقت بھی کم خرچ ہو گا اور تمہیں ان تکلفات کی ضرورت بھی نہ پڑے گی اور ان کلمات کا ثواب تمہاری ان کنکریوں سے زیادہ ہو گا یا او بمعنی بل ہے' تب تو مطلب ظاہر ہے ۴؎ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ رب کی تسبیح میری گنتی شمار سے وراء ہے' کیونکہ آسمان و زمین کی یہ چیزیں میرے علم و ادراک سے خارج ہیں رب کی عطائیں ہمارے شمار سے باہر ہیں' تو اس کی تسبیح بھی ہماری شمار سے باہر ہونا چاہئیں ۵؎ یعنی گزشتہ لور آئندہ مخلوقات کی بقدر اللہ اکبر بھی کہتا ہوں لور اسی قدر الحمد للہ بھی لور اسی قدر لا الہ الا اللہ بھی' اور اسی قدر لا حول لح بھی' اس طرح یہ کلمات میرے پڑھنے میں تو ایک ہیں' لیکن رب کے فضل سے ثواب میں ان چیزوں کی تعداد کے برابر

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَبَّحَ اللّٰهَ مِائَةً بِالْغَدَاةِ وَمِائَةً بِالْعَشِيِّ كَانَ كَمَنْ حَجَّ مِائَةَ حَجَّةٍ وَمَنْ حَمِدَ اللّٰهَ مِائَةً بِالْغَدَاةِ وَمِائَةً بِالْعَشِيِّ كَانَ كَمَنْ حَمَلَ عَلٰى مِائَةِ فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَنْ هَلَّلَ اللّٰهَ مِائَةً بِالْغَدَاةِ وَمِائَةً بِالْعَشِيِّ كَانَ كَمَنْ اَعْتَقَ مِائَةَ رَقَبَةٍ مِّنْ وُّلْدِ اِسْمٰعِيْلَ وَمَنْ كَبَّرَ اللّٰهَ مِائَةً بِالْغَدَاةِ وَمِائَةً بِالْعَشِيِّ لَمْ يَاْتِ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ اَحَدٌ بِاَكْثَرَ مِمَّا اَتٰى بِهٖ اِلَّا مَنْ قَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ اَوْ زَادَ عَلٰى مَا قَالَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

(۲۲۰۲) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو اللہ کے لئے صبح کو سو بار سبحان اللہ پڑھے اور سو بار شام کو تو اس کی طرح ہو گا جو سو حج کرے ۱؎ اور جو صبح کو سو بار الحمد للہ پڑھے اور سو بار شام کو تو اس جیسا ہو گا جو اللہ کی راہ میں سو گھوڑے خیرات کرے ۲؎ اور جو صبح کو سو بار لا الہ الا اللہ پڑھے اور سو بار شام کو تو اس کی طرح ہو گا جو اولاد حضرت اسماعیل سے سو غلام آزاد کرے ۳؎ اور جو صبح کو سو بار اللہ اکبر پڑھے اور سو بار شام کو تو کوئی اس سے زیادہ نیکیاں اس دن نہ کر سکے گا بجز اس کے جو اتنی ہی بار یہ کلمات کہہ لے یا اس سے زیادہ ۴؎ (ترمذی) نے فرمایا یہ حدیث حسن بھی ہے غریب بھی۔

(۲۲۰۲) ۱؎ یعنی شروع دن میں سو بار سبحان اللہ کہے اور شروع رات میں بھی سو بار' تو اسے نفلی سو حجوں کی برابر ثواب ملے گا' یہاں مرقات نے فرمایا کہ تسبیح سے مراد حضور دل کے ساتھ تسبیح پڑھنا ہے' اور حج سے مراد وہ حج ہیں جو غفلت سے کئے جائیں مطلب یہ ہے' حضور قلبی کے ساتھ آسان نیکی غفلت کے مشکل اعمال سے افضل ہوتی ہے خیال رہے کہ حج کا ثواب ملنا اور ہے حج کی ادا کچھ اور' یہاں ثواب کا ذکر ہے نہ کہ ادائے حج کا' جیسے اطباء کہتے ہیں کہ ایک گرم کئے ہوئے منقہ میں ایک روٹی کی طاقت ہے' مگر پیٹ روٹی ہی سے بھرتا ہے کوئی شخص دو وقت تین تین منقے کھا کر زندگی نہیں گزار سکتا' واقعی ان تسبیحوں میں اتنا ہی ثواب

marfat.com

ہے' مگر ج ادا کرنے ہی سے ہوں گے جو رب باجرے کے ایک دانہ سے سات بالیاں دے سکتا ہے جن کے دانے ہماری شمار میں نہیں ہوتے' وہ رب تسبیحوں پر اتنا ثواب بھی دے سکتا ہے' اس قسم کے ثوابوں کا وعدہ قرآن کریم میں بھی کیا گیا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ الخ یعنی جو لوگ راہ خدا میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کی مثال اس دانہ کی طرح ہے جس سے سات بالیاں پیدا ہوں ہر بالی سے سو دانے اور اللہ جسے چاہے اس سے بھی کہیں زیادہ عطا فرمائیگا اس قسم کی احادیث اور آیتوں کو مبالغہ یا جھوٹ سمجھنا بے دینی ہے' رب تعالٰی کی دین ہمارے خیال سے وراء ہے' اسے روکنے والا کون ہے ۲۔ یعنی سو غازیوں کو جہاد کرنے کے لئے سو گھوڑے دے جو ان پر سوار ہو کر جہاد کریں خیال رہے کہ جہاد وغیرہ کا اصلی مقصد ذکر اللہ کی اشاعت ہے مومن ملک گیری کے لئے نہیں لڑتا بلکہ ذکر سے رکاوٹیں دور کرنے کے لئے لڑتا ہے اور حمد الٰہی یقیناً سو جہادوں سے افضل ہے کہ جہاد مقصود لغیرہ اور یہ مقصود لعینہ ۳۔ کہ دیگر غلاموں سے اولاد اسماعیل علیہ السلام کا آزاد کرنا افضل ہے مرقات نے فرمایا کہ اولاد اسمٰعیل سے مراد اہل عرب ہیں کہ وہ سب ان کی اولاد ہیں' چونکہ عرب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے قرب رکھتے ہیں اس لئے ان پر احسان کرنا افضل' اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی اولاد خصوصاً سادات کرام سے سلوک کرنا بہتر ہے ۴۔ یہ حدیث تسبیح قادری کی اصل ہے' سلسلہ قادریہ میں روزانہ صبح شام سبحان اللہ سو بار' الحمد للہ سو بار' لا الہ الا اللہ سو بار' اللہ اکبر سو بار پڑھا جاتا ہے یہ وظیفہ اس حدیث سے لیا گیا۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّسْبِيْحُ نِصْفُ الْمِيْزَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ يَمْلَؤُهٗ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَيْسَ لَهَا حِجَابٌ دُوْنَ اللّٰهِ حَتّٰى تَخْلُصَ اِلَيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّلَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِالْقَوِيِّ۔

(۲۲۰۳) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ سبحان اللہ آدھی میزان ہے اور الحمد للہ اسے بھر دے گی ا۔ اور لا الہ الا اللہ کیلئے رب سے کوئی آڑ نہیں سیدھا اس تک پہنچتا ہے ۲۔ (ترمذی) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے اس کی اسناد قوی نہیں ۳۔

(۲۲۰۳) ا۔ یعنی میزان کی نیکی کا پلہ آدھا سبحان اللہ سے بھر دے گا اور آدھا الحمد للہ سے' یہ دونوں کلمے ملکر اسے پورا بھر دیں گے' کیونکہ اللہ کے ذکر دو قسم کے ہیں تنزیہ اور تحمید سبحان اللہ میں تنزیہ ہے یعنی رب تعالٰی کو سارے عیوب سے پاک جاننا اور الحمد للہ میں تحمید یعنی اسے تمام کمالات سے موصوف ماننا میزان تو ان دو کلموں سے ہی بھر گئی' باقی نیکیاں زیادہ بچیں جن کا ثواب علاوہ ہو گا خلاصہ یہ ہے کہ ان دو کلموں نے سارے گناہوں کو تو ختم کر دیا کہ سب گناہوں کے مقابلہ میں تو یہ دو کلمے ہی کافی ہو گئے باقی نیکیاں نفع میں بچیں ۲۔ اس میں اشارۃً فرمایا کہ لا الہ الا اللہ ان دو کلموں سے بھی افضل ہے' کیوں نہ ہو کہ یہ ساری تنزیہ و تحمید کو شامل ہے مطلب یہ ہے کہ کلمہ طیبہ بہت جلد قبول ہوتا ہے براہ راست رب تعالٰی تک پہنچتا ہے جس قدر ہمارا اخلاص زیادہ اسی قدر کلمے کی قبولیت اعلٰے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ کلمہ تو منافقین بھی پڑھتے تھے تو کیا وہ مقبول بارگاہ تھے ۳۔ مرقات نے فرمایا کہ اس حدیث کی اسناد واقعی ضعیف ہے مگر چونکہ اس میں حرام و حلال کے احکام مذکور نہیں' صرف کلمہ طیبہ کے فضائل کا بیان ہے' اس لئے مقبول ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

(۲۲۰۴) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا

marfat.com

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَالَ عَبْدٌ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصًا قَطُّ إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ حَتّٰى يُفْضِيَ إِلَى الْعَرْشِ مَا اجْتُنِبَ الْكَبَائِرُ.
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بندہ کبھی خلوص دل سے لا الہ الا اللہ نہیں کہتا مگر اس کے لئے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں حتیٰ کہ وہ کلمہ عرش تک پہنچ جاتا ہے جب تک کہ بندہ کبیرہ گناہوں سے بچا رہے ۲؎ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۲۲۰۴) ا؎ گناہ کبیرہ سے بچنے کی شرط کمال ثواب اور کمال قبولیت کے لئے ہے یعنی متقی مسلمان کا کلمہ اعلیٰ درجہ کا مقبول ہوتا ہے' اور فاسق و فاجر کا کلمہ قبول تو ہوتا ہے لیکن اس درجہ کا نہیں تمام ذکر مثل کارتوس ہیں' اور ذاکر کی زبان مثل رائفل کے کہ شکار واقعی کارتوس کرتا ہے' مگر رائفل کی طاقت سے' قلب کا اخلاص گویا بارود ہے کہ شکار گولی سے ہو گا مگر بارود کی امداد سے' لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ گناہ نیکی کو نہیں مٹاتا بلکہ نیکی گناہوں کو مٹا دیتی ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے ان الحسنٰت یذھبن السیات یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں' متقی کی نیکی فساق کی نیکی سے افضل ہے بلکہ جیسا عامل کا درجہ ویسا ہی اسکے عمل کا ثواب' صحابہ کا ساڑھے چار سیر جو خیرات کرنا ہمارے پہاڑ بھر سونا خیرات کرنے سے افضل' کیوں؟ اس لئے کہ وہ عامل افضل ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيْتُ إِبْرَاهِيْمَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِيْ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ أَقْرِئْ أُمَّتَكَ مِنِّي السَّلَامَ وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ عَذْبَةُ الْمَاءِ وَأَنَّهَا قِيْعَانٌ وَأَنَّ غِرَاسَهَا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ.
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ إِسْنَادًا.

(۲۲۰۵) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ شب معراج میں ہماری ملاقات ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی ا؎ انہوں نے فرمایا یارسول اللہ اپنی امت کو میرا سلام فرما دیں ۲؎ اور انہیں بتا دیں کہ جنت کی زمین بہت زرخیز ہے وہاں کا پانی بہت شیریں جنت میں سفیدہ زمین بہت ہے وہاں کے درخت یہ کلمات ہیں اللہ پاک ہے اسی کی تعریف ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اللہ بہت بڑا ہے ۳؎ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث اسناد سے حسن و غریب ہے

(۲۲۰۵) ا؎ خصوصی ملاقات چھٹے آسمان پر' وہاں ہی گفتگو ہوئی' عمومی ملاقات تو سارے انبیاء سے بیت المقدس میں ہو چکی تھی' مگر وہاں یہ گفتگو نہ ہوئی وہاں کی گفتگو کچھ اور تھی جو انشاء اللہ حدیث معراج کی شرح میں عرض کی جائے گی ۲؎ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اللہ کے مقبول بندے بعد وفات ایک دوسرے سے بھی ملتے ہیں' اور زندہ مقبول بندوں سے بھی دوسرے یہ کہ وہ حضرات زندوں کا سلام سنتے بھی ہیں اور انہیں سلام کہلواتے بھی ہیں تیسرے یہ کہ وفات یافتہ بندوں کو اور جو ابھی پیدا نہ ہوئے ہوں ان کو بھی سلام کہلوانا جائز ہے جبکہ ان کو پہنچ سکے ابراہیم علیہ السلام نے قیامت تک کے مسلمانوں کو سلام کہلوایا جو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہم لوگوں تک پہنچ گیا' سلطان العارفین بایزد بسطامی خرقان پہنچے تو لوگوں کو خبر دی کہ اس سرزمین میں سو برس کے بعد خواجہ ابوالحسن خرقانی پیدا ہوں گے جو انہیں پائے میرا سلام پہنچائے مولانا فرماتے ہیں شعر:-

marfat.com

☆ آن شنیدی داستان بایزید ☆ کہ از حال بوالحسن از پیش دید ☆

آخر میں مولانا فرماتے ہیں شعر:۔

☆ بلکہ قبل از زادن تو سالہا ☆ مر مر ترا او اند بجملہ حالہا ☆

صحابہ کرام قریب الوفات صحابہ سے فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ہمارا اسلام عرض کرنا چوتھے یہ کہ ہم کو بھی چاہیے کہ ابراہیم علیہ السلام کو بھی سلام کیا کریں کہ سلام کا جواب دینا ضروری ہے ۳۔ یعنی جنت کی بعض زمین درختوں سے بھری ہوئی ہے' اور وہ درخت پھلوں سے لدے ہوئے ہیں' اسی حصہ میں آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو رکھا گیا تھا اور بعض زمین سفیدہ ہے' جس میں تمہارے وظیفوں و اعمال سے درخت لگیں گے' جب تم یہاں آؤ گے تو دونوں قسم کے باغ پاؤ گے لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اگر وہاں کی زمین سفیدہ ہے تو اسے جنت کیوں کہتے ہیں' جنت کے معنی تو ہیں باغ اور نہ یہ اعتراض ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج میں وہاں باغ اور پھل سب کچھ ملاحظہ فرمائے

وَعَنْ يُسَيْرَةَ وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ قَالَتْ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُنَّ بِالتَّسْبِيحِ وَالتَّهْلِيلِ وَالتَّقْدِيسِ وَاعْقِدْنَ بِالْاَنَامِلِ فَاِنَّهُنَّ مَسْئُوْلَاتٌ مُسْتَنْطَقَاتٌ وَلَا تَغْفُلْنَ فَتَنْسَيْنَ الرَّحْمَةَ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

(۲۲۰۶) روایت ہے حضرت یسیرہ سے آپ مہاجر بیویوں میں سے ہیں ا۔ فرماتی ہیں ہم سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے بیبیو تسبیح و تہلیل اور رب کی پاکی بولنے کو لازم کرلو ۲۔ انگلیوں پر گنا کرو ۳۔ (عقد انامل) کہ انگلیوں سے سوال ہوگا انہیں گویائی بخشی جائے گی ۴۔ اور کبھی غافل نہ ہونا ورنہ تم رحمت سے بھلادی جاؤگی ۵۔ (ترمذی و ابوداؤد)

(۲۲۰۶) ا۔ آپ کا نام یسیرہ بنت یاسر ہے مشہور صحابیہ ہیں ۲۔ اس طرح کہ کسی حال میں سبوح قدوس ربنا ورب الملئکۃ والروح یا سبحان الملک القدوس یا دیگر تسبیحیں اسی قسم کی' کبھی نہ چھوڑو' اپنا منہ ان ذکروں سے تر رکھو ۳۔ اس طرح کہ ان کا شمار انگلیوں کے پوروں پر کیا کرو' یا عقد انامل کے ذریعہ پوری انگلیوں پر کیا کرو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بیبیاں عقد انامل جانتی ہوں گی' اسی لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں عقد انامل کا حکم تو دیا مگر اس کا طریقہ نہ بتایا ۴۔ اس کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے ہے یوم تشھد علیھم السنتھم وایدیھم وارجلھم الخ اور اس آیت سے ہے وما کنتم تستترون ان یشھد علیکم سمعکم ولا ابصارکم ولا جلودکم اس سے معلوم ہوا کہ بمقابلہ دانوں پر شمار کرنے کے انگلیوں پر شمار کرنا افضل ہے' اور یہ کہ اعضاء کو اچھے کاموں میں لگانا چاہیے' ورنہ یہ ہمارے خلاف گواہی دیں گے ۵۔ یعنی اگر تم خدا کو بھول گئیں' تو رب تعالٰی تمہیں اپنی رحمت سے دور کردے گا' اگر اس کی رحمت چاہتی ہو تو اسے یاد رکھو' رب تعالٰی بھول چوک سے پاک ہے' اس لئے بھلائی جاؤ گی کے وہ ہی معنی ہیں جو عرض کئے گئے یعنی رحمت سے دوری رب تعالٰی فرماتا ہے فاذکرونی اذکرکم تم مجھے یاد کرو میرے ذکر سے' میں تمہیں یاد کروں گا اپنی رحمت سے مولانا فرماتے ہیں شعر:۔

☆ گر تو خواہی زیستن با آبرو ☆ ذکر او کن ذکر او کن ذکر او ☆

marfat.com

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ جَآءَ اَعْرَابِیٌّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَلِّمْنِیْ کَلَامًا اَقُوْلُہٗ قَالَ قُلْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ فَقَالَ فَھٰٓؤُلَآءِ لِرَبِّیْ فَمَا لِیْ فَقَالَ قُلِ اللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَعَافِنِیْ شَکَّ الرَّاوِیْ فِیْ عَافِنِیْ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

تیسری فصل

(۲۲۰۷) روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بدوی حاضر ہوئے بولے مجھے کوئی وظیفہ سکھایئے جو میں پڑھ لیا کروں ا۔ فرمایا کہو اکیلے اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اللہ بہت ہی بڑا ہے اللہ کی بہت حمد ہے اللہ پاک ہے جہانوں کا پالنے والا اللہ غالب حکمت والے کے بغیر نہ طاقت ہے نہ قوت وہ بولے یہ تو رب کے لئے ہوئے میرے لئے کیا ہے ۲۔ فرمایا یوں کہو الٰہی مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما' مجھے ہدایت دے' مجھے روزی دے ۳۔ مجھے امن نصیب کر ۴۔ راوی کو عافنی میں کچھ شک ہے ۵۔ (مسلم)

(۲۲۰۷) ا۔ بطور وظیفہ نمازوں کے بعد یا ویسے ہی اوقات مقررہ میں معلوم ہوا کہ مشائخ سے وظیفے پوچھنا اور انکی اجازت حاصل کرنا سنت ہے کہ اجازت سے خاص تاثیر پیدا ہو جاتی ہے ثواب حاصل کرنے کیلئے کسی اجازت وغیرہ کی ضرورت نہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ علاوہ نماز و تلاوت قرآن کے اور ورد وظیفے بھی کرنے چاہیں نماز و تلاوت تو روحانی غذائیں ہیں اور یہ وظیفے روحانی میوے غذا اور میوے دونوں ہی فائدہ مند ہیں ۲۔ سبحان اللہ کیسے مزے کا سوال ہے یعنی یا حبیب اللہ ان الفاظ میں رب تعالٰی کی حمد تو ہو گئی کچھ دعائیہ کلمے نہ آئے میں اس کی حمد بھی کرنی چاہتا ہوں اور اس سے بھیک مانگنی بھی ۳۔ یعنی میرے گناہ بخش دے' مغفرت فرما' مجھ پر رحم کرکہ مجھے اطاعتوں کی توفیق دے اچھی زندگی گذارنے کی توفیق دے ہدایت دے' مجھے حلال روزی عطا فرما ۴۔ یعنی مجھے ایسی مصیبت میں گرفتار نہ کرجس کا انجام میرے لئے برا ہو (مرقاۃ) عافیت کے یہ معنی نہایت نفیس ہیں اصل عافیت معصیت سے امن ہے ۵۔ غالباً راوی سے مراد صحابی ہوں یعنی اسناد کے آخری راوی ہو سکتا ہے کہ کوئی اور راوی مراد ہوں ان میں یہ شک ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے عافنی فرمایا یا نہیں' بہتر یہ ہے کہ عافنی بھی پڑھا جائے' ممکن ہے کہ یہ بھی دعا کا جز ہو عافیت میں دین و دینا کی ساری امنیں داخل ہیں یوسف علیہ السلام نے معصیت کے مقابل مصیبت اختیار فرمائی کہ عرض کیا رب السجن احب الی مما یدعوننی الیہ کیونکہ معصیت کے مقابلے میں مصیبت عافیت ہے

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰی شَجَرَۃٍ یَابِسَۃِ الْوَرَقِ فَضَرَبَھَا بِعَصَاہُ فَتَنَاثَرَ الْوَرَقُ فَقَالَ اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ تُسَاقِطُ ذُنُوْبَ الْعَبْدِ کَمَا یَتَسَاقَطُ وَرَقُ ھٰذِہٖ

(۲۲۰۸) روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک خشک پتوں والے درخت سے گذرے تو اس میں اپنی لاٹھی شریف ماری پتے جھڑ گئے ا۔ فرمایا الحمد للہ' سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ واللہ اکبر بندے کے گناہ یوں جھاڑ دیتے ہیں جیسے اس درخت کے پتے جھڑ گئے ۲۔ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب

marfat.com

الشَّجَرَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔ ہے

(۲۲۰۸) ا۔ ظاہر ہے کہ وہ درخت جنگلی تھا جس کا کوئی مالک نہیں' اس کے پھل پھول پتے ہر شخص لے سکتا ہے اور ممکن ہے کسی کے گھر یا باغ کا درخت ہو' چونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کی جان و مال کے مالک ہیں اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر اجازت درخت کے پتے جھاڑ دیئے' ورنہ کسی کے مملوک درخت پر پتھر پھینکنا' لاٹھی سے اس کے پتے جھاڑنا ہمارے واسطے ممنوع ہے کہ یہ دوسرے کی ملک میں تصرف ہے ۲۔ سبحان اللہ کیا نفیس تشبیہ ہے یعنی گناہوں میں گرفتار انسان سوکھے ہوئے درخت کی طرح ہے اور اس کے گناہ مثل پتوں کے' اور یہ کلمات گویا عصائے محبوبی ہیں جس سے وہ گناہ جھڑتے رہتے ہیں اس میں صوفیانہ اشارہ اس جانب بھی ہے کہ یہ کلمات گناہوں سے اس وقت پاک کریں گے جب یہ کسی کامل کے ذریعہ کئے جائیں گے' کیونکہ اگرچہ درخت میں لگی لاٹھی ہی تھی مگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک سے

وَعَنْ مَكْحُوْلٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثِرْ مِنْ قَوْلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ كَنْزِ الْجَنَّةِ قَالَ مَكْحُوْلٌ فَمَنْ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ كَنْزِ الْجَنَّةِ قَالَ مَكْحُوْلٌ فَمَنْ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا مَنْجَا مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ كَشَفَ اللّٰهُ عَنْهُ سَبْعِيْنَ بَابًا مِنَ الضُّرِّ اَدْنَاهَا الْفَقْرُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِمُتَّصِلٍ وَمَكْحُوْلٌ لَمْ يَسْمَعْ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

(۲۲۰۹) روایت ہے حضرت مکحول سے ا۔ وہ حضرت ابو ہریرہ سے راوی فرماتے ہیں مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **لا حول ولا قوۃ الا باللہ** زیادہ پڑھا کرو کہ یہ جنت کے خزانہ سے ہے ۲۔ مکحول فرماتے ہیں کہ جو کوئی پڑھا کرے **لا حول ولا قوۃ الا باللہ اور لا منجا من اللہ الا الیہ** تو اللہ تعالیٰ اس سے ستر مصیبتوں کے در بند کر دے گا جن میں سے ادنیٰ مصیبت فقیری ہے ۳۔ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا کہ اس حدیث کی اسناد متصل نہیں مکحول نے حضرت ابو ہریرہ سے سنا نہیں ۴۔

(۲۲۰۹) ا۔ آپ جلیل القدر تابعی ہیں' حبشی النسل ہیں شام کے مفتی ہیں' امام زہری فرماتے ہیں کہ چار علماء بڑے کامل ہیں' مدینہ منورہ میں ابن مسیب اور کوفہ میں امام شعبی' بصرہ میں خواجہ حسن بصری' شام میں مکحول ۲۔ اس کی شرح پہلے گزر چکی یعنی یہ جنت کی نفیس نعمتوں میں سے ہے جو اس دن کام آئیں گی جب مال و اولاد کچھ کام نہ آئیں' کہ محفوظ خزانے خاص ضرورت کے وقت ہی کھولے جاتے ہیں ۳۔ مرقات نے فرمایا کہ یہاں فقیری سے مراد دل اور مال دونوں کی فقیری ہے' یعنی اس کا عامل مال کا بھی غنی ہو گا اور دل کا بھی' کیونکہ جو اپنے کو رب کے سپرد کر دے وہ یقیناً غیر سے مستغنی ہوتا ہے' اس شخص پر اگر کبھی مال کی غربی آ بھی گئی' تو وہ دل کا فقیر نہ بنے گا ۴۔ کیونکہ جناب مکحول نے حضرت انس ابن مالک واثلہ ابن اسقع اور ہندوزان صحابہ سے ملاقات کی ہے لیکن اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ مکحول جیسے جلیل القدر تابعی کا ایک راوی کا چھوڑ دینا کوئی مضر نہیں' جب امام بخاری کی تعلیق معتبر ہے جس میں ایک راوی کا ذکر بھی نہیں ہوتا' تو حضرت مکحول کا ایک راوی چھوڑ دینا کیوں مضر ہو گا۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ دَوَاءٌ مِنْ تِسْعَةٍ وَتِسْعِيْنَ دَاءً اَيْسَرُهَا الْهَمُّ۔

(۲۲۱۰) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ **لا حول ولا قوۃ الا باللہ** ننانوے بیماریوں کی دعا ہے ا۔ جن میں ادنیٰ بیماری غم ہے ۲۔

marfat.com

(۲۲۱۰) ا۔ بیماریوں سے مراد جسمانی' روحانی' دنیاوی' اخروی بیماریاں ہیں کہ لا حول شریف ان سب کا مکمل علاج ہے۔ ۲۔ غم دنیاوی ہو یا دینی و اخروی لاحول شریف کی برکت سے ہر طرح کا غم دور ہوتا ہے' معاش و معاد کی فکر سے بندہ آزاد ہوتا ہے' اور ظاہر ہے کہ غم سے آزادی حق تعالٰی کی بڑی نعمت ہے کہ حق تعالٰی نے یونس علیہ السلام پر بڑا کرم یہ فرمایا کہ مچھلی کے شکم سے انہیں غم سے نجات دی' فرماتا ہے فاستجبنا لہ ونجینہ من الغم خیال رہے کہ غم آخرت رحمت بھی اور عذاب بھی' یہاں غم سے مراد دوسری قسم کا غم ہے شیطان کو بھی رب سے خوف ہے وہ کہتا ہے انی اخاف اللہ رب العلمین اور مقربین کو بھی مگر شیطان کا خوف عذاب ہے جیسے مجرم کو حاکم سے ڈر لگتا ہے' اور مومن کا یہ غم رحمت' جیسے مطیع غلام کو آقا سے ہیبت ہوتی ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى كَلِمَةٍ مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ مِنْ كَنْزِ الْجَنَّةِ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَسْلَمَ عَبْدِيْ وَاسْتَسْلَمَ رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَعَوَاتِ الْكَبِيْرِ۔

(۲۲۱۱) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے علیہ وسلم نے کیا میں تمہیں وہ کلمہ نہ بتادوں جو عرش کے نیچے سے آیا ا۔ جنت کے خزانوں سے ہے ۲۔ وہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ ہے رب تعالٰی فرماتا ہے میرا بندہ فرمانبردار ہو گیا اور اس نے اپنے کو میرے سپرد کر دیا ۳۔ یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے دعوات کبیر میں نقل کیں۔

(۲۲۱۱) ا۔ یہ ترجمہ بہت بہتر ہے کیونکہ من تحت العرش میں لفظ من ابتدائیہ ہے' روزی کے خزانے آسمان میں ہیں' رب تعالٰی فرماتا ہے وفی السماء رزقکم مگر خاص رحمت کا خزانہ عرش اعظم کے نیچے ہے' اسی خزانہ سے سورہ بقر کی آخری آیات آئیں اور اسی خزانہ سے لاحول شریف آئی' معلوم ہوا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو رب تعالٰی کے تمام خزانوں کی خبر ہے' تب ہی تو فرماتے ہیں کہ یہ فلاں خزانہ کا موتی ہے ۲۔ یعنی لاحول شریف نبی عرش کے نیچے رہی' جنت کے خزانہ میں اس کا خزانہ تکوینی و تخلیقی زیر عرش ہے خزانہ امانت جنت ہے جیسے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیل و فرات جنت کی نہریں ہیں ۳۔ یعنی جو بندہ لاحول شریف کی کثرت کرے تو رب تعالٰی اس کے متعلق فرشتوں سے فرماتا ہے کہ اس بندے نے اپنے کو بالکل میرے سپرد کر دیا' اب میں اس کی ہر بات کا والی وارث ہو گیا' بلا تشبیہ جیسے بچہ اپنے کو ماں کے حوالے کر دیتا ہے' تو اس کی ساری فکریں ماں اٹھالیتی ہے اور بچہ ہر فکر سے آزاد ہو جاتا ہے' یہ رب تعالٰی کی بڑی نعمت ہے کسی کسی کو میسر ہوتی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ هِيَ صَلٰوةُ الْخَلَائِقِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَلِمَةُ الشُّكْرِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ كَلِمَةُ الْاِخْلَاصِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ تَمْلَاُ مَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَاِذَا قَالَ الْعَبْدُ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَسْلَمَ وَاسْتَسْلَمَ۔ (رَوَاهُ رَزِيْنٌ)

(۲۲۱۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ آپ نے فرمایا سبحان اللہ ساری مخلوق کی عبادت ہے' ا۔ اور الحمد للہ کلمہ شکر ہے ۲۔ اور لا الہ الا اللہ اخلاص کا کلمہ ہے ۳۔ اور اللہ اکبر آسمان و زمین کے درمیان کی فضا بھر دیتا ہے ۴۔ اور جب بندہ کہتا ہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ تو رب تعالٰی فرماتا ہے میرا بندہ مطیع ہو گیا اور اپنے کو میرے سپرد کر دیا (رزین)

marfat.com

(۲۲۱۲) ا۔ یعنی ہر مخلوق رب تعالیٰ کی تسبیح بزبان قال کرتی ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے وان من شئی الا یسبح بحمدہ دوسری جگہ فرماتا ہے قد علم صلوته وتسبیحه حق یہ ہے کہ ہر چیز کو رب تعالیٰ کی معرفت حاصل ہے لور وہ بزبان قال نہ کہ فقط حال سے تسبیح کرتی ہیں اولیاء اللہ ان تسبیحوں کو سنتے ہیں صحابہ کرام کھاتے وقت لقمے کی تسبیح سنتے تھے' حتی کہ سبزہ کی تسبیح کی برکت سے عذاب قبر میں تخفیف ہوتی ہے۔ ۲۔ یعنی شکر کا ستون ہے یا شکر کی چوٹی ہے جس کے بغیر شکر مکمل نہیں ہوتا (از مرقات) ۳۔ لا الہ الا اللہ سے مراد پورا کلمہ ہے' اخلاص سے مراد ہے چھٹکار اور رہائی یعنی اس کلمہ طیبہ کی برکت سے بندہ دنیا میں کفر سے اور آخرت میں دوزخ سے رہائی پاتا ہے' یا اخلاص ریاء کا مقابل ہے بمعنی خلوص نیت یعنی یہ کلمہ اگر خلوص نیت سے پڑھا جائے تو مفید ہے ۴۔ کہ اس کا ثواب اس کی عظمت ان تمام چیزوں کو بھر دیتی ہے یہ ہمیں سمجھانے کے لئے ہے کہ ہماری کوتاہ نظریں ان آسمان زمین تک ہی محدود ہیں' ورنہ رب تعالیٰ کی کبریائی کے مقابل آسمان و زمین کی کیا حقیقت ہے یہ ایسے ہے جیسے رب تعالیٰ نے فرمایا کہ لہ ما فی السموت وما فی الارض حالانکہ اس کی ملکیت آسمان و زمین میں محدود نہیں۔

بَابُ الْاِسْتِغْفَارِ

بخشش مانگنے اور توبہ کرنے کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

استغفار کے معنی ہیں گزشتہ گناہوں کی معافی مانگنا' اور توبہ کی حقیقت ہے آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد کر لینا یا زبان سے گناہ نہ کرنے کا عہد استغفار ہے' اور دل سے عہد توبہ استغفار غفر سے بنا' بمعنی چھپانا یا چھلکا و پوست' چونکہ استغفار کی برکت سے گناہ ڈھک جاتے ہیں اس لئے اسے استغفار کہتے ہیں توبہ کے معنے رجوع کرنا' اگر یہ حق تعالیٰ کی صفت ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں ارادہ عذاب سے رجوع فرمالینا' اور اگر یہ بندے کی صفت ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں گناہ سے اطاعت کی طرف' غفلت سے ذکر کی طرف' غیبت سے حضور کی طرف لوٹ جانا' توبہ صحیح یہ ہے کہ بندہ گزشتہ گناہوں پر نادم ہو' آئندہ نہ کرنے کا عہد کرے' اور جس قدر ہو سکے اسی قدر گزشتہ گناہوں کا عوض اور بدلہ کر دے' نمازیں ہوں تو قضا کرے' کسی کا قرض رہ گیا ہے تو ادا کر دے' حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ توبہ کا کمال یہ ہے کہ دل لذت گناہ بلکہ گناہ بھول جائے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ فِی الْيَوْمِ اَكْثَرَ مِنْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً. (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۲۲۱۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رب کی قسم میں ایک دن میں ستر بار سے زیادہ رب سے مغفرت مانگتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں ا۔ (بخاری)

(۲۲۱۳) ا۔ توبہ و استغفار روزے نماز کی طرح عبادت بھی ہے' اسی لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اس پر عامل تھے یا یہ عمل ہم گنہگاروں کی تعلیم کے لئے ہے ورنہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں گناہ آپ کے قریب بھی نہیں آتا۔ صوفیاء فرماتے

marfat.com

ہیں کہ ہم لوگ گناہ کرکے توبہ کرتے ہیں اور وہ حضرات عبادت کر کے توبہ کرتے ہیں **شعر:۔**

☆ زاہداں از گناہ توبہ کنند ☆ عارفاں از عبادت استغفار ☆

سیدنا علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کے لئے دنیا میں دو امانیں ہیں' ایک نے پردہ فرمالیا اور دوسری قیامت تک ہمارے پاس ہے یعنی نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور استغفار۔

وَعَنِ الْاَغَرِّ الْمُزَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِيْ وَاِنِّيْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۲۱۴) روایت ہے حضرت اغر مزنی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے دل پر پردہ آ تا رہتا ہے حالانکہ میں دن میں سو بار استغفار پڑھتا ہوں ا۔(مسلم)

(۲۲۱۴) ا۔ یغان غین سے بنا' بمعنی پردہ' اسی لئے سفید بادل کو غین کہا جاتا ہے' اس پردے کے متعلق شارحین نے بہت خامہ فرسائی کی ہے بعض کے نزدیک اس سے مراد حضور کی دنیا میں مشغولیت ہے بعض نے فرمایا کہ اس سے سونا مراد ہے بعض کے خیال میں اس سے مراد اجتہادی خطائیں ہیں' مگر حق یہ ہے کہ یہاں غین سے مراد اپنی امت کے گناہوں کو دیکھ کر غم فرمانا ہے' اور استغفار سے مراد ان گنہگاروں کے لئے استغفار کرنا ہے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم تاقیامت اپنی امت کے سارے حالات پر مطلع ہیں' ان گناہوں کو دیکھتے ہیں' دل کو صدمہ ہوتا ہے' اس صدمہ کے جوش میں انہیں دعائیں دیتے ہیں' (لمعات' مرقات' اشعہ وغیرہ) اس کی تائید قرآن کی اس آیت سے ہوتی ہے عزیز علیہ ما عنتم اے مسلمانو تمہاری تکلیفیں ان پر گراں ہیں **شعر:۔**

☆ آنچہ تو کردی کے باخود نہ کرد ☆ روح پاک مصطفیٰ آمد بدرد ☆

☆ بدنصیبیں تم ان کی خاطر ☆ رات بھر روؤ کراہو ☆

☆ بدکریں ھر دم برائی ☆ تم کہو ان کا بھلا ہو ☆

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَآ اَيُّهَا النَّاسُ تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ فَاِنِّيْ اَتُوْبُ اِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ . (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۲۱۵) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اے لوگو اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو ا۔ دیکھو میں دن میں سو بار توبہ کرتا ہوں ۲۔(مسلم)

(۲۲۱۵) ا۔ ظاہر یہ ہے کہ لوگوں سے مراد مسلمان ہیں' رب تعالیٰ فرماتا ہے توبوا الی اللہ جمیعا ایہ المومنون اور ہو سکتا ہے کہ سارے انسانوں سے خطاب ہو یعنی اے کافرو کفر سے توبہ کرو' اے گنہگارو گناہوں سے باز آجاؤ' اے نیک کارو اپنی نیکی کو کم جانو اور توبہ کرو' معلوم ہوا کہ ہر شخص توبہ کا حاجت مند ہے۔ ۲۔ جو پہلے عرض کیا گیا تھا اس کی تائید اس جملے سے ہو گئی' یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ہماری تعلیم کے لئے توبہ کرتے تھے' مطلب یہ ہے کہ جب ہم معصوم ہو کر روزانہ سو بار توبہ کرتے ہیں تو تم کو چاہیے کہ تم ہزاروں بار توبہ کیا کرو۔

وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا يَرْوِيْ عَنِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَنَّهٗ قَالَ يَا عِبَادِيْ اِنِّيْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰى

(۲۲۱۶) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان روایتوں میں جو حضور اپنے رب تبارک و تعالیٰ سے روایت فرماتے ہیں کہ رب نے فرمایا' اے

marfat.com

نَفْسِي وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوا يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلَّا مَنْ هَدَيْتُهُ فَاسْتَهْدُونِي أَهْدِكُمْ يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ جَائِعٌ إِلَّا مَنْ أَطْعَمْتُهُ فَاسْتَطْعِمُونِي أُطْعِمْكُمْ يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ عَارٍ إِلَّا مَنْ كَسَوْتُهُ فَاسْتَكْسُونِي أَكْسُكُمْ يَا عِبَادِي إِنَّكُمْ تُخْطِئُونَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَأَنَا أَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا فَاسْتَغْفِرُونِي أَغْفِرْ لَكُمْ يَا عِبَادِي إِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوا ضَرِّي فَتَضُرُّونِي وَلَنْ تَبْلُغُوا نَفْعِي فَتَنْفَعُونِي يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلَى أَتْقَى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَا زَادَ ذٰلِكَ فِي مُلْكِي شَيْئًا يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلَى أَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُلْكِي شَيْئًا يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ قَامُوا فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلُونِي فَأَعْطَيْتُ كُلَّ إِنْسَانٍ مَسْأَلَتَهُ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِمَّا عِنْدِي إِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ إِذَا أُدْخِلَ الْبَحْرَ يَا عِبَادِي إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أُحْصِيهَا عَلَيْكُمْ ثُمَّ أُوَفِّيكُمْ إِيَّاهَا فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

میرے بندوں میں نے ظلم کو اپنے نفس پر حرام فرمالیا ہے ا۔ اور تمہارے آپس میں بھی ظلم کو حرام فرمادیا ۲۔ لہٰذا ظلم نہ کرو اے میرے بندو تم سب گمراہ ہو بجز اس کے جسے میں ہدایت دے دوں لہٰذا مجھ سے ہدایت مانگو ہدایت دوں گا ۳۔ اے میرے بندو تم سب بھوکے ہو' بجز اس کے جسے میں روزی دوں لہٰذا مجھ سے کھانا مانگو تمہیں دوں گا اے میرے بندو تم سب ننگے ہو بجز اس کے جسے میں پہناؤں لہٰذا مجھ سے لباس مانگو میں دوں گا اے میرا بندو تم دن رات کے خطا کار ہو اور میں سارے گناہ بخشتا رہتا ہوں۔ مجھ سے مغفرت مانگو میں تمہیں بخش دوں گا ۵۔ اے میرے بندو تم میرے نقصان کو نہیں پہنچ سکتے کہ مجھے نقصان پہنچادو اور نہ میرے نفع تک تمہاری رسائی ہے کہ مجھے نفع دو ۶۔ اے میرے بندو اگر تمہارے اگلے پچھلے انسان و جن اپنے کسی بڑے پرہیزگار کے دل پر متفق ہو جائیں ۷۔ تو تمہارا یہ متفقہ تقویٰ میرے ملک میں کچھ بڑھائے گا نہیں ۸۔ اے میرے بندو اگر تمہارے اگلے پچھلے انسان و جن اپنے میں سے کسی بڑے بدکار کے دل پر متفق ہو جائیں تو تمہاری یہ متفقہ بدکاری میرے ملک میں کچھ کمی نہ کردے گی ۹۔ اے میرے بندو اگر تمہارے اگلے پچھلے انسان و جن ایک میدان میں کھڑے ہو کر مجھ سے بھیک مانگیں پھر میں ہر انسان کا سوال پورا کردوں تو یہ میرے خزانوں کے مقابلہ ایسا حقیر ہوگا جیسے سوئی کی تری جب وہ دریا میں ڈبوئی جائے ۱۰۔ اے میرے بندو میں تمہارے اعمال شمار میں رکھ رہا ہوں پھر ان کا بدلہ تمہیں پورا پورا دوں گا ۱۱۔ جو نیکی پائے تو وہ اللہ کی حمد کرے اور جو اس کے علاوہ پائے وہ صرف اپنے کو ہی ملامت کرے ۱۲۔ (مسلم)

(۲۲۱۶) ا۔ یہاں حرمت سے مراد شرعی حرمت نہیں' کیونکہ حق تعالیٰ پر نہ کوئی حاکم ہے اور نہ اس پر شرعی احکام جاری ہیں بلکہ اس سے مراد ہے برتر ہونا' منزہ ہونا' پاک ہونا' رب تعالیٰ کے لئے کوئی شے' ظلم ہو سکتی ہی نہیں کیونکہ ظلم کے معنی ہیں دوسرے کی ملک میں زیادتی کرنا' یا کسی چیز کو بے محل استعمال کرنا ان دونوں سے پروردگار پاک ہے' کیونکہ ہر چیز اس کی ملک ہے اور جس کے

marfat.com

استعمال کے لئے جو جگہ مقرر فرمادے وہی اس کا صحیح مصرف ہے اس کے افعال یا عدل ہیں یا فضل' اس کے معنی یہ ہیں کہ میں ظلم سے منزہ اور پاک ہوں' میرا کوئی کام ظلم نہیں ہو سکتا' بعض نے فرمایا کہ یہاں ظلم سے مراد بے قصور کو سزا دینا ہے واللہ اعلم۔ ۲۔ لہٰذا تم کسی پر جانی' مالی یا آبروریزی کا ظلم نہ کرو' یہ تمام جرموں سے بڑا جرم ہے کہ یہ حق العباد ہے توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتا۔ ۳۔ تو ہم نیکی کریں' ہم ببول کا درخت ہیں' ہمارے پاس سواء گناہوں کے کانٹوں کے اور کیا ہے' ہماری صفت ہے انہ کان ظلوما جھولا لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ بچہ فطرت یعنی توحید پر پیدا ہوتا ہے کہ وہاں دنیا میں آنے کا ذکر ہے اور یہاں ہماری اصل پیدائش کا' خیال رہے کہ حضرات انبیاء و اولیاء بھی رب تعالیٰ ہی کی ہدایت سے ہدایت یافتہ ہیں مگر وہ ہمارے لئے ہدایت کا مرکز ہیں کہ ہم ان سے ہی ہدایت لے سکتے ہیں جیسے سورج کو نور رب تعالیٰ دیا ہے' مگر چاند تارے اور زمین اس سے ہی نور لیتے ہیں' رب تعالیٰ فرماتا ہے انک لتھدی الی صراط مستقیم ۴۔ یعنی تم روحانی و جسمانی غذاؤں میں میرے محتاج ہو اسی طرح قلب قالب' روح کے لباس میں میرے حاجت مند ہو' غذا کا ہر حیوان حاجت مند ہے اور لباس کا صرف انسان' خیال رہے کہ تمام انبیاء اولیاء اور بادشاہ رب تعالیٰ کے حاجت مند ہیں' رب تعالیٰ فرماتا ہے واللہ الغنی وانتم الفقراء مگر اس کے محبوب بندے مخلوق کے حاجت روا ہیں باذن پروردگار رب تعالیٰ فرماتا ہے اغنٰھم اللہ ورسولہ من فضلہ بادل بھی رب کا محتاج اور زمین بھی' مگر بادل زمین کا محتاج الیہ ہے کہ ہر وقت زمین کو بادل کی ضرورت ہے۔ ۵۔ خطا کے معنی ہیں غلط راستہ پر چلنا بھول کر ہو یا جان بوجھ کر لہٰذا اس میں خطائیں' بھول چوک' عمداً" گناہ سب داخل ہیں علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ یہاں روئے سخن عام بندوں سے ہے' معصومین حضرات جیسے فرشتے' انبیاء اس حکم سے خارج ہیں کہ اگرچہ بعض انبیاء سے خطائیں سرزد ہوئیں مگر عمر بھر میں ایک دو نہ کہ دن رات اور ہر وقت نیز ان کی وہ خطائیں بھی ان کی شان کے لائق ہیں ہماری عبادتوں سے افضل ہیں' سارے عالم کا ظہور حضرت آدم کی ایک خطا کی برکت سے ہے' لہٰذا اس سے عصمت انبیاء پر اعتراض نہیں ہو سکتا ۶۔ اس کی شرح اگلے جملے سے ہو رہی ہے کہ تمہاری عبادتوں سے میرا نفع نہیں اور تمہارے گناہوں سے میرا نقصان نہیں' بلکہ ان میں نفع نقصان خود تمہارا ہے۔ ۷۔ یعنی دنیا کے کسی بڑے پرہیزگار کو لے لو پھر سوچو کہ اگر تمام جہان کا دل اس پرہیزگار کا سا ہو جائے اور ساری دنیا اس نیک و صالح کی طرح نیکیاں ہمیشہ کیا کرے' اس ترجمہ سے یہ جملہ بالکل واضح ہو گیا' اس پر کوئی اعتراض نہ رہا ۸۔ لہٰذا کوئی شخص یہ سمجھ کر عبادت نہ کرے کہ میری عبادت سے رب تعالیٰ کے خزانے بڑھ جائیں گے بلکہ اس کا احسان مانے کہ اس نے اپنے آستانہ پر بلالیا ۹۔ اس کا مطلب بھی وہ ہی ہے جو پہلے جملہ میں عرض کیا گیا کہ دنیا کے بادشاہوں کا رعایا کے بگڑ جانے سے نقصان ہوتا ہے' آمدنی میں کمی ہو جاتی ہے خزانہ خالی رہ جاتا ہے مگر رب تعالیٰ وہ بے نیاز ہے کہ ساری خلق کی بدکاری سے اس کا کوئی نقصان نہیں' خیال رہے کہ یہ مضمون ایسا ہی ہے جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر رب تعالیٰ کے اولاد ہوتی' تو پہلے میں ہی اسے پوجتا' نہ رب تعالیٰ کے اولاد ممکن ہے نہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا اسے پوجنا ممکن ایسے ہی تمام بندوں کا گنہگار ہو جانا غیر ممکن ہے فرشتے انبیاء معصومین اور اولیاء محفوظین بفضلہ تعالیٰ گناہ کرتے ہی نہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے ان عبادی لیس لک علیھم بسلطن غرضیکہ اس جملے سے عصمت انبیاء کے خلاف دلیل نہیں پکڑی جاسکتی ۱۰۔ اس جملے کا یہی ترجمہ درست ہے' اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ میری یہ عطا میرے خزانوں کو سوئی کی تری کی بقدر کم کردیں گے' وہاں کمی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' سورج ہزارہا سال سے دنیا کو روشنی دے رہا ہے' مگر اس کی روشنی میں مطلقاً کمی نہ ہوئی' جب رب تعالیٰ کی تجلیوں کا یہ حال ہے' تو اس کے خزانوں کا کیا حال ہو گا' اور یہ نسبت بھی فقط

marfat.com

سمجھانے کے لئے ہے' ورنہ رب تعالٰی کے خزانے غیر محدود ہیں' اور اس کی عطائیں محدود' کیونکہ لینے والے محدود' اور محدود کی غیر محدود سے نسبت کیسی؟ ١١۔ اس طرح کہ نیک کار کی جزاء میں کمی نہ کروں گا' اور بدکار کی سزا میں زیادتی نہ کروں گا اس کا مطلب یہ نہیں کہ نیک کار کو زیادہ نہ دوں اور گنہگار کو معاف نہ کروں' یہاں عدل کا ذکر ہے' عدل فضل کے خلاف نہیں' لہٰذا حدیث واضح ہے' نہ آیات قرآنی کے خلاف ہے' اور نہ دیگر احادیث کے مخالف ١٢۔ خلاصہ یہ ہے کہ بندہ نیکیوں کو رب تعالٰی کی توفیق سے سمجھے اور گناہوں کو اپنی شامت نفس سے جانے' بلکہ ہر نقص کو اپنی طرف منسوب کرے' اور کمال کو رب تعالٰی کی طرف ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا واذا مرضت فھو یشفین بیمار میں ہوتا ہوں' شفاء وہ دیتا ہے' ورنہ ہر خیر و شر کا خالق و مالک رب تعالٰی ہی ہے لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالٰی

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ فِیْ بَنِیْۤ اِسْرَآئِیْلَ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَۃً وَّتِسْعِیْنَ اِنْسَانًا ثُمَّ خَرَجَ یَسْاَلُ فَاَتٰی رَاهِبًا فَسَاَلَهٗ فَقَالَ اَلَهٗ تَوْبَةٌ قَالَ لَا فَقَتَلَهٗ وَجَعَلَ یَسْاَلُ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ اِئْتِ قَرْیَةَ کَذَا وَکَذَا فَاَدْرَکَهُ الْمَوْتُ فَنَاءَ بِصَدْرِهٖ نَحْوَهَا فَاخْتَصَمَتْ فِیْهِ مَلٰٓئِکَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلٰٓئِکَةُ الْعَذَابِ فَاَوْحَی اللّٰہُ اِلٰی هٰذِهٖۤ اَنْ تَقَرَّبِیْ وَاِلٰی هٰذِهٖۤ اَنْ تَبَاعَدِیْ فَقَالَ قِیْسُوْا مَا بَیْنَهُمَا فَوُجِدَ اِلٰی هٰذِهٖۤ اَقْرَبَ بِشِبْرٍ فَغُفِرَ لَهٗ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(٢٢١٧) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے آدمی مار ڈالے تھے ١۔ پھر مسئلہ پوچھنے نکلا تو ایک پادری کے پاس پہنچا ٢۔ اس سے پوچھا کہ کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے وہ بولا نہیں ٣۔ اس نے اسے بھی مار دیا ٤۔ اور مسئلہ پوچھتا پھرا اسے کسی نے بتایا کہ فلاں بستی میں جا ٥۔ اسی حال میں اسے موت آگئی تو اس نے اپنا سینہ اس بستی کی طرف کر دیا ٦۔ اس کے متعلق رحمت و عذاب کے فرشتوں نے جھگڑا کیا ٧۔ رب نے اس بستی کی طرف حکم بھیجا کہ قریب آجا اور اس بستی کی طرف کہ دور ہو جا پھر فرمایا ان دونوں بستیوں کے درمیان ناپو پھر وہ اس بستی کی طرف ایک بالشت قریب پایا گیا چنانچہ اس کی مغفرت کر دی گئی ٨۔ (مسلم بخاری)

(٢٢١٧) ١۔ ظلماً' ڈکیتی سے یا کسی اور طرح ٢۔ یعنی جب اس کی موت قریب آئی' تو رحمت خداوندی نے دستگیری کی' اپنے کئے پر پشیمان ہوا' اور اس گناہوں کے شہر سے نکل کھڑا ہوا' مسئلہ پوچھنے عالم وقت کے پاس گیا راھب رھب سے بنا' بمعنی خوف اصطلاح میں راہب وہ پادری جوگی کہلاتے تھے' جو خوف خدا میں تارک الدنیا ہو جاتے تھے۔ گوشہ میں بیٹھ کر اللہ اللہ ہی کرتے تھے ان میں سے اکثر عالم بھی ہوتے تھے' یہود و نصاریٰ کے ہاں ترک دنیا بہترین عبادت تھی' ہمارے اسلام میں ممنوع ہے ٣۔ یا تو وہ راہب توبہ کے مسئلے سے جاہل تھا۔ اور یا اس کا مطلب یہ تھا کہ قتل حق العباد ہے' مقتول کے ورثاء سے اس میں معافی مانگنا ضروری ہے' اتنے بہت سے مقتولوں کے وارثوں کے پاس یہ کیسے پہنچے گا اور انہیں کیسے راضی کرے گا' بہرحال اس راہب نے مسئلہ غلط بتایا ٤۔ بخشش سے مایوسی کی وجہ سے وہ گناہ پر دلیر ہو گیا' مایوس بلی کتے پر حملہ کر دیتی ہے' اسی لئے اسلام نے بڑے سے بڑے مجرم کو بھی بخشش سے مایوس نہ کیا پھانسی والے ملزم کو تمام قیدیوں سے الگ کال کوٹھڑی میں رکھتے ہیں' کیونکہ وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو کر اور

marfat.com

دو چار کو قتل نہ کر دے' آریوں کے ہاں توبہ کوئی چیز نہیں ان کے مذہب نے گناہ پر دلیر کیا ہے۔ ۵۔ پہلا کذا نام بتانے کے لئے ہے اور دوسرا کذا بیان اوصاف کے لئے یعنی فلاں نام کی بستی جو فلاں طرف ہے جس میں اللہ کے بہت نیک بندے رہتے ہیں تو وہاں جا اور فلاں سے مسئلہ پوچھ ۔ ۶۔ یعنی اس طرح گر کر مرا کہ اس کا چہرہ اور سینہ تو اس عالم کی بستی کی طرف تھا' جہاں جا رہا تھا اور پیٹھ اس گناہوں کی بستی کی طرف جہاں سے آ رہا تھا اللہ تعالٰی کو اس کی یہ ادا پسند آ گئی' اس سے معلوم ہوا کہ مسئلہ پوچھنے کے لئے عالموں کے پاس جانا عبادت ہے' نیز عالم کے شہر کی تعظیم اور اس طرف منہ کر کے سونا یا مرنا بھی رب تعالٰی کی پسند ہے' سنت یہ ہے کہ مومن کعبہ کو منہ اور سینہ کر کے سوئے' میت کو کعبہ کے رخ دفن کرو' بعض عشاق مدینہ منورہ یا بغداد شریف کی طرف منہ کر کے دعائیں مانگتے ہیں' نماز غوثیہ میں بعد نماز گیارہ قدم بغداد شریف کی طرف منہ کر کے چلتے ہیں اور ادھر ہی منہ کر کے دعا مانگتے ہیں' ان سب کی اصل یہ حدیث ہے' دیکھو اس شہر میں کعبہ یا بیت المقدس نہ تھا۔ صرف ایک عالم کی بستی تھی جس کے ادب کی برکت سے بخشا گیا رب تعالٰی نے توبہ کرنے والے بنی اسرائیل سے فرمایا تھا ادخلو الباب سجدا وقولو حطة اس نبیوں کے شہر میں سجدہ کرتے جاؤ اور وہاں ہم سے معافی مانگو۔ ۷۔ یعنی یہ شخص بالکل بیچ میں تھا کہ اسے موت آ گئی' اس کی روح لینے کے لئے رحمت کے فرشتے بھی آ گئے اور عذاب کے بھی' عذاب والے فرشتے کہتے تھے کہ یہ ہمارا ہے' بڑے گناہ کر کے آیا تھا' رحمت والے فرشتے کہتے تھے' کہ یہ ہمارا ہے توبہ کرنے جا رہا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کے لئے رب تعالٰی کی طرف سے قانون مقرر کر دیا گیا ہے' کس قسم کی میت کو عذاب کے فرشتے لیں اور کس کو رحمت کے وہ اسی قانون کے تحت ہر میت تک پہنچ جاتے ہیں' لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ فرشتے تو خدا کے حکم سے آتے ہیں' یہاں رب تعالٰی نے دونوں قسم کے فرشتے بھیجے ہی کیوں' لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں وما نتنزل الا بامر ربک کیونکہ وہاں امر سے مراد کلی امر ہے جیسے رب تعالٰی نے ہم کو نمازوں وغیرہ کا کلی امر دے رکھا ہے ۸۔ یعنی اس کی موت بالکل درمیان میں واقع ہوئی تھی' رب تعالٰی نے ارادہ توبہ کی وجہ سے اس کا اتنا احترام فرمایا کہ اس کی لاش کو اس بستی کی طرف نہ سرکایا بلکہ دونوں بستیوں کو حرکت دی کہ اس کو پیچھے ہٹایا اس کو آگے بڑھایا' خیال رہے کہ رب تعالٰی جب بندے سے راضی ہو جائے' تو اپنے حقوق تو خود معاف کر دیتا ہے اور بندوں کے حقوق حق والوں سے معاف کرا دیتا ہے' اس موقعہ پر بھی رب تعالٰی نے مقتولوں کو کچھ دے کر معاف کرا دیا لہذا حدیث پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ ظلماً" قتل حق العباد تھے بغیر بندوں کے معاف کئے' اس کی بخشش کیسے ہو گئی' اور نہ یہ کہ دو بستیوں کو کیوں ہٹایا' لاش کو ہی کیوں نہ سرکا دیا۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا لَذَهَبَ اللّٰهُ بِكُمْ وَلَجَآءَ بِقَوْمٍ يُّذْنِبُوْنَ فَيَسْتَغْفِرُوْنَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۲۱۸) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تمہیں لے جائے اور ایسی قوم لائے جو گناہ کریں پھر معافی مانگیں تو اللہ انہیں بخشے ۱۔ (مسلم)

(۲۲۱۸) اس حدیث کا مقصد لوگوں کو گناہ پر دلیر کرنا نہیں بلکہ توبہ کی طرف مائل کرنا ہے یعنی اے انسانو اگر تم بھی فرشتوں کی طرح سارے ہی معصوم بے گناہ ہوتے' تو کوئی قوم ایسی پیدا کی جاتی جو غلطی و خطاء سے گناہ کر لیا کرتی پھر توبہ کرتی' اے رب تعالٰی معاف کرنا کیونکہ خلقت رب تعالٰی کی صفات کا مظہر ہے اور جیسے رب کی صفت رزاق ہے ایسے ہی اس کی صفت غفار بھی ہے' رزاقیت کا ظہور رزق و مرزوق سے ہوتا ہے غفاریت کی جلوہ گری گناہ اور گناہگار سے ہوتی ہے' جو یہ حدیث دیکھ کر گناہ پر دلیر ہو اور

marfat.com

پھر گناہ کرے تو کافر ہوا‘ اور یہاں ذکر گناہ کا ہے نہ کہ کفر کا‘ خلاصہ یہ ہے کہ اے گنہگار رب کی رحمت سے مایوس نہ ہو بلکہ توبہ کر لے‘ وہ غفور رحیم ہے تجھ سے گناہ کا صدور تقاضائے حکمت الٰہی ہے تم سے کوئی گناہ نہ ہو یہ ناممکن ہے یہاں سے جانے سے مراد ہلاک کرنا نہیں ہے بلکہ انہیں آسمانوں پر پہنچادینا‘ فرشتوں کے ساتھ رکھنا اور زمین پر دوسری قوم قابل گناہ کو بسانا مراد ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ یَبْسُطُ یَدَہٗ بِاللَّیْلِ لِیَتُوْبَ مُسِیْٓءُ النَّہَارِ وَیَبْسُطُ یَدَہٗ بِالنَّہَارِ لِیَتُوْبَ مُسِیْٓءُ اللَّیْلِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِہَا۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۲۲۱۹) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ اپنا دست کرم رات کو پھیلاتا ہے تا کہ دن کا گنہگار توبہ کرلے اور دن کو پھیلاتا ہے کہ رات کا گنہگار توبہ کرلے ۱؎ یہ کرم نوزی اس وقت تک ہوگی جب کہ سورج پچھم سے نکلے ۲؎ (مسلم)

(۲۲۱۹) ۱؎ ہاتھ پھیلانے سے مراد عفو و کرم کا وسیع کردینا‘ پھیلادینا ہے‘ مقصد یہ ہے کہ رب کا کرم بہت وسیع ہے گنہگار کو ہر وقت کرم میں لینے کو تیار ہے کوئی آنے والا ہو‘ ۲؎ اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے یوم یاتی بعض ایات ربک لا ینفع نفسا ایمانها الخ مرقاۃ نے یہاں فرمایا کہ اس وقت سے ان لوگوں کی توبہ قبول نہ ہوگی جو سورج کو پچھم سے نکلتے دیکھیں گے لیکن جو لوگ اس واقعہ کے بعد پیدا ہوں ان کی توبہ کفر بھی قبول ہوگی اور توبہ گناہ بھی‘ کہ انہوں نے یہ علامات قیامت دیکھی ہی نہیں‘ حضرت استاذ و مرشد صدر الافاضل مراد آبادی قدس سرہ فرماتے تھے کہ اس وقت کے بعد انسان کی پیدائش ہی بند ہوجائے گی‘ غرضیکہ آیت و حدیث میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو پہلے گناہ کرتے رہے توبہ نہ کی‘ یہ علامت دیکھ کر توبہ کرنے لگے‘ ان کی توبہ قبول نہیں کہ غیب کھل جانے کے بعد توبہ کیسی۔

وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اعْتَرَفَ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰہُ عَلَیْہِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۲۲۲۰) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بندہ جب اقرار گناہ کرلیتا ہے پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے ۱؎ (مسلم بخاری)

(۲۲۲۰) ۱؎ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبول توبہ کی دو شرطیں ہیں‘ ایک اپنے گناہ کا اقرار‘ دوسرے توبہ یعنی آئندہ نہ کرنے کا عہد اور کئے ہوئے گناہ کے بدلہ کی کوشش‘ اعتراف اور توبہ میں یہ فرق ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَابَ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِہَا تَابَ اللّٰہُ عَلَیْہِ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۲۲۲۱) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو سورج کے مغرب کے نکلنے سے پہلے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا ۱؎ (مسلم)

(۲۲۲۱) ۱؎ شاید یہاں توبہ سے مراد کفر سے توبہ ہے یعنی آفتاب کے پچھم سے نکلنے پر سارے کفار ایمان قبول کریں گے مگر اس وقت کا ایمان قبول نہ ہوگا‘ کیونکہ ایمان بالغیب نہ رہا گناہوں سے توبہ اس وقت بھی قبول ہوگی‘ جیسے غرغرہ کی حالت میں کفر سے توبہ قبول نہیں گناہوں سے توبہ قبول ہے‘ بعض کے ہاں حدیث اپنے اطلاق پر ہے کہ اس وقت نہ کفر سے توبہ قبول ہے نہ گناہوں سے وہ فرماتے ہیں کہ اس وقت کا ایمان قبول نہ ہونا تو قرآن کریم سے ثابت ہے‘ اور توبہ قبول نہ ہونا حدیث سے ثابت‘ دونوں برحق

marfat.com

ہیں واللہ ورسولہ اعلم (لعات و مرقات)

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ حِيْنَ يَتُوْبُ اِلَيْهِ مِنْ اَحَدِكُمْ كَانَ رَاحِلَتُهٗ بِاَرْضٍ فَلَاةٍ فَانْفَلَتَتْ مِنْهُ وَعَلَيْهَا طَعَامُهٗ وَشَرَابُهٗ فَاَيِسَ مِنْهَا فَاَتٰى شَجَرَةً فَاضْطَجَعَ فِيْ ظِلِّهَا قَدْ اَيِسَ مِنْ رَاحِلَتِهٖ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ هُوَ بِهَا قَائِمَةً عِنْدَهٗ فَاَخَذَ بِخِطَامِهَا ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَبْدِيْ وَاَنَا رَبُّكَ اَخْطَاَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۲۲۲) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بندہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ سے اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے ا۔ جس کی سواری پٹپر زمین میں ہو وہ سواری بھاگ جائے اس پر اس کا کھانا پانی ہو یہ اس سواری سے مایوس ہو کر کسی درخت تک پہنچے اپنی سواری سے مایوس ہو کر درخت کے سایہ میں لیٹ رہے وہ اس حال میں ہو کہ ناگاہ اس کی سواری اس کے پاس آ کھڑی ہو وہ اس کی مہار پکڑے ۲۔ پھر انتہائی خوشی میں یوں کہہ بیٹھے الٰہی تو میرا بندہ اور میں تیرا رب بہت خوشی سے بندہ خطا کر گیا ۳۔ (مسلم)

(۲۲۲۲) ا۔ ایسے مقامات پر خوشی سے مراد رضاء ہوتی ہے' کیونکہ اصطلاحی فرحت و خوشی سے رب تعالیٰ پاک ہے' خیال رہے کہ رضاء اور ہے امر اور' مگر ارادہ کچھ اور اللہ تعالیٰ ہر بندے کے ایمان و شکر سے راضی ہے' فرماتا ہے ان تشکروا یرضہ لکم اور ہر شخص کو اس نے ایمان کا حکم بھی دیا ہے' کہ فرمایا امنوا باللہ ورسولہ لیکن ہر شخص کے ایمان کا ارادہ نہیں کیا' ورنہ دنیا میں کوئی کافر نہ ہوتا' بعض کے کفر کا ارادہ کیا ہے اور بعض کے ایمان کا' ان ارادوں میں صدہا حکمتیں ہیں جو علم کلام میں مذکور ہیں' دیکھو ذبح اسمٰعیل (علیہ الصلوۃ والسلام) کا حکم تھا ارادہ نہ تھا' یہاں اس کی رضاء کا ذکر ہے نہ کہ ارادے کا ۲۔ یعنی جیسے اس شخص کو یاس کے بعد آس سے انتہائی خوشی ہوتی ہے جو بیان میں نہیں آسکتی' کیونکہ اس بندے کو یاس بھی (ناامیدی) جان سے ہو چکی تھی' ایسے ہی رب تعالیٰ کی یہ رضا ہم بیان نہیں کر سکتے' یہ تشبیہ مرکب ہے جس میں پورے واقعہ کو پورے واقعہ سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ نہ کہ ہر حال کو ہر حال سے' لہٰذا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ رب تعالیٰ مایوس بھی ہوا ہو' اور بعد میں اس کی آس بندھی ہو' مقصد یہ ہے کہ رب تعالیٰ ہم پر خود ہم سے زیادہ مہربان ہے جتنی خوشی ہم کو اپنی جان بچنے سے ہوتی ہے' اس سے زیادہ خوشی اللہ تعالیٰ کو بندے کے ایمان بچنے سے ہوتی ہے ۳۔ یہ کلام بھی انتہائی خوشی بیان فرمانے کے لئے ہے نہ کہ تشبیہ کے لئے' کیونکہ رب تعالیٰ غلطیوں اور خطا سے پاک ہے' یعنی بندہ کی خوشی سے مت کٹ گئی' وہ کہنا چاہتا تھا یا رب میں تیرا بندہ' تو میرا رب لیکن الٹا کہہ گیا' اس سے معلوم ہوا کہ خطاء منہ سے کفر نکل جانے پر بندہ کافر نہیں ہوتا نہ اس سے اس خطا کار کی بیوی نکاح سے خارج ہو' کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پر حکم کفر نہ فرمایا' مگر یہ جب ہے جبکہ بندے کو اس خطا پر اطلاع نہ ہو اطلاع ہونے پر فوراً توبہ کرے' طلاق کا یہ حکم نہیں' لہٰذا اس حدیث سے وہ حضرات دلیل نہیں پکڑ سکتے' جو کلمہ یوں پڑھ لیتے ہیں لا الہ الا اللہ اشرفعلی رسول اللہ اور پھر بے اختیار زبان کا بہانہ کر دیتے ہیں۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

(۲۲۲۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا

marfat.com

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ عَبْدًا اَذْنَبَ ذَنْبًا فَقَالَ رَبِّ اَذْنَبْتُ فَاغْفِرْہُ فَقَالَ رَبُّہٗ اَعَلِمَ عَبْدِیْ اَنَّ لَہٗ رَبًّا یَغْفِرُ الذَّنْبَ وَیَاْخُذُ بِہٖ غَفَرْتُ لِعَبْدِیْ ثُمَّ مَکَثَ مَا شَآءَ اللّٰہُ ثُمَّ اَذْنَبَ ذَنْبًا فَقَالَ رَبِّ اَذْنَبْتُ ذَنْبًا فَاغْفِرْہُ فَقَالَ اَعَلِمَ عَبْدِیْ اَنَّ لَہٗ رَبًّا یَغْفِرُ الذَّنْبَ وَیَاْخُذُ بِہٖ غَفَرْتُ لِعَبْدِیْ ثُمَّ مَکَثَ مَا شَآءَ اللّٰہُ ثُمَّ اَذْنَبَ ذَنْبًا قَالَ رَبِّ اَذْنَبْتُ ذَنْبًا اٰخَرَ فَاغْفِرْہُ لِیْ فَقَالَ اَعَلِمَ عَبْدِیْ اَنَّ لَہٗ رَبًّا یَغْفِرُ الذَّنْبَ وَیَاْخُذُ بِہٖ غَفَرْتُ لِعَبْدِیْ فَلْیَفْعَلْ مَا شَآءَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بندہ جب کوئی گناہ کرلیتا ہے پھر کہتا ہے مولیٰ میں نے گناہ کرلیا مجھے معافی دیدے ا۔ رب فرماتا ہے کہ کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ معاف بھی کرتا ہے اور اس پر پکڑ بھی لیتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا ۲۔ پھر جتنا رب چاہے بندہ ٹھہرا رہتا ہے پھر کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے کہتا ہے یا رب میں نے گناہ کرلیا بخش دے ۳۔ رب فرماتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور اس پر پکڑ بھی لیتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا پھر بندہ ٹھہرا رہتا ہے جتنا رب چاہے پھر گناہ کر بیٹھتا ہے عرض کرتا ہے یا رب میں نے گناہ کرلیا مجھے معافی دے تو رب فرماتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور پکڑ بھی لیتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا جو چاہے کرے ۴۔ (مسلم بخاری)

(۲۲۲۳) ا۔ یعنی زبان سے بھی کہتا ہے اور عمل سے بھی کہ گزشتہ پر نادم ہوتا ہے اور آئندہ کے لئے بچنے کا عہد کرتا ہے اور بقدر طاقت گزشتہ گناہ کا کفارہ بھی ادا کردیتا ہے لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ لوگوں کے مال مار کر فقط کہ دو معافی ہوگئی ۲۔ یہ کلام فرشتوں سے ہوتا ہے اظہار کرم کے لئے مقصد یہ ہے کہ چونکہ بندے نے اپنے کو گنہگار اور مجھے غفار سمجھا میرے دروازے پر معافی مانگتا ہوا آیا میں نے اسے معاف کردیا ۳۔ یعنی توبہ کے وقت تو اس کا ارادہ یہی تھا کہ کبھی گناہ نہ کروں گا پھر کر بیٹھا لہٰذا حدیث قرآن کریم کی اس آیت کے خلاف نہیں ولم یصروا علیٰ ما فعلوا گناہ پر اصرار اور ہے اور بار بار گناہ ہو جانا اور توبہ کرتے رہنا کچھ اور ۴۔ یعنی گناہ کرنے کا عادی اور میں بخشنے کا عادی جب تو گناہ سے باز نہیں آتا تو میں اپنے بخشنے کی عادت کیوں چھوڑوں تو کرتا جا میں بخشتا جاؤں یہ فرمان گناہوں کی اجازت دینے کے لئے نہیں بلکہ وسعت مغفرت کے اظہار کے لئے ہے یعنی اس طرح بندہ اگر لاکھوں بار گناہ کرے گا میں بخش دوں گا کہ ہر توبہ کے وقت آئندہ گناہ نہ کرنے کا ہی عہد ہو مگر پھر کر بیٹھے لہٰذا حدیث بالکل ظاہر ہے توبہ کے ارادے سے گناہ کرنا کفر ہے کہ چلو گناہ میں حرج ہی کیا ہے کل توبہ کرلیں گے یہ توبہ نہیں بلکہ شریعت کا مذاق اڑانا ہے اور خدائے تعالیٰ پر امن یہ دونوں باتیں کفر ہیں یا یہ مطلب ہے کہ ایسے توبہ کرنے والے کو رب تعالیٰ اپنی امن میں لے لیتا ہے کہ پھر اس سے گناہ ہوتے ہی نہیں پھر فرمایا جاتا ہے کہ جو چاہے کرے جیسے پرندے کا پر کاٹ کر اس سے کہو کہ جا اڑتا پھر۔

وَعَنْ جُنْدُبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَدَّثَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ وَاللّٰہِ لَا یَغْفِرُ اللّٰہُ لِفُلَانٍ وَاَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَالَ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَتَاَلّٰی عَلَیَّ اَنِّیْ لَا اَغْفِرُ لِفُلَانٍ فَاِنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لِفُلَانٍ وَاَحْبَطْتُ

(۲۲۲۴) روایت ہے حضرت جندب سے ا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ ایک آدمی نے کہا رب کی قسم اللہ تعالیٰ فلاں کو نہ بخشے گا ۲۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وہ کون ہے جو مجھ پر قسم کھاتا ہے کہ فلاں کو نہ بخشوں گا ۳۔ میں نے فلاں کو تو بخش دیا

marfat.com

عَمَلَكَ اَوْ كَمَا قَالَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور تیرے عمل ضبط کر لئے ۴؎ یا جیسے حضور انور نے فرمایا ۵؎ (مسلم)

(۲۲۲۴) ۱؎ جندب حضرت ابوذر غفاری کا نام بھی ہے جو مشہور صحابی ہیں، اور دوسرے صحابہ کا بھی، یہاں غالبًا دوسرے کوئی صحابی مراد ہیں، کیونکہ محدثین حضرت ابوذر کو جندب کے نام سے بیان نہیں کیا کرتے اور ہو سکتا ہے کہ ابوذر غفاری ہی مراد ہوں مرقات نے دوسری توجیہ کو ترجیح دی ۲؎ اس لئے نہ بخشے گا کہ اس نے گناہ بہت ہی بڑا کیا یا اس لئے کہ اس نے مجھ پر زیادتی کی ہے اور میں بڑا مقبول خدا ہوں، مجھ پر ظلم کرنا لائق بخشش نہیں پہلی صورت میں یہ کلام صرف غیبت ہے دوسری صورت میں غیبت بھی ہے اور اپنی شیخی بھی۔ ۳؎ یتالی تالی سے بنا۔ بمعنی قسم کھانا، اسی سے ایلاء ہے یہ دونوں شخص مصر کے باشندے تھے، پہلا فاسق تھا اور دوسرا متقی، مگر اپنے کو گنہگار جانتا تھا اور یہ عابد اپنے زہد و تقوے پر نازاں تھا (از اشعہ) اس بارگاہ بے نیاز میں کسی کو ناز کرنے کا حق ہی نہیں، وہاں نیاز دیکھا جاتا ہے۔ شعر:۔

☆ او گنہاریاں عجز وکھاون قرب حضوری پاون ☆ عملاں والیاں نازوکھاون دور نکالیاں جاون ☆

۴؎ یعنی اس شخص کی شیخی کی وجہ سے میری غیرت کا دریا جوش میں آگیا، اس فاسق کو میں نے نیک بننے کی توفیق دے دی، جس سے اس کے سارے گناہ بخشے گئے اور اس متکبر زاہد کی توفیق سلب کرلی، جس سے یہ کافر ہو کر مرا، اور اس کی تمام نیکیاں ضبط ہو گئیں، اس شرح کی بنا پر حدیث بالکل واضح ہو گئی، نہ آیات قرآنیہ کے خلاف رہی نہ دیگر احادیث کے ضبطی عمل کفر سے ہوتی ہے نہ کہ معمولی گناہ سے، مرقات نے فرمایا کہ یہاں زاہد کے عمل ضبط ہونے سے مراد اس کی اس قسم کا جھوٹا کر دینا ہے کہ فاسق کو بخش دیا، زاہد کی قسم کو جھوٹا کر دیا اس صورت میں بھی یہ حدیث مذہب اہلسنت کے خلاف نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص کسی کے انجام کے متعلق اپنی رائے سے فیصلہ نہیں کر سکتا کہ فلاں جنتی ہے فلاں دوزخی، اللہ تعالٰی انجام بخیر کرے، آمین، ہر شخص ڈرتا ہے شعر:۔

☆ پانی بھریں پنہاریاں رنگ برنگے گھڑے ☆ بھریا اس کا جانیئے جس کا توڑ چڑھے ☆

۵؎ یہ شک راوی کی طرف سے ہے یعنی الفاظ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے یہ ہی تھے یا کچھ اور، مگر مضمون یہ ہی تھا، معلوم ہوا روایت بالمعنٰی جائز ہے۔

وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدُ الْاِسْتِغْفَارِ اَنْ تَقُوْلَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَ اَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ قَالَ وَمَنْ قَالَهَا مِنَ النَّهَارِ مُوْقِنًا

(۲۲۲۵) روایت ہے حضرت شداد ابن اوس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے استغفار کا سردار یہ ہے ۱؎ کہ تم کہو الٰہی تو میرا رب ہے تیرے سواء کوئی معبود نہیں تو نے مجھے پیدا کیا میں تیرا بندہ ہوں ۲؎ اور بقدر طاقت تیرے عہد و پیمان پر قائم ہوں ۳؎ میں اپنے کئے کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں ۴؎ تیری نعمت کا جو مجھ پر ہے اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اقراری ہوں مجھے بخش دے تیرے سواء گناہ کوئی نہیں بخش سکتا ۵؎ حضور نے

marfat.com

بِهَا فَمَاتَ مِنْ يَوْمِهٖ قَبْلَ اَنْ يُّمْسِیَ فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَمَنْ قَالَهَا مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ مُوْقِنٌ بِهَا فَمَاتَ قَبْلَ اَنْ يُّصْبِحَ فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔

فرمایا کہ جو یقین قلبی کے ساتھ دن میں یہ کہہ لے پھر اسی دن شام سے پہلے مرجائے تو وہ جنتی ہو گا اور جو یقین دل کے ساتھ رات میں یہ کہہ لے پھر صبح سے پہلے مرجائے تو وہ جنتی ہو گا۷۔ (بخاری)

(۲۲۲۵) ا۔ عربی میں سید وہ ہے جس کی طرف لوگ اپنی حاجتوں میں رجوع کریں یعنی استغفار کے الفاظ بہت ہیں مگر یہ استغفار ان تمام کی جامع ہے' کیونکہ اس میں گزشتہ پر ندامت آئندہ کے لئے عہد' رب تعالٰی کے انعامات اپنی احسان فراموشی' بے وفائی سب کچھ ہی ہے ۲۔ معلوم ہوا کہ استغفار توبہ بلکہ تمام دعاؤں میں اللہ تعالٰی کی حمد' اپنی بے کسی بیان کرنا بہتر ہے پھر جیسی دعا ہو' ویسی ہی حمد چاہیے' دیکھو یہاں توبہ کرنا ہے تو پہلے اللہ کی ربوبیت اور اپنی بندگی کا اقرار کیا یعنی تو پالنے والا ہم پلنے والے پلنے والے قصور کیا ہی کرتے ہیں' پالنے والے بخشا ہی کرتے ہیں بچے کپڑے اور بستر گندے کیا ہی کرتے ہیں ماں انہیں پاک و صاف کیا ہی کرتی ہے حالانکہ وہ رب نہیں بلکہ مربی ہے ۳۔ یعنی جہاں تک مجھ سے بن پڑے گا میں وہ عہد پورا کروں گا جو میثاق کے دن تجھ سے کیا ہے یا اسلام لاتے وقت تیرے پیارے حبیب سے کیا' یا بیعت ہوتے وقت تیرے کسی ولی سے کیا' کیونکہ یہ سارے عہد تجھ سے ہی ہیں بقدر طاقت کی اس لئے قید لگائی کہ طاقت سے زیادہ کی پروردگار بھی تکلیف نہیں دیتا ۴۔ شیخ نے اشعہ میں فرمایا کہ کئے سے مراد گناہ بھی ہیں اور نیکیاں بھی گناہ کی شرط یہ ہے کہ اس سے توبہ کی توفیق نہ ملے اور نیکی کی شرط یہ ہے کہ اس پر تکبرو غرور نہ ہو جائے' خیال رہے کہ وہ گناہ جس کے بعد گریہ و زاری' عجز و نیاز و توبہ نصیب ہو' اس نیکی سے بہتر ہے جس کے بعد تکبرو غرور ہو' حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کا خطاء گندم کھالینا شیطان کے سجدوں سے افضل تھا۔ سبحان اللہ کیسی پیاری عرض و معروض ہے یعنی میں اقراری ہوں کہ کانٹے میرے پاس ہیں پھول تیرے پاس' خطائیں میری طرف سے' عطائیں تیری طرف سے' بحکم قرآن پاک ظلوم و جہول میں ہوں' غفور رحیم تو ہے' جس لائق میں تھا وہ میں نے کرلیا' جو تیری شان کے لائق ہے وہ تو کر' بدکاری میں نے کرلی' ستاری تو کر' گنہگاری میں نے کرلی غفاری تو کر' تیرے ایک چھینٹے سے ہمارا بیڑا پار ہے۔ شعر:

☆ ما ایم پر گناہ تو دریائے رحمتی ☆ آنجا کہ فضل تست چہ باشد گناہ ما ☆

۶۔ یقین کی قید لگائی تاکہ معلوم ہو کہ بندہ دعا اور توبہ کے وقت اس کے فضل کا یقین رکھے یہ سمجھے کہ مجھے رب تعالٰی نے اپنے دروازے پر بلایا ہے تو آیا ہوں اپنے آپ نہیں آیا اور کریم بھکاری کو بلا کر دیا ہی کرتے ہیں' خالی نہیں پھیرتے' جسے یہ یقین ہو گا انشاء اللہ بخشا ہی جائے گا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِيْ وَرَجَوْتَنِيْ غَفَرْتُ لَكَ عَلٰى مَا كَانَ فِيْكَ وَلَا اُبَالِيْ يَا ابْنَ اٰدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُكَ عَنَانَ السَّمَآءِ

(۲۲۲۶) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ رب تعالٰی فرماتا ہے اے ابن آدم جب تک تو مجھ سے دعا مانگے اور مجھ سے آس لگائے تو میں تجھے تیرے عیوب کے باوجود بخشتا رہوں گا ا۔ میں بے پرواہ ہوں اے

marfat.com

ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِیْ غَفَرْتُ لَکَ وَلَا اُبَالِیْ یَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّکَ لَوْ لَقِیْتَنِیْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَایَا ثُمَّ لَقِیْتَنِیْ لَا تُشْرِكُ بِیْ شَیْئًا لَاَ تَیْتُکَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ وَالدَّارِمِیُّ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ وَ قَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ۔

ابن آدم اگر تیرے گناہ کنارہ آسمان تک پہنچ جائیں ۲۔ پھر تو مجھ سے معافی مانگے تو میں تجھے بخش دوں گا کچھ پروانہ کروں گا اے اولاد آدم اگر تو زمین بھر کر خطاؤں کے ساتھ ملے مگر ایسے ملے کہ کسی کو میرا شریک نہ ٹھہراتا ہو تو میں زمین بھر بخشش کے ساتھ تیرے پاس آؤں گا ۳۔ (ترمذی' احمد' دارمی' عن ابی ذر) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے غریب ہے۔

(۲۲۲۶) ا۔ علمائے کرام علی ما کے معنے (باوجود) کرتے ہیں یعنی تیرے کیسے ہی گناہ ہوں میں بخش دوں گا' میں آنے والے کو نہیں دیکھتا بلکہ اپنے دروازے کو دیکھتا ہوں کہ کس دروازے پر آیا' صوفیائے کرام اس کے معنے کرتے ہیں مطابق یعنی تجھے تیرے گناہ کے مطابق بخشوں گا' چھوٹے گناہ کی چھوٹی بخشش' بڑے گناہ کی بڑی بخشش' لاکھوں گناہوں کی لاکھوں بخششیں' بلکہ حقیقت تو یہ ہے شعر:-

☆ گنہ رضا کا حساب کیا وہ اگرچہ لاکھوں سے ہیں سوا ☆ مگر اے کریم تیرے عفو کا نہ حساب ہے نہ شمار ہے ☆

۲۔ عنان عین کے فتح سے بمعنی بادل' اور عین کے زیر سے بمعنی ظاہر' اور عنان عین کی جمع بمعنی کنارہ' بعض نسخوں میں اعنان بھی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تو گناہوں میں ایسا گھر جائے جیسے زمین آسمان سے گھری ہوئی ہے کہ ہر طرف تیرے گناہ ہوں' بیچ میں تو ہو' پھر مجھ سے معافی مانگے' تو میں تیرے سارے گناہ بخش دوں گا' بلکہ آسمان زمین کی چکی سب کو پیس دیتی ہے' اس کے سوا جو رب سے لگ جائے' کسی ہندی شاعر نے کیا خوب کہا شعر:-

☆ چکیا چکیا سب کہیں اور کلیا کہے نہ کوئے ☆ جو کلیا سے لاگا اس کا بال نہ بیکا ہوئے ☆

۳۔ قراب قاف کے زیر یا پیش سے بمعنی قریب المقدار مشارق میں فرمایا کہ قراب کسرہ سے تلوار کی میان اور سوار کا ہلکا توشہ' اور ضمہ سے بمعنی قرب' مطلب یہ ہے کہ جیسے رازق ہر مرزوق کو بقدر حاجت روٹی دیتا ہے' ہاتھی کو من اور چیونٹی کو کن دیتا ہے' ایسے ہی وہ غفار بقدر گناہ مغفرت عطا فرمائے گا' مگر شرط یہ ہے کہ گنہگار ہو غدار نہ ہو' اسی لئے شرط لگائی گئی کہ میرا شریک نہ ٹھہراتا ہو' خیال رہے کہ ایسے مقامات پر شرک بمعنی کفر ہوتا ہے' رب تعالیٰ فرماتا ہے ان اللّٰہ لا یغفر ان یشرک بہ اور نبی یا کتاب یا اسلامی احکام میں سے کسی کا انکار در حقیقت رب تعالیٰ کا ہی انکار ہے لہٰذا حدیث بالکل واضح ہے اور اس میں کفار کی مغفرت کا وعدہ نہیں' کفر و مغفرت میں تضاد ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْ عَلِمَ اَنِّیْ ذُوْ قُدْرَةٍ عَلٰى مَغْفِرَةِ الذُّنُوْبِ غَفَرْتُ لَهٗ وَلَا اُبَالِیْ مَالَمْ يُشْرِكْ بِیْ شَيْئًا۔
(رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۲۲۲۷) روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو جانے کہ میں گناہ بخش دینے پر قادر ہوں تو میں اسے بخش دوں گا کچھ پرواہ نہ کروں گا جب تک کہ وہ میرا کسی کو شریک نہ ٹھہرائے ا۔ (شرح سنہ)

marfat.com

(۲۲۲۷) ۱؎ سبحان اللہ بہت امید افزا حدیث ہے یعنی جو مومن رب تعالٰی کو عذاب و مغفرت پر قادر مانے' پھر اس سے گناہ سرزد ہو جائے' رب تعالٰی اپنے فضل سے اسے بخش دے گا' مالم یشرک پہلے جملہ کی تاکید ہے' کیونکہ جو رب تعالٰی کو نبی کے بتانے سے ہر چیز پر قادر مانے وہ مومن ہی ہو گا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ کی بخشش توبہ پر موقوف نہیں' اسی طرح حقوق العباد کی معافی خود حق والے سے معاف کرانے پر موقوف نہیں' رب تعالٰی نے اس کے بغیر بخش ہی نہ سکے قانون اور ہے قدرت کچھ اور قانون کے ہم پابند ہیں رب تعالٰی پابند نہیں' اس حدیث میں رب تعالٰی کی قدرت کا ذکر ہے اور حقوق العباد والی حدیث میں قانون کا ذکر لہذا احادیث آپس میں متعارض نہیں' اور نہ اس میں بندوں کو گناہ پر دلیر کرنا ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ۱ جَعَلَ اللّٰهُ لَهٗ مِنْ كُلِّ ضِيْقٍ مَخْرَجًا وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا وَّرَزَقَهٗ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَهْ)

(۲۲۲۸) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو استغفار کو اپنے پر لازم کرلے۱؎ تو اللہ اس کے لئے ہر تنگی سے چھٹکارا اور ہر غم سے نجات دے گا اور وہاں سے اسے روزی دے گا جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہو ۲؎ (احمد' ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۲۲۲۸) ۱؎ اس طرح کہ روزانہ استغفار کے کلمے زبان سے ادا کیا کرے' گناہ کرے یا نہ کرے' بہتر یہ ہے کہ نماز فجر کے وقت سنت فجر کے بعد فرض سے پہلے ستر بار پڑھا کرے کہ یہ وقت استغفار کے لئے بہت ہی موزوں ہے رب تعالٰی فرماتا ہے وبالاسحارھم یستغفرون ۲؎ یہ عمل بہت ہی مجرب ہے' روزی سے مراد مال' اولاد' عزت سب ہی ہے استغفار کرنے والے کو رب تعالٰی یہ تمام نعمتیں غیبی خزانہ سے بخشتا ہے قرآن کریم فرماتا ہے فقلت استغفروا ربکم انه کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا قرآن کریم میں استغفار پر پانچ نعمتوں کا ذکر فرمایا' اور اس حدیث نے تین نعمتوں کا' مگر ہماری اس شرح سے وہ پانچوں نعمتیں ان تین میں آگئیں' رب تعالٰی فرماتا ہے ومن یتق اللہ یجعل له مخرجا ویرزقه من حیث لا یحتسب یہ حدیث اس آیت کی شرح ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ وَاِنْ عَادَ فِي الْيَوْمِ سَبْعِيْنَ مَرَّةً۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۲۲۲۹) روایت ہے حضرت ابوبکر صدیق سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ معافی مانگ لینے والا گناہ پر اڑیل نہیں اگرچہ دن میں ستر بار گناہ کرے ۱؎ (ترمذی' ابوداؤد)

(۲۲۲۹) ۱؎ یعنی وہ جو قرآن شریف میں فرمایا گیا ولم یصروا علی ما فعلوا کہ وہ اپنے گناہ پر اصرار نہیں کرتے اڑتے نہیں' وہاں اڑنے سے مراد یہ ہے کہ گناہ بار بار کرے اور توبہ کبھی نہ کرے' جو توبہ کرتا رہے وہ اڑیل نہیں' توبہ کے معنے پہلے عرض کئے جا چکے ہیں کہ بوقت توبہ گناہ سے باز رہنے کا پورا ارادہ ہو' اور اگر توبہ کے وقت ہی یہ خیال ہے کہ گناہ کرتا ہی رہوں گا' تو یہ توبہ نہیں بلکہ اسلام کا مذاق ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ بَنِيْ اٰدَمَ خَطَّاءٌ۱ وَّخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ

(۲۲۳۰) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام انسان خطاکار ہیں ۱؎ بہترین خطاوار

marfat.com

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ) رجوع کر لینے والے ہیں ۲؎ (ترمذی' ابن ماجہ' داری)

(۲۲۳۰) ا؎ یہاں کل مجموعی ہے نہ کہ کل افرادی یعنی تمام انسان گنہگار ہیں' نہ کہ ہر انسان' کیونکہ حضرات انبیاء گناہوں سے معصوم ہیں کہ گناہ کر سکتے ہی نہیں' اور بعض اولیاء محفوظ کہ گناہ کرتے نہیں اور اگر یہ کل افرادی ہو تو خطاء میں لغزشیں بھی داخل ہوں گی یا یہ عام مخصوص منه البعض ہے جس سے وہ پاک حضرات مستثنیٰ ہیں لہذا یہ حدیث نہ تو قرآنی آیات کے خلاف ہے نہ ان احادیث کے جن میں ان مقبولوں کی عصمت کا ذکر ہے اور نہ اس حدیث کی بنا پر حضرات انبیاء کو گنہگار کہا جا سکتا ہے عصمت انبیاء کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق کے تتمہ میں ملاحظہ کیجئے۔ ۲؎ یعنی لوٹنے والے گناہ سے نیکی طرف' خطاء سے معافی کی طرف غفلت سے بیداری کی طرف' خلق سے خالق کی طرف' غیوبۃ سے حضور کی طرف' نفس سے رب غفور کی طرف غرضیکہ جیسی خطا ویسی توبہ' یہ حدیث توبہ کی تمام اقسام کو جامع ہے' رب تعالیٰ توبہ کی توفیق دے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا اَذْنَبَ كَانَتْ نُكْتَةٌ سَوْدَآءُ فِیْ قَلْبِهٖ فَاِنْ تَابَ وَاسْتَغْفَرَ صُقِلَ قَلْبُهٗ وَاِنْ زَادَ زَادَتْ حَتّٰى تَعْلُوَ قَلْبَهٗ فَذٰلِكُمُ الرَّانُ الَّذِیْ ذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ)

(۲۲۳۱) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں سیاہ داغ لگ جاتا ہے ا؎ اگر توبہ کرے اور معافی مانگ لے تو اس کا دل میقل ہو جاتا ہے اور اگر گناہ زیادہ کرے تو سیاہی زیادہ ہوتی ہے حتی کہ دل پر چھا جاتی ہے یہ ہی وہ زنگ ہے جس کا رب تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ ان کے اعمال نے ان کے دلوں پر زنگ لگا دی ۲؎ (احمد' ترمذی' ابن ماجہ) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے صحیح ہے۔

(۲۲۳۱) ا؎ خیال رہے کہ انسان کا دل صاف شفاف آئینہ کی طرح ہے' ذرا سے غبار سے دھندلا ہو جاتا ہے' گناہ دل کے غبار ہیں' اور کفر دل کا زنگ' قلب کا قالب سے گہرا تعلق ہے جیسے جڑ کا شاخوں سے' اس لئے گناہ جسم کرتا ہے اور سیاہ دل ہوتا ہے' دیکھو غم و فکر دل کو ہوتا ہے اور جسم دبلا و پیلا پڑ جاتا ہے' جسم کو صاف رکھنے' غسل کرانے' اچھی ہوا دینے سے دل کو شفا ہوتی ہے' یہ بھی خیال رہے کہ جیسے گناہ بہت آہستگی سے دل کو میلا کرتے ہیں ایسے ہی توبہ اور نیک اعمال بہت آہستگی سے میلے دل کو صاف کرتے ہیں مگر نبی کی عداوت یکدم شفاف دل کو میلا نہیں بلکہ زنگ آلود کر دیتی ہے جیسے شیطان کا حال ہوا کہ لاکھوں سال کی عبادت ایک سیکنڈ میں برباد ہو کر اس کا دل ناقابل علاج زنگ آلود ہو گیا' اور مقبول بندے کی نگاہ کرم ایک آن میں زنگ آلود دل کو صاف کر کے اس پر پالش کر دیتی ہے' موسیٰ علیہ السلام کی نظر سے برسوں کے مجرم جادوگر' مومن' صحابی' صابر اور شہید ہو گئے' حضور غوث پاک کی ایک نظر سے چور قطب ہو گئے' اسی لئے صوفیاء فرماتے ہیں۔

marfat.com

شعر:۔

☆ یک زمانہ صحبتے با اولیاء ☆ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا ☆
☆ یک زمانہ صحبتے با انبیاء ☆ بہتر از ہزار سالہ طاعت بے ریا ☆
☆ یک زمانہ صحبتے با مصطفیٰ ☆ بہتر از لکھ سالہ طاعت بے ریا ☆

۲؎ مسلسل گناہ بغیر توبہ کی وجہ سے دل میں زنگ بلکہ کٹھ لگ جاتی ہے جو پھر صرف نیکیوں سے صاف نہیں ہوتی بلکہ نگاہ کامل سے صاف ہوتی ہے' اسی لئے رب تعالٰی نے عرب جیسے کٹھ لگے ہوئے ملک میں ایسے شاندار رسول کو بھیجا' اندھے شیشوں میں کوئی خاص چمک والا ہی چمکتا ہے' وہاں چمکنا ہر ایک کا کام نہیں ران رین سے بنا معنی کٹھ یا بہت موٹی تہ والا پردہ۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغَرْغِرْ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۲۲۳۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی بندہ کی توبہ قبول فرماتا ہے غرغرہ سے پہلے ا؎ (ترمذی' ابن ماجہ)

(۲۲۳۲) ا؎ نزع کی حالت کو جبکہ موت کے فرشتے نظر آجائیں غرغرہ کہتے ہیں' اس وقت کفر سے توبہ قبول نہیں کیونکہ ایمان کے لئے ایمان بالغیب ضروری ہے اب غیب مشاہدہ میں آگیا' اسی لئے ڈوبتے وقت فرعون کی توبہ قبول نہ ہوئی' مگر گناہوں سے توبہ اس وقت بھی قبول ہے' اگر توبہ کا خیال آجائے اور الفاظ توبہ بن پڑیں' اسی لئے مرقات نے یہاں فرمایا کہ عبد سے مراد بندہ کافر ہے' کہ غرغرہ کے وقت اس کی توبہ قبول نہیں' رب تعالٰی فرماتا ہے حتّٰی اذا حضر احدھم الموت قال انی تبت الئٰن الخ بعض علماء نے فرمایا کہ ملک الموت ہر مرنے والے کو نظر آتے ہیں مومن ہو یا کافر' خیال رہے کہ قبض روح پاؤں کی طرف سے شروع ہوتا ہے' تاکہ بندہ کی اس حالت میں دل و زبان چلتے رہیں گنہگار توبہ کرلیں' کہاسنا معاف کرالیں' کوئی وصیت کرنی ہو تو کرلیں' یہ بھی خیال رہے کہ غرغرہ کے وقت گناہوں سے توبہ کے معنے ہیں گزشتہ گناہوں پر شرمندہ ہو جانا' اب آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد بیکار ہے' کہ اب تو دنیا سے جارہا ہے' گناہ کا وقت ہی نہ پاسکے گا' مگر یہ توبہ اس وقت کی قبول ہے کہ رب تعالٰی غفار ہے۔

وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّيْطَانَ قَالَ وَعِزَّتِكَ يَا رَبِّ لَا أَبْرَحُ أُغْوِيْ عِبَادَكَ مَا دَامَتْ أَرْوَاحُهُمْ فِيْ أَجْسَادِهِمْ فَقَالَ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ وَارْتِفَاعِ مَكَانِيْ لَا أَزَالُ أَغْفِرُ لَهُمْ مَا اسْتَغْفَرُوْنِيْ. (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

(۲۲۳۳) روایت ہے حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ شیطان نے عرض کیا یا رب تیری عزت کی قسم میں تیرے بندوں کو اس وقت تک بہکاؤں گا جب تک ان کی جانیں ان کے جسموں میں رہیں ا؎ رب عزوجل نے فرمایا مجھے اپنی عزت و جلالت اور بلندی درجات کی قسم میں انہیں بخشتا ہی رہوں گا جب تک وہ مجھ سے معافی مانگتے رہیں ۲؎ (احمد)

(۲۲۳۳) ا؎ شیطان سے مراد ابلیس ہے اور بہکانے سے مراد اچھے عقیدوں یا اچھے اعمال سے الگ کردینا ہے' یعنی میں بندوں کے مرتے وقت تک کوشش کروں گا کہ وہ بدعقیدہ ہو جائیں' اگر یہ نہ کرسکا تو کم از کم ان سے گناہ ہی کرادوں گا' اگر یہ بھی نہ ہوسکا

marfat.com

توانہیں نیکی سے روک دوں گا، اگر یہ بھی نہ ہو سکا تو بڑی نیکی سے روک کر چھوٹی نیکی میں مشغول کردوں گا، ابلیس کی یہ کوشش بندے کے مرتے وقت تک رہتی ہے، بعد موت یہ کوشش تو ختم ہوجاتی ہے اب قبر کے سوالات کے جوابات میں بہکاتا ہے اسی لئے بعد دفن میت کو تلقین کرنے کا حکم ہے، لہذا یہ حدیث نہ تو اس حدیث کے خلاف ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے بعد دفن میت کے لئے شیطان سے حفاظت کی دعا فرمائی، اور نہ اس آیت کے خلاف ہے کہ ان عبادی لیس لک علیھم بسلطٰن۔بہر حال کوئی شخص کسی حال میں اپنے کو شیطان سے محفوظ نہ جانے اللہ کی پناہ مانگے، آدم علیہ الصلوۃ والسلام معصوم تھے، اور جنت میں تھے، جو جگہ محفوظ تھی، مگر پھر بھی شیطان نے وہاں اپنا داؤ چلا دیا، تو ہم نہ معصوم ہیں نہ دنیا جگہ محفوظ پھر ہم کس چیز پر شیخی ماریں، یا اللہ تیری پناہ ۲؎ یعنی اگر جان نکلتے نکلتے بندہ توبہ کرے تو معافی ہوجائے گی معلوم ہوا کہ غرغرہ کی توبہ گناہ قبول ہے جیسا پہلے عرض کیا گیا۔

وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی جَعَلَ بِالْمَغْرِبِ بَابًا عَرْضُہٗ مَسِیْرَۃُ سَبْعِیْنَ عَامًا لِلتَّوْبَۃِ لَا یُغْلَقُ مَالَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ مِنْ قِبَلِہٖ وَذٰلِکَ قَوْلُ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیَاتِ رَبِّکَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُھَا لَمْ تَکُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ
(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ)

(۲۲۳۴) روایت ہے حضرت صفوان بن عسال سے ۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی نے توبہ کے لئے مغرب میں ایک دروازہ بنایا ہے جس کی چوڑائی ستر سال کی راہ ہے ۲؎ وہ اس وقت تک بند نہ ہوگا جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو ۳؎ یہ ہی اللہ عزوجل کا فرمان عالی شان ہے جس دن تمہارے رب کی بعض نشانیاں آئیں گی تو کسی ایسے نفس کو ایمان مفید نہ ہوگا جو پہلے سے ایمان نہ لایا ۴؎ (ترمذی، ابن ماجہ)

(۲۲۳۴) ۱؎ آپ مشہور صحابی ہیں کوفہ میں قیام رہا، دس غزوات میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے حضرت عبداللہ ابن مسعود نے آپ سے احادیث روایت کیں ۲؎ یعنی آسمانوں میں بہت دروازے ہیں بعض دروازے فرشتوں کے اترنے کے لئے بعض رزق عباد نازل ہونے کے لئے بعض اعمال عباد چڑھنے کے لئے، ایک دروازہ وہ ہے جس سے بندوں کی توبہ جاتی ہے اور بارگاہ الٰہی میں پیش ہوتی ہے، یہ دروازہ مدینہ منورہ سے جانب مغرب آسمان میں واقع ہے، اس کی چوڑائی ستر سال کی راہ ہے، تو اس کی لمبائی اور اونچائی کتنی ہوگی یہ رب ہی جانے، حدیث بالکل اپنے ظاہری معنے پر ہے کسی قسم کی تاویل یا توجیہ کی ضرورت نہیں، آسمان کے دروازے قرآن کریم سے ثابت ہیں وفتحت السماء فکانت ابوابا الخ ۳؎ یعنی آسمان کے اور دروازے تو بعض اوقات میں بند ہوجاتے ہیں جیسے بندہ کے مرجانے پر اس کی روزی و اعمال کا دروازہ بند ہوجاتا ہے مگر توبہ کا دروازہ قریب قیامت ہی بند ہوگا۔ ۴؎ اس کی تحقیق پہلے ہوچکی کہ جو شخص پہلے دنیا میں موجود ہو اور ہو کافر اور اب سورج کو پچھم سے نکلتے دیکھ کر ایمان لائے، تو اس کا یہ ایمان قبول نہ ہوگا کیونکہ ایمان میں غیب پر ایمان معتبر ہے اور آج ایمان بالشہادۃ ہوگیا جیسے کہ غرغرہ کی حالت میں، یا رب کا ظاہری عذاب دیکھ کر ایمان لانا قبول نہیں، جو اس کے بعد پیدا ہوا اس کا ایمان معتبر ہوگا، یوں ہی گنہگار مسلمان کی توبہ قبول ہوگی، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آیت میں بعض آیات سے مراد آفتاب کا پچھم سے نکلنا ہے، بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس کے بعد گناہوں سے توبہ بھی قبول نہ ہوگی، کیونکہ یہاں فرمایا اوکسبت فی ایمانھا خیرا مگر یہ قول کچھ کمزور سا ہے خیر فی الایمان

کچھ اور ہی ہے۔

وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَنْقَطِعُ الْهِجْرَةُ حَتّٰى تَنْقَطِعَ التَّوْبَةُ وَلَا تَنْقَطِعُ التَّوْبَةُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ

(۲۲۳۵) روایت ہے حضرت معاویہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت بند نہ ہوگی ا‍ حتی کہ توبہ بند ہو اور توبہ بند نہ ہوگی حتی کہ سورج اپنے مغرب کی طرف سے نکلے ۲۔(احمد' ابوداؤد' دارمی)

(۲۲۳۵) ا۔ ہجرت کے معنے ہیں چھوڑنا یا منتقل ہونا' یہاں اس سے مراد کفر سے ایمان کی طرف دار شرک سے دار اسلام کی طرف' گناہوں سے توبہ کی طرف' غفلت سے بیداری کی طرف' کفران سے غفران کی طرف منتقل ہونا ہے' یہ ہجرتیں قریب قیامت تک ہوتی رہیں گی' مکہ معظمہ سے ہجرت غلبہ کفر نہ رہنے کی بنا پر ختم ہو چکی' حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا لا ھجرۃ بعد الیوم اور حضرت عباس کو خاتم المہاجرین قرار دیا گیا یعنی مکہ معظمہ سے آخری مہاجر' لہذا احادیث میں تعارض نہیں ۲۔ خلاصہ یہ ہے کہ توبہ اور ہجرتوں کا سلسلہ قریب قیامت تک قائم رہے گا' خیال رہے کہ اسلام میں نہ زمین گھومتی ہے نہ آسمان بلکہ چاند سورج اور تارے آسمان پر تیر رہے ہیں جیسے سمندر میں کشتیاں' رب تعالٰی فرماتا ہے کل فی فلک یسبحون تو جو رب انہیں ہمیشہ مشرق سے مغرب کی طرف تیرانے پر قادر ہے وہ اس کے برعکس بھی تیرا سکتا ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَجُلَيْنِ كَانَا فِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ مُتَحَابَّيْنِ اَحَدُهُمَا مُجْتَهِدٌ فِي الْعِبَادَةِ وَالْاٰخَرُ يَقُوْلُ مُذْنِبٌ فَجَعَلَ يَقُوْلُ اَقْصِرْ عَمَّا اَنْتَ فِيْهِ فَيَقُوْلُ خَلِّنِيْ وَرَبِّيْ حَتّٰى وَجَدَهُ يَوْمًا عَلٰى ذَنْبٍ اسْتَعْظَمَهُ فَقَالَ اَقْصِرْ فَقَالَ خَلِّنِيْ وَرَبِّيْ اَبُعِثْتَ عَلَيَّ رَقِيْبًا فَقَالَ وَاللّٰهِ لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ اَبَدًا وَلَا يُدْخِلُكَ الْجَنَّةَ فَبَعَثَ اللّٰهُ اِلَيْهِمَا مَلَكًا فَقَبَضَ اَرْوَاحَهُمَا فَاجْتَمَعَا عِنْدَهُ فَقَالَ لِلْمُذْنِبِ اُدْخُلِ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِيْ وَقَالَ لِلْاٰخَرِ اَتَسْتَطِيْعُ اَنْ تَحْظُرَ عَلٰى عَبْدِيْ رَحْمَتِيْ فَقَالَ لَا يَا رَبِّ قَالَ اذْهَبُوْا بِهٖ اِلَى النَّارِ

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۲۲۳۶) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بنی اسرائیل میں دو محبت والے دوست تھے ا۔ جن میں سے ایک تو عبادت میں کوشاں تھا اور دوسرا کہتے ہیں گنہگار تھا ۲۔ عابد کہنے لگا کہ ان کاموں سے باز آ جن میں تو پھنسا ہے وہ کہنے لگا مجھے میرے رب پر چھوڑ دے ۳۔ ایک دن عابد نے اسے ایسے گناہ پر پایا جسے اس نے بہت ہی بڑا جانا تو بولا باز آ جا وہ بولا مجھے میرے رب پر چھوڑ کیا تو میرا داروغہ مقرر ہوا ہے ۴۔ یہ بولا اللہ کی قسم تجھے رب نہ تو کبھی بخشے اور نہ جنت میں داخل کرے ۵۔ اللہ نے ان دونوں کے پاس فرشتہ بھیجا جس نے ان دونوں کی روحیں قبض کیں ۶۔ یہ دونوں رب کے پاس جمع ہوئے ۷۔ تو رب نے گنہگار سے فرمایا تو میری جنت میں داخل ہو جا ۸۔ اور دوسرے سے فرمایا کیا تو میرے بندے پر میری رحمت روک سکتا ہے عرض کیا نہیں یارب ۹۔ فرمایا لے جاؤ اسے آگ میں ۱۰۔(احمد)

(۲۲۳۶) ا۔ جن کی محبت رشتہ داری یا شرکت کاروباری کی وجہ سے تھی نہ کہ دین و تقوی کی بنا پر' کیونکہ مومن کافر' متقی فاجر میں یہ محبت نہیں ہو سکتی' رب تعالٰی فرماتا ہے لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاخر یوادون الخ ۲۔ حق یہ ہے کہ یقول کا

marfat.com

فاعل یا تو خود وہ بندہ ہے یعنی وہ بندہ کہتا تھا میں گنہگار ہوں یا اس زمانہ کے لوگ ہیں یعنی کہنے والے کہتے تھے کہ وہ گنہگار ہے' اس کے فاعل حضور نہیں کیونکہ حضور کو تو ان دونوں کے انجام کی خبر تھی کہ گنہگار سعید ہے اور وہ عابد شقی اسی لئے حضور انور نے اس عابد کو صالح نہ فرمایا بلکہ مجتہد فی العبادت فرمایا یعنی عبادت میں کوشاں (مرقات) بعض کے خیال میں یقول کا فاعل حضور ہی ہیں تو مطلب یہ ہو گا کہ حضور فرماتے ہیں اس وقت وہ گنہگار تھا ۳۔ یعنی تو میری فکر نہ کر' اپنی کر' میرا معاملہ میرے رب کے ساتھ ہے' اس کا یہ کلام رب تعالٰی سے امید کی بنا پر ہے نہ کہ بے خوفی سے' ورنہ کفر ہو جاتا' ۴۔ غالبًا عابد نے اسے بہت جھڑکا ہو گا اور ذلیل و خوار اور لوگوں میں بدنام کیا ہو گا' اس لئے اس نے جل کر یہ کہا' خیال رہے کہ تبلیغ بہت اچھی چیز ہے مگر دوسرے میں ضد پیدا کر دینا اور اسے بدنام کرنا برا کہ اس سے سامنے والا گناہ چھوڑے گا نہیں بلکہ ضد میں آ کر زیادہ گناہ کرے گا رب تعالٰی فرماتا ہے وجادلهم بالتی هی احسن لہٰذا اس کا یہ جواب بھی کفر نہ ہو گا ۵۔ یہ وہ کلام ہے جو اس عابد پر عتاب کا باعث ہوا یعنی کسی گنہگار کے متعلق دائمی جہنمی ہونے کا فیصلہ' کیونکہ مغفرت یا عذاب اللہ کے قبضہ میں ہے' نیز کوئی گنہگار دائمی جہنمی نہیں' اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ تجھے خدا نہ بخشے گا مجھے ضرور بخشے گا' کہ میں نیک کار ہوں' غرضیکہ اس کلام میں دو جرم ہوئے۔ ۶۔ یہ فرشتہ حضرت عزرائیل علیہ السلام ہیں' جو ہر مرنے والے کے پاس مع اپنے خدام کے پہنچتے ہیں' ظاہر یہ ہے کہ ان دونوں کی بیک وقت روحیں قبض کی گئیں' گنہگار اپنی خطاؤں پر نادم ہو کر مرا اور عابد اس پرانے تکبر پر' کہ میں بڑا عابد ہوں' میری ضرور بخشش ہو گی ۷۔ عرش اعظم کے نیچے (مرقات) رب تعالٰی بعض بندوں سے مرتے ہی کلام فرماتا ہے یہاں بھی ایسا ہی ہوا ۸۔ اس طرح کہ میں نے اپنے فضل سے تجھے زندگی میں توبہ کی توفیق بخشی اور تیری توبہ قبول کی اور اگر بغیر توبہ بھی مر گیا تھا' تو تیرے گناہ محض اپنے فضل سے معاف کر دیئے خیال رہے کہ جنت میں داخلہ بغیر نیک اعمال ہو سکتا ہے' مسلمانوں کے بچے' دیوانے جنتی ہیں بغیر عمل مگر دوزخ میں داخلہ بغیر جرم نہ ہو گا' اسی لئے دیوانے کفار اور کفار کی ناسمجھ اولاد جہنمی نہیں ۹۔ یہ اقرار اس وقت کر رہا ہے جب اقرار کرنا مفید نہیں ہوتا' اس کی جگہ دنیا تھی اس لئے قبول نہ ہوا اور سزا دی گئی ۱۰۔ یعنی اسے کچھ روز کے لئے دوزخ میں لے جاؤ' تاکہ یہ اپنے غرور و تکبر کی سزا بھگتے' یہ شخص کافر نہ تھا متکبر تھا' صوفیاء فرماتے ہیں کہ وہ گناہ جو انسان میں ندامت عجز و انکسار پیدا کر دے' اس عبادت سے بہتر ہے جو عابد میں تکبر و غرور پیدا کر دے' اس کا ماخذ یہ حدیث ہے (مرقات) دیکھو حضرت آدم علیہ السلام کا خطاء گندم کھالینا شیطان کی ہزارہا سال کی عبادت سے افضل ہوا کہ اس خطا سے آپ بہت عرصہ تک توبہ کرتے رہے اور شیطان اس عبادت سے مغرور ہو گیا' اسی لئے حضرت آدم کے سر پر خلافت کا تاج رکھا گیا اور شیطان کے گلے میں لعنت کا طوق پڑا۔

وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا وَّلَا يُبَالِيْ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَفِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ يَقُوْلُ بَدَلَ يَقْرَاُ۔

(۲۲۳۷) روایت ہے حضرت اسماء بنت یزید سے ۱۔ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ آیت پڑھتے سنا کہ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کر لیا اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو ۲۔ اللہ تعالٰی سارے گناہ بخش دے گا اور پرواہ بھی نہ کرے گا ۳۔ (احمد' ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے' اور شرح سنہ میں پڑھتے تھے کی بجائے فرماتے تھے

marfat.com

(۲۲۳۷) ۱؎ آپ مشہور صحابیہ انصاریہ ہیں، یزید ابن سکن کی بیٹی ہیں، بڑی عاقلہ بہادر تھیں غزوہ تبوک میں حاضر تھیں، چوب خیمہ سے نو کفار کو قتل کیا، آپ کے حالات زندگی پہلی جلد میں بیان ہوئے (اشعہ) ۲؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ قول حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنا ہے اور عباد سے مراد غلام، مسلمان ہیں (اشعہ) یعنی اے میرے غلام اب تو جنہوں نے گناہ کرلئے رب کی رحمت سے ناامید نہ ہو، رب تمام گناہ بخش دے گا کیونکہ تم مسلمان ہو، یہاں یقرا بمعنی یقول ہے جیسا کہ شرح سنہ کی روایت سے ثابت ہے کہ وہاں یقول ہے کہ آیت کریمہ قل یٰعبادی الذین اسرفوا الخ میں بھی محققین علماء کا یہ ہی قول ہے کہ وہاں بھی عبادی سے حضور کے بندے و غلام مراد ہیں، کیونکہ کفار کے گناہ ناقابل معافی ہیں اور وہ رحمت الٰہی سے ناامید کردیئے گئے ہیں ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ مولانا فرماتے ہیں شعر:۔

☆ بندہ خود خواند احمد در رشاد ☆ جملہ عالم راجواں قل یا عباد ☆

اس سے معلوم ہوا کہ عبدالرسول، عبدالنبی کہہ سکتے ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے من عبادکم وامائکم ۳؎ لایبالی سے بھی معلوم ہو رہا ہے کہ یہ کلام حدیث ہے قرآنی آیت نہیں، قرآن کریم میں لایبالی نہیں ہے (مرقات) یعنی تمام گنہگار مسلمانوں کو بخش دینے میں رب کو پرواہ بھی نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ و حقوق العباد بھی لائق بخشش ہیں بجز کفر ہر گناہ کی مغفرت ہوسکتی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى إِلَّا اللَّمَمَ قَالَ رَسُوْلُ ۱؎ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ تَغْفِرِ اللّٰهُمَّ تَغْفِرْ جَمًّا وَاَيُّ عَبْدٍ لَّكَ لَا اَلَمَّا ۲؎ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ۔

(۲۲۳۸) روایت ہے حضرت ابن عباس سے اللہ تعالٰی کے اس قول کے متعلق کہ الا اللمم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الٰہی اگر تو بخشے تو بڑے گناہ بخش دے گناہ صغیرہ کس بندے نے نہیں کئے ۲؎ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ ۳؎

(۲۲۳۸) ۱؎ آیت کریمہ یہ ہے الذین یجتنبون کبئر الاثم والفواحش الا اللمم جو لوگ گناہ کبیرہ اور بے حیائیوں سے بچے رہتے ہیں بجز چھوٹے گناہوں کے علماء فرماتے ہیں کہ جن گناہوں پر حد شرعی مقرر ہے وہ کبیرہ ہیں اور جن پر کوئی وعید نازل ہوئی وہ فاحشہ ہے، اور جن پر ان دونوں میں سے کچھ نہیں وارد ہوا صرف ممانعت ہے وہ لمم یعنی گناہ صغیرہ ہے ۲؎ یہ شعر امیہ ابن ابی الصلت کا ہے اگرچہ امیہ زمانہ جاہلیت کے شعراء میں سے ہے، مگر اس کے اشعار بہت حکمت و معرفت کے ہیں، اسی لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم اس کے اشعار سنتے بھی تھے اور خود پڑھتے بھی تھے چنانچہ یہ شعر حضور انور نے بطور دعا پڑھا، مطلب یہ ہے کہ اے مولٰی تو تو کریم ہے، اپنی بخشش میں گناہ صغیرہ کی قید نہ لگا، تو چاہے تو بڑے بڑے گناہ بھی بخش دے، گناہ صغیرہ تو سارے ہی لوگ کرتے رہتے ہیں مولٰی صغیرہ بھی بخش اور کبیرہ بھی، بتا کہ گناہ کبیرہ والے کس دروازہ پر جائیں، ان کا ٹھکانہ بھی تیرا ہی دروازہ ہے ۳؎ یعنی یہ حدیث بہت سی اسنادوں سے مروی ہے جن میں سے بعض اسنادیں صحیح ہیں، بعض غریب، لہذا متن حدیث صحیح بھی ہے حسن بھی اور غریب بھی، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم شعر سنتے اور پسند کرتے بھی تھے اور خود بھی پڑھتے تھے، رب جو فرماتا ہے وما علمنٰہ الشعر وہاں شعر بنانا اور شعر گا کر پڑھنا مراد ہے (مرقات) یا شعر سے مراد جھوٹا کلام ہے اس کی بحث ہماری کتاب جاء الحق میں ملاحظہ فرمایئے۔

marfat.com

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی یَا عِبَادِیْ کُلُّکُمْ ضَالٌّ اِلَّا مَنْ ہَدَیْتُ فَاسْئَلُوْنِی الْہُدٰی اَہْدِکُمْ وَکُلُّکُمْ فُقَرَآءُ اِلَّا مَنْ اَغْنَیْتُ فَاسْئَلُوْنِیْ اَرْزُقْکُمْ وَکُلُّکُمْ مُذْنِبٌ اِلَّا مَنْ عَافَیْتُ فَمَنْ عَلِمَ مِنْکُمْ اَنِّیْ ذُوْ قُدْرَۃٍ عَلَی الْمَغْفِرَۃِ فَاسْتَغْفَرَنِیْ غَفَرْتُ لَہٗ وَلَا اُبَالِیْ وَلَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَاٰخِرَکُمْ وَحَیَّکُمْ وَمَیِّتَکُمْ وَرَطْبَکُمْ وَیَابِسَکُمْ اجْتَمَعُوْا عَلٰی اَتْقٰی قَلْبِ عَبْدٍ مِّنْ عِبَادِیْ مَا زَادَ ذٰلِکَ فِیْ مُلْکِیْ جَنَاحَ بَعُوْضَۃٍ وَلَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَاٰخِرَکُمْ وَحَیَّکُمْ وَمَیِّتَکُمْ وَرَطْبَکُمْ وَیَابِسَکُمْ اجْتَمَعُوْا عَلٰی اَشْقٰی قَلْبِ عَبْدٍ مِّنْ عِبَادِیْ مَا نَقَصَ ذٰلِکَ مِنْ مُّلْکِیْ جَنَاحَ بَعُوْضَۃٍ وَلَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَاٰخِرَکُمْ وَحَیَّکُمْ وَمَیِّتَکُمْ وَرَطْبَکُمْ وَیَابِسَکُمْ اجْتَمَعُوْا فِیْ صَعِیْدٍ وَّاحِدٍ فَسَاَلَ کُلُّ اِنْسَانٍ مِّنْکُمْ مَّا بَلَغَتْ اُمْنِیَّتُہٗ فَاَعْطَیْتُ کُلَّ سَآئِلٍ مِّنْکُمْ مَا نَقَصَ ذٰلِکَ مِنْ مُّلْکِیْ اِلَّا کَمَا لَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ مَرَّ بِالْبَحْرِ فَغَمَسَ فِیْہِ اِبْرَۃً ثُمَّ رَفَعَہَا ذٰلِکَ بِاَنِّیْ جَوَادٌ مَّاجِدٌ اَفْعَلُ مَا اُرِیْدُ عَطَآئِیْ کَلَامٌ وَّعَذَابِیْ کَلَامٌ اِنَّمَا اَمْرِیْ لِشَیْءٍ اِذَا اَرَدْتُ اَنْ اَقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ

(۲۲۳۹) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے اے میرے بندو تم سب گمراہ ہو سواء اس کے جسے میں ہدایت دوں لہٰذا مجھ سے ہدایت مانگو تمہیں ہدایت دوں گا۱؎ اور تم سب فقیر ہو سواء اس کے جسے میں غنی کردوں لہٰذا مجھ سے مانگو میں تمہیں روزی دوں گا۲؎ اور تم سب مجرم ہو سواء اس کے جسے میں سلامت رکھوں تو تم میں سے جو یہ جان لے کہ میں بخش دینے پر قادر ہوں پھر مجھ سے معافی مانگے تو میں اسے بخش دوں گا۳؎ اور پرواہ بھی نہ کروں گا اور اگر تمہارے اگلے پچھلے زندے مردے تر و خشک میرے بندوں میں نیک ترین بندے کے دل پر ہو جائیں۴؎ تو یہ ان کی نیکی میرے ملک میں مچھر کے برابر بڑھائے گی نہیں۵؎ اور اگر تمہارے اگلے پچھلے زندے مردے تر و خشک میرے بندوں میں سے بدبخت ترین دل پر متفق ہو جائیں تو ان کے یہ جرم میرے ملک سے مچھر کے پر برابر کم نہ کریں گے۶؎ اور اگر تمہارے پچھلے زندے مردے تر و خشک ایک میدان میں جمع ہوں اور پھر تم میں سے ہر شخص اپنی انتہائی تمنا و آرزو مجھ سے مانگے۷؎ پھر میں ہر منگتے کو دے دوں تو یہ میرے ملک کے مقابل ایسا ہی کم و تھوڑا ہوگا جیسے تم میں سے کوئی دریا پر گزرے اس میں سوئی ڈبوئے پھر اسے اٹھائے۸؎ یہ اس لئے ہے کہ میں داتا ہوں۹؎ بہت دینے والا جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۱۰؎ میری عطا صرف فرمادینا ہے اور میرا عذاب صرف فرمادینا ہے میرا حکم کسی شئے کے متعلق یہ ہے کہ جب کچھ چاہتا ہوں فرمادیتا ہوں ہو جاوہ ہو جاتی ہے ۱۱؎ (احمد' ترمذی' ابن ماجہ)

(۲۲۳۹) ۱؎ یہ حدیث قدسی اس آیت کی شرح ہے ولو لا فضل اللہ علیکم ورحمۃ لکنتم من الخسرین اس حدیث میں بتایا گیا کہ رب تعالٰی کی بڑی نعمت ہدایت ہے جسے میسر ہو' انسان کو چاہیے کہ ہدایت کی دعا ضرور مانگے' ہم پہلے عرض کرچکے ہیں کہ انبیاء و اولیاء نے بھی رب تعالٰی ہی سے ہدایت لی ہے مگر وہ حضرات بحکم الٰہی ہمیں ہدایت دیتے ہیں سورج نے رب ہی سے نور لیا' مگر زمین کو نور دیتا ہے' لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں انک لتہدی الی صراط مستقیم اے محبوب تم سیدھے راہ کی

marfat.com

ہدایت دیتے ہو ۲؎۔ معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ نے بعض بندوں کو غنی فرمایا' ایسا غنی کہ وہ دوسروں کو بھی بحکم پروردگار غنی کردیتے ہیں' رب تعالیٰ فرماتا ہے اغنٰھم اللہ ورسولہ من فضلہ ۳؎۔ سبحان اللہ کیا ہمت افروز امید افزا کلام ہے' بندہ اپنے گناہ سے رب کی رحمت کو زیادہ جانے اور اپنے آپ کو اپنے اعمال کو رب کی قدرت میں مانے انشاء اللہ بخشا جائے گا ۴؎۔ کسی نہایت نیک پرہیزگار متقی بندے کو چن لو پھر غور کرو کہ اگر سارے انسان اس نیک آدمی کی طرح ہو جائیں کہ کوئی شخص کوئی گناہ ہی نہ کرے' تو اس سے میرے خزانے بڑھتے نہیں ۵؎۔ یعنی دنیاوی بادشاہوں کے خزانے رعایا کی نیکی سے بھرتے ہیں' اگر رعایا باغی ہو کر ٹیکس دینے سے انکاری ہو جائے' تو بادشاہ کے خزانے خالی رہ جائیں' ہمارے خزانوں کا یہ حال نہیں' تمام جہان کی نیکیوں سے ہمارے خزانے میں مچھر کے پر برابر زیادتی نہیں ہوتی مخلوق کی نیکی سے خود ان کا اپنا بھلا ہے' ہم بے پرواہ ہیں ۶؎۔ یعنی تم کسی بدترین شخص کو سوچو جیسے ابلیس' اور غور کرو کہ اگر تمام مخلوق اس فاسق ابلیس کی طرح فاسق وفاجر و گنہگار ہو جائے' تو ان کے گناہوں سے میرا کچھ بگڑتا نہیں خود ان کا اپنا بگڑتا ہے خیال رہے کہ یہ تمام فرضی صورتیں ہیں جو سمجھانے کے لئے پیش کی گئی ہیں' ورنہ فرشتے انبیاء اور بعض اولیاء وہ ہیں جن سے گناہ سرزد ہو سکتے ہی نہیں' لہٰذا یہ حدیث عصمت انبیاء کے خلاف نہیں جیسے رب تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محبوب فرمادو اگر خدا کے بیٹا ہوتا تو پہلے اسے میں پوجتا' نہ خدا کے بیٹا ہو سکتا ہے نہ حضور اس کی پوجا کر سکتے ہیں ۷؎۔ امنیت ہمزہ کے پیش اور ی کے شد سے ہے بمعنی خواہش و آرزو' اس کی جمع منی یا امانی ہے' یہاں ممکن و جائز آرزو مراد ہے' کبھی ناجائز و نفسانی خواہش کو امنیہ کہتے ہیں' رب تعالیٰ فرماتا ہے تلک امانیھم ۸؎۔ یہاں نقص بمعنی کم ہونا ہے نہ کہ بمعنی کم کرنا یہ ترجمہ نہایت صحیح ہے' یعنی اگر تمام مخلوق کی خواہشات پوری کردی جائیں اور ان کی تمنائیں دے دی جائیں تو یہ عطیہ ہمارے خزانوں کے سامنے ایسا ہوگا جیسے بھیگی سوئی کی تری سمندر کے مقابل' رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر چیز کے خزانے ہمارے پاس ہیں ہم اندازے سے ہی اتارتے ہیں' یہ نسبت بھی سمجھانے کے لئے ہے ورنہ محدود متناہی کو غیر محدود لامتناہی سے نسبت ہی کیسی ۹؎۔ خیال رہے کہ سخی وہ خود بھی کھائے دوسروں کو بھی کھلائے' مگر جواد وہ ہے جو دوسروں کو کھلائے خود نہ کھائے سخی کا مقابل بخیل ہے اور جواد کا مقابل ممسک' ماجد مجد سے بنا بمعنی وسیع العطاء جس کی عطاء مخلوق کی وہم و گمان سے وراء ہو ۱۰؎۔ یعنی جو میں چاہتا ہوں وہ کرتا ہوں جو مخلوق چاہتی ہے وہ نہیں کرتا کیونکہ مخلوق میرے تابع ہے نہ میں مخلوق کے تابع (مرقات) خیال رہے کہ جن بندوں نے اپنی مرضی رب کی مرضی میں گم کردی پھر جو وہ چاہتے ہیں وہ رب کرتا ہے کیونکہ وہ چاہتے ہی وہ ہیں جو رب چاہے اور رب چاہتا وہ ہے جو یہ بندہ چاہے' لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں ولسوف یعطیک ربک فترضی رب تعالیٰ حدیث کی فہم صحیح نصیب کرے ۱۱؎۔ یہاں ہو جا فرمانے سے مراد ہے اس کا ارادہ کرلینا یعنی جس چیز کا ارادہ فرمالیتا ہوں وہ ہو جاتی ہے' ارادہ کے سواء کسی اور عمل کی مجھے ضرورت نہیں' لہٰذا اس پر آریوں کا یہ اعتراض نہیں کہ معدوم چیز سے کہنا کہ ہو جا عقل کے خلاف ہے معدوم چیز سننے کے قابل نہیں' پھر ہو جا کس سے فرمایا جاتا ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَرَاَ ھُوَ اَھْلُ التَّقْوٰی وَاَھْلُ الْمَغْفِرَۃِ قَالَ قَالَ رَبُّکُمْ اَنَا اَھْلٌ اَنْ اُتَّقٰی فَمَنِ اتَّقَانِیْ فَاَنَا اَھْلٌ اَنْ اَغْفِرَ لَہٗ۔

(۲۲۳۰) روایت ہے حضرت انس سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور انور نے تلاوت فرمایا وہ تقویٰ اور بخشش والا ہے حضور نے فرمایا کہ تمہارا رب فرماتا ہے کہ میں اس لائق ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے ۱؎ جو مجھ سے ڈرے گا تو میں اس لائق

marfat.com

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَالدَّارِمِیُّ) ہوں کہ اسے بخش دوں ۲۔(ترمذی' ابن ماجہ' داری)

(۲۲۴۰) ا۔یعنی تقویٰ مصدر مجہول ہے اور اپنے مفعول کی طرف منسوب' معنے یہ ہیں کہ میں اس لائق ہوں کہ ساری خلق مجھ سے ڈرے خیال رہے کہ ڈر بمعنی ہیبت ساری مخلوق کو ہے' انبیائے کرام اولیاء اللہ عام مومنین خاص صالحین کے دل میں رب تعالٰی کی ہیبت بقدر قرب ہے' جس قدر رب سے قرب زیادہ اسی قدر اس کی ہیبت زیادہ مگر خوف عذاب صرف گنہگاروں کو ہے۔ اور خوف عقاب کفار کو' لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون کہ وہاں خوف عذاب کی نفی ہے اور یہاں ہیبت الٰہی کا ثبوت ۲۔ خلاصہ یہ ہے کہ خوف خدا بہت بڑی نیکی ہے جس سے گناہ معاف ہوتے ہیں ان الحسنات یذھبن السیئات لہٰذا بڑے سے بڑا مجرم بھی میرے خوف کی وجہ سے بخش دیا جائے گا

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اِنْ کُنَّا لَنَعُدُّ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْمَجْلِسِ یَقُوْلُ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ مِائَۃَ مَرَّۃٍ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَۃَ۔

(۲۲۴۱) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہم اس فرمان کو ایک مجلس میں سو بار شمار کرلیتے تھے کہ عرض کرتے تھے یا رب مجھے بخش دے میری توبہ قبول فرما یقیناً تو توبہ قبول فرمانے والا ہے ا۔(احمد' ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۲۲۴۱) ا۔یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی جگہ کام کے لئے تشریف فرما ہوتے تو تھوڑے تھوڑے وقفہ سے یہ کلمات پڑھتے تھے اور اس کثرت سے پڑھتے تھے کہ اٹھنے سے پہلے سو بار تک فرمالیتے تھے' یہ تو عام مجالس پاک کا ذکر ہے' خصوصی عبادات کی مجلسوں کا کیا پوچھنا مغفرت و توبہ کا فرق پہلے عرض کیا گیا نیز یہ بھی کہ یہ کلمات ہماری تعلیم کے لئے ہیں نیز ان کا پڑھنا عبادت' اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اعلےٰ درجہ کے عابد ہیں لہٰذا یہ حدیث عصمت انبیاء کے خلاف نہیں

وَعَنْ بِلَالِ بْنِ یَسَارِ بْنِ زَیْدٍ مَوْلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ جَدِّیْ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ قَالَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ غُفِرَ لَہٗ وَاِنْ کَانَ قَدْ فَرَّ مِنَ الزَّحْفِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَلٰکِنَّہٗ عِنْدَ اَبِیْ دَاؤدَ ھِلَالُ بْنُ یَسَارٍ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ۔

(۲۲۴۲) روایت ہے حضرت بلال بن یسار ابن زید سے جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں ا۔ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے میرے دادا سے روایت کی کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو یہ پڑھا کرے معافی مانگتا ہوں اس اللہ سے جس کے سواء کوئی معبود نہیں وہ زندہ ہے قائم رکھنے والا ہے اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں تو اس کی بخشش کردی جائے گی اگرچہ وہ جہاد سے بھاگا ہو ۲۔(ترمذی' ابوداؤد) لیکن ابوداؤد کے نزدیک راوی ہلال ابن یسار ہیں اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے ۳۔

(۲۲۴۲) ا۔غلام رسول اللہ ہونا حضرت زید کی صفت ہے نہ کہ بلال کی' اور یہ زید ابن حارثہ نہیں ہیں بلکہ یہ زید ابن ہیں جن کی کنیت ابویسار ہے' زید تو صحابی ہیں مگر ان کے بیٹے یسار اور پوتے بلال وغیرہ تابعی ہیں ان بلال سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی

marfat.com

ہے جیسا کہ ابن حجر نے تقریب میں اور ملا علی قاری نے مرقات میں فرمایا۔ ۲؎ یعنی جہاد میں دشمن کے مقابلہ سے بزدلی کی بنا پر بھاگ جانا بد ترین گناہ ہے مگر اس استغفار کی برکت سے انشاء اللہ وہ بھی معاف ہو جائیگا جیسے دواؤں کی جڑیاں بوٹیاں مختلف تاثیریں رکھتی ہیں کوئی معمولی بیماری میں مفید ہوتی ہے کوئی سخت خطرناک بیماری میں ایسی روحانی بیماریوں کے لئے دعاؤں کے الفاظ مختلف تاثیر رکھتے ہیں' یہ استغفار بد ترین گناہوں کی بخشش کے لئے مفید ہے مگر وہ تاثیریں طبیب کو معلوم ہوتی ہیں' اور یہ تاثیریں حبیب کو معلوم ہیں ہم ان سے بے خبر ہیں مگر علماء فرماتے ہیں کہ توبہ سچے دل سے ہو تب اس کی یہ تاثیریں ہیں کہ توبہ کے وقت آئندہ گناہ سے بچنے کا پورا ارادہ ہو گناہ پر قائم رہتے ہوئے منہ سے توبہ توبہ بول دینا ایک طرح کا مذاق ہے (مرقات) خیال رہے کہ بعض وقت جہاد سے بھاگ جانا جائز بھی ہوتا ہے جبکہ کفار کی یلغار بہت ہی زیادہ ہو جائے اور اب ٹھہرنا ہلاکت ہی ہو اس صورت میں ڈٹا رہنا جان دے دینا بہت ثواب ہے مگر بھاگ جانا بھی گناہ نہیں' اور کبھی بھاگنا جنگی چال ہوتی ہے کہ یہاں سے ہٹ کر مضبوط مرکز پر پہنچیں' پھر وہاں جم کر جنگ کریں رب تعالٰی فرماتا ہے الا متحر فالقتال یہ بھاگنا ثواب ہے نہ بھاگنا گناہ اور بلاوجہ بزدلی سے چھوڑ کر بھاگ جانا سخت گناہ' وہ ہی یہاں مراد ہے' لہذا یہ حدیث بالکل واضح ہے' اس پر کوئی اعتراض نہیں ۳؎ یعنی بلال کے نام میں اختلاف ہو گیا' بعض محدثین ہلال ہ سے فرماتے ہیں بعض بلال ب سے' مگر ب سے ہی زیادہ مشہور ہے حافظ منذری نے فرمایا کہ یہ حدیث بہت جید ہے' اس کی اسناد متصل ہے اور اس میں کوئی راوی ضعیف نہیں اور بہت طرق سے مروی ہے واللہ اعلم

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِی الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ يَارَبِّ اَنّٰى لِیْ هٰذِهٖ فَيَقُوْلُ بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۲۲۴۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی نیک بندے کے جنت میں درجے بلند فرماتا ہے ۱؎ تو بندہ عرض کرتا ہے الٰہی مجھے یہ بلندی درجہ کہاں سے ملی ۲؎ رب فرماتا ہے تیرے بچے کے تیرے لئے دعائے مغفرت کرنے کی وجہ سے ۳؎ (احمد)

(۲۲۴۳) ۱؎ اس طرح کی پہلے تو اس کی قبر میں معمولی درجے کی جنت کی کھڑکی کھلتی ہے پھر اعلے درجہ کی' پھر اس سے اعلیٰ کی یا اس طرح کہ اسے خبر دی جاتی ہے کہ تیرا درجہ بلند ہو رہا ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جنت تو قیامت کے بعد ملے گی' درجے قبر میں کیسے بلند ہو رہے ہیں مرقات نے فرمایا کہ یہاں عبد صالح سے مراد گنہگار مسلمان ہے جو بخشش کی صلاحیت و قابلیت رکھتا ہے پہلے وہ عذاب قبر میں گرفتار ہوتا ہے کہ اچانک عذاب موقوف ہو کر جنت کی کھڑکی قبر میں کھل جاتی ہے لہذا یہ حدیث صرف نیکوں سے مخصوص نہیں ۲؎ میں تو قبر میں سو رہا ہوں اعمال کرنے کی طاقت نہیں رکھتا' پھر یہ تبدیلی حال بغیر اعمال کیسے ہو رہی ہے سبحان اللہ رب کی عطائیں بندے کے وہم سے وراء ہیں ۳؎ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے' ایک یہ کہ نیک اولاد جو ماں باپ کو ان کے مرے بعد دعائے ایصال ثواب استغفار وغیرہ سے یاد رکھے صدقہ جاریہ ہے اور رب تعالٰی کی رحمت ہے' جس کے ذریعہ مردہ کو قبر میں فائدہ پہنچتا رہتا ہے دوسرے یہ کہ شفاعت مومنین برحق ہے جس کا فائدہ میت کو پہنچتا ہے' پھر حضور انور صلے

marfat.com

اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا تو کہنا ہی کیا' تیسرے یہ کہ اولاد کو چاہئے کہ ماں باپ کو دعائے خیر میں یاد رکھے' حتی کہ نماز میں سلام پھیرتے وقت رب اغفرلی ولوالدی پڑھے' ایسا بچہ نیکو کاروں میں شمار ہو گا خیال رہے کہ ولد یعنی بچہ میں بیٹا بیٹی اور ان کی لولاد در لولاد سب شامل ہے' بھی ساتویں پشت کی اولاد ساتویں دادا کو کام آجاتی ہے ۴۔ عام گنہگار مسلمان تو اپنے گناہوں کی وجہ سے خاص نیک مسلمان اسی پشیمانی کی وجہ سے کہ ہم نے اور زیادہ نیکیاں کیوں نہ کرلیں مخصوص محبوبین اپنے چھوٹے ہوئے پیاروں کی وجہ سے ایسے ہوتے ہیں تازہ میت برزخ میں ایسی ہوتی ہے جیسے نئی دلہن سسرال میں کہ اگرچہ وہاں اسے ہر طرح کا عیش و آرام ہوتا ہے مگر اس کا دل میکہ میں پڑا رہتا ہے جب کوئی سوغات یا کوئی آدمی میکے سے پہنچتا ہے تو اس کی خوشی کی حد نہیں رہتی' پھر دل لگتے لگتے لگ جاتا ہے ظاہر یہ ہے کہ یہاں میت سے تازہ میت مراد ہے کہ اسے زندوں کے تحفے کا بہت انتظار رہتا ہے اسی لئے نئی میت کو جلد از جلد نیاز' تیجا' دسواں' چالیسواں وغیرہ سے یاد کرتے ہیں فقیر کی اس شرح سے معلوم ہو گیا کہ یہ فقط گنہگار کا ہی حال نہیں

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا الْمَيِّتُ فِي الْقَبْرِ إِلَّا كَالْغَرِيْقِ الْمُتَغَوِّثِ يَنْتَظِرُ دَعْوَةً تَلْحَقُهُ مِنْ أَبٍ أَوْ أُمٍّ أَوْ أَخٍ أَوْ صَدِيْقٍ فَإِذَا لَحِقَتْهُ كَانَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَيُدْخِلُ عَلٰى أَهْلِ الْقُبُوْرِ مِنْ دُعَاءِ أَهْلِ الْأَرْضِ أَمْثَالَ الْجِبَالِ وَإِنَّ هَدِيَّةَ الْأَحْيَاءِ إِلَى الْأَمْوَاتِ الْإِسْتِغْفَارُ لَهُمْ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ

(۲۲۲۴) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میت قبر میں ڈوبتے ہوئے فریادی کی طرح ہی ہوتی ہے کہ ماں باپ بھائی یا دوست کی دعائے خیر کے پہنچنے کے منتظر رہتی ہے ا۔ پھر جب اسے دعا پہنچ جاتی ہے تو اسے یہ دعا دنیا کی تمام نعمتوں سے زیادہ پیاری ہوتی ہے ۲۔ اور اللہ تعالٰی زمین والوں کی دعا سے قبر والوں کو ثواب کے پہاڑ دیتا ہے ۳۔ اور یقیناً زندہ کا مردوں کے لئے تحفہ ان کے لئے دعائے مغفرت ہے ۴۔ (بیہقی شعب الایمان)

(۲۲۲۴) ا۔ دوست سے مراد خاص دوست بھی ہے اور عام دوست یعنی ہر مسلمان بھی' زندوں کو چاہئے کہ مردوں کو اپنی دعاؤں وغیرہ میں یاد رکھیں تاکہ کل انہیں دوسرے مسلمان یاد کریں اس حدیث سے ان لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہیے جو نیاز فاتحہ ایصال ثواب سے لوگوں کو طرح طرح کے بہانوں سے روکتے ہیں کل انہیں بھی مرنا ہے شعر:۔

☆ نام نیک رفتگان ضائع مکن ☆ تابماند نام نیکت برقرار ☆

۲۔ اس لئے کہ یہ مدد بہت سخت حاجت کے وقت پہنچتی ہے نیز یہ پرانے وطن کا تحفہ و ہدیہ ہوتا ہے پردیس میں دیس کا خط بھی پیارا معلوم ہوتا ہے ۳۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہر نیک عمل کا ثواب اسی شکل میں پہاڑ بن کر میت کو پہنچتا ہے اگر روٹی خیرات کی گئی' تو وہ روٹی کی شکل میں اس کا ثواب میت کو ملے گا' اور کپڑے کی خیرات کا ثواب کپڑے کی شکل میں' مگر اس میں رب کی طرف سے بہت برکت ہوتی ہے ۴۔ خواہ دعائے مغفرت صراحۃً ہو جیسے رب اغفرلی ولوالدی ولجمیع المسلمین خواہ ضمناً" جیسے ان کی طرف سے صدقہ و خیرات' کہ یہ چیزیں میت کی بخشش کا ذریعہ ہیں' غرضکہ یہ حدیث قولی و عملی دونوں استغفاروں کو شامل ہے خیال رہے کہ یہ احادیث ان آیات کے خلاف نہیں لیس للانسان الا ما سعی اور لہا ما کسبت وغیرہ کے کہ ان آیتوں میں بدنی عمل مراد ہیں یعنی کوئی کسی کی طرف سے فرض نماز روزہ نہیں رکھ سکتا' اپنا فرض اپنے ہی کرنے سے ادا ہو گا' اور یہ احادیث ثواب پہنچانے

کے متعلق ہیں، ثواب پہنچانا اور ہے ادائے فرض اور یا آیت میں ملکیت کی نفی ہے اور حدیث میں بخشش کا ثبوت یعنی انسان کی ملک صرف اپنے ہی اعمال ہیں دوسروں کا کیا بھروسہ 'کوئی دے یا نہ دے' بغل میں توشہ منزل کا بھروسہ شعر:

☆ توشہ اعمال اپنا ساتھ لے جاؤ جی ☆ کون بھیجے قبر میں بھیجے گا سوچو تو سہی ☆

☆ بعد مرنے کے تمہیں اپنا پرایا بھول جائے ☆ فاتحہ کو قبر پر پھر کوئی آئے یا نہ آئے ☆

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طُوْبٰى لِمَنْ وَجَدَ فِيْ صَحِيْفَتِهٖ اِسْتِغْفَارًا كَثِيْرًا رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَ رَوَى النَّسَائِيُّ فِيْ عَمَلِ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ.

(۲۲۴۵) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن بسر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے بہت خوبیاں ہیں جو اپنے نامہ اعمال میں بہت استغفار پائے ا۔ (ابن ماجہ اور نسائی نے اس حدیث کو دن رات کے عمل میں روایت کیا

(۲۲۴۵) ا۔ یعنی اس نے مقبول استغفار بہت کئے ہوں جو اس کے نامہ اعمال میں لکھے جا چکے ہوں' اسی لئے یہاں بہت استغفار کرنے کا ذکر نہ فرمایا بلکہ نامہ اعمال میں پانے کا ذکر کیا مقبول استغفار وہ ہے جو دل کے درد آنکھوں کے آنسو اور اخلاص سے کی جائے' صرف اخلاص بھی کافی ہے

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ الَّذِيْنَ اِذَا اَحْسَنُوا اسْتَبْشَرُوْا وَاِذَا اَسَاءُوْا اسْتَغْفَرُوْا رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيْرِ.

(۲۲۴۶) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم یوں عرض کرتے تھے الٰہی مجھے ان لوگوں میں سے بنا جو نیکیاں کریں اور خوش ہو جائیں اور گناہ کریں تو معافی مانگ لیں ا۔ (ابن ماجہ) اور بیہقی نے دعوات کبیر میں

(۲۲۴۶) ا۔ سبحان اللہ کیسی پیاری دعا ہے یعنی مجھے اس جماعت سے بنا جو اپنی نیکی پر فخر نہیں کرتے بلکہ توفیق خیر ملنے پر تیرا شکر کرتے ہیں اور گناہوں پر لاپرواہی نہیں کرتے بلکہ اس دھبہ کو فوراً توبہ کے پانی سے دھوڈالتے ہیں رب تعالٰی حضور کے صدقہ سے یہ صفیتں ہم کو بھی نصیب کرے آمین' فخر کی خوشی گناہ ہے رب تعالٰی فرماتا ہے لا تفرح ان اللہ لا یحب الفرحین اور شکر کی خوشی عبادت ہے رب تعالٰی فرماتا ہے فبذلک فلیفرحوا یہاں شکر کی خوشی مراد ہے

وَعَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ حَدِيْثَيْنِ اَحَدُهُمَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاٰخَرُ عَنْ نَفْسِهٖ قَالَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ يَرٰى ذُنُوْبَهٗ كَاَنَّهٗ قَاعِدٌ تَحْتَ جَبَلٍ يَخَافُ اَنْ يَّقَعَ عَلَيْهِ وَاِنَّ الْفَاجِرَ يَرٰى ذُنُوْبَهٗ كَذُبَابٍ مَرَّ عَلٰى اَنْفِهٖ فَقَالَ بِهٖ هٰكَذَا اَيْ بِيَدِهٖ فَذَبَّهٗ عَنْهُ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُ اَفْرَحُ

(۲۲۴۷) روایت ہے حضرت حارث ابن سوید سے ا۔ فرماتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ ابن مسعود نے دو حدیثیں سنائیں ایک تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور دوسری اپنی طرف سے ۲۔ فرمایا کہ مومن اپنے گناہوں کو یوں سمجھتا ہے گویا کہ وہ پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے ڈر رہا ہے کہ اس پر گر جائے اور بدکار اپنے گناہوں کو اس مکھی کی طرح سمجھتا ہے جو اس کی ناک پر گزرے تو یوں کردے یعنی اپنے ہاتھ سے اسے اڑا دے ۳۔ پھر فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالٰی اپنے مومن بندے کی

marfat.com

بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ الْمُؤْمِنِ مِنْ رَجُلٍ نَزَلَ فِیْ اَرْضٍ دَوِيَّةٍ مَهْلِكَةٍ مَعَهٗ رَاحِلَتُهٗ عَلَيْهَا طَعَامُهٗ وَشَرَابُهٗ فَوَضَعَ رَاسَهٗ فَنَامَ نَوْمَةً فَاسْتَيْقَظَ وَقَدْ ذَهَبَتْ رَاحِلَتُهٗ فَطَلَبَهَا حَتّٰی اِذَا اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْحَرُّ وَالْعَطَشُ اَوْ مَا شَآءَ اللّٰهُ قَالَ اَرْجِعُ اِلٰی مَكَانِیَ الَّذِیْ كُنْتُ فِيْهِ فَاَنَامُ حَتّٰی اَمُوْتَ فَوَضَعَ رَاسَهٗ عَلٰی سَاعِدِهٖ لِيَمُوْتَ فَاسْتَيْقَظَ فَاِذَا رَاحِلَتُهٗ عِنْدَهٗ عَلَيْهَا زَادُهٗ وَشَرَابُهٗ فَاللّٰهُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ مِنْ هٰذَا بِرَاحِلَتِهٖ وَزَادِهٖ رَوٰی مُسْلِمٌ الْمَرْفُوْعَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ فَحَسْبُ وَرَوَی الْبُخَارِیُّ الْمَوْقُوْفَ عَلَی ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَيْضًا۔

توبہ سے اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے ۴؎ جو کسی جانوروں والی ہلاکت کی زمین میں اترے اس کے ساتھ سواری ہے جس پر اس کا کھاناپانی ہے اس نے سر رکھا کچھ سو گیا ۵؎ جاگا تو اس کی سواری جا چکی تھی اسے بہت ڈھونڈ رہا تھا حتی کہ جب اس پر دھوپ یا پیاس یا جو اللہ نے چاہا غالب آگئی ۶؎ تو بولا کہ میں اپنی اسی ہی جگہ لوٹ جاؤں جہاں تھا ۷؎ وہاں سو جاؤں حتی کہ مر جاؤں اپنے بازوں پر مرنے کے لئے سر رکھ دیا پھر جاگا تو اس کی سواری اس کے پاس تھی جس پر اس کا توشہ پانی ۸؎ تھا اللہ تعالٰی مومن بندے کی توبہ سے اس شخص سے زیادہ خوش ہوتا ہے جو یہ سواری سے خوش ہوا ۹؎ مسلم نے صرف وہ ہی روایت نقل کی جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک ابن مسعود سے مرفوع ہے اور بخاری نے ابن مسعود پر موقوف حدیث بھی روایت کی ۱۰؎

(۲۳۴۷) ۱؎ آپ جلیل القدر تابعی ہیں' اہل کوفہ سے ہیں' کسی نے حضرت امام احمد ابن حنبل سے آپ کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ان کی خوبیاں بیان سے بالا ہیں حضرت عبداللہ ابن زبیر کے زمانہ میں فوت ہوئے ۲؎ یعنی ایک حدیث مرفوع اور دوسری حدیث موقوف بیان فرمائی جو خود ان کا اپنا قول ہے ۳؎ یعنی مومن کی پہچان یہ ہے کہ وہ گناہ صغیرہ کو بھی ہلکا نہیں جانتا وہ سمجھتا ہے کہ چھوٹی چنگاری بھی گھر جلا سکتی ہے۔ اس لئے وہ ان کے کرلینے پر بھی جرات نہیں کرتا' اور اگر ہو جائیں تو فوراً توبہ کرلیتا ہے' گناہوں سے خوف کمال ایمان کی علامت ہے ۴؎ یعنی چھوٹے کیا بڑے گناہوں کو بھی ہلکا جانتا ہے' کہتا ہے کہ میں نے گناہ کرلیا تو کیا ہوا رب غفور رحیم ہے بخش دے گا یہ خیال امید نہیں بلکہ خدا تعالٰی سے بے خوفی ہے جو کفر تک پہنچا دیتی ہے' انسان پہلے چھوٹے گناہ کو ہلکا جانتا ہے پھر بڑے گناہوں کو' پھر کفرو شرک کو بھی معمولی چیز سمجھنے لگتا ہے ۵؎ یہاں خوشی سے مراد رضا ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا حضرت ابن مسعود نے پہلے تو گناہ کو ہلکا جاننے کی برائی بیان فرمائی پھر یہ حدیث سنائی تاکہ بندہ ہر چھوٹے گناہ پر بھی توبہ کرے اسے حقیر نہ جانے' رب تعالٰی بندے کی ہر توبہ خواہ گناہ صغیرہ سے ہو یا کبیرہ سے بہت ہی راضی و خوش ہوتا ہے رب تعالٰی کو راضی کرنا عبادت ہے' تو ہر گناہ سے توبہ کرنا بھی اعلٰے درجہ کی عبادت ہے ۶؎ یعنی بہت معمولی سا سویا' سواری کی بھی فکر تھی اور جنگلی درندوں کا بھی اندیشہ دنیا درندوں والا جنگل ہے' نفس سواری جس پر ہمارا ہر طرح کا روحانی سامان ہے' یہاں غافل ہو کر سونا خطرناک ہے یہ محض تمثیل ہے ۷؎ او ماشاء اللہ یا تو راوی کا قول اور او تردد و شک کے لئے ہے یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یا تو گرمی و پیاس کا ذکر فرمایا اور یا ماشاء اللہ فرمایا اور یا خود حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے اور او معنی بلکہ یعنی صرف بھوک و پیاس ہی غالب نہ آئی بلکہ تمام وہ مصیبتیں' فکریں' خوف و غم بھی غالب آگئے جو رب نے چاہا ۸؎ شاید وہاں سواری آئی ہو یا لوٹ آئے' کیونکہ وہ جگہ اس نے جانی پہچانی ہے' اگر نہ آئی تو موت تو آہی جائے گی خلاصہ یہ کہ یا سواری پاؤں گا یا مر

marfat.com

جاؤ نگا۹۔اب بھی اہل عرب جب ریگستان میں پھنس جائیں' تو زندگی سے ناامید ہو کر اس طرح موت کی انتظار میں بیٹھ جاتے ہیں اور وہاں ہی جان نکل جاتی ہے یہاں وہ ہی نقشہ کھینچا جارہا ہے ۱۰۔ یہاں جاگنے سے مراد سر اٹھا کر دیکھنا ہے' ورنہ ایسی حالت میں نیند کہاں آتی ہے' اور ممکن ہے کہ جاگنے سے حقیقتاً جاگنا ہی مراد ہو اور اتفاقاً اونگھ آگئی ہو' بہرحال یہ ایک تمثیل ہے۔ جس میں یاس کے بعد آس کا نہایت بہترین نقشہ کھینچ کر پیش کیا گیا ہے ۱۱۔ یعنی جیسی خوشی اس مایوس بندے کو اس آس پوری ہونے پر ہو سکتی ہے' جس نے جان و مال سب کچھ کھو کر سب کچھ پالیا' اس سے زیادہ خوشی رب تعالیٰ کو اپنے کھوئے ہوئے بندے کے واپس آنے پر ہوتی ہے' صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ روح انسان مسافر ہے بدن اس کی سواری جس پر اس کے اعمال کا سامان ہے' دنیا خطرناک جنگل ہے' یہاں کی غفلت اس مسافر کا سو جانا ہے جب روح غافل ہو کر جاگی تو دیکھا کہ بدن نفسانی خواہشات میں گم ہو چکا تھا' روح کے قبضہ سے نکل چکا تھا' روح نے بہت مشقت سے اسے واپس کرنا چاہا مگر وہ نہ لوٹا مایوس ہو کر روح کو اپنی موت کا یقین ہو گیا' اور اس نے سمجھ لیا کہ اب میں عذاب دائمی میں گرفتار ہوتی ہوں کہ اچانک رحمت الٰہی نے دستگیری کی اور گم شدہ جسم و نفس کی توفیق خداوندی نے دستگیری کی روح نے اپنا مقصد پالیا' یا اس کے بعد اس کی آس پوری ہو گئی' ایسی روح بہت مبارک ہے (مرقات) ۱۲۔ غرضکہ اس حدیث کا جزء مرفوع تو متفق علیہ ہے اور جزء موقوف مفردات بخاری سے ہے' پوری حدیث صحیح ہے

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ الْمُفَتَّنَ التَّوَّابَ۔

(۲۲۴۸) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ اس مومن کو پسند فرماتا ہے جو فتنوں میں گھرا ہوا۱۔ توبہ کرتا ہو۲۔

(۲۲۴۸) ۱۔ گناہ و غفلتیں اس پر طاری ہوتی رہتی ہیں' ہمیشہ نیکیاں ہی نہ کرتا ہو کیونکہ ہمیشہ نیکیاں کرنے والا کبھی تکبر و شیخی میں پھنس جاتا ہے' اور گناہ میں پھنسا ہوا اکثر شرمندہ رہتا ہے اس شرح سے معلوم ہوا کہ اس قاعدے سے زیادہ حضرات انبیاء و خاص اولیاء علیحدہ ہیں' کیونکہ ان میں کبھی غرور پیدا ہوتا ہی نہیں لہٰذا حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ گنہ گار بندے انبیاء اولیاء سے زیادہ پیارے ہوں' یہاں ان سے مقابلہ ہے جو نیکیوں پر اترا جائیں عجز پیدا کرنے والا گناہ' فخر پیدا کرنے والی نیکی سے افضل ہے ۲۔ ہر طرح کی توبہ گناہ سے اطاعت کی طرف' غفلت سے بیداری کی طرف' غیبت سے حضور کی طرف اور معصیت سے معیبت کی طرف لوٹنا ہے صوفیاء فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ گناہوں سے ناراض ہے نہ کہ گنہگار سے' گنہگار سے تو توبہ کرنے پر بہت راضی ہو جاتا ہے عشاق کہتے ہیں کہ بمقابلہ نیکوں کے بروں پر زیادہ کرم ہے' ماں بیمار لاچار بچہ پر زیادہ مہربان ہوتی ہے' نکمے بیٹے کیلئے کماؤ بیٹے سے لیتی رہتی ہے' اور کماؤ سے نکمے کو دلواتی رہتی ہے' ہم نکمے بندے ہیں ہمارے لئے اپنے حبیب سے فرماتا ہے واما السائل فلا تنہر اے محبوب اپنی کمائی سے ان نکموں کو کچھ دیتے رہو' انہیں جھڑکو نہیں

وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا أُحِبُّ أَنَّ لِيَ الدُّنْيَا بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ أَسْرَفُوْا عَلٰى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا الْاٰيَةِ فَقَالَ رَجُلٌ فَمَنْ أَشْرَكَ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۲۲۴۹) روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ مجھے اس آیت کے عوض ساری دنیا مل جاتی ۱۔ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ناامید نہ ہو والخ ۲۔ ایک شخص بولا تو جو

marfat.com

ثُمَّ قَالَ اَلَا وَمَنْ اَشْرَكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔

شرک کرے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم خاموش رہے پھر فرمایا یقیناً جو شرک کرے تین بار فرمایا (یعنی اس کی توبہ بھی قبول ہو گی ۳۔

(۲۲۴۹) ا۔ پھر میں اس دنیا سے لذات و خیرات سب کچھ حاصل کرتا ۲۔ اس آیت میں عبادی سے مراد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بندے غلام ہیں اور زیادتی سے مراد گناہ کرتے رہنا ہے' انہی سے مغفرت کا وعدہ ہے کہ شرک و کفر کی معافی نہیں' رب تعالیٰ فرماتا ہے ان اللّٰہ لا یغفران یشرک بہ ۲۔ یعنی شرک و کفر بھی بخش دیا جائیگا بشرطیکہ بندہ اس سے توبہ کرکے مسلمان ہو جائے' جو کفر پر مرگیا اس کی مغفرت نہیں' مگر مومن گنہگار اگر بغیر توبہ بھی مرجائے' تب بھی بخشا جاسکتا ہے' لہٰذا یہ حدیث مذکورہ آیت کے خلاف نہیں۔ حکایت۔ حضرت وحشی نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ اسلام میں شرک' قتل' زنا بہت بڑے بڑے گناہ ہیں اور میں نے یہ تینوں کئے ہیں' میری بخشش کیسے ہو گی' تب یہ آیت کریمہ آئی الا من تاب وامن وعمل عملا صالحا وحشی بولے کہ مغفرت کی یہ شرطیں بہت سخت ہیں' توبہ نیک اعمال وغیرہ مجھ سے کیسے ہوں گے تب یہ آیت سنائی گئی ویغفر مادون ذلک لمن یشاء وحشی بولے اب بھی میری تسلی نہیں ہوتی نہ معلوم میری بخشش ہو گی یا نہیں تب یہ آیت نازل ہوئی قل یا عبادی الذین اسرفوا الخ تب وحشی بولے بس بس مجھے کافی ہے کافی ہے صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ کیا یہ بشارتیں صرف وحشی کے لئے ہیں' فرمایا نہیں بلکہ میری ساری امت کے لئے (تفسیر معالم التنزیل و مرقات) غرضکہ یہ آیت بہت ہی امید افزاء ہے

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَيَغْفِرُ لِعَبْدِهٖ مَالَمْ يَقَعِ الْحِجَابُ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْحِجَابُ قَالَ اَنْ تَمُوْتَ النَّفْسُ وَهِيَ مُشْرِكَةٌ رَوَى الْاَحَادِيْثَ الثَّلٰثَةَ اَحْمَدُ وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْاَخِيْرَ فِيْ كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ۔

(۲۲۵۰) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو بخشتا ہے جب تک کہ آڑ نہ واقع ہو ا۔ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ آڑ کیا ہے فرمایا یہ کہ کوئی شخص شرک کرتے ہوئے مرجائے ۲۔ ان تینوں حدیثوں کو احمد نے روایت کیا اور بیہقی نے آخری حدیث کتاب البعث والنشور میں روایت کی

(۲۲۵۰) ا۔ یعنی وہ واقعہ ہو جائے جو بندہ اور رب تعالیٰ کی رحمت کے درمیان آڑ ہے دوئی کی آڑ' رب تعالیٰ فرماتا ہے لا تتخذوا الٰھین اثنین انما ھو الٰہ واحد ۲۔ شرک سے مراد کفر ہے کہ کفر پر موت واقع ہو جانا رحمت الٰہی سے بڑی مضبوط آڑ ہے اس سے معلوم ہوا کہ کافر کی ہر توبہ موقوف رہتی ہے' اگر ایمان لاکر مرا تمام گذشتہ توبہ قبول ہو گئیں' اگر کفر پر ہی مرگیا تو ساری توبہ بیکار گئیں' حق یہ ہے کہ کفار کی بعض دعائیں قبول ہو جاتی ہیں' شیطان نے درازی عمر کی دعا مانگی جو کچھ ترمیم سے قبول ہو گئی

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَقِيَ اللّٰهَ لَا يَعْدِلُ بِهٖ شَيْئًا فِي الدُّنْيَا ثُمَّ كَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ جِبَالٍ ذُنُوْبٌ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ۔

(۲۲۵۱) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اللہ تعالیٰ سے اس طرح ملے ا۔ کہ دنیا میں کسی چیز کو اس کے برابر نہ جانتا ہو ۲۔ پھر اس پر گناہوں کے پہاڑ ہوں تو اللہ اسے بخش دے گا ۳۔ (بیہقی کتاب البعث والنشور)

(۲۲۵۱) ا۔ یعنی اس حال میں مرے' یہاں اللہ سے ملنے سے مراد دنیا سے جانا ہے نہ کہ قیامت میں اٹھنا کہ مرتے ہی سب ایمان

marfat.com

لے آتے ہیں' پھر قیامت میں مشرک کون ہوگا' چونکہ بعد موت دنیا کے سارے تعلقات ختم ہو جاتے ہیں بندہ کا تعلق صرف رب تعالٰی سے رہ جاتا ہے' اسی لئے موت کو اللہ سے ملنا فرمایا گیا ۲۔ اس طرح کہ کسی کو خدا کا شریک نہ مانتا ہو' چونکہ عرب میں عام طور پر کفار مشرکین ہی تھے' اس لئے شرک کا ذکر فرمایا ورنہ موحد کافر کا بھی یہ ہی حال ہے خیال رہے کہ مشرک اپنے معبودوں کو خدا کے برابر ضرور مانتے ہیں کسی کو خدا کی اولاد کسی کو خدا کا مددگار' کسی کو خدا کے مقابل اپنا کارساز مانتے ہیں' اسی لئے وہ قیامت میں اپنے شرکاء سے کہیں گے اذ نسویکم برب العلمین اس کی تحقیق ہماری کتاب علم القرآن میں ملاحظہ فرمایئے' رب تعالٰی فرماتا ہے ویغفر مادون ذلک لمن یشاء لہٰذا یہ حدیث نہ تو قرآنی آیات کے مخالف ہے نہ عذاب کی حدیثوں کے اور نہ اس میں مسلمانوں کو گناہ پر دلیر کیا گیا ہے

(۲۲۵۲)

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ۔ وَقَالَ تَفَرَّدَ بِهِ النَّهْرَانِيُّ وَهُوَ مَجْهُوْلٌ وَفِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ رَوٰى عَنْهُ مَوْقُوْفًا قَالَ اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ وَالتَّائِبُ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ۔

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے گناہ سے توبہ کرنیوالا ایسا ہے جیسے اس کا گناہ تھا ہی نہیں ا۔ (ابن ماجہ' بیہقی' شعب الایمان) اور بیہقی نے فرمایا کہ اس حدیث میں نہرانی اکیلا ہے اور وہ مجہول الحال ہے ۲۔ اور شرح سنہ میں ابن مسعود سے موقوفاً روایت کی آپ نے فرمایا نادم ہونا توبہ ہے اور توبہ والا ایسا ہے کہ گویا گناہ کیا ہی نہیں ۳۔

(۲۲۵۲) ا۔ توبہ سے مراد سچی اور مقبول توبہ ہے جس میں تمام شرائط جواز و شرائط قبول جمع ہوں کہ حقوق العباد اور حقوق شریعت ادا کردئے جائیں' پھر گذشتہ کوتاہی پر ندامت ہو اور آئندہ نہ کرنے کا عہد' اس توبہ سے گناہ پر مطلقاً پکڑ نہ ہوگی بلکہ بعض صورتوں میں تو گناہ نیکیوں سے بدل جائیں گے حضرت رابعہ بصریہ' سفیان ثوری اور فضیل ابن عیاض سے فرمایا کرتی تھیں کہ میرے گناہ تمہاری نیکیوں سے کہیں زیادہ ہیں' اگر میری توبہ سے یہ گناہ نیکیاں بن گئے' تو پھر میری نیکیاں تمہارے سے بہت بڑھ جائیں گی (مرقات) خیال رہے کہ یہاں کمن لا ذنب لہ سے انبیاء اولیاء' ملائکہ خارج نہیں ہیں' کیونکہ گنہگار توبہ کرکے ان جیسا نہیں ہو جاتا' اگر اسے عذاب نہ بھی ہو مگر خجالت و شرمندگی تو ہوگی وہ حضرات ان سے بھی پاک ہیں یہاں وہ لوگ مراد ہیں جو نہ معصوم ہوں نہ محفوظ مگر گناہ نہ کریں' جیسے چھوٹے بچے اور دیوانہ مسلمان کہ تائب گنہگار توبہ کی برکت سے ان بے گناہوں کی طرح ہو جاتا ہے بے گناہی میں۔ ۲۔ یعنی نہرانی کا پتہ نہ لگا کہ ثقہ تھا یا ضعیف' لہٰذا یہ حدیث درجہ صحت کو نہ پہنچی' امام ابن حجر اور ملا علی قاری نے فرمایا کہ چونکہ یہ حدیث فضائل دعا و توبہ میں ہے' لہٰذا اگر ضعیف بھی ہو تب بھی قبول ہے (مرقات) ۳۔ چونکہ گذشتہ پر ندامت توبہ کا رکن اعلٰے ہے کہ اس پر باقی سارے ارکان مبنی ہیں اس لئے صرف ندامت کا ذکر فرمایا جو کسی کا حق مارنے پر نادم ہوگا تو حق ادا بھی کردے گا جو بے نمازی ہونے پر شرمندہ ہوگا وہ گذشتہ چھوٹی نمازیں قضا بھی کرلے گا لہٰذا حدیث بالکل واضح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں' اگرچہ یہ حدیث موقوف ہے مگر مرفوع کے حکم میں ہے کہ یہ بات محض قیاس سے نہیں کہی جاسکتی۔

marfat.com

بَابُ وسعت رحمت الٰہی

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ پہلی فصل

ا۔یعنی گذشتہ بابوں کے تتمات و لواحق کا باب۔جس میں مختلف مضامین کی احادیث ہیں اکثر حدیثیں اللہ کی رحمت اور بندے کے مایوس نہ ہونے کے متعلق ہیں

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَضَى اللّٰهُ الْخَلْقَ كَتَبَ كِتٰبًا فَهُوَ عِنْدَهٗ فَوْقَ عَرْشِهٖ اِنَّ رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ غَضَبِیْ وَفِیْ رِوَايَةٍ غَلَبَتْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۲۲۵۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب اللہ نے مخلوق پیدا فرمانے کا فیصلہ کیاا۔ تو ایک تحریر لکھی جو رب کے پاس عرش کے اوپر ہے ۲۔ کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے اور ایک روایت میں غلبت ہے ۳۔(مسلم بخاری)

(۲۲۵۳) ا۔اس طرح کہ مخلوق کو پیدا فرمادیا یا پیدا فرمانے کی ابتداء کی یا موجودات کے ظہور کا ارادہ قریب کیا یا جب میثاق کے دن تمام روحوں کو پیدا کیا ۲۔ کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے اور لکھنے سے مراد لکھنے کا حکم دینا ہے فرشتوں کو یا قلم کو' عرش کے اوپر سے مراد درجہ و مرتبہ میں اوپر ہے نہ کہ جگہ میں' کیونکہ لوح محفوظ عرش کے نیچے ہے نہ کہ اس کے اوپر بعض علماء نے فرمایا کہ لوح محفوظ حضرت اسرافیل علیہ السلام کی پیشانی ہے کہ اس میں سارے حالات درج ہیں' اور حضرت اسرافیل حاملین عرش فرشتوں کے سردار ہیں اس کے متعلق اور بہت سے قول ہیں (مرقات وغیرہ) ۳۔اس طرح کہ آثار غضب پر آثار رحمت غالب بھی ہیں اور زیادہ بھی' ورنہ خود رحمت و غضب رب تعالٰی کی صفتیں ہیں' وہاں زیادتی کمی اور غالبیت مغلوبیت ناممکن ہے مطلب یہ ہے کہ میری رحمت کا ظہور بمقابلہ غضب بہت زیادہ ہو گا' چنانچہ رب تعالٰی کی رحمت تمام مخلوق کو پہنچتی ہے اور غضب کسی کسی کو' کفار بھی رب کی رحمت ہی سے روزی پاتے ہیں' بلاؤں سے محفوظ رہتے ہیں' چنانچہ رحمت کے بارے میں خود فرماتا ہے ورحمتی وسعت کل شی اور عذاب کے بارے میں فرماتا ہے عذابی اصیب بہ من اشاء (از لمعات مع زیادۃ)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ مِائَةَ رَحْمَةٍ اَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً وَّاحِدَةً بَيْنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالْبَهَائِمِ وَالْهَوَامِّ فَبِهَا يَتَعَاطَفُوْنَ وَبِهَا يَتَرَاحَمُوْنَ وَبِهَا تَعْطِفُ الْوَحْشُ عَلٰى وَلَدِهَا وَاَخَّرَ اللّٰهُ تِسْعًا وَّتِسْعِيْنَ رَحْمَةً يَرْحَمُ بِهَا عِبَادَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِیْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ۔

(۲۲۵۴) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کی سو رحمتیں ہیں ا۔ جن میں سے ایک رحمت جن' انسان' جانوروں اور کیڑے مکوڑوں کے درمیان اتاری جس سے یہ آپس میں ایک دوسرے پر مہربانی اور رحم کرتے ہیں ۲۔ اس رحمت سے وحشی جانور اپنے بچے پر مہربان ہوتے ہیں ۳۔ اور ننانوے رحمتیں محفوظ رکھ چھوڑی جن سے اللہ تعالٰی قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائیگا (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں

marfat.com

عَنْ سَلْمَانَ نَحْوَهٗ وَفِیْ اٰخِرِهٖ قَالَ فَاِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ اَکْمَلَهَا بِهٰذِهِ الرَّحْمَةِ حضرت سلمان سے اسی کی مثل ہے اس کے آخر میں ہے کہ فرمایا جب قیامت کا دن ہو گا تو اللہ اس رحمت کو اس سے کامل فرمادیگا ہے

(۲۲۵۴) ا۔ یعنی اللہ تعالٰی کی رحمت سو قسم کی ہے یا سینکڑوں قسم کی جن میں سے ہر قسم کے ماتحت ہزارہا انواع ہیں ہر نوع کے نیچے ہزاروں صنفیں ہیں اور ہر صنف کے تحت ہزارہا افراد' غرضکہ یہ حدیث حد بندی (تحدید) کے لئے بلکہ تکثیر و زیادت کے لئے ہے ۲۔ یعنی ان سینکڑوں اقسام میں سے ایک قسم یا کروڑوں افراد میں سے ایک فرد دنیا میں بندوں میں بانٹ دی گئی ہے۔ جس کے حصے ہو کر ماں باپ بہن بھائی قرابت دار دوستوں کو ملے ۳۔ وحشی جانوروں کا ذکر خصوصیت سے اس لئے فرمایا کہ ان میں الفت و محبت کم ہے' نفرت و غضب زیادہ یعنی وحشی درندے بھی اس رحمت کے حصے سے اپنے بچوں پر مہربان ہیں اگر رب تعالٰی مال کے دل میں محبت پیدا نہ کرے تو وہ اپنے بچوں پر ہرگز مہربان نہ ہو جیسے ناگن تو اپنے بچوں کو کھا جاتی ہے مچھلی اپنے بچوں کو پہچانتی بھی نہیں' اور اگر رب محبت پیدا فرمادے تو پتھر اور درخت محبت کرنے لگیں دیکھو احد پہاڑ حضور سے محبت کرتا ہے' درخت گھاس پھوس حضور پر نثار ہیں (صلے اللہ علیہ وسلم) ۴۔ بندوں سے مراد مومن بندے ہیں اور ننانوے کا عدد تحدید کے لئے بلکہ زیادتی کیلئے ہے یا یہ مقصد ہے کہ ایک قسم کی رحمت کا ظہور تو دنیا میں ہو رہا ہے اور ننانوے قسم کی رحمت کی جلوہ گری آخرت میں ہو گی' لہٰذا یہ حدیث اس روایت کے خلاف ہیں جس میں ارشاد ہوا کہ روزانہ کعبہ معظمہ پر ایک سو بیس رحمتیں نازل ہوتی ہیں جس سے ساٹھ طواف کرنے والوں پر چالیس وہاں نماز پڑھنے والوں پر' اور بیس رحمتیں کعبہ کو دیکھنے والوں پر (از مرقات) ۵۔ یعنی قیامت کے دن ان ننانوے رحمتوں کو اس دنیا کی ایک رحمت سے ملا کر پورے سو فرمادیگا' معلوم ہوا کہ وہاں دنیوی رحمت بھی ہو گی مگر صرف مسلمانوں میں کفار تو عذاب دیکھ کر اپنی اولاد ماں باپ سے بھی بیزار ہوں گے

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ یَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الْعُقُوْبَةِ مَا طَمِعَ بِجَنَّتِهٖ اَحَدٌ وَلَوْ یَعْلَمُ الْکَافِرُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الرَّحْمَةِ مَا قَنَطَ مِنْ جَنَّتِهٖ اَحَدٌ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۲۲۵۵) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر مومن جان لیتا کہ اللہ کے پاس کتنا عذاب ہے تو کوئی بھی اس کی جنت کی امید نہ رکھتا اور اگر کافر جان لیتا کہ اللہ کے پاس کتنی رحمت ہے تو اس کی جنت سے کوئی ناامید نہ ہوتا ا۔ (مسلم بخاری)

(۲۲۵۵) ا۔ اسمیں رب تعالٰی کی انتہائی رحمت و عذاب کا ذکر ہے یعنی اس قدر بیان کرنے کے باوجود اللہ تعالٰی کی وسعت رحمت و عذاب کسی کے خیال میں نہیں آسکتی' اگر ان کی حقیقت معلوم ہو جائے تو عذاب دیکھ کر مومن کی آس ٹوٹ جائے اور اس کی رحمت میں غور کر کے کافر کے پاس جاتی رہے خلاصہ یہ ہے کہ نیک کار کو بھولنا نہ چاہیے کیونکہ اللہ جبار و قہار ہے اور گنہگار کو مایوس نہ ہونا چاہئے کیونکہ اللہ ستار و غفار ہے حضرت عمر فرماتے ہیں اگر قیامت میں رب اعلان فرمائے کہ صرف ایک ہی بندہ جنتی ہے تو مجھے امید ہو کہ شائد میں ہی ہونگا اور اگر اعلان ہو جائے کہ صرف ایک ہی بندہ دوزخی ہے تو مجھے خطرہ ہو گا کہ وہ میں ہی ہوں صوفیاء فرماتے ہیں کہ بندہ پر زندگی میں خوف غالب چاہیے اور مرتے وقت امید

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

(۲۲۵۶) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا

marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْجَنَّةُ اَقْرَبُ اِلٰى اَحَدِكُمْ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ وَالنَّارُ مِثْلُ ذٰلِكَ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت تم سے تمہارے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے اور آگ بھی ایسی ہی ہے ا۔ (بخاری)

(۲۲۵۶) ا۔ اسطرح کہ کبھی منہ سے بری بات نکل جاتی ہے' تو ساری عمر کی نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں اور بندہ دوزخی ہو جاتا ہے اور کبھی منہ سے ایک بات اچھی نکل جاتی ہے جو رب کو پسند ہو اس سے بندہ کے عمر بھر کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور وہ جنتی ہو جاتا ہے' غرضکہ ایک لفظ میں جنت و دوزخ ہے' چونکہ جنت و دوزخ اپنے عمل سے ملتی ہیں اور ان کے راستے عمل کے قدموں سے طے ہوتے ہیں' اس لئے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قرب کو جوتے کے تسمے سے تشبیہ دی یعنی ایک قدم میں جنت ہے اور ایک قدم میں دوزخ

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَجُلٌ لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ لِاَهْلِهٖ وَفِیْ رِوَايَةٍ اَسْرَفَ رَجُلٌ عَلٰى نَفْسِهٖ فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ اَوْصٰى بَنِيْهِ اِذَا مَاتَ فَحَرِّقُوْهُ ثُمَّ اذْرُوْا نِصْفَهٗ فِی الْبَرِّ وَنِصْفَهٗ فِی الْبَحْرِ فَوَاللّٰهِ لَئِنْ قَدَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ لَيُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا لَا يُعَذِّبُهٗ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ فَلَمَّا مَاتَ فَعَلُوْا مَا اَمَرَهُمْ فَاَمَرَ اللّٰهُ الْبَحْرَ فَجَمَعَ مَا فِيْهِ وَاَمَرَ الْبَرَّ فَجَمَعَ مَا فِيْهِ ثُمَّ قَالَ لَهٗ لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا قَالَ مِنْ خَشْيَتِكَ يَا رَبِّ وَاَنْتَ اَعْلَمُ فَغَفَرَ لَهٗ ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(۲۲۵۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص جس نے کبھی کوئی نیکی نہ کی تھی اس نے اپنے گھر والوں سے کہا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ ایک شخص نے اپنی جان پر زیادتی کی تھی جب اسے موت آئی تو اس نے اپنی اولاد کو وصیت کی ا۔ کہ جب وہ مرجائے تو اسے جلا دو پھر اس کو آدھا جنگل میں اور آدھا دریا میں اڑا دو ۲۔ رب کی قسم اگر اللہ نے اس پر تنگی کی تو اسے وہ عذاب دیگا جو جہانوں میں کسی کو نہ دے ۳۔ پھر جب وہ مرگیا جو اس نے کہا تھا وہ ان لوگوں نے کیا اللہ نے دریا کو حکم دیا تو اس نے اپنے اندر کا سب جمع کر دیا اور جنگل کو حکم دیا تو اس نے اپنے اندر کا جمع کر دیا پھر اس سے فرمایا کہ تو نے یہ حرکت کیوں کی وہ بولا یارب تیرے ڈر سے تجھے تو خود خبر ہے اسے رب نے بخش دیا ۴۔ (مسلم بخاری)

(۲۲۵۷) ا۔ غالب یہ ہے کہ یہ شخص کوئی اسرائیلی تھا کیونکہ بنی اسرائیل نے بارہا خوف الٰہی میں بڑی بڑی مشقتیں جھیلی ہیں' اور یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب انبیاء کرام کی تعلیم دنیا سے گم ہو چکی تھی لوگ رب تعالٰی کی صفات سے بے خبر ہو گئے تھے' لہذا اگلے واقعہ پر کوئی اعتراض نہیں ۲۔ اگرچہ اس زمانہ میں دفن کا رواج تھا مگر اس ناسمجھ نے خیال کیا کہ دفن ہونے کی صورت میں میری لاش ایک ہی جگہ ہوگی جسے رب دوبارہ زندگی بخش دے گا اور اگر میری مٹی کے ذرے دریا اور خشکی میں بکھر گئے تو رب اسے جمع نہ کریگا یا جمع نہ کر سکے گا اس کا یہ خیال قدرت الٰہی سے بے خبری کی بنا پر تھا' اور یہ بے خبری نور نبوت نہ پہنچنے کی وجہ سے تھی' لہذا یہ بندہ معذور تھا اور اسے اس بنا پر کافر نہیں کہہ سکتے' کیونکہ ایسے زمانہ میں نجات کے لئے صرف عقیدہ توحید کافی ہوتا ہے ۳۔ یہ معنی بہت نفیس ہیں کہ قدر قدر سے بنا نہ کہ قدرۃ سے رب تعالٰی فرماتا ہے فقدر علیہ رزقه اور یونس علیہ السلام کے بارے میں

marfat.com

فرماتا ہے فظن ان لن نقدر علیه اگر یہ قدر: سے بنتا تو اس میں خدا کی قدرت کا انکار ہوتا جو کفر ہے‘ یہی معنے مرقات نے کئے یعنے اگر رب نے مجھ پر تنگی کی اور میرا حساب لیا تو مجھے عذاب دیگا خلاصہ یہ کہ کہ تم میری میت کو خود یہ عذاب دے دنیا (جلا کر اڑا کر) تا کہ رب تعالٰی مجھ پر عذاب نہ کرے‘ اگر قدرۃ سے ہو جیسا کہ بعض شارحین نے فرمایا تو یہی کہا جائیگا کہ یہ بندہ صفات الٰہی سے خبردار نہ تھا۳؎ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مردہ کو جلا ڈالنے اور اس کی مٹی کو اڑا دینے سے مردہ حساب و عذاب سے نہیں بچ سکتا رب تعالٰی ایک آن میں اس کے تمام ذرے جمع فرما کر حساب بھی لے لیتا ہے اور عذاب و ثواب بھی دے دیتا ہے‘ جیسا کہ عذاب قبر کے باب میں عرض کر چکے ہیں دوسرے یہ کہ زمانہ فترت کے لوگ صرف عقیدہ توحید پر بخشے جائیں گے‘ صفات الٰہی سے غفلت اور گناہوں پر ان کی پکڑ نہ ہوگی سوائے حقوق العباد اور ظلم کے‘ کہ ظلم کی سزا تو جانوروں کو بھی ملے گی تیسرے یہ کہ خوف خدا رب تعالٰی کی بڑی ہی نعمت ہے جس سے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں‘ دیکھو یہ بندہ عمر بھر کا گنہگار تھا محض غلبہ خوف الٰہی سے بخشا گیا‘ چوتھے یہ کہ عذاب و ثواب کا حکم تو مرتے ہی ہو جاتا ہے‘ اس کا ظہور قیامت میں ہو گا

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْيٌ فَإِذَا امْرَأَةٌ مِنَ السَّبْيِ قَدْ تَحَلَّبَ ثَدْيُهَا تَسْعٰى إِذَا وَجَدَتْ صَبِيًّا فِي السَّبْيِ أَخَذَتْهُ فَأَلْصَقَتْهُ بِبَطْنِهَا وَأَرْضَعَتْهُ فَقَالَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتُرَوْنَ هٰذِهٖ طَارِحَةً وَلَدَهَا فِي النَّارِ فَقُلْنَا لَا وَهِيَ تَقْدِرُ عَلٰى أَنْ لَا تَطْرَحَهُ فَقَالَ اللّٰهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهٖ مِنْ هٰذِهٖ بِوَلَدِهَا۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۲۵۸) روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر کچھ قیدی آئے تو قیدیوں میں ایک عورت کی چھاتیاں دودھ سے چھلک رہی تھیں ۱؎ وہ دوڑ رہی تھی جب قیدیوں میں کوئی بچہ پاتی اپنے پیٹ سے چمٹا لیتی اور اسے دودھ پلا دیتی ۲؎ تب ہم سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم یہ خیال کر سکتے ہو کہ یہ عورت اپنے بچہ کو آگ میں پھینک دے ہم نے عرض کیا اگر وہ پھینکنے پر قادر ہو تو کبھی نہ پھینکے فرمایا اللہ تعالٰی اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے جتنی یہ اپنے بچے پر ۳؎
(مسلم بخاری)

(۲۲۵۸) ۱؎ کیونکہ اس کا بچہ اس سے جدا ہو چکا تھا اور یہ نئی والدہ تھی تحلب حلب سے بنا جس کے معنے ہیں دودھ دوہنا یہاں دودھ کی وہ کثرت مراد ہے جسے پستان نہ سنبھال سکیں اور دودھ ٹپکنے لگے ۲؎ تاکہ دودھ کا جوش کچھ کم ہو جائے‘ نیز وہ اپنے بچہ کو یاد کر کے دوسرے بچوں پر مہربانی کرتی تھی (مرقات) ۳؎ جیسے ماں نہیں چاہتی کہ میرا بچہ آگ میں جلے‘ ایسے رب تعالٰی نہیں چاہتا کہ میرا بندہ آگ میں جلے‘ وہ تو ماں سے زیادہ مہربان ہے خیال رہے کہ یہاں چاہنا بمعنی راضی ہونا ہے نہ کہ بمعنی ارادہ کرنا رب تعالٰی نہ کفر سے راضی ہے نہ فسق سے دنیا کا ہر کام رب تعالٰی کے ارادے سے ہے نہ کہ اس کی رضا سے لوگ اپنی حرکتوں سے دوزخ میں جاتے ہیں رب تعالٰی انکے اس جانے سے راضی نہیں لہذا حدیث صاف ہے اس پر مسئلہ تقدیر کے اعتراضات نہیں پڑ سکتے

وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يُّنْجِيَ أَحَدًا مِّنْكُمْ عَمَلُهٗ قَالُوْا وَلَا أَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ

(۲۲۵۹) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی کو اسکا عمل نجات نہیں دے سکے گا ۱؎ لوگوں نے عرض کیا نہ آپکو یارسول اللہ ۲؎ فرمایا نہ مجھے مگر

marfat.com

وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰهُ مِنْهُ بِرَحْمَتِهٖ فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاغْدُوْا وَرُوْحُوْا وَ شَیْءٌ مِّنَ الدُّلْجَةِ وَالْقَصْدَ الْقَصْدَ تَبْلُغُوْا۔

یہ کہ اللہ مجھے مہربانی سے اپنی رحمت میں چھپالے ۳۔ لہٰذا ٹھیک رہو میانہ رو رہو اور صبح شام اور کچھ اندھیری رات میں نیکیاں کرلیا کرو میانہ رو رہو میانہ رو رہو پہنچ جاؤ ۴۔ (مسلم بخاری)

(۲۲۵۹) ۱۔ یعنی نیک اعمال دوزخ سے بچنے، جنت میں داخل ہونے کے اسباب تو ہیں مگر علت تامہ نہیں، بہت سے لوگ بغیر نیک عمل جنتی ہیں جیسے مسلمانوں کے ناسمجھ بچے یا دیوانے یا وہ جو مسلمان ہوتے ہی فوت ہوجائیں اور بعض لوگ نیکیوں کے باوجود دوزخی ہیں جیسے نیکیاں کرنے والے کفار یا جن کی نیکیاں مردود ہوگئیں جنت ملنے کی علت تامہ اللہ تعالٰی کا فضل ہے محض تخم درخت کی علت تامہ نہیں، بہت بار تخم ضائع ہوجاتا ہے اس فرمان کا مقصد لوگوں کو نیکیوں سے روکنا نہیں ہے بلکہ نیکوں کو اپنے اعمال پر ناز کرنے سے بچانا ہے کہ اے پرہیزگارو اپنے اعمال پر غرور نہ کرو، رب تعالٰی کا فضل مانگو شیطان کے اعمال سے اس کے انجام سے سبق لو ۲۔ یعنی آپ کی نیکیاں تو قبولیت کی انتہائی منزل پر ہیں، کیا یہ بھی حصول جنت کے لئے کافی وافی نہیں، کیا آپ کو بھی اللہ کی رحمت درکار ہے صحابہ سمجھے یہ تھے کہ ایسے موقعہ پر متکلم مستثنیٰ ہوتا ہے، شاید حضور یہ ہمارے لئے فرمارہے ہیں اس لئے یہ سوال کیا اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ عمومی احکام پر حضور کو داخل نہ مانتے تھے ۳۔ یتغمدنی، غمد سے بنا بمعنی غلاف تلوار جو ہر طرف سے تلوار کو چھپائے ہوتا ہے، یعنی میں بھی محض عمل سے بلافضل الٰہی جنت کا حقدار نہیں، ہاں رب تعالٰی کی رحمت ہر طرف سے مجھے گھیرے تو جنت میری ہے خیال رہے کہ تمام دنیا کے لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم رحمت ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین اور رحمت الٰہی جنت ملنے کا ذریعہ ہے، تو ہماری جنت کا وسیلہ عظمٰی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم پر خود رب تعالٰی کا فضل ربانی ہے وکان فضل اللّٰہ علیک عظیمًا لہٰذا ہم اور رحمت سے جنتی ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دوسری رحمت سے سورج و چاند دونوں کو نور رب نے دیا مگر چاند کو سورج کے ذریعہ اور سورج کو بلاواسطہ اپنی طرف سے لہٰذا اس حدیث سے حضور کا ہماری مثل ہونا ثابت نہیں ہوتا ۴۔ اس طرح کہ عقائد درست رکھو عبادات میں درمیانی روش چلو کہ بقدر طاقت نوافل شروع کرو پھر ہمیشہ نبھادو اور صرف فرائض پر کفایت نہ کرو بلکہ نوافل بھی ادا کیا کرو خصوصًا آخری رات میں عبادت کیا کرو کہ یہ چیزیں رحمت الٰہی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے خلاصہ یہ کہ جنت کا ذریعہ رحمت الٰہی ہے اور رحمت کا ذریعہ نیک اعمال ہیں لہٰذا اعمال سے غافل نہ ہو، منزل قریب ہے خیال رہے کہ رات میں سفر زیادہ طے ہوجاتا ہے ایسے مسافر آخر رات کے لئے رات کی عبادت سے جلد منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُدْخِلُ اَحَدًا مِّنْكُمْ عَمَلُهٗ الْجَنَّةَ وَلَا يُجِيْرُهٗ مِنَ النَّارِ وَلَا اَنَا اِلَّا بِرَحْمَةِ اللّٰهِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۲۶۰) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کسی کو اس کا عمل نہ تو جنت میں پہنچاسکے گا نہ آگ سے بچاسکے گا اور نہ مجھے مگر اللہ کی رحمت سے ۱۔ (مسلم)

(۲۲۶۰) ۱۔ علماء فرماتے ہیں کہ دخول جنت اللہ کے فضل سے ہے اور وہاں کے درجات کا حصول اعمال کے وسیلہ سے ہے خواہ خود اپنے عمل ہوں یا اپنے ماں باپ یا اولاد کے عمل، اس حدیث کا یہ ہی مطلب ہے جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اعمال اللہ کے

marfat.com

فضل سے جنت کا باعث بنے تو ماشما کس شمار میں ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَسْلَمَ الْعَبْدُ فَحَسُنَ اِسْلَامُہٗ یُکَفِّرُ اللّٰہُ عَنْہُ کُلَّ سَیِّئَۃٍ کَانَ زَلَّفَھَا وَکَانَ بَعْدُ الْقِصَاصُ الْحَسَنَۃُ بِعَشْرِ اَمْثَالِھَا اِلٰی سَبْعِ مِائَۃِ ضِعْفٍ اِلٰی اَضْعَافٍ کَثِیْرَۃٍ وَالسَّیِّئَۃُ بِمِثْلِھَا اِلَّا اَنْ یَّتَجَاوَزَ اللّٰہُ عَنْھَا۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

(۲۲۶۱) روایت ہے حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو بندہ مسلمان ہو اور اس کا اسلام اچھا ہو ۱ے تو اللہ تعالیٰ اس کے سارے کیے ہوئے گناہ مٹا دیتا ہے ۲ے اس کے بعد قصاص ہوتا رہتا ہے ۳ے کہ نیکی تو دس گنے سے لے کر سات سو گنا بلکہ بہت زیادہ گنا تک ہے ۴ے اور گناہ اس کے برابر یہ کہ اللہ تعالیٰ معافی دیدے ۵ے (بخاری)

(۲۲۶۱) ۱ے اس طرح کہ اخلاص کے ساتھ دل سے مسلمان ہو منافقت سے کلمہ نہ پڑھے ۱ے زمانہ کفر کے سارے گناہ اسلام سے ختم ہو جاتے ہیں حقوق العباد معاف نہیں ہوتے' لہٰذا زمانہ کفر کے قرض ظلماً" قتل وغیرہ اس کے ذمہ رہیں گے اسی لئے سیئۃ فرمایا گیا۔ معلوم ہوا کہ زمانہ کفر کی نیکیاں برباد نہیں ہوتیں بلکہ اسلام کے بعد وہ قبول ہو جاتی ہیں۔ ۲ے یعنی مسلمان ہو چکنے کے بعد بدلہ ہوا کرے گا اس بدلہ کی تفصیل آگے آرہی ہے ۳ے یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا اور مثل الذین ینفقون اموالھم الخ ۴ے یہ رب تعالیٰ کا فضل ہے کہ ایک نیکی پر سات سو بلکہ اس سے زیادہ تک جزاء اور ایک گناہ کی جزاء صرف ایک' مگر خیال رہے کہ جیسا گناہ ویسی جزاء بعض گناہ وہ ہیں جن سے نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں غرضیکہ گناہ کی سزا مقدار میں نہ بڑھے گی' رہی کیفیت اس میں فرق ہو گا۔ پھر رب کی معافی کی دو صورتیں ہیں' یا تو بندوں کو توبہ کی توفیق دے دی جائے یا بغیر توبہ ویسے ہی بخش دیا جائے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ کَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّیِّئَاتِ فَمَنْ ھَمَّ بِحَسَنَۃٍ فَلَمْ یَعْمَلْھَا کَتَبَھَا اللّٰہُ لَہٗ عِنْدَہٗ حَسَنَۃً کَامِلَۃً فَاِنْ ھَمَّ بِھَا فَعَمِلَھَا کَتَبَھَا اللّٰہُ لَہٗ عِنْدَہٗ عَشْرَ حَسَنَاتٍ اِلٰی سَبْعِ مِائَۃِ ضِعْفٍ اِلٰی اَضْعَافٍ کَثِیْرَۃٍ وَمَنْ ھَمَّ بِسَیِّئَۃٍ فَلَمْ یَعْمَلْھَا کَتَبَھَا اللّٰہُ لَہٗ عِنْدَہٗ حَسَنَۃً کَامِلَۃً فَاِنْ ھُوَ ھَمَّ بِھَا فَعَمِلَھَا کَتَبَھَا اللّٰہُ سَیِّئَۃً وَّاحِدَۃً۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۲۲۶۲) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور گناہ تحریر فرمادیئے ہیں ۱ے تو جو نیکی کا ارادہ کرے مگر کرے نہیں تو اسے اللہ تعالیٰ اپنے ہاں ایک پوری نیکی لکھتا ہے ۲ے پھر اگر قصد کرے اور نیکی کرے تو اسے اپنے ہاں دس سے سات سو گنا تک بلکہ بہت زیادہ تک لکھ لیتا ہے ۳ے اور جو گناہ کا ارادہ کرے پھر کرے نہیں اس کے لئے بھی اللہ تعالیٰ ایک پوری نیکی لکھ لیتا ہے ۴ے پھر اگر گناہ کا ارادہ کرے پھر کر بھی لے تو اسے اللہ تعالیٰ ایک گناہ لکھتا ہے ۵ے (مسلم بخاری)

(۲۲۶۲) ۱ے اس طرح کہ رب کے حکم سے فرشتوں نے لوح محفوظ میں یا بندے کی تقدیر میں تحریر فرمادیئے یا نامہ اعمال لکھنے والا فرشتہ لکھتا رہتا ہے' خیال رہے کہ نیکی ہر وہ عمل ہے جو ثواب کا باعث ہو اور گناہ ہر وہ عمل ہے جو عذاب کا سبب ہے لہٰذا ممنوعہ وقتوں میں نماز پڑھنا گناہ ہے اور حضور پر نمازیں یا جان فدا کر دینا ثواب ہے کبھی قضا نیکی ہو جاتی ہے اور ادا گناہ ۲ے معلوم ہوا کہ نیکی

marfat.com

کاارادہ بھی نیکی ہے اس پر بھی ثواب ہے مگر ثواب اور چیز ہے اداء فرض اور چیز لہٰذا صرف ارادہ سے فرض ادا نہ ہوگا ۳۔ یہ ثوابوں کا فرق کہ کسی کو ایک نیکی کا ثواب دس گنا کسی کو سات سو گنا کسی کو اس سے بھی زیادہ عامل کی نیت عمل کے موقع و عمل سے ہے' اکیلے نماز کا اور ثواب ہے باجماعت نماز کا کچھ اور ۴۔ خیال رہے کہ خیال گناہ اور ہے اور گناہ کا پکا ارادہ کچھ اور پختہ ارادہ کر لینے پر انسان گنہگار ہو جاتا ہے یہاں خیال گناہ کا ذکر ہے' لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ جب دو مسلمان لڑیں اور ایک مارا جائے تو قاتل و مقتول دونوں جہنمی کیونکہ مقتول نے بھی قتل کا ارادہ کیا تھا اگرچہ پورا نہ کر سکا وہاں گناہ کا عزم بالجزم مراد ہے' ایسے ہی جو چوری کرنے کا پورا ارادہ کرے مگر موقعہ نہ پائے وہ بھی گنہگار ہو گیا' جو کفر کا ارادہ کرے وہ کافر ہو گیا' لہٰذا حدیث واضح ہے خیال گناہ گناہ نہیں بلکہ بعد میں اس خیال سے توبہ کر لینا نیکی ہے ۵۔ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ بغیر ارادہ گناہ صادر ہو جانا گناہ نہیں گناہ میں قصد و ارادہ عذاب کا باعث ہے اسی لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے عمل اور ارادہ دونوں کا ذکر فرمایا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مَثَلَ الَّذِيْ يَعْمَلُ السَّيِّئَاتِ ثُمَّ يَعْمَلُ الْحَسَنَاتِ كَمَثَلِ رَجُلٍ كَانَتْ عَلَيْهِ دِرْعٌ ضَيِّقَةٌ قَدْ خَنَقَتْهُ ثُمَّ عَمِلَ حَسَنَةً فَانْفَكَّتْ حَلْقَةٌ ثُمَّ عَمِلَ أُخْرٰى فَانْفَكَّتْ أُخْرٰى حَتّٰى تَخْرُجَ إِلَى الْأَرْضِ. (رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۲۲۶۳) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی مثال جو پہلے گناہ کرتا ہو پھر نیکیاں کرنے لگے ۱۔ اس کی سی ہے جس پر تنگ زرہ تھی جو اس کا گلا گھونٹ رہی تھی پھر اس نے ایک نیکی کی تو ایک چھلا کھل گیا پھر دوسری نیکی کی تو دوسرا کھل گیا حتی کہ وہ زمین پر گر گئی ۲۔ (شرح سنہ)

(۲۲۶۳) ۱۔ گناہ چھوڑ کر یا گناہ کے ساتھ ساتھ بعض لوگ پہلے صرف گناہ کرتے ہیں بعد میں گناہ چھوڑ کر صرف نیکیاں کرنے لگتے ہیں یہ تو اعلیٰ درجہ کے ہیں اور بعض لوگ پھر بعد میں اگرچہ گناہ کرتے رہیں مگر نیکیاں بھی کرنے لگتے ہیں یہ بھی غنیمت ہے' غالب یہ ہے کہ یہاں پہلی جماعت مراد ہے ۲۔ یہ بہت نفیس مثال ہے کہ جیسے زرہ سارے جسم کو گھیر لیتی ہے' اور اگر تنگ ہو تو تمام بدن کو تکلیف دیتی ہے ایسے ہی گناہوں میں گھرا ہوا ہر طرح برا ہوتا ہے اللہ کے نزدیک بھی اور بندوں کی نگاہ میں بھی اس کو قلبی کوفت بھی رہتی ہے' نیکی سے دل کو خوشی ہوتی ہے' گناہ سے دل کو رنج اگرچہ کبھی یہ خوشی و غم بعض اوقات محسوس نہ ہوں ۳۔ اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ نیکیوں کی برکت سے گناہ معاف ہوتے ہیں رب فرماتا ہے ان الحسنٰت یذھبن السیئات یہ بھی پتہ لگا اولاً انسان بتکلف نیکی کرتا ہے پھر آہستہ آہستہ اس کا عادی بن جاتا ہے اور قدرتی طور پر گناہوں سے نفرت ہو جاتی ہے قرآن کریم فرماتا ہے ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر رب تعالیٰ ایسی نیکیاں نصیب فرمائے مطلب یہ کہ نیکیوں کے ذریعے آخر کار گناہوں کی زرہ بالکل کھل کر زمین پر گر جاتی ہے ہم سے دور ہو جاتی ہے۔

وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ أَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُصُّ عَلَى الْمِنْبَرِ

(۲۲۶۴) روایت ہے حضرت ابی الدرداء سے انہوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بر سر منبر وعظ فرماتے سنا کہ حضور فرماتے

marfat.com

وَهُوَ يَقُوْلُ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ قُلْتُ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ الثَّانِيَةَ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ فَقُلْتُ الثَّانِيَةَ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ الثَّالِثَةَ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ فَقُلْتُ الثَّالِثَةَ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَاِنْ رَغِمَ اَنْفُ اَبِي الدَّرْدَآءِ - (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

تھے۱؎ کہ اس کے لئے جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے دو جنتیں ہیں میں نے کہا اگرچہ زنا کرے اگرچہ چوری کرے یا رسول اللہ حضور نے پھر دوبارہ یہی فرمایا کہ اس کے لئے جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے دو جنتیں ہیں میں نے دوبارہ کہا یا رسول اللہ اگرچہ زنا کرے اور چوری کرے حضور نے پھر تبارہ فرمایا کہ اس کے لئے جو اپنے رب کے سامنے ہونے سے ڈرے دو جنتیں ہیں تیسری بار عرض کیا گیا کہ اگرچہ زنا و چوری کرے یا رسول اللہ تو فرمایا اگرچہ ابوالدرداء کی ناک رگڑ جائے۱؎ (احمد)

(۲۳۶۴) ۱؎ یعنی جو کوئی اس خوف سے گناہ چھوڑ دے یا توبہ کرتا رہے کہ کل مجھے رب کے سامنے حاضر ہونا ہے اور اعمال کا حساب دینا ہے اسے دو جنتیں عطا ہوں گی' ایک جنت خوف خدا کے عوض اور دوسری گناہ چھوڑ دینے کے عوض یا ایک جنت عمل کی' دوسری جنت رب کے فضل کی یا ایک جنت جسمانی' دوسری جنت جنانی و روحانی یا ایک جنت دنیا میں کہ اسے ہمیشہ قرب الٰہی میسر ہو گا جس سے وہ خوش و خرم رہے گا۔ دوسری جنت آخرت میں' ان دو جنتوں کی بہت تفسیریں ہیں مگر صرف زبانی طور پر خوف الٰہی کا محض دعویٰ نہ ہو بلکہ عمل بھی ہو' رب تعالیٰ ہم کو اپنا وہ خوف نصیب کرے جو گناہ چھوڑا دے آمین' یہ وہ گوہر ہے جو بادشاہوں کے خزانوں میں نہیں ملتا' ۲؎ یعنی اس سے پہلے اگرچہ چوری و زنا کر چکا ہو اگرچہ اس خوف کے بعد زنا و چوری کر بیٹھے تب بھی دو جنتوں کا مستحق ہے ۳؎ یعنی اے ابوالدرداء اگر تم سوال کرتے کرتے اپنی ناک بھی رگڑ دو تب بھی حکم یہی رہے گا کہ اللہ سے ڈرنے والا دو جنتوں کا مستحق ہے خواہ اس سے قبل کتنے ہی بڑے گناہ کیوں نہ کر چکا ہو اور اگرچہ اس کے بعد بھی غلطی سے گناہ کر بیٹھے خوف الٰہی وہ صابن ہے جو دل کے سارے میل دھو ڈالتا ہے۔ یا وہ سورج ہے جس کی کرنیں گندی سے گندی زمین کو خشک کر دیتی ہیں حتی کہ اگر مومن کو مرتے وقت بھی خوف خدا نصیب ہو جائے اور اسی حال میں مر جائے تو انشاء اللہ وہ بھی اس آیت کے ماتحت داخل ہے۔ مرقات نے یہاں فرمایا کہ خائف سے مراد مومن ہے' مطلب یہ ہے کہ مومن کتنا ہی بڑا گنہگار کیوں نہ ہو مگر آخر کار دو جنتوں کا مستحق ہو گا' ایک اپنے ایمان کی جنت دوسرے رب کی عطا یا کافر کی میراث کی' معافی پا کر وہاں پہنچے یا سزا پا کر۔

وَعَنْ عَامِرِ الرَّامِ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَهٗ يَعْنِيْ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَقْبَلَ رَجُلٌ عَلَيْهِ كِسَاءٌ وَفِيْ يَدِهٖ شَيْءٌ قَدِ الْتَفَّ عَلَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَرَرْتُ بِغَيْضَةِ شَجَرٍ فَسَمِعْتُ فِيْهَا اَصْوَاتَ فِرَاخِ طَائِرٍ فَاَخَذْتُهُنَّ فَوَضَعْتُهُنَّ فِيْ كِسَائِيْ فَجَآءَتْ اُمُّهُنَّ فَاسْتَدَارَتْ عَلٰى رَأْسِيْ فَكَشَفْتُ

(۲۳۶۵) روایت ہے حضرت عامر الرام سے۱؎ فرماتے ہیں کہ ہم ان کے یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ ناگہاں ایک شخص آیا جس پر کمبل تھا اس کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جس پر کمبل لپیٹا تھا عرض کیا یا رسول اللہ میں ایک درخت کی جھاڑی پر گزرا تو میں نے اس جھاڑی میں چڑیا کے چوزوں کی آواز سنی۲؎ میں نے انہیں پکڑ لیا اور اپنے کمبل میں رکھ لیا۳؎ اتنے میں ان کی ماں آگئی وہ میرے سر پر چکر لگانے لگی میں نے اس کے سامنے وہ

marfat.com

لَهَا عَنْهُنَّ فَوَقَعَتْ عَلَيْهِنَّ فَلَفَفْتُهُنَّ بِكِسَائِيْ فَهُنَّ أُولَاءِ مَعِيْ قَالَ ضَعْهُنَّ فَوَضَعْتُهُنَّ وَأَبَتْ أُمُّهُنَّ إِلَّا لُزُوْمَهُنَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَعْجَبُوْنَ لِرُحْمِ أُمِّ الْأَفْرَاخِ فِرَاخَهَا فَوَالَّذِيْ بَعَثَنِيْ بِالْحَقِّ اَللّٰهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهٖ مِنْ أُمِّ الْأَفْرَاخِ بِفِرَاخِهَا ارْجِعْ بِهِنَّ حَتّٰى تَضَعَهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَخَذْتَهُنَّ وَأُمُّهُنَّ مَعَهُنَّ فَرَجَعَ بِهِنَّ (رَوَاهُ أَبُوْ دَاؤُدَ)

بچے کھول دیئے وہ ان پر گر پڑی ۴۔ میں نے ان سب کو اپنے کمبل میں لپیٹ لیا وہ سب یہ میرے ساتھ ہیں فرمایا انہیں رکھ دو۔ ۵۔ میں نے رکھ دیا ان کی ماں انہیں چمٹی رہی ۶۔ تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم ان چوزوں کی ماں کی اپنے بچوں سے اتنی مامتا پر تعجب کرتے ہو اس کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا اللہ تعالٰی اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے جتنی بچوں کی ماں چوزوں ۷۔ پر انہیں واپس لے جاؤ حتی کہ انہیں وہاں ہی رکھ آؤ جہاں سے پکڑا ہے اور ان کی ماں ان کے ساتھ رہی وہ انہیں واپس لے گیا ۸۔ (ابوداؤد)

(۲۲۶۵) ا۔ رام اصل میں رامی تھا بمعنی تیرانداز چونکہ یہ فن تیراندازی میں یکتا تھے اس لئے ان کا نام عام رام پڑ گیا ۲۔ غیضہ وہ جنگل ہے جہاں بہت گھنے درخت ہوں جسے اردو میں جھاڑی کہتے ہیں کبھی اس درخت کو بھی غیضہ کہہ دیتے ہیں جس کی جڑ ایک ہو تنے اور شاخیں بہت ہوں اور گھنی ہوں جن سے دھوپ نہ چھن سکے۔ یہاں دوسرے معنی ظاہر ہیں یہ حضرت چرواہے تھے جو جانوروں کو چرانے کے لئے دور دور نکل جاتے ہیں ایسے واقعات ان کو زیادہ درپیش آتے ہیں فرخ جمع فرخ کی ہے فرخ چڑیا کا وہ بچہ ہے جو ابھی اڑ نہ سکے اور اس کی ماں اسے دانہ دے ۳۔ معلوم ہوا کہ جنگل کی چڑیاں اور ان کے بچے کسی کی ملک نہیں ہر شخص انہیں پکڑ سکتا ہے' کیونکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس فعل پر انہیں تنبیہ نہ فرمائی' وہاں ایسے بچوں کو ماں سے جدا نہ کیا جائے بلکہ انہیں مع ماں کے اپنے گھر میں پال لے یا ان کی جگہ پہنچادے' مگر کسی کا پالتو جانور اور اس کے بچے دوسرا آدمی نہیں پکڑ سکتا اگر پکڑے گا تو مجرم ہو گا ۴۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ عشق بے خوفی پیدا کرتا ہے' اسی عشق سے دل میں قوت' بدن میں طاقت' طبیعت میں ہمت و جرائت پیدا ہوتی ہے۔ دیکھو چڑیا انسان سے ڈرتی ہے مگر بچوں کے عشق نے اس کے دل سے ڈر' نفرت سب نکال دیا' بلکہ کبھی ایسی چڑیا انسان پر حملہ کر دیتی ہے جب دنیا کے عشق کا یہ حال ہے تو جسے اللہ تعالٰی عشق مصطفٰی نصیب کرے اس میں دلیری کیوں نہ پیدا ہو جائے۔ کربلا میں حسینی قافلہ ۷۲ آدمیوں پر مشتمل تھا اور مقابلہ میں بائیس ہزار یزیدی مگر حسینی قافلہ کی ہمت' شجاعت دلیری آج تک مشہور ہے یہ دلیری کہاں سے آئی انہی حضرت عشق کی کرشمہ سازی تھی ۵۔ یعنی اپنا کمبل زمین پر رکھ کر انہیں کھول دو تا کہ یہ نظارہ ہم سب بھی دیکھیں' معلوم ہوا کہ جانوروں کی حرکات کا تماشا دیکھنا اگر لہو و لعب کی نیت سے نہ ہو بلکہ عبرت حاصل کرنے کی نیت سے ہو تو جائز ہے۔ حرکتوں سے مراد ان کا ناچ و کود نہیں' بلکہ وہ تو محض کھیل کود ہی ہے ۶۔ یعنی لوگوں کا اتنا مجمع دیکھ کر بھی اپنے بچوں سے نہ بھاگی بلکہ اپنی جان پر کھیل کر انہیں اپنے پروں میں چھپائے رہی۔ ۷۔ بندوں سے مراد سارے بندے ہیں مومن ہوں یا کافر متقی ہوں یا فاجر پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ بارگاہ الٰہی میں گناہوں سے نفرت ہے نہ گنہگار سے اسی رحمت کی بنا پر رب تعالٰی نے بندوں میں انبیاء و اولیاء بھیجے کافر یا مجرم خود اپنے کو مستحق کر لیتے ہیں رب تعالٰی انکے جہنم میں جانے سے راضی نہیں مولانا عطار فرماتے ہیں۔ شعر:۔

marfat.com

☆ خلق ترمبد از تو من تو سم ز خود ☆ کز تو نیکی دیدہ ام وزخویش ☆

۸۔اس عبارت کی دو قراتیں ہیں امھن کا رفع اور زبر مرقات اور اشعۃ اللمعات نے پہلی قرات اختیار کی اور اس جملہ کو حال قرار دیا یعنی ان چوزوں کی ماں ان چوزوں کے ساتھ رہی' دوسری قرات کی بناء پر معنی یہ ہوں گے کہ ان بچوں کے ساتھ ان کی ماں کو بھی رکھ آؤاس سے معلوم ہوا کہ جانوروں کے چھوٹے بچوں کو ان کی ماں سے الگ نہ کیا جائے اسلام نے جانوروں پر بھی رحم کرنے کا حکم دیا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ غَزَوَاتِهٖ فَمَرَّ بِقَوْمٍ فَقَالَ مَنِ الْقَوْمُ قَالُوْا نَحْنُ الْمُسْلِمُوْنَ وَامْرَأَةٌ تَحْضُبُ بِقِدْرِهَا وَمَعَهَا ابْنٌ لَهَا فَاِذَا ارْتَفَعَ وَهَجٌ تَنَحَّتْ بِهٖ فَاَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ قَالَتْ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ اَلَيْسَ اللّٰهُ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ قَالَ بَلٰى قَالَتْ اَلَيْسَ اللّٰهُ اَرْحَمَ بِعِبَادِهٖ مِنَ الْاُمِّ بِوَلَدِهَا قَالَ بَلٰى قَالَتْ اِنَّ الْاُمَّ لَا تُلْقِيْ وَلَدَهَا فِي النَّارِ فَاَكَبَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْكِيْ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ اِلَيْهَا فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُعَذِّبُ مِنْ عِبَادِهٖ اِلَّا الْمَارِدَ الْمُتَمَرِّدَ الَّذِيْ يَتَمَرَّدُ عَلَى اللّٰهِ وَاَبٰى اَنْ يَقُوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۲۳۶۶) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں ہم بعض جہادوں میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے حضور انور ایک قوم پر گزرے پوچھا تم کون قوم ا۔ہو وہ بولے ہم لوگ مسلمان ہیں ایک عورت ہانڈی کے نیچے آگ جلا رہی تھی ۲۔جس کے ساتھ اسکا بچہ تھا جب آگ بھڑک کر اونچی ہوتی تو عورت بچہ کو دور ہٹا دیتی ۳۔وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی بولی کیا آپ رسول اللہ ہیں ۴۔فرمایا ہاں بولی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا اللہ تمام رحم والوں سے بڑھ کر رحیم نہیں ۵۔فرمایا ہاں بولی کیا اللہ اپنے بندوں پر ماں کے اپنے بچہ سے زیادہ مہربان نہیں؟ فرمایا ہاں ۶۔تو بولی کہ ماں تو اپنے بچہ کو آگ میں نہیں ڈالتی ۷۔اس پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سر جھکا لیا بہت روئے پھر سر مبارک اس کی طرف اٹھا کر فرمایا اللہ تعالٰی اپنے بندوں میں صرف سرکش متکبر ہی کو عذاب دے گا جو اللہ تعالٰی پر سرکشی کرے اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکاری ہو ۹۔(ابن ماجہ)

(۲۳۶۶) ا۔ مسلمان ہو یا کفار غالبًا ان پر کوئی علامت موجود نہ تھی' اسی لئے ان لوگوں نے جواب میں مسلمون فرمایا' یہ نہ کہا کہ ہم قریشی یا نضری ہیں خیال رہے کہ پوچھنا بے علمی کی دلیل نہیں' اس پوچھنے میں اور بہت سی مصلحتیں ہوتی ہیں رب تعالٰی نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا تھا کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے ۲۔ تحصب حصب سے بنا' حصب آگ روشن کرنے کو بھی کہتے ہیں اور ان تیلیوں و ایندھن کو بھی جس سے آگ سلگائی جائے رب تعالٰی فرماتا ہے انکم و ما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم تم اور

marfat.com

تمہارے جھوٹے معبود دوزخ کا ایندھن ہیں ۳؎ یعنی اس عورت کا بچہ جو گھٹنوں چلتا تھا بار بار آگ کو کھلونا سمجھ کر دیگچی کے پاس آ جاتا اور آگ کو پکڑنا چاہتا مگر عورت بار بار دور بٹھا آتی ۴؎ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اس سے پہلے کبھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کی تھی اور آج حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے انوار خوشبو وغیرہ دیکھ کر آپکو پہچان گئی اسی لئے کسی دوسرے سے اس نے یہ سوال نہ کیا ۵؎ یعنی مخلوق میں بہت رحم کرنے والے ہیں ماں باپ' استاد' سلاطین' مگر رب تعالیٰ تمام سے زیادہ مہربان ہے یہ عرض آئندہ سوال کی تمہید ہے ۶؎ چونکہ ماں سب سے زیادہ مہربان ہے' اسی لئے اس نے ماں کے متعلق خصوصیت سے سوال کیا ورنہ یہ سوال بھی پچھلے سوال میں آگیا تھا اور راحمین میں ماں بھی شامل تھی ۷؎ چنانچہ ملاحظہ فرمالیجئے کہ میں بچہ کی وجہ سے بار بار چولہا چھوڑتی ہوں اور بچے کو دور بٹھا کر آتی ہوں پھر رب تعالیٰ اپنے بندوں کو دوزخ میں کیوں بھیجے گا سبحان اللہ کیسا پیارا سوال ہے ۸؎ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ رونا اس عورت کی مامتا دیکھ کر اور پھر رب کی رحمت یاد فرما کر تھا' رونا کبھی خوف سے ہوتا ہے' کبھی شوق سے کبھی ذوق سے کبھی جوش سے یہ رونا جوش سے تھا جو اللہ کی رحمت یاد آکر پیدا ہوا اور اس یاد کی وجہ عورت کے حال کا ملاحظہ فرمانا تھا' لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ یہ رونا کیوں تھا ۹؎ خلاصہ یہ ہے کہ عذاب صرف کفار کو ہوگا وہ بھی ان کے اپنے قصور و سرکشی سے جیسے مہربان ماں نالائق و سرکش بیٹے کو عاق کرکے نکال دیتی ہے' رہے گنہگار مسلمان' انہیں دوزخ میں کچھ روز کے لئے ڈالنا تعذیب نہیں بلکہ تہذیب ہے یعنی ان کی صفائی کرکے انہیں جنت کے لائق بنانا' جیسے سونے کو آگ میں تپا کر زیور بنا کر محبوب کے گلے کے لائق بنایا جاتا ہے' تو یہ آگ گویا نالائق کے لئے رحمت ہوگی ماں گندگی میں بھرے ہوئے بچے کو سخت سردی میں نہلاتی دھلاتی ہے جس سے بچے کو تکلیف ہوتی ہے مگر اس سے اسے صفائی میسر ہو جاتی ہے۔

وَعَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ لَيَلْتَمِسُ مَرْضَاةَ اللّٰهِ فَلَا يَزَالُ بِذٰلِكَ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِجِبْرَئِيْلَ اِنَّ فُلَانًا عَبْدِيْ يَلْتَمِسُ اَنْ يُّرْضِيَنِيْ اَلَا وَاِنَّ رَحْمَتِيْ عَلَيْهِ فَيَقُوْلُ جِبْرَئِيْلُ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلٰى فُلَانٍ وَيَقُوْلُهَا حَمَلَةُ الْعَرْشِ وَيَقُوْلُهَا مَنْ حَوْلَهُمْ حَتّٰى يَقُوْلَهَا اَهْلُ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ ثُمَّ تَهْبِطُ لَهٗ اِلَى الْاَرْضِ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۲۳۶۷) روایت ہے حضرت ثوبان سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور نے فرمایا کہ بندہ اللہ کی رضا تلاش کرتا رہتا ہے ۱؎ اسی جستجو میں رہتا ہے ۱؎ اللہ تعالیٰ حضرت جبریل سے فرماتا ہے کہ فلاں میرا بندہ مجھے راضی کرنا چاہتا ہے مطلع رہو کہ اس پر میری رحمت ہے ۲؎ تب حضرت جبرائیل کہتے ہیں فلاں پر اللہ کی رحمت ہے' یہ ہی بات حاملین عرش فرشتے کہتے ہیں یہ ہی ان کے ارد گرد کے فرشتے کہتے ہیں حتی کہ ساتوں آسمان والے یہ کہنے لگتے ہیں ۳؎ پھر یہ رحمت اس کیلئے زمین پر نازل ہوتی ہے ۴؎ (احمد)

(۲۳۶۷) ۱؎ اس طرح کہ اپنے دینی و دنیاوی کاموں سے رب تعالیٰ کی رضا چاہتا ہے کہ کھاتا پیتا' سوتا جاگتا بھی ہے تو رضائے الٰہی کے لئے نماز و روزہ تو بہت ہی دور رہے خدا تعالیٰ اس کی توفیق نصیب کرے ۲؎ یعنی اس پر میری کامل رحمت ہے اس طرح کہ میں اس سے راضی ہوگیا خیال رہے کہ اللہ کی رضا تمام نعمتوں سے اعلیٰ نعمت ہے' جب رب تعالیٰ بندے سے راضی ہوگیا تو کونین بندے کے ہوگئے' رب تعالیٰ فرماتا ہے رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ پھر بندے پر وہ وقت آتا ہے کہ رب تعالیٰ بندے کو راضی کرتا ہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتا ہے ولسوف یرضی اللہ تعالیٰ صدیق کو اتنا دے گا کہ وہ راضی ہو جائیں گے

marfat.com

۳۔ غرضیکہ آسمانوں میں اس کے نام کی دھوم مچ جاتی شور مچ جاتا ہے کہ رحمتہ اللہ علیہ یہ کلمہ دعائیہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کرے' یہ دعایا تو فرشتوں کی محبت کی وجہ سے ہوتی ہے یا خود وہ فرشتے اپنے قرب الٰہی بڑھانے کے لئے یہ دعائیں دیتے ہیں اچھوں کی دعائیں دینا قرب الٰہی کا ذریعہ ہے جیسے ہمارا درود شریف پڑھنا۔ شعر:

☆ قلب کی حالت غنچہ بستہ' اس کو کرم سے کردو شگفتہ ☆ دے دعائیں حافظ خستہ' صلے اللہ علیہ وسلم ☆

۴۔ اس طرح کہ قدرتی طور پر انسانوں کے منہ سے اس کے لئے نکلنے لگتا ہے رحمتہ اللہ علیہ یا رضی اللہ عنہ اور لوگوں کے دل خود بخود اس کی طرف کھنچنے لگتے ہیں' دلوں کی قدرتی کشش محبوبیت الٰہی کی دلیل ہے۔ دیکھئے حضور غوث پاک خواجہ اجمیری جیسے بزرگوں کو ہم لوگوں نے دیکھا نہیں مگر سب کو ان سے دلی محبت ہے مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبریل سے فرماتا ہے میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو حضرت جبریل آسمانوں میں اعلان کردیتے ہیں کہ فلاں سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے۔ آپ سب بھی اس سے محبت کریں' چنانچہ تمام فرشتے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر زمین میں اس کی مقبولیت پھیلادی جاتی ہے یہ حدیث اس کے قریب قریب ہی ہے یہ غیبی وقدرتی محبت ہے۔

وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَّ مِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ قَالَ كُلُّهُمْ فِي الْجَنَّةِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي كِتَابِ الْبَعْثِ ۱

(۲۳۶۸) روایت ہے حضرت اسامہ ابن زید سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی اللہ عزوجل کے اس فرمان کے متعلق کہ بعض لوگ اپنی جانوں پر ظالم ہیں اور بعض میانہ رو ہیں اور بعض بھلائیوں میں سبقت لے جانے والے ا۔ حضور نے فرمایا یہ سب جنتی ہیں ۲۔ (بیہقی کتاب البعث والنشور)

(۲۳۶۸) ا۔ اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کی تین جماعتوں کا ذکر فرمایا ظالمین' میانہ رویں' سابقین ظالمین وہ جن کے گناہ نیکیوں پر غالب ہوں' میانہ رو وہ جن کے دونوں عمل برابر ہوں سابقین وہ جن کی نیکیاں گناہوں پر غالب ہوں' یا نیکیوں نے گناہ مٹادیئے ہوں' ان تین کلمات کی اور بھی شرحیں کی گئی ہیں ۲۔ اس طرح کہ سابقین تو بغیر حساب جنتی ہیں اور مقتصدین حساب یسیر کے بعد جنتی' اور ظالمین یا تو صرف سخت حساب کے بعد یا کچھ سزا پاکر جنتی ہیں بیہقی اور ابن مردویہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی کہ سابق تو سابق ہیں ہی اور مقتصد ناجی ہیں اور ظالم مغفور امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے ان تینوں فرقوں کو عبادنا فرمایا اپنے فضل وکرم سے اللہ تعالیٰ اپنے سابقین بندوں کے طفیل سے ہم ظالمین پر رحم فرمائے' ہمارے گناہ معاف کرے آمین آمین یارب العلمین۔

بجاہ نبیہ الکریم وصلے اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد والہ وصحبہ وسلم آمین یارب العلمین

الحمد للہ الکریم

کہ مرآت شرح مشکوۃ جلد سوم ۲۶ جمادی الاول ۱۳۷۹ھ مطابق ۲۶ نومبر ۱۹۵۹ء یوم دوشنبہ کو شروع ہوکر آج ۲۲ ربیع الاول ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۵ ستمبر ۱۹۶۰ء پنجشنبہ کو ختم ہوئی'

marfat.com